یک صد "احادیث انا" کا ایمان افروز مجموعہ

شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
بزبانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

"بلفظ انا"

تالیف
الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری
مفتی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور



سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ سب سے بالا و والا ہمارا نبی

شانِ مصطفیٰ ﷺ بزبانِ مصطفیٰ ﷺ

عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کے حوالہ سے
لفظ اَنَا سے شروع ہونے والی ایک سو احادیث مبارکہ کا ایمان افروز
مجموعہ جس میں بیشمار موضوعات پر بصیرت افروز ابحاث صرف
اسی کتاب میں ملیں گی علماءِ کرام و عوام الناس کے لیے یکساں مفید،
بالخصوص مقررین و واعظین کیلئے از حد مفید۔

از
مولانا غلام حسن قادری
مفتی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

مشتاق بک کارنر الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	شانِ مصطفٰی بزبانِ مصطفٰی ''بلفظ أنا''
تالیف	مفتی غلام حسن قادری حزب الاحناف لاہور
نظر ثانی	حافظ رضاء الحسن قادری
حسب فرمائش	الحاج قاری اصغر علی نورانی خطیب جامع مسجد قبا باغوالی محلہ چومالہ اندرون بھاٹی گیٹ لاہور۔
ناشر	مشتاق احمد
بااہتمام	سلمان خالد
ٹائٹل	خطاط الملک محمد علی زاہد' محمد ریاض
کمپوزنگ	گل گرافکس
پرنٹرز	اسلم عصمت پرنٹرز۔لاہور
ہدیہ	300روپے

استدعا

پروردگار عالم کے فضل' کرم اور مہربانی سے' انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ' طباعت' تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔ بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو از راہِ کرم مطلع فرما دیں۔ ان شاء اللہ اگلے ایڈیشن میں ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لیے ہم آپ کے بے حد مشکور ہوں گے۔ (ناشر)

فہرست عنوانات

اِنتساب

اپنے والدِ گرامی محمد حسین بھٹی ولد علی محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نام
جن کا وصالِ باکمال کتاب لکھنے کے دوران
یعنی ۷ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ بمطابق ۲ نومبر ۲۰۰۳ء کو
پیر کی بابرکت رات تقریباً دس بجے میو ہسپتال لاہور میں ہوا۔
اور اپنی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا کے نام جو نصف صدی قرآنی تعلیمات
کو عام کرتی رہیں اور جن کا انتقالِ پُرملال والد صاحب کی وفات حسرتِ آیات کے
تقریباً آٹھ ماہ بعد ۵ جولائی ۲۰۰۴ء بروز پیر
بوقت گیارہ بجے دن چک کھرل میں ہوا۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔
انہی کی دُعاؤں کے صدقے
احقر یہ کتاب لکھنے کے قابل ہوا۔
قارئینِ کرام سے التماس ہے کہ
جو بھی اس کتاب کا مطالعہ فرمائے
میرے والدین ماجدین کی رُوح پُرفتوح کے لیے
دُعا فرما کر مجھ حقیر پر احسان فرمائے۔
اللہ تعالیٰ والدین کریمین کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں
اپنے محبوب (علیہ السلام) کے بابرکت قدموں میں جگہ عطا فرمائے۔
آمین ثم آمین ، بجاہِ النبی الکریم الامین

؎ ایں دُعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

بنگاہِ رحمت

سُلطانُ العارفین، بُرھانُ الواصِلین، حُجّۃ الکاملین، قُدوۃ السّالکین،
زبدۃُ العارفین، سُلطانُ الفقراء، حضرت سخی

سُلطان باھُو۔ فنا فی عین ذاتِ یاھُو

قَدَّسَ اللہُ سِرَّہٗ

اللہ بس ماسوی اللہ ہوس
ایں قالِ من ، بر حالِ من

؎ نام فقیر تنہاں دا باھُو قبر جنہاں دی جیوے ھُو

◎

بفیضانِ کرم

قطبُ العالَم، مُرشدِ یگانہ، فنا فی اللہ

حضرت حافظ سُلطان غُلام باھُو رحمۃُ اللہ علیہ

جمعہ شریف۔ ڈیرہ اسماعیل خان (سرحد)

مرضیٔ مولیٰ ازھمہ اَولیٰ

تقریظِ جلیل

شرفِ ملت، محسنِ اہلِ سنت، رومیٔ وقت، شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا

محمد عبدالحکیم شرف قادری

دامت فیوضہ القدسیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب سے بڑی ہستی اور سب سے زیادہ محبوب ذات اللہ کریم جل مجدہ کی ہے، اذان، تکبیر اور نماز میں کتنی بار ہم کہتے ہیں اللہ اکبر اللہ سب سے بڑا ہے، لیکن ہم اس کی کبریائی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور اسے مستحضر نہیں رکھتے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قل ای شیئی اکبر شھادۃ گواہی میں کون سب سے بڑا ہے؟ پھر خود ہی فرماتا ہے: قل اللہ شھید بینی و بینکم آپ فرمادیجئے کہ اللہ گواہ ہے میرے اور تمہارے درمیان۔ کہیں ارشاد فرماتا ہے: والذین آمنوا اشد حبا للہ اور ایمان والے اللہ تعالیٰ سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے عظیم ہستی اور محبوب ترین شخصیت حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے۔ محبت کا فطری تقاضا یہ ہے کہ محبوب کا عزت وتکریم کے ساتھ کثرت سے ذکر کیا جائے اور محبوب کی اطاعت کی جائے۔ قابل صد رشک ہیں وہ لوگ جن کے شب و روز قرآن وحدیث پڑھنے اور اِن کے احکام پر عمل کرنے میں صرف ہوتے ہیں۔

فاضل نوجوان مولانا علامہ قاری غلام حسن زید مجدہ مدرس ومفتی دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور، امام وخطیب جامع مسجد مولانا روحی اندرونی بھاٹی گیٹ لاہور ان جواں سال فضلاء میں سے ہیں جن کی تلاوت، گفتگو، نشست و برخاست اور مہمان نوازی سے اسلاف کی

مہک آتی ہے، انہوں نے نبی اکرم شفیع محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت وجلالت، رفعت و منزلت پر دلالت کرنے والی وہ احادیث جمع کر دی ہیں جو کلمۂ ''انــا'' سے شروع ہوتی ہیں، ایسے جملوں کی تعداد سو ہے عام ازیں کہ وہ مستقل حدیث ہوں یا حدیث کا حصہ ہوں۔

گویا یہ نثر میں ''نعتِ نبی'' (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بہترین انتخاب ہے، یہ وہ نعت ہے جو زبانِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صادر ہوئی، علامہ غلام حسن نے احادیث کی روشنی میں عقائد، مسائل اور اخلاق بھی بیان کئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین!

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۲۲۔ جمادی الآخرۃ ۱۴۲۵ھ

۹۔ اگست ۲۰۰۴ء



تقریظِ جمیل

ازقلم حقیقت رقم: پاسبانِ مسلکِ رضا، نباضِ قوم، نائب محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ مولانا الحاج

ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی

دامت برکاتہ العالیہ

امیر جماعت رضائے مصطفیٰ وخطیب مرکزی جامع مسجد زینۃ المساجد، گوجرانوالہ

مولانا علامہ حافظ قاری مفتی غلام حسن صاحب مدظلہ، کو خدا تعالیٰ نے پہلے ہی بڑی صفات سے متصف فرمایا ہوا ہے۔ جب کہ انہوں نے کتاب ہذا تصنیف فرما کر ایک اور بہت بڑی سعادت حاصل فرمائی ہے۔

''شانِ مصطفیٰ بزبانِ مصطفیٰ''

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

؎ یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

سبحان اللہ! کتاب کیا ہے۔ ایک ایمان افروز، روح پرور، معلومات افزا، شان رسالت وعظمتِ مصطفوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سدابہار مہکتا ہوا گلستان ہے۔ اور اہل عشق ومحبت، عوام و خواص کے لئے ایک دائمی، تاریخی، علمی وایمانی روحانی ذخیرہ وسرمایہ ہے۔ اور کتاب کا نام بھی کیا علمی وتحقیقی منتخب فرمایا ہے۔

''شانِ مصطفیٰ بزبانِ مصطفیٰ''

ورنہ بعض کم علم وکم فہم لوگوں نے اپنی بعض کتب کا نام

''شانِ مصطفیٰ بزبانِ خدا''

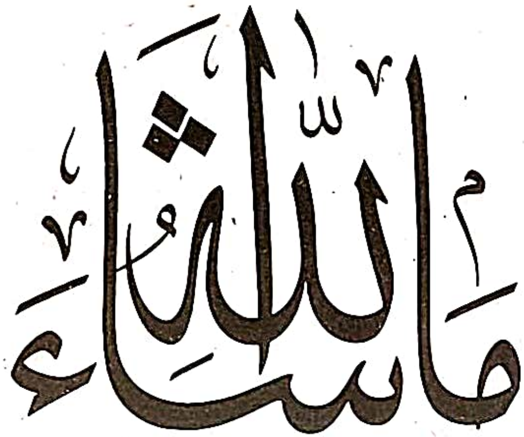
رکھا اور شائع کیا ہے ـــــ اور اتنا بھی نہیں سمجھا ـــــ کہ خدا تعالیٰ جسم وزبان وغیرہ اعضاء سے پاک ہے۔(والعیاذ باللہ تعالیٰ)۔

فقیر اس عظیم کتاب کی اشاعت پر حضرت مصنف مدظلہ اور تمام اہل محبت اہل سنت کو صدہا مبارکباد پیش کرتا ہے۔

المخلص: ابوداؤد محمد صادق

۲۶ جمادی الآخرہ ۱۴۲۵ھ

۱۳۔ اگست ۲۰۰۴ء



تقریظِ حسین

ازرشحات قلم: فقیہ دوراں، محقق العصر، استاذی المکرم حضرت علامہ مولانا

مفتی عبدالقیوم خاں

مدظلہ العالی، مفتی اعظم منہاج القرآن لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا و مصلیا و مسلّما.

فاضل جلیل، عزیز محترم علامہ حافظ قاری مقری، مفتی غلام حسن قادری عم فیوضہ ان معدودے چند فضلائے کرام میں سے ایک ہیں، جن پر علم وتقویٰ کو ناز ہے اللہ پاک نے حسین و جمیل شخصی وجاہت کے ساتھ ساتھ، علم قرآن وسنت، فنِ کتابت وخطابت، فن تجوید وقرأۃ، وسعتِ قلب ونظر، جود وسخاء، مہمان نوازی، حسن اخلاق، قادر الکلامی، فصاحت وبلاغت، جہد مسلسل، درس وتدریس میں مہارت، جذب وشوق، درد وسوز، ہر ایک سے خیر خواہی کے جذبات رکھنے، حسد، کینہ، نخوت وتکبر سے پاک، نفع رسانی کے جذبہ سے سرشار، فہم وفراست سے مالا مال، تواضع ومنکسر المزاجی سے متصف، اور بہت سی خوبیوں سے اس نوجوان فاضل کو مزین فرمایا ہے۔

درس وتدریس، افتاء، افہام وتفہیم، وعظ وتلقین، کتابت، خطابت وارشاد اور دیگر مصروفیات کو نبھانے کے ساتھ ساتھ تحریری کام بھی بڑی محنت سے کرتے ہیں۔ جس کا ثبوت یہ عظیم وضخیم کتاب ہے، جس میں عام وخاص سبھی کے لیے کارآمد مسائل ومباحث کو آسان وشستہ

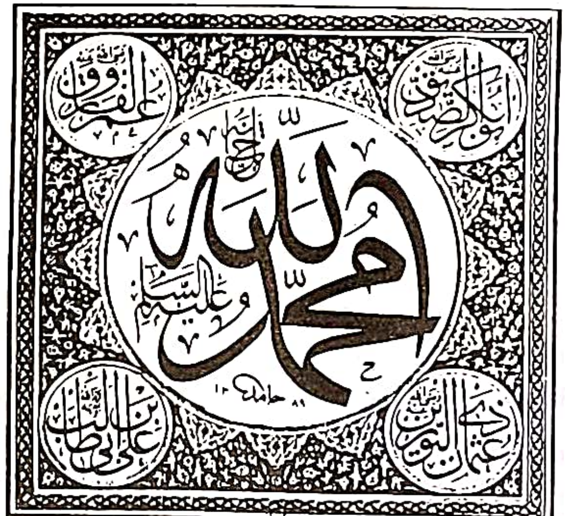
زبان میں بیان کیا گیا ہے، جس سے ان شاءاللہ کم اور زیادہ علم رکھنے والا ہر شخص مستفید ہوگا۔ عربی عنوانات کے ساتھ اردو ترجمہ بھی دیا جائے تو افادیت میں اضافہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فاضل مصنف کے علم وعمل میں برکت دے۔ صحت وسکون کے ساتھ زندگی بسر کریں اور دین وملت کی یونہی تادیر خدمات انجام دیتے رہیں، آمین۔

ایں دعا از من، و از جملہ جہاں آمین باد۔

ناکارۂ خلائق: عبدالقیوم خاں، جامعہ المنہاج، لاہور۔

۲۴ جمادی الآخرہ ۱۴۲۵ء

۱۱۔ اگست ۲۰۰۴ء



تقریظِ متین

خطیب زماں، مقبول جہاں، مفسر قرآں حضرت صاحبزادہ پیر

سید شبیر حسین شاہ حسینی

عم فیوضہ، حافظ آبادی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ منڈیالہ شریف، مرکزی امیر مجلس تاجدار ختم نبوت پاکستان،

مہتمم جامعہ تبلیغ الاسلام، خطیب مرکزی جامع مسجد الفاروق۔ حافظ آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"شانِ مصطفیٰ ﷺ بزبان مصطفیٰ ﷺ" میری نظر سے گزری اگرچہ وقت کی کمی کے باعث لفظ بلفظ تو نہیں پڑھ سکا مگر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے کتاب کا مطالعہ کیا ہے۔ مولانا غلام حسن قادری صاحب کی یہ ایک اچھی کوشش ہے جو اُن کی عقیدہ میں پختگی، محبت، اخلاص اور سب سے بڑھ کر عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبی ہوئی وہ سوچ ہے جو اِس کتاب کی تصنیف کا باعث بنی۔ ایسے دورِ قحط الرّجال میں ایسے لوگ مسلک کے لیے قیمتی اثاثہ اور امید کی کرن ہیں اور یہ یقین بڑھ جاتا ہے کہ مسلک اہل سنت جس کا اثاثہ یہی تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عشقِ مصطفیٰ ﷺ ہے، کی شمع اللہ کے فضل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم سے ہمیشہ روشن رہے گی اور ایسے عالمِ دین یقیناً لائق صد احترام ہیں جن کے قلم کی سیاہی شہید کے خون سے زیادہ مقدس ہے۔ مجھے خاص طور پر اس لیے بھی مولانا پر ناز ہے کہ یہ میرے ہی علاقے کے رہنے والے ہیں۔

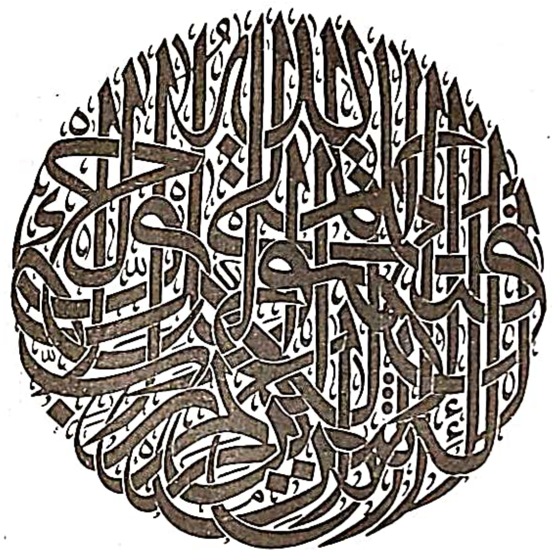
اِس کتاب میں جہاں دعوت عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے وہاں موجودہ دور کی بدعقیدگی اور فتنوں سے آگاہی کے ساتھ اخلاقی تربیت کے حوالے سے بھی کافی رہنمائی ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ان کے علم، عمر اور عمل میں برکت عطا فرمائے۔ آمین!

صاحبزادہ پیر سید شبیر حسین شاہ

حافظ آباد

۱۔ رجب ۱۴۲۵ھ

۱۸۔ اگست ۲۰۰۴ء



تقریظِ عظیم

محترم المقام، واجب الاحترام پروفیسر

محمد اکرام قادری، رضوی، اشرفی، برکاتی

سابق صدر شعبہ زوالوجی اسلامیہ کالج سول لائنز، لاہور۔

ادارہ قاضی پبلی کیشنز لاہور، پاکستان۔ امریکہ

الصلوۃ والسّلام علیک یا رسول اللہ   وعلیٰ الک واصحابک یاحبیب اللہ

کتاب مستطاب ''شانِ مصطفیٰ ﷺ بزبان مصطفیٰ ﷺ'' مولانا غلام حسن قادری صاحب کی عظیم کاوش ہے اگرچہ موصوف میرے لیے ویسے ہی قابل صد احترام ہیں کیوں کہ میرے مرشد و مربی مفتی اعظم پاکستان علامہ سید ابوالبرکات سید احمد شاہ قادری علیہ الرحمۃ کے ادارے میں آپ ہی کی جگہ فریضۂ تدریس سر انجام دے رہے ہیں، موصوف کو بھی میری طرح سارا فیض قبلہ سید صاحب کے قدموں سے حاصل ہوا ہے، انہوں نے درس نظامی کا نصاب از اوّل تا آخر دارالعلوم حزب الاحناف سے ہی مکمل کیا ہے ازاں بعد عرصہ تقریباً بیس سال سے اہل سنت کے اس عظیم مرکزِ طریقت وشریعت میں مصروف کار ہیں۔

زیرِ نظر کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اگرچہ فضائل کی کتاب ہے تاہم مصنف نے اس میں دیگر بیسیوں ضمنی موضوعات پہ بھی قلم اُٹھایا ہے اور ماشاءاللہ خوب لکھا ہے۔

؎ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

الغرض یہ کتاب اہل علم حضرات کے لئے عظیم سرمایہ ہونے کے ساتھ ساتھ عوام الناس کے لئے اس میں عقائد ونظریات کی پختگی کا کافی سامان موجود ہے بالخصوص مقررین اور طلباء کے

لئے مذہبی موضوعات پہ تقاریر کرنے کے سلسلہ میں انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ہر خاص و عام کے لئے مفید بنائے اور مصنف محترم کی اس کوشش کو قبول فرما کر ہم سب کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

ثم آمین بحرمة سيد المرسلين عليه و علیٰ اٰله و اصحابه افضل الصلوة والتسليم۔

پروفیسر محمد اکرام قادری

۲۰۔ جمادی الآخرہ ۱۴۲۵ھ

۷۔ اگست ۲۰۰۴ء



اظہارِ تشکّر

اس کتاب کی تیاری کے سلسلہ میں بہت سارے احباب نے کسی نہ کسی انداز میں اپنی محبتوں سے نوازا، ان سب کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ بالخصوص شیخ الحدیث محسنِ اہل سنت علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب دام ظلہ، پاسبانِ مسلک رضا الحاج مولانا ابو داؤد محمد صادق رضوی صاحب دامت برکاتہ، مفتی اعظم منہاج القرآن استاذی المکرم مفتی عبدالقیوم خان صاحب مد اللہ ظلہ العالی، مقبول عرب و عجم خطیب بے بدل صاحبزادہ پیر سید شبیر حسین شاہ صاحب حافظ آبادی مدظلہ العالیٰ ما دامت الایام واللیالی اور پیکرِ خلوص و شرافت محترم المقام واجب الاحترام پروفیسر محمد اکرام قادری رضوی برکاتی صدیقی صاحب کا کہ جنھوں نے بڑی محبت کے ساتھ تقاریظ لکھ کر اس حقیر کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

استاذ الخطاطین مجسمۂ اخلاص و محبت بین الاقوامی ایوارڈ یافتہ جناب محمد علی زاہد صاحب نے بڑا ہی خوبصورت ٹائیٹل اور پشتہ لکھ کر میری پشت پناہی فرمائی۔ پیکرِ شرافت محترم محمد ریاض صاحب، مخلص و مہربان حافظ محمد اصغر القادری صاحب، عزت مآب محمد ارشد سلیم قادری صاحب (سیالکوٹ) اور معلی القاب جناب محمد شریف صابری صاحب اربابِ علم وفن اور فکر و دانش کا ممنونِ احساس ہوں کہ ان تمام احباب نے خطاطی کے حوالے سے میرے ساتھ بھرپور تعاون فرمایا۔ اور زائر مکہ و مدینہ اخی فی الاسلام جناب حافظ محمد زبیر مجددی صاحب (اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ) نے میرے حالات زندگی کسی حد تک مبالغے کے ساتھ لکھے اور مجھ پر احسان فرمایا (فجزاھمُ اللہ احسن الجزاء الیٰ یوم الجزاء)۔

ٹائیٹل کی ڈیزائننگ کے سلسلہ میں محترم محمد نعیم صاحب نے خوب محنت فرمائی اللہ تعالیٰ

ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مندرجہ ذیل حضرات کا تہہِ دل سے مشکور ہوں کہ انھوں نے آغازِ کتاب سے لے کر اختتام کتاب تک مسلسل میری حوصلہ افزائی کا سلسلہ جاری رکھا۔

استاذی المکرّم مفسر قرآن حضرت قاری محمد طیب صاحب نقشبندی (لندن) استاذ المدرسین مولانا حافظ محمد یعقوب نقشبندی (لاہور) استاذ الاساتذہ مصنف کتب کثیرہ علامہ محبت علی قادری صاحب (مدرس جامعہ حنفیہ قصور)، استاذ العلماء علامہ محمد شریف سعیدی صاحب (صدر مدرس حزب الاحناف' لاہور)، صاحبزادہ سید مصطفیٰ اشرف رضوی صاحب (جگر گوشہ شارح بخاری وناظم اعلیٰ حزب الاحناف' لاہور)، صاحبزادہ سید مسعود احمد رضوی صاحب (جگر گوشہ مفتی اعظم پاکستان)، مناظر اسلام علامہ قاری محمد یوسف سیالوی صاحب (شیخوپورہ)، علامہ صاحبزادہ رضائے مصطفیٰ نقشبندی صاحب (جامعہ رسولیہ شیرازیہ' لاہور)، علامہ صاحبزادہ اشفاق المصطفیٰ صاحب (لنڈا بازار' لاہور)، مولانا صاحبزادہ محمد وجہ اللہ قادری صاحب (شیخوپورہ) صاحبزادہ محمد فیض رسول قادری صاحب (شیخوپورہ)، پروفیسر محمد یار سیالوی صاحب (شیخوپورہ)، زینت القراء قاری خدا بخش بصری صاحب، (لاہور) برادرِ اصغر الحاج قاری اصغر نورانی صاحب (لاہور) علامہ مولانا قاری غلام مرتضیٰ نقشبندی صاحب (لاہور)، مولانا عابد عمران صاحب (متعلم بھیرہ شریف)، حافظ قاری اعجاز حسین صاحب (لاہور) قاری حافظ محمد ریاض فریدی صاحب (متعلم جامعہ ہجویریہ)، جناب قاری محمد ریاض فاروقی سیوطی صاحب، مولانا محمد اقبال ججروی صاحب، محترم قاری عبدالرزاق نقشبندی صاحب (حافظ آباد)، حضرت قاری محمد جمال الخیری صاحب (مدرس حزب الاحناف' لاہور)، قاری محمد عظیم جان صاحب، قاری محمد فاروق عباسی صاحب (لاہور)، مولانا شباب القادری صاحب (لندن)، محترم ابو محمد خلیفہ محمد انجم سعید بیگ صاحب (لاہور)، عزیز القدر رانا ساجد محمود قادری (بسطامی پریس' لاہور)، محترم شیخ تجمل حسین صاحب' عزیزم قاری عاشق حسین نقشبندی صاحب (سکھیکی)، مولانا محمد افضل صاحب (منڈی سکھیکی)، اور اپنے استاذ بھائی اور ہم سبق دوستوں میں سے حضرت مفتی سعادت علی قادری صاحب (ناظم اعلیٰ جامعہ حنفیہ قصور)، حضرت مفتی محمد نعیم اختر نقشبندی صاحب (کاموکے)، مولانا مسعود احمد رضا صاحب (چھانگا مانگا)، حضرت سید نور الحسن گیلانی صاحب اور اپنے برخوردار حافظ محمد رضاء الحسن قادری، متعنا اللہ بطول حیاتھم۔ اللہ تعالیٰ

ان تمام حضرات کو جزائے خیر نصیب فرمائے۔

اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب ادھوری رہ جائے گی، اور انتہائی ناشکری ہوگی کہ اس میں "مشتاق بک کارنر" کا ذکرِ خیر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ دینوی واخروی انعامات سے نوازے محترم مشتاق بٹ صاحب کو جنھوں نے میری خواہش کے مطابق کتاب کی اشاعت فرما کر میری کاوش کی قدر فرمائی۔ اور بڑی زیادتی ہوگی اگر کتاب کی کمپوزنگ کرنے والے محمد بابر صاحب (گل گرافکس کمپوزنگ سنٹر' اردو بازار' لاہور) کا شکریہ ادا نہ کیا جائے۔ جنھوں نے بڑی جاں فشانی اور محنت سے کتاب کو کمپوز کیا۔ بلاشبہ وہ قابل صد مبارک باد ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام احباب کے اس نذرانہ محبت کو اپنے محبوب علیہ السلام کی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین

بجاہ حبیبہ الکریم الامین صلی اللہ علیہ و علیٰ اصحابہ الراشدین و آلہ الطاھرین و ازوجہ المطھرات امھات المؤمنین و علی اولیاء امتہ و علماء ملتہ و سائر امتہ اجمعین اِلیٰ یوم الدین. یا رب العالمین.

غلام حسن قادری



نعتِ نبیؐ ہے نُور کا دریا، حرف و بیاں ہے جگمگ جگمگ
خلوتِ دل ہے مہکی مہکی، قریۂ جاں ہے جگمگ جگمگ

چشمِ تصوّر کے مَیں صدقے، دل اُجیارے مہجوروں کے
نُور کی چوکھٹ، نُور کی جالی، سارا سماں ہے جگمگ جگمگ

صَلِّ عَلیٰ ہے نُور کا دَھارا، جِس پر مدارِ زیست ہے سارا
نظمِ فلک ہے جگمگ جگمگ، نظمِ جہاں ہے جگمگ جگمگ

ماتھے پر وہ دُھول سَجالو، شمس و قمر سے آنکھ مِلالو
اُن کی گلی تو اُن کی گلی ہے، خاک جہاں ہے جگمگ جگمگ

آئے آئے شافعِ محشر نائبِ داور، ساقیِ کوثر
دیکھو دیکھو نجمِ نصیبِ خشک لباں ہے جگمگ جگمگ

نظرِ کرم نے اُن کی اُتارے نطق پہ میرے نعت کے تارے
اُن کی نظر ہے اُن کا کرم ہے حُسنِ زباں ہے جگمگ جگمگ

کتبہ محمد علی زاہد، لاہور — اسرار اعظمی — ۱۲۔ ربیع الاوّل ۱۴۲۲ھ

حَامِدًا وَّ مُصَلِّيًا وَّ مُسَلِّمًا.

مختصر حالات زندگی مصنّفِ کتاب

رب ذوالجلال والاکرام کا کروڑہا شکر ہے کہ جس نے کائنات کی تخلیق فرمائی۔ اور انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ کرم بالائے کرم کہ انسان کی ہدایت کے لئے بے شمار انبیاء ورسل مبعوث فرمائے جو اپنے اپنے وقت پر ایک مخصوص علاقے میں توحید ورسالت کا پرچار فرما کر لوگوں کو دعوت اسلام دے کر، ضلالت وگمراہی سے نکال کر ایمان کی دولت سے سرفراز فرماتے رہے۔ انبیاء ورسل کا سلسلہ حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہو کر حضور آقائے نامدار، مدنی تاجدار، حبیب کردگار، نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو جاتا ہے۔ یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں۔ جیسا کہ قرآن وحدیث سے اس کا واضح ثبوت مل جاتا ہے۔ "انا خاتم النبیین لا نبی بعدی" اور "وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین" اس پر شاہد ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم آخری نبی ہیں۔

آپ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آسکتا کہ جس کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے۔ لیکن جب سورہ رعد کے ان جملوں پر نظر پڑتی ہے کہ "لکل قوم هاد" کہ ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہوتا ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب نبوت ورسالت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی آخری نبی ہیں تو رب کا یہ کہنا کہ ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہوتا ہے اس کا کیا مطلب؟ تو اس کے دو جواب ہیں وہ یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہی قیامت تک بنی نوع انسان کے لئے ہادی بن کر تشریف لائے ہیں۔ اور دوسرا جواب یہ کہ حضور کا فرمان عالی شان ہے کہ "العلماء ورثة الانبياء" کہ علمائے کرام ہی انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔

تو یہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی فیضان اور عطا ہے۔ فی الحقیقت علماء ہی انبیائے

کرام کے وارث ہوتے ہیں۔

اور اگر علمائے کرام کے کارہائے نمایاں کا بنظرِ غور مطالعہ کیا جائے تو خدا کی قسم ان کے کارہائے نمایاں کو آبِ زر سے لکھنے کو جی چاہتا ہے کہ اس قدر محنت شاقہ کے بعد رب کائنات ان کو اس مقام پر فائز فرماتے ہیں کہ لوگ ان سے ہدایت حاصل کرتے ہیں۔

ان ہی نفوس قدسیہ میں مصنف کتاب ہذا عمدۃ العلماء زبدۃ الفضلاء حضرت علامہ مولانا مفتی غلام حسن قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کی حیات مقدسہ کے چیدہ چیدہ احوال قارئین کرام کی ضرورت عالیہ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

ولادت:۔

آپ تین اکتوبر انیس سو باسٹھ (1962ء) کو میاں محمد حسین ابن میاں علی محمد بھٹی رحمہما اللہ کے ہاں چک کھرل ضلع حافظ آباد میں پیدا ہوئے بچپن ہی سے آپ کے چہرے پر سعادت مندی وخوش بختی کے آثار نمایاں تھے۔

ابتدائی تعلیم:۔

آپ کی والدہ ماجدہ چونکہ عرصہ پچاس (50) برس سے اپنے گاؤں چک کھرل کے ساتھ ساتھ قریبی دیہات کے طلبہ وطالبات کو قرآن کریم کی تعلیم سے آراستہ کرنے کی خدمت سر انجام فرما رہی تھیں اس لئے ناظرہ قرآن کریم ختم کرنے کی سعادت اپنی والدہ ماجدہ سے ہی حاصل کی۔ اللہ کریم آپ کی والدہ محترمہ کی بخشش ومغفرت فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

پھر پرائمری تک تعلیم بھی اپنے گاؤں چک کھرل کے پرائمری سکول میں ہی حاصل کی جب کہ چھٹی کلاس میں داخلے کے لئے ہیڈ قادر آباد کے قریب قصبہ سوئیاں والا کے ہائی سکول میں رجوع کیا۔ چھٹی اور ساتویں تک اسی سکول میں تعلیم حاصل کرتے رہے سکول چونکہ گھر سے بہت دور تھا اور پھر سفر بھی سائیکل پر کرنا پڑتا تو موسم کی شدت وحدت کے سبب آپ کو بخار کا عارضہ لاحق ہو گیا جس کے باعث آپ کو سلسلہ تعلیم منقطع کرنا پڑا۔ صحت یابی کے بعد کچھ عرصہ اپنے والد گرامی کے ساتھ دُکان داری کرتے رہے پھر سلسلہ تعلیم شروع کیا۔

حفظ القرآن:

قرآن کریم حفظ کرنے کا شوق بھی مچل رہا تھا اپنے گاؤں چک کھرل میں ہی حفظ قرآن شروع کر دیا ابھی آپ نے ڈیڑھ پارہ ہی حفظ کیا کہ ایک مخلص عزیز کے مشورہ پر یکم رمضان المبارک (1977ء) کو تحریک نظام مصطفیٰ کے دوران جامعہ حنفیہ رضویہ غلہ منڈی شیخوپورہ میں داخل ہو گئے۔ اس قدر ذوق وشوق کا مظاہرہ فرمایا کہ ڈیڑھ سال میں قرآنِ کریم حفظ کرنے کی سعادت حاصل کر لی۔ پھر اُسی سال نماز تراویح میں مکمل قرآن کریم سنا دیا۔ الحمد للہ آج تک آپ نماز تراویح میں بائیس (22) مرتبہ قرآن کریم سنانے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ فقیر راقم الحروف کو متعدد بار نماز تراویح میں آپ سے قرآن کریم سماعت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ انتہائی عمدہ انداز میں تلاوت کلام اللہ فرماتے ہیں۔

جامعہ حنفیہ رضویہ غلہ منڈی شیخوپورہ اور چک کھرل کے جن اساتذہ سے آپ نے قرآن کریم کی دولت حاصل کی ہے ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

حافظ بشیر احمد صاحب۔ قاری امانت علی صاحب۔

قاری محمد بنیامین صاحب۔ قاری سعید الرحمٰن صاحب۔

حافظ فتح محمد صاحب مرحوم۔ اور حافظ محمد اکرم صاحب۔

جب کہ جامعہ حنفیہ رضویہ کے مہتمم اور ناظم حضرت مولانا غلام رسول قادری سروری المعروف فقیر سلطانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ **فجزاھم اللہ خیر الجزاء آمین۔**

درسِ نظامی:۔

جس دن حضرت قبلہ سید ابو البرکات رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا سالانہ عرس مبارک تھا اسی دن حضرت فقیر سلطانی رحمۃ اللہ علیہ نے مہربانی فرماتے ہوئے بذات خود ساتھ آ کر مرکزی دار العلوم حزب الاحناف لاہور میں علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا اور آپ نے استاذ الاساتذہ حضرت مولانا عبد الغفور رحمۃ اللہ علیہ کی کلاس میں بیٹھنے کا حکم دیا۔ سات سال میں درس نظامی کا مکمل کورس دار العلوم حزب الاحناف میں ہی کیا اور سند فراغت حاصل کی جن اساتذہ کرام سے آپ نے درس نظامی کی تکمیل کی ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

حضرت علامہ مولانا مہر دین رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث حزب الاحناف۔

حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم خاں ہزاروی مدظلہ العالی شیخ الحدیث منہاج القرآن لاہور۔

حضرت علامہ حافظ محمد یعقوب نقشبندی اور حضرت مفتی احمد دین توگیروی۔

علوم وفنون کی جو کتب رہ گئیں وہ بعد نماز ظہر جامعہ جماعتیہ پاپڑ منڈی میں حضرت مفتی عبدالقیوم خاں ہزاروی صاحب سے پڑھیں۔

امامت وخطابت:۔

آپ انیس سو بیاسی (1982ء) سے تا حال اندرون بھاٹی گیٹ جامع مسجد مولانا روحی رحمۃ اللہ علیہ میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام فرما رہے ہیں اور اسی دوران ہی دورہ تفسیر القرآن مکمل کرنے کی سعادت حاصل کی۔

سعادت حرمین شریفین:

آپ شب وروز حرمین شریفین کی حاضری کے لئے ماہی بے آب کی طرح بے تاب رہا کرتے تھے بالآخر ستارۂ قسمت طلوع ہوا۔ بیت اللہ شریف اور دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور عمرہ کی سعادت بھی آپ کو (1989ء) میں حاصل ہوگئی۔

خوش نویسی:۔

زمانہ قدیم میں علمائے کرام جہاں دیگر علوم وفنون میں کمال اور مہارت حاصل کرتے وہاں علم طب اور علم خطاطی بھی ضرور حاصل کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان ہی نفوس قدسیہ کے قلمی نسخے لے کر کتب کو نیا انداز دیا جا رہا ہے۔

علمائے قدیم کی اس روایت کو برقرار رکھتے ہوئے آپ نے بھی علم خطاطی سیکھا۔ امام الخطاطین حضرت صوفی عبدالمجید پرویں رقم (جو پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ بھی تھے) آپ کے شاگرد رشید استاذ الخطاطین حضرت الحاج محمد اعظم منور رقم رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے خط نستعلیق میں مہارت اور کمال حاصل کیا۔ خط کوفی میں مفردات سے لے کر بیل وغیرہ تک محترم جناب استاد غلام رسول صاحب سے مہارت اور کمال حاصل کیا۔

خط نسخ۔ ثلث۔ اجازہ۔ رقعہ۔ دیوانی اور طغریٰ میں زینت الخطاطین حضرت صوفی خورشید عالم خورشید رقم رحمۃ اللہ علیہ سے عرصہ دو سال میں کمال حاصل کیا۔ اور خطوط میں مزید نکھار پیدا کرنے کے لئے بالخصوص خطِ ثلث میں مہارت حاصل کرنے کے لئے آج کل آپ مایہ ناز خطاط محترم جناب محمد علی زاہد صاحب سے استفادہ کر رہے ہیں۔ ماشاء اللہ حضرت مفتی غلام حسن قادری صاحب کا خط اتنا مضبوط ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے راقم الحروف کا نام خط نستعلیق اور خط طغریٰ میں تحریر فرمایا جس کو دیکھ کر استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا حافظ محمد اشرف مجددی (مہتمم مدینۃ العلم جامعہ مجددیہ نور آباد فتح گڑھ سیالکوٹ) جو خود بھی کاتب ہیں اور کتابت کیا کرتے تھے، وہ فرمانے لگے بہت عمدہ اور مضبوط لکھا ہے یہ کس نے لکھا؟ فقیر نے مصنف کتاب ہذا کا تعارف کرایا۔ تو بے حد خوش ہوئے۔

تجوید وقرأت:۔

بچپن ہی سے آپ کے دل میں قرآن کریم تجوید وقرأت کے عین مطابق پڑھنے کی آرزو مچل رہی تھی اس فن میں مہارت حاصل کرنے کے لئے آپ کو جامعہ رسولیہ شیرازیہ میں داخلہ لینے کی سعادت ملی۔ جہاں استاذ القراء محترم جناب قاری محمد طیب صاحب کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کا موقع میسر آیا قبلہ قاری محمد طیب صاحب سے آپ نے روایت حفص مکمل پڑھی اور سبعہ میں مشہور ومعروف کتاب شاطبیہ کا مکمل درس لے کر اس فن میں بھی کمال حاصل کیا۔ پھر تو آپ کی تلاوت کلام اللہ کا انداز ہی کچھ اور تھا بس یہی جی چاہتا ہے کہ آپ تلاوت کلام اللہ فرماتے جائیں اور سامعین سماعت کرتے جائیں۔ لاہور کی مشہور ومعروف شخصیت عمدۃ المحققین، استاذ العلماء والفضلاء حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ میں نماز مغرب اور کبھی نماز عشاء فقط اس لئے مولانا مفتی غلام حسن قادری کی اقتداء میں پڑھنے آتا ہوں کہ آپ کی تلاوت کلام اللہ کا انداز بڑا دلکش ہوتا ہے۔ سامع کو ایک کیف اور سرور حاصل ہوتا ہے جب کہ آپ کے پیر ومرشد قطب وقت حضرت حافظ سلطان غلام باہو رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے مولوی صاحب آپ سے قرآن سنتا ہوں تو بڑی خوشی ہوتی ہے اس لئے کہ

حرمین شریفین کا منظر سامنے آجاتا ہے کیوں کہ آپ اسی انداز میں تلاوت کرتے ہو۔

(اسی طرح کے خیالات کا اظہار ایک مرتبہ آپ کے استاذ محترم زبدۃ الملک صوفی خورشید عالم خورشید محمود سدیدی علیہ الرحمۃ نے بھی فرمایا)

مزید تعلیم:-

آپ نے 1987ء میں مسلم ماڈل ہائی سکول اُردو بازار لاہور سے میٹرک کا امتحان پاس کیا چونکہ تنظیم المدارس میں حزب الاحناف شامل نہیں تھا اس لئے تنظیم المدارس کا امتحان اپنی مدد آپ کے تحت جامعہ نعیمیہ کی طرف سے دیا۔ امتحان دینے والے چار ساتھی تھے۔ جن میں تین تو ناکام ہو گئے جب کہ مصنف کتاب ہذا اللہ کے فضل و کرم سے کامیاب ہو کر سند فراغت حاصل کر گئے۔

تدریسی خدمات:-

1987ء میں ہی مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف میں تدریس کا آغاز کیا جو تا حال جاری ہے۔ دورانِ تدریس موقوف علیہ تک کی کتابیں متعدد بار پڑھانے کا آپ کا اتفاق ہوا۔ درسِ کتب کے ساتھ ساتھ شعبہ تجوید و قرأت بھی آپ کے ذمہ ہے یعنی تجوید کی کلاس بھی آپ ہی لیتے ہیں۔

درس قرآن و حدیث:-

جامع مسجد مولانا روحی رحمۃ اللہ علیہ میں ربیع الاول (1983ء) میں آپ نے بعد نماز فجر درس قرآن کا سلسلہ شروع فرما دیا جب کہ جون (1987ء) میں آپ نے درس حدیث کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔

جمعہ، ہفتہ اور رمضان المبارک کے علاوہ بلا ناغہ ایک دن درس قرآن اور ایک دن درس حدیث آپ ہی دیتے ہیں۔

درس حدیث کے لئے آپ نے مشکوٰۃ المصابیح کا انتخاب فرمایا۔

تقریباً ایک سال میں ایک ہی پارہ قرآن مجید کا ختم ہوتا ہے۔ اب چھبیسواں (26) پارہ چل رہا ہے اور مشکوٰۃ شریف کا باب الاستیذان چل رہا ہے دعا ہے کہ اللہ کریم قبلہ مفتی غلام حسن قادری صاحب کو اس اہم کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

فتویٰ نویسی:-

(1995ء) سے مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف میں دارالافتاء کی تمام تر ذمہ داری آپ کو سونپ دی گئی۔ (1995ء) سے تا حال ہزاروں سوالات اندرون اور بیرون ممالک سے آتے ہیں جن کے شافی و وافی جوابات آپ دیتے ہیں۔

بیعت:-

علم چونکہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک علم سفینہ اور ایک علم سینہ۔ علم سفینہ تو آپ نے مدارس میں اساتذہ سے حاصل کر لیا مگر علم سینہ جو کسی اہل نظر کی وساطت سے ہی حاصل ہوتا ہے علم سینہ سے پیاس بجھانے کے لئے انعام یافتگان کی راہ پہ چلنے کے لئے اور اپنے اس روحانی مشن کی تکمیل کے لئے قطب وقت حضرت حافظ سلطان غلام باہو رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا۔ راقم الحروف کو بھی ان بزرگوار کی زیارت و معیت کا شرف حاصل ہوا۔ قبلہ مفتی غلام حسن قادری صاحب نے آپ کے دستِ حق پر بیعت کی اور سلوک کی منازل آپ ہی سے طے کیں۔ یہ وہی ہستی ہیں جو غازی کشمیر حضرت سلطان غلام دستگیر علیہ الرحمۃ اور ابیات باہو کے شارح پروفیسر سلطان الطاف علی مدظلہ العالی کے برادر اکبر اور مناظر اسلام فاضل جلیل عالم نبیل حضرت صاحبزادہ نور سلطان مدظلہ العالی آف بھکر کے آپ والد گرامی ہیں۔

اخلاق و کردار:-

یوں تو بے شمار علماء اور فضلاء نظر آتے ہیں مگر وہ علماء اور فضلاء جو علوم و فنون حاصل کرنے کے بعد اس کے مطابق اپنے اخلاق و کردار کو ڈھالتے ہیں وہ کم ہیں۔

مہمان کی تواضع اور اس کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آنا اخلاق ہی کہلاتا ہے فقیر کو اچھی طرح یاد ہے کہ مکۃ المکرمہ کے مشہور و معروف عالم دین الشیخ محمد علی الصابونی نے نمازِ تراویح پر کتاب لکھی جس میں بیس تراویح ہونے کے عقلی و نقلی دلائل تھے کتاب چونکہ عربی میں تھی اس کا ترجمہ استاذی و استاذ العلماء حضرت علامہ حافظ محمد اکرم مجددی مدظلہ العالی نے کیا تھا جب کمپوزنگ مکمل ہو گئی تو فقیر اس کی طباعت کے لئے لاہور آیا اور قبلہ والد گرامی حضرت علامہ حافظ محمد اکرم مجددی (مہتمم دار العلوم مجددیہ مجدد آباد (چرپٹہ) کے حکم کے مطابق قبلہ مفتی غلام حسن

قادری صاحب کی خدمت میں پیش کی اور عرض کیا کہ کل اس کو چھپوانا ہے لہٰذا رات ہی رات میں نظر ثانی فرمادیں تو آپ نے اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود رات ہی رات میں کتاب پر نظر ثانی فرمادی اور فرمایا کہ بہت عمدہ ترجمہ ہوا ہے۔ اسی طرح آپ کی تواضع فرمانے کا واقعہ بھی یاد آ رہا ہے کہ گذشتہ رمضان المبارک میں فقیر راقم الحروف لاہور میں حاضر ہوا تو جانشین حسان پاکستان حضرت صاحبزادہ محمد ارشاد اعظم چشتی صاحب اور معروف نعت خواں حضرت الحاج حافظ ثناءاللہ بٹ صاحب سے ملاقات ہوئی۔

فقیر نے عرض کیا کہ آؤ آپ کو ایک درویش کی زیارت کراؤں قبلہ حافظ ثناء اللہ بٹ صاحب اور صاحبزادہ محمد ارشاد اعظم چشتی صاحب دونوں تیار ہو گئے فقیر بغیر اطلاع کے ان دونوں بزرگوں کو قبلہ مفتی غلام حسن قادری صاحب کے دولت کدے پر لے آیا بس ان دونوں کا قبلہ مفتی صاحب کی لائبریری میں داخل ہونا ہی ہوا تو قبلہ مفتی غلام حسن قادری صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے آپ نے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر میرے لیے سعادت کیا ہوسکتی ہے کہ ایک حسان پاکستان الحاج محمد اعظم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے ہیں اور ایک ان کے بے مثال شاگرد رشید ہیں۔ نماز تراویح کے بعد ملاقات ہوئی پر تکلف چائے کا انتظام ہوگیا بس پھر مختصری محفل نعت کے بعد حضرت حسان پاکستان الحاج محمد اعظم چشتی رحمۃ اللہ علیہ جن علماء ومشائخ سے ملنے جلتے تھے اور جو علماء ومشائخ ان سے محبت فرمایا کرتے تھے ان کا تذکرہ چھڑ گیا حتی کہ سحری کا وقت ہوگیا۔ موسم سرما کی طویل رات نہ سردی کا احساس نہ نیند کا احساس صبح سحری تک گفت وشنید جاری رہی۔ یہ تمام معاملات اخلاق، کردار، گفتار اور مہمان نوازی میں آئے ہیں، رب کائنات نے جہاں حضرت علامہ مفتی غلام حسن قادری صاحب کو مختلف علوم وفنون سے نوازا ہے وہاں اعلیٰ اخلاق وکردار اور اچھی گفتار جیسی نعمتوں سے بھی مالا مال کیا ہے۔ اللہ کریم آپ کی عمر میں، علم میں، عمل میں، اخلاق واخلاص میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ آمین۔

حقیر فقیر محمد زبیر مجددی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد ومحاسن کا باب تو اتنا وسیع ہے کہ جنہوں نے اس گلشن کی سیاحی میں زندگیاں گذار دیں ان کو بھی آخر کار یہی کہنا پڑا

دفتر تمام گشت بپایاں رسید عمر
ما ہمچناں در اوّل وصف تو ماندہ ام

یعنی

زندگیاں ختم ہوئیں قلم داں ٹوٹ گئے
تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

کسی نے سینکڑوں کتابیں اپنے آقا کی شان میں لکھ کر یوں اپنے عجز کا اعتراف کیا

جو کچھ کہا حضور کے شایانِ شاں نہیں

حضرت پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ نے ساری عمر حضور کی عظمت کے ڈنکے بجا کر آخر کار یوں عرض کر دیا

سبحان اللہ ما اجملک ما احسنک ما اکملک
کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

کوئی یوں کہتا ہوا نظر آیا۔

لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

جس کو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے اپنے لفظوں میں یوں بیان فرمایا

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے

باغ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے
تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بَری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے
لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

اور سرکار کی تعریف کرنے والے تمام خوش نصیبوں کے سردار حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔

ما ان مدحت محمدًا بمقالتی
لٰکن مدحت مقالتی بمحمدٍ (صلی اللہ علیہ وسلم)

جس کا ترجمہ حسانِ پاکستان اعظم چشتی مرحوم نے یوں فرمایا ۔

اعظم میری زبان کہاں اور کہاں وہ ذات
نام اپنا ان کے ذکر سے چمکا رہا ہوں میں

جب ان آسمان توصیف ونعت کے ماہتابوں کی یہ حالت ہے تو میں کس کھیت کی مُولی ہوں کہ ان کی کماحقہٗ ثناخوانی کا دعویٰ کرسکوں ۔لیکن

جب بھی نعتِ حضور کہتا ہوں — ذرے ذرے کو طور کہتا ہوں
بوریا جو تری عنایت ہے — اس کو تختِ سمور کہتا ہوں
رند اور مدحت نبی یارو — شانِ ربِّ غفور کہتا ہوں
ایک اُمّی نبی کو اے ساغر — تاجدارِ شعور کہتا ہوں

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی ال سیدنا محمد املح من نظرت الیہ العیون و اوّل من حققت لدیہ الظنون و افضل من نطق بذکرہ الناطق و اجلّ من خلقہ فی الوجود الخالق.

سببِ تالیف

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا صرف ایک گوشہ اس کتاب میں عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ حضور علیہ السلام نے جن احادیث میں لفظ "اَنَــا" کے ساتھ اپنی فضیلت خود اپنی زبان اقدس سے بیان فرمائی ۔ان احادیث میں سے صرف سو احادیث کو اس کتاب میں جمع کیا گیا ہے اگر چہ کچھ دیگر الفاظ سے شروع ہونے والی احادیث کے اندر بھی یہی مفہوم پایا جاتا ہے (مثلاً اِنّــی ۔ اُوتِیتُ، اُعطِیتُ، کنت نبیا، وغیرہ) مگر میں نے اپنے شوق کے مطابق صرف لفظ انا سے شروع ہونے والی احادیث اور وہ بھی صرف وہ جو عظمت مصطفیٰ سے تعلق رکھتی ہیں، کو جمع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اس کی کچھ وجوہات بھی ہیں مثلاً یہ کہ بعض لوگ "میں" کا لفظ بولنا تکبر کی علامات جانتے ہیں اور اس ضمن میں کئی واقعات بھی سنائے جاتے ہیں کہ شیطان نے "میں" کہا تو مردود ہو گیا، فلاں بزرگ نے ساری عمر "میں" نہ کہا وغیرہ وغیرہ ۔ اسی طرح بعض لوگ ایک حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے باپ پر قرض کی ادائیگی کے سلسلہ میں حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا فدققت الباب فقال من ذا فقلت انا فقال انا انا کانہ کرھھا (متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۴۰۰) میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ نے پوچھا کون؟ میں نے کہا "میں" آپ نے فرمایا میں میں کیا ہوا؟ گویا کہ حضور علیہ السلام نے ناپسند فرمایا۔ حالانکہ اس حدیث سے یہ استدلال بہت کمزور ہے لان کلمۃ انا عند المشاھدۃ لا عند الغیبۃ و کان حق الجواب ان یقول جابر او انا جابر ۔ کیوں کہ بندہ سامنے ہو تو میں کہنا درست ہے اور سامنے نہ ہو تو نام بتانا چاہیے کہ میں کے اندر تو سب ہی شامل ہو جاتے ہیں اس سے تعارف و پہچان کما حقہٗ حاصل نہیں ہوتی لہٰذا اس موقع پر حضرت جابر کو انا جابر یا پھر

صرف جــابر کہنا چاہیے تھا۔ گویا یہ تو مسئلہ ہی اور ہے۔ ایسے لوگوں کی غلط فہمی دور ہو جائے گی کہ تکبر کی نیت سے تو کچھ بھی کہا جائے یا نہ بھی کہا جائے بہر حال خالی نیت کر لی جائے تو مذموم ہے۔

لیکن تحدیث نعمت کے لئے اگر أنــا (میں) بھی کہہ لیا جائے اور پھر اپنے اوپر ہونے والی اللہ کی عطاؤں کا ذکر بھی کر لیا جائے تو یہ بھی سرکار علیہ السلام کی سنت مبارکہ کے ضمن میں آجاتا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ فضائل کے ہزاروں گوشے سہی مگر بلفظ أنــــا جو حضور علیہ السلام نے اپنی تعریف فرمائی ہے اس کی رفعتوں کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ جس سے یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ حضور علیہ السلام نے جو دیگر انبیاء کرام بالخصوص حضرت یونس علیہ السلام پر اپنی ذات کو فضیلت دینے سے منع فرمایا ہے، اس کا وہ مطلب نہیں جو منکرین شان رسالت، توحید کی آڑ میں، تنقیص رسالت کر کے بیان کرتے ہیں، بلکہ اس کا مطلب وہی ہے جو مفسرین وعلماء حق نے بیان فرمایا ہے کہ انبیاء کرام نبوت ورسالت کے لحاظ سے برابر ہیں اور فضیلت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا

تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض۔ (القرآن)

ہم نے بعض (نبیوں) رسولوں کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی۔

لہٰذا اس طرح کسی نبی کو کسی پر فضیلت دینا ناجائز ٹھہرا کہ مفضول کی تنقیص کا پہلو نکلے، یا کسی نبی کی تعریف میں اتنا غلو کیا جائے کہ من گھڑت اور موضوع روایات کو بیان کیا جائے، اگر ایسی بات نہ ہو تو صرف درست ہی نہیں بلکہ سنت خدا و مصطفیٰ ہے (جل جلالہ، علیہ الصلوٰۃ والسلام) کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سارے نبیوں، رسولوں پر امام الانبیاء کی فضیلت بیان فرمائی ہے، تو پھر ہم کیوں نہ کہیں ؎

لیتا ہوں نام خلد کا طیبہ نگر کے بعد
کعبے کو چومتا ہوں تیرے سنگ در کے بعد
دستور مصطفیٰ پہ کرو ناز دوستو
منزل ہمارے ساتھ ہے اس راہبر کے بعد
ساغر وہ غلغلہ ہے نبی کے درود کا
نکلا ہے آج چاند بھی خوف و خطر کے بعد

ان احادیث کو کتابی شکل دینے کے محرک میرے برادر اصغر حاجی الحرمین الشریفین مولانا قاری اصغر علی نورانی زیدمجدہ بنے ہیں جو عشق مصطفیٰ کا سچا جذبہ اپنے دل میں رکھتے ہیں وہ مجھ سے بار بار محبت بھرا اصرار کرتے رہے تا آنکہ ان کی کوششیں کامیابی سے ہمکنار ہوئیں اور میں نے اس خاص موضوع پر احادیث کو جمع کر کے گلدستہ بنا کر عاشقان مصطفیٰ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

ان احادیث کے ضمن میں بیسیوں موضوعات پر تفصیلاً اور سینکڑوں موضوعات پر اجمالاً روشنی ڈالی گئی ہے، فیصلہ قارئین کرام فرمائیں گے کہ میں اس کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں۔

اس موضوع پر کوئی اور بھی طبع آزمائی کرنا چاہے تو میدان کھلا ہے اور خود میرے ریکارڈ میں سینکڑوں احادیث اسی موضوع کی ان احادیث کے علاوہ بھی ہیں لیکن ؎ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است۔

اگر چہ حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ صحیح احادیث کو ہی شامل کتاب کیا جائے تاہم جیسا کہ محدثین کا اصول ہے کہ فضائل میں ضعیف حدیث بھی معتبر سمجھی گئی ہے، ویسے بھی اکثر محدثین کے نزدیک ایک حدیث صحیح ہو اور ایک دو کے نزدیک ضعیف ہو تو اس حدیث کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لہٰذا بعض جگہ اس رعایت سے بھی فائدہ اُٹھایا گیا ہے تفصیلی موضوعات میں جید علماء سے خود سُنے ہوئے نکات بھی کہیں کہیں شامل کئے گئے ہیں (اگر چہ علماء کرام کی تقاریر کے اقتباسات و نکات کا ایک معتد بہ ذخیرہ میرے پاس موجود ہے جس کی الگ کتاب مرتب کرنے کا پروگرام ہے (انشاء اللہ) تاہم اس کتاب میں بھی حضرت سیدی ابو البرکات سے لے کر علامہ سید احمد سعید کاظمی، علامہ سید محمود احمد رضوی، مولانا غلام علی اوکاڑوی، صاحبزادہ فیض الحسن، مولانا سردار احمد صاحب، علامہ عبد الغفور ہزاروی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تک کی تقاریر کے اقتباسات (جو زمانہ طالب علمی سے لے کر آج تک اپنی ڈائری میں محفوظ کرتا رہا کہیں کہیں آپ کو دکھائی دیں گے) کوئی اگر کمزور بات نظر آئے تو اس کو میری خطا سمجھا جائے، بزرگوں کی طرف منسوب نہ کیا جائے کہ میں نے ہی اخذ کرنے میں غلطی کی ہوگی اور ان کے فرمودات عالیہ کو کما حقہ نہیں سمجھ سکا ہوں گا۔

حصول برکت اور تکمیل موضوع کے لئے قرآن مجید کی اسی موضوع سے متعلقہ ایک آیت کو بھی شامل کیا گیا ہے جس کا آخری جملہ بھی لفظ اَنَا سے شروع ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھ ہیچمد ان کی اس سعی ناتمام کو اپنی بارگاہِ بےکس پناہ میں شرفِ قبولیت عطا فرما کر میرے گناہوں کا کفارہ بنائے۔

ایک میں کیا میرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

آمین ثم آمین بحرمة طٰهٰ و یٰس، سید الانبیاء والمرسلین۔

دعا گو و طالب دعا: غلام حسن قادری۔

فروتنی است دلیلِ رسیدگان کمال
کتبہ محمد علی زاہد
کہ سوار چوں منزل رسد پیادہ شود

کمال تک پہنچنے والوں کی علامت عاجزی و انکساری ہے — کیونکہ سوار جب منزل پر پہنچتا ہے تو پیادہ ہوجاتا ہے

نقطہ آغاز

ارشاد باری تعالیٰ ہے: آپ فرمادیں بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو پالنے والا ہے تمام جہان والوں کا نہیں کوئی شریک اس کا اور مجھے یہی حکم دیا گیا ہے۔

و انا اول المسلمین٥ (الانعام، نمبر ۱۶۳)

اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں (ترجمہ کنزالایمان)۔

اس آیہ کریمہ میں اس حقیقت کو صراحۃً بیان فرمایا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام سب سے پہلے مسلمان ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ سے پہلے جو انبیاء کرام تشریف لائے کیا وہ آپ سے پہلے مسلمان نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے حضور معنًی چونکہ اول الخلق ہیں جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا ہم (دنیا میں آنے کے لحاظ سے) آخری ہیں اور قیامت کے دن سابق (پہلے) ہوں گے۔

(کنزالعمال ج۱۱ حدیث نمبر ۳۲۱۲۶، کامل ابن عدی ج ۳ ص ۱۳۰۹ صحیح مسلم ۹، ۸۵۵۔ صحیح بخاری ج ۱ حدیث ۸۷۶)

قال قتادة رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کنت اول الانبیاء فی الخلق و اخر هم فی البعث۔ (قرطبی)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا میں تخلیق میں سب سے پہلے ہوں اور بعثت میں سب سے آخر ہوں۔

علماء دیوبند میں سے مولانا شبیر احمد عثمانی نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے

ہیں "عموماً مفسرین و انا اول المسلمین کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوۃ والسلام کے اعتبار سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اول المسلمین ہیں، لیکن جامع ترمذی کی حدیث کنت نبیا و ادم بین الروح والجسد کے موافق آپ اول الانبیاء ہیں تو اول المسلمین ہونے میں کیا شبہ ہے؟ اس کے علاوہ ممکن ہے کہ یہاں اولیت زمانی مراد نہ ہو بلکہ رتبی مراد ہو یعنی میں سارے جہان کے فرمانبرداروں کی صف میں اول نمبر اور سب سے آگے ہوں (تفسیر عثمانی حاشیہ آیت نمبر ۲۶۳ سورۃ الانعام)

یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت میں سے بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے میں سب سے اول ہیں اور آپ کے بعد آپ کی دعوت سے آپ کی امت اس شرف سے مشرف ہوئی۔ تاہم اس اولیت رتبی سے تو کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا جب کہ اولیت زمانی پر بھی دلائل بے شمار ہیں، منجملہ ان میں سے حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا آپ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟ تو آپ نے فرمایا! اس وقت کہ ابھی آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے (ترمذی حدیث نمبر ۳۶۲۹، دلائل النبوۃ لابی نعیم حدیث نمبر ۸) علاوہ ازیں بکثرت احادیث کتب احادیث میں موجود ہیں کما لا یخفیٰ علی اھل العلم۔

کلیمے کہ چرخ فلک طور او ست
ہمہ نور ھا پر تو نور او ست
چوں عزمش بر آ ھیخت شمشیر بیم
بمعجز بیاں قمر زد دو نیم
چہ نعتِ پسندیدہ گویم ترا
علیک السلام اے نبی الوریٰ
بلند آسمان پیش قدرت خجل
تو مخلوق و آدم ھنوز آب و گل
تو اصل وجود آمدی از نخست
دگر ھر چہ موجود شد فرع تست

ندانم کدا میں سخن گویمت
کہ والا تری زانچہ من گویمت
ترا عز او لاک تمکیں بس است
ثنائے تو طٰہٰ و یٰسٓ بس است
چہ وصفت کند سعدیٔ نا تمام
علیک الصلوٰۃ اے نبی والسلام



عقیدت کے پھول

بمطابقِ حروفِ تہجّی

محبوبِ خدا، خواجۂ ہر دوسرا، شفیعِ روزِ جزا، پُشت پناہِ ہر بے نوا، عمیمُ الجودِ والعطاء، عظیمُ الرجیٰ، نبیّ الانبیاء، حبیبِ کبریاء، احمد مجتبیٰ، شبِ اسریٰ کے دُولہا، تاجدارِ انبیاء، دوعالم کے داتا، بے کسوں کے حاجت روا، وسیلۃ العظمیٰ من آیات ربہ الکبریٰ، مطلوب ربُ الارض والسماء، علیہ الوف التحیۃ والثناء

فلکِ نبوّت کے آفتاب، حُسنِ یُوسف کے شباب، جنابِ رسالت مآب، منبعِ انوارِ ماہتاب، محبُوبِ ربّ الارباب، افضل الخطاب المستطاب، سیّد السّادات، مرکزِ دائرۂ موجودات، رُوح وجانِ کائنات، فاتحِ بابِ شفاعت، قاسمِ عزّت، مقیمِ سُنّت، شاہکارِ تخلیق قدرت، رازدارِ روزِ مشیّت، مربّیِ ملّت، شفیعِ اُمّت (علیہ افضل الصلوات والتسلیمات)

سیّد الاغیاث، انبیاء کے سرتاج، بے کسوں کی لاج، حدوث وقدم کے منہاج، صاحبُ التّاج والمعراج، السیّد الافصح، صاحب الم نشرح، نُورالایضاح، مراقی الفلاح، امداد الفتّاح، فلکِ رسالت کے قوس وقزح۔
مختارِ شش جہات و چرخ، مشفّعِ اہلِ برزخ، انوارِ فطرتِ مربخ، مایۂ مورّخ و تاریخ، بُرہانِ واجبُ الوجود، صاحبِ مقامِ محمُود، منشائے ربِّ ودُود، حامد و احمد و محمّد و محمُود۔

حضور پُرنُور، شافعِ یوم النّشور، نُورٌ علیٰ نُور، حبیبِ ربِّ غفُور، مخزنِ اسرار، منبعِ انوار، معدنِ اہلِ بیتِ اطہار، شبِ اسرا کے رازدار،

سیّدہ آمنہ کے دِلدار، دستِ قُدرت کے شاہکار، مطلوبِ احجار و اشجار، دستِ قدرت کے اعجاز، ملک و رُسل کے عزّ و ناز، غیب لاہوت کے پوشیدہ راز، سایۂ قندیلِ مُقدّس، قبۂ فلکِ اطلس، زیورِ ایُوب و یُونس، بے کسوں کے کَس، بے بسوں کے بَس، باعثِ شرفِ روح القدس، دبستان الُوہیّت کے مُدرّس۔

زینتِ مناظرِ فرش، نُورِ تجلّیاتِ عرش، برقِ ظلمت کُش، سُلطانِ جہاتِ شش، مخزنِ اخلاص، مصدرِ خلوص، رسُولِ مخصوص، حاکمِ مخلص، نبیِ فیّاض، مکینِ روضۃٌ مّن ریاض، قلمِ ربِّ قدیر کے بیاض، نافع و دافع و شافع و رافع، رسُولِ مُطاع، عبدِ مطیع، عاصیوں کے شفیع، فصیح و بلیغ، کلمات اللہ کے مبلّغ، مولائے چشمِ مازاغ، صاحب السّیف، مختارِ کم وکیف، شاہدِ کائنات کمثَلِ کف، مکمّل مکارم الاخلاق، راکبِ پُشتِ براق، صاحبِ صدّیق وعتیق، قلزمِ عرفانِ عمیق۔

عارفِ علم و ادراک، مصداق حدیث لولاک، کائنات شریعت کے فلکُ الافلاک

دانائے سُبل، مولائے کُل، ختم الرُسل، آبروئے قیل وقال، بوستان فصاحت کا جمال، قاسم کوثر و سلسبیل، حاضر بارگاہِ ربِّ جلیل، مقصُودِ وجودِ عالَم، مطلوب قُلوب بنی آدم، نُورِ مجسّم، شفیعِ مُعظّم، خطیبِ اُمم، حبیبِ محتشم۔
کنزالایمان، صاحبِ بُرہان، نُورُ العینَین، جدّ الحسَن والحُسین،

سبب کون و مکاں، مالک زمین و آسماں، ہر ذرہ ہزار عالم کی روح رواں، تتمۂ دوراں، بزمِ جاناں، رحمتِ یزداں، موجود ہر زمان و ہر مکاں، حاضر این و آں، مخدوم و سجدہ گاہ قدسیاں،

واقفِ اسرارِ چہار سُو، غنچۂ رازِ وحدت کی خوشبو، دل موجودات کی آرزو، مقصودِ آیۃ صلّوا علیہ وسلّموا، معصوم آمنہ

سیّد و ہادی، مولائے حجازی، مظہر کمالاتِ الٰہی، النبیّ المکّی المدنیّ، ہاشمی و مطّلبی۔ النبیّ الامیّ، فداہ روحی وجدّی و ابی و امّی و مالی و عرضی، و اقربائی و احبّائی و رفقائی و سائرِ عشیرتی، صلّوا علیہ و آلہٖ و صحبہٖ اجمعینَ کثیراً کثیراً کثیرا۔



تم پہ لاکھوں سلام

آفتابِ ہدیٰ۔ ماہتابِ عطار۔ دُرِّ بحرِ صفا۔ معدنِ اتّقار۔ سیّدالاصفیار۔ جلوۂ حق نُما عکسِ نورِ خُدا۔ صاحبِ ہل اَتیٰ۔ احمدِ مُجتبےٰ۔ تم پہ لاکھوں سلام

شرحِ اُمّ الکتابْ۔ راستی کے نصابْ۔ کذبْ کے سدِّ بابْ۔ دفترِ اکتسابْ سارے نبیوں کے خوابْ۔ رحمتِ بے حسابْ۔ اے درِ مُستجابْ۔ اے رسالت مآبْ۔ تم پہ لاکھوں سلام

عالم ہست و بُود۔ بزمِ غیب و شہود۔ زندگی کا وُجود۔ بندگی کی قیودْ۔ تم سے سبْ کی نمود۔ اے امیرِ جُنود۔ اے قیام و قعود۔ اے رکوع و سُجودْ۔ تم پہ لاکھوں درود۔ تم پہ لاکھوں سلام

نورِ شمس و قمر۔ ظُلمتوں کی سحر۔ راکبِ بحر و بر۔ مالکِ خُشک و تر۔ سطوتِ بام و در۔ راہ داں راہبر۔ صادق و مُعتبر۔ نطقِ شیریں اثر۔ ذاتِ والا گُہر۔ تم پہ لاکھوں سلام

ردِّ ہر قال و قیل۔ حق پہ مُحکم دلیل۔ دین کے سنگِ میل۔ عادلِ بے عدیل کبریا کے وکیل۔ انبیار کے کفیل۔ بے مثال و مثیل۔ باکمال و جمیل۔ تیرا دشمن ذلیل۔ تم پہ لاکھوں سلام

مدحتِ خاص و عام ۔ منّتِ ہر غلام ۔ عاجزانہ پیام ۔ ذکرِ خیر الانام
سب درود و سلام ۔ ذاتِ والا کے نام ۔ خود خدا کے کرام
روز و شب صبح و شام ۔ بھیجتا ہے مدام ۔ تم پہ لاکھوں سلام

سیّدِ نیک نام ۔ ذوالمنن ذوالکرام ۔ ہر قدم اک مقام ۔ ہر نفس
اک پیام ۔ مرجعِ خاص و عام ۔ اے ذوی الاحترام ۔ ایک ادنیٰ غلام
کر رہا ہے سلام ۔ شاہِ خیر الانام ۔ تم پہ لاکھوں سلام

شہریارِ ارم ۔ تاجدارِ حرم ۔ شاہِ ذوالاحتشم ۔ عارفِ کیف و کم ۔
ذاتِ قدسی شیم ۔ اے سپہرِ نعم ۔ اے سحابِ کرم ۔ تم کو ہر اک کا
غم ۔ تم شفیعِ امم ۔ تم پہ لاکھوں سلام ۔

فخرِ کون و مکاں ۔ نکتہ ور نکتہ داں ۔ حق نگر حق رساں ۔ رحمتِ ہر
زماں ۔ دل بہ دل جاں بہ جاں ۔ راحتِ عاشقاں ۔ رافتِ عاصیاں
مونسِ بے کساں ۔ تم پہ لاکھوں سلام ۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

صدق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

﴿۱﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اَنَا حَبِيْبُ اللّٰهِ وَلَا فَخْرَ

میں اللہ کا محبوب ہوں اور فخر سے نہیں کہتا

(مشکوٰۃ ص ۵۱۳)



﴿۲﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا حَامِلُ لِوَآءِ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَحْتَهٗ اٰدَمُ وَدُوْنَهٗ وَلَا فَخْرَ

میں ہی قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اُٹھانے والا ہوں جس کے نیچے آدم علیہ السلام اور اُن کے علاوہ (ساری مخلوق) ہوگی فخر نہیں ہے

(مشکوٰۃ ص۵۱۳)



﴿۳﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَوَّلُ مَنْ يُّحَرِّكُ حَلَقَ الْجَنَّةِ فَيَفْتَحُ اللّٰهُ لِيْ فَيُدْخِلُنِيْهَا وَمَعِيْ فُقَرَآءُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا فَخْرَ

میں ہی سب سے پہلے جنت کا زنجیر (دروازہ) کھٹکھٹاؤں گا اور (کسی اور کیلئے نہیں بلکہ صرف) میرے لیے ہی جنت کے دروازے کھولے جائیں گے، پس اللہ مجھے جنت میں داخل فرمائے گا اور میرے ساتھ فقراء مؤمنین ہونگے، کوئی فخر نہیں ہے

(مشکوٰۃ ص۵۱۳)



﴿۴﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ عَلَی اللّٰہِ وَلَا فَخْرَ

میں ہی اگلوں پچھلوں میں سے سب سے زیادہ اللہ کے ہاں عزت والا ہوں، فخر نہیں ہے

(ترمذی، دارمی، مشکوٰۃ ص ۵۱۳)

مذکورہ چاروں جملے ایک ہی حدیث سے لیے گئے ہیں جس کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ صحابہ کرام مختلف انبیاء کرام کی عظمت وشان کے بارے میں تذکرہ فرما رہے تھے۔ کسی صحابی نے کہا کہ بے شک ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے اپنا خلیل بنایا (واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا) ایک نے کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا (کلم اللہ موسی تکلیما) ایک بولے کہ عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں (النساء ۱۷۱) اور ایک صحابی نے کہا کہ آدم علیہ السلام کو اور نوح علیہ السلام کو اللہ نے چُن لیا (ان اللہ اصطفیٰ ادم و نوحا)

اتنے میں حضور علیہ السلام تشریف لے آئے آپ نے فرمایا میں نے تمہاری گفتگو سنی اور (انبیاء کرام کی عظمت وشان کے معاملہ میں) تمہارا تعجب کرنا بھی ملاحظہ کیا یقیناً جیسا تم کہہ رہے تھے وہ (انبیاء کرام) ایسے ہی تھے مگر سنو!

میں اللہ کا محبوب ہوں فخر نہیں

میں قیامت کے دن لواء الحمد اُٹھانے والا ہوں۔

میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹانے والا ہوں۔ الخ

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی آپس میں گفتگو اتنی بابرکت اور پاکیزہ ہوتی کہ اس میں ذکر خدا ہوتا یا ذکر انبیاء بلکہ صحیح بخاری کی ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ ان نفوس قدسیہ کی جب آپس میں ملاقات ہوتی تو ان کے کلام کا آغاز ہی عظمت مصطفیٰ کے حوالے سے ہوتا چنانچہ ایمان افروز

حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

عن عطاء بن یسار قال لقیت عبداللہ بن عمرو بن العاص قلت اخبرنی عن صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوارۃ قال اجل واللہ انہ لموصوف فی التوارۃ ببعض صفتہ فی القرآن یا ایھا النبی انا ارسلنک شاھدا و مبشرا و نذیرا و حرز للامیین انت عبدی و رسولی سمیتک المتوکل لیس بفظ ولا غلیظ ولا صخاب فی الاسواق ولا یدفع بالسیئۃ السیئۃ ولکن یعفو ویغفر ولن یقبضہ اللہ حتیٰ یقیم بہ الملۃ العوجاء بان یقولوا لا الہ الا اللہ ویفتح بھا اعیناً عمیا و اذانا صما و قلوبا غلفا۔ (بخاری ج۱ ص ۲۸۵)

حضرت عطار بن یسار (مشہور تابعی) فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے ملاقات کی اور ان سے (پہلا سوال ہی یہ) عرض کیا کہ مجھے حضور کی وہ شان سنائیں جو تورات میں بیان فرمائی گئی (آپ چونکہ تورات کے بڑے عالم تھے کہ قرآن والی شان تو ہم پڑھتے ہی رہتے ہیں) فرمایا ہاں کیوں نہیں اللہ کی قسم انکی شان تورات میں بیان کی گئی جس کی ایک جھلک قرآن میں بھی ہے یا ایھا النبی انا ارسلنک الخ اور آپ امّی (ان پڑھ اہل مکہ) کے لیے پناہ گاہ ہیں (اللہ نے اپنے حبیب کو تورات میں یہ بھی فرمایا کہ اے میرے محبوب!) تو میرا بندہ اور میرا رسول ہے (ان الفاظ میں جو چاشنی ہے وہ کوئی صاحب محبت ہی جانے کہ ہر کوئی یہ کہتا ہے کہ اللہ ہم تیرے بندے ہیں یہ نہیں پتہ کہ اس کو قبول بھی ہے کہ نہیں مگر ان کو اللہ خود فرماتا ہے کہ محبوب تو میرا بندہ ہے خالی عبد عبد کی رٹ لگا کر ہم مثل ہونے کا دعویٰ کرنے والے یہ بھی دیکھیں کہ وہ صرف عبد نہیں عبدی ہیں عبدنا ہیں عبدہٗ ہیں اور عبدہٗ ہیں

عبد دیگر عبدہ چیزے دگر
ایں سراپا انتظار او منتظر

(اقبال)

عبد اور عبدہٗ کا فرق سمجھ نہ آئے تو ان سے پوچھ لو جو ہُو ہُو کرتے سلطان باہُو بن گئے آپ نے فرمایا وہ ایسے عبدہٗ ہیں

؎ نال شفاعت سرور عالم چھٹسی عالم سارا ہُو

ہر کوئی کہے حضور میرے رسول جانوروں نے کہا ہمارے رسول فرشتوں نے کہا ہمارے رسول نبیوں نے کہا ہمارے رسول خدا نے فرمایا تم سب کے بھی رسول اور ولکن رسول اللہ میرے بھی رسول) میں نے آپ کا نام متوکل رکھا نہ بد اخلاق ہیں نہ سخت مزاج نہ بازاروں میں شور شرابا کرنے والے نہ بُرائی کا بدلہ برائی سے دینے والے بلکہ

؎ گالیاں دیتا ہے کوئی تو دعا دیتے ہیں

معاف کرنے والے درگذر فرمانے والے اور اللہ تعالیٰ انکو اس وقت تک اپنے پاس نہیں بلائے گا جب تک کہ ایک بگڑی ہوئی قوم کو انکے ذریعے سیدھا نہیں کردے گا کہ ہر طرف سے آوازیں آئیں گی لا الٰہ الا اللہ اس کلمہ کے ساتھ وہ نبی اندھی آنکھوں کو روشن بہرے کانوں کو قوت سماعت اور مردہ دلوں کو زندگی عطا فرمائے گا۔

معلوم ہوا جنت کا افتتاح حضور علیہ السلام ہی فرمائیں گے۔ ہمارے دفتروں کا افتتاح وزراء کرتے ہیں اللہ نے جنت بنائی بھی حضور علیہ السلام کے لیے اور اس کا افتتاح بھی آپ ہی کے ہاتھوں ہوگا اور جنت جس کو بھی ملے گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے طفیل ملے گی۔ کیونکہ آپ نے فرمایا جنت میرے لیے ہی کھولی جائے گی۔

کیسا انصاف والا کلام فرمایا کسی کی شان کا انکار نہیں موجودہ دور کے نام نہاد توحید پرست سب کو رگڑا لگا کر بس اللہ ہی اللہ کہہ کر سب کی شانوں کا انکار کر کے کس توحید کی بات کرتے ہیں جب کہ محبوب خدا سب کی شانوں کا اظہار فرما رہے ہیں حضور علیہ السلام تو آئے ہی سب کی شانوں کو ظاہر کرنے کے لیے ہیں۔ کسی نے اعلیٰ حضرت کے سامنے ایک مصرعہ پڑھا

؎ شان یوسفی بھی گھٹی تو اسی در پہ گھٹی

آپ سخت ناراض ہوئے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی شان کو گھٹانے نہیں سب کی شانوں کو بڑھانے آئے ہیں لہٰذا یوں کہیے ؎ شان یوسفی بھی بڑھی تو اس در سے بڑھی۔

اس حدیث میں بار بار "ولا فخر" کیوں فرمایا گیا اس میں ایک حسین نکتہ علماء بیان کرتے

ہیں کہ فخر میں کیوں کروں فخر تو وہ کریں جن کو میری سیادت و امامت ملی۔ میں موسیٰ و عیسیٰ و سلیمان علیہم السلام پہ بھلا کیوں فخر کروں فخر وہ کریں جن کو میرے جیسا امام مل گیا اور کہتے پھریں

؎ مل گئے مصطفیٰ اور کیا چاہیے

جیسے ہر دن کا مالک اللہ ہے لیکن بالخصوص فرمایا مالک یوم الدین۔ کیونکہ آج اگرچہ کوئی انکار کر بھی سکتا ہے لیکن قیامت کے دن تو کوئی نہیں کر سکے گا جب اعلان ہوگا لمن الملک الیوم (القران) مگر وہاں ماننے کا ان کو فائدہ نہ ہوگا ایسے ہی آج کئی عظمت رسالت کا انکار کرتے ہیں اس دن جب اپنی آنکھوں سے سارا کچھ دیکھ لیں گے تو انکار کی گنجائش تو نہیں ہوگی مگر وہاں کا ماننا فائدہ نہ دے گا لہٰذا امام اہل سنت کی آواز پہ کان دھرو۔

؎ آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت کو اگر مان گیا

حدیث نمبر ۲ کا ترجمہ: اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے سلام میں تمام و کمال دیکھیں فرماتے ہیں

؎ جس کے زیرِ لوا آدم و مَن سوا
اس سزائے سعادت پہ لاکھوں سلام

نوٹ: ترجمہ میں ہر جگہ "میں ہی" کلمۂ حصر اس لیے استعمال کیا گیا ہے کیوں کہ نحو کا اصول ہے جب مبتداء ضمیر ہو تو جملہ میں حصر کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں بالخصوص جب خبر معرّف باللام ہو جیسے۔ ھو اللہ "وہی اللہ" ھو الاول والاخر والظاھر والباطن و ھو بکل شئی علیھم۔ وہی اول ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے وہی ہر شئے کو جاننے والا ہے۔ (الحدید ۳)

✿✿✿✿✿

﴿۵﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِيْنَ وَلَا فَخْرَ

میں ہی تمام رسولوں کا قائد (سردار) ہوں گا فخر نہیں ہے

(مشکوٰۃ ص۵۱۴ عن جابر)

سب سے اولیٰ واعلیٰ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نبوت ورسالت کے لحاظ سے لانفرق بین احد من رسله ۔مگر عظمت وشان کے لحاظ سے خود اللہ نے بعض کو بعض پہ فضیلت عطا فرمائی تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض ۔لہٰذا اسی حدیث کے ضمن میں دیگر انبیاء کرام پہ اپنے آقا کی فضیلت ملاحظہ فرمائیں۔

جتنے کمالات' محاسن ومعجزات از آدم تا عیسیٰ علیہم السلام اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو عطا کیے وہ تمام کے تمام (اوران کے علاوہ بھی) حضور علیہ السلام کی ذات بابرکات میں بطریق اتم موجود ہیں۔ (۱) ہر نبی نے خدا کی وحدانیت کی گواہی جبریلؑ امین سے سُن کر دی ہمارے آقا نے دیکھ کر گواہی دی۔ (۲) ہر نبی کسی خاص علاقے' قوم' بستی کی طرف تشریف لایا مگر اپنے حبیب کو فرمایا میں رب العالمین ہوں تو رحمۃ اللعالمین ہے جہاں جہاں تک میری خدائی ہے وہاں وہاں تک تیری مصطفائی ہے کوئی ذرہ کائنات میری ربوبیت سے باہر نہیں تیری رسالت ونبوت سے باہر نہیں۔ (۳) دوسرے انبیاء اوران کی امتوں کے لیے عبادت کرنے کو خاص مقامات متعین کیے گئے کہ ان جگہوں کے علاوہ عبادت قبول نہیں، حضور نے زمین پہ قدم رکھا تو پہلا انعام اس اُمت کو یہ دیا گیا جعلت لی الارض مسجدا و طهورا (بخاری جلدا ص۶۲) یعنی ۔ ہر کجا باشد نمازی گنی گویا۔ ہزاروں بن گئے کعبے جبیں تو نے جہاں رکھ دی۔

(۴) بعض کو بعض پر فضیلت دینے کا مطلب اگرچہ یہی ہوتا ہے ایک کو افضل دوسرے

کو مفضول بنا کر ایک کو زیادہ شان دی دوسرے کو کم، مگر اللہ نے یہ نہیں فرمایا بعض کو بعض سے کم رتبہ بنایا کیوں کہ اللہ کی غیرت کو یہ گوارہ ہی نہیں ہے کہ کسی کو خود نبی بنائے اور پھر اس کی طرف کمی کی نسبت فرمائے جب مولیٰ ایسا نہیں کرتا تو مولوی کو کس نے اختیار دیا ہے کہ امام الانبیاء کی ذات میں کمیاں تلاش کرتا پھرے۔ (۵) انبیاء کرام میں سے ہر نبی کو کچھ نہ کچھ معجزات عطا فرمائے کسی کو ایک کسی کو دو حضرت موسیٰ کو سب سے زیادہ اور وہ بھی نو تھے (تفسیر نعیمی ولقد اتینا موسیٰ تسع ایات بینت ج۳ ص۸) سب کے معجزات ملا دیں تو پھر بھی حد ہے مگر ورفع بعضهم درجت جمع کثرت سے معلوم ہوا کہ محبوب کے معجزات کی حد ہی نہیں

ے اللہ نے نبیوں کو دیے معجزے ہمارا نبی معجزہ بن کے آیا

تین تین نبیوں کو ایک ایک گاؤں کی طرف بھیجا گیا اذا رسلنا الیهم اثنین فکذبوهما فعززنا بثالث (سورۃ یٰسین) مگر حضور کے حوالے ساری کائنات کردی فرمایا قل یا ایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعاً ۔ فرمادیں اے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بن کر آیا ہوں پھر کیا ہوا۔

ے کچھ ان کے خُلق نے کچھ ان کے پیار نے کرلی
مُسخّر ساری دنیا سیّد ابرار نے کرلی

بعض نبیوں کی ذمہ داری صرف تبلیغ تھی جیسے حضرت یحییٰ وعیسیٰ علیہما السلام اور بعض کی تبلیغ بھی اور ساتھ ساتھ فرعونوں نمرودوں سے ٹکر بھی جیسے حضرت موسیٰ وابراہیم علیہما السلام اور بعض کو ساتھ ساتھ اقتدار وحکومت بھی ملی جیسے حضرت سلیمان' حضرت داؤد' حضرت یوسف علیہم السلام مگر حضور کی زندگی کا مطالعہ کرو تو معلوم ہوگا ۔ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا انی جاعلک للناس اماما ۔ میں آپ کو لوگوں کے لیے امام بنانے والا ہوں۔ بنانے والا فرمایا بنا کر بھیجا نہیں فرمایا اور پھر لوگوں کے لیے عالمین کے لئے نہیں، حضرت آدم علیہ السلام کو فرمایا انی جاعل فی الارض خلیفة زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں حضرت داؤد علیہ السلام کو فرمایا یا داؤد انا جعلناک خلیفة فی الارض ۔ زمین میں خلیفہ بنانے کی بات کی مگر حضور علیہ السلام کے لیے نہ تو یہ فرمایا بنانے والا ہوں اور نہ ہی صرف زمین کی قید، بلکہ ہم نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا۔ مبشر بنا کر بھیجا نذیر

بنا کر بھیجا۔ داعی الی اللہ بنا کر بھیجا اور چمکتا ہوا سورج بنا کر بھیجا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم۔

دنیا میں احترام کے قابل ہیں جتنے لوگ
میں سب کو مانتا ہوں مگر مصطفیٰ کے بعد (صلی اللہ علیہ وسلم)

الغرض سب کو بھیج کر بنایا اور مصطفیٰ کو بنا کر بھیجا وہ کمالات جو سارے نبیوں میں متفرق تھے حضور میں یکجا کر دیے انکو بکھیر دو تو ایک لاکھ چوبیس ہزار یا دو لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش بنیں اور جمع کرو تو سراپائے مصطفیٰ بنے

خلق سے اولیاء اولیاء سے رسل
سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

(۶) آیت میثاق میں فرمایا لتؤمنن به و لتنصرنه کہ تم ضرور ضرور میرے نبی پہ ایمان لانا اور ضرور ضرور انکی مدد فرمانا اگر نہیں کرو گے فمن تولیٰ بعد ذلک فاولئک هم الفاسقون (جو وعدے سے پھر جائے گا وہ نافرمانوں میں سے ہوگا۔ ال عمران ۸۲) یہ کن کو فرمایا جارہا ہے جو خطا سے بھی معصوم ہیں اور جنکی اپنی اپنی امتیں ہیں تو امتوں کو حکم تھا کہ جب تک تمام نبیوں کو نہیں مانو گے تم مسلمان نہیں ہو سکتے اور نبیوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ جب تک میرے حبیب کو نہیں مانو گے تم نبی نہیں ہو سکتے۔

باقی انبیاء کرام خود معجزات دکھاتے رہے کہ یہ دیکھو معجزہ میں اللہ کا نبی ہوں حضور نے یہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا سلونی عما شئتم تم مانگتے جاؤ میں دکھاتا جاتا ہوں۔

آدم و محمد علیہما السلام

حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے ایک بار سجدہ کیا ہمارے آقا پر قیامت تک سارے فرشتے درود پڑھتے رہیں گے اور یہی حضرت آدم قیامت کے دن میرے سرکار کے جھنڈے کے نیچے ہونگے بلکہ فرمایا۔ ما من نبی یومئذ ادم فمن سواه الا تحت لوائی (ترمذی مشکوٰۃ)۔

حضرت آدم اور تمام انبیاء کرام اور انکی امتیں بروز قیامت میرے جھنڈے کے نیچے ہونگے۔

تفسیر کبیر میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (وان جبریل علیه السلام اخذ بر کاب محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لیلة المعراج وهذا اعظم من السجود الملائكه) (تفسیر کبیر ج۲ ص۳۰۱) کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے معراج کی رات حضور علیہ السلام کے براق کی رکاب تھامی اور یہ اعزاز فرشتوں کا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے بڑا ہے۔ اور سرکار نے حضرت آدم علیہ السلام کا نام لے کر فرمایا کنت نبیا و ادم بین الماء والطین کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام مٹی اور پانی میں تھے بلکہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں کے سجدہ کرنے کی علت بھی بیان فرمادی "ان الملائكة امروا بالسجود لا جل ان نور محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان فی جبهة آدم" کہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ اس لیے کیا کہ نورِ محمدی حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں جلوہ گر تھا پھر حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام بتائے " وعلم ادم الاسماء كلها" اور اپنے محبوب کو ابتداء سے انتہا تک ازل سے ابد تک جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ قیامت تک ہونا تھا سب کا سب قرآن میں رکھ کر الرحمن علم القرآن سارا کچھ ہی سکھا دیا رحمٰن پڑھانے والا ہو اور رسول ذیشان پڑھنے والا ہو تو کیا کوئی کلی اور جزئی اس کے علم سے باہر رہ جا سکتی ہے گویا خدا نے سب کچھ قرآن میں بند کر کے محبوب کی جھولی میں ڈال دیا اور فرمایا وعلمک مالم تکن تعلم سب کچھ ہی آپ کو سکھا دیا، وکان فضل الله علیک عظیما۔ ساری دنیا کو قلیل فرمایا اور محبوب پر جو فضل فرمایا اس کو عظیم فرمایا یعنی ساری دنیا قلیل ہے اور حبیب کا خلق عظیم ہے۔ بدنصیب ہیں وہ لوگ جو حضرت آدم علیہ السلام کیلئے کلھا مان لیتے ہیں اور جب فخر آدم کی بات آتی ہے تو کلی ماننے سے بھی انکار کر دیتے ہیں۔

گر نہ بودے ذات حق اندر وجود
آب و گل را کے ملک کردے سجود

الغرض آدم صفی اللہ علیہ السلام کو تمام انسانوں کا باپ بنایا اور اپنے حبیب علیہ السلام کو آدم کی بھی اصل بنایا۔

ظاہر میں میرے پھول حقیقت میں میرے نخل
اس گل کی یاد میں یہ صدا بوالبشر کی ہے
(اعلیٰ حضرت)

آدم علیہ السلام حضور علیہ السلام کو یاد کرتے تو فرماتے یا ابنی صوزة وابانی معنی اسی کا ترجمہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے مندرجہ بالا شعر میں فرمایا ہے۔

حضرت سلیمان اور فخرِ سلیمان علیہما السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جنوں انسانوں اور پرندوں کا لشکر عطا فرمایا

و حشر لسلیمن جنوده من الجن والانس والطیر فهم یوزعون. (النمل ۱۷)

"اور سلیمان کیلئے جنوں۔ انسانوں اور پرندوں کا بھاری لشکر جمع کر دیا گیا"۔

لیکن بدر میں اپنے حبیب کے صحابہ کے لشکر میں ہزاروں فرشتوں کو سپاہی بنا کر شامل کر دیا گیا۔

انی ممدکم بالف من الملائکة مردفین.

یہاں ایک ہزار فرشتوں کا لشکر بھیجنے کی بات کہی۔ (الانفال)

کہیں بثلثة الاف تین ہزار کی کہیں بخمسة الاف پانچ ہزار کی، کہیں مسومین فرمایا اور کہیں منزلین اور پھر فرمایا انی معکم بے شک اے فرشتو! تم بھی چلو اور میں بھی تمہارے ساتھ ہوں ۔ یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔ اگر چہ ایک فرشتہ بھی کافی تھا مگر ہزاروں کیوں بھیجے امام زمخشری کے بقول تا کہ حضور علیہ السلام کی تمام نبیوں پر فضیلت ثابت ہو جائے کہ دوسروں کی مدد کے لئے ایک ایک فرشتہ اور حضور کی مدد کو ہزاروں اور پھر انی معکم۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کی بولیاں سکھائی گئیں (النمل نمبر ۱۶) لیکن ہمارے آقا کو درختوں۔ پتھروں اور گونگوں کے ساتھ کلام کرنے کا کمال عطا کیا گیا فرمایا

انی لا عرف حجر بمكة كان يسلم علی قبل ان ابعث.

(مسلم شریف۔ترمذی)

میں اس پتھر کو اب بھی پہچانتا ہوں جو بعثت سے پہلے مجھ پر سلام پڑھا کرتا تھا۔

کہیں پتھر سلام پڑھیں اور کہیں مفسر فتوے لگائیں ۔ ہر کسے بر خلقت خود می کند

حضرت علی فرماتے ہیں میں حضور علیہ السلام کے ساتھ مکہ سے باہر جارہا تھا جو پہاڑ یا درخت راستہ میں آیا

وهو يقول السلام عليك يا رسول الله. (مسلم شریف)

لکڑی کا بنا ہوا منبر حضور کی جدائی میں رو رہا ہے اور ابو جہل کی مٹھی میں کنکریاں کلمہ پڑھ رہی ہیں۔ زہر آلود بکری، بھنی ہوئی بول رہی ہے۔ پرندے فریادیں لے کر آ رہے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہوا پر حکومت، حضور علیہ السلام کے حکم سے بادل برسیں۔ چاند ٹکڑے ہو۔

سورج اُلٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

تخت سلیمانی سے براق محمدی کہیں افضل کہ وہ ہوا میں اڑے آسمان سے نیچے اور براق محمدی آسمانوں کے اوپر پرواز کرتا نظر آئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل دور چیونٹی کی آواز سُن لی اور ہمارے آقا نے ماں کے بطن میں لوح محفوظ پر چلتے قلم کی آواز کو سُن لیا ۔ فرش کیا عرش پر جاری ہے حکومت تیری۔ ان کو ہوا پہ حکومت دی حضور نے فرمایا میرے دو وزیر آسمانوں پہ ہیں دو زمین پہ آسمانوں کے جبریل و میکائیل علیہما السلام زمین کے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما، وزیر وہیں ہوتے ہیں جہاں حکومت ہو یہ نہیں کہ حکومت پاکستان میں ہو اور وزیر بھارت جا کر بیٹھ جائے۔ ثابت ہوا آپ کی حکومت آسمانوں پہ بھی ہے زمینوں پہ بھی ۔ فرش کیا عرش پے جاری ہے حکومت تیری۔

وزيرای فی السماء و وزيرا ی فی الارض

ظاہر ہے اس حدیث سے حکومت رسول کی (ﷺ)

(غلام حسن)

کلیم وحبیب علیہما السلام

جتنا ذاتِ کلیم وذاتِ حبیب میں فرق ہے اتنا ہی ان کے کلام میں فرق ، کلیم عرض کرتے ہیں۔ انا معی ربی بے شک میرے ساتھ میرا رب ہے۔ پہلے اپنا ذکر پھر رب کا اور حبیب فرماتے ہیں ان اللہ معنا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اپنا ذکر بعد میں اللہ کا پہلے۔

حضرت موسیٰ سے قوم نے پانی مانگا تو پتھروں سے چشمے جاری کر دیے اور ادھر

؎ انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

(اعلیٰ حضرت)

اگر چہ وہ بھی معجزہ ہے لیکن پتھروں سے پھر بھی پانی کا نکلنا ممکن ہے حبیب کو فرمایا تو حبیب ہے تیرے غلاموں کو ضرورت پڑی ہے تو تجھے اُٹھاؤں پتھر کے پاس بھیجوں پھر کہوں ڈنڈا مار اتنی تکلیف کیوں دوں پیالے میں ہاتھ رکھ دے یہاں ہی چشمے جاری کر دوں گا۔ پینے والے لاکھوں بھی ہوتے تو ختم نہ ہوتا یہ تو پندرہ سو تھے۔

فجعل الماء يفور بين اصابعه كامثال العيون

پانی انگلیوں سے چشموں کی طرح بہہ رہا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ڈنڈا مار کر دریا کا سینہ چاک کر دیا حضور نے اشارہ کر کے چاند کو ٹکڑے فرمادیا ان کو زمین والی چیزوں میں اختیار دیا گیا ان کو آسمان والی چیزوں میں بھی

؎ فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری

اُن کا ڈنڈا کام کرتا ہے ان کی انگلی کام کر رہی ہے اور روزِ قیامت ہم گنہ گاروں کی اسی انگلی کے ؎ فقط اشارے سے سب کی نجات ہو کے رہی۔

موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا حالانکہ ساتھ ہارون علیہ السلام بھی تھے لیکن عرض کیا انا نخاف ان یفرط علینا ڈر لگتا ہے۔ لیکن ہمارے آقا کو جس قوم کی طرف بھیجا اس میں موسیٰ علیہ السلام کے فرعون سے بڑے بڑے فرعون تھے مگر ڈرے نہیں سب کو ڈھیر کر دیا۔

ان کو طور پر بلایا حکم دیا فاخلع نعلیک جوتے اتار کر آؤ اُن کو عرش پہ بھی بلایا تو بھی

جوتے اتارنے کا حکم نہ دیا۔

وہ چالیس دن کیلئے قوم سے جدا ہوئے قوم گوسالہ پرستی میں مبتلا ہو گئی یہاں صدیاں بیت گئیں فرمایا مجھے کوئی خطرہ نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرو گے۔ (بخاری)

جہاں موسیٰ علیہ السلام کے قدم لگیں وہ جگہ مرکزِ تجلی بنے جہاں ابراہیم کے قدم لگیں وہ جائے مصلیٰ بنے اور جہاں سرکار کے قدم لگیں وہ جگہ عرشِ معلیٰ بنے اُن سے صرف کلام کیا دیدار کی حسرت ہی رہی ان سے کلام بھی کیا دیدار بھی کرایا۔

؎ جاگنے والے کو محرومِ تمنا رکھا
سونے والے سے کہا ساری خدائی تیری

شاہ عبدالرحیم نے خواب میں سرکار کی زیارت کی پوچھا کہ حضرت موسیٰ نے تجلی دیکھی تو پردہ کرنے لگے کوئی دیکھنے کی تاب نہ رکھتا تھا آپ نے سب کچھ دیکھا مگر پردہ نہ کیا فرمایا جمالی مستور میرے حسن کو اللہ نے لوگوں کی نگاہوں سے پردے میں رکھا ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے جب دیکھا خدا جلال میں تھا اور میں نے جب دیکھا جمال میں تھا۔ اس لیے وہ جلالی ہو گئے میں جمال والا ہو گیا اور ایسا کہ ؎ کشف الدجیٰ بجماله۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے رہے رب اشرح لی صدری ادھر خود ہی حکم ہوا الم نشرح لک صدرک اور ایک بار نہیں بلکہ تین بار۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی واجعل لی وزیرا من اهلی هرون کہ ہارون علیہ السلام کو میرا بوجھ اُٹھانے والا بنادے ادھر فرمایا ووضعنا عنک وزرک ہم نے خود تیرا بوجھ اُٹھالیا۔

ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود ہی سوال کیا اے اللہ! میں تیرا کلیم ہوں محمد تیرا حبیب ہے فما الفرق بين الكليم والحبيب کلیم وحبیب میں کیا فرق ہے فرمایا کلیم وہ ہے جو خود چل کر طور پر آئے ثم يناجي رب ارنی پھر کہے اے اللہ! مجھے اپنا جلوہ دکھا اور میں کہوں لن ترانی اور حبیب بستر پر آرام کر رہا ہو تو میں جبریل کو حکم دیتا ہوں جا میرے محبوب کے قدم چوم کے جگا اور کہہ ان الله قد اشتاق الیٰ لقائک یا رسول اللہ کلیم میرے دیکھنے کا مشتاق ہے اور میں حبیب کے دیکھنے کا مشتاق ہوں کلیم میری رضا چاہے میں حبیب کی

رضا چاہوں۔

کلیم وہ ہے جو چھٹے آسمان پہ بار بار حبیب کی زیارت کر کے خوش ہو رہا ہے اور حبیب وہ ہے جو بار بار خدا کی زیارت کر رہا ہے۔

کلیم کے لئے حکم ہے کتاب لینی ہے تو طور پر آؤ حبیب جدھر جاتا ہے جبریل قرآن لے کر ادھر جا رہا ہے کبھی بدر میں کبھی سفر میں کبھی حضر میں کبھی غار میں۔

کلیم کی راز داری حبیب کو بتا دی اور حبیب کی کسی کو نہ بتائی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زیادتی علم کا سوال کیا تو خضر علیہ السلام کے حوالے کر دیا گیا اور حضور کو اپنے دامن رحمت میں لے کر کہا کہ یوں دعا کیا کرو رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔

ابن کثیر کہتے ہیں لم یزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی زیادۃ حتی توفہ اللہ کہ حضور کا علم دن بدن بڑھتا رہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام علم کی تلاش میں خضر علیہ السلام کو ملنے جا رہے ہیں حضور خدا کو ملنے جا رہے ہیں۔ وہ ہارون کو خلیفہ بناتے ہیں حضور نے فرمایا اللہ خلیفتی علی امتی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے بلایا تو جلدی جلدی آتے اللہ نے پوچھا اتنی جلدی کیوں آئے ہو عرض کیا عجلت الیک رب لترضی یا اللہ میں جلدی آیا کہ تو راضی ہو جائے اور حبیب کو فرمایا ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ چمکتا تھا مگر حضور جس چھڑی کو ہاتھ لگاتے وہ چمکنے لگتی اور گلیوں بازاروں کو روشن کر دیتی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لکڑی کی نوعیت بدلی اور سانپ بن گئی حضور نے لکڑی کو تلوار بنا دیا صحابی آخری عمر تک اس سے تلوار کا کام لیتے رہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا واحلل عقدۃ من لسانی اے اللہ! میری زبان کی گرہ کھول دے حضور کو فرمایا وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الاوحی یوحی۔ زبان تیری ہوگی کلام میرا ہوگا

اے تیری آواز آواز خدا
اور خاموشی تیری راز خدا

طور اور معراج کے قصے سے ہوتا ہے عیاں
ان سے پردہ تھا خدا کا آپ سے پردہ نہیں

کلیم ایک تجلی کی تاب نہ لا سکے خر موسی صعقا حبیب عین ذات کو ایسے دیکھتے رہے کہ ما زاغ البصر وما طغیٰ۔ اور پھر یہ بھی تو دیکھو

اپنا جانا اور ہے، ان کا بلانا اور ہے

عصائے کلیم اژدھائے غضب تھا
گروں کا سہارا عصائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

حسنِ یوسف و حسنِ مصطفیٰ علیہما السلام

حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر حسن عطا فرمایا کہ آپ کے مبارک قصے کو قرآن نے احسن القصص فرمایا جن کا قصہ تمام قصوں سے حسین ہے ان کی ذات میں حسن کے کیسے کیسے جلوے ہوں گے مگر حضرت میاں محمد صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جناب یوسف بھی حضور کی بارگاہ میں عرض کرتے نظر آتے ہیں

بے شک حسن زیادہ میرا کل جہاناں نالوں
نہیں زیادہ قیمت میری تیریاں زلفاں نالوں
تن مہینے رجّی خلقت دیکھ یوسف کنعانی
جنہاں نبی محمد ویکھیا رج گے دوئیں جہانی

یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر بھوک مٹتی ہے اور حضور کو دیکھنے کی کیا عظمت ہے فرمایا لا تمس النار مسلما رانی اورای من رانی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا اس کو جہنم کی آگ چھو بھی نہیں سکتی۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۴)

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب

ادھر حسن یوسف ادھر نام محمد۔ ادھر مصر کی عورتیں ادھر عرب کے جوان۔ اُدھر انگلیاں خود کٹ رہی ہیں ادھر ارادۃً سر کٹائے جا رہے ہیں ادھر ایک بار کٹیں ادھر تا قیامت کٹاتے جا رہے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص حضرت یعقوب کی بینائی واپس کر رہی ہے اور حضور علیہ السلام کی نعلین پاک کی خاک سے یہودی کو آنکھیں مل رہی ہیں۔

صحابہ فرماتے ہیں "ہم نے چہرۂ مصطفیٰ دیکھا تو گویا کھلا قرآن تھا"۔ قرآن کی ایک ایک سورت میں اللہ کی صفات کا جزوی حسن نظر آتا ہے اگر اس کی ذات وصفات کا کلی حسن دیکھنا ہو تو صرف ایک صورت مصطفیٰ کو دیکھ لو۔ یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری۔

مصطفیٰ آئینہ روئے خدا
منعکس در وے ہمہ خوئے خدا

تفسیر مظہری زیر آیت فلما سمعت بمکرھن قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام جس گلی سے گذرتے اتنی روشن ہو جاتی جیسے دن چڑھ گیا ہے اور حضور علیہ السلام کے صحابی فرماتے ہیں فاذا ھو عندی احسن من القمر (ترمذی) حضور کا چہرہ چاند سے زیادہ حسین تھا۔ اس حسن کو دیکھ کر انگلیوں کے ٹکڑے ہو گئے آپ کی انگلی دیکھ کر چاند کے ٹکڑے ہو گئے۔ اُن کا حسن دیکھ کر گلیاں جگمگا جاتی تھی سرکار کا حسن دیکھنے والوں کے دونوں جہاں جگمگا اُٹھے

حُسن یوسف سے کہیں بڑھ کر تھا حسن مصطفیٰ
بات یہ تھی اس کا کوئی دیکھنے والا نہ تھا

مولائے روم فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور نے جبرئیل سے کہا اپنی سارا حسن دکھا، تو انہوں نے چھ سو پروں کو پھیلایا حضور علیہ السلام نے دیکھا، پھر انہوں نے مطالبہ کیا آپ بھی اپنا سارا حُسن دکھائیں فرمایا اے جبریل تو نہیں دیکھ سکتا۔ فرماتے ہیں

احمد ار بکشاید آں پرِّ جلیل
تا ابد بے ہوش ماند جبرئیل

اسی لیے تو معراج کی رات ساری کائنات کو سُلا کر اللہ نے اپنے محبوب کو اپنے پاس بلایا کہ کسی میں تاب نہ تھی دیکھ سکتا۔

یہاں تو جبریل بھی کہنے پر مجبور ہیں قلبت مشا رقھا و مغا ربھا میں نے مشرق و مغرب کو چھان مارا۔ بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری۔

شب فراق میں نور سحر کی بات کرو
علی کے گھر کی محمد کے در کی بات کرو
نبی کے حسن کو دیکھے گا بو لہب کیسے
کسی بلال کے حُسن نظر کی بات کرو
حُسن یوسف کی ہو یا مصر کے بازار کی بات
ہے حقیقت میں محمد کے دربار کی بات

ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر قرآن اور معجزات کو حضور علیہ السلام کی نبوت کی دلیل بنا کر نہ بھی بھیجا جاتا تو ان کا رُخ انور ہی دلیل کے طور پر کافی تھا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے پہلی نظر دیکھ کر اسلام قبول کر لیا اور فرمایا عرفت ان وجھہ لیس بوجہ کذاب دیکھنے والوں سے پوچھو تو کوئی کہتا ہے۔

واحسن منک لم ترقط عینی
واجمل منک لم تلد النساء

اور مدینہ کے لوگوں نے پہلی نظر دیکھ کر کہا۔ طلع البدر علینا ہم پہ چودھویں رات کا چاند طلوع ہو گیا۔ کان الشمس تجری فی وجھہ گویا سورج آپ کے چہرے پہ چل رہا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام بھائیوں کو معاف کر رہے ہیں حضور علیہ السلام فتح مکہ کے دن دشمنوں کو معاف کر رہے ہیں یہ باب تو بہت وسیع ہے ان شاء اللہ اس پر ایک علیحدہ کتاب لکھی

جائے گی۔ یہاں تو صرف اشارات پر ہی اکتفا کیا گیا ہے صرف اس لیے کہ طوالت کا اندیشہ ہے۔

خلیل وحبیب علیہما السلام

حضرت خلیل علیہ السلام کی شان یہ ہے و کذلک نری ابراھیم ملکوت السموت والارض ایک پتھر پہ کھڑا کر کے تحت الثریٰ سے عرش معلیٰ تک سب کچھ دکھا دیا گیا اور حبیب کو معراج کی رات عرش معلیٰ پر کھڑا کر کے ساری کائنات دکھا دی۔ ثابت ہوا کہ جہاں ابراہیم علیہ السلام کی نظر پہنچی اس سے آگے ہمارے آقا علیہ السلام کے قدم پہنچ گئے (تفسیر نعیمی ج ۷ ص ۱۱۶) خلیل کی دعا سے مکہ میں جتنی برکت ڈالی گئی حبیب کی دعا سے اس سے دُگنی برکت مدینہ میں ڈال دی گئی۔

ابراہیم علیہ السلام کے قدم لگے تو دو گز جگہ کے بارے فرمایا واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی اور حبیب کے قدم لگے تو جعلت لی الارض مسجدا و طهورا مشرق سے مغرب تک شمال سے جنوب تک ساری کائنات کو مسجد بنا دیا گیا۔

ابراہیم علیہ السلام کے قدم نارِ نمرود میں لگے تو آگ گلزار ہوگئی حضور کے قدم زمین پہ لگے سینکڑوں سال سے جلنے والی فارس کی آگ بجھ گئی۔ حضور علیہ السلام کی امت کا مومن پل صراط سے گذرے گا تو دوزخ کی آگ ٹھنڈی ہونے لگے گی۔ اور عرض کرے گی جزیا مؤمن ان نورک اطفأ لهبی ۔ اے مؤمن جلدی گذر جا تیرے (ایمان کے) نور نے تو میری آگ بجھا دی ہے (تفسیر کبیر للرازی) ابراہیم علیہ السلام کو خدا نے خلیل بنایا واتخذ الله ابراھیم خلیلا اور حضور علیہ السلام نے فرمایا لو کنت متخذا خلیلاً غیر ربی لا تخذت ابا بکر خلیلاً حضور علیہ السلام نے خدا کو خلیل (جگری یار) بنالیا۔

ابراہیم علیہ السلام کیلئے نمرودی آگ کو گلزار بنایا اور حضور علیہ السلام کیلئے معراج کی رات پورے کرہ نار کو گلزار بنایا۔ خلیل کا قدم لگا آگ گلزار ہوئی حضور نے حضرت انس کے گھر رومال سے ہاتھ پونچھے تو آگ اس کو بھی نہ جلا سکی۔ خلیل نے عرش معلیٰ دیکھا حبیب نے وجہ اللہ دیکھا۔ خلیل کو بھوک لگے تو فرشتے کھانا لائیں اور حبیب فرماتے ہیں یطعمنی ربی و یسقینی میرا رب مجھے خود کھلاتا پلاتا ہے اُن کو لوگوں کا امام بنایا۔ انی جاعلک للناس اماما

ان کو نبیوں کا امام بنایا انہوں نے خود کہا حسبی الله ان کو رب نے کہا حسبک اللہ۔

خلیل نے عرض کیا واجعلنی من ورثة جنة النعیم حبیب کو آپ فرمایا انا اعطینک الکوثر وہاں دعا کی جا رہی ہے واجنبنی و بنی ان نعبد الاصنام یہاں فرمایا جا رہا ہے انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت وہاں عرض ہو رہی ہے واجعل لی لسان صدق فی الاخرین ''میرا ذکر باقی رہے'' یہاں فرمایا ورفعنا لک ذکرک۔ خلیل عطا کا منتظر اور حبیب کی ملاقات کا عرش پہ انتظار۔

خلیل خلّت سے بنا بمعنی حاجت، حبیب حُب سے بنا بمعنی محبت، خلیل وہ جو رب سے محبت کرے حاجت سے، حبیب رب سے محبت کرے بغیر کسی حاجت کے۔ خلیل طالب ہوتا ہے حبیب مطلوب۔ خلیل رب کی مغفرت کا امیدوار اطمع ان یغفرلی خطیئتی حبیب کو فرمایا گیا لیغفرلک الله ۔ خلیل رب کی رضا چاہے حبیب کی رضا رب چاہے۔ خلیل عرض کرے لا تخزنی یوم یبعثون اور حبیب کو فرمایا یوم لا یخزی الله النبی والذین امنوا۔

خلیل نے نیکوں کو اپنے لیے چن لیا حبیب نے شفاعتی لا هل الکبائر من امتی کہہ کر کہا یا اللہ نیکوں کو ان کی نیکیوں کے طفیل بخش دے اور بُرے میری شفاعت کے حوالے کر دے۔

سلام اس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں
سلام اس پر بُروں کو جس نے فرمایا کہ میرے ہیں

خلیل کا منصب خُلّت صرف ان کی ذات تک منحصر، حبیب کی جو بھی اتباع کرے گا وہ منصب محبوبیت پہ فائز ہو جائے فاتبعونی یحببکم الله۔ خلیل خدائی دیکھیں، حبیب خدا کو دیکھتے ہیں۔ خلیل کا آخری وقت آئے تو فرشتوں سے کہیں کبھی خلیل بھی خلیل کی جان لیتا ہے'' تو اللہ فرمائے هل رایت خلیلا یکره لقاء خلیله کیا بھلا کوئی خلیل بھی اپنے دوست سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے مگر حبیب کو قیامت تک غلاموں میں رہنے کا اختیار بھی دیا جائے تو وہ کہتے ہیں اللھم بالرفیق الاعلیٰ (مشکوٰۃ)۔ میں تو اپنے رب کی ملاقات کا شوق رکھتا ہوں۔

اعتراض:

لفظ حبیب کو حضور علیہ السلام کی ذات کے لئے اور خلیل کو ابراہیم علیہ السلام کے لئے خاص کیا گیا حالانکہ خلیل صرف ابراہیم علیہ السلام ہیں جب کہ حبیب ہر وہ شخص ہو سکتا ہے جو حضور علیہ السلام کا متبع ہو گا جیسا کہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ سے ثابت ہے۔

جواب:

خلیل بروزن فعیل بمعنی فاعل (مسند ہے) جب کہ حبیب بمعنی فاعل و مفعول ہے یعنی حضور کی شان میں کہہ سکتے ہیں محمد حبیب اللہ و اللہ حبیب محمد (ﷺ) اور خلیل کی شان میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ ابراہیم خلیل اللہ و اللہ خلیل ابراھیم۔

دوسرا جواب:

خلیل کو ہر تقرب الی اللہ بواسطہ حاصل ہے اور حبیب کو ہر تقرب بلا واسطہ حاصل۔
پھر خلیل کو جو کچھ بھی ملے مانگنے پر ملے اور حبیب کو سب کچھ بے مانگے ملے۔
اور آخری بات یہ کہ خلیل اپنے رب کی رضا کے لئے اپنے اکلوتے فرزند کی گردن پر چھری چلائے اور حبیب کی رضا کے لئے قبلہ بھی تبدیل کر دیا جائے فلنولینک قبلۃ ترضھا

؎ قبلہ بنتا ہے اس طرف ہی ریاضؔ
جس طرف رُخ وہ موڑ دیتے ہیں
جس طرف وہ نظر نہیں آتے
ہم وہ رستہ ہی چھوڑ دیتے ہیں
؎ ویکھو محبوباں دی مرضی تے قبلے بدلائے جاندے نیں

انہی وجوہات کی بنا پر لفظ حبیب کے ساتھ حضور کو خاص کیا گیا اور پھر یحببکم اللہ میں محبوبیت کا درجہ مجازی اور حضور کے توسط سے ملے گا جب کہ محبوب حقیقی صرف حضور کی ذات ہے۔

؎ ہم ہیں اُن کے وہ ہیں تیرے تو ہوئے ہم تیرے
ان کی امت بھی ہے اللہ کو پیاری ساری

ہزاروں گناہوں کے باوجود بھی سرکار کی امت کو خیر امت فرمایا گیا ہے صرف آپ کی نسبت کی وجہ سے کہ فرمایا تمہارے گناہوں کو دیکھوں کہ اپنے نبی کے ساتھ نسبت کو دیکھوں لہٰذا گناہوں کی بات چھوڑ و کنتم خیر امت تم بہترین امت ہو کہ تمہیں بہترین نبی مل گیا ہے۔

؎ سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی (ﷺ)

عیسیٰ و مصطفیٰ علیہما السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردوں کو زندہ فرمایا جن میں ایک عرصہ روح رہ چکی تھی جبکہ حضور علیہ السلام نے پتھروں لکڑیوں میں جان ڈالی دی فرمایا أحد جبل یحبنا و نحبہ (بخاری)۔ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے پیار کرتے ہیں۔

روح اللہ کی ماں پہ تہمت لگے تو عیسیٰ علیہ السلام خود ان کی عصمت کی گواہی دیں اور حبیب اللہ کی بیوی پہ تہمت لگے تو خود ذات باری ان کی عصمت کا گواہ بن کر قرآن کی اٹھارہ آیات نازل کر دے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زمینی معجزات عطا فرمائے گئے اور حضور علیہ السلام کو آسمانی معجزات سے بھی نوازا گیا۔

ان کا ہاتھ لگے اندھے بینا ہو جائیں اور سرکار کے پاؤں کی خاک آنکھوں میں پڑ جائے اندھے یہودی کی آنکھیں روشن ہو جائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

و اذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیرا باذنی و تبرئ الاکمہ و الابرص باذنی و اذ تخرج الموتیٰ باذنی۔ (المائدہ آیت نمبر ۱۱۰)

یعنی اے عیسیٰ! تو نے مٹی کا پرندہ بنا کر میرے اذن سے اڑا دیا، لاعلاج مریض کو شفا دی میرے اذن سے، مردوں کو زندہ کیا میرے اذن سے۔

ہر کمال کے ساتھ باذنی کی قید لگائی اور بار بار لگائی۔ اور محبوب علیہ السلام کے

بارے فرمایا و داعیا الی اللہ باذنہ یعنی ایک ہی مرتبہ سارے اذن دے کر بھیج دیا۔ چاند توڑنے کے لئے علیحدہ اذن کی ضرورت نہیں اور ڈوبا ہوا سورج موڑنے کے لئے علیحدہ اذن کی ضرورت نہیں، ایک بار کے اذن میں ہی پتھر کلمہ پڑھتے جارہے ہیں، درخت حکم مانتے جارہے ہیں، اذن ایک ہے کام سارے ہوتے جارہے ہیں۔

عیسیٰ خاک اوسے در دی گھن تیمم کردا
جبرئیل جہے جس چاکر نبیاں دا سر کردہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیمار کو ہاتھ لگاتے شفایاب ہوجاتا حضور کا ہاتھ جس کو لگتا وہ آگے جس کو چھولیتا وہ مریض بھی شفا پاجاتا فکان لایمسح شیئا الا برء۔

(خصائص کبریٰ ۷۴/۲)

عیسیٰ (علیہ السلام) کے معجزوں نے مردے جلا دیے ہیں
محمد (ﷺ) کے معجزوں نے عیسیٰ بنا دیے ہیں

ایک عیسائی نے کہا عیسیٰ علیہ السلام محمد عربی ﷺ سے افضل ہیں ان کو اللہ نے آسمان پہ اٹھایا ان کو زمین پر رکھا، کسی مسلمان نے اس کا جواب دیا۔ دیکھو ایک عورت کے دو بیٹے ہیں ایک چھوٹا بچہ جو لڑ نہیں سکتا دوسرا جوان اور بہادر ہے جو شیروں سے بھی لڑ جاتا ہے۔ اگر اس عورت کے گھر پر ڈاکوؤں نے حملہ کردیا ہو تو وہ اس وقت چھوٹے بچے کو لے کر چھت پر چڑھ جائے گی اور نوجوان بہادر بیٹے سے کہے گی کہ تلوار لے کر ڈاکوؤں کا مقابلہ کرو۔ یہی مثال حضرت عیسیٰ اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہے۔ کفار نے دین پر حملہ کیا تو اللہ نے حضرت عیسیٰ کو آسمان پہ اٹھالیا اور سید الانبیاء ﷺ سے فرمایا۔

یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین۔

اے پیارے نبی ﷺ کفار و منافقین سے جہاد فرمائیں۔ (سورہ توبہ)

تو جو ایک بچے اور بہادر جوان کی قوت میں فرق ہے وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام الانبیاء ﷺ میں فرق ہے۔

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی
خلق سے اولیاء، اولیاء سے رسل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہے ہمارا نبی

کسی عیسائی نے یہ شعر کہا تھا۔

فلک پہ ابن مریم کا مکاں ہے
ملا رتبہ یہ احمد کو کہاں ہے

ایک مسلمان نے شعر ہی میں اس کا جواب دیا۔

ترازو کو پکڑ کر دیکھ ناداں
جو نیچے ہے وہی پلہ گراں ہے

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پہ ہونا نبی ﷺ سے افضل ہونے کی دلیل نہیں۔ کیوں کہ ترازو کا جو پلہ بھاری ہوتا ہے وہی جھکتا ہے۔

معراج مصطفےٰ ﷺ کی دلیل:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر گئے اور آدم علیہ السلام آسمان سے زمین پر آئے، عیسیٰ علیہ السلام گئے لیکن ابھی آئے نہیں۔ آدم علیہ السلام آئے لیکن گئے نہیں۔ سید الانبیاء ﷺ ایک ہی رات میں سر عرش گئے بھی اور آئے بھی۔

نوح و محمد علیہما السلام

اگر نام محمد را نیاوردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تبلیغ فرماتے ہیں چالیس مرد چالیس عورتیں مسلمان ہوتے ہیں مگر ایک جنگ سے واپسی پر کوہ تنعیم کے دامن میں اسی کافر چھپے ہوئے تھے حضور کی ایک نگاہ پڑتی ہے اسی کے اسی مسلمان ہوجاتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام بددعا فرماتے ہیں رب لا تذر علی الارض من الکفرین دیارا یا اللہ زمین میں کوئی کافر زندہ نہ رہے۔ حضور جانی دشمنوں کو لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء کہہ کر معاف فرما رہے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کی نظر نسلوں تک جاتی ہے *اور حضور علیہ السلام کی نظر خدا تک جاتی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان پہ تیرتی ہے جبکہ حضور علیہ السلام اشارہ کرتے ہیں تو پتھر پانی پہ تیرتے ہوئے آتے ہیں **۔

* کیوں کہ آپ نے عرض کیا تھا۔ "اے اللہ اگر تو ان کو زندہ چھوڑ دے گا تو ان کی نسلیں بھی تیری نافرمان ہی رہیں گی" (انک ان تذرھم...... سورۃ نوح)۔

** امام رازی فرماتے ہیں ایک دن حضور پانی کے کنارے کھڑے ہیں ابوجہل کا بیٹا عکرمہ کہنے لگا ان کنت صادقا فادع ذلک الحجر الذی فی الجانب الاخر اگر آپ سچے ہیں تو پانی کے دوسرے کنارے پہ جو پتھر ہے اس کو بلائیں وہ تیرتا ہوا آئے اور آکر آپ کی نبوت کی گواہی دے فاشار الرسول الیہ فانقلع الحجر الذی من مکانہ و شھد بالرسالہ پس حضور نے اسے اشارہ فرمایا تو پتھر تیرتا ہوا آیا اور آپ کی رسالت کی گواہی دی فرمایا کافی ہے؟ کہنے لگا واپس بھی اسی طرح جائے چنانچہ پتھر تیرتا ہوا اپنی جگہ چلا گیا۔

ختم نبوت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

﴿۶﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَلَا فَخْرَ

میں آخری نبی ہوں فخریہ نہیں کہہ رہا

(مشکوٰۃ شریف)

﴿۷﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ

میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے

(مشکوٰۃ۔ ترمذی)

اس حدیث میں مسئلہ ختم نبوت کے ساتھ تین غیب کی خبریں بھی ارشاد فرمائی گئیں۔

نمبر۱۔ میرے بعد جھوٹے مدّعین نبوت پیدا ہوں گے۔

نمبر۲۔ وہ جھوٹے میرا امّتی ہونے کا بھی دعویٰ کریں گے فی امتی حدیث کے اگلے الفاظ اسی بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کیوں کہ اگر امتی نہ کہلائیں تو کوئی ان کے دھوکے میں نہ آئے گا۔

نمبر۳۔ ان میں سے ہر ایک کا گمان ہوگا کہ وہ نبی ہے لہٰذا کسی کے دجال و کذاب ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ دعوائے نبوت کرے اس لیے اس سے دلیل مانگنا اور بحث

مباحثہ فضول ہے کہ دعوائے نبوت کرکے وہ دجال وکذاب تو ہو چکا۔

خاتم کا مفہوم

تا کے فتح سے بھی اور کسرہ سے پڑھنا بھی ثابت ہے کسرہ سے ہو تو اسم فاعل ہوگا ختم کرنے والا۔ اور تا کے فتح سے اسم آلہ بمعنی (ما یختم بہ) انگوٹھی اور مہر ہوگا، دونوں صورتوں میں ختم نبوت کا مفہوم بڑی وضاحت سے اس لفظ میں موجود ہے زیادہ معروف روایت چونکہ تا کے فتح کی ہے لہٰذا اس پر تھوڑی سی بحث کرتے ہیں کہ جب کوئی چیز بند کرکے اوپر مہر لگائی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اب اس کے اندر سے کوئی شے باہر نہ آنے پائے اور باہر سے کوئی چیز اندر نہ جانے پائے، اگر رجسٹری شدہ خط کی مہر کو توڑنے والا تعزیرات پاکستان کے قانون کے مطابق سزا کا مستحق ہے تو پھر آقائے دو جہاں کی ختم نبوت کی مہر توڑنے والا کیوں سزا کا مستحق نہیں۔ ایک عام کاغذ ایک نوٹ والا کاغذ ہے مگر ان کی قدر و قیمت میں فرق ہے کیوں کہ نوٹ کی حفاظت ہوتی ہے عام کاغذ کو پھینک دیا جاتا ہے، وجہ یہ ہے کہ اس پر حکومت کی مہر لگ چکی ہے تو جس کاغذ پر حکومت کی مہر لگ جائے وہ دوسرے کاغذوں سے افضل و اعلیٰ ہو جاتا ہے اگر کوئی حکومت کی مہر خود بنانا شروع کردے تو مجرم و مستحق سزا ہے تو ختم نبوت کی مہر توڑنے والے کی کیوں سزا نہیں۔

مرزائیت

تیرے بغیر ہو نہ سکی رونق چمن
پھولوں کو لاکھ بار سجایا بہار نے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا میری اور دوسرے نبیوں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ایک عمارت بنائے اور انتہائی خوبصورت ہو لیکن ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دے اینٹ نہ لگے تو عمارت نامکمل ہے لگ جائے تو اس کا حسن اپنے کمال کو پہنچ جائے فرماتے ہیں دیکھنے والے اس عمارت کو دیکھ کر حیران ہو رہے ہیں مگر خالی جگہ اس عمارت کے حسن میں رکاوٹ بن رہی ہے۔

﴿۸﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ وَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ

میں نے ہی اس جگہ کو مکمل کیا اور اس محل کی آخری اینٹ میں ہی ہوں
اور خاتم النبیین ہوں

(مشکوٰۃ ص ۵۱۱)

﴿۹﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اللَّبِنَةُ وَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ

میں ہی وہ اینٹ ہوں اور خاتم النبیین ہوں

(مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۱)

یہ احادیث بخاری و مسلم کی متفق علیہ احادیث ہیں عقل سلیم رکھنے والا ہر شخص ختم نبوت کے لئے ان دلائل کو کافی و وافی سمجھے گا کہ جب قصر نبوت جس کی پہلی اینٹ آدم علیہ السلام اور آخری محمد رسول اللہ ہیں اب جو کوئی اس مکمل ہو جانے والے محل پر فالتو اینٹیں لگانے کی کوشش کرے گا تو دیکھنے والا سمجھ لے گا کہ یہ اینٹ معمار کی لگائی ہوئی نہیں کسی غدار کی لگائی ہوئی ہے جو محل کو بدصورت بنانا چاہتا ہے جب خدا نے قصر نبوت مکمل کر دیا جس کی آخری اینٹ محمد رسول اللہ ہیں تو اب مرزا قادیانی جو انگریز کی بنائی ہوئی گوبر و پاخانے کی بدبودار اینٹ ہے اس کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے کہ ایسے حسین نبی کے بعد ایک کانے دجال کو نبی مانا جائے ''نہ منہ نہ متھا جن

پہاڑوں لتھا'' کہاں ابن مریم کہاں ابن گسیٹی ۔ کیوں کہ ہمارا نبی دل نشیں ہے، ماہ جبیں ہے، بہتریں ہے، بالیقیں ہے، صادق والیمں ہے، جب کہ مرزا لعیں ہے، بے دیں ہے، بدتریں ہے، جہنم کا شوقیں ہے، جس کے مرنے کی جگہ لیٹریں ہے، مرزا نبی نہیں غبی ہے، ظلی نہیں شیخ چلی ہے، انگریز کی بلی ہے، بروزی نہیں موذی ہے، یک چشم گل ہے، بدشکل ہے، بے عقل ہے، نہ اس کی اصل ہے نہ نسل ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا

اگر مرزا ہوتا خدا کا پیغمبر
تو ٹئی میں گر کر نہ مرتا وہ کنجر

الحمدللہ ہمارے ملک پاکستان میں تو ایک بتی والے ٹرک کو نہیں چلنے دیا جاتا تو ایک آنکھ والے کی نبوت یہاں کیسے چلے گی۔

❁ جب کسی دفتر میں جس کے دروازے پر لکھا ہو، بغیر اجازت اندر آنا منع ہے، کوئی بے اجازت اندر جائے گا تو مجرم قرار دیا جائے گا تو وہ قصرِ نبوت جس پر **لا نبی بعدی** کا بورڈ لگا ہوا ہے اس کی دیوار پھلانگنے کی کوشش کرنے والا ایسی سزا کا مستحق ہو گیا کہ قیامت تک لعنتیں برستی رہیں گی۔ چیز مکمل ہونے کے بعد اس میں کمی بیشی کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے خدا نے انسان کو دو ہاتھ۔ دو پاؤں دو کان دو آنکھیں ایک سر اور ایک ناک عطا کی اور احسن تقویم کا تاج اس کے سر پر سجا دیا اب کوئی شخص تیسرا پاؤں۔ کان یا آنکھ لگانا چاہے یا دوسرا سر اور ناک لگانے کی بات کرے تو اندازہ لگا لیں وہ انسان کو کیا بنانا چاہتا ہے مرزا کا معاملہ بھی اسی طرح کا سمجھ لیں۔ **الانسان تکفیہ الاشارۃ۔**

❁ مرزا صاحب کا اپنا فرمان ہے مجھے نبی نہ ماننے والے کنجریوں کی اولاد ہیں جب کہ مرزا جی کے بیٹے فضل احمد نے مرزا جی کو نبی نہیں مانا حالانکہ وہ مرزا کی اولاد ہے تو نتیجہ نکال لو کہ مرزا صاحب کس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ

مرزا کا بیٹا فضل احمد مرزا کی زندگی میں فوت ہوا اور مرزا نے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھا لہٰذا بقول مرزا وہ کنجری کی اولاد ہوا تو پھر کنجری کون ہوئی۔ اور جس کے گھر کنجری ہوئی وہ خود کتنا

شریف ہوگا۔

❁ مرزا جی کہتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر آسمانوں میں ہیں تو پیشاب کہاں کرتے ہوں گے کھانا کہاں سے کھاتے ہوں گے اس سے بندہ پوچھے تجھے عیسیٰ علیہ السلام کی بڑی فکر ہے ان کو تو اللہ نے آسمان پہ اُٹھایا **بل رفعه الله اليه** لیکن تو نو ماہ تک کہاں سے کھاتا رہا اور پیشاب کہاں کرتا رہا تیرے لیے انتظام ہو سکتا ہے ان کے لئے کیوں نہیں۔

❁ پھر فرمایا میں نے پٹواری کا امتحان دیا اور فیل ہو گیا جو پٹواری نہ بن سکا وہ نبی کیسے بن گیا۔ نبوت کسبی نہیں عطائی اور وھبی نعمت ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ پہلے سکول میں کان پکڑ کر ماسٹر کے جوتے کھاتا رہے پھر فیل ہونے کے باوجود پٹواری بن جائے پھر اسی ماسٹر کو کہے میں تیرا نبی ہوں ظالم نے ہاتھ وہاں ڈالا جہاں ایمان کا رہنا ہی کچھ نہیں۔

خیال زاغ کو بلبل کی ہمسری کا ہے
غلام زادہ کو دعویٰ پیمبری کا ہے

اب بتاؤ اس کو ظلی کہا جائے یا انگریز کی بلی کہا جائے بروزی کہیں یا بزوری کہیں یا شیطان کی کتوری کہیں پنجاب کا مسیلمہ کہیں یا قادیان کا دجال کہیں۔

❁ اگر کوئی بعد میں نیا نبی آنا ہوتا تو پورا قرآن حضور کے ذکر کے لئے نازل ہوا **وانہ لذکر لک** ایک لفظ تو مرزا کے لئے بھی نازل ہو جاتا ہے **بما انزل الیک وما انزل من قبلک** فرمایا **ومن بعدک** فرمادیا جاتا۔

❁ کہتا ہے میں ہی عیسیٰ ہوں اس سے پوچھو حضور علیہ السلام نے تو فرمایا ہے مہدی و عیسیٰ کا زمانہ ایک ہوگا اور عیسیٰ مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے جامع مسجد دمشق میں تو کیا تو نے دمشق دیکھا بھی ہے یا صرف عیسیٰ بننے کا ہی شوق ہے ۔ کیا پدی کیا پدی کا شوربا۔

حضرت یوسف علیہ السلام جو اللہ کے اصل نبی تھے ان پر زلیخا عاشق ہو گئی پھر ان کی شادی بھی ہوئی مرزا چونکہ نقلی تھا وہ خود محمدی بیگم پر عاشق ہو گیا اور پیشن گوئیوں کے باوجود شادی نہ ہو سکی کبھی کہا آسمان پہ نکاح ہو چکا ہے جب زمین پہ بھی نہ ہو سکا تو کہا مطلب یہ ہے کہ اس کی

بیٹی سے میرے بیٹے کا نکاح ہوگا آخر کار کہا قیامت کو ہوگا اور یہ یاد نہ رہا کہ میرے منکر دوزخ میں جائیں گے حالانکہ وہ برملا کہتی تھی مجھے مرزا سے نفرت ہے تو وہ تو بقول مرزا پکی دوزخی للہذا مان لو کہ قیامت کو نکاح ہوگا تو دلہن دوزخ میں ہوگی تو مرزا کی بارات کہاں گئی پھر اس کو وہاں ہی گھر داماد رکھ لیا جائے گا۔

❁—— حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی اجازت کے بغیر تورات کا ایک ورق پڑھنا شروع کیا تو حضور علیہ السلام نے ناراضگی ظاہر فرمائی۔ عرض کیا رضیت باللّٰہ و بالاسلام دینا و بمحمد نبینا۔ ناراض حضور ہوئے مگر رضیت باللہ کہہ کے راضی پہلے اللہ کو کیا جا رہا ہے ثابت ہوا۔

وہ جو اس در سے پھرا اللہ اس سے پھر گیا
وہ جو اس در کا ہوا اللہ اس کا ہو گیا

حضور کی رضا خدا کی رضا۔ حضور کی ناراضگی اللہ کی ناراضگی۔ حضور کی اطاعت اللہ کی اطاعت حضور کی بیعت اللہ کی بیعت آپ نے حضرت عمر کو فرمایا لو کان موسیٰ حیا ما وسعہ الا اتباعی اگر موسیٰ علیہ السلام بھی آج زندہ ہوتے تو میری ہی اتباع کرتے جب آج موسیٰ کی اتباع گمراہی ہے تو مرزا کی اتباع کیسے ہدایت ہو سکتی ہے۔

فرما گئے ہیں ختم نبوت کے تاجدار
تا حشر میرے بعد نبوت نہ آئے گی

❁—— مرزا کہتا ہے نبوت اگر نعمت ہے تو نعمت ختم نہیں ہونی چاہیے حالانکہ نعمت بھی ضرورت سے زیادہ ہو جائے تو نعمت نہیں رہتی زحمت بن جاتی ہے آگ، پانی نعمت ہیں، لیکن اگر آگ مکان کو لگ جائے یا پانی کا سیلاب آ جائے تو نعمت نہ رہے گی پانچ انگلیاں ایک ہاتھ میں نعمت ہے لیکن اگر چھٹی بھی اُگ آئے تو فوراً کسی ماہر ڈاکٹر سے اپریشن کرا کے کٹا دیا جاتا ہے حضور علیہ السلام پہ نبوت کی نعمت مکمل ہو گئی اتممت علیکم نعمتی مرزا کی صورت میں زحمت اُگ آئی تو ابو بکر صدیق کی تلوار سے اپریشن کر کے کاٹ کر پھینک دیا جائے۔

❁—— نبوت کے لئے قانون ہے جہاں نبی فوت ہو وہیں دفن کیا جائے۔ مرزائیو! اگر مرزا نبی

ہے تو اس کو ٹٹی خانے میں واپس لاؤ۔

الجھا ہے پاؤں مرزے کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں مرزا ہی آ گیا

❁—— مرزائی کہتے ہیں ہمیں سینے پہ کلمہ نہیں لگانے دیتے میں عرض کروں گا کہ تمہیں کوئی نہیں روکے گا لیکن سینے کے اوپر لگانے سے پہلے سینے کے اندر لگاؤ تو سینہ مدینہ بن جائے گا۔

❁—— مرزائیوں کی عقل پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے کہ نبی بھی مانا تو کس کو۔ ہر نبی پہ جبرائیل امین آتے تھے مرزا جی پر آنے والے فرشتے کا نام پوچھا تو فرمایا "ٹی چی ٹی" اور وحی کیا لے کر آیا "آئی لو یو" یعنی انگریزوں نے ہی نبی بنایا تھا تو ظاہر ہے فرشتہ بھی تو انگریز ہی ہونا چاہیے تھا اور وحی بھی انگریزی میں ہی مناسب تھی "آئی شیل ہیلپ یو"۔ وحی کے الفاظ پہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے جیسے خود جناب نکلے ہیں فرشتہ بھی مڈل فیل ہے۔

لطیفہ

مرزا کا معاملہ بالکل ویسا ہی ہے جیسے بھوک کے مارے نے نبوت کا اعلان کر دیا بادشاہ سمجھ گیا اس نے کہا اس کو باورچی خانے میں قید کر دیا جائے چند ماہ کے بعد بلایا گیا خوب موٹا تازہ ہو گیا پوچھا گیا کوئی وحی آئی ہے اس نے سوچا کہیں آزاد ہی نہ کر دے ہاں آئی ہے۔ پوچھا کیا؟ کہنے لگا یا ایھا النبی دو تین ماہ اور باورچی خانے رہیو۔ اتنے حسن والے نبی کے بعد ایسے بد صورت کانے ٹھبے کی اللہ کو ضرورت کیا پیش آتی۔

جیہڑے قیدی نیں زلف محمد دے
اوہ غیراں دے جال چہ پھسدے نیں

چنانچہ ایک سکھ کے ساتھ مرزائیوں نے بڑی رواداری کا مظاہرہ کیا اس کو کاروبار کرایا، اس کی ضروریات کو پورا کرتے رہے کہ مرزائی ہو جائے آخر ایک دن اس کو کہہ ہی دیا کہ سردار جی اب ہمارے نبی کو مان لو اور مرزائی ہو جاؤ سردار جی نے بڑی بے نیازی سے جواب دیا اور کہا

"دیکھو اوئے میرے بھراوا! اساں تے مسلماناں دے سچے نبی نوں ٹھیک منیاں، تے تہاڈے پُٹھے نبی نوں کوئی من لیئے۔

ذرا تھوڑی سی سیرت تو پڑھو ہمارے نبی کی زندگی میں امت کے لئے اسوۂ کامل لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ۔

مرزائی کبھی بھی اپنے مرزے کی سیرت پر بحث نہیں کریں گے کیوں کہ اس میں یہ بھی ہے نیچے والا بٹن اوپر لگا لیتے تھے اوپر والا نیچے۔ دایاں جوتا بائیں پاؤں میں بایاں دائیں پاؤں میں۔ پیشاب فرماتے تو استنجا گڑ کے ساتھ کر لیتے اور مٹی کا ڈھیلا گڑ کی جگہ کھا لیتے ہر دونوں چیزیں سرکار جیب میں رکھا کرتے۔ ایک بار ماں سے کہا روٹی کس سے کھاؤں اس نے یعنی کمینٹی نے غصے میں کہا خاک سے کھا حضرت اتنے فرماں بردار تھے روٹی لی اور چولہے سے راکھ لے کر کھانے لگے۔ پھر یہ بندہ کہے۔ میں ہی محمد ہوں میں ہی عیسیٰ ہوں میں ہی داؤد ہوں تو اس کو پاگلوں کا سردار نہ کہیں تو کیا کہیں۔

اے پیٹ تیرے واسطے ہم کیا سے کیا بنے
مہدی بنے مسیح بنے مقتداء بنے
بے شرم تو بھرا نہیں گو ہم خیال میں
نانک بنے کرشن بنے اور خدا بنے

سوال:

قرآن پاک میں ہے ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین۔ (الحاقہ آیت ۴۴-۴۶)

اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے تو ہم ان سے بقوت بدلہ لیتے اور پھر ان کی رگِ دل کاٹ لیتے۔ یعنی اگر نبی علیہ السلام پورا قرآن تو کیا ایک آیت بھی اپنی طرف سے بناتے تو اللہ کی پکڑ میں آ جاتے۔ مرزائی کہتے ہیں اگر مرزا نے بھی اللہ پر بہتان لگایا ہے کہ اس نے مجھے نبی بنایا یا وحی آئی وغیرہ وغیرہ تو اللہ نے پکڑا کیوں نہیں۔

جواب نمبر ۱:

پکڑا تو ہے پاخانے میں مرا۔ لوگوں نے میت پر گندگی ڈال دی۔ اس کے تمام دعوے جھوٹے ہوئے۔

جواب نمبر ۲:

یہ آیت تو سچے نبی کے بارے میں ہے اگر حکومت اپنے مجسٹریٹ کے لئے قانون بنائے کہ تو ایسا کرے گا یہ سزا ہوگی اُدھر ڈاکو جنگل میں اپنے میں سے ایک کو مجسٹریٹ بنا لیں اور وہ سب کچھ کرتا پھرے۔ تم کہو دیکھو جی! مجسٹریٹ کے لئے جب یہ قانون ہے تو اس کو سزا کیوں نہیں دی جاتی تو یہی کہا جائے گا یہ ڈاکوؤں کے مجسٹریٹ کے لئے نہیں حکومت کے مجسٹریٹ کے لئے ہے ورنہ تو فرعون نے بھی خدائی کا دعویٰ کیا تھا یعنی فرمایا یہ قانون پیاروں کے لئے ہے مرزا جیسے بھونکتے رہیں ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا کیوں کہ ۔ آواز سگاں کم نکند رزق گدارا۔

مشرک بھی تو یہی کہتے تھے ولو شاء اللّٰہ ما اشرکنا اگر اللہ نہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے یہ تو ایسے ہی ہے کہ کوئی کہے اگر اللہ نہ چاہتا تو کعبہ میں تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا نہ ہوتی کس نے آپ کو کہا ہے کہ خدا نے چاہا ہے کہ مرزا نبوت کا اعلان کرے اگر اللہ چاہتا تو اس کو ایسے معجزے دیتا؟ جو کہ معرکۃ الآرا معجزہ محمدی بیگم کا ہے خوبصورت تھی رشتہ دار تھی دعوائے نبوت کے بعد رشتہ دار متنفر ہو گئے کہنے لگا نکاح اس سے میرا ہی ہوگا جو میرے علاوہ نکاح کرے گا مر جائے گا بلکہ اس کا باپ دادا بھی مر جائے گا مگر کچھ بھی نہ ہوا پھر تاویلیں کرنے لگا۔ کبھی کہتا ایک سال بعد میرے ہاں بچہ پیدا ہوگا (مرزا مبارک) تین سال کے بعد ہوا (آخر کچھ تو ہونا ہی تھا) پوچھا گیا آپ نے تو ایک سال بعد فرمایا تھا فرمایا! بکواس کرتے ہو! ایک سال تو کہا تھا اور ایک سال درمیان میں گذرا ہے اس سال ہو گیا ابتداء انتہا کو چھوڑو درمیان کی بات کرو۔

جو بات کی خدا کی قسم لا جواب کی

حضور علیہ السلام کی حدیث ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دو چادروں میں ملبوس ہو کر آئیں گے مرزا سے پوچھا گیا اگر آپ عیسیٰ ہیں تو دو چادریں کون سی ہیں کہا اوپر والی چادر میرے دماغ کی کمزوری ہے اور نیچے والی پیشاب کی بیماری ہے کہ رات میں حضرت سو

سو بار پیشاب کرتے (پتہ نہیں وحی کس وقت آتی تھی) جیسا نبی ویسے معجزے فرعون کو لوگوں نے کہا بارش نہیں ہوتی تو ہمارا رب الاعلیٰ بنتا ہے تجھے نہ کہیں تو کس کو کہیں اب اس نے تو شیطان کو ہی کہنا تھا سب شیطان مل کر پیشاب کرنے لگے ہر طرف بدبو پھیل گئی پھر لوگ آئے اور پوچھا یہ کیسی بارش ہے؟ اس نے شیطانوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا جیسا تو خدا ویسی بارش ہے۔

مرزا جی نے ایک اور آیت سے دلیل پکڑی ما یاتیھم من رسول الا کانوا به یستھزؤن جو بھی نبی آیا اس کا مذاق اُڑایا گیا میرا بھی تم مذاق اُڑاتے ہو لہٰذا میں بھی نبی ہوں (یہ ہے ان الشیطین لیوحون الی اولیئھم شیطان اپنے چیلوں کی طرف اسی طرح کی وحی کرتا رہتا ہے) جواب: پھر تو ہر پاگل گدھا نبی ہو جائے کہ ان کا مذاق سب سے زیادہ اُڑایا جاتا ہے۔

ہر نبی کا نام مفرد ہے۔ آدم۔ نوح۔ ابراہیم۔ ایوب۔ یعقوب۔ یوسف۔ موسیٰ۔ عیسیٰ محمد۔ علیہم السلام اور مرزا باوجود اس کے کہ اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس قرآنی ارشاد کا مصداق قرار دیتا ہے ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد۔ (نزول المسیح صفحہ ۹۹) یہ کہتا ہے میں ہی احمد ہوں۔ حالانکہ آیت میں بھی مفرد ہی آیا ہے جب کہ مرزا کا نام دنیا جانتی ہے غلام احمد ہے (مرکب اضافی)۔

اور پھر حضور علیہ السلام کو معلوم تھا کہ ایک دجال ایسی بات کرے گا لہٰذا آپ نے اس بشارت کے بارے پہلے ہی فرما دیا۔ کیا؟ اگلی حدیث ملاحظہ کیجئے۔

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ ﷺ است

آبروئے ما ز نامِ مصطفیٰ ﷺ است

﴿۱۰﴾

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

اَنَا دَعْوَةُ اِبْرَاهِیْمَ وَ بِشَارَةُ عِیْسٰی

(مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۳)

میں ہی ہوں جس کے لئے ابراہیم دعائیں کرتے رہے اور جس کی خوشخبریاں عیسیٰ علیہ السلام سناتے رہے

اور اپنے نام ارشاد فرماتے ہوئے خود فرمایا کوئی اور احمد نہیں وہ احمد میں ہی ہوں

﴿۱۱﴾

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

اَنَا اَحْمَدُ

میں ہی احمد ہوں

(مشکوٰۃ)

﴿۱۲﴾

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

اَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِی لَیْسَ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ

میں ہی عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

(مشکوٰۃ)

لہٰذا اگر مرزا بشارۃ والا احمد بنے گا تو ایسے ہی ہو گا کہ جیسے ایک کاغذ پہ کوئی افسر دستخط کرے تو بعد میں چپڑاسی بھی اپنے آپ کو وہی افسر ظاہر کر کے دستخط کر دے تو اس کو سزا ہو گی جیسے مرزا کو جہنم کی سزا ہو رہی ہے۔

❁—— ظلی و بروزی کی اصطلاح مرزا کی اپنی اختراع ہے اس کے پردے میں اس نے عوام کو دھوکہ دیا اس سے پہلے اس طرح کی اصطلاح کا کہیں نام و نشان نہیں ہے یہ تو ایسے ہی ہے کہ خاوند والی عورت کو کوئی دوسرا شخص کہے میں بھی تیرا خاوند ہوں وہ کہے میرا خاوند تو فلاں ہے اور زندہ ہے تو کہاں سے آ گیا وہ کہے اصل میں میں ظلی یا بروزی ہوں ایک غیرت مند عورت یہ کیسے برداشت کرے گی اسی طرح غیرت مند امتی بھی مرزا کی اس بکواس کو برداشت نہیں کر سکتا۔ ایک بچہ اپنے حقیقی باپ کے مقابلے میں ظلی بروزی باپ کا لفظ تو سننا گوارہ نہیں کرتا تو غیرت مند امتی حضور کے ہوتے ہوئے اس ظلی انگریز کی بلی کو بھی برداشت نہیں کر سکتا۔

مرزا قادیانی کے کفریات

مرزا قادیانی لعنتی کردار، بے غیرت، شیطان کا چیلا، خبیث، مردود، بے حیا، کذاب **1836**ء کو بھارت کے صوبہ مشرقی پنجاب کے ضلع گورداس پور کے ایک گاؤں قادیان میں

پیدا ہوا۔ **1901** میں نبوت کا دعویٰ کیا **26** مئی **1908**ء بروز منگل ساڑھے دس بجے رات مر کر جہنم رسید ہوا مرزا خبیث نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی پھر آوارہ گرد گھر سے بھاگ آیا سیالکوٹ کی کچہری میں پندرہ روپے ماہوار تنخواہ پر بطور منشی ملازم ہو گیا۔

اس کے بعد اس خناس نے انگریز سے مل کر جھوٹی نبوت کا منصوبہ بنایا۔

اس کانے دجال بے غیرت نے آہستہ آہستہ مذہبی تقریریں شروع کر دیں انگریز کی سرپرستی میں کام کرتا رہا۔ اپنے آپ کو بڑا عالم اور محدث ظاہر کیا پھر کہا میں مجدد ہوں پھر کہا میں مہدی ہوں پھر مسیح پھر کہا میں ظلی طور پر محمد ہوں۔ پھر کہا میں ہی محمد ہوں پھر کہا میں محمد رسول اللہ سے افضل ہوں (معاذ اللہ) اس لعنتی کردار، ذلیل شخص نے اللہ تعالیٰ، نبی پاک ﷺ انبیائے کرام، صحابہ کرام، مکہ، مدینہ، بزرگان دین قرآن مجید اور عام مسلمانوں کی توہین میں ایسی باتیں لکھیں اور کہیں جسے پڑھ کر غیرت مند مسلمان خون کے آنسو روتا ہے۔

مرزا کی بکواسات

(اللہ تعالیٰ کی شان میں ہرزہ سرائی)

(1) وہ خدا جو ہمارا خدا ہے ایک کھا جانے والی آگ ہے۔ (معاذ اللہ) سراج منیر ص ۵۵

(2) میں (مرزا) نے خواب میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں میں نے یقین کر لیا کہ میں وہی ہوں۔ (معاذ اللہ) آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۴ کتاب البریہ ص ۷۸

(3) وہ خدا جس کے قبضہ میں ذرہ ذرہ ہے اس سے انسان کہاں بھاگ سکتا ہے وہ فرماتا ہے کہ میں چوروں کی طرح پوشیدہ آؤں گا۔ (معاذ اللہ) تجلیات الٰہیہ ص ۴

(4) اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ کہہ کر خطاب کیا کہ اے میرے بیٹے سن (معاذ اللہ) البشریٰ جلد ۱ ص ۴۹

(5) مجھ سے میرے رب نے بیعت کی (معاذ اللہ) دافع البلاء ص ۶

(6) سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا (معاذ اللہ) دافع البلاء ص ۱۱

(7) اے مرزا تو مجھے میری اولاد جیسا ہے۔ (معاذ اللہ) حاشیہ ص ۲۳ اربعین نمبر ۴

(8) کیا کوئی عقل منداس بات کو قبول کرسکتا ہے کہ اس زمانہ میں خدا سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں پھر بعد اس کے یہ سوال پیدا ہوگا کہ کیوں نہیں بولتا؟ کیا زبان پر کوئی مرض لاحق ہوگئی ہے۔ (معاذ اللہ) ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۴۴

نبی پاک ﷺ کی توہین

(1) نبی پاک ﷺ کو کئی الہام سمجھ نہ آئے نبی سے کئی غلطیاں ہوئیں۔ (معاذ اللہ) (ازالۃ الاوہام مطبع لاہور)

(2) نبی پاک ﷺ اشاعت دین مکمل طور پر نہ کر سکے میں نے پوری کی۔ (معاذ اللہ) (حاشیہ تحفہ گولڑویہ ص ۱۶۵)

(3) آنحضرت ﷺ کے تین ہزار معجزات ہیں۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۶۷)

(4) میرے نشانات کی تعداد دس لاکھ ہے۔ (معاذ اللہ) (براہین احمدیہ ص ۵۶)

(5) آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب عیسائیوں کے ہاتھ کا پنیر کھا لیتے تھے حالانکہ مشہور تھا کہ سور کی چربی اس میں پڑتی ہے۔ (معاذ اللہ) (الفضل قادیان) ۲۲ فروری ۱۹۲۴

(6) یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کرسکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتی کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔ (معاذ اللہ) (اخبار الفضل ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء)

(7) میں بار ہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت واخرین منھم لما یلحقو بھم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ (معاذ اللہ) (ایک غلطی کا ازالہ)

(8) محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں — اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل — غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں
(معاذ اللہ) (اخبار قادیاں ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین

(1) میں خود اس بات کا قائل ہوں کہ دنیا میں کوئی ایسا نبی نہیں آیا جس نے کبھی اجتہادی غلطی نہیں کی۔ (معاذ اللہ) (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۳۵)

(2) آپ (مرزا) کا درجہ رسول کریم ﷺ کے سوا باقی تمام انبیاء سے بلند ہے۔ (معاذ اللہ) (اخبار الفضل ۶ جون ۱۹۳۳ء)

(3) جس (مرزا) کے وجود میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی شان جلوہ گر تھی۔ (معاذ اللہ) (الفضل ۳۰ مئی ۱۹۱۵ء)

(4) اگرچہ دنیا میں بہت سارے نبی ہوئے ہیں لیکن علم و عرفان میں کسی سے کم نہیں ہوں۔ (معاذ اللہ)

(5) میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں۔
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار (معاذ اللہ) (درثمین ص ۱۲۳)

(6) پس اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز (مرزا قادیانی) اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے کیوں کہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بھی قید سے بچایا گیا مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا۔ (معاذ اللہ) (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۹۹)

(7) خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھہرایا ہے اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کیے ہیں میں آدم ہوں میں شیث ہوں میں نوح ہوں میں ابراہیم ہوں میں اسحاق ہوں میں اسمٰعیل ہوں میں یعقوب ہوں میں یوسف ہوں میں موسیٰ ہوں میں داؤد ہوں میں عیسیٰ ہوں اور آنحضرت ﷺ کے نام کا میں مظہر اتم ہوں یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔ (معاذ اللہ) (حقیقۃ الوحی حاشیہ ص ۷۳)

(8) خدا تعالیٰ میرے لیے اس کثرت سے نشان دکھا رہا ہے کہ اگر نوح کے زمانہ میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ غرق نہ ہوتے۔ (معاذ اللہ) (تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۳۷)

(9) یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔

(معاذ اللہ) (کشتی نوح حاشیہ ص ۷۵)

(10) مسیح علیہ السلام کا چال چلن کیا تھا ایک کھاؤ پیو نہ زاہد نہ عابد نہ حق کا پرستار متکبر خود بین خدائی کا دعویٰ کرنے والا۔ (معاذ اللہ) (مکتوبات احمدیہ ص ۱۲ تا ص ۲۴ جلد ۳)

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی توہین

(1) جیسا کہ ابو ہریرہؓ جو غبی تھا اور درایت اچھی نہیں رکھتا تھا۔ (معاذ اللہ) (اعجاز احمدی ص ۱۸)

(2) ابو بکرؓ و عمرؓ کیا تھے وہ تو حضرت غلام احمد (مرزا) کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے بھی لائق نہ تھے۔ (معاذ اللہ) (ماہنامہ المہدی جنوری فروری 1915)

(3) پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑ دو اب نئی خلافت لو ایک زندہ علی تم میں موجود ہے تم اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علیؓ کی تلاش کرتے ہو۔ (معاذ اللہ) (ملفوظات احمدیہ جلد ا ص ۱۳)

(4) جو میری جماعت میں داخل ہوا وہ دراصل صحابہ کرام کی جماعت میں داخل ہو گیا۔ (معاذ اللہ) (ص ۷۱ خطبہ الہامیہ)

توہینِ قرآن

(1) قرآن خدا کی کتاب اور میری (مرزا) کی باتیں ہیں۔ (معاذ اللہ) (تذکرہ مجموعہ الہامات ص ۱۰۲-۱۰۳)

(2) میں قرآن کی غلطیاں نکالنے آیا ہوں جو تفسیروں کی وجہ سے واقع ہو گئی ہیں۔ (معاذ اللہ) (ازالہ اوھام ص ۸ ص ۱۳)

توہینِ حدیث

(1) میرے اس دعویٰ کی بنیاد حدیث نہیں بلکہ قرآن اور وحی ہے جو میرے اوپر نازل ہوئی ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔ (معاذ اللہ) (اعجاز احمدی ص ۳۱)

مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کی توہین

(1) تین شہروں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ مکہ۔ مدینہ۔ قادیان۔ (معاذ اللہ) (ازالہ اوھام ص ۳۴)

(2) میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا ہے کہ قادیان کی زمین بابرکت ہے یہاں مکہ مکرمہ مدینہ منورہ والی برکات نازل ہوتی ہیں۔ (معاذ اللہ) (بشیر محمود الفضل ۱۱ دسمبر ۱۹۳۲ء)

(3) (مرزا) نے فرمایا کہ جو لوگ قادیان نہیں آتے مجھے ان کے ایمان کا خطرہ رہتا ہے۔ (معاذ اللہ) (انوار خلافت ص ۱۱۷)

مسلمانوں کو گالیاں

(1) ایسا شخص جو موسیٰ کو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہے مگر مسیح موعود (یعنی مرزا) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (کلمۃ الفصل ص ۱۱۰)

(2) جو ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔ (انوار الاسلام ص ۳۰)

(3) میرے مخالف جنگلوں کے سُور ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں۔ (نجم الھدیٰ ص ۵۳)

(4) میری ان کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے اور اسے قبول کرتا ہے مگر رنڈیوں (کنجریوں) کی اولاد نے تصدیق نہیں کی۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۵۴۷)

اے عاشقانِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم!

کیا ایسے مرتدوں اور خبیثوں کے ساتھ اب بھی دوستیاں اور تعلقات رکھو گے؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں کسی مرزائی کو اپنا دوست نہ بناؤ

مرزائیوں کا بائیکاٹ کر دو۔

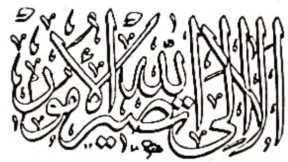
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

(آپ فرماتے ہیں) قادیانی مرتد و منافق ہیں۔ مرتد منافق وہ کہ کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ یا کسی نبی کی توہین کرنا یا ضروریات دین میں سے کسی شے کا منکر ہے اس کا ذبیح محض نجس مردار حرام قطعی ہے مسلمانوں کے بائیکاٹ کے سبب قادیانیوں کو مظلوم سمجھنے والا اور ان سے میل جول چھوڑنے کو ظلم اور ناحق سمجھنے والا اسلام سے خارج ہے اور جو کافر کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر۔ (احکام شریعت)۔

(مزید فرمایا) اس صورت میں فرض قطعی ہے کہ تمام مسلمان موت وحیات کے سب علاقے ان سے قطع کر دیں بیمار پڑنے پر پوچھنے کو جانا حرام، مر جائے تو جنازے پر جانا حرام، اسے مسلمانوں کے گورستان (قبرستان) میں دفن کرنا حرام، اس کی قبر پر جانا حرام۔ (فتاویٰ رضویہ)۔

اگرچہ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے بلکہ ابھی بہت سے گوشے باقی ہیں تاہم چونکہ دیگر موضوعات بھی اس کتاب میں شامل کرنے کا ارادہ ہے لہٰذا چیدہ چیدہ باتیں عرض کر دی ہیں اور مسلمان بھائیوں سے اپیل ہے کہ "یہ" دُعا کریں۔

؎ خدا محفوظ رکھے ہر بَلا سے
خصوصاً آج کل کے انبیاء سے



﴿۱۳﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

أَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَّ أَوَّلُ مُشَفَّعٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا فَخْرَ

میں ہی پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور میری ہی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی فخریہ نہیں کہتا

(ترمذی)

؎ ہر نظر کانپ اُٹھے گی محشر کے دن
خوف سے ہر کلیجہ دہل جائے گا
اوڑھ کر کالا کمبل وہ آ جائیں گے
تو قیامت کا نقشہ بدل جائے گا

شفاعت مصطفیٰ ﷺ

هُوَ الْحَبِيبُ الَّذِي تُرْجٰى شَفَاعَتُهُ
لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْأَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

شفاعت جس کو کہتے ہیں وہ عید ہے اہل سنّت کی
اُدھر دیدار رب ہو گا اِدھر صورت محمد کی (ﷺ)

شفاعت کیا ہے طلب العفو معافی طلب کرنا۔ ہمارے حضور کی شفاعت قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے محقق دوانی فرماتے ہیں حضور تمام جن وانس کی شفاعت فرمائیں گے۔ مومنین کے لئے تو عفو معاصی اور ترقی درجات حضور کی شفاعت سے ہوگی اور کفار

پر بھی احوال قیامت کی تخفیف آپ کی شفاعت سے ہوگی اسی لیے وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین سے حضور کی شفاعت عامہ ثابت کی گئی ہے۔امام نووی نے تو شفاعت کی پانچ اقسام بیان فرمائیں مگر امام جلال الدین سیوطی نے چھٹی قسم بھی بیان کی اس کے علاوہ صاحب مواہب نے ایک ساتویں قسم بھی لکھی ہے۔

نمبرا- الاراحة من هول الموقف و تعجيل الحساب وهى اعظمها و اعمها میدان محشر کی سختی اور مصائب میں تخفیف نیز حساب وکتاب میں جلدی یہ شفاعت سب سے بڑی اور عام ہے۔ کیوں کہ اس کی وجہ سے جلد حساب ہوگا اور قیامت کی حساب سے قبل ہولناکی سے کفار کو بھی چھٹکارا ملے گا۔

یہ شفاعت صرف حضور ہی کریں گے اور کوئی نہیں کرے گا بخاری شریف کی معروف حدیث کہ تمام نبیوں کے پاس باری باری لوگ جائیں گے تو ہر کوئی کہے گا اذهبوا الى غيرى اور پھر عیسیٰ علیہ السلام حضور کی طرف راہنمائی کریں گے ۔ میرے حبیب کے لب پر اَنا لها ہوگا۔

وہ لوگ جو نبیوں ولیوں کے پاس جانے سے روکتے ہیں اور رب کے پاس ڈائریکٹ جانے پر زور دیتے ہیں حالانکہ دنیا میں تو خدا غائب ہے مگر وہاں تو سامنے ہوگا لیکن کسی کی جرأت نہ ہوگی سیدھا چلا جائے جب آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک کوئی نہ جا سکے گا تو اور کون جائے گا شاید خدا نے یہ انتظام اسلیے کرنا ہے تا کہ اہل محشر جان جائیں کہ دنیا میں وہی جماعت حق پر تھی جو ڈائریکٹ میرے پاس آنے کی نہیں بلکہ میرے حبیب کے پاس جانے کی بات کرتی تھی ۔

چھت پہ چڑھ سکتا نہیں کوئی بھی زینہ چھوڑ کر
حق کو پا سکتا نہیں کوئی مدینہ چھوڑ کر

اس سے شفاعت کا دروازہ کھلے گا اس کو شفاعت کبریٰ کہتے ہیں اس لیے کہ اس سے جہاں نبیوں ولیوں کو حصہ ملے گا وہاں کافروں کو بھی، کہ حساب میں تاخیر سے بچ جائیں گے اور جس حدیث کے تحت یہ بحث کی جارہی ہے انا اول شافع و اول مشفع ولا فخر سے یہی مراد ہے۔حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

يُعْطِيْكَ رَبُّكَ داس تُساں
فَتَرْضٰى تھیں پوری آس اساں
لج پال کریسی پاس اساں
وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ صحیح پڑھیاں

اور جب حضور علیہ السلام باب شفاعت کھول دیں گے تو پھر دیگر انبیاء، اولیا، شہداء، قرآن، نماز روزہ، کعبہ، حجر اسود، مؤذن، امام، چھوٹی اولاد بلکہ فقراء و مساکین اور کچا بچہ جو حمل کے اسقاط کے سلسلہ میں پورے دنوں کا نہ ہونے کی وجہ سے ماں کے بطن سے نکلا اور زمین کے بطن میں چلا گیا حدیث میں آتا ہے کہ وہ خدا سے اپنے والدین کی بخشش کے لئے تکرار کرے گا تو اس کو اجازت مل جائے گی فيقال ايها السقط المراغم ربه ادخل ابويك الجنة فيجرهما بسوره حتى يدخلهما الجنة۔ (مشکوٰۃ)۔ پس کہا جائے گا اے اپنے رب سے جھگڑا کرنے والے! اپنے والدین کو جنت میں داخل کرلے تو وہ ناف کے ناڑو سے باندھ کر والدین کو گھسیٹ کر جنت میں لے جائے گا۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ جہنمیوں کی صفیں کھڑی ہوں گی ان کے پاس سے ایک جنتی گذرے گا تو ایک جہنمی اسے کہے گا اما تعرفنى انا الذى سقيتك شربة آپ مجھے پہچانتے نہیں میں نے آپ کو ایک مرتبہ پانی پلایا تھا وقال بعضهم انا الذى وهبت لك وضوء فيشفع له فيدخله الجنة ایک کہے گا میں نے آپ کو ایک بار وضو کے لئے پانی دیا تھا پس اس کی شفاعت سے جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۹۴)

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ ایک ایک آدمی ستر ستر ہزار کی شفاعت کرے گا رابعہ بصریہ بھی انہیں خوش نصیبوں میں سے ہیں۔

حضرت اویس قرنی کے بارے سرکار نے فرمایا کہ ان کی دعا سے اللہ تعالیٰ میری اتنی امت بخشے گا جتنی قبیلہ ربیعہ و مضر کی بکریوں کی تعداد ہے۔

حضرت بابا فرید گنج شکر فرماتے ہیں میں نے اپنے مرشد سے سُنا کہ قیامت کے دن گدڑی پوشوں کو بلایا جائے گا اور ان پہ یہی گدڑی کا لباس ہوگا اور ایک ایک گدڑی میں لاکھوں

لاکھوں طنابیں ہوں گی مریدین ایک ایک طناب پکڑ لیں گے اللہ تعالیٰ انہیں اتنی طاقت عطا فرمائے گا کہ ایک ایک بزرگ لاکھوں مریدوں کو کھینچ کر پل صراط سے پار کر دے گا ان کو جنت میں چھوڑ کر پھر واپس آ جائیں گے اور اعلان کریں گے مریدین تو چلے گئے اب وہ آ جاؤ جنہوں نے دنیا میں ہماری مخالفت نہیں کی پھر لاکھوں کو لے جائیں گے۔

یہ شان ہے خدمت گاروں کی سرکار کا عالم کیا ہو گا؟

❁—— الصواعق المحرقہ میں ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے عثمان کی شفاعت سے ستر ہزار ایسے لوگ جنت میں جائیں گے جن پر جہنم واجب ہو چکی ہو گی۔ (صفحہ ۱۰۸)

شفاعت کی دیگر اقسام

نمبر۲- فی ادخال القوم الجنة بغیر حساب.
اپنے غلاموں کو بلا حساب جنت میں داخل کرنا۔

نمبر۳- الشفاعة لقوم استوجب النار . ان لوگوں کے حق میں شفاعت جو مستحق نار قرار پا چکے۔

نمبر۴- فیمن دخل النار من المذنبین ۔ جو گنہ گار جہنم میں جا چکے ہیں ان کو شفاعت کر کے نکلوانا۔

نمبر۵- الشفاعة فی زیادة الدرجات فی الجنة لا هلها ۔ (مسلم جلد۲ ص۱۰۴)۔
جنتیوں کے درجات کی ترقی کروانا۔

نمبر۶- امام جلال الدین سیوطی نے چھٹی قسم یہ بیان فرمائی کہ تخفیف عذاب ان لوگوں کے لئے جو مستحق خلود فی النار ہو چکے ہیں۔

نمبر۷- اور صاحب مواہب نے ساتویں قسم یہ لکھی کہ سب سے پہلے حضور علیہ السلام اہل مدینہ کو جنت میں داخل فرمائیں گے یہ اہل مدینہ ہی کے ساتھ خاص ہے۔

مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے
غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے

احادیث شفاعت

۱- فرمایا قیامت کو لوگ گروہ در گروہ، پھر رہے ہوں گے کل امة تتبع نبیّا ہر کوئی اپنے نبی کو تلاش کر رہا ہو گا جب کہیں نہ سنی جائے گی تو بات مجھ تک پہنچے گی میں شفاعت کروں گا فذلک یوم یبعثه الله المقام المحمود ۔ یہی وہ دن ہے کہ حضور کو مقام محمود پر بٹھایا جائے گا۔ بخاری میں ہے کہ سرکار سے پوچھا گیا مقام محمود کیا ہے فرمایا "الشفاعة" وہ شفاعت ہے۔

۲- فرمایا جواذان سن کر اذان کی دعا پڑھے حلت له شفاعتی یوم القیمة ۔ (بخاری ج۲ ص۶۸۶) یعنی ہماری دعا تو حضور علیہ السلام کیلئے تھی فائدہ ہمیں ہی مل گیا۔

۳- حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے اختیار دیا گیا خیرت (جو بد بخت کہے جس کا نام محمد و علی ہو وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں اس کا کیا علاج کیا جائے) بین الشفاعة و بین ان یدخل نصف امتی الجنة فاخترت الشفاعة لا نها اعمّ و اکفی۔ کہ آدھی امت بخشوا لو یا شفاعت لے لو تو میں نے شفاعت لے لی کہ یہ زیادہ عام اور زیادہ کفایت کرنیوالی ہے یعنی آدھی میں تو حد بندی ہے اس کے بعد اگر کسی نے پکارا یا رسول اللہ! میں بھی آپ کا گنہ گار امتی ہوں تو کیا کروں گا پھر فرمایا تم سمجھتے ہو یہ پرہیز گاروں کے لئے ہے ترونها للمتقین ۔ لا ولکنها للمذنبین الخطائین المتلوثین (ابن ماجہ) نہیں بلکہ گناہوں میں لتھڑے ہوؤں کیلئے ہے۔

۴- فرمایا میں اتنے لوگوں کی شفاعت کروں گا جتنے پوری زمین پہ درخت ہیں جتنے پتھر ہیں جتنے ڈھیلے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ (حاشیہ تکمیل الایمان از شیخ عبدالحق محدث دہلوی)۔

۵- جب اللہ نے فرمایا ولسوف یعطیک ربک فترضی کہ آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے فرمایا اذن لا ارضی و واحد من امتی فی النار۔ (تفسیر مظہری)

یعنی میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک امتی بھی دوزخ میں ہوگا۔

(تفسیر مظہری ج ۱۰ص ۲۸، معارف القران ج ۸ص ۷۶۶)

۶- فرمایا میں اس وقت تک شفاعت کرتا رہوں گا حتی ینادی ربی رضیت یا محمد اے محمد! راضی ہو؟ میں کہوں گا یا رب رضیت ہاں مولیٰ میں راضی ہوگیا۔

روح المعانی۔ درمنثور ج ۶ص ۳۶۱

اعلیٰ حضرت نے کیا خوب کہا

؎ کیا ہی ذوق افزاء شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گناہ پرہیز گاری واہ واہ

کہ حضور علیہ السلام کی شفاعت میں اتنی لذت و سرور ہوگا کہ وہ پرہیز گار جن کے پاس گناہ نہ ہوگا وہ گنہ گاروں کو کہتے پھریں گے کہ دو چار گناہ قرض دے دو ہم بھی حضور کی شفاعت میں شامل ہوجائیں۔

نمبر ۷- فرمایا نبیوں کے لئے منبر بچھائے جائیں گے وہ بیٹھ جائیں گے اپنے اپنے منبروں پر حتی یبقی منبری ولم اجلس ۔ میں منبر پہ نہیں بیٹھوں گا عرض کیا حضور آپ کہاں ہوں گے فرمایا قائما بین یدی ربی منتصبا۔ میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوں گا یعنی ایسا نہیں ہوگا کہ میں خود جنت میں چلا جاؤں اور امت پیچھے دیکھتی رہ جائے بلکہ سب کو بھیج کر جاؤں گا۔ فرمایا میرا منبر رب کے عرش کی دائیں طرف ہوگا۔

ذرا تصور تو کرو

؎ ادھر دیدارِ رب ہو گا اِدھر صورت محمد کی (ﷺ)

اللہ پوچھے گا یا محمد! ما ترید ان اصنع لامتک تیری امت سے کیا سلوک کروں؟ اللہ پوچھ رہا ہے، لہٰذا یہ کہنا صحیح ہوا کہ

؎ خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

میں کہوں گا یا اللہ! عجل حسابھم یا اللہ! ہمارا کھاتہ کھول اور جلدی فارغ کر باقی

تو جانے اور تیری مخلوق۔ (حاشیہ تکمیل الایمان از شیخ محقق)۔

؎ فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا
کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

نکات شفاعت

منکرین شفاعت متوجہ ہوں!

❁ جنازہ میں ہر کوئی اپنے چھوٹے سے بچے کو بھی شفیع کہتا ہے جب تیرا بچہ شفیع ہوسکتا ہے تو خدا کے محبوب کے بارے کیا خیال ہے جو فرماتے ہیں میری شفاعت بڑے بڑے پاپیوں کے لیے ہے۔ شفاعتی لا هل الكبائر من امتی ۔ اور فرمایا یا اللہ! نیک تیرے۔ گنہ گار میرے الصالحون لله و الطالحون لی

؎ گر بدھیں تو حق اپنا ہے کچھ اور زیادہ
اخبار میں الطالح لی ہم نے پڑھا ہے

❁ سارے نبی اذھبوا الی غیری کہیں گے اذھبوا الی اللہ کوئی نہیں کہے گا حضور بھی اذھبوا الی اللہ نہیں فرمائیں گے، اس لیے کہ سب جانتے ہیں آج اللہ کے پاس جانے سے بات نہیں بنے گی جس کو دنیا میں لوگ غیر اللہ کہہ کے اس کے پاس جانے سے روکتے رہے آج۔ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے۔

❁ تم ہزار سال بھی سجدہ کرتے رہو تمہیں نہیں کہا جائے گا ارفع راسک حضور ایسا سجدہ کریں گے کہ۔ ایک سجدے میں سب کی نجات ہو کے رہی۔

❁ حدیث میں ہے جہنمی جب نکلنا چاہیں گے جہنم سے اُعیدو ا فیھا حضرت جابر بن عبداللہ سے کہا گیا اللہ فرماتا ہے من تدخل النار فقدا خزیتہ فرمایا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ عرض کیا پڑھا ہے فرمایا فھل سمعت بمقام محمد عرض کیا ہم سوال کیا کرتے ہیں آپ کہتے ہیں مقام محمد نہیں سُنا فرمایا یہی تو مقام محمد ہے جو جہنم میں جل رہے ہوں گے ان کو پکڑ کر جنت میں لے جائیں گے۔

❁ دیگر انبیاء کی بارگاہ میں اس لیے لے جایا جائے گا تا کہ منکروں کا شک ختم ہو اور

عاشقوں کو دیدار نصیب ہو کیوں کہ یہ دیدار کے بھوکے ہوتے ہیں کبھی فلاں بزرگ کے پاس کبھی فلاں کے پاس آخر میں سرکار کا دیدار ہو گا کہ جو حُسن کے جلوے ایک لاکھ چوبیس ہزار میں متفرق دیکھتے رہے ہو رُخِ مصطفیٰ پہ سارے اکٹھے دیکھ لو۔ پھر اسی حدیث میں ہے کہ حضور سے کہا جائے گا اپنی امت کو نکال لائیں دوزخ سے، تاکہ اب نکلنے والے جان لیں کہ پہلوں کو تو خدا نے نکالا ہو گا ہمیں تو مصطفیٰ نکال رہا ہے جنت میں داخل بھی حضور کر رہے ہیں دوزخ سے خارج بھی حضور کر رہے ہیں ۔

وہ ساں کیسا ذی شان ہو گا
جب خدا مصطفیٰ سے کہے گا
اب تو سجدے سے سر کو اُٹھا لو
آپ کی ساری امت بری ہے

- حضرت سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ لوگ کہتے ہیں عبس وتولی میں اللہ نے حضور علیہ السلام پر عتاب فرمایا ہے میں کہتا ہوں اس میں اللہ نے شفاعت کا مسئلہ حل فرمایا ہے کہ قیامت کو جب اللہ گنہ گاروں کو دوزخ میں جانے کا کہے گا تو حضور عرض کریں گے یا اللہ میں ایک نے مونہہ موڑا تو نے اتنا محسوس کیا کہ سورت نازل کر دی اب تو خود کروڑوں سے منہ موڑ رہا ہے۔
- لوگ کہتے ہیں کہ جب اللہ لوگوں کو جہنم میں ڈالنے کا فیصلہ کر لے گا اور وہ جہنم میں چلے جائیں گے حضور پھر شفاعت کریں گے پہلے کیوں نہیں کی؟ میں عرض کروں گا شفاعت ہوئی ہی فیصلے کے بعد ہے اگر پہلے ہی کر دیں اور لوگوں کو جہنم میں جانا ہی نہ پڑے تو کوئی کہیں گے اللہ نے فیصلہ ہی یہ کیا ہے حضور کا اس میں کیا ہے فرمایا جو بھی جائے میرے حبیب کے در کی خیرات سے جائے ویسے بھی جب زمین مکان کا فیصلہ ہو جائے تبھی شفعہ کا حق ہوتا ہے پہلے نہیں ہوتا۔ شفعہ میں فیصلے کو نہیں قرابت کو دیکھا جاتا ہے جو زیادہ قریب ہو گا اس کا شفعہ پہ زیادہ حق ہوتا ہے اور حضور تو امت کے اتنے قریب ہیں کہ جان بھی اتنی قریب نہیں ہے اور شفاعت بھی اس حد تک فرمائیں گے کہ داروغہ جہنم پکار اُٹھے گا یا محمد ما ترکت لغضب ربک فی امتک ۔ کہ

آپ نے تو اپنے رب کے غضب کے لئے کچھ چھوڑا ہی نہیں۔

ضروری بات:

جب شفاعت کی بات کی جاتی ہے تو کوئی لوگ بے باک ہو جاتے ہیں کہ جو چاہو کرتے پھرو بخشے تو جائیں گے خوف خدا ختم ہو جانا بھی کفر ہے کیوں کہ ایمان امید وخوف کی درمیانی کیفیت کا نام ہے الایمان بین الخوف والرجا ۔ یہ بھی دیکھو کہ نکالے کہاں سے جا رہے ہیں؟ کیا ضروری ہے کہ پہلے ضرور ہی دوزخ میں جاؤ پھر نکالے جاؤ اور پتہ نہیں کب نکالے جاؤ جہنم کے تو نام سے بھی خدا کی پناہ۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ جب وہ اتنے کریم آقا ہیں تو ہمیں ان کے احسانات کا کچھ نہ کچھ تو شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ اپنے آپ کو ایسا بنائیں کہ قیامت کو ان کی بارگاہ میں جانے سے شرمندہ نہ ہوں۔ اس موضوع کو سرخیل اہل حدیث مولوی نور حسین کے شعروں پہ ختم کر رہا ہوں۔ حدیث شفاعت کے تحت انہوں نے یہ اشعار کہے ۔

عیسیٰ نے لوکاں تائیں کہہ سناونا
باجھ محمد تینوں کسے نہیں چھڑاونا
وچہ مصیبت کسے کم نہیں آونا
چلو کہے خاں اوہناں تائیں
ہور پیغمبر کوئی دم وی نہ مار دا
اُٹھ محمد توں محبوب سرکار دا
اُٹھ محمد چل عرشاں نوں جان گے
جھک کے سجدے وچہ عرض سُنان گے
ربا بخش دے امت تائیں

انہی اشعار کا مفہوم کسی اور شاعر نے یوں بیان کیا ۔

گنہ گار جو محشر میں فریاد کریں گے
آیا ہوں میں آیا ہوں سرکار کہیں گے
سر سجدے میں ہو گا کھل جائیں گی زلفیں

امت کی بخشش کا اصرار کریں گے

خدا فرمائے گا۔

یہ قہر و غضب میرا تیرے دشمن کے لئے ہے
تیرے چاہنے والوں سے تو ہم پیار کریں گے

اور اقبال نے اعلیٰ حضرت کی نعت ۔ خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم' پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔

تعجب کی جا ہے کہ فردوس اعلیٰ
بنائے خدا اور بسائے محمد
تماشا تو دیکھو جہنم کی آتش
لگائے خدا اور بجھائے محمد

صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔



﴿۱۴﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ خُرُوجًا اِذَا بُعِثُوْا

جب لوگ اُٹھائے جائیں گے تو ان میں سب سے پہلے میں ہی روضہ اقدس سے باہر آؤں گا

(ترمذی عن انس)

ترمذی اور حاکم کی روایت ہے کہ پہلے میں اپنے روضۂ انور سے باہر آؤں گا پھر ابوبکر صدیق پھر عمر فاروق پھر ہم بقیع والوں کا انتظار کریں گے پھر مکہ معظمہ کے مدفونین کا یعنی ان سب کا حشر ہمارے ساتھ ہوگا۔ یہ حضور نے اپنی امت کی ترتیب بیان فرمائی ورنہ حضور علیہ السلام کے بعد دیگر انبیاء کرام ورسل عظام اپنی اپنی قبروں سے باہر تشریف لائیں گے ان کے بعد پھر حضرت ابوبکر صدیق پھر عمر فاروق الی اٰخرہ۔ تاہم دیگر انبیاء کرام کی امتوں کا نمبر حضور علیہ السلام کی امت کے بعد ہوگا یعنی ساری امتوں میں سب سے پہلے حضور کی امت قبروں سے نکلے گی اور جنت میں جانے میں بھی سب سے پہلے حضور ہی کی امت ہوگی (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

خدا کی شان ہے کہ آخر میں آنے والے جنت میں پہلے جا رہے ہیں ان کو آخر میں بھیجا اور پہلے اُٹھایا ایک تو اس وجہ سے تاکہ قبروں میں دوسری امتوں کی بہ نسبت تھوڑا رہنا پڑے دوسرا اس لیے کہ پہلی امتوں کے عیب اور گناہ قرآن پاک میں بیان کر دیے گئے جو اس امت نے پڑھ لیے لیکن ان کو آخر میں بھیجا تاکہ پہلوں کو پتہ بھی نہ چلے کہ یہ کیا کیا کرتے رہے۔ ان شاء اللہ امت محمد صلی اللہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے فضائل الگ عنوان سے بیان کیے جائیں گے۔

﴿۱۵﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا قَائِدُھُمْ اِذَا وَفَدُوْا

جب لوگ وفد بنیں گے تو میں ہی ان کا قائد ہوں گا

(ترمذی۔داری)

ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کسی کے قائد میں ہزار عیب ہی کیوں نہ ہوں لیکن ساری زندگی اسی کے گُن گاتے رہتے ہیں اور نعرے لگا لگا کر اپنے گلے کا ستیاناس تو کر لیتے ہیں مگر اس کے خلاف بات سُننا بھی برداشت نہیں کرتے قیامت کے دن کی خوشیوں کا اندازہ کون لگائے کہ جب ساری کائنات اپنے اپنے نبیوں رسولوں کی سیادت میں مختلف ٹولیوں میں جمع ہوگی اور پھر سب نبی و رسول انہی امتوں کو لے کر جلوسوں کی صورت میں میدانِ حشر میں اکٹھے ہوں گے اور سارے رسولوں بمعہ ان کی امتوں کے سب کا متفقہ قائد ہمارے رسول کو بنا دیا جائے گا۔ اعلیٰ حضرت نے کیا خوب کہا کہ اس وقت اگر مجھے بھی بولنے کی اجازت ملی تو نبیوں سے عرض کروں گا اے میری جان کے مالکو! تم بھی سارے نبی ہو لیکن کیا ہمارا آقا تم سب کا بھی نبی نہیں ہے؟

انبیاء سے کروں عرض کیوں مالکو۔

کیا نبی ہے تمہارا ہمارا نبی (صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم)۔

إن الله هو ربي وربكم فاعبدوه هذا صراط مستقيم

﴿۱۶﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا خَطِیْبُھُمْ اِذَا اَنْصَتُوْا

جب لوگ خاموش ہوں گے تو میں ہی ان کا خطیب ہوں گا

(ترمذی)

یہ جملہ شفاعت کبریٰ کا پس منظر ہے کہ جب ساری مخلوق پریشان ہو کر انبیاء کرام کی بارگاہوں میں حاضری دے رہی ہوگی اور کہیں بھی بات نہیں بن رہی ہوگی رب کی بارگاہ میں سب خاموش کھڑے ہوں گے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں ہوگی اس لیے کہ بے اجازت الٰہی آج انبیاء کرام بھی لب کشائی نہ کر سکیں گے یہاں تک کہ جبرئیل امین جیسا فرشتہ بھی خاموش کھڑا ہوگا اور ما عرفناک حق معرفتک وما عبدناک حق عبادتک (اے اللہ ہم تیری پہچان و معرفت کا حق نہ ادا کر سکے) قرآن مجید نے اس منظر کو یوں بیان فرمایا یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا لا یتکلمون الا من اذن له الرحمٰن و قال صوابا ۔ (النبا ۳۸)۔ جس دن روح الامین (جبریل) اور تمام فرشتے صف در صف کھڑے ہوں گے کوئی بھی کلام نہ کر سکے گا مگر وہ جس کو رحمٰن اجازت دے گا اور وہ درست بات کرے۔ اس وقت رب کی بارگاہ میں سجدہ کر کے اس کی حمد بجالانا اور بندوں کی حالت زار کا ذکر اللہ کی بارگاہ میں کرنا اور رب کا فرمان بندوں کو سُنانا میرے آقا ہی کا منصب ہوگا کیا منظر ہوگا جب اولین وآخرین سب جمع ہوں گے اور سراپا گوش، مہر بہ لب، سرکار فرماتے ہیں ایسے عالم میں ان کے سامنے خطبہ دینے والا میں ہوں گا پھر حقیقت کھلے گی اور تمام اہل محشر کو اس بات کا احساس ہوگا جو امام اہل سنت نے فرمائی

خلیل و نجی مسیح و صفی سبھی سے کہی کہیں بھی بنی؟

یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے

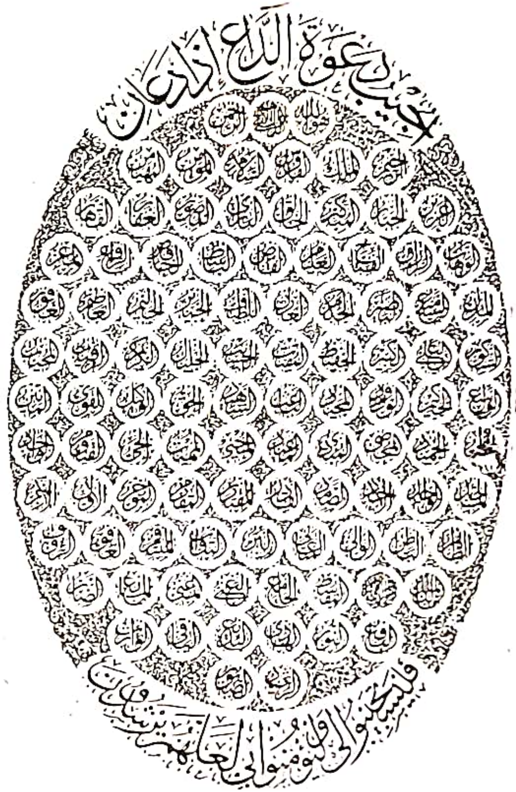
اور پھر سب کو یقین آجائے گا کہ دنیا میں تو ہم نہیں مانتے تھے مگر واقعی آج کا ماحول یہ بتا

رہا ہے کہ۔ زمین و زماں تمہارے لیے مکین و مکاں تمہارے لیے

چنین و چناں تمہارے لیے بنے دو جہاں تمہارے لیے

دہن میں زباں تمہارے لیے بدن میں ہے جاں تمہارے لیے

ہم آئے یہاں تمہارے لیے اُٹھیں بھی وہاں تمہارے لیے



﴿۱۷﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا مُسْتَشْفِعُهُمْ اِذَا اُحْبِسُوْا

میں ہی ان کا شفیع ہوں گا جب ان کو روک دیا جائے گا

(ترمذی)

یعنی میدان محشر میں سب کو جمع تو کر دیا جائے گا مگر کوئی ان کا پرسان حال نہ ہوگا سخت گرمی سے کلیجے منہ کو آرہے ہوں گے لا تسمع الا ھمسا (القرآن) تو نہ سُنے گا مگر سرسراہٹ تب اہل محشر حضور اکرم علیہ السلام سے عرض کریں گے اور حضور علیہ السلام حساب و کتاب شروع کروائیں گے گویا حضور کی زبان ہلتی جائے گی ہر مشکل آسان ہوتی جائے گی۔

وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں

اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام



﴿۱۸﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا مُبَشِّرُهُمْ اِذَا يَئِسُوْا

میں ان کو بشارت وخوش خبری سناؤں گا جب وہ مایوس ہو جائیں گے

(ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ جب لوگ بخشش سے مایوس ہو چکے ہوں گے یہ تو پتہ ہوگا کہ اللہ نے دنیا میں فرمایا تھا لا تقنطوا من رحمة الله اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔

مگر یہ حقیقت ابھی معلوم نہیں ہوگی یہ رحمت اس وقت برسے گی جب رحمۃ للعلمین کے مبارک لبوں کو جنبش ہوگی۔ اہل محشر کا اولاً یہ حال ہوگا مگر جب حضور کی زبان اقدس سے رحمت و مغفرت کا مژدہ جاں فزا سُن لیں گے کہ مت گھبراؤ تم بخشے جاؤ گے تو اس بشارت پہ دھڑکتے دل ٹھہر جائیں گے، روتی آنکھیں تھم جائیں گی، لبوں پر مسکراہٹ کے پھول کھلنے لگیں گے اور سارے اہل محشر کی زبان پہ ہوگا۔

غم زدوں کو رضا مژدہ دیجیے کہ ہے
بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی ﷺ

اس سے آگے حدیث کے الفاظ کا ترجمہ ہے اس دن عزت اور کنجیاں (اللہ کی رحمت کے تمام خزانوں کی) میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ اللہ دیتا جائے گا میں تقسیم کرتا جاؤں گا۔

لا و رب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

اور فرمایا اس دن حمد کا جھنڈا بھی میرے ہی ہاتھ میں ہوگا۔

﴿۱۹﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَكْرَمُ وُلْدِ اٰدَمَ عَلٰى رَبِّىْ يَطُوْفُ عَلَىَّ اَلْفُ خَادِمٍ كَاَنَّهُمْ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ اَوْ لُؤْلُؤٌ مَّنْثُوْرٌ

میں ہی ساری اولاد آدم میں سے اپنے رب کے ہاں سب سے زیادہ عزت والا ہوں میرے اردگرد ایک ہزار خدام (خدمت کیلئے) گھومیں گے گویا کہ وہ محفوظ انڈے ہیں (سفیدی میں) یا بکھرے ہوئے موتی

(ترمذی-دارمی)

اولاد آدم پر فضیلت سے مراد صرف یہی نہیں کہ ان کی اولاد سے افضل ہیں ان سے نہیں بلکہ آدم وحوا سے بھی، کیوں کہ پہلے اکرم الاولین والاخرین اور آدم بھی میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے گذر چکا تو جب سارے انسانوں سے افضل ہوئے تو سارے فرشتے جن وغیرہ سے بھی افضل کہ انسان سب سے افضل ہے لہذا حضور افضل الخلق ہوئے کیوں کہ حضور ہی کے قدم مکہ کی گلیوں میں لگتے ہیں تو اللہ فرماتا ہے لا اقسم بهذا البلد و انت حل بهذا البلد۔ (البلد ۱-۲)۔

اے حبیب! تیرے یہاں رہنے کی وجہ سے میں اس شہر کی قسمیں یاد فرما رہا ہوں۔

وَالْعَصْر ہے تیرے زماں کی قسم
لَعَمْرُكَ ہے تیری جاں کی قسم
والبلد ہے تیرے مکاں کی قسم
تیرے رہنے کی جا کا کیا کہنا

مرقات میں ہے کہ انڈوں سے مراد شتر مرغ کے انڈے ہیں جن تک غبار نہ پہنچا ہو عرب لوگ ان کو ان کی صفائی کی بنا پر بہت حسین سمجھتے تھے اس لیے انہیں سمجھانے کے لئے فرمایا یعنی سفیدی مائل بہ زردی قرآن پاک میں حوروں کے حُسن کو بیان کرنے کے لئے بھی یہی لفظ ارشاد فرمائے گئے کانھن بیض مکنون اگر چہ دیگر علاقوں حلب شام وغیرہ میں سفیدی مائل بہ سرخی کو زیادہ پسند کیا جاتا حضور کا حُسن مبارک ایسا ہی تھا۔



اللہ شکر کرنے والوں کو اور زیادہ دیتا ہے
(سورۃ ابراہیم، آیت: ۷)

﴿۲۰﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا فَخْرَ

میں ہی قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں گا فخر نہیں ہے

(ترمذی)

دلائل النبوۃ کی روایت میں فی الدنیا والاخرۃ کے الفاظ بھی ہیں۔ ج ا ص ۶۵

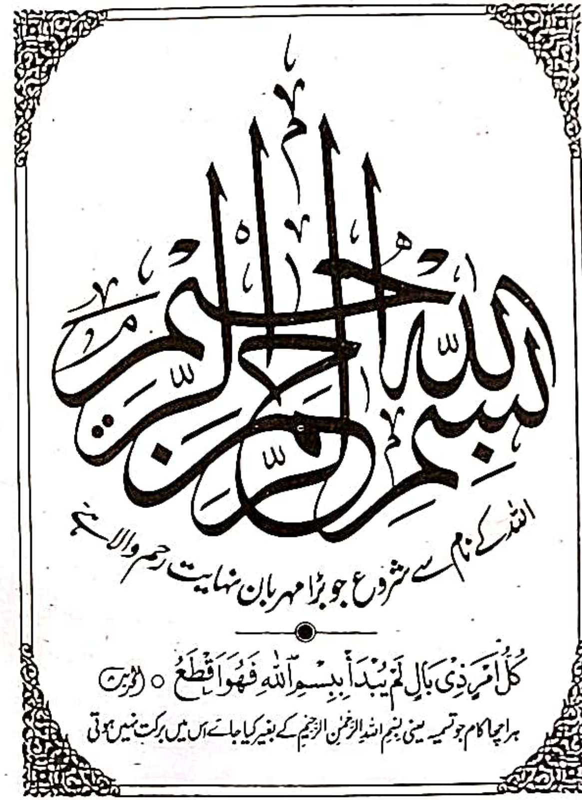
ایک روایت میں ہے انا سید الناس یوم القیمۃ۔ (متفق علیہ)

بیہقی میں ہے انا سید العالمین۔

لغت کے اعتبار سے سید کا معنی سردار و پیشوا ہے قرآن مجید میں عزیز مصر کو سید کہا گیا و الفیا سیدھا لدا الباب ۔ مگر شریعت میں سید بمعنی دستگیر، حاجت روا ہے جب کہ نسب کے اعتبار سے سبطین کریمین یعنی امام حسن و حسین رضی اللہ عنہم کی اولاد کو سید کہا جائے گا یعنی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہ کی تمام اولاد کو بھی سید نہیں کہا جائے گا بلکہ وہ اپنے اپنے والدوں کی طرف ہی منسوب ہوں گے۔ (احکام شریعت)

حضور علیہ السلام قیامت کے دن ساری مخلوق کی دستگیری فرمائیں گے اگر چہ آج بھی حضور علیہ السلام اسی معنی میں سید ہیں مگر آج جو بعض لوگ اس معنی میں حضور علیہ السلام کو سید نہیں مانتے قیامت کو وہ بھی مان لیں گے اسی لیے یوم القیمۃ فرمایا گیا جیسے قرآن حکیم میں ہے وله الحمد فی الاخرۃ یا مالک یوم الدین اگر چہ دنیا میں بھی اللہ ہی کے لئے حمد اور دنیا کے دنوں کا مالک بھی اللہ ہی ہے مگر جو آج نہیں مانتے وہ قیامت کو ضرور مان لیں گے۔ تو چونکہ اس سرداری کا ظہور قیامت میں بتمام و کمال ہوگا کوئی انکار نہ کر سکے گا دنیا دیکھ لے گی کہ وہ دن انہی کا دن ہے سب ان کی پناہ لیں گے لہذا یوم القیمۃ کی قید لگائی۔ (مرقاۃ۔ اشعۃ اللمعات) جو لوگ آج ان سے فریاد کرنے کو شرک کہتے ہیں کل وہ بھی شفاعت کی بھیک آپ ہی سے مانگیں

گے ۔ ہم بھی محشر میں خوب دیکھیں گے
نجدی آج اُن سے التجا نہ کرے



﴿۲۱﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وَلَا فَخْرَ

میں ہی سب سے پہلا ہوں گا جس سے زمین کھلے گی فخر نہیں ہے

(ترمذی)

مسلم شریف میں بجائے الارض کے القبر ہے کہ میری قبر سب سے پہلے کھلے گی جب کہ مشکوٰۃ میں جامع الاصول کے حوالے سے ایک روایت میں فاُکسیٰ کا اضافہ ہے کہ مجھے جوڑا پہنایا جائے گا۔ حدیث نمبر ۱۴ کے تحت کچھ تشریح ان احادیث کی گذر چکی ویسے تو قبروں سے سب لوگوں کو بغیر کپڑوں کے اُٹھایا جائے گا جیسا کہ قرآن پاک میں ہے کما بدانا اول خلق نعیدہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں اس کی وضاحت بھی ہے جب کہ انہوں نے پوچھا حضور لوگ ایک دوسرے کو دیکھیں گے نہیں؟ تو سرکار نے فرمایا کسی کو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کی ہمت ہی نہیں ہوگی قیامت کی ہولنا کی ہی اتنی شدید ہوگی۔ مگر خاص خاص پیاروں کو اللہ تعالیٰ قبروں سے اُٹھتے ہی جوڑا پہنائے گا جیسے اس حدیث کے باقی حصے میں ہے کہ حضرات ابراہیم علیہ السلام کو حُلّہ پہنایا جائے گا پھر مجھے، یہ جوڑا برائے ستر ہوگا اور جامع الاصول کی حدیث میں جس حُلّہ مبارکہ کے پہنائے جانے کا ذکر ہے وہ حُلّہ کرامت ہوگا جو کہ میدان محشر میں پہنچ کر پہنایا جائے گا۔ یہ خاص عطیہ ربانی حضور علیہ السلام کو ہی عطا ہوگا یا دوسروں کو ملے گا بھی تو حضور علیہ السلام کے بعد ملے گا۔ کیوں کہ اس کے بعد صرف حضور کو ہی عرش کی دائیں جانب کھڑا کیا جائے گا اور حضور علیہ السلام کے علاوہ کسی کو اس مقام پر کھڑا نہ کیا جائے گا کھڑے ہونے سے مراد تشریف فرما ہونا ہے یہ مقام وسیلہ یا مقام محمود ہے مقام وسیلہ پر حضور سب کی شفاعت فرمائیں گے اور مقام محمود پر تمام اہل محشر حضور علیہ السلام کی تعریف کریں گے، اسی موقع کے لئے امام اہل سنت نے اپنے مشہور زمانہ مقطع اور ساتھ ہی مشہور عالم

مطلع میں فرمایا ہے۔

کہ جب تمام اہل محشر سرکار کی تعریف کررہے ہوں گے تو دربار رسالت کی خدمت کے قدسیوں نے اگر مجھے بھی لب کشائی کے لئے کہا ہاں رضا تم بھی کچھ کہو تو۔

"جب کہ خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا" تو میں وہی کہوں گا جو دنیا میں کہتا رہا اور میرے دل سے عشق ومحبت میں ڈوبی ہوئی آواز جب نکلی تو ساری دنیا کہتی رہی۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام



﴿۲۲﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

قیامت کے دن میں ہی تمام نبیوں سے زیادہ متبعین (امت والا) ہوں گا

(مسلم شریف)

یعنی میری امت سب سے زیادہ ہوگی نہ صرف ایک ایک نبی کی امت سے بلکہ تمام نبیوں کی تمام امتوں کی مجموعی تعداد سے بھی میری امت زیادہ ہوگی۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اہل محشر کی کل ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں صرف میری امت کی اسی صفیں ہوں گی باقی چالیس صفوں میں تمام نبیوں کی امتیں ہوں گی۔ ہر کوئی جانتا ہے جس کے غلام زیادہ ہوں اس آقا کی عظمت بھی زیادہ ہوتی ہے اسی لیے تو حضور نے اپنی شان کے سلسلہ میں یہ ارشاد فرمایا اسی سے علماء نے اس مسئلہ کا استنباط فرمایا کہ قراء میں امام عاصم اور ائمہ فقہ میں امام اعظم افضل ہیں کہ ان کے متبعین دوسروں سے زیادہ ہیں۔

اسی مضمون سے ملتی جلتی ایک حدیث کے بعد فضائل امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بیان کیے جائیں گے۔



﴿۲۳﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَوَّلُ شَفِیعٍ فِی الْجَنَّۃِ

جنت (کے بارے) میں میں سب سے پہلا شفاعت کرنیوالا ہوں گا

(رواہ مسلم عن انس)

اس کے بعد فرمایا۔ کسی نبی کی تصدیق اتنی نہ کی گئی جتنی میری کی گئی (سب سے زیادہ امت ہونے کی وجہ سے یعنی کمیت کے اعتبار سے، یا جس قسم کی تصدیق میری کی گئی کسی کی نہ کی گئی کہ میری امت مجھ پر دل و جان سے فدا ہونے والی ہے یہ معنی کیفیت کے اعتبار سے ہوگا) (اشعۃ اللمعات) فرمایا نبیوں میں بعض نبی وہ ہیں جن کی کسی نے بھی ان کی امت میں سے تصدیق نہ کی سوائے ایک کے، یہ عبارت پہلے معنی (کمیت والے) کی تائید کررہی ہے کہ دیکھو نوح علیہ السلام نے ساڑھے نوسو سال تبلیغ فرمائی صرف اسی افراد ایمان لائے جن میں آٹھ اپنے گھر کے تھے اور بہتر دوسرے، اللہ فرماتا ہے وما امن معہ الا قلیل اور حضور نے تیس سال تبلیغ فرمائی تو کیسا گلشن آباد ہوا۔

کچھ ان کے خلق نے کچھ ان کے پیار نے کر لی
مسخر ساری دنیا سیّد ابرار نے کر لی

فضائل امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) اور احادیث نبویہ

جیسے حضور علیہ السلام سارے نبیوں کے سردار ہیں آپ کی امت ساری امتوں کی سردار ہے اللہ فرماتا ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے نکالی گئی ہو اخرجت کے لفظ میں بڑی لذت ہے کہ تمہیں سپیشل بھیجا گیا ہے جیسے محفل میں مہمان خصوصی ہوتا ہے وہ عام شرکاء محفل کی طرح نہیں ہوتا تم بھی عام دوسری امتوں کی طرح نہیں ہو کیوں کہ اس امت میں آنے کے لئے تو نبیوں اور رسولوں نے تمنا کی ہے (اشعۃ اللمعات) یہ

بات ذہن نشین رہے کہ امت کے سینکڑوں فرقوں میں سے یہ فضائل صرف ناجی جماعت کے ہیں جن میں اولیاء و صلحاء آتے رہیں گے اور جن کے ساتھ رہنے کا حکم دیا گیا ہے، جن کے راستے پر چلنے کی دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے صراط الذین انعمت علیھم۔ کونوا مع الصادقین۔ جو شاخ جڑ سے کٹ جائے جلانے کے قابل ہے، جو اہل سنت سے کٹ جائے جہنم میں جانے کے قابل لہٰذا۔ اہل سنت اہل جنت۔ کیونکہ اس جماعت کے علاوہ کہیں آپ کو اولیاء کا وجود نظر نہیں آئے گا دوسروں میں منطقی۔ فلسفی ڈاکٹر۔ پروفیسر۔ انجینئر۔ مولوی تو مل جائیں گے مگر غوث اعظم۔ داتا گنج بخش۔ خواجہ غریب نواز سلطان العارفین۔ بابا فرید گنج شکر۔ مجدد الف ثانی وغیرہم علیہم الرحمۃ ملیں گے تو اہل سنت میں ہی ملیں گے۔

داتا ہجویری لاثانی مہر علی خواجہ ہند الولی میراں غوث جلی
کیسے کیسے دیے میرے محبوب نے یہ نگینے ہمیں روشنی کے لئے

ان نفوس قدسیہ کے قدموں سے نسبت قائم رہی تو میرے جیسے نکموں کی بھی بگڑی بن جائے گی کیوں کہ کشتی سے تعلق رہے تو بھاری لوہا بھی تر جاتا ہے ورنہ سوئی بھی ڈوب جاتی ہے اسی لیے تو انہی کے راستے پہ چلنے کی دعا کی جاتی ہے اور ان کی نمازوں کے ساتھ اپنی نماز کو شامل کر کے ایاک نعبد کہا جاتا ہے کہ یا اللہ ہماری اگر قبول ہونے کے قابل نہیں بھی تو میں اپنی ہی تو صرف نہیں لے کے آیا ان کے ساتھ آیا ہوں جن کی تو رد نہیں کرتا پھر اللہ یہ تو نہیں کرے گا کہ چن چن کے ان کی رکھ لے اور میری واپس کردے یہ تو ہم بھی نہیں کرتے کہ فروٹ منڈی سے فروٹ لینا ہو تو کریٹ سے اچھے اچھے چن لیں بیچنے والا کہے گا یا سارے لے یا رہنے دے اللہ کی رحمت تو ویسے ہی بخشش کے بہانے ڈھونڈتی ہے۔ رحمت حق بہانہ می جوید، بہانہ می جوید اور اس سے اچھا کیا بہانہ ہوگا۔ گرچہ من ناپاک ہستم دل بپا کاں بستہ ام۔ اگر چہ میں ناپاک ہوں مگر پاکوں کا غلام تو ہوں۔

حدیث

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ گذشتہ امتوں کی عمروں کے مقابلے میں تمہاری عمر ایسی ہے جو عصر کی نماز سے سورج ڈوبنے تک کے درمیان ہے (تمہاری عمر کم ہے تو کام بھی تھوڑا ہے) اور تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال اس

شخص کی سی ہے جو مزدوروں سے کام کرائے اور کہے کہ کون شخص ہے جو میرا کام ایک ایک قیراط (خاص رقم) پر کرے تو یہود نے دوپہر تک کام کیا اور نصاریٰ نے دوپہر سے عصر تک ایک ایک قیراط پر کام کیا اور تم نے عصر سے غروب آفتاب تک کام کیا تو تمہیں دو قیراط ملے یہود و نصاریٰ بگڑ گئے ہم کام زیادہ کریں اور مزدوری کم اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

کیا میں نے تمہارے حق میں سے کچھ کم کیا وہ بولے نہیں تو فرمایا فانه فضلی اعطیه من شئت۔ یہ میرا فضل ہے جسے چاہوں دوں۔

شمعون یہودی نے ہزار مہینے عبادت کی (بخاری) اور ہمیں فرمایا لیلة القدر خیر من الف شهر تمہاری ایک رات کی عبادت اس سے افضل ہے۔

حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں حضور نے ارشاد فرمایا میری امت میں مجھ سے بہت محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے ان میں سے ہر ایک تمنا کرے گا کہ وہ اپنے گھر بار اور مال کے عوض مجھے دیکھ لیتا۔ (مسلم) کوئی یہ نہ سمجھے کہ بعد والے لوگ صحابہ سے افضل ہو گئے کیوں کہ نوعیت محبت میں افضلیت بیان ہو رہی ہے نہ کہ کیفیت میں افضلیت۔ تمام امت ایک صحابی کی گردراہ کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔

حدیث

حضور علیہ السلام نے صحابہ سے پوچھا تم بہتر ایمان والا کس کو سمجھتے ہو؟ عرض کیا فرشتوں کو فرمایا وہ کیوں نہ ایمان لائیں گے حالانکہ اپنے رب کے پاس رہتے ہیں؟ عرض کیا نبیوں کو فرمایا وہ بھلا کیوں نہ ایمان لائیں؟ ان پر تو وحی اترتی ہے۔ عرض کیا پھر ہم ہوں گے فرمایا تم کیوں نہ ایمان لاؤ گے کہ میں تمہارے درمیان میں ہوں (عرض کیا آپ ہی فرمائیں) فرمایا مجھے سب سے پیارا ایمان ان کا ہے جو میرے بعد ہوں گے (بن دیکھے مانیں گے اور) کتاب پر ایمان لائیں گے۔ (مشکوٰۃ)

حدیث

فرمایا اس امت کے آخر میں ایک ایسی قوم ہو گی جن کو پہلوں کا سا ثواب ملے گا وہ

بھلائی کا حکم دیں گے برائی سے روکیں گے۔ (مشکوٰۃ)

حدیث

طوبی لمن رانی و طوبی سبع مرات لمن لم یرانی و امن بی. (رواہ احمد)

خوشخبری ہے اس کے لئے جس نے مجھے دیکھا اور سات بار خوشخبری اس کے لیے جو بن دیکھے مجھ پر ایمان لایا۔

نکات: فضائل امت محمدیہ

- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے ساری عمر عبادت کی اور اس کے صلہ کے لئے دعا کی فاکتبنا مع الشاھدین (ال عمران ۵۳) اے اللہ! ہمارا نام شاہدین (حضور کے امتیوں) میں لکھ لے۔
- حضور علیہ السلام نے وضو اچھے طریقے سے کرنے کا حکم دیا فرمایا میری امت کی خصوصیت ہے کہ اعضائے وضو سے پہچانی جائے گی لوگ کہیں گے یہ خوش نصیب آخری نبی کے امتی ہیں جن کے اعضا چمک رہے ہیں۔

تبلغ الحلیلة من المومن حیث یبلغ الوضوء.

جو اعضاء وضو میں تر ہوں گے ان پہ زیورات پہنائے جائیں گے۔

- حضرت موسیٰ علیہ السلام چند دنوں کے لئے طور پر گئے پیچھے امت باتخا کم العجل بچھڑے کی پوجا کرنے لگی حضور علیہ السلام کو وصال فرمائے صدیاں گذر گئیں امت آج بھی یارسول اللہ کے نعرے لگا رہی ہے۔

ہزاروں سال بھی ہو جائیں فرمایا مجھے اپنی امت سے شرک کا کوئی خطرہ نہیں۔ (بخاری)

- اُن کو بھوک لگی من وسلویٰ دیا۔ دھوپ لگی بادل کا سائبان دیا۔ پیاس لگی پتھر سے چشمے جاری کیے دریا کو عبور کرنے کے لئے پانی سے راستہ بنا دیا مگر جہاد کا کہا۔

تو بولی قوم اے موسیٰ ہمیں آرام کرنے دے
خدا کی نعمتیں ملتی ہیں ان سے پیٹ بھرنے دے

فاذهب انت و ربک فقاتلا انا ههنا قاعدون (القران) یعنی اے موسیٰ! تو ہر دفعہ دعا کرتا ہے اللہ نعمت دے دیتا ہے جنگ کے لئے بھی دعا کر فتح ہو جائے گی ورنہ اللہ کو لے جا اس کو تو موت نہیں آئے گی جو اس سے لڑے گا مر جائے گا جب شہر فتح ہو جائے تو پھر فکر نہ کرنا ہم تمہارے ساتھ ہی ہیں فان یخرجوا منها فانا داخلون ۔ ادھر بدر میں بھوکے پیاسے صحابہ نے کہا جب روٹی نہیں ملتی تو تمہارا نبی کہتا ہے روزہ رکھو بستر نہ ملے کہتا ہے نماز پڑھو فرمایا انہوں نے سچ کہا ہے بھوکے رہو تو روزہ، کھالو تو عید، بچ جاؤ تو غازی مر جاؤ تو شہید۔ آپ نے فرمایا مسلمان کا ہر کام خیر ہی خیر ہے نعمت ملے تو شکر کرتا ہے یہ بھی ثواب، تکلیف آئے تو صبر کرتا ہے یہ بھی ثواب ہے۔

❁ پہلوں نے عبادت کرنی ہوتی تو مخصوص جگہ بھی کرنا لازمی تھا ورنہ نا مقبول، حضور علیہ السلام کی امت کو فرمایا ساری زمین کو تمہارے لیے مسجد بنا دیا ہے جہاں کرو قبول ہی قبول ہے۔

❁ ان کا کپڑا یا جسم ناپاک ہوتا تو اتنا حصہ کاٹنا پڑتا ہمیں فرمایا و انزلنا من السماء ماء طهورا پانی ہر قسم کی پلیدی کو پاک کر دیتا ہے۔

❁ وہ رات کو گناہ کرتے تو صبح دروازوں پہ لکھا ہوتا فلاں بندے نے رات فلاں گناہ کیا ہے اس امت کے گناہوں کو یہاں بھی چھپایا اور قیامت کو بھی چھپایا جائے گا ۔

خیر الامم کی دھوم ہے دونوں جہان میں
مانا گیا حضور کو ہی سربراہِ خیر

❁ قیامت کو ہر امت اپنے نبی کی گواہ بنا کر جب لائی جائے گی تو وہ انکار کر دے گی ما جاءنا من بشیر و لا نذیر پھر حضور کی امت کو لایا جائے گا یہ گواہی دے گی نبیوں کی تصدیق کریں گے معلوم ہوا ہم جیسے بھی ہیں مگر انکار نہیں کریں گے، اس لیے ہر نبی سے پوچھا جائے گا قوم نے کیا جواب دیا حضور سے نہیں پوچھا جائے گا۔

❁ کسی نبی نے اپنی امت کے بارے یہ نہیں فرمایا کہ میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک ایک امتی بھی جہنم میں ہو گا یہ اعزاز بھی صرف اس امت کو حاصل ہے حالانکہ ترقی کا دور ہے جتنے پہلے لوگ گناہ کرتے تھے وہ بھی بتمام و کمال ہم میں ہیں اور

اس کے علاوہ بھی مگر پھر بھی فرمایا تم بہت اچھے ہو کہ میرے حبیب کے امتی ہو جب خدا کو ان کا حیا ہے تو ہمیں بھی حیا آنی چاہیے۔

❁ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدار کا مطالبہ کیا حکم ہوا لن ترانی تو نہیں دیکھ سکتا آپ نے قوم کو بتایا تو کہنے لگے لن نؤمن لک حتی نری اللہ جهرة یعنی پھر ہمیں دکھا دے اگر تو نہیں دیکھ سکتا، حضور نے ایک تجلی نہیں سب کچھ دیکھا لیکن ابو بکر سے لے کر بلال تک کسی نے نہ کہا ہمیں بھی دکھاؤ بلکہ امنا و صدقنا حضور! آپ نے دیکھا تو ہم نے دیکھ لیا ۔ یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔

❁ ہر امت کو اپنے نبی کا کلمہ عطا ہوا کسی کو موسیٰ کلیم اللہ کسی کو عیسیٰ روح اللہ مگر جو کلمہ عرش پہ لکھا ہے وہ اس امت کے نبی کا کلمہ ہے ہر امت نے اپنے نبی کا کلمہ پڑھا ہر نبی نے ہمارے حضور کا کلمہ پڑھا۔

❁ دوسروں نے اپنے اپنے دین اور عبادت کے دن خود پسند کیے یہود نے ہفتہ نصاریٰ نے اتوار ہمیں دین دیا تو و رضیت لکم الاسلام دینا اور عبادت کے لئے جمعہ کا دن بھی خود چُن کر دیا کیوں کہ یہ محبوب کی امت ہے اور محبوب امت ہے اس لیے کہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے اسی لیے آخر میں دنیا کے اندر بھیجا تا کہ تھوڑا عرصہ قبروں میں رہنا پڑے اور پہلے جنت میں جائے تا کہ محشر کی گرمی کم از کم برداشت کرنی پڑے۔ پہلوں کے گناہ ان کے سامنے بیان کر دیے اور ان کے گناہ کسی کے سامنے بیان نہ کرنے کے لئے ان کو آخر میں بھیج دیا ۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری

اچھے اُن کے ہیں تو اے کیفؔ بُرے کس کے ہیں؟
اپنے محبوب کو امت ہے پیاری ساری

❁ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے معراج کی رات حضور سے کہا اپنی امت کو میرا اسلام کہنا۔ اقرء امتک السلام اور کہا اپنی امت سے کہنا جنت کی زمین بڑی پیاری ہے اس کا مالک بننا ہو تو سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر پڑھا کرے (مشکوٰۃ باب فضل التسبیح) یہ ابراہیم علیہ السلام کا عطا کیا ہوا اس امت کو تبرک ہے ان کو پتا تھا تبرک بڑے شوق سے لیتے ہیں۔

- رات کو زکوٰۃ دینا کیوں نا مناسب فرمایا اس لیے کہ ہر کوئی کہتا میں تو غوث پاک کی اولاد کو دوں گا غریب غیر سید امتی بھوکے مرجاتے فرمایا میرا خاندان کنگال ہوتا ہے تو ہونے دو امت کی غربت نہیں دیکھ سکتا پھر سید کو زکوٰۃ لینا اگر چہ حرام ہے لیکن اگر صاحب نصاب ہے تو دینا فرض ہے تا کہ امت کا بھلا ہو۔ رسول اللہ پہ نہ لینا جائز نہ دینا فرض اس لیے کہ زکوٰۃ تو سال کے بعد فرض ہوتی ہے اور یہاں تو ایک رات بھی مال پڑا رہے تو گھر نہیں جاتے مسجد نبوی میں سو جاتے ہیں اور وفات کے وقت بار بار پوچھتے ہیں فلاں رقم کسی شخص کو دے دی ہے کہ نہیں میں اس حالت میں رب کو نہیں ملنا چاہتا کہ میرے گھر میں دنیا کا مال پڑا ہوا ہو اور اس لیے بھی کہ دیں تو کس کو دیں کہ ساری دنیا تو آپ کی زرخرید غلام ہے اور غلام پہ زکوٰۃ لگتی ہی نہیں۔
- بچہ شرارت کرے سزا دینی ہو تو موقع پر دی جاتی ہے۔ معاف کرنا ہو تو کہتے ہیں اچھا جا، جا کر سو جا صبح اُٹھے گا تو تیرا علاج کروں گا یوں تو نہیں کہتے کہ اچھا جا عیش کر، کیوں کہ اس کے بعد سزا کا جواز ہی نہیں بنتا اللہ نے ہر امت کو موقع پہ پکڑا قرآن پاک میں کتنی ہی امتوں کی تباہی کا ذکر ہے مگر ہماری باری آئی تو فرمایا قبروں میں سو جاؤ محشر میں نبٹوں گا۔ بلا تشبیہ باپ ناراض ہو جائے تو چچا تایا کو لے جائیں تو غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے اگر اکیلا آتا تو تیرا علاج کرتا۔ ہم کوئی قیامت کو اکیلے جائیں گے دامنِ مصطفیٰ تھام کے جائیں گے اللہ فرمائے گا اکیلے آتے تو تمہارا علاج کرتا۔
- ایک تفسیر کے مطابق انا اعطینک الکوثر میں کوثر سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت ہے کیوں کہ کثرت تعداد اور گنتی وشمار کے لحاظ سے، نیز شرف و فضیلت کے اعتبار سے کوئی امت اس کے برابر نہیں۔ اسی امت کے اتفاق واجماع کو اللہ تعالیٰ نے حجت قاطع اور دلیل ساطع بنایا ہے قرآن مجید میں فرمایا گیا ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی و یتبع غیر سبیل المؤمنین الخ اور حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے لا تجتمع امتی علی الضلالة۔ آیت وحدیث کا منادیہی ہے کہ امت کا اجماع حجت شرعیہ ہے اور اس کی مخالفت جہنم میں جانے کا باعث ہے۔

- اسی امت کو ایک نیکی پر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ ثواب ملتا ہے من جاء بالحسنة فله عشر امثالها اور والله یضعف لمن یشاء.
- رمضان کے مہینے میں نیکی کئی گنا زیادہ بن جاتی ہے نفل فرض کے برابر، فرض ستر فرضوں کے برابر۔ رمضان ولیلۃ القدر بھی اسی امت کو عطا ہوئی۔
- اس امت کی بھول چُوک کو معاف کیا گیا اور اکراہ کی حالت میں بڑے سے بڑا گناہ بھی معاف فرما دیا۔
- دنیا میں عظمت وعزت کا یہ عالم کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ان میں سے ایک ہوں گے اور حضرت امام مہدی علیہ السلام کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔
- جس طرح اس امت کے آقا علیہ السلام سے پہلے کوئی نبی جنت میں نہ جائے گا اسی طرح اس امت سے پہلے کوئی امت جنت میں نہ جائے گی۔
- اس امت کی توبہ پر نہ صرف گناہ معاف ہوتے ہیں بلکہ گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرمادیا جاتا ہے فاولئک یبدل الله سیاتهم حسنات (الفرقان)

تورات میں امت محمدیہ کے تذکرے

وعن کعب یحکی عن التورٰة قال نجد مکتوبا محمد رسول الله عبدی المختار لا فظ ولا غلیظ ولا سخاب فی الاسواق ولا یجزی بالسیئة السیئة ولکن یعفو و یغفر مولده بمکه و هجرتهٔ بطیبة و ملکه بالشام و امته الحمادون یحمدون الله فی السراء والضراء و یحمدون الله فی کل منزلة و یکبرونه علی کل شرف رعاة للشمس یصلون الصلوة اذا جاء و قتها یتأزرون علی انصافهم و یتوضؤن علی اطرافهم منادیهم ینادی فی جو السمأ صفهم فی القتال و صفهم فی الصلوٰة سواء لهم با للیل دویّ

كدوى النحل۔ (مشکوٰۃ ص ۵۱۴)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے تورات میں لکھا ہوا پایا محمد اللہ کے رسول ہیں میرے پسندیدہ بندے ہیں نہ سخت دل نہ سخت زبان، نہ بازاروں میں شور مچانے والے، نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے بلکہ معاف کر دیتے ہیں۔ اور بخش دیتے ہیں ان کی جائے ولادت مکہ اور جائے ہجرت طیبہ (مدینہ) ہوگی ان کی حکومت شام میں (بھی) ہوگی ان کے امتی بہت زیادہ حمد کرنے والے آرام و تکلیف میں اللہ کی حمد کریں گے ہر جگہ حمد الٰہی بجا لائیں گے ہر بلندی پر اللہ کی تکبیر کہیں گے سورج کی رعایت کرنے والے (اوقات نماز کا تعین سورج کے ذریعے جب نماز کا وقت آئے تو نماز پڑھیں گے) تہبند ٹخنوں سے اوپر رکھیں گے اور اعضائے وضو کو دھوئیں گے ان کے مؤذن آسمانوں کی فضاؤں میں نام خدا بلند کریں گے ان کی صف جہاد و نماز میں برابر ہوگی (جہاد بھی قیامت تک جاری رکھیں گے نماز بھی یا جس شوق سے نماز پڑھیں گے اسی شوق سے جہاد کریں گے) رات میں ان کی گنگناہٹ شہد کی مکھیوں کی بھنکار کی طرح ہوگی (تہجد میں رونے کی آواز)۔

امت محمدیہ علی صاحبھا السلام کے فضائل اتنے ہیں کہ ختم ہونے کو نہیں آتے اب آخر میں ایک ایمان افروز مکالمہ پر اس باب کو ختم کرتے ہیں یہ مکالمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہوا آپ بھی ملاحظہ فرمائیں اور اپنی قسمت پہ ناز کریں کہ نبی جس کیلئے اللہ سے دعا کرتے رہے اللہ نے وہ نعمت ہمیں بغیر دعاؤں کے عطا فرما دی جس پر اس کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

ایک ایمان افروز مکالمہ

(الف) تورات کے بہت بڑے عالم حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

ان الله لما قرب موسى نجيا، قال: رب انى اجد في التوراة امة، خير امة اخرجت للناس، يامرون بالمعروف و ينهون عن المنكر و يومنون بالله، فاجعهلم امتى، قال: تلك امة

احمد صلى الله عليه وسلم.

"جب اللہ تعالیٰ نے کلام فرمانے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قرب خاص عطا فرمایا تو انہوں نے عرض کی اے میرے رب! تورات میں ایک امت کا ذکر موجود ہے جس کے بارے میں بتایا گیا ہے وہ تمام امتوں سے افضل ہوگی اس کے افراد نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے اور اللہ تعالیٰ پر یقین رکھیں گے۔" یا اللہ! یہ میری امت بنا دے!" اللہ پاک کی طرف سے جواب ملا: اے موسیٰ! یہ احمد ﷺ کی امت ہے"۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی:

انى اجد في التوراة امة هم الا خرون من الامم السابقون يوم القيامة، فاجعلهم امتى، قال: تلك امة احمد صلى الله عليه وسلم.

"یا اللہ! میں تورات میں ایک امت کے بارے میں یہ لکھا ہوا دیکھتا ہوں کہ وہ سب امتوں کے بعد آئے گی اور قیامت کے روز سب پر سبقت لے جائے گی اے رب کریم! یہ میری امت بنا دے"۔

ارشاد ہوا "اے موسیٰ! یہ احمد ﷺ کی امت ہے"۔

موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کی۔

رب انى اجد في التوراة امة انا جيلهم في صدورهم، يقرأونها و كان من قبلهم يقرأون كتبهم نظرا ولا يحفظونها فاجعلهم امتى، قال: تلك امة احمد صلى الله عليه وسلم.

"اے رب کریم! تورات میں ہے کہ ایک امت ہوگی ان کی انجیل (یعنی قرآن) ان کے سینوں میں ہوگی وہ اسے زبانی پڑھیں گے پہلے لوگوں کو اپنی سماوی کتابیں زبانی یاد نہیں ہوتی تھیں وہ انہیں دیکھ کر پڑھتے تھے۔ عرض کیا: یا اللہ! یہ میری امت بنا دے۔ حکم ہوا اے موسیٰ! یہ بھی احمد ﷺ کی امت ہے"۔

عرض کی

انی اجد في التوراة امة يؤمنون بالكتاب الاول والاخر. و يقاتلون رؤس الضلالة حتى يقاتلوا الاعور الكذاب. فاجعهلم امتی، قال: تلك امة احمد صلى الله عليه وسلم.

"اے میرے مولیٰ! تورات میں ہے ایک امت پہلے اور بعد میں نازل ہونے والی تمام کتابوں پر ایمان لائے گی اور جو لوگ گمراہوں کے سرغنہ ہیں ان سے جہاد کرے گی یہاں تک کہ سب سے آخر میں جھوٹے کانے دجال سے نبرد آزما ہوگی یہ میری امت بنادے۔ جواب ملا! یہ احمد ﷺ کی امت ہے"۔

قال: رب انی اجد في التوراة امة ياكلون صدقاتهم في بطونهم و كان من قبلهم اذا اخرج صدقته بعث الله عليها نارا فاكلتها. فان لم تقبل لم تقربها النار، فاجعلهم امتی، قال: تلك امة احمد صلى الله عليه وسلم

حضرت موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب! تورات میں ہے ایک امت ہوگی جو اپنے صدقات خود کھالیا کرے حالانکہ پہلی امتوں کے لوگ جب صدقہ نکالتے تو اللہ تعالیٰ ایک آگ بھیجتے تھے جو اسے بھسم کردیتی تھی اگر وہ صدقہ قبول نہ ہوتا تو آگ اسے چھوتی بھی نہیں تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اسے میری امت بنا دے ارشاد ہوا: یہ احمد ﷺ کی امت ہے۔

قال: رب، انی اجد في التوراة امة اذاهم احدهم بسيئة لم تكتب عليه فان عملها كتبت عليه سيئة واحدة و اذاهم احد هم بحسنة و لم يعملها كتبت له حسنة، فان عملها، كتبت عشر حسنات الى مائة ضعف فاجعهلم امتی، قال: تلك امة احمد صلى الله عليه وسلم.

عرض کی: "اے میرے رب کریم! تورات میں ایک امت کے بارے میں ہے کہ جب اس کا کوئی فرد گناہ کا ارادہ کرے گا تو کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا اور اگر کرے گا تو صرف ایک گناہ لکھا جائے گا۔ اور جب کوئی شخص نیکی کا ارادہ کرے گا لیکن اسے کرے گا نہیں تو پھر بھی صرف ارادہ کرنے پر اسے ایک نیکی کا ثواب عطا کردیا جائے گا اور اگر اس نیک ارادے کو عملی جامہ پہنا لے گا تو اسے دس سے لے کر سو گنا تک اجر دیا جائے گا یا اللہ! یہ میری امت بنادے۔ حکم ہوا اے موسیٰ! یہ بھی میرے احمد ﷺ کی امت ہے"۔

قال: رب انی اجد في التوراة امة هم المستجيبون والمستجاب لهم فاجعلهم امتی قال: تلك امة احمد صلى الله عليه وسلم.

عرض کیا: "اے میرے پروردگار! تورات میں ہے کہ ایک امت قبولیت کے درجے پر فائز ہوگی اور اس کی دعائیں بھی قبول کی جائیں گی یہ میری امت بنادے پیغام ملا: یہ بھی میرے احمد ﷺ کی امت ہے"۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے احمد مختار ﷺ کی امت کے یہ فضائل دیکھے تو حیران رہ گئے سوچا جن کی امت کی یہ شان ہے خود ان کی کیا شان ہوگی اسی وقت ان کے دل میں ایک خواہش پیدا ہوئی جو دعا کی صورت میں ہونٹوں پر مچل گئی بارگاہ خداوندی میں عرض کی:

"اے میرے مولیٰ! اگر احمد مختار ﷺ کی امت کی یہ قدر و قیمت ہے تو فاجعلنی من امة احمد مجھے بھی نبی احمد ﷺ کی امت میں شامل کردے۔

فاعطى عند ذالك خصلتين فقال تعالى: ياموسى انى اصطفيتك على الناس برسالاتی و بكلامی فخذ ما آتيتك و كن من الشاكرين قال قد رضيت يا رب.

(دلائل النبوۃ لابی نعیم، ۳۰-۳۱) (دلائل النبوۃ للبیہقی، ۱، ۳۷۹-۳۸۰) (الخصائص الکبریٰ، ۱:۱۱)

"اس وقت موسیٰ علیہ السلام کو اس دعا کی برکت سے دو شانیں عطا کی گئیں:

حکم ہوا: اے موسیٰ! ہم نے تجھے اپنی رسالت اور اپنے ساتھ کلام کے لئے چن لیا لہٰذا جو کچھ تمہیں دیا ہے وہ لے لو اور شکر ادا کرو۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی! اے میرے رب! میں راضی ہوں''۔

تنبیہہ اور بشارت

(ب) حضور نبی کریم ﷺ کا سلسلہ نسب معد بن عدنان تک پہنچتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں معد کی اولاد اپنی کثرت کے باعث غلبہ واقتدار کی علامت سمجھی جاتی تھی یہ لوگ اس ماحول اور اس دور کے خاص اثرات کے تحت کسی مقام پر بھی اپنی قوت کے مظاہرے سے نہیں گھبراتے تھے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو بھی معاف نہ کیا اور یہاں بھی لوٹ کھسوٹ کا سلسلہ شروع کر دیا جو موسیٰ علیہ السلام کو اچھا نہ لگا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے لئے بددعا کی:

فاوحی اللّٰہ الیہ لا تدع علیھم فان منھم النبی الامی النذیر البشیر و منھم الامۃ المرحومۃ امۃ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم الذین یرضون من اللّٰہ بالیسیر من الرزق و یرضی اللّٰہ منھم بالقلیل من العمل فیدخلھم الجنۃ یقول لا الہ الا اللّٰہ نبیھم محمد بن عبد اللّٰہ بن عبدالمطلب المتواضع فی ھیبۃ المجتمع لہ اللب في سکوتہ ینطق بالحکمۃ و یستعمل الحلم۔ (الخصائص الکبریٰ،۱:۹-۱۰)

''اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ اے موسیٰ! اس خاندان پر بددعا نہ کر کیوں کہ اسی خاندان سے نبی امی بشیر ونذیر پیدا ہوں گے اور ان ہی سے رحمتِ خداوندی میں ڈوبی وہ امت جنم لے گی جو میرے محمد ﷺ کی امت ہوگی اس امت کے قناعت پسند لوگ تھوڑے سے رزق پر اللہ تعالیٰ سے راضی ہو جایا کریں گے اور اللہ تعالیٰ بھی ان کے تھوڑے سے عمل پر راضی ہو جایا کرے گا۔ انہیں لا الٰہ الا اللّٰہ پڑھ لینے کی بدولت جنت میں داخل کرے گا۔ ان کے نبی محمد ﷺ بن عبداللہ بن

عبدالمطلب ہوں گے جو اپنی جلالتِ شان کے باوجود نہایت متواضع ہوں گے فہم و فراست کی ساری قدریں ان کے سکوت میں جمع ہوں گی حکمت آمیز باتیں کریں گے اور بہت ہی حلیم و بردبار ہوں گے۔



﴿۲۴﴾

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

اَنَا اَوَّلُ مَنْ یَّقْرَعُ بَابَ الْجَنَّۃِ

میں ہی سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا

(رواہ مسلم)

دروازہ کھٹکھٹانے سے یہی مراد ہے کہ میں دروازہ کھلواؤں گا۔ جنت کے دروازے پر حضور علیہ السلام کی آمد سے پہلے نبیوں اور امتیوں کا ایک میلہ لگا ہوگا مگر دروازہ بند ہوگا کسی میں اس کو کھٹکھٹانے کی بھی ہمت نہ ہوگی کیونکہ یہ اعزاز بھی ہمارے آقا کا ہی حصہ ہے حضور علیہ السلام کی آمد کا انتظار ہو رہا ہوگا آپ کے آنے پر دھوم مچ جائے گی اور کہنے والا سب کو متوجہ کر کے کہے گا

؎ بُن ہو گیا کم سُخالا اے   اوہ آ گیا کملی والا اے

آپ دروازہ کھلوائیں گے پہلے خود تشریف لے جائیں گے پھر دوسرے انبیاء کرام پھر حضور کی امت پھر دوسرے انبیاء کرام کی امتیں داخل ہوں گی۔ دروازہ حضور سے کھلوانے میں راز یہ ہے کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے اتفاقاً حضور علیہ السلام نے کھلوایا ہے اگر کوئی اور نبی بھی کھلواتے تو کھل جاتا آپ نے خود وضاحت فرمادی کہ فرشتہ کہے گا بک امرت ان لا افتح لاحد من قبلک مجھے یہی حکم ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں (مسلم شریف) گویا انا فتحنا لک فتحا مبینا کا ظہور ہو رہا ہے باب شفاعت ہو یا باب جنت ہو، باب مغفرت ہو یا باب رحمت ہو دروازہ حضور کے کرم سے ہی کھل رہا ہے۔

؎ تم سے جہاں کا وجود تم سے کھُلا بابِ جُود
تم سے ملا جو ملا تم پہ کروڑوں دُرود

﴿۲۵﴾

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ

میں ہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عبداللہ کا بیٹا، عبدالمطلب کا پوتا ہوں

(ترمذی)

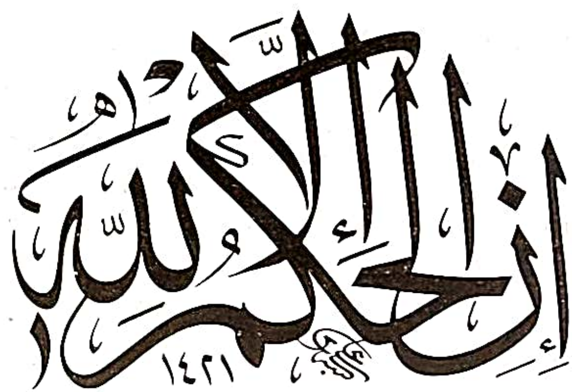
یہ ارشاد حضور علیہ السلام نے برسر منبر بہت سارے صحابہ کرام کے سامنے فرمایا۔ جب کچھ بد باطن منافقین نے حضور علیہ السلام کے نسب مبارک پہ طعن کیا جیسے آج عیسائی کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام حضرت ہاجرہ کی نسل سے ہیں اور حضرت ہاجرہ بی بی سارہ کو لونڈی کے طور پر ملی تھیں لہٰذا حضور علیہ السلام لونڈی کی اولاد سے ہیں (معاذ اللہ) یا بعض نام نہاد مسلمان سرکار دو عالم علیہ السلام کے والدین کے بارے مسلمان نہ ہونے کی بحث کرتے ہیں ان سب کا منہ اللہ نے نبی کے اس ایک جملے سے بند کر دیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے چچا روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے منافقین کی طرف سے حضور علیہ السلام کے نسب کے بارے طعن سُنی جس کا ان کو بہت صدمہ ہوا اور حضور علیہ السلام سے اس کی شکایت کی۔ آپ منبر پر جلوہ گر ہوئے صرف حضرت عباس کو جواب بتانے کی بجائے پورے مجمع صحابہ کو بتا دیا تا کہ آئندہ کوئی ایسی جرأت کرے تو ہر غلام اینٹ کا جواب پتھر سے دے کر اس کا منہ توڑ سکے آپ نے مجمع سے پوچھا من انا میں کون ہوں؟ فقالوا انت رسول اللّٰہ انہوں نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ کا بیٹا اور عبدالمطلب کا پوتا ہوں۔ بیشک اللہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے ان میں سے اچھوں میں بنایا (عربوں میں) پھر ان اچھوں کی دو جماعتیں بنائیں تو مجھے اچھی جماعت میں بنایا پھر ان اچھوں کے کئی قبیلے بنائے تو مجھے سب سے اچھے قبیلے (قریش) میں پیدا فرمایا پھر اُن اچھوں کے کئی گھر بنائے تو مجھے سب سے اچھے گھر (بنی ہاشم) میں پیدا فرمایا۔ اعلیٰحضرت امام اہلسنت فرماتے

ہیں۔

سارے اچھوں میں اچھا سمجھیے جسے
ہے اس اچھے سے اچھا ہمارا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)
سارے اونچوں سے اونچا سمجھیے جسے
ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

اس میں ایک اور بھی لطیف اشارہ موجود ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنی عظمت و شان کے بیان میں یہ ارشاد فرمایا اگر حضور کے آباؤ اجداد بالخصوص حضرت عبداللہ اور عبدالمطلب (خاکم بدہن) موحد نہ ہوتے تو ان کا نام لے کر عظمت بیان کرنے کا کوئی تک نہیں بنتا کیوں کہ کافر و مشرک تو ناپاک ہوتا ہے تو کوئی بندہ اپنی شان بیان کرتے ہوئے یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اس پلید کا بیٹا یا پوتا ہوں کیوں کہ یہ عظمت و شان نہیں بلکہ اپنی تذلیل ہے تو ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام نے جہاں اپنا تعارف کروایا وہاں حضرت عبداللہ و عبدالمطلب کی ذات سے کفر و شرک کا بھی رد فرما دیا اور ان کے موحد ہونے کا اعلان فرما دیا۔



﴿۲۶﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا خَیْرُھُمْ نَفْسًا وَّ خَیْرُھُمْ بَیْتًا

میں ہی ان سب میں اچھی ذات والا اور اچھے گھر والا ہوں

(رواہ الترمذی)

یہ ارشاد گرامی گذشتہ فرمان نبوی کے تحت بیان ہونے والی حدیث مبارکہ کا آخری جملہ ہے جس میں حضور علیہ السلام نے اپنی ذات کے حوالے سے دو شرافتوں کا بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ذاتی شرافت بھی عطا فرمائی اور خارجی و بیرونی شرافت بھی بخشی۔ قرآن مجید کی آیۂ مبارکہ لقد جآء کم رسول من انفسکم میں ایک قرأت انفسکم میں ف کے فتح کی بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائے جو سب سے زیادہ نفیس اور شریف ہیں۔

یہ بات پیش نظر رہنی چاہیئے کہ انبیاء کرام ہمیشہ اعلیٰ نسب اور اونچے خاندانوں میں ہی جلوہ گر ہوتے ہیں جیسا کہ بخاری شریف میں ہرقل والی حدیث کے الفاظ میں وکذلک الرسل تبعث فی نسب قومھا (ج ۱ ص ۴) اسی طرح انبیاء کرام بہترین شکل بہترین اخلاق اور عمدہ آواز والے ہوتے ہیں کیوں کہ نبوت صرف اللہ کے فضل سے ملتی ہے اس میں کسب کو یا کسی اور شرف کو دخل نہیں لیکن جس کو اللہ تعالیٰ نبی بناتا ہے اس کو ہر شرف بھی عطا فرماتا ہے تاکہ کوئی کسی لحاظ سے بھی نبی سے بہتر ہونے کا دعویٰ کر ہی نہ سکے۔

﴿۲۷﴾

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

اَنَا ھُوَ

میں وہی ہوں

(رواہ الترمذی)

یہ الفاظ ایک حدیث کے آخری الفاظ ہیں جس حدیث میں حضور علیہ السلام نے اپنی امت کو حکم دیا کہ میرے لیے اللہ سے "وسیلہ" مانگا کرو حالانکہ مقام وسیلہ نہ صرف یہ کہ حضور علیہ السلام کے لئے بنایا گیا ہے بلکہ نامزد کر دیا گیا ہے کہ یہ مقام صرف حضور ہی کے لئے ہے جیسے مقام محمود حضور علیہ السلام ہی کے لئے ہے پھر امت کو کیوں فرمایا کہ میرے لیے وسیلہ کی دعا مانگا کرو۔ صرف اس لیے کہ ہم حضور علیہ السلام کے لئے دعائیں کریں گے تو ساتھ ساتھ ہمارا اپنا کام بھی بنتا رہے گا کیوں کہ جو کریم و لجپال ہوتے ہیں ان کو دعائیں دینا بھی بھیک مانگنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے جیسا کہ ایک اور حدیث باب الاذان میں اس معنی کی تائید کرتی ہے جس میں فرمایا کہ تم میرے لیے وسیلے کی دعا مانگو گے تو جنت کے حق دار بن جاؤ گے۔ حالانکہ ہوسکتا ہے اپنے لیے ہم دعا مانگ کر جنت کے حق دار نہ بن سکیں گے مگر حضور علیہ السلام کے لیے امتی دعا کرتا ہے تو خود جنت کا حق دار ہو جاتا ہے دعا اُن کے لئے جنت اپنے لیے۔ اس سے سستا سودا دنیا و آخرت میں کوئی ہوسکتا ہے؟

قلب کی صورت غنچہ بستہ اس کو کرم سے کر دو شگفتہ
دے گا دعائیں حافظِ خستہ صلی اللہ علیہ وسلم

عرض کیا گیا حضور وسیلہ کیا ہے فرمایا جنت میں سب سے اونچا درجہ ہے جو صرف ایک بندے کو ہی ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ انا ھو میں ہی ہوں گا۔

یہاں پہ ارجــــوا فرمانا کہ مجھے امید ہے بے یقینی یا بے علمی کے لئے نہیں ہے بلکہ

عاجزی و تواضع کے لئے ہے اور کریموں کی امید بھی یقینی ہوا کرتی ہے کریم ایسا نہیں کرتے کہ کسی کو امید دلا کے پھر کہیں میں نے تو ایسے ہی کہا تھا یا میرا مطلب یہ تھا یعنی کہ، چونکہ، چنانچہ۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فرماتے ہیں۔

مجرم بلائے آئے ہیں جَـاءُوْکَ ہے گواہ
پھر رَد ہو؟ کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

کہ اللہ تعالیٰ مجرموں کو خود امید دلاتا ہے کہ اگر اپنی جانوں پہ ظلم کرلو تو جَـــآءُ وْکَ اے میرے محبوب! تیرے پاس آجائیں فـاسـتـغـفـروا اللّٰـه پس اللہ سے معافی چاہیں واستغفر لھم الرسول پھر رسول بھی ان کے لئے معافی کی سفارش کرے لـوجدوا اللّٰہ توابا رحیما توبہ بھی قبول اور رحمت کے بھی حق دار۔

تو یہ کیسے ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اتنی بڑی امید دلا کر جب مجرم اس کے محبوب کے دربار میں حاضر ہوں تو ان کی دعا رد کردے الکریم اذا وعدوفی کریم کیا ہوا وعدہ پورا کرتا ہے وعدہ پورا ہو رہا ہے یہی تو وجہ ہے جو جاتا ہے کریم سے جھولی بھرا کے آتا ہے، گناہ بخشوا کے آتا ہے

لب واہ ہیں آنکھیں بندھیں پھیلی ہیں جھولیاں
کتنے مزے کی بھیک تیرے پاک در کی ہے

❀❀❀❀❀

یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم

﴿۲۸﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا مُحَمَّدٌ وَ اَنَا اَحْمَدُ

میں ہی محمد ہوں اور میں ہی احمد ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم)

(متفق علیہ)

قرطاس کے چہرے پہ اِک لفظ لکھا میں نے
اس لفظ کی خوشبو سے ہر چیز مقدس ہے
ہر چیز منور ہے ہر چیز مکمل ہے
وہ لفظ محمد ﷺ ہے وہ لفظ محمد ﷺ ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی میں سے چار نام ''حمد'' سے مشتق ہیں۔ محمد۔ احمد۔ حامد و محمود۔ ''محمد'' التحمید مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جس میں مبالغہ کے معنی پائے جاتے ہیں یہ سرکار کا ذاتی نام ہے جیسے لفظ اللہ ہمارے خالق و مالک کا ذاتی نام ہے باقی سب صفاتی ہیں بعض علماء کے مطابق حضور علیہ السلام کے دو ذاتی نام ہیں زمین پہ محمد اور آسمان پہ احمد۔ یہی وجہ ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام آسمانی الاصل اور زیادہ عرصہ آسمانوں پہ رہنے والے ہیں اس لیے انہوں نے بنی اسرائیل کو حضور علیہ السلام کا تعارف احمد نام سے کرایا اور آپ کی آمد کی بشارت سُنائی و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد (القرآن) قرآن مجید میں محمد نام چار جگہ اور احمد ایک جگہ آیا ہے۔ کلمہ طیبہ جو دین کی بنیاد ہے اس کے پہلے جز میں اسم جلالت ہے جو بمنزلہ دعویٰ ہے اور الوہیت و معبودیت کے مضمون پر مشتمل ہے اور دوسرے جز میں اسم محمد ہے جو بمنزلہ دلیل ہے اور نبوت و رسالت کے مضمون پر مشتمل ہے اور عجیب بات ہے کہ اللہ محمد (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کلمہ میں اس طرح جُڑے ہوئے ہیں کہ درمیان میں واؤ کا فاصلہ بھی نہیں ہے بس لفظ اللہ کی ھا ختم ہوتی ہے تو اسم محمد کی میم شروع ہو جاتی ہے۔

محمد کا معنی

بہت زیادہ بار بار تعریف کیا گیا ہے بے شمار خوبیوں والا مطلقاً سراہا ہوا جس کی خدائی بھی تعریف کرتی ہے اور خدا بھی تعریف فرماتا ہے یعنی ہر طرح ہر وقت ہر جگہ ہر ایک کا حمد کیا ہوا بلکہ ان کے ہر ایک وصف اور ہر ادا کی تعریف کی جاتی ہے بلکہ عشاق تو کہتے ہیں قیامت کا پچاس ہزار سال کا دن جو ہوگا حساب و کتاب تو چند گھنٹوں میں ہو جائے گا باقی سارا وقت حضور کی نعت خوانی میں گذرے گا۔

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا
کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

جتنا کچھ حضور علیہ السلام کی ذات کے بارے میں لکھا گیا اور کسی کے بارے میں اتنا نہیں لکھا گیا اور ہر زبان میں لکھا گیا۔ اسی طرح احمد بھی ''حمد'' سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے بہت زیادہ حمد کرنے والا یعنی محمد وہ ہے جس کی بہت زیادہ تعریف کی جائے اور احمد بہت زیادہ تعریف کرنے والا مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اللہ کی سب سے زیادہ حمد کرنے والے ہیں اور اللہ حضور علیہ السلام کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا ہے۔ تعریف کرنے والا خود قابل تعریف ہوتا ہے اور جو قابل تعریف ہو وہ مستحق حمد کی تعریف کرتا ہے لہٰذا محمد ہونے کے لیے احمد ہونا لازم اور احمد ہونے کے لئے محمد ہونا ضروری ہوا اور تعریف ہمیشہ خوبی و کمال کی ہوتی ہے نہ کہ عیب کی۔ بلکہ عیب کی تو مذمت کی جاتی ہے معلوم ہوا کہ جس کو اللہ نے محمد بنایا ہے وہ عیب و نقص سے پاک، مجسمہ حسن و جمال اور پیکر خوبی و کمال ہے کیوں کہ آپ دلیل ہیں دعویٰ توحید کی اور دعویٰ توحید بالکل بے عیب ہے لہٰذا دلیل بھی بے عیب ہونی چاہیے تو اسی بے عیب دلیل کا نام ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

لفظ اللہ اور محمّد میں مناسبت

دونوں میں چار چار حروف۔ وہ چاروں بھی بے نقطہ یہ چاروں بھی۔ اس میں بھی ایک شد اُس میں بھی۔ اس کے بھی تین حروف حرکت والے اس کے بھی، لیکن لفظ اللہ کی شد پر کھڑی زبر قائم مقام الف ہے اس پر پڑی زبر ہے کیوں کہ وہ بادشاہ ہے اور یہ اس کے وزیر اعظم۔ اللہ

بولنے سے دونوں ہونٹ جدا ہو جاتے ہیں محمد بولنے سے دونوں ہونٹ مل جاتے ہیں کیوں کہ آپ اللہ سے جدا ہونے والوں کو اس سے ملانے آئے ہیں اور نیچوں کو اونچا کرنے تشریف لائے ہیں۔

ہر نام کا کوئی حرف ہٹا دو تو بے معنی ہو جاتا ہے ماسوا ان دو ناموں کے کہ اللہ سے الف ہٹا دو للہ رہ گیا للہ ما فی السموٰت وما فی الارض۔ پہلی لام گرا دو تو له رہ گیا قرآن میں ہے له ما فی السموت والارض۔ دوسری لام گرا دو تو ہٗ اور یہ بھی قرآن میں اللہ کے لیے بولا گیا۔ انهٗ هو الغفور الرحیم۔ هو الله الذی لا اله الا هو۔

اسی طرح لفظ محمد کی پہلی میم گرا دو تو حمد رہ گیا، یہ مصدر ہے اسم فاعل کے معنی میں ہو تو بمعنی حامد تعریف کرنے والا۔ اسم مفعول کے معنی میں ہو تو بمعنی محمود (تعریف کیا ہوا)۔

حا کو ہٹا دو تو باقی مدرہ گیا، جو کہ مصدر ہے بمعنی اسم فاعل کھینچنے والا آپ بھی بندوں کو اللہ کی طرف کھینچ کر لے جانے والے۔ دوسری میم گرا دو تو دال رہ گیا اور الدال علی الخیر کفاعله اس کا معنی راہنمائی کرنے والا۔

اللہ میں دو لام ہیں محمد میں دو میم ہیں لام کے بعد نمبر میم کا اللہ کے بعد درجہ محمد کا (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے خود فرمایا اجود جودا بڑا جواد (کریم) اللہ ہے اس کے بعد میں ہوں۔

ہے یہ وہ نام خاک کو پاک کرے نکھار کر
ہے یہ وہ نام خار کو پھول کرے سنوار کر

فضائل اسم محمد

سب کا نام والدین رکھتے ہیں لقب قوم رکھتی ہے خطاب حکومت مگر حضور کو نام لقب خطاب سب اللہ نے ہی عطا کیے۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں آپ کی ولادت سے پہلے مجھے غیب سے آواز آئی کہ بچہ پیدا ہوگا اس کا نام محمد رکھنا فان اسمه فی التوراة احمد یحمده اهل السماء والارض واسمه فی الانجیل احمد یحمده اهل السماء والارض واسمه فی الفرقان محمد فسمیته فذلک (دلائل النبوت ا ص ۱۵۳ و ص ۸۲) کہ اس کا نام تورات و انجیل میں احمد ہے آسمان و زمین والے اس کی تعریف کریں گے اور قرآن میں اس کا نام محمد ہے پس میں نے اپنے بیٹے کا نام محمد رکھ دیا۔

قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کے بیس نام ہیں جن میں طٰہٰ۔ یٰسین بھی ہے اور پانچ انبیاء کرام کو قرآن میں ذوالاسمین بنایا گیا۔ نمبر ا محمد، احمد نمبر ۲ عیسیٰ، مسیح نمبر ۳ اسرائیل، یعقوب نمبر ۴ یونس، ذوالنون نمبر ۵ الیاس، ذوالکفل۔ (دلائل النبوۃ ا ص ۱۶۵)

کوئی بد باطن حضور کا نام لے کر آپ کو بُرا کہے گا تو پڑھے لکھے لوگ اس کو پاگل کہیں گے کہ ادھر کہتا ہے "محمد" جس کا معنی ہی بہت تعریف کیا ہوا ہے ادھر ان کی بُرائی کرتا ہے چنانچہ اس بات کا خیال حضور علیہ السلام کے اپنے زمانے میں کافروں کو بھی آیا کہ اُدھر ہم محمد کہتے ہیں پھر ان کی بُرائیاں کرتے ہیں لہٰذا یا محمد نہ کہو یا بُرائی نہ کیا کرو چنانچہ فیصلہ ہوا کہ محمد نہیں کہیں کے مذمم کہیں گے جس کا معنی برائی کیا ہوا ہے۔ صحابہ کرام نے سنا تو یہ پریشان ہو کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے فرمایا پریشان کیوں ہوتے ہو خوش ہونا چاہیے۔

الا تعجبون کیف یصرف الله عنی شتم قریش ولعنهم یشتمون مذمما ویلعنون مذمما و انا محمد (صلی اللّٰه علیه وسلم) (رواہ البخاری)

کیا تم تعجب نہیں کرتے ہو اللہ نے قریش کی لعن طعن کا رُخ مجھ سے کس طرح پھیرا ہے وہ مذمم کو گالیاں دیتے ہیں میں تو محمد ہوں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔

یہ وہ نام ہے کہ آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے بھی پہلے عرش اعظم پہ اکیلا نہیں بلکہ بنام خدا لکھا ہوا تھا۔ اُس نام کا واسطہ دے کر پہلی امتیں جنگوں میں فتح حاصل کرتیں قرآن میں ہے و کانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا. اس کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے۔ یوں دعا کرتے

اللهم انصرنا بالنبی المبعوث فی اخر الزمان نجد صفته فی التوراه.

یا اللہ! اس نبی کی برکت سے ہماری مدد فرما جو آخری زمانے میں آئے گا ہم اس کی صفات تورات میں پڑھ چکے ہیں۔

نبیوں کے نام

ہر نبی کا نام باعث برکت ہے مگر لغوی معنی کے اعتبار سے جو خوبیاں اور عظمتیں اسم محمد میں ہیں کسی میں نہیں مثلاً آدم کا معنی گندمی رنگ والے یا مٹی سے پیدا ہونے والے، نوح نوحہ سے، یعقوب عقب سے، بعد میں آنے والے (ظاہر ہے ان لفظوں میں بحیثیت لفظ تعریف کا معنی نہیں ہے) اور محمد کا معنی الذی یحمد حمدا بعد حمد بلا انفصال۔

یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

لسان العرب میں ہے کہ پہلی کتابوں سے پڑھ کر اور حضور علیہ السلام کی عظمتیں پہلے انبیاء سے سُن کر حضور سے پہلے سات بچوں کے نام محمد رکھے گئے کہ شاید انہی میں سے کوئی نبی آخر الزماں ہو جائے مگر اللہ نے ان کو گم نام ہی کر دیا۔

لیکن اس نام کی برکات ضرور نصیب ہوں گی چنانچہ سیرت حلبیہ ج ا ص ۹۹ پہ ہے

اذا کان یوم القیمة نادی منا دیا محمد قم فادخل الجنة بغیر حساب فیقوم کل من اسمه محمد یتوهم ان النداء له فلکرامة محمد لا یمنعون.

قیامت کو آواز دی جائے گی، اے محمد اُٹھ جنت میں داخل ہو جا بغیر حساب کے، تو جس جس کا نام محمد ہوگا وہ اُٹھ کھڑا ہوگا اس گمان سے کہ شاید اسے کہا گیا ہے تو اسم محمد کی عزت کے لئے کسی کو جنت سے نہ روکا جائے گا اور نہ ان کا حساب ہوگا۔

حدیث ضعیف بھی فضائل اعمال میں بالاجماع معتبر ہے اور نام پاک محمد کے ساتھ تسمیہ اعمال سے ہے۔

نکتۂ عجیبہ

حضرت سید غلام جیلانی (استاد مولانا شاہ احمد نورانی) نے البشیر الکامل شرح مائۃ عامل کے صفحہ نمبر ۲ پہ اسم محمد کے متعلق ایک عجیب نکتہ بیان فرمایا "اس نام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جس طرح اس کے مُسمّی (صلی اللہ علیہ وسلم) بحکم حدیث (کل الخلائق من نوری) سارے عالم کی اصل ہیں یہ نام پاک بھی ہر نام کی اصل ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ جس طرح فرع کا تجزیہ

کرنے سے اصل باقی رہ جاتی ہے (مثلاً آم کا درخت گٹھلی سے بنتا ہے تنا، شاخیں۔ پھل پتے نکلتے ہیں چنانچہ آم کو کھاؤ گے تو آخر کار ہاتھ میں وہی اصل گٹھلی ہی رہ جائے گی) کسی بھی نام کے اعداد نکال لو اور بقاعدہ ذیل تجزیہ کرو تو ۹۲ ہی نتیجہ آئے گا جو کہ اسم محمد کے عدد ہیں۔

(قاعدہ) عدد کو چوگنا کر لو پھر حاصل میں دو جمع کر لو پھر حاصل کو پانچ گنا کر لو پھر حاصل کو بیس پر تقسیم کر دو پھر باقی کو نو گنا کر کے اس میں دو ملا دو تو حاصل بانوے ہوگا جو کہ نام پاک محمد کے اعداد ہیں مثلاً کتاب "شرح مائۃ عامل" کے اعداد ۶۹۵ ہیں ان کو چار گُنا کیا تو ۲۷۸۰ حاصل ہوئے اس میں دو جمع کیے ۲۷۸۲ ہوئے پھر اس کو پانچ گُنا کیا ۱۳۹۱۰ بنے اس کو بیس پر تقسیم کیا تو دس ۱۰ باقی بچے دس کو نو گنا کیا تو ۹۰ ہو گئے اور دو کو ملایا تو ۹۲ ہوئے۔

بابا گرو نانک نے یہی قاعدہ ایک ہندی رباعی میں بیان کیا ہے۔

نام لیو جس انچھر کو تو کرو چوگنا
دو ملاؤ پنجگن کریو کاٹو بیس بنا
نانک بچے جو نوگن کریو دو اس میں اور ملا
اس بدھر کے نام سے نام محمد بنا

لہٰذا ہر نام میں اسم محمد کے جلوے ہیں، اور حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ نے بھی اپنے ایک شعر میں عجیب بات فرمائی۔

تیرے نام میں جو فنا ہوا وہ فنا سے نو کا عدد بنا
جو اسے مٹائے وہ خود مٹا وہ ہے باقی اس کو فنا نہیں

کہ عددوں میں نو کا عدد ایسا ہے کہ ختم نہیں ہوتا مثلاً نو کا پہاڑا پڑھو 9-18-27-36-45-54-63-72-81- آتے ہیں ان میں جن دو کو جمع کرو تو 9 ہی بنیں گے۔ مثلاً 8+1=9، 7+2=9۔

شیخ سعدی نے ٹھیک ہی تو فرمایا ہے۔

ہزار بار بشویم دھن بمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

لیکن یہ ادب والے ہی کر سکتے ہیں سلطان محمود غزنوی کے بارے میں آتا ہے کہ ایک بار اُس نے اپنے وزیر ایاز کے بیٹے کو ان لفظوں سے بلایا ''پسرِ ایاز را بگو کہ باب طہارت بیارد'' ایاز کے بیٹے کو کہو وضو کے لئے پانی لائے ایاز ڈر گئے کہ ہر وقت میرے بیٹے کو نام سے پکارتے ہیں آج پسرِ ایاز کہا ہے خدا خیر کرے پوچھنے پر فرمایا کہ تیرے بیٹے کا نام محمد ہے اور میں یہ نام بغیر وضو کے نہیں لیا کرتا (آج میرا وضو نہیں تھا) (تفسیر روح البیان) جن دستر خوان پہ محمد نام کا آدمی ہوگا اس کھانے میں برکت ہوگی۔

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب توفیق الھدایہ صفحہ ۱۰۲ پہ فرماتے ہیں اسم محمد کے چار حروف ہیں جن سے دونوں جہان روشن ہیں۔

بگڑے بھی بنا دیتا ہے یہ نام محمد

بنی اسرائیل کا ایک شخص جس نے عرصہ دراز تک اللہ کی نافرمانی کی جب مر گیا تو لوگوں نے ایک گندی جگہ (رُوڑی) پہ پھینک دیا۔

فاوحی اللہ علی موسیٰ ان اخرج و صل علیہ.

اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اس کو وہاں سے اُٹھائیے اور اس کا جنازہ پڑھیے۔

عرض کیا یا اللہ! یہ تو نافرمان و بدکار تھا۔ ارشاد ہوا

ھکذا کان الا انہ کلما نشرا التوراۃ و نظر علی اسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قبلہ و ضعہ علی عینیہ و صلی علیہ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ (خصائص کبریٰ ج ا ص ۱۶)

ٹھیک ہے ایسا ہی تھا مگر جب بھی تورات کھولتا میرے محبوب کا نام دیکھتا تو چوم لیتا آنکھوں سے لگا کر درود پڑھتا تھا (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

ایک روایت میں ہے

فغفرت ذنوبہ و زوجتہ سبعین حوراء.

میں نے اس کے گناہ بخش دیئے اور ستر حوروں کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔

نام احمد چوں چنیں یاری کند
تا چہ نورش چوں مدد گاری کند

جب حضور علیہ السلام کا نام اس قدر مشکل کشاء ہے تو ان کے نور کی مدد گاری کا عالم کیا ہوگا؟

مولانا روم فرماتے ہیں عیسائیوں میں خوش نصیب وہ ہے جو نام مصطفیٰ کا احترام کرے اور بد نصیب ہوگئے وہ نصرانی جنہوں نے اس نام کے بے قدری کی۔

بود در انجیل نام مصطفیٰ — بر سر پیغمبراں بحر صفا
بود ذکر حلیہ ہا و شکل او — بود ذکر غزو و صوم و اکل او
طائفہ نصرانیاں بہر ثواب — چوں رسیدندے براں نام وخطاب
بوسہ داندے بداں نام شریف — رونہادندے بداں وصف لطیف
نسل ایشاں نیز ہم بسیار شد — نور احمد ناصر آمد یار شد

یہ نیک بختوں کی بات تھی کہ حضور علیہ السلام کے نام کو چومتے آنکھوں پہ لگاتے خدا کا کرم ہوا ان کی نسل بڑھی اور نور محمدی ان کا مددگار ہوا آگے بدبختوں کا ذکر ہے وہ ایسے ہی کرتے جیسے ہمارے زمانے کے بدبخت کرتے ہیں کیوں کہ الکفر ملۃ واحدۃ۔ بدبختوں کی ایک ہی علامت ہے کہ بے ادب ہوتے ہیں اور ہمارے بزرگوں نے تو ادب کی دعا مانگی ہے۔

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم انداز فضلِ رب

میاں صاحب نے اس کا ترجمہ کیا۔

بے ادباں مقصود نہ حاصل نہ درگاہ ہے ڈھوئی
تے منزل مقصود نہ پہنچیا باجھ ادب دے کوئی

خود ہی سوچیے کہ کئی مسجدوں سے یا محمد اور یا رسول اللہ کے بابرکت نام کو کھرچنے والے بد بخت ہیں یا------

نام مٹانے والا صرف نام نہیں مٹاتا بلکہ ذات کا دشمن ہوتا ہے صحیح بخاری کی حدیث ہے

کہ جب صلح نامہ حدیبیہ لکھا گیا تو حضرت علی المرتضیٰ نے یہ الفاظ لکھے محمد رسول اللہ مشرکین نے اعتراض کیا تو حضور علیہ السلام نے حضرت علی کو فرمایا امحہ اے علی! یہ الفاظ مٹا دے حضرت علی نے عرض کیا ما انا بالذی امحاہ میں وہ نہیں ہوں جو آپ کے نام کو مٹاؤں دوسری جگہ ہے واللہ لا امحوک ابدا اللہ کی قسم میں آپ کو کبھی نہیں مٹاؤں گا۔

دیکھیں حضور نے نام مٹانے کی بات کی تو حضرت علی نے کیا جواب دیا کہ میں آپ کو نہیں مٹاؤں گا ثابت ہوا کہ نام مٹانا ذات مٹانے کے برابر سمجھا۔ حضرت علی کے جواب سے یہ کلیہ بھی ٹوٹ گیا کہ الامر فوق الادب۔

خدا کے ساتھ محمد کا نام آتا ہے
نہ انتہائے خدا ہے نہ انتہائے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

نماز۔کلمہ۔خطبہ۔اذان۔اقامت ہر جگہ خدا کے نام کے ساتھ مصطفیٰ کا نام ہے فرق یہ ہے کہ پہلے خدا کا نام پھر مصطفیٰ کا ایسا کیوں ہے اس لیے کہ

پہلے حمد سے زباں پاک کر لو
تو پھر نام لینا حبیب خدا کا

ایک جگہ ایسی ہے کہ صرف خدا کا نام ہے مصطفیٰ کا نہیں وہ ہے جانور ذبح کرتے وقت لہٰذا جن مخلوں میں ایمان ذبح ہوتے ہیں وہاں نعرہ رسالت نہیں لگایا جاتا۔ یارسول اللہ اور یا محمد سے اتنی چڑ ہے کہ چھینی ہتھوڑوں سے مٹاتے ہیں تو پھر جہنم میں جانے کے لئے تیار ہو جاؤ اس لیے کہ جنت کے دروازے پر بھی میرے آقا کا نام لکھا ہوا ہے۔

ہندوؤں سکھوں کے نام برداشت کر لیتے ہیں، دیال سنگھ لائبریری۔ گلاب دیوی ہسپتال، قلعہ دیدار سنگھ دشمنی ہے تو صرف محبوب خدا سے ہے

ذکر رو کے فضل کاٹے نقص کا جو یاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

جنت کی ہر شئے پہ نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام کو خلیفہ بنایا تو فرمایا

كلما ذكرت الله فاذكر الى جنبه اسم محمد صلى الله عليه وسلم

کہ جب بھی خدا کا نام لو ساتھ اس کے محبوب کا نام ضرور لینا۔ (کیوں کہ میری بگڑی اسی نام سے بنی ہے)۔

فرمایا میں نے پوری جنت پھری ہے الا و رایت اسم محمد مکتوب علیھا ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام لکھا ہوا پایا۔ جیسے آپ اپنے مکانوں پہ لکھتے ہیں فلاں منزل فلاں منزل اللہ نے جنت پہ حضور کا نام لکھ کر بتا دیا تم اپنے اپنے مکانوں کے مالک ہو میرا نبی جنت کا مالک ہے تم اپنے گھر اپنے دشمن کو نہیں آنے دیتے میرے حبیب کا دشمن بھی جنت میں نہ جا سکے گا۔ برتن پہ آپ اپنا نام لکھواتے ہیں پتہ چلے بنانے والی تو سٹیل ملز ہے مگر ملکیت میری ہے اللہ نے بھی جنت میں ہر جگہ نام محمد لکھ کر بتا دیا خالق میں ہوں مالک ان کو بنا دیا میں نے جنت بنا دی انہوں نے اپنی امت سے بسا دی

تعجب کی جا ہے کہ فردوس اعلیٰ بنائے خدا اور بسائے محمدؐ
تماشا تو دیکھو کہ نارِ جہنم لگائے خدا اور بجھائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

نکات اسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

جب بھی غلطی سے کوئی کام کیا ان کی رحمت نے مجھ کو تھام لیا
قدسیوں کے سلام پہنچتے ہیں جب رسولِ خدا کا نام لیا

- عملیات کی کتاب میں اور کئی بزرگوں نے لکھا ہے کہ جس کے گھر لڑکا نہ ہوتا ہو وہ شروع حمل میں اپنی بیوی کے پیٹ پر انگلی سے لکھے من كان في هذا البطن فاسمه محمد۔ کہ جو اس پیٹ میں ہے اس کا نام محمد ہوگا۔ انشاءاللہ لڑکا پیدا ہوگا یہ عمل نرینہ اولاد کے لئے بہت ہی مجرب ہے۔
- جیسے اس نام کو بولنے سے ہونٹ مل جاتے ہیں اور یہ نام خود کھلے۔ اذان خطبے میں بنام خدا ملا ہوا ہے ایسے ہی اس نام والے نے سینکڑوں سالوں کے دشمنوں کو آپس میں ملا دیا اوس و خزرج کی لڑائی ایک سو بیس سال تک جاری رہی مگر ان کو ایسا شیر و شکر کر دیا کہ

بھائی بھائی ہو گئے۔

تو جب اللہ نے ہر جگہ اپنے نام کے ساتھ حضور علیہ السلام کے نام کو ملایا ہے تو معلوم ہوا کہ رسول کو خدا سے ملانا شرک نہیں عین ایمان ہے

ملے خدا سے تو ایسے ملے کہ مل ہی گئے
تمہارے قرب کا عالی جناب کیا کہنا

جو لوگ یہ کہتے ہیں جی تم نے تو رسول کو خدا سے ہی ملا دیا ہے ان کو غلط فہمی ہے ہم نے نہیں خدا نے ملایا ہوا ہے اور وہ فرماتا ہے۔

اللہ و رسول کے درمیان فرق کرنا کارِ کفار ہے اور فرق نہ کرنا شیوۂ اہل ایمان ہے۔

ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ و یریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ.

والذین امنوا باللہ و رسلہ ولم یفرقوا بین احدٍ منہم ملانا کا مطلب یہ ہم بھی نہیں لیتے کہ نبی کو خدا بنا دو بلکہ

نبی کو تم بھی خدا نہ سمجھو خدا کو ان سے جُدا نہ سمجھو
ہے اہل سنت کا یہ عقیدہ خدا خدا ہے نبی نبی ہے

بلکہ یوں ملاؤ جیسے لیمپ کے نور کے ساتھ چمنی کا رنگ، جہاں لیمپ کا نور وہاں چمنی کا رنگ، یا جیسے نوٹ کے کاغذ کے ساتھ سرکاری مہر۔ اگر مہر مٹ جائے تو نوٹ کی حیثیت ختم، اگر رسول کی عظمت دل سے نکل جائے تو توحید بیکار یا جیسے قرآن کے کاغذ پہ حروف یا حروف میں سیاہی کہ دونوں کا احترام ضروری۔ جنبی نہ قرآن کو چھو سکے نہ کاغذ و حروف کو یعنی ربوبیت کو نبوت کے آئینے میں دیکھو۔ یہ اپنی اپنی قسمت ہے کوئی ساری عمر جُدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور کوئی ملانے پہ لگے رہتے ہیں

میں اپنی حیاتی تو قربان جاواں
احد نال احمد ملیندے گذر گئی

❁—— حضور کا نام لیا جائے تو ایسا لگتا ہے جیسے جنت کا دروازہ کھل گیا ہے مصیبت ٹل جاتی

ہے حضرت ابن عمر کا پاؤں شل ہو گیا کسی نے کہا جو آپ کو سب سے پیارا ہے اس کو پکارو انہوں نے زور سے کہا یا محمد، اسی وقت پاؤں ٹھیک ہو گیا۔

اس نام کی تعظیم تو عشاق سے پوچھو
جان آ گئی تن میں جو لیا نام محمد (ﷺ)

❁—— حضور علیہ السلام کے دادا جان حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کا نام محمد علیہ السلام اس لیے رکھا ہے کہ دنیا ختم ہو جائے مگر ان کی تعریف ختم نہ ہو

ایسا میٹھا کوئی نہیں جیسا نام محمد (ﷺ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہلے تجربہ کرایا اور عصا کو اژدھا بنایا پھر فرمایا اب جاؤ فرعون کے پاس انہ طغی وہ سرکش ہو گیا ہے یہ عصا تمام جادوگروں کے حملے ناکام کر دے گا اور ہر جگہ آپ کے کام آئے گا۔

اور حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو انہوں نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو نام محمد بنام خدا لکھا پایا پوچھا مولیٰ یہ کون ہے؟ جواب یہ نہ دیا کہ یہ میرے نبی، رسول یا تیری اولاد سے ہوں گے بلکہ فرمایا یہ نہ ہوتا تو نہ زمین و آسماں ہوتے نہ عرش و فرش نہ لوح و قلم نہ جنت و دوزخ اے آدم! تو بھی نہ ہوتا۔ لیکن سُن اس نام کو یاد کر لے تیرے کام آئے گا پھر کام آیا کہ نہیں؟ نکاح کا حق مہر ادا کرنے کی بات آئی تو پابندی لگ گئی کہ جس حوا کو آدم علیہ السلام کے لئے وہ سکون بنایا اس کے قریب نہیں جا سکتے فرمایا اس نام والے پہ درود پڑھو پابندی ختم جنت سے نکلے تین سو سال رو رو کر گذارے آخر اسی نام کے وسیلے سے دعا* کی تو جدائی ختم ہوئی اور ملاپ ہو گیا۔ جب نبیوں کا اس نام کے بغیر گذارا نہیں تو ہمارا کیسے ہو سکتا ہے

ہے تو بس نام محمد ہی سہارا اپنا
ان کے صدقے سے ہی چلتا ہے گذارا اپنا
ہم کو طوفان کی موجوں کا کوئی خوف نہیں
ہم اسی نام سے پا لیں گے کنارا اپنا

* اللھم انی اسئلک بحق محمد ان تغفرلی اے اللہ! اپنے محبوب کا واسطہ مجھے معاف کر دے۔

حضرت شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کا واقعہ ہے کہ نوکر کو فصل کی حفاظت پہ کھڑا کیا پھر بھی رات کو جانور چر جاتے ایک دن فرمایا میں آج رات خود پہرہ دوں گا مصلی بچھا لیا آدھی رات ہوئی تو چرانے والے آگئے پوچھا کون؟ کہا میں محامد ہاں سائیں (اس علاقے میں محمد کا تلفظ محامد چلتا ہے) نام سُنا تو مست ہوگئے فرمایا ''جے محامد ایں تے چرا سائیں ہرشئی داما لک ایں'' یہ کہا اور بے ہوش ہوگئے چاشت کے وقت ہوش آیا

داستان حسن جب پھیلی تو لا محدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نام بن کر رہ گئی

معراج کی رات جبرئیل علیہ السلام جس آسمان کا دروازہ کھٹکھٹاتے آگے سے آواز آتی کون؟ جبریل. و من معک ساتھ کون؟ سوال یہ ہے کہ وہ جبریل علیہ السلام آدم سے لے کر آج تک ہزاروں بار انہی دروازوں سے آیا یا نہیں؟ پھر دروازہ کھٹکھٹانے کی کیا ضرورت اور اگر ضرورت تھی بھی تو جب آگے سے کہا جبریل تو کھل جانا چاہیے کہ نہیں؟ مگر نہیں کھلا ثابت ہوا آرڈر سخت تھا کہ اگر آج یار کے بغیر جبریل بھی آئے تو نہ کھولنا لہٰذا جبریل محمد محمد کہتے گئے دروازے کھلتے گئے

وہ جس کا نام خود اللہ نے آدم سے پڑھوایا
وہ جس کے نام سے آدم نے بالا مرتبہ پایا
وہ جس کے نور کو جملہ ملائک نے کیا سجدہ
وہ جس کے سامنے تعظیم سے جھکتا ہے خود کعبہ
جس جگہ احمد مختار کا نام آتا ہے
وہیں جبریل امیں لے کے سلام آتا ہے

اسرار الاولیاء میں حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں جب قارون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات نہ مانی تو سزا کے طور پر اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا نیچے جارہا تھا زمین کے چوتھے طبقے تک گیا تو وہاں کی مخلوق نے پوچھا تجھ سے کیا اتنا بڑا جرم ہوگیا ہے کہ اتنی سخت سزا میں ہے اس نے جواب دیا کہ مجھ سے حضرت موسیٰ کی نافرمانی ہوگئی ہے. بس زبان پہ موسیٰ کا نام آیا اللہ نے فرمایا اس کو یہیں

پہ روک دو اور نیچے نہ لے جاؤ۔ عرض کیا کیوں؟ فرمایا دیکھتے نہیں ہو اس کی زبان پہ میرے موسیٰ کا نام آگیا ہے یہاں آکر بابا صاحب رو پڑے فرمایا خود اندازہ کرو جن کی زبان پہ موسیٰ کے بھی رسول کا نام رہتا ہو ان کا کتنا لحاظ کیا جائے گا اور جس کے نام میں اتنی برکت ہے اس کی ذات میں کیا برکات ہوں گی۔

زندگی میں جو کوئی سخت مقام آتا ہے
اس گھڑی لب پہ محمد کا نام آتا ہے

آسمانوں پہ حضور علیہ السلام کا نام احمد کیوں ہے؟ کیوں کہ فرشتے نحن نسبح بحمدک کہہ چکے ہیں فرمایا تم میری حمد کر کر کے صرف حامد سے احمد بن سکو گے مگر مجھے صرف احمد نہیں محمد چاہیے۔ جس کو اللہ احمد و محمد کہے پتہ نہیں اس نے خدا کی کتنی تعریف کی ہوگی؟ اور خدا نے اس کی کتنی تعریف کی ہوگی۔ طالب علم کہے فلاں استاد بہت قابل ہے تو بات اور ہے اور استاد کہے فلاں طالب علم بہت قابل ہے تو دوسری بات ہے یہاں خدا احمد و محمد فرما رہا ہے فرمایا جب تو نے میری تعریف کی انتہا کر دی اب جو نماز، کلمہ، اذان، خطبہ پڑھے گا جہاں میرا نام لے گا، ساتھ تیرا بھی لے گا۔ اذا ذکرت ذکرت معی ''جب میرا ذکر ہوگا ساتھ ہی تیرا بھی ذکر ہوگا نہ صرف بندے میں خود تیری تعریف کروں گا۔ اس لیے آپ کا نام ممدوح نہیں کہ وہ مدح سے ہے۔ اور مدح نعمت کے بدلے ہوتی ہے پھر کمال غیر اختیاری پہ ہوتی ہے بلکہ حمد سے احمد۔ حامد اور محمود بنا تا کہ نعمت ملے نہ ملے حمد ہوتی رہے اور خوبیاں بھی اختیاری ہو جائیں تو جو آپ کو محمد مانیں اور مختار نہ مانیں وہ محمد ہی نہیں مانتا کہ محمد حمد سے ہے اور حمد اسی کی ہوتی ہے جو اختیاری خوبیوں کا مالک ہو* موتی کی خوبی غیر اختیاری ہے لہٰذا حمدت نہیں کہیں گے بلکہ مدحت اللؤلؤ علی صفائها کہیں گے

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں ہر چیز کی انتہاء ہوتی ہے لیکن محمد وہ ہیں ما لا نهاية له جس کی انتہا ہی نہیں۔ کسی کی تعریف کرنی ہو تو پہلو متعین کیے جاتے ہیں علم والا حسن والا وغیرہ حضور علیہ السلام کی خوبیوں کی جب حد ہی نہیں تو محمد کی انتہا کیسے ہو

* لہٰذا یہ بات غلط ہے کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی شے کا مالک ومختار نہیں۔

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

امام بوصیری فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی خوبی ہے کہ آپ کی کما حقہ تعریف اللہ کے سوا کر ہی کوئی نہیں سکتا، کیوں کہ آپ کے کمالات سمندر کی طرح ہیں اور ہماری زبانیں ڈول کی طرح بھلا سمندر ڈولوں میں کیسے آ سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ کوئی کسی کا ممدوح کوئی کسی کا جس نے سب کا ممدوح دیکھنا ہو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لے جیسے مدح کرنے والے بے شمار ہیں اسی طرح ممدوح کے کمالات بے حساب ہیں ہر زبان پہ ان کی تعریف، ہر مکان و زمان میں ان کی تعریف

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

اللہ نے اپنا نام محمود رکھا حضور علیہ السلام کا محمد۔ عقل کا تقاضا ہے کہ الٹ ہوتا کہ محمود تو ایک بار بھی تعریف کرنے سے ہو گیا جب کہ محمد بار بار تعریف کا متقاضی ہے فرمایا محبوب! لا اذکر حتی تذکر تیری تعریف ہی میری تعریف ہے بلکہ ذکرا رسولا خود میرا ذکر رسول کی ذات ہے۔ کوئی یا محمد کہتا رہے تو یوں سمجھے خدا ہی کی تعریف کر رہا ہے۔

تیری حمد و ثناء الحمد للہ کہ تو میرے نبی کا خدا ہے

❁ قیامت کے دن دو بندے اللہ کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے ان کو جنت جانے کا حکم ہوگا عرض کریں گے ہمارے لیے کس چیز نے جنت حلال کی ہے ہمارے اعمال تو اس قابل نہیں، اللہ فرمائے گا میں نے قسم اُٹھا رکھی ہے جس کا نام محمد اور احمد ہوگا اس کو دوزخ میں نہیں بھیجا جائے گا۔ (المواہب ص۳۱۶ شفا شریف ج۱ ص۱۰۵)

❁ اگر مرتے وقت زبان پہ صرف لا الہ الا اللہ آیا محمد رسول اللہ نہ آیا تو قبول نہیں کہ توحید ہے رسالت نہیں اور اگر محمد رسول اللہ کہہ لیا تو قبول ہے کہ اللہ بھی آ گیا محمد بھی آ گیا۔

❁ ایک یہودی نے تورات میں چار جگہ حضور کا نام لکھا پایا اس نے مٹا دیا اگلے دن تورات کھولی تو آٹھ جگہ لکھا پایا تیسرے دن بارہ جگہ، آخر سوچنے لگا۔ شام سے مدینے آیا پتہ

چلا حضور کا وصال ہو گیا ہے حضرت علی سے کہا ارنی ثوب محمد کوئی کپڑا حضور کا دکھاؤ حضرت علی نے قمیص دی فشمّہٗ و قام عند القبر الشریف قبر انور کے پاس کھڑا ہو کر قمیص سونگھی اور اسلام قبول کیا اور دعا کی اللھم ان کنت قبلت اسلامی فاقبض روحی سریعًا اے اللہ! اگر میرا اسلام قبول ہو گیا ہے تو ابھی موت دے (تا کہ تیرے محبوب کے پاس چلا جاؤں) فوقع میتا فغسله علی و دفنه بالبقیع ۔ اسی وقت گرا فوت ہو گیا حضرت علی نے غسل دے کر جنت البقیع میں دفن کر دیا۔ (نزہۃ المجالس عن ابن عباس ص۸۹ ج۲)

دفتر تمام گشت بپایاں رسید عمر
ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ام
زندگیاں ختم ہوئیں قلم داں ٹوٹے
تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا



﴿۲۹﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اَنَا الْمَاحِيْ الَّذِيْ يَمْحُوا اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ

میں ہی مٹانے والا ہوں کہ میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر مٹادے گا

(متفق علیہ)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری سے پہلے دنیا کفر وشرک کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں پھنسی ہوئی تھی آپ کے وجود باجود کی برکت سے کفر وشرک کے اندھیروں میں بھٹکنے والوں کو نہ صرف ہدایت کا نور نصیب ہوا بلکہ دوسروں کے لئے سراپا ہدایت بن گئے جو ذرے تھے وہ آفتاب بن کر چمکنے لگے جو قطرے تھے وہ سمندر نظر آنے لگے

قطرے کو سمندر کرتے ہیں ذرے کو ستارہ کرتے ہیں
کونین کو خم آ جاتا ہے جب زلف سنوارا کرتے ہیں

تاریخ بتاتی ہے برصغیر کے لوگ کابل سے چٹا گانگ تک بت پرستی اور عجیب وغریب رسومات نیں مبتلا تھے مثلاً جس عورت کا خاوند مرجاتا سماج اس کو مجبور کرتا کہ جب تیرے خاوند کو آگ کی نذر کیا جائے تو ساتھ تجھے بھی جل کر اپنی جان کی قربانی دینا ہوگی اگر وہ بچ بچا کر کہیں پہاڑوں، غاروں میں زندگی گزارنا چاہتی تو اس کے گھر والے اس کو پکڑ کر جلا کر راکھ کر دیتے۔

عرب میں جس عورت کا خاوند مرجاتا پورا سال نہ وہ نہا نہیں سکتی تھی، علیحدہ کوٹھڑی میں اس کو رہنا پڑتا، کپڑے نہیں بدل سکتی، برتن نہیں دھو سکتی۔ بچوں کو زندہ درگور کرنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ جانور کو ذبح کرنے کی بجائے جس حصے کا گوشت کھانا چاہتے اتنا حصہ کاٹ لیتے وہ سسک سسک کر مرجاتا۔ کعبہ کا ننگے ہو کر طواف کرتے۔ عورت بدلنے اور جوتا بدلنے میں کوئی فرق نہ تھا۔ عورت دوسروں کے ساتھ رات گذارنے میں فخر محسوس کرتی بلکہ خود لوگ اپنی عورت کو دوسروں کے پاس بھیجتے تاکہ اولاد بہادر ہو۔ انجیل میں تحریف۔ دین موسوی مسخ۔ بادشاہ وقت

کو خدا کہا جاتا۔

اٹلی میں جہاں پاپائے اعظم رہتا، عیسائیوں کا مرکز تھا، قیدی کے پیچھے شیر لگا دیا جاتا بادشاہ، پوپ اور عوام ہنستے تالیاں بجاتے اور وہ بے چارہ شیر کا لقمہ بن جاتا، گھر آ کر اس کی موت کو ہنس ہنس کر بیان کرتے، یہاں کے خرکار براعظم افریقہ جاتے کالے انسانوں کو پکڑ کر لے آتے، ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیتے، گندی نالیاں صاف کرواتے اور ان سے جانوروں کا سا کام لیتے۔ الغرض ظلم ہی ظلم تھا جب لاکھوں انسانوں کی چیخ وپکار ہزاروں مظلوموں کی فریادیں، بیواؤں کی آہ وبکا، مظلوم بچیوں کی چیخیں عرش پر پہنچی تو اللہ نے حضرت آمنہ کی گود میں محمد مصطفیٰ کو پیدا فرمادیا گویا حضور مظلوموں کی مدد بن کر آئے غلاموں کی پکار، نسلوں کی تمنا بن کر آئے۔ پھر کیا ہوا

خود جو نہ تھے راہ پر اوروں کے رہبر بن گئے

چور ولی بن گئے۔ انسانی لباس میں بھیڑیئے اُسی لباس میں فرشتوں سے افضل ہوگئے غلاظت کے پہاڑوں کو مجسمہ طہارت بنادیا۔ گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکنے والوں کو مینارۂ نور بنا دیا۔ جہالت کے پلندوں کو علم کا پیکر کر دیا۔ لات وعُزّیٰ، منات کے شیدائیوں کو وحدہ لاشریک کا ذاکر بنادیا۔ جن کے گھر سینکڑوں سالوں سے بتوں سے اٹے پڑے تھے انہی کے گھروں کو توحید کا مرکز بنادیا اور جن کے دلوں سے شمع توحید بُجھ چکی تھی ان کے دلوں کو انوار وتجلیات ربانی کا سرچشمہ بنادیا۔ کوئی بے زر آیا تو بوذر ہوگیا، حبش کا بلال آیا تو رشکِ قمر ہوگیا۔

یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو اللہ نے سراجاً منیرا فرمایا چمکتا سورج (سراج قرآن میں سورج کو کہا گیا سراجاً وھاجا) اگرچہ تاریکی چاند ستاروں سے بھی دور ہوسکتی ہے مگر چاند تارے رات کو دن نہیں بنا سکتے سورج نکلتا ہے تو رات دن ہو جاتی ہے حضور علیہ السلام سے پہلے کفر وشرک کی کالی رات چھائی ہوئی تھی آپ تشریف لائے کفر مٹا اسلام کا نور پھیلا اور ایسے لگا جیسے رات کے اندھیروں سے دن کا اجالا نمودار ہوگیا

تاریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا
تجھ کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا

﴿۳۰﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اَنَاالْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمَیَّ

میں ہی حاشر ہوں (جمع کرنے والا) لوگ میرے ہی قدموں پہ جمع کیے جائیں گے

(متفق علیہ)

جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ سب سے پہلے حضور علیہ السلام قبر انور سے باہر تشریف لائیں گے پھر دیگر انبیاء کرام علیہم السلام پھر حضور علیہ السلام کی امت پھر دیگر امتیں پھر شفاعت کی بھیک مانگنے کے لئے آخر کار ساری مخلوق حضور کے در پر آئے گی اس وقت حضور علیہ السلام کے اس نام پاک کا ظہور ہوگا۔



﴿۳۱﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اَنَاالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ

میں ہی عاقب ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں

(الشفاء)

ختم نبوت کی بحث میں اس موضوع پہ لکھا جا چکا ہے۔

عاقب عقب سے بنا جس کا معنی پیچھے، چونکہ حضور علیہ السلام سارے نبیوں کے بعد تشریف لائے اس لیے عاقب ہوئے اور چونکہ حضور اپنے پیچھے بہت خیر چھوڑ گئے اور سب کی عاقبت حضور علیہ السلام ہی کے دم قدم سے ہے۔ اس لیے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اسم گرامی عاقب ٹھہرا۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ عاقب ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ نہ تو آپ کے زمانے میں اور نہ آپ کے بعد تا قیامت کوئی نبی ہو جو نبی زندہ ہیں جیسے حضرت عیسیٰ یا حضرت الیاس و جناب خضر (بقول بعض) علیہم السلام وہ اب بہ شان نبوت نہیں بلکہ حضور علیہ السلام کے امتی بن کر زندہ ہیں۔ اسی لیے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہو کر بھی حضور علیہ السلام کے امتی امام مہدی علیہ السلام کے پیچھے نماز ادا فرمائیں گے۔



نکات رحمۃ للعالمین

نکتہ نمبر۱

بارش ہوتی ہے گھڑے میں پانی کم جمع ہوتا ہے تالاب میں زیادہ، دریا، سمندر میں اور زیادہ اور مینار خالی رہا۔ ارے بادل! منہ دیکھ کے برستا ہے کیا؟ بادل نے کہا میرے دینے کا انداز تو ایک ہے لینے والوں کے انداز مختلف ہیں جس نے جتنا دامن پھیلایا اتنا مل گیا مینار اکڑ گیا محروم ہو گیا بلال وسلمان نے دامن پھیلا دیا بھرپور ہو گئے ابو جہل اکڑ گیا محروم ہو گیا

؎ دور تھے اویس مگر ہو گئے قریب
بو جہل تھا قریب مگر دور ہو گیا

نکتہ نمبر۲

ہمارے اختیار میں ہو تو دشمن سے موقع پر بدلہ لیتے ہیں لیکن فتح مکہ کے موقع پر اختیار بھی تھا سب کچھ کر بھی سکتے تھے مگر خون کے پیاسوں کو فرمایا اذھبوا فانتم الطلقاء ۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو معاف کیا میرے آقا نے دشمنوں کو معاف کر دیا

؎ پاس سجدے بھی تھے روزے بھی زکوٰۃ و حج بھی
حشر میں کام نہ آیا کوئی رحمت کے سوا
شامیانہ نہیں خورشید قیامت کے لئے
کالی کملی کے سوا چادرِ عطرت کے سوا

نکتہ نمبر۳

حضور علیہ السلام نے کافروں کی طرف کنکر پھینکے اللہ نے فرمایا وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی ۔ تو نے نہیں میں نے مارے ہیں۔ کیوں؟ تاکہ کوئی یہ نہ کہے دعویٰ رحمت کرتا ہے مارتا پتھر ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا میں توبہ کا نبی ہوں یہ بھی حضور علیہ السلام کی خصوصی شان ہے کہ آپ کا امتی جب بھی توبہ کرے قبول ہے نہ صرف گناہ معاف ہوتے ہیں بلکہ یبدل اللہ

سیاٰتھم حسنت (القرآن) گناہوں کو نیکیاں بنا دیا جاتا ہے ایک دن میں ستر بار بھی توبہ کرے تو اللہ قبول کرتا ہے۔ حضور علیہ السلام کی شان دیکھیئے ایک ایک مجلس میں ستر سے سو بار تک توبہ، استغفار کرتے ہیں اور گناہوں سے معصوم ہیں شاید یہ توبہ امت کے گناہوں کو معاف کرانے کے لئے کی جاتی ہے، حضور علیہ السلام کے نام کی برکت سے نبیوں کی توبہ قبول ہو رہی ہے

؎ اگر نام محمد را نیا وردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا



﴿۳۳﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

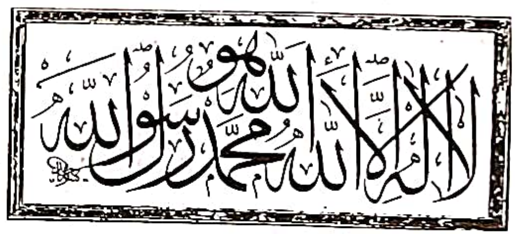
اَنَا الْمُقَفِّی

میں ہی پیچھے آنے والا ہوں

(شمائل ترمذی)

اَلْـمُـقَـفِّـیْ اسم فاعل کا صیغہ ہے سب نبیوں سے دنیا میں پیچھے آنے والے اور مُقَفّٰی اسم مفعول۔ آخرت میں سب سے آگے اور ساری کائنات جس کے پیچھے ہوگی اس کا معنی یہ بھی ہے سب کی میزبانی کرنے والا کہ ساری کائنات حضور کے دستر خوان پہ پلتی ہے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

؎ آسماں خوان زمین خوان زمانہ مہمان
صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا



﴿۳۴﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَجْوَدُ بَنِی آدَمَ

میں ہی اولادِ آدم میں سب سے بڑا داتا (سخی) ہوں

(مشکوٰۃ شریف)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام سے سوال فرمایا جانتے ہو بڑا سخی (داتا) کون ہے عرض کیا اللہ و رسولہ اعلم اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں فرمایا اللہ بڑا داتا (سخی-کریم) ہے پھر میں آدم کی اولاد میں سے بڑا داتا (سخی) ہوں پھر وہ بندہ (عالم دین) جو علم سیکھے، سکھائے قیامت والے دن وہ اکیلا امیر یا فرمایا جماعت بن کر آئے گا۔

اس حدیث میں بہت سارے مسائل (جن کو موجودہ دور میں نام نہاد موحدین نے کفرو اسلام کے مسائل سمجھ رکھا ہے اور بات بات پہ شرک کا فتویٰ لگا دیتے ہیں) کو حضور علیہ السلام نے خود ہی حل فرما دیا۔

نمبر۱ جب حضور علیہ السلام نے پوچھا من اجود جودا بڑا (داتا) سخی کون تو صحابہ نے آگے سے یہ جواب نہیں دیا کہ اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔ بلکہ کہا اللہ بہتر جانتا ہے اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے لہٰذا اللہ کے ساتھ رسول اللہ کا نام آجائے تو سنت صحابہ پر عمل ہو جاتا ہے ایسی سنت جس پر حضور علیہ السلام کی مہر تصدیق ثبت ہے حضور علیہ السلام نے بھی یہ نہیں فرمایا بس اللہ بہتر جانتا ہے کہنا کافی ہے ''بس اللہ ہی کافی ہے'' اس کے ساتھ میرا نام ملانا اور دونوں کے ساتھ اعلم لگانا، اس کی کیا ضرورت ہے کیا فرماتے ہیں نام نہاد موحدین اس مسئلہ میں؟ ساتھ قرآن مجید کی آیات بھی ملا لی جائیں۔ اغنھم اللہ و رسولہ اللہ اور اس کے رسول نے ان کو غنی کر دیا من فضلہ اپنے فضل

سے۔ واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق دار ہے کہ اسے راضی کیا جائے۔ بیسیوں آیات قرآن پاک میں موجود ہیں تو کیا "اللہ ہی کافی ہے" کا مطلب نہ خدا کو آیا نہ رسول کو نہ صحابہ کو۔ حضرت سفینہ شیر کے سامنے انا مولی ومولی اللہ میں حضور علیہ السلام کا غلام ہوں کہہ رہے ہیں ان کو بھی یہ آیت یاد نہ آئی انا عبد اللہ ہی کہہ دیتے حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کیا ابقیت لھم اللہ ورسولہ۔ میں گھر میں اللہ ورسول کو چھوڑ کے آیا ہوں یاد رکھو! اللہ رسول میں جدائی کرنا توحید کے خلاف ہے ان کو ملانا توحید کے خلاف نہیں۔

نمبر ۲ ایک لفظ اللہ پر بولا جائے وہی اللہ کے رسول پر اور پھر رسول کے غلاموں پہ بولا جائے تو یہ شرک نہیں۔ ورنہ حضور نے اپنے آپ کو انا اجود کیوں فرمایا جب کہ یہی لفظ اللہ کے بارے بھی فرما چکے تھے اس کو شرک نہیں صرف اشتراک لفظی کہتے ہیں سمیع۔ بصیر۔ المؤمن۔ غنی۔ اکبر۔ علی۔ رؤف۔ رحیم نور وغیرہ اللہ کے نام ہیں مگر اللہ نے یہ نام مخلوق کو دیے ہیں کہ نہیں؟ لہٰذا کسی بندے کو داتا۔ غوث اعظم۔ غریب نواز۔ مشکل کشا کہنا شرک نہیں کہ یہ تو الفاظ ہی فارسی کے ہیں اور اللہ کے نام توقیفی ہیں اگرچہ یہ ساری صفات اللہ میں ہیں مگر صرف کسی پر ان الفاظ کا اطلاق کسی شرک کو لازم نہیں کرتا جب کہ جو اس کے نام ہیں وہ بندوں پر بولنے سے شرک نہیں ہوتا تو جو نام نہیں ہیں صرف مفہوم کے اعتبار سے اس کی صفات ہیں یہ بولنے سے کیسے شرک ہو گیا۔ ہم کوئی اللہ کے دشمنوں میں تو یہ صفات نہیں مان رہے انہی میں مانتے ہیں جن کے بارے وہ خود فرماتا ہے میں ان کی آنکھیں بن جاتا ہوں ہاتھ بن جاتا ہوں پاؤں بن جاتا ہوں جن سے دیکھتے۔ چھوتے چلتے ہیں یہ بخاری شریف میں حدیث قدسی کا خلاصہ ہے سنو: اللہ اپنی صفات اپنے دشمنوں کو استعمال نہیں کرنے دیتا دوستوں میں خود بیان کرتا ہے نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مناظرہ میں یہی کیا تھا انا احی وامیت میں زندہ کرتا اور مارتا ہوں اللہ نے دماغ میں مچھر ڈال دیا اپنا جوتا اپنا سر۔ تنخواہ بھی دے رہا ہے اور جوتے بھی کھا رہا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا میں بھی مردے زندہ کرتا ہوں بلکہ میں شفا بھی دیتا ہوں بلکہ اندھے کو آنکھیں بھی

دیتا ہوں باذن اللہ۔ کیا اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کے انہی دعووں کو ایک سے زیادہ مرتبہ قرآن میں محبت کے ساتھ بیان نہیں فرمایا الغرض حضور جودِ الٰہی کے مظہر ہیں رب کی ساری ظاہری و باطنی نعمتیں مخلوق کو حضور ہی کے ہاتھوں ملتی ہیں خود فرمایا اللہ دیتا ہے میں بانٹتا ہوں۔۔ اور چونکہ اس حدیث میں اللہ ورسول کی سخاوت بے قید بیان ہوئی لہٰذا ملکیت بھی ثابت ہو گئی اس لیے حضور مالک کونین بھی ہوئے

۔ مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

تبھی تو حضرت عثمان غنی کو کئی بار جنت بیچ دی کسی کے لئے سونا حلال کر دیا کسی کو ریشم پہننے کی اجازت۔ اور صرف زمین کی نعمتیں ہی آپ کی ملکیت میں نہیں بلکہ خود فرمایا میرے دو وزیر زمین پہ ہیں، دو آسمانوں پہ، وزیر اس کے ہوتے ہیں جس کی بادشاہی و حکومت ہو اور وہیں ہوتے ہیں جہاں حکومت ہو حکومت پاکستان میں ہو تو وزیر انڈیا میں نہیں ہوں گے پاکستان میں ہی ہوں گے لہٰذا حضور کی حکومت زمین پہ بھی ہے آسمان پہ بھی۔

وزیرای فی السماء و وزیرای فی الارض

ظاہر ہے اس حدیث سے حکومت رسول کی (صلی اللہ علیہ وسلم)

سخاوت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضور علیہ السلام کی سخاوت کا اندازہ کون کر سکتا ہے حضرت ربیعہ کو خود فرما رہے ہیں مانگ کیا مانگتا ہے اس نے ایک ہی جملہ میں جنت میں ہمسائیگی مانگی یعنی جنت بھی لے لی اور معیت نبوی بھی لے لی آپ فرما رہے ہیں اور بھی کچھ مانگ لو بھلا اب کیا چیز رہ گئی جو وہ مانگیں۔ عشرہ مبشرہ کو فرما رہے ہیں ابوبکر فی الجنہ عمر فی الجنہ الخ۔ دوسرے سخی روپیہ پیسہ ہی دے سکتے ہیں مگر اس بارگاہ سے پہلا لنگر ہی جنت کا ملتا ہے۔ بادشاہوں کی بارگاہ میں منگتے آ ہی نہیں سکتے آ جائیں تو ان کی طلب کے مطابق ملتا نہیں کیوں کہ ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ ۔

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے۔

مگر یہاں داتا خود بار بار پوچھتا ہے اور بھی کچھ مانگنا ہے تو مانگ لو

ے گٹھڑیاں بندھ گئیں ہاتھ تیرا بند نہ ہو
بھر گئیں جھولیاں نہ بھری دینے سے نیت تیری

حضرت علی المرتضیٰ کوفہ میں جاتے ہیں لوگ سوال کرتے ہیں حاتم طائی بڑا سخی تھا فرمایا کتنا سخی تھا انہوں نے کہا اس کے بارے مشہور ہے کہ اس کے محل کے دس دروازے تھے ایک ہی سائل دس دروازوں سے بار بار آتا وہ ہر بار عطا کرتا یہ بھی نہ کہتا کہ تو پہلے بھی آیا ہے فرمایا اس کو تم اس کی سخاوت سمجھتے ہو میں کنجوسی کہوں گا وہ کیسے؟ فرمایا اس کی ضرورت پوری نہ ہوئی تبھی بار بار آیا میرے نبی نے جس کو ایک بار دے دیا ساری عمر دوبارہ مانگنے کی حاجت نہ ہوئی

ے منگتے تو منگتے ہیں کوئی شاہوں میں دکھا دو
جس کو میری سرکار سے ٹکڑا نہ ملا ہو
آتا ہے فقیروں سے انہیں پیار کچھ ایسا
خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتے کا بھلا ہو

سب کچھ اللہ ہی دیتا ہے مگر کچھ بھی ڈائریکٹ نہیں دیتا دولت دیتا ہے کاروبار کے ذریعے جنت ایمان واعمال کے ذریعے۔ شفا ڈاکٹر وحکیم کے ذریعے اور یہ سب کچھ مصطفیٰ کے ذریعے۔

ے لا و رب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

گناہ بھی معاف کرنے ہوں تو فرماتا ہے ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوک یا اللہ نافرمانی تیری کریں جائیں رسول کے در پر۔ فرمایا میرا در کوئی اور در تو نہیں ہے

ے بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

جب اللہ نے انا اعطینک الکوثر فرما کر اپنے نبی کو ہر کمال، ہر خوبی، ہر نعمت کثرت سے عطا فرمادی ہے اور ساتھ یہ بھی فرمایا و اما السائل فلا تنهر جب میں نے ہر شئی تجھے عطا کردی ہے تو جو بھی مانگنے والا آئے اسے دیتے جاؤ جو ایمان مانگنے آئے اسے ایمان دو، جو جنت مانگے اسے جنت دو، جو دنیا مانگے اسے دنیا دو، اور جو آخرت مانگے اسے آخرت دو، اور جو

مصطفیٰ سے مصطفیٰ کو مانگے وہ ملے، مصطفیٰ سے خدا کو مانگے وہ ملے

ے واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

بخل یہ ہوتا ہے خود کھائے دوسروں کو نہ کھلائے شُح یہ ہے نہ کھائے نہ کھلائے سخاوت یہ ہے خود بھی کھائے دوسروں کو بھی کھلائے اور جود یہ ہے خود بھوکا رہ کر دوسروں کو کھلاتا رہے۔

ایک مرتبہ سات ہزار درہم حضور کی خدمت میں آئے آپ نے سب تقسیم فرمادیے بعد میں ایک سائل آیا تو آپ نے فرمایا اب تو کچھ نہیں بچا بازار جا میرے نام پہ جو چاہے خرید لے میں ادائیگی کر دوں گا۔

ایک دفعہ آپ کے پاس بکریوں کی بھری ہوئی وادی تھی ایک شخص نے کہا یہ ساری مجھے دے دیں تب میری ضرورت پوری ہوگی آپ نے سب دے دیں اس نے اپنے قبیلہ میں جا کر اعلان کیا جاؤ محمد پہ ایمان لاؤ وہ اتنا دیتے ہیں کہ فقر کی فکر ہی نہیں کرتے۔ (مشکوٰۃ ص ۵۱۹)

حضور علیہ السلام نماز پڑھانے کے لئے مصلّے پہ کھڑے ہوئے کہ ایک سوالی نے کہا پہلے میری ضرورت پوری کرو آپ نے مصلّی چھوڑ کر پہلے اس کی حاجت پوری کی پھر نماز پڑھائی

ے منگتے خالی ہاتھ نہ لوٹیں کتنی ملی خیرات نہ پوچھو
ان کا کرم پھر ان کا کرم ہے ان کے کرم کی بات نہ پوچھو

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اجود الناس حضور تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخی ہیں فلرسول الله صلى الله عليه وسلم اجود بالخير من الريح المرسلة۔ (بخاری ج ۱ ص ۴)

جیسے تیز ہوا ہر جگہ پہنچ جاتی ہے اسی طرح آپ کی سخاوت سے بھی کوئی محروم نہ رہتا تھا

ے جو منکر ہے ان کی عطا کا وہ یہ بات بتائے تو
کون ہے وہ جس کے دامن میں اس در کی خیرات نہیں

فرمایا ہم نے تمہیں ہر شئے کی کثرت عطا کی۔ اتینا ک نہیں فرمایا بلکہ اعطینا ک کیوں کہ اتینا میں ملکیت نہیں ہوتی اعطا میں ملکیت ہوتی ہے اور صیغہ بھی ماضی کا کہ عطا کر

دیا۔ تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ کسی خاص زمانے سے متعلق ہے تبھی تو قاسم ہیں کہ پہلے عطا ہوتی ہے بعد میں تقسیم۔ پوچھنے کی ضرورت نہیں کتنا دیا تمہیں جتنا چاہیے مانگتے جاؤ ملتا جائے گا نہ اس کی عطا میں کمی نہ ان کی تقسیم میں کمی حدیث میں ہے حضور نے کبھی کسی سائل کو لاَ نہیں فرمایا اس لیے کہ

؎ نہیں سُنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

اعطیناک میں ضمیر واحد مخاطب کی ہے جس میں تکلف نہیں ہوتا جہاں گہری دوستی ہو وہاں تُو تُو مَیں مَیں سے خطاب کیے جاتے ہیں

؎ آپ سے پھر تم ہوئے پھر تو کا عنواں ہوگئے

دوسروں کو حکم ہے خرچ کرو حضور کو فرمایا ولا تبسط کل البسط حبیب اپنا بھی خیال رکھا کرو

؎ پوچھتے کیا ہو کہ آقا ہمیں کیا دیتے ہیں
کیا یہ کم ہے کہ بندے کو خدا دیتے ہیں

دوسروں سے مانگنے والے صرف گدا ہوتے ہیں یہاں گدا بھی منگتے بادشاہ بھی منگتے دوسروں سے مانگو تو جھڑکتے ہیں یہاں سینے سے بھی لگایا جاتا ہے عطا بھی فرمایا جاتا ہے دوسروں کو خطرہ ہوتا ہے خزانہ خالی نہ ہو جائے اس لیے کسی کو دے دیا کسی کو جھڑک دیا یہاں یہ خطرہ نہیں نہ خدا کی عطا ختم ہونے والی نہ حضور کی سخا ختم ہونے والی

؎ سرکار کا در ہے درِ شاہاں تو نہیں ہے
جو مانگ لیا مانگ لیا اور بھی کچھ مانگ
اس در پہ یہ انجام ہوا حُسنِ طلب کا
جھولی میری بھر بھر کے کہا اور بھی کچھ مانگ

﴿۳۵﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ

میں ہی تمہیں کمر سے پکڑ کر آگ سے بچا رہا ہوں

(متفق علیہ)

اس حدیث میں پہلے حضور علیہ السلام نے ایک مثال بیان فرمائی کہ کوئی شخص آگ جلائے جب آگ روشن ہو جاتی ہے تو پتنگے اس میں گرنا شروع ہو جاتے ہیں آگ جلانے والا ان کو روکتا ہے وہ اس پہ غالب آجاتے ہیں فرمایا میری مثال بھی ایسے ہی ہے کہ میں تمہیں پکڑ پکڑ کر دوزخ سے نکال رہا ہوں تم ہو کہ اس میں گرنے پہ زور لگا رہے ہو۔

چنانچہ دنیا کی لذتیں آگ ہیں ہم نا سمجھ پتنگوں کی طرح ان کا غلط استعمال کر کے اپنے آپ کو دوزخ کا ایندھن بنا رہے ہیں ہمیں اس سے بچنے کی اتنی فکر نہیں ہے جتنی ہمارے آقا کو ہے۔ اسی لیے فرمایا۔

وبالمؤمنین رؤف رحیم۔ اہل ایمان کے لئے تو حضور سراپا راحت و رحمت ہیں۔ گناہ ہم کرتے ہیں ہمارے لیے بخشش کی رو رو کر دعائیں آپ مانگتے ہیں پیدا ہوئے تو سجدے میں گر کر رب ھب لی امتی کہہ کر دعا مانگی جوان ہوئے تو غاروں میں جا کر روتے رہے صرف امت کے لئے، معراج پہ گئے تو عرش کے نیچے سجدے میں گر کر دعائیں مانگیں

؎ جن کے لب پر رہا امتی امتی
یاد ان کی نہ بھولو نیازی کبھی
وہ کہیں امتی تو بھی کہہ یا نبی
میں ہوں حاضر تیری چاکری کے لئے

کسی محبت والے نے عرش کے نیچے سجدہ کرنے کا منظر بڑے حسین پیرائے میں

شعروں کے اندر قلم بند کیا آپ بھی پڑھیں اور حضور کے قدموں پہ قربان ہو جائیں۔

جبہہ عرش سجدے میں سر کو جھکایا
بکھر کر کے زلفوں نے یہ رنگ لایا
یہ کہہ کر خدا نے نبی کو اٹھایا
کہ پیارے تیرے گیسو کیا مانگتے ہیں
یہ سن کر کہا مصطفیٰ نے الٰہی
یہ کہتی میرے گیسوؤں کی سیاہی
سیاہ بخت امت کی کردے رہائی
الٰہی یہ گیسو دعا مانگتے ہیں
خدا نے کہا تو نہ گھبرا محمد
میرے سامنے عرش پہ آ محمد
تو چاہے جسے بخشوا یا محمد
کہ پیارے تری ہم رضا مانگتے ہیں

(صلی اللہ علی حبیبہ محمد والہ واصحابہ وبارک وسلم)



﴿۳۶﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰہُ یُعْطِیْ

میں ہی بانٹنے والا ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے

(متفق علیہ)

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم رزق اس کا ہے دلاتے یہ ہیں
انا اعطینک الکوثر ساری کثرت پاتے یہ ہیں

دین و دنیا کی ساری نعمتیں علم۔ ایمان۔ مال۔ اولاد جس کو جو ملتا ہے حضور کے ہاتھوں سے ملتا ہے کیوں کہ یہاں کوئی قید نہیں لگائی کہ فلاں نعمت اللہ دیتا ہے میں تقسیم کرتا ہوں اور فلاں نہیں حضور کی تقسیم دیکھنے سے اندازہ ہو جائے گا وہ کیا کیا نعمت ہے جس کو حضور نے تقسیم نہیں کیا جنت صحابہ میں تقسیم فرمائی بلکہ ایک ایک صحابی کو کئی کئی بار بیع کر دی۔ علم دیا ایمان دیا قرآن دیا حضرت قتادہ کو آنکھ عطا کر دی چھڑی کو نور کی لائٹ بنا دیا۔ کھجور کی شاخ کو تلوار بنا دیا ابو بکر کو صدیق اکبر بنا دیا عمر کو فاروق اعظم بنا دیا عثمان کو ذوالنورین بنا دیا علی کو حیدر کرار بنا دیا بے زر کو بوذر بنا دیا بلال حبشی کو رشک قمر بنا دیا حضور علیہ السلام تشریف نہ لاتے تو کیا یہ ذرے آفتاب بنتے یہ قطرے سمندر بنتے نہیں ہر گز نہیں۔

ذرے مہر قدس تک تیرے توسط سے گئے
حدّ اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا

اعلیٰ حضرت کے اس شعر کو تھوڑی سی منطق جاننے والے غور سے پڑھیں لطف آ جائے گا صغریٰ کیا ہے المؤمن واصل بالرسول (مومن رسول کی بارگاہ میں پہنچنے والے ہیں) والرسول واصل باللہ (رسول اللہ کی بارگاہ میں پہنچنے والے) حد اوسط گراؤ تو نتیجہ نکلے گا المؤمن واصل باللہ (مومن خدا کی بارگاہ میں رسائی حاصل کرنے والے رسول کے توسط

سے)۔

یہ خیال غلط ہے کہ چونکہ محدثین نے اس حدیث کو باب العلم میں لکھا ہے لہٰذا حضور صرف علم ہی تقسیم کرتے ہیں اس سے تو یہ لازم آئے گا کہ خدا بھی صرف علم ہی دینے والا ہے۔ کیا یہ اللہ نے فرمایا تھا یا رسول نے کہ اس حدیث کو باب العلم میں لکھنا تاکہ میری عطا اور رسول کی تقسیم محدود ہو جائے اعطیت دو مفعول چاہتا ہے حضور نے ایک بھی ذکر نہیں فرمایا کیوں؟ تاکہ جاننے والے جان لیں ایک دو چیزیں ہوتیں تو ذکر کی جاتیں یہاں تو ہر نعمت عطا خدا کرتا ہے تقسیم حضور فرماتے ہیں اللہ تو سارا الملک بھی عطا فرما دے تو اس کے خزانے پھر بھی بھرے کے بھرے رہتے ہیں کیوں کہ جس کو عطا کیا وہ بھی تو اسی کا ہے پھر ہم ماننے میں کیوں بخل کریں یہ تو نہیں کہ جو چیز اللہ نے عطا کر دی یا حضور نے تقسیم کر دی وہ اللہ کے اختیار سے نکل گئی عطا کے بعد بھی اسی کی ہے یہ عجیب غلط فہمی ہے۔

علمی لطیفہ

اکبر نے بیربل سے پوچھا میری ہتھیلیوں پہ بال کیوں نہیں؟ اس نے کہا آپ سخی ہی اتنے ہیں کہ دے دے کر بال جھڑ گئے ہیں اس نے کہا تیری پہ کیوں نہیں بیربل نے کہا! آپ کے دے دے کر میرے لے لے کر، اکبر نے درباریوں کی طرف اشارہ کر کے کہا اور ان کی ہتھیلیوں پر کیوں نہیں؟ بیربل نے کہا! آپ کے دے دے کر میرے لے لے کر ان کے حسد میں ہاتھ مل مل کر۔ یہی حال ہمارے دور کے خشک مزاج لوگوں کا ہے دینے والا خدا لینے والا مصطفیٰ اور یہ بے چارے خواہ مخواہ جل بھن جاتے ہیں۔

بر سبیل تنزل اگر مان بھی لو کہ علم مراد ہے تو علم چونکہ سب سے بڑی نعمت ہے تو اس کے تحت باقی نعمتیں یقیناً شامل ہو گئیں۔ بادشاہ کا ذکر ہو جائے تو وزراء بالتبع اسی میں آ جاتے ہیں۔

نکتہ

حضور علیہ السلام کی دین برابر ہے مگر لینے والے اپنی اپنی وسعت کے مطابق لیتے ہیں۔ بجلی کا پاور ہاؤس ایک ہے مگر آگے مختلف طاقتوں کے بلب اپنی طاقت کے مطابق بجلی لیتے ہیں پھر جیسا بلب کا رنگ ہو ویسی ہی روشنی نظر آتی ہے۔ لیتے سب حضور سے ہیں کوئی ولی بن رہا

ہے کوئی غوث بن رہا ہے کوئی داتا اور غریب نواز بن رہا ہے۔ ایک ہی سمندر سے تمام دریا بنے مگر راستوں کے لحاظ سے نام الگ الگ ہیں۔ دینے والا ایک ہے لینے والوں کے سینے مختلف۔ کوئی روحانیت کا نور لے رہا ہے کوئی علم کی روشنی حاصل کر رہا ہے کوئی عشق کا سمندر لے رہا ہے۔

؎ پوچھے کوئی بلال و خبیب و اویس سے
حُبِ نبی میں زندگی کیسے گزر گئی



﴿۳۷﴾

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیه وسلم

اَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ

میں ہی حوض (کوثر) پر ان کا پیش رو ہوں گا

(رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مسلم شریف کی حدیث کا یہ آخری جملہ ہے پوری حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام قبرستان تشریف لے گئے دُعا کے بعد فرمایا مجھے یہ تمنا ہے کہ میں اپنے بھائیوں سے ملوں (یعنی آئندہ آنے والی امت سے حیات ظاہری میں ورنہ سرکار ساری امت کو دیکھ رہے ہیں جیسا کہ آپ نے خود فرمایا

ان اللہ رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا و الی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیمة کانما انظر الی کفی ھذہ۔ (معجم طبرانی)

اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دنیا کے پردے اُٹھا دیے ہیں، میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی۔

سر عرش پر ہے تیری گذر دل فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

ایک وضاحت

آپ کا امت کو بھائی کہنا کرم کریمانہ ہے ورنہ امت کو جائز نہیں کہ آپ کو بھائی کہے لا تجعلوا دعاء الرسول (کیوں کہ بادشاہ رعایا سے کہتا ہے میں تمہارا خادم ہوں مگر رعایا کو حق نہیں کہ بادشاہ کو خادم کہتی پھرے) عرض کیا حضور! ہم آپ کے بھائی نہیں؟ فرمایا! تم تو میرے صحابہ ہو میں ان بھائیوں کی بات کر رہا ہوں جو ابھی نہیں آئے۔ عرض کیا آپ ان کو کیسے پہچانیں گے فرمایا بتاؤ اگر کسی کے پنج کلیان (ہاتھ پاؤں منہ سفید باقی سیاہ) گھوڑے ہوں اور وہ

مکمل سیاہ گھوڑوں میں مل جائیں تو وہ ان کو پہچان لے گا کہ نہیں؟ بولے ہاں یا رسول اللہ! فرمایا میرے امتی بھی آثار وضو سے پنج کلیان ہو کر آئیں گے (لہٰذا میں ان کو پہچان لوں گا)۔ اور حوض کوثر پہ ان کی انتظار کروں گا۔ بخاری شریف میں ہے انا فرطکم علی الحوض (ج۲ص۹۷۵) میں حوض کوثر پہ تمہارا منتظم ہوں گا۔

حوضِ کوثر

حوض کوثر میدان محشر میں ہوگا اور گرمی محشر میں گھبرائے ہوئے امتیوں کو، حساب و میزان کی ہولناکیوں سے پریشان غلاموں کو اس حوض پر ساقی ے وحدت کے دست اقدس سے ایک ہی جام ملے گا تو ساری تلخی اور گھبراہٹ کافور ہو جائے گی، دل کو آرام و سکون نصیب ہوگا اور پھر کبھی پیاس نہ ستائے گی حضور علیہ السلام نے فرمایا ان موعدکم الحوض و انی لا نظر الیه و انا فی مقامی ھذا میری اور تمہاری ملاقات کا مقام موعود حوض کوثر ہے اور میں اپنے مقام پر کھڑا ہونے کے باوجود اس حوض کو دیکھ رہا ہوں و لا نیته اکثر من نجوم السماء اس حوض پر جو برتن رکھے ہوئے ہیں وہ آسمان کے ستاروں سے بھی زیادہ ہیں "زوایاہ سواء" اس کے کنارے برابر اور مربع شکل کے ہیں، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ لذیذ و شیریں ہے۔ کیا شان وعظمت عطا فرمائی گئی اس امت کو کہ جس حوض کوثر کا اللہ نے اپنے حبیب کو مالک بنایا حضور فرماتے ہیں میں امت سے پہلے وہاں جا کے اس کی انتظار کروں گا کسی بنگلے کا مالک اگر کسی آنے والے کی انتظار بنگلے سے باہر نکل کے کرے تو بنگلے کے مالک کی شان تو کم نہیں ہوگی کیوں کہ یہ اس کی بندہ نوازی اور اعلیٰ ظرفی کے علامت ہے آنے والے کی عظمت کو ضرور چار چاند لگ جائیں گے۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ و بارک وسلم)

الحلم سید الاخلاق

﴿۳۸﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَوَّلُ مَنْ یُّؤْذَنُ لَہٗ بِالسُّجُوْدِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ

میں ہی پہلا ہوں جس کو قیامت کے دن سجدہ کرنے کی اجازت ملے گی۔

(رواہ احمد)

یہ سجدہ عبادت کا نہیں بلکہ شفاعت کبریٰ کی اجازت کا ہوگا اور یہ وہ وقت ہوگا جب سارے نبی بھی نفسی نفسی کہہ رہے ہوں گے اور حضور کی شان یہ ہوگی کہ جب سجدہ کریں گے زلفیں بکھریں گی۔ ایک اہل حدیث عالم نے اس موقع پہ کہا کہ حضور کی زلفوں کا اللہ کی بارگاہ میں یہ مقام ہوگا۔

زلفاں تیریاں روز قیامت ایسی عظمت پاون
اک اک والوں لکھ لکھ عاصی جنت اندر جاون

چونکہ اللہ نے حضور کا نور سب سے پہلے پیدا فرمایا اس لیے ہر جگہ اللہ نے اس اولیت کو قائم رکھا اور شفاعت کا تاج وسہرا بھی اولاً آپ ہی کے سر بندھا۔

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

یہ سجدہ ایک ہفتہ کی مقدار تک ہوگا جس میں حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد کریں گے جو کبھی کسی نے نہ کی ہوگی اس وقت حضور علیہ السلام کے نام نامی اسم گرامی احمد (بہت زیادہ حمد کرنے والے) کا ظہور ہوگا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

﴿۳۹﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَوَّلُ مَنْ یُّؤْذَنُ لَہٗ اَنْ یَّرْفَعَ رَأْسَہٗ

میں ہی پہلا ہوں کہ جسے (سجدے سے) سر اُٹھانے کی اجازت سب سے پہلے ہوگی

(مشکوۃ شریف)

اس سے آگے حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ میں اپنے سامنے بھیڑ دیکھوں گا اور تمام امتوں میں سے اپنی امت کو پہچان لوں گا ہر طرف لوگ ہی لوگ ہوں گے عرض کیا گیا حضور! کیسے پہچانیں گے اتنی مخلوق میں سے اپنی امت کو؟ فرمایا ان کی خصوصیت یہ ہوگی کہ آثار وضو سے اعضاء چمک رہے ہوں گے کوئی اور ایسا نہ ہوگا اور ان کے نامہ ہائے اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے اور ان کی اولاد ان کے آگے آگے دوڑ رہی ہوگی (یعنی بچے اپنے والدین کی شفاعت کر کے ان کو جنت میں لے جا رہے ہوں گے یہ بھی اس امت کی خصوصیت ہے اور کسی امت کے بچے شفاعت نہیں کر سکیں گے)۔

حضور کی پہچان ان تین علامات پر موقوف نہیں آپ تو ہر شخص کے درجۂ ایمان (جو کہ نہایت ہی اخفاء میں ہے) سے بھی واقف ہیں تبھی تو گواہی دیں گے ویکون الرسول علیکم شھیدا۔ اور اللہ جب فرمائے گا جس کے دل میں رائی کے دانے برابر، اس سے بھی کم، اس سے بھی کم ایمان ہے دوزخ سے نکال لو تو آپ نکال لائیں گے جانتے ہوں گے تو نکالیں گے آپ کی پہچان کا کیا کہنا۔

وہ لیں گے چھانٹ اپنے نام لیواؤں کو محشر میں
غضب کی بھیڑ میں مَیں ان کی اس پہچان کے صدقے

ورنہ کئی آپ کی امت میں ایسے بھی ہوں گے کہ کبھی وضو بھی نہ کیا ہوگا نہ کوئی نیک عمل نہ اولاد ایک بندہ غیر شادی شدہ ابھی ایمان لایا ابھی فوت ہوگیا اس طرح کے بھی لاکھوں ہوں گے

مگر پہچانے جائیں گے اس لیے آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ ان علامات کے بغیر میں پہچان نہیں سکوں گا۔ جب دنیا میں و علمک مالم تکن تعلم آپ کی شان ہے تو قیامت کو تو اس شان میں اضافہ ہوگا وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔

❁❁❁❁❁

یا صاحب الجمال و یا سید البشر ﷺ
من وجهک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقه
بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

﴿۴۰﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اَنَا لَکُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهٖ

میں تمہارے لئے ایسے ہوں جیسے بیٹے کے لئے باپ

(ابن ماجہ)

یعنی شفقت ومحبت تعلیم میں تمہارے باپ کی طرح ہوں جیسے باپ اپنی اولاد کو ہر مفید و نقصان دہ چیز کا نفع ونقصان سمجھا دیتا ہے حضور علیہ السلام نے بھی امت کو ہر چھوٹی بڑی نیکی کا ثواب بتا دیا اور اس کو بجالانے کی تبلیغ فرمادی ہر گناہ کے نقصانات بتا دیے تا کہ امت اس سے بچے اور جنت کی حق دار ہو جائے۔ بلکہ باپ بھی کبھی اولاد کو وہ باتیں نہیں بتا تا جو حضور علیہ السلام نے اپنی امت کو سمجھا دی ہیں کون باپ اولاد کو بتا تا ہے کہ جوتا پہلے دائیں پاؤں میں پہننا ہے اتارتے ہوئے بایاں پاؤں اتارو، کنگی ایسے کرنی ہے، پانی پینے کا یہ طریقہ ہے۔ ہر کام کی الگ الگ دعائیں بتلا دیں ہزاروں ماں باپ حضور علیہ السلام کے قدموں پہ قربان۔ حضور نے امت کو یہ بھی بتا دیا کس طرح لیٹنا ہے۔ بستر جھاڑ کر سونا ہے۔ رات کو چراغ گل کر کے سونا ہے۔ کون والدین ہیں جو اولاد کو اس طرح کی باتیں بتاتے ہیں بلکہ حضور علیہ السلام نے اپنی امت کو استنجے کے تفصیلی مسائل بھی بتا دیے احادیث کی کتاب میں آداب الخلاء کے نام سے پورے پورے باب موجود ہیں بلکہ مذکورہ حدیث بھی باب آداب الخلاء سے لی گئی ہے۔ ایک مرتبہ بعض مشرکین نے صحابہ سے مذاق کیا کہ تمہارے نبی بڑے عجیب ہیں ہر بات تمہیں بتا دیتے ہیں حتی الخراءۃ یہاں تک کہ قضائے حاجت کے لئے بیٹھنے کا طریقہ بھی (اگر ہم جیسا کوئی کم ہمت ہوتا تو احساس کمتری کا شکار ہو جاتا مگر صحابہ کرام بنیاد پرستی کے طعنے سن کر احساس کمتری کا شکار نہیں ہوتے تھے) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اجل امرنا ان لا نستقبل القبلة ولا نستنجی بایماننا ولا نکتفی بدون ثلثة احجار لیس فیها رجیع ولا عظم (رواہ مسلم) ہاں ہاں کیوں نہیں ہمارے نبی نے تو ہمیں یہ بھی بتا دیا ہے کہ قضائے حاجت کے وقت قبلہ کو منہ نہ

کریں نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کریں نہ تین ڈھیلوں سے کم ہوں ان میں گوبر، ہڈی نہ ہونی چاہیئے اس کا مطلب یہ تھا کہ ہمارا دین کتنا عظیم ہے اور ہمارا نبی کس قدر مہربان ہے کہ ہمیں استنجا تک کا طریقہ بھی سمجھا دیا ہے دوسرے لفظوں میں اُلٹا ان پر برس پڑے کہ تمہارا بھی کوئی دین ہے کہ جس میں تمہیں استنجا کرنے کا بھی طریقہ نہیں بتایا گیا۔

مجھے تو ان کے مقدر پہ رشک آتا ہے
یہ لوگ کیا تھے جو حبیب کبریا سے ملے

بات یہاں سے چلی تھی کہ محبت وشفقت اور تعلیم میں حضور علیہ السلام ہمارے باپ کی مانند ہیں اور ادب وتعظیم واطاعت میں ہم حضور علیہ السلام کی اولاد کی طرح ہیں اسی لیے حضور علیہ السلام کی مبارک بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں کہ ان سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام بلکہ ہماری ماؤں میں شک ہو تو ہو جن کو قرآن مائیں کہہ رہا ہے ان کے ماں ہونے میں کیا شک لہٰذا ان کا احترام اس جسمانی ماں سے ہزار درجے زیادہ لازم اور جو اس ماں کا گستاخ ہے اس پر جنت حرام ہے تو اُن بابرکت ماؤں کے گستاخ کو کہاں پناہ ملے گی جن کے بستروں پر حضور علیہ السلام پہ وحی نازل ہوتی تھی وازواجہ امھتھم (القرآن)

نکتہ

جب حضور علیہ السلام یہ فرما رہے ہیں کہ میں تمہارے لیے تمہارے باپ کیطرح ہوں تو جو یہ کہتے ہیں کہ ''حضور کا اتنا ہی احترام کرو جتنا بڑے بھائی کا کیا جاتا ہے بلکہ اس سے بھی کم کہ کہیں شرک نہ ہو جائے'' ایسے کی بات کو ٹھکرایا جا سکتا ہے لیکن والیل کی زلفوں والے کے ساتھ غداری نہیں ہو سکتی

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حضور
اس بُرے مذہب پہ لعنت کیجیے

﴿۴۱﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَوْلَی النَّاسِ بِعِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَۃِ

میں ہی دنیا وآخرت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم سے زیادہ قریب ہوں۔

(متفق علیہ)

یہاں قرب سے مراد قرب زمانی بھی ہو سکتا ہے کیوں کہ زمانہ کے اعتبار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور علیہ السلام کے درمیان دنیا میں کوئی نبی نہیں آیا۔ حضور علیہ السلام کی ولادت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت میں ۵۷۰ سال کا فرق ہے۔

اور قیامت میں اس طرح قریب ہوں گے کہ جب ساری مخلوق انبیاء کرام کی بارگاہ سے شفاعت کی بھیک مانگ کر تھک ہار جائے گی تو آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے گی جو ان کو حضور علیہ السلام کی طرف راہنمائی فرمائیں گے اس طرح وہاں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور علیہ السلام کے درمیان کسی نبی کا فاصلہ نہیں ہوگا۔

اور قرب مکانی بھی مراد ہو سکتا ہے کیوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت جب آسمانوں سے زمین پر تشریف لائیں گے اور دین اسلام کی خدمت کرنے کے بعد جب آپ کا وصال باکمال ہوگا تو حضور علیہ السلام ہی کے روضۂ اطہر میں دفن ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہ ہماری جانیں قربان جو دنیا وآخرت میں کائنات کو ہمارے آقا کے قدموں کی طرف بلانے والے ہیں اور حضور کا پتہ سمجھانے والے ہیں جیسے صبح کا ستارہ طلوع ہو کر آفتاب عالم تاب کے آنے کا پتہ دیتا ہے آپ بھی آسمان نبوت ورسالت کے آفتاب عالم تاب کی آمد کی بشارت دینے والے ہیں و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد (القرآن)

اور ایک قرب کا ذکر اسی حدیث کے اگلے حصے میں حضور علیہ السلام نے خود فرمایا

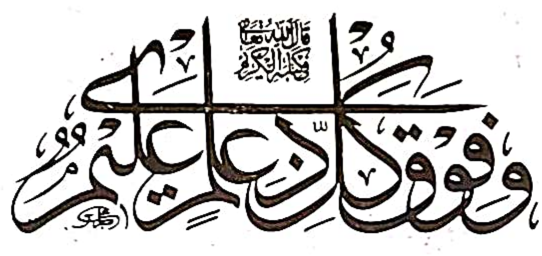
الانبیاء اخوۃ من علات و امھاتھم شتی و دینھم واحد و لیس بیننا نبی۔

انبیاء کرام علاّتی بھائی (جن کا باپ ایک ہو) ہیں ان کی مائیں علیحدہ علیحدہ ہیں اور ان کا دین ایک ہے اور ہم دونوں کے درمیان کوئی نبی نہیں۔

توحید ورسالت میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام مشترک ہیں جب کہ فروعی مسائل میں اختلاف ہے کیوں کہ دین اصول وقواعد ہی کا نام ہے۔ جیسے تمام ائمہ فقہ کا دین تو ایک ہی ہے مگر فروعی مسائل میں اختلاف کی وجہ سے مسلک و مشرب قدرے مختلف ہے، اسی طرح حضرات صوفیاء کرام میں نام کسی کا قادری۔ چشتی۔ نقشبندی۔ سہروردی مگر

؎ ایک ہی دریا سے نکلتی ہیں یہ نہریں ساری

حضور علیہ السلام نے مختلف انبیاء کرام کے حلیے بھی بیان فرمائے مثلاً فرمایا کہ معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی (کئی بار، قبر میں نماز پڑھتے، بیت المقدس میں، آسمانوں پہ بار بار) وہ درمیانے قد اور سیدھے بالوں والے تھے جیسے شنوءہ قبیلے کے لوگ۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ان کا درمیانہ قد اور سُرخ رنگ تھا جیسے ابھی حمام سے نکلے ہوں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔



﴿۴۲﴾

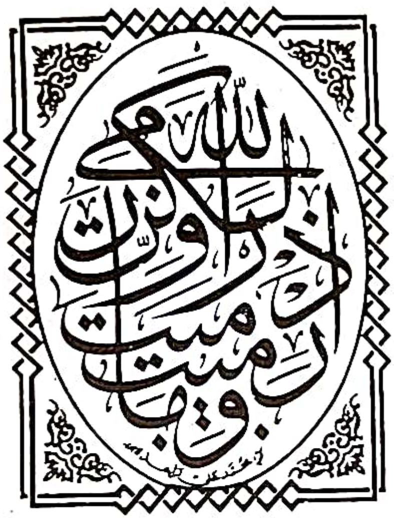
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَشْبَہُ وُلْدِہٖ

میں ہی انکی (حضرت ابراہیم علیہ السلام کی) اولاد میں سے سب سے زیادہ انکے مشابہ ہوں

(متفق علیہ)

؎ بزمِ آخر کا شمع فروزاں ہوا
نورِ اول کا جلوہ ہمارا نبی ﷺ



﴿۴۳﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَوْلٰی بِکُلِّ مُؤْمِنٍ مِّنْ نَّفْسِہٖ

میں ہی ہر مسلمان کا اس کی جان سے زیادہ والی ہوں

(ابوداؤد)

اس جملے کے بعد حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ جو قرض یا بچے چھوڑ کر فوت ہو جائے وہ ہمارے سپرد ہے (اس کا قرض بھی ہم ادا کریں گے خواہ وہ مدینہ کے لوگ ہوں یا اور کہیں کے رہنے والے) اور اس کے یتیم بچے بھی ہم پالیں گے اور جو مال چھوڑ کر فوت ہو تو اس کے وارث اس کے ورثاء ہوں گے (ہم مال نہیں لیں گے) ایک روایت میں ہے جو قرض یا بچے چھوڑ کر فوت ہو جائے وہ میرے پاس آئے یعنی میت کا وصی یا وکیل فانا مولاہ میں اس کا والی ہوں۔

من ترک مالا فلورثته و من ترک کلا فالینا۔ (متفق علیہ)

جو مال چھوڑ کے مرے تو وہ ورثاء کے لئے ہے اور جو بوجھ (قرض۔ بچے) چھوڑ کر مرے وہ ہمارے ذمے۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

اس حدیث مبارکہ میں قرآن مجید کی ایک آیت کی طرف اشارہ ہے جو سورہ احزاب میں ہے النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم نبی کریم علیہ السلام مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں۔

یعنی حضور علیہ السلام کو جو اپنے غلاموں کے ساتھ تعلق ہے اس کی نوعیت و کیفیت بتائی جا رہی ہے کہ تمہاری خیر خواہی، اصلاح احوال، فلاح دارین اور لطف و کرم فرمانے میں میرا حبیب تمہاری جانوں سے بھی تم سے زیادہ مہربان ہے جتنا انکو تمہارا خیال، تمہاری فکر،

تمہاری عزت خوشحالی اور اخلاقی برتری کا لحاظ ہے خود تمہیں بھی نہیں ہے کیوں کہ عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم ۔ "جو چیز تمہارے لیے نقصان دہ ہے وہ انہیں گراں گزرتی ہے وہ تمہارے متعلق حریص ہیں اور اہل ایمان کے لیے تو وہ بڑے ہی مہربان و رحیم ہیں"۔

جب حضور علیہ السلام ہم پہ اتنے مہربان ہیں تو ہمیں بھی شرم آنی چاہیے کہ معمولی معمولی بات پہ ہم ان کی شریعت کی دھجیاں اُڑاتے ہیں اور ان کی نافرمانیاں کرنے میں صرف نعرے کی حد تک "غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے" موت قبول ہے مگر نہ نماز قبول ہے نہ داڑھی قبول ہے نہ شریعت پہ عمل کرنا قبول ہے نہ نظام شریعت قبول ہے اور نہ ہی ان کی محبت میں یہودیوں اور عیسائیوں کی شکل و صورت چھوڑنا قبول ہے آج مسلمانوں کی حالت یہ ہو چکی ہے کہ اگر ایک یہودی ایک عیسائی ایک ہندو اور ایک مسلمان کو اکٹھا کھڑا کر دیں تو پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے انمیں سے مسلمان کون ہے سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں حالانکہ حضور کے غلام کی تو دور سے ہی پہچان ہو جانی چاہیے۔ سوچو کس رؤف و رحیم کا دامن رحمت چھوڑ کر کن دشمنانِ خدا و رسول کی اطاعت کو اپنا شعار بنا رہے ہو۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سیّد بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو
تھے تو آباء وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو

مذکورہ آیت و حدیث کے تحت سُن لیں کہ حضور کا امت کے ساتھ کیسا تعلق ہے اور امت کو حضور کے ساتھ تعلق غلامی کس طرح کا ہونا چاہیے مفسرین نے لکھا ہے کہ

کونہ علیہ السلام اولی بالمؤمنین من انفسھم ای اراف بھم واعطف علیھم اذھو یدعوھم الی النجاۃ و انفسھم

تدعو هم الی الهلاک.

یعنی حضور کے اولی بالمؤمنین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے نفسوں سے بھی زیادہ ان پر مہربان ہیں کیوں کہ آپ انہیں نجات کی طرف بلاتے ہیں اور ان کے نفس ان کو ہلاکت کی طرف لے کر جاتے ہیں۔

ہمیں آپ سے کیسا تعلق ہونا چاہیے یہ بھی سُن لیں۔ حضرت سہل فرماتے ہیں۔

من لم یر نفسه فی ملک الرسول ولم یرولا یته علیه فی جمیع احواله لم یذق حلاوة سُنته.

یعنی جو شخص اپنے آپ کو مکمل حضور کی غلامی میں نہ دے دے اور اپنے تمام حالات میں حضور کو اپنا حکمران نہ سمجھے اس نے سنت کی لذت کو چکھا ہی نہیں ہے۔

بندہ مٹ جائے نہ آقا پہ وہ بندہ کیا ہے
بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ آقا کیا ہے

دانش میں خوفِ مرگ سے مطلق ہوں بے نیاز
میں جانتا ہوں موت ہے سنت حضور کی

﴿۴۴﴾

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

اَنَا اَوْلٰی بِہٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ

میں ہی اس کا (اس یتیم و بے سہارا کا) دنیا اور آخرت میں والی ہوں

(بخاری)

آگے وہی حدیث ہے جو بیان ہو چکی کیوں کہ اس جملہ میں بھی لفظ آنا تھا اس لیے ذکر کردینا مناسب سمجھا ورنہ مفہوم تو وہی ہے جو تفصیلاً پہلے بیان ہو چکا ہے۔



﴿۴۵﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا مَوْلٰی مَنْ لَّا مَوْلٰی لَہٗ

میں ہی اس کا والی ہوں جس کا کوئی والی نہیں۔

(ابوداؤد)

یعنی اگر میت کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا مال بیت المال میں جائے گا اور بیت المال اللہ اور اس کے رسول کا ہے اس لیے آگے ارشاد فرمایا

ارث ماله وافک عانه۔

میں اس کے مال کا وارث ہوں گا اور اس کے قیدی کو چھڑاؤں گا۔

لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں ہے جس میں فرمایا گیا

نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث۔

ہم نبیوں کے گروہ نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے۔

کیوں کہ نبی دنیا میں دنیا کا سامان اکٹھا کرنے نہیں آتے بلکہ امت میں دولت ایمان بانٹنے آتے ہیں اور بالخصوص حضور علیہ السلام کا تو فرمان ہے

ما اوحی الی ان اجمع المال و اکون من التاجرین ولکن اوحی الی ان سبح بحمد ربک و کن من الساجدین واعبد ربک حتی یاتیک الیقین۔ (مشکوٰۃ شریف)

مجھ پر یہ وحی نہیں کی گئی کہ مال جمع کروں اور تاجر بن جاؤں بلکہ یہ وحی کی گئی ہے کہ "اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح کر اور سجدہ کرنے والوں میں ہو جا اور اپنے رب کی عبادت کر زندگی کے آخری سانس تک۔

﴿۴۶﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا وَارِثُ مَنْ لَّا وَارِثَ لَہٗ

میں ہی وارث ہوں اس کا جس کا کوئی وارث نہیں

(رواہ ابوداؤد)

اس کے نقصان کا بھی ذمہ دار ہوں کہ اگر اس نے کسی کا نقصان کیا ہے تو دیت ادا کروں اور مال چھوڑا ہے تو (بیت المال میں جمع کر کے) اس کا وارث ہو جاؤں ویسے تو ان الفاظ کا معنی و مفہوم تفصیلاً ماقبل کی حدیث میں ہو چکا ہے یہاں پہ ایک بات ضروری ذکر کرنا مقصود ہے کہ اگر یہ کہہ دیا جائے یا مکان یا گاڑی پہ لکھوا لیا جائے کہ اللہ نبی وارث تو بعض لوگ فوراً مشرک قرار دے دیتے ہیں، ان لوگوں کی عقل کا ماتم کیا جاتا مگر کیا کیا جائے ماتم خود حرام ہے لہٰذا وہ خود بھی ایک حرام (مشرک کہنا) کے بعد دوسرے حرام (ماتم) کا ارتکاب کر لیا کریں شاید نمرود کی طرح دماغ پہ چوٹیں لگیں گی تو دماغ میں درستگی پیدا ہو جائے ورنہ ۔ ایں خیال است ومحال است وجنون۔

اے خدا کے شرارتی بندو! اللہ کے نبی جو دنیا میں توحید پھیلانے اور شرک مٹانے آئے وہ خود فرماتے ہیں "میں وارث ہوں" اب بتاؤ کہ خدا کو وارث کہنا شرک ہے کہ مصطفیٰ کو وارث کہنا شرک ہے کہ دونوں کو ملا کر وارث کہنا شرک ہے آخر اتنے عام فہم اور سادہ الفاظ میں کیا باریکی ہے جو اتنی مشکل اور ادق ہے جو صرف تم ہی سمجھ سکے ہو۔ اگر ہمیں سمجھا دو تو تمہارا احسان ہوگا ورنہ سنو

ظالمو! محبوب کا تھا حق یہی
عشق کے بدلے عداوت کیجئے

﴿۴۵﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا مَوْلٰی مَنْ لَّا مَوْلٰی لَہٗ

میں ہی اس کا والی ہوں جس کا کوئی والی نہیں۔

(ابوداؤد)

یعنی اگر میت کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا مال بیت المال میں جائے گا اور بیت المال اللہ اور اس کے رسول کا ہے اس لیے آگے ارشاد فرمایا

ارث مالہ وا فک عانہ.

میں اس کے مال کا وارث ہوں گا اور اس کے قیدی کو چھڑاؤں گا۔

لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں ہے جس میں فرمایا گیا

نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث.

ہم نبیوں کے گروہ نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے۔

کیوں کہ نبی دنیا میں دنیا کا سامان اکٹھا کرنے نہیں آتے بلکہ امت میں دولت ایمان بانٹنے آتے ہیں اور بالخصوص حضور علیہ السلام کا تو فرمان ہے

ما اوحی الی ان اجمع المال و اکون من التاجرین ولکن اوحی الی ان سبّح بحمد ربک و کن من الساجدین واعبد ربک حتی یاتیک الیقین۔ (مشکوٰۃ شریف)

مجھ پر یہ وحی نہیں کی گئی کہ مال جمع کروں اور تاجر بن جاؤں بلکہ یہ وحی کی گئی ہے کہ "اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح کر اور سجدہ کرنے والوں میں ہو جا اور اپنے رب کی عبادت کر زندگی کے آخری سانس تک۔

﴿۴۶﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا وَارِثُ مَنْ لَّا وَارِثَ لَہٗ

میں ہی وارث ہوں اس کا جس کا کوئی وارث نہیں

(رواہ ابوداؤد)

اس کے نقصان کا بھی ذمہ دار ہوں کہ اگر اس نے کسی کا نقصان کیا ہے تو دیت ادا کروں اور مال چھوڑا ہے تو (بیت المال میں جمع کر کے) اس کا وارث ہو جاؤں ویسے تو ان الفاظ کا معنی و مفہوم تفصیلاً ما قبل کی حدیث میں ہو چکا ہے یہاں پہ ایک بات ضروری ذکر کرنا مقصود ہے کہ اگر یہ کہہ دیا جائے یا مکان یا گاڑی پہ لکھوا لیا جائے کہ اللہ نبی وارث تو بعض لوگ فوراً مشرک قرار دے دیتے ہیں، ان لوگوں کی عقل کا ماتم کیا جاتا مگر کیا کِیا جائے ماتم خود حرام ہے لہٰذا وہ خود بھی ایک حرام (مشرک کہنا) کے بعد دوسرے حرام (ماتم) کا ارتکاب کر لیا کریں شاید نمرود کی طرح دماغ پہ چوٹیں لگیں گی تو دماغ میں درستگی پیدا ہو جائے ورنہ ۔

ایں خیال است و محال است و جنون۔

اے خدا کے شرارتی بندو! اللہ کے نبی جو دنیا میں توحید پھیلانے اور شرک مٹانے آئے وہ خود فرماتے ہیں "میں وارث ہوں" اب بتاؤ کہ خدا کو وارث کہنا شرک ہے کہ مصطفیٰ کو وارث کہنا شرک ہے کہ دونوں کو ملا کر وارث کہنا شرک ہے آخر اتنے عام فہم اور سادہ الفاظ میں کیا باریکی ہے جو اتنی مشکل اور ادق ہے جو صرف تم ہی سمجھ سکے ہو۔ اگر ہمیں سمجھا دو تو تمہارا احسان ہو گا ورنہ سنو

ظالمو! محبوب کا تھا حق یہی
عشق کے بدلے عداوت کیجیے

﴿۴۷﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

أَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ

میں ہی تم پر گواہ ہوں

(بخاری شریف)

قرآن مجید میں امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کو بھی شہداء فرمایا گیا کیوں کہ یہ امت دنیا وآخرت میں گواہ ہے۔اس کی گواہی اسلام کی صداقت پر ہے دنیا میں اس کا ہر قول و فعل، اس کی انفرادی واجتماعی خوشحالی، اس کی سیرت کی پختگی اور اس کے اخلاق کی بلندی ہر چیز اسلام کی گواہی دے رہی ہے۔اور قیامت کے دن جب پہلے پیغمبروں کی امتیں اللہ کی بارگاہ میں عرض کریں گی کہ ہمیں کسی نے تیرا پیغام ہدایت نہیں پہنچایا اس وقت حضور علیہ السلام کی امت گواہی دے گی کہ اے اللہ! یہ جھوٹ بولتے ہیں تیرے پیغمبروں نے تیرا پیغام ان کے پاس حرف بحرف پہنچا دیا تھا۔جب ان پر اعتراض ہوگا کہ تم کیسے گواہی دے سکتے ہو تم تو اس وقت تھے ہی نہیں تو یہ جواب دیں گے کہ اے اللہ! ہمارے حضور نے ہمیں بتایا کہ تیرے رسولوں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا تھا۔(اس وقت ان کی گواہی مان لی جائے گی) اور حضور علیہ السلام اپنی امت کی صداقت وعدالت کی گواہی دیں گے کیوں کہ حضور علیہ السلام اپنی امت کے حالات سے پوری طرح واقف ہیں چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی تفسیر فتح العزیز میں لکھتے ہیں۔

باشد رسول شما بر شما گواہ زیرانکہ او مطلع است بنور نبوت بر رُتبۂ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ در دین من رسیدہ وحقیقت ایمان او چیست وحجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس اوی شناسد گناہان شمارا ودرجات ایمان شمارا واعمال نیک وبد شمارا واخلاص و نفاق شمارا۔

ترجمہ: تمہارا رسول تم پر گواہی دے گا کیوں کہ وہ جانتے ہیں اپنے نورِ نبوت سے اپنے دین

کے ہر ماننے والے کے رتبے کو کہ میرے دین میں اس کا کیا درجہ ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور وہ کون سا پردہ ہے جس سے اس کی ترقی رُکی ہوئی ہے پس وہ تمہارے گناہوں کو بھی پہچانتے ہیں۔تمہارے ایمان کے درجوں کو تمہارے نیک و بد سارے اعمال کو اور تمہارے اخلاق اور نفاق کو بھی خوب پہچانتے ہیں۔

اسی عقیدے کو حاضر وناظر کہا جاتا ہے کہ سرکار مدینہ علیہ السلام اپنے گنبد خضری میں جلوہ گر رہ کر ساری کائنات کو ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ملاحظہ فرما رہے ہیں اگر یہ کمال نہ مانا جائے تو گواہی نامکمل ہوگی۔

کیسے کہہ دوں وہ حاضر نہیں ہیں کیسے مانوں وہ ناظر نہیں ہیں
اس سے بڑھ کر ثبوت اور کیا ہو وہ تصوّر میں آئے ہوئے ہیں

سوال

اگر حاضر وناظر ہیں تو ان کو پکارنے کا کیا مطلب؟ اور پھر بار بار یا رسول اللہ کہنے کا کیا مطلب؟

جواب

پھر تو یا اللہ کہنے پر بھی پابندی لگ گئی کہ جب حاضر وناظر کو نہیں پکار سکتے تو اللہ تو موجود ہے۔ عقل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے۔

ضروری نہیں ہے کہ کسی کو کچھ کہنا ہو تبھی اس کو بلایا اور پکارا جاتا ہے کبھی اظہار محبت کے لئے بھی پکارتے ہیں۔بچہ ماں کی گود میں بھی ہو تو بار بار امی امی کہتا ہے ماں کو پھر بھی پیار آتا ہے یہ نہیں کہتی بار بار پکارنے کا کیا مطلب؟ بچے کو سکون ملتا ہے ماں پیار کرتی ہے،ہم بار بار جب یا رسول اللہ کہتے ہیں تو دل کو سکون ملتا ہے اور حضور کی رحمت ہماری طرف متوجہ ہوتی ہے۔

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ است آبروئے ما ز نامِ مصطفیٰ است

حضور علیہ السلام اصل کائنات ہیں، جو تعلق پتوں، شاخوں اور پھل کا درخت کے ساتھ ہے وہی حضور علیہ السلام کا امت کے ساتھ ہے شاخ کیوں ہری بھری ہے کہ جڑ سے تعلق قائم ہے تعلق نہ ہو تو سوکھ جائے۔کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے اگر حضور کے نور سے تعلق

منقطع ہو جائے اس لیے فرمایا انا شھید علیکم میں ہر وقت تم پر گواہ ہوں۔

حاضر و ناظر کی بحث

حضور علیہ السلام کی صفات کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا ایھا النبی انا ارسلنک شاھدا۔ اے حبیب! ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا یا حاضر و ناظر بنا کر بھیجا کیوں کہ شاہد کا معنی گواہ ہے جیسا کہ نماز جنازہ میں پڑھا جاتا ہے اللھم اغفرلحینا و میتنا و شاھدنا و غائبنا۔ یہاں شاہد غائب کے مقابلہ میں اور زندہ مردہ کے مقابلہ میں آیا ہے اور گواہ کے لئے حاضر بھی ہونا ضروری ہے اور ناظر بھی ورنہ گواہی نامقبول۔ اندھا گواہی نہیں دے سکتا کہ دیکھ نہیں رہا اور غائب گواہی نہیں دے سکتا کہ موقع پر موجود ہی نہیں اور حضور گواہی دیں گے کہ حاضر بھی ہیں ناظر بھی ہیں۔

ہست محبوب جہاں اندر دلت   چشم گر داری بیا بنمایمت

حاضر و ناظر پر سوالات و جوابات

سوال: اگر حاضر و ناظر ہیں تو نظر کیوں نہیں آتے؟

جواب: آپ جان ہیں جان کیا نظر آئے، ہوا نظر نہیں آتی، تم میں ایمان تو ہوگا۔ پھر دکھاؤ۔ کہاں ہے، نظر آتا ہے؟ کراماً کاتبین ہر انسان کے ساتھ ہیں کبھی نظر آتے ہیں؟ تو جب غلام نظر نہیں آتے تو آقا کیسے نظر آئیں۔

سوال: پھر مصلے پہ کیوں کھڑے ہوتے ہو؟

جواب: اگر خدا ہر جگہ موجود ہے تو تم کعبہ کیوں جاتے ہو۔ تم حکم خدا سمجھ کے کعبے جاتے ہو ہم حکم رسول سمجھ کے مصلے پہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ظلم کی انتہاء ہے ایک اندھا مولوی چیخ چیخ کر تقریر کر رہا تھا اگر حضور حاضر و ناظر ہیں تو مجھے دکھاؤ یعنی اپنا آپ تو نظر آتا نہیں حضور تجھے کیسے نظر آئیں۔ سورج ایک ہو کر ساری کائنات میں دکھائی دے رہا ہے حضور بھی آسمان نبوت کے سورج ہیں اور ہر جگہ ان کے جلوے موجود ہیں۔ حضرت ابو بکر نے حضور کے سامنے نماز پڑھائی اس وقت تو حضور حاضر تھے اور ناظر بھی، تم بھی

مانتے ہو اب کیا اعتراض رہ گیا۔

سوال: قبر میں رہ کر باہر کیسے آسکتے ہیں؟

جواب: قبر میں رہ کر قبر میں تو آسکتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ تیسرا سوال ہی حضور علیہ السلام کے بارے میں ہوگا۔ کیا معراج کی رات نبی قبروں سے نہیں آئے تھے۔ تم ساتویں کوٹھڑی میں چلے جاؤ بخار وہاں پہنچ جاتا ہے موت آجائے تو عزرائیل پہنچ سکتا ہے، تمہارا ایمان برباد کرنے کے لئے شیطان پہنچ سکتا ہے تو ہمارا ایمان بچانے کے لئے حضور کیوں نہیں پہنچ سکتے۔ اگر قبر میں نہیں آسکتے تو حاجی امداد اللہ مہاجر کی علیہ الرحمۃ کس کو کہہ رہے ہیں۔

ذرا چہرے سے پردہ تو ہٹاؤ یا رسول اللہ
مجھے دیدار تو اپنا کراؤ یا رسول اللہ
جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں
بس اب چاہو ڈبوؤ یا تراؤ یا رسول اللہ

ایک اہم نکتہ

مدینے میں رہ کر تو ہر وقت ساری کائنات کو دیکھ رہے ہیں مگر کرم کرنا چاہیں تو بیداری میں امام جلال الدین سیوطی کو بہتر مرتبہ زیارت کرا سکتے ہیں۔ امام بوصیری پہ کرم فرما سکتے ہیں، جمال الاولیاء (اشرف علی تھانوی) میں غوث پاک کے لئے ایک ہی افطاری اٹھارہ جگہ پر ہو سکتی ہے تو امام الانبیاء کے لئے کیسے محال ہوگیا۔ یہ بحث تو بہت طویل ہو سکتی ہے اب مذکورہ حدیث کا اگلا حصہ ملاحظہ فرمائیں۔ و انی واللہ لا نظر الی حوضی الان اور بے شک میں اللہ کی قسم ابھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں۔

یہ ہے نگاہ مصطفیٰ کی طاقت کہ جو چیز کسی کو نظر نہ آئے حضور اس کو بھی دیکھ رہے ہیں انی اریٰ ما لا ترون واسمع ما لا تسمعون۔ (ترمذی) میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔

مسلم شریف کی حدیث ایک حضرت جابر سے دوسری حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی

ہے سورج گرہن ہوا تو آپ نے نماز پڑھائی مسجد نبوی کے مصلے پر تشریف فرما ہیں اور فرما رہے ہیں میں جنت کو بھی دیکھ رہا ہوں دوزخ کو بھی، دوزخ میں عمرو بن لحی کو دیکھ رہا ہوں اور اس عورت کو بھی وہ عورت جس نے بلی کو بھوکا پیاسا باندھ کر مار دیا تھا اور ایسا شخص بھی دیکھ رہا ہوں کان یسرق الحجاج جو حاجیوں کی چوری کیا کرتا تھا۔

ما من شئی لم اکن اُریتہ الا رایتہ فی مقامی ھذا حتی الجنۃ والنار۔ بخاری ج۱ص۱۸

کوئی شے ایسی نہیں جسے میں نے پہلے نہیں بھی دیکھا آج اس مقام پر اس کو دیکھ رہا ہوں یہاں تک کہ جنت و دوزخ بھی۔

بلکہ جو چیز نظر آنے والی نہیں بھی ہوتی وہ بھی آپ کو دکھا دی جاتی ہے فرمایا فواللہ ما یخفی علی رکوعکم ولا سجودکم (بخاری و مسلم) تمہارے رکوع سجدے مجھ سے پوشیدہ نہیں رہتے ایک روایت میں خشوعکم بھی ہے کہ میں تمہارے دل میں چھپے ہوئے خشوع و خضوع کو بھی دیکھتا ہوں اور فرمایا میں جیسے آگے دیکھتا ہوں ایسے ہی پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

معراج پر کافروں کے اعتراض پر بیت المقدس حضور کے سامنے رکھ دیا گیا آپ دیکھ دیکھ کر بتاتے گئے الغرض

؎ اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

حدیث نمبر ۴۷ کا آخری مضمون یہ ہے

وانی اعطیت مفاتیح خزائن الارض و انی واللہ ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی و لکنی اخاف علیکم ان تنافسوا فیھا۔

اور مجھے زمین کے (سارے) خزانوں کی چابیاں دے دی گئیں اور اللہ کی قسم مجھے یہ خطرہ نہیں ہے کہ میرے بعد تم شرک کرو گے ہاں یہ بات ہے (دنیا داری میں) ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو گے۔

مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۲ پر حضرت ثوبان سے روایت ہے

اعطیت الکنزین الاحمر و الابیض۔

کہ مجھے سونے چاندی کے (سارے) خزانے عطا فرما دیے گئے

بات بات پہ شرک کا فتویٰ لگانے والے غور کریں کہ جس بات کا حضور کو خطرہ نہیں ان کو سب سے بڑا خطرہ یہی کیوں نظر آ رہا ہے یہ ذہن اللہ کے نبی کے بالکل برعکس نہیں تو اور کیا ہے۔

جس بات کا آپ اثبات فرماتے ہیں یہ نفی کرتے ہیں زمین کے خزانوں کی چابیاں تو نہیں مانتے ورنہ کیوں کہتے جس کا نام محمد وعلی ہو وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان)

❁— اگر مزید عقائد وہابیہ ملاحظہ کرنے ہوں تو "وہابی مذہب" اور "دیوبندی مذہب" کتابوں کا مطالعہ کریں۔

اور جس کی آپ نفی فرماتے ہیں کہ مجھے امت سے شرک کا خطرہ نہیں یہ اس کا اثبات رہے ہیں کہ ہر جگہ شرک ہو رہا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ یہ بات تو آپ نے صحابہ کو فرمائی تھی، تو سنئے!

یہ بات صحابہ سے خاص نہیں ہے ورنہ لازم آئے گا وہ دنیاداری میں ایک دوسرے سے سبقت لے جاتے تھے کیوں کہ دونوں باتیں انہی کے سامنے فرمائی جا رہی ہیں ہمارا ایمان ہے وہ ان دونوں سے پاک تھے بلکہ بعد والوں کو فرمایا جا رہا ہے۔

﴿۴۸﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اَنَا نَائِمٌ رَأيْتُنِي اُتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَآئِنِ الْاَرْضِ

میں سویا ہوا تھا کہ میں نے دیکھا مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں

(بخاری ج۲ص۱۰۸۰)

اس حدیث کا کچھ مضمون ماقبل والی حدیث میں گذر چکا ہے باقی یہ ہے کہ مذکورہ جملہ سے پہلے جوامع الکلم کا عطا کیا جانا اور رعب کے ساتھ مدد کا ذکر ہے اور آخر میں یہ اضافہ ہے کہ چابیاں میرے ہاتھ پہ رکھی گئیں۔

دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

ایک قرض خواہ یہودی کا دلچسپ واقعہ

ابن سعد نے "الطبقات" میں امام زہری سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عہد رسالت مآب ﷺ میں ایک یہودی نے تورات میں موجود آپ ﷺ کی صفات پڑھ رکھی تھیں۔اس نے بغور جائزہ لیا، ہر صفت بہ تمام وکمال موجود تھی، لیکن وہ بردباری کا مشاہدہ نہ کرسکا تھا اس نے اس صفت کو آزمانے کا فیصلہ کرلیا۔وہ یہودی خود بیان کرتا ہے۔

انی أسلفته ثلاثین دینارا الی اجل معلوم.

میں نے حضور کریم ﷺ کو تیس دینار ادھار دیئے اور مدت بھی مقرر کردی۔

دن گذرتے رہے جب مدت ختم ہونے میں ایک دن باقی رہ گیا تو میں دل میں بنائے ہوئے منصوبے کے مطابق دانستہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا اور سخت لہجے میں کہا:

یا محمد اقض حقی فانکم معاشر بنی عبدالمطلب مطل.

اے محمد ﷺ! میرا قرض ادا کیجئے کیوں کہ آپ اولاد عبدالمطلب بہت ٹال مٹول کرنے والے لوگ ہیں۔

عشق ومحبت میں ڈوبے ہوئے ادب شعار حاضرین صحابہ کرام کو یہ کھردرا انداز تخاطب بہت بُرا لگا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تو حسب معمول غصے کو ضبط نہ کرسکے اور سخت جلال میں آکر یہودی سے مخاطب ہوئے۔

یا یہودی الخبیث انا واللہ لولا مکانہ لضربت الذی فیه عیناک.

اوخبیث یہودی! اگر حضور ﷺ کی موجودگی کی وجہ سے ادب مانع نہ ہوتا تو ابھی تیرا یہ سر جدا کردیتا جس میں دو آنکھیں چمک رہی ہیں۔

لیکن پیکر علم وحلم نبی ﷺ نہایت سکون وقرار سے بیٹھے رہے یہودی کی طعن آمیز گفتگو سے آپ کو بالکل غصہ نہ آیا حسب معمول ضبط وتحمل اور وقار کے ساتھ تشریف فرما رہے الٹا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔

"اے عمر! ہمیں تم سے کسی اور سلوک کی توقع تھی وہ شخص قرض خواہ ہے اسے ہر انداز اپنانے کا حق پہنچتا ہے تمہیں چاہیے تھا کہ ہمیں ادائیگی قرض کی تلقین کرتے اور اسے سمجھاتے کہ اس انداز سے مطالبہ نہیں کیا کرتے ہیں"۔

اب جاؤ! جا کر اس کا قرض ادا کرو اور کچھ زائد بھی دو اور اس کا جو بھی مطالبہ ہو وہ پورا کرو۔یہودی اس موقعہ پر اپنے تاثرات بیان کرتا ہے

فلم یزده جهلی الا حلما.

میری بدتمیزی اور ڈھٹائی سے نبی اکرم ﷺ کے حلم میں اور اضافہ ہوا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مجھے ساتھ لے کر گئے اور حکم کے مطابق قرض ادا کردیا اور کچھ زائد بھی دیا۔میں یہ صورت حال دیکھ کر بے ساختہ چلا اٹھا۔

اشهد ان لا اله الا الله وانه رسول الله ما حملنی علی ما رایتنی صنعت یا عمر الا انی قد کنت رایت فی رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم صفتہ فی التوراۃ کلھا الا الحلم.
فاخبرت حلمہ الیوم فوجدتہ علی ما وصف فی التوراۃ.

(الطبقات الکبریٰ۔۳:۱:۱)

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور وہ اللہ کے رسول ہیں اے عمر! جو کچھ میں نے کہا، اس پر مجھے ابھارنے والی یہ بات تھی کہ میں نے تمام صفات سرورِ دو عالم ﷺ کی ذات میں دیکھ لی تھیں لیکن حلم والی صفت کا جائزہ نہیں لیا تھا، سو وہ آج آزما لیا اور بالکل تورات کے مطابق پایا"۔

مشکوٰۃ کی روایت میں کچھ اضافہ ہے یا غالباً یہ دوسرا واقعہ ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہودیوں کے ایک بہت بڑے عالم نے حضور علیہ السلام کو چند دینار قرضہ دیا اور جب واپس لینے آیا تو اس نے بڑی سختی کی کہنے لگا۔

فانی لا افارقک حتی تعطینی.

یا محمد (ﷺ)! میں آپ سے جدا نہیں ہوں گا جب تک آپ میری رقم نہ دیں گے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا اذًا اجلس معک ٹھیک ہے میں تیرے پاس بیٹھ جاتا ہوں فجلس معہ فصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الظہر والعصر والمغرب والعشاء الاخرۃ والغداۃ آپ نے ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور صبح کی نمازیں وہیں پڑھیں صحابہ کرام کو بہت تکلیف ہوئی اشاروں سے اس کو کوستے رہے اور ڈراتے رہے۔

ففطن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما الذی یصنعون بہ فقالوا یا رسول اللہ یحبسک.

حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام کی بے چینی کو سمجھ لیا کہ یہودی کو اشاروں میں ڈانٹ رہے ہیں صحابہ نے عرض کیا حضور! آپ کو اس نے روک رکھا ہے (چند دیناروں کے بدلے)۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منعنی ربی ان اظلم

معاھدا وغیرہ فلما ترحل النہار قال الیہودی اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد انک رسول اللہ و شطر مالی فی سبیل اللہ.

آپ نے فرمایا! مجھے اللہ نے ذمی وغیرہ پر ظلم کرنے سے منع فرمایا ہے دھوپ نکلی تو یہودی کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو گیا اور اپنا آدھا مال راہ خدا میں وقف کر دیا۔

اس کے بعد اس نے اپنے تاثرات بیان کیے۔

میں نے ایسا اس لیے کیا کہ تورات میں مَیں نے آپ کی شان پڑھی کہ آپ مکے میں پیدا ہو کر مدینے کو ہجرت فرمائیں گے۔ آپ کا ملک شام تک ہوگا نہ بد اخلاق ہوں گے نہ بدمزاج نہ بازاروں میں آوازیں بلند کرنے والے (گھٹیا لوگوں کی طرح) نہ فحش گو [illegible] فضول باتیں کرنے والے (پس میں نے تمام صفات آپ میں بتمام و کمال پالیں) لایا یہ میرا مال ہے جیسے چاہیں خرچ کریں و کان الیہودی کثیر المال یہودی بہت مال دار تھا۔ مشکوٰۃ ص ۵۲۱

تیری ہر ادا پہ ہے جاں فدا مجھے ہر ادا نے مزہ دیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرا مثل نہیں ہے خدا کی قسم



﴿۲۹﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا فَرَطُ اُمَّتِی لَنْ يُّصَابُوْا بِمِثْلِیْ

میں ہی اپنی امت کا سہارا ہوں گا کہ میری (جدائی کی) مثل ان کو تکلیف نہ ہوگی

(ترمذی کتاب الجنائز ص ۲۰۴)

اس فرمان کا پس منظر یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے نابالغ بچوں کی فوتیدگی پر والدین کو اجر و ثواب کے متعلق ارشاد فرمایا کہ جس کے دو بچے فوت ہو جائیں تو وہ اپنے والدین کو جنت میں لے جائیں گے حضرت عائشہ نے عرض کیا اگر ایک فوت ہوا ہو تو؟ فرمایا اس کو ایک لے جائے گا اے نیکوں سے موافقت کرنے والی (اپنی زوجہ کو پیار کے الفاظ فرمائے)! عرض کیا حضور جس کی اولاد ہی نہ ہو تو؟ فرمایا جس کا کوئی نہ ہوگا اس کا میں جو ہوں (کیوں کہ میری جدائی کا بھی تو میرے ہر امتی کو صدمہ ہوا ہے اور ایسا کہ اس جیسا اور کون سا صدمہ ہوگا لہٰذا جس کو کوئی بخشوانے والا نہ ہوگا میں اس کی شفاعت کروں گا)۔

؎ رحمت میرے حضور دی واجاں پئی مار دی
آجا گنہ گارا میں تینوں بچا لواں

مرقات میں لن یصابوا بمثلی کا معنی یہ کہا گیا ہے کہ ای بمثل مصیبتی لھم فان مصیبتی اشد علیھم من سائر المصائب و اکون انا فرطھم ۔ کیوں کہ میری (جدائی کی) مصیبت ان پر تمام مصائب سے زیادہ بھاری ہے۔ کیوں کہ ایک ایمان والے کو اولاد کی جدائی کا اتنا صدمہ نہیں ہو سکتا جتنا کہ میری جدائی کا۔ یا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ جتنے مصائب راہ حق میں مجھے آئے ان کا دُکھ تو میری امت کو بھی ہوا لہٰذا اس تکلیف پر میں ان کی شفاعت کروں گا۔

؎ تیرے خُلق کو حق نے عظیم کہا
تری خَلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہو گا شہا
تیرے خالق حسن و ادا کی قسم

ایک حسین واقعہ

فبینما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الطواف اذ سمع اعرابیا یقول یا کریم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا کریم فمضی الاعرابی الی جھۃ الیمانی و قال یا کریم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خلفہ یا کریم فمضی الاعرابی الی جھۃ المیزاب و قال یا کریم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خلفہ یا کریم فالتفت الاعرابی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و قال یا صبیح الوجہ و یا رشیق القد تھزأبی لکونی اعرابیا واللہ لولا صباحۃ وجھک و رشاقۃ قدک لشکوتک الی حبیبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم. فتبسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم و قال اما تعرف نبیک یا اخا العرب فقال الاعرابی لا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فما ایمانک بہ فقال امنت بنبوتہ و لم ارہ و صدقت برسالتہ و لم القہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا اعرابی انی نبیک فی الدنیا و شفعیک فی الاخرۃ فاقبل الاعرابی یقبل قدمی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اخا العرب لا تفعل بی کما یفعل الا عاجم بملوکھا فان اللہ سبحانہ و تعالیٰ بعثنی لا متکبرا ولا متجبرا بل بعثنی بالحق بشیرا و نذیرا قال

(راوی) فھبط جبرائیل علی النبی صلی اللہ علیه وسلم و قال یا محمد یقرء ک السلام و یخصک بالتحیة والاکرام قل للاعرابی انا نحاسبهٗ فقال الاعرابی یحاسبنی ربی یا رسول اللہ فقال نعم یحاسبک ان شاء اللہ فقال الاعرابی و عزته و جلاله لا حاسبه فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم و علی ما ذا تحاسب ربک یا اخا العرب فقال الاعرابی ان حاسبنی ربی علی ذنبی حاسبته علی مغفرته و ان حاسبنی علی معصیتی حاسبته علی عفوه و ان حاسبنی علی بخلی حاسبته علی کرمه قال فبکی النبی صلی اللہ علیه وسلم حتی ابتلت لحیته فھبط جبرائیل علی النبی صلی اللہ علیه وسلم و قال یا محمد یقرئک السلام و یقول لک اقلل من بکائک فقد الھیت حملة العرش عن تسبیحھم و قل لا خیک الاعرابی لا یحاسبنا و لا نحاسبه فانه رفیقک فی الجنة۔ (روض الریاحین علی قصص الانبیا صفحہ ۱۸-۲۰)

حضور علیہ السلام طواف فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی کو اپنے آگے طواف کرتے پایا جو پڑھ رہا تھا یا کریم حضور علیہ السلام نے بھی پیچھے پڑھنا شروع کر دیا یا کریم وہ اعرابی رکن یمانی کی طرف جاتا تو پڑھتا یا کریم حضور علیہ السلام بھی پیچھے پڑھتے یا کریم وہ میزاب رحمت کی طرف جاتا تو پڑھتا یا کریم حضور علیہ السلام بھی پیچھے پڑھتے یا کریم اعرابی نے حضور علیہ السلام کی طرف دیکھا تو کہا اے روشن چہرے والے! اور خوبصورت قد والے! اللہ کی قسم! اگر تیرا اتنا روشن چہرہ اور عمدہ قد نہ ہوتا تو میں تیری شکایت اپنے محبوب نبی کی بارگاہ میں کرتا کہ مجھے پینڈو سمجھ کے مذاق کرتا ہے۔ (اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا) حضور علیہ السلام مسکرائے فرمایا کیا تو اپنے نبی کو پہچانتا ہے؟ عرض کیا! نہیں فرمایا پھر ایمان کیسے لایا! عرض کیا بن دیکھے ان کی نبوت کو مانا اور بغیر ملاقات کیسے ان کی رسالت کی تصدیق کی فرمایا تجھے

مبارک ہو میں دنیا میں تیرا نبی ہوں اور آخرت میں تیری شفاعت کروں گا وہ حضور علیہ السلام کے قدموں پہ گرا اور بوسے دینے لگا فرمایا! میرے ساتھ وہ معاملہ نہ کر جو عجمی لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ کرتے ہیں اللہ نے مجھے متکبر و جابر بنا کر نہیں بھیجا بلکہ بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے راوی کہتے ہیں کہ اتنے میں حضرت جبریل علیہ السلام آئے عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے اس اعرابی کو فرما دیں ہم اس کا حساب لیں گے اعرابی نے کہا یا رسول اللہ! کیا اللہ میرا حساب لے گا فرمایا ہاں اگر چاہے گا تو لے گا عرض کیا اگر وہ میرا حساب لے گا تو میں اس کا حساب لوں گا فرمایا تو کس بات پہ اللہ کا حساب لے گا اس نے کہا اگر اس نے میرے گناہوں کا حساب لیا تو میں اس کی بخشش کا حساب لوں گا (کہ میرے گناہ زیادہ ہیں کہ تیری بخشش) اگر اس نے میری نافرمانیوں کا حساب لیا تو میں اسکی معافی کا حساب لونگا اگر اس نے میرے بخل کا امتحان لیا تو میں اسکے کرم کا حساب لونگا۔

حضور علیہ السلام یہ سن کر اتنا روئے کہ داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی پھر جبریل علیہ السلام آئے عرض کیا اللہ سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے رونا کم کریں آپ کے رونے نے فرشتوں کو تسبیح و تحلیل بھلا دی ہے اپنے امتی کو کہیں نہ وہ ہمارا حساب لے نہ ہم اس کا حساب لیں گے اور اس کو خوشخبری سنا دیں یہ جنت میں آپ کا ساتھی ہوگا۔

؎ کیا عقل نے سمجھا ہے کیا عشق نے جانا ہے
ان خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

کتب وظائف میں ہے کہ جو بندہ اللہ کے اس بابرکت نام کا وظیفہ رات کو سوتے وقت پڑھے اس کو اللہ بہت عزت عطا فرماتا ہے اور حضرت علی ہمیشہ اس کا وظیفہ پڑھتے تھے۔

؎ منگتے کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی
دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

﴿۵۰﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم

اَنَا اَوَّلُ مَنْ قَالَ بَلٰی فِی الْمِیْثَاقِ

میں ہی سب سے پہلا ہوں جس نے میثاق کے دن بَلٰی کہا

(شرح شفا: ملا علی قاری)

سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۷۲ میں میثاق کا ذکر فرمایا گیا اس کے متعلق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضور علیہ السلام سے پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر ان کی پشت پہ اپنا دایاں ہاتھ پھیرا (جیسا کہ اس کے شایانِ شان ہے) اور ان کی اولاد نکالی پھر فرمایا کہ ان کو میں نے جنت کے لئے پیدا فرمایا اور یہ اہل جنت کے عمل کریں گے پھر ہاتھ پھیرا اولاد نکالی اور فرمایا میں نے ان کو دوزخ کے لئے پیدا فرمایا اور یہ اہل دوزخ کے عمل کریں گے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر عمل کس کھاتے میں ہے؟ (یعنی جب جنت والے اور دوزخ والے متعین ہو گئے تو عمل کی کیا ضرورت؟) فرمایا بے شک جب اللہ تعالیٰ کسی کو جنت کے لئے پیدا فرماتا ہے تو اس سے اہل جنت کے عمل کرواتا ہے حتیٰ کہ وہ شخص اہل جنت کے اعمال پر مرتا ہے پھر اللہ اس کو جنت میں داخل فرما دیتا ہے اور جب اللہ کسی کو دوزخ کے لئے پیدا کرتا ہے تو اس سے دوزخیوں والے کام کرواتا ہے حتیٰ کہ وہ اہل دوزخ کے اعمال پر مرتا ہے اور اس کو دوزخ میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)

بعض احادیث میں اولاد نکالنے کا ذکر فرمانے کے بعد روحوں کا نکلنا جن کو قیامت تک پیدا کیا جائے گا بیان کیا گیا۔ ہر انسان کی دو آنکھیں، جن کے درمیان نور چمک رہا تھا پھر یہ روحیں آدم علیہ السلام پر پیش کی گئیں انہوں نے سوال کیا یا رب یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ تمہاری اولاد ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا اس کی آنکھوں کے درمیان چمک ان کو بہت پیاری لگی۔ پوچھا اے رب! یہ کون ہے فرمایا یہ تمہاری اولاد میں سے ایک شخص ہے اور اس کا

نام داؤد (علیہ السلام) ہے۔

عرض کیا اس کی عمر کتنی ہے فرمایا ساٹھ سال عرض کیا میری عمر میں سے چالیس سال اس کو دے دیئے جائیں۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کی موت کا وقت آیا تو ملک الموت سے فرمانے لگے ابھی تو میرے چالیس سال باقی ہیں انہوں نے کہا آپ نے چالیس سال اپنے بیٹے داؤد کو نہیں دے دیئے تھے؟ پس آدم علیہ السلام نے انکار کیا تو ان کی اولاد نے بھی انکار کیا وہ بھول گئے تو ان کی اولاد بھی بھول گئی انہوں نے خطا کی تو ان کی اولاد نے بھی خطا کی۔ (سنن ترمذی)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان فرمایا کہ میثاق کے دن اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت پہ ہاتھ پھیر کر ان کی اولاد کو چیونٹیوں کی مانند نکالا پھر ان کی زندگی، رزق اور مصائب لکھ دیئے اور ان کو ان کے نفسوں پر گواہ بنایا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ (جامع البیان ج۹ ص۱۵۰)

محمد بن کعب القرظی فرماتے ہیں اللہ نے روحوں کو ان کے اجسام سے پہلے پیدا فرمایا در منثور میں ہے کہ یہ سارا پروگرام یوم عرفہ کے دن وادیٔ نعمان میں ہوا۔ بعض نے سرزمین ہند کا نام لیا۔ کلبی کی روایت میں مکہ وطائف کے درمیان ایک جگہ پر میثاق لینے کا ذکر ہے۔ جب کہ الجامع لاحکام القرآن ج ۷ ص ۲۸۳ پر ہے کہ جب آدم علیہ السلام کو جنت سے آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا تو وہاں ان سے میثاق لیا گیا۔

حضرت ذوالنون مصری سے پوچھا گیا کہ آپ کو یہ میثاق یاد ہے فرمایا میرے کانوں میں اب تک اس کی آواز گونج رہی ہے اور بعض عرفاء تو اس کو کل کی بات بتاتے ہیں (روح المعانی) شرح شفا کے علاوہ، روح المعانی کے اندر بھی ہے کہ جب اللہ نے پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو سب سے پہلے جس نے بَلٰی کہا وہ ہمارے حضور علیہ السلام کی ذات تھی اول من قال بلٰی فهو محمد حضور علیہ السلام سے سُن کر سب نے کہا بلٰی بلٰی کیوں نہیں کیوں نہیں۔ تو خدا کی پہچان عالم ارواح کے اندر بھی حضور علیہ السلام کے وسیلہ سے ہو رہی ہے اور یہ حضور علیہ السلام کا اتنا بڑا احسان ہے کہ ساری مخلوق کی گردنیں آپ کے اس احسان کے بوجھ سے جھکی ہوئی ہیں کہ اگر اس وقت آپ کی راہنمائی نہ ہوتی تو ہمارا کیا حال ہوتا

؎ نہ کیوں کر کہوں یَا حَبِیْبِیْ اَغِثْنِیْ

اسی نام سے ہر مصیبت ٹلی ہے
تیرے در کا درباں ہے جبریل اعظم
ترا مدح خواں ہر نبی ہر ولی ہے
شفاعت کرے حشر میں جو رضا کی
سوا تیرے کس کو یہ قدرت ملی ہے

روح المعانی میں ہے الست بربکم کے جواب میں زمین کے جس ذرے نے سب سے پہلے بلٰی کہا وہ حضور علیہ السلام کی ذات تھی اور یہ کعبہ کی مٹی کا ذرہ تھا پھر اسی ذرے کو پھیلا دیا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آپ کی مٹی مبارک کعبہ کی مٹی تھی تو آپ کا مدفن کعبہ کی بجائے مدینہ کیوں بنا حالانکہ روایت میں ہے جس جگہ کی مٹی ہو وہاں ہی بندہ دفن ہوتا ہے۔ فرمایا جب طوفان آیا تو یہاں کی مٹی وہاں پہنچ گئی اور مٹی کا وہ مبارک اور پاک ذرہ جو حضور علیہ السلام کا مبداء تھا وہ بھی وہاں پہنچ گیا جہاں اب مدینہ منورہ میں حضور علیہ السلام کا روضہ اقدس ہے۔ الغرض معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام اصل کائنات ہیں اور اسی لیے آپ کو امی کہا جاتا ہے کہ ام کا معنی اصل ہے۔ (ج۹ص۱۱۱)

مقصود یہ ہیں آدم و نوح و خلیل سے
تخم کرم میں ساری کرامت ثمر کی ہے
ان کی نبوت ان کی ابوت ہے سب کو عام
ام البشر عروس انہیں کے پسر کی ہے
ظاہر میں میرے پھول ہیں حقیقت میں میرے نخل
اس گل کی یاد میں یہ صدا بو البشر کی ہے

{۵۱}

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا الْخَازِنُ اَضَعُ حَیْثُ اُمِرْتُ

میں ہی خازن ہوں رکھتا ہوں، جہاں حکم ہوتا ہے (یعنی جہاں اللہ فرماتا ہے وہاں خرچ کرتا ہوں)

(رواہ احمد)

اللہ تعالیٰ نے رحمت، بخشش، کرم اور ہر دنیوی و اُخروی نعمت کے خزانے حضور علیہ السلام کے سپرد فرما دیے خزانہ اسی کے سپرد کیا جاتا ہے جس پر اعتماد ہو تو سرکار نے اس اعتماد کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ جہاں خزانے کے استعمال کا حکم ملتا ہے اسی جگہ پر اس کو استعمال فرماتا ہوں یہاں سے اختیارات مصطفیٰ کی وسعتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔

کون ہے وہ جس کے دامن میں اس در کی خیرات نہیں ہے

اختیاراتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اس موضوع پر قرآن مجید کی متعدد آیات بینات پیش کی جاسکتی ہیں ان میں سے چند لکھی جاتی ہیں۔

نمبر۱۔ ولو انهم رضوا ما اتهم الله ورسوله۔ (توبہ آیت ۵۹)

اگر وہ راضی ہوجاتے اس پر جو اللہ اور اس کے رسول نے ان کو دیا۔

جو لوگ بات بات پہ الیس اللہ بکاف عبدہ پڑھ کر اہل ایمان کو در رسول سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں وہ اس پر غور کریں کہ جب "اللہ نے دیا" فرمادیا تو اب "رسول نے دیا" کہنے کی کیا ضرورت تھی کیا رسول کو بھی اللہ ہی نہیں دیتا؟ کیا رسول کا دیا ہوا بھی اللہ کا دیا ہوا نہیں ہوتا؟ کیا اللہ کی عطا کے بعد رسول کی عطا کا ذکر کرنا ضروری ہے ان سوالوں کا جواب آگیا تو الیس اللہ بکاف عبدہ کا معنی بھی آجائے گا۔

اگر کوئی کہے کہ اس سے شرعی مسائل مراد ہیں تو احمق ہے کیوں کہ سیاق وسباق میں مال و دولت کی بات ہو رہی ہے تو درمیان میں شرعی مسائل کہاں سے آ گئے ہاں عموم مجاز کے طور پر (حقیقت ومجاز کو اکٹھا کر لیا جائے) تو معنیٰ یہ ہوگا حضور دنیا کا سامان بھی دیتے ہیں ایمان بھی دیتے ہیں دنیا بھی دیتے ہیں آخرت بھی دیتے ہیں۔

نمبر۲۔ وما نقموا الا ان اغنھم اللہ و رسولہ من فضلہ۔ (التوبہ)

اور نہ بُرا لگا انہیں مگر یہ کہ اللہ اور اسکے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

لہٰذا کوئی اگر یہ کہہ دے کہ اللہ اور اس کے رسول کا فضل ہے تو اس نے قرآن کی آیت کا ترجمہ ہی تو کیا ہے اس میں شرک والی کون سی بات ہے۔

نمبر۳۔ انعم اللہ علیہ و انعمت علیہ۔ (الاحزاب)

اللہ نے اس پر انعام فرمایا اور اے محبوب آپ نے اس پر انعام فرمایا۔

اگر انعام دینے والا بھی بے اختیار ہے تو اختیار والا کون ہے؟

نمبر۴۔ وما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا۔ (الحشر)

اور جو تمہیں رسول دیں وہ لے لو اور جس سے منع کر دیں اس سے رُک جاؤ۔

کس منہ سے کہتے ہیں کہ رسول کسی کو دے ہی کچھ نہیں سکتا۔

حاکم حکیم داد و دوا دیں یہ کچھ نہ دیں
مردود! یہ مراد کس آیت و خبر کی ہے؟

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے پوچھو جن کو اٹھارہ بار جنت بیچ دی۔ حضرت ربیعہ سے پوچھو جن کو جنت بھی دی اپنا قرب بھی دیا اور پھر فرمایا کچھ اور بھی مانگ لو حضرت قتادہ سے پوچھو جن کو آنکھ عطا فرما دی مافوق الاسباب بھی دے رہے ہیں ماتحت الاسباب بھی دے رہے ہیں۔

نمبر۵۔ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل یامرھم بالمعروف و ینھٰھم عن المنکر و یحل لھم الطیبت و یحرم علیھم الخبٰئث و یضع عنھم اصرھم والاغلل التی کانت علیھم۔ (الاعراف)

وہ لوگ کہ پیروی کریں گے اس بھیجے ہوئے غیب کی باتیں بتانے والے اُمّی کی جسے لکھا پائیں گے اپنے پاس توریت و انجیل میں وہ انہیں حکم دے گا بھلائی کا اور روکے گا برائی سے اور ان کے لئے حلال کرے گا ستھری چیزیں اور حرام کرے گا ان پر گندی چیزیں اور اتارے گا ان سے ان کا بھاری بوجھ اور سخت تکلیفوں کے بھاری طوق جو ان پر تھے۔

اس آیہ مبارکہ میں حضور علیہ السلام کے تصرفات شرعیہ کا ذکر بڑی تفصیل کے ساتھ فرمایا گیا حضور علیہ السلام کو محلل اور محرم کا بابرکت لقب دیا گیا۔ یہود و نصاریٰ چونکہ اپنے احبار و رہبان کو یہ اختیار دیتے تھے اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللہ (التوبہ) اللہ نے فرمایا ولا یحرمون ما حرم اللہ و رسولہ (التوبہ) وہی حرام ہے جس کو اللہ اور اس کا رسول حرام فرمائے گا۔ شرعی احکامات میں اللہ تعالیٰ نے کس قدر اختیارات اپنے حبیب کو عطا فرمائے آپ نے خود ارشاد فرمایا۔

الا انی اوتیت القران و مثلہ معہ الا یوشک رجل شعبان علی اریکتہ یقول علیکم بھذا القران فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ و ان ما حرم رسول اللہ کما حرم اللہ۔ (ابن ماجہ۔ مشکوٰۃ ص۲۹)

خبردار! مجھے قرآن اور اس کے ساتھ اس کی مثل (احادیث) دی گئیں ایسا نہ ہو کہ کوئی بندہ پیٹ بھرا تکیہ پر ٹیک لگا کے بیٹھے ہوئے یہ کہہ دے کہ حلال وہی ہے جو اللہ نے قرآن میں حلال کیا اور حرام وہی ہے جو اللہ نے قرآن میں حرام کیا سنو! جو رسول نے حرام کیا وہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ نے کیا ہے۔

جو نبی علیہ السلام کو یہ اختیار نہیں مانتا اسے چاہیے گدھا۔ ریچھ۔ بندر۔ گیدڑ۔ کوا سب کچھ کھائے کیوں کہ یہ خدا نے حرام نہیں کیے۔ غالباً جو کوا کھاتے ہیں اس قاعدے سے ہی کھاتے ہوں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں من یاکل فقد سماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسقا کون کھا سکتا ہے کوے کو حالانکہ حضور علیہ السلام نے اس کا نام فاسق رکھا ہے۔ یہ کہتے ہیں ہم کھا سکتے ہیں کیوں کہ ہمارے بابا جی نے اس کو فتاویٰ رشیدیہ میں

حلال قرار دیا ہے۔

ـ کہاں کا حلال کہاں کا حرام
جو صاحب کہے اُسے چٹ کیجیے
ـ پڑی ہے اندھے کو عادت کہ شوربے ہی سے کھائے
بٹیر ہاتھ نہ آیا تو زاغ لے کے چلے

فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ ان کنتم بایتہ مؤمنین۔

کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے اگر ایمان والے ہو اور تمہیں کیا ہو گیا کیوں نہیں کھاتے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے۔

ومالکم ان لا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ۔ (الانعام)

''اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کیوں نہیں کھاتے وہ چیز جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے''۔

تو جس کھانے پہ ختم پڑھ دیا جائے اگر چہ قرآنی آیات ہی کیوں نہ ہوں وہ نہیں کھاتے کہ ہمارے بڑوں نے حرام کہہ دیا ہے کوا کھا جاتے ہیں کہ انہوں نے حلال کیا ہے۔

صحابہ کرام نے عرض کیا حضور! اللہ نے جو یہود و نصاریٰ کے بارے فرمایا ہے کہ وہ اپنے احبار و رہبان کو رب مانتے تھے تو کیا وہ ان کو سجدہ کرتے تھے فرمایا نہیں بلکہ جو وہ حلال کہتے اسی کو حلال سمجھتے اور جس کو حرام کہتے اسی کو حرام گردانتے۔

ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلٰل و ھذا حرام۔ (القران)

اپنی زبان سے کسی کو حرام اور کسی کو حرام نہ کہتے پھرو۔

ہولی دیوالی کی پوریاں تو حلال کر دو اور امام حسین کی سبیل کا دودھ حرام کر دو۔

الخبیثت للخبیثین والخبیثون للخبیثت والطیبت للطیبین والطیبون للطیبت۔ (القران)

ـ نجدیا سخت ہی گندی ہے طبیعت تیری

اختیارات کی چند مثالیں

۱- ارشاد باری تعالیٰ ہے ان الصلوۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا (القران) نماز وقت پر فرض کی گئی۔ حضور علیہ السلام نے دو دو نمازیں حج کے موقع پر جمع فرمادیں ہر دو جگہ ایک اپنے وقت پہ اور ایک وقت سے آگے پیچھے۔

۲- جہاں دو گواہوں کا ہونا ضروری ہوتا ہے وہاں حضرت خزیمہ اکیلے کی گواہی کو کافی قرار دیا۔

۳- سب کے لئے سونا حرام لیکن حضرت سراقہ کے لئے حلال قرار دیا۔

۴- سب کے لئے ریشم حرام مگر دو صحابہ کو اجازت فرمادی (عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن عوام)۔

۵- ماہ رمضان المبارک روزے کی حالت میں بیوی سے مجامعت کرنے والے کو نہ صرف کفارہ معاف فرمایا بلکہ ٹوکرا کھجوروں کا بھی عنایت کر دیا۔

۶- حضرت اسماء بنت عمیس کو ان کے خاوند کی وفات پر صرف تین دن سوگ کر کے نکاح کی اجازت عطا کر دی۔

۷- ایک صحابی کے لئے چھ ماہ کا بکری کا بچہ قربانی کے لئے جائز فرمادیا۔

۸ اپنی مسجد میں حضرت علی۔ فاطمہ۔ حسنین کے لئے حالت جنابت میں آنا جائز فرمادیا۔

۹- حضرت علی المرتضیٰ کو دوسری شادی کرنے سے منع فرمادیا۔

۱۰- ایک شخص کا ایمان دو نمازیں پڑھنے کی شرط پر قبول فرمالیا۔ تلک عشرۃ کاملۃ قصیدہ بردہ شریف میں ہے

نبینا الأمر الناھی فلا احد
ابر فی قول لا منہ ولا نعم

علامہ خفاجی شرح شفا نسیم الریاض میں اس شعر کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں

ان لاحاکم سواہ صلی اللہ علیہ وسلم فھو حاکم غیر محکوم۔

پس حضور کے سوا کوئی حاکم نہیں (مخلوق میں سے) آپ محض حاکم ہیں محکوم نہیں

(سوائے اپنے رب کے)۔

عام حکم کو خاص اور خاص کو عام فرما دیا

۱- قرآن مجید میں انما حرم علیکم المیتة فرمایا مردار کی حرمت میں عموم رکھا لیکن حضور علیہ السلام نے مچھلی اور ٹڈی کو حلال فرما کر عام کلمہ کو خاص کر دیا۔

۲- اسی طرح اللہ نے خون کو مطلقا حرام فرمایا والدم اور حضور علیہ السلام نے دل اور کلیجی کو حلال فرما کر عام کو خاص کر دیا۔

۳- دوسری طرف اللہ نے صرف خنزیر کا گوشت حرام فرمایا ولحم الخنزیر مگر حضور علیہ السلام نے اس خاص کو عام فرما دیا یہ کہہ کر کہ خنزیر کی ہڈی بھی حرام اس کے بال بھی اور اس کی چربی بھی۔ اب بھی کوئی کہے کہ یہ تو صرف شرعی اختیارات ہیں تو کیا یہ تمہیں بھی حاصل ہیں؟ جب اعلیٰ شے کا اختیار دیا تو ادنی کا کیوں نہ دیا؟

۴- ایک صحابی نے جب حج کے بارے بار بار سوال کیا کہ کیا حج کرنا ہر سال فرض ہے فرمایا لو قلت نعم لو جبت اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہر سال حج کرنا فرض ہو جائے۔

(مشکوۃ)

اللہ نے اپنے حبیب کو دنیوی اور اخروی ہر شے کا اختیار دیا آپ نے درختوں اور پتھروں کو بلایا تو وہ دوڑتے ہوئے آئے۔ چاند کو اشارہ فرمایا تو دو ٹکڑے ہو کر قدموں میں آ گیا۔ ڈوبے سورج کو واپس پلٹایا۔ کنکروں سے کلمہ پڑھوایا امام حسن و حسین کو جنت کی سرداری عطا فرمادی۔

بڑی سادگی سے کہہ دیتے ہیں یہ اختیارات تو اللہ نے دیے ہیں؟ ہم کب کہتے ہیں کسی اور نے دیے ہیں مگر جو خدا نے دیے ہیں وہ تو مانو۔

سورج اُلٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

اگر ہمارے پلے کچھ نہیں تو نبی کو بے اختیار تو نہ کہیں المرء یقیس علی نفسه یہ نہ کہو کہ کسی کے پاس کچھ نہیں یا پھر "کسی" میں نبی کو شامل نہ کرو۔ بادشاہوں کو۔ وزراء کو "کسی" میں

شامل کر سکتے ہو نبی کو کسی کی طرح نہ سمجھو بلکہ

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

حضور علیہ السلام نے مدینہ کو حرم بنا دیا۔ حضرت عثمان غنی نے زمین کا ٹکڑا خریدا حضور علیہ السلام نے اس کو جنت البقیع بنا دیا۔ جس اللہ نے نمرود جیسے کافر کو پورا ملک دے دیا اس کے محبوب کے بارے کہنا کسی کو کچھ نہیں دے سکتے کیا ڈوب مرنے کا مقام نہیں۔

سوال

اگر حضور علیہ السلام کو اختیار ہے تو اختیار نہ ماننے والوں کو سعودیہ میں حکومت کیوں کرنے دے رہے ہیں؟

جواب

کیا نمرود و فرعون نے حکومت نہیں کی۔ کیا آج یہودی بیت المقدس پہ قابض نہیں؟ کیا خدا کو اختیار نہیں یا ان کی حکومتیں ٹھیک ہو گئیں؟

اسیر مالٹا مولانا محمود الحسن "ادلہ کاملہ" میں لکھتے ہیں "آپ صلی اللہ علیہ وسلم اصل میں بعد خدا مالک عالم ہیں"۔

اور نواب صدیق حسن بھوپالی مسک الختام ج ۲ ص ۵۱۲ پہ لکھتے ہیں۔

و در مذہب بعضے آں است کہ احکام مفوض بود بوے صلی اللہ علیہ وسلم ہر چہ خواہد و بر ہر کہ خواہد حلال و حرام گرداند و بعضے گویند باختیار و اول اصح و اظہر است۔

بعض کے مذہب میں یہ ہے کہ تمام احکام حضور علیہ السلام کے سپرد کر دیے گئے ہیں جو جس کے لئے چاہیں حلال و حرام فرما دیں اور بعض نے کہا کہ اختیار ہے لیکن پہلا مذہب زیادہ صحیح اور زیادہ ظاہر ہے۔

خالق کُل نے آپ کو مالک کُل بنا دیا
دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

حضرت غوث اعظم فرماتے ہیں۔

وولانی علی الاقطاب جمعا فحکمی نافذفی کل حالی.

مجھے تمام قطبوں پر فضیلت بخشی گئی پس میرا حکم ہر وقت و ہر حالت میں جاری ہے۔

بلاداللہ ملکی تحت حکمی ووقتی قبل قلبی قدصفالی.

اللہ کے تمام ملک میرے حکم کے ماتحت ہیں اور میرا دل و جان صفا و مصفا فرما دیا ہے۔

نظرت الی بلاداللہ جمعا کخردلۃ علی حکم اتصالی.

میں اللہ کے تمام ممالک کو اس طرح دیکھتا ہوں جیسے ہتھیلی پر رائی کا دانہ۔

جب غوث اعظم کے اختیارات کی یہ حالت ہے تو رسول اعظم کے اختیارات کا عالم کیا ہوگا؟ مگر حیرانگی ہے اپنے بزرگ کے بارے یہاں تک بھی کہہ دیا۔

؎ مردوں کو زندہ کیا زندہ کو مرنے نہ دیا

(قصائد قاسمی)

اور جنہوں نے پتھروں، لکڑیوں میں جان ڈال دی، انگلیوں سے پانی کے دریا بہا دیے ان کے بارے میں اتنا تو کیا مانا جاتا بلکہ یوں کہا کہ جس کا نام محمد و علی ہے وہ کسی چیز کے مالک و مختار نہیں۔

؎ وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقب شہید و ذبیح کا
وہ شہید لیلیٰ نجد تھا وہ ذبیح تیغ خیار تھا

؎ یہ ہے دیں کی تقویت اس کے گھر یہ ہے مستقیم صراط شر
جو شقی کے دل میں ہے گاؤ خر تو زباں پہ چوڑھا چمار ہے
وہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض وجود ہی سر بسر
ارے تجھ کو کھائے تپ سقر ترے دل میں کس سے بخار ہے
وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

آخر میں ملا علی قاری کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں اور اگلی حدیث کا شروع کرتے ہیں

یؤخذ عن اطلاقہ صلی اللہ علیہ وسلم الامر بالسوال ان اللہ مکنہ من اعطاء کل ما ارا د من خزائن الحق.

حضور علیہ السلام نے جو حضرت ربیعہ کو مطلقاً کسی بھی چیز کے مانگنے کا حکم دیا اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قدرت بخشی ہے کہ اللہ کے خزانوں سے جس کو جتنا چاہیں عطا کردیں۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ)



﴿۵۲﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَعْظَمُکُمْ اَجْرًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

میں ہی تم سب سے بڑا ہوں گا قیامت کے دن اجر وثواب کے لحاظ سے

(سنن دارمی)

اگر چہ حضور علیہ السلام دنیا و آخرت ہر مقام میں ہر لحاظ سے ہر مخلوق سے بڑے ہیں جب صف انبیاء میں آپ جیسا کوئی نہیں تو دوسرے کس کھیت کی مولی ہیں لیکن دنیا میں کئی لوگ آپ کی عظمت کے منکر بھی ہو سکتے ہیں اور قیامت کے دن تو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر یقین ہو جائے گا کہ ؎ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اور جہاں تک اجر وثواب کا تعلق ہے تو حضور علیہ السلام کا اپنا فرمان ہے کہ نیکی کی طرف راہنمائی کرنے والے کو بھی نیکی کرنے والے جتنا ثواب ملتا ہے آج امت جتنی نیکیاں کر رہی ہے یا پہلے کرتی رہی یا قیامت تک کرتی رہے گی سب حضور علیہ السلام کی راہنمائی پر ہو رہا ہے تو جو جو امتی جو جو نیکی کرے گا جتنا جتنا ثواب نیکی کرنے والے کو ملے گا اتنا اتنا ثواب حضور علیہ السلام کے کھاتے میں بھی جمع ہوتا رہے گا۔

ویسے بھی ایک کام نیکی کا امتی کرے وہی کام اللہ کا نبی بھی کرے تو دیکھنے میں دونوں نے مثلاً سجدہ ہی کیا ہے لیکن اجر وثواب اور قرب الٰہی کے لحاظ سے ساری دنیا کے ساری عمر کے سجدے بھی نبی علیہ السلام کے ایک سجدے کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس لیے حضور علیہ السلام نے جب لوگوں کو نماز پڑھنے کا طریقہ سکھایا تو فرمایا صلوا کما رایتمونی اصلی (حدیث) ایسے نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتا دیکھ رہے ہو یہ نہیں فرمایا کہ جیسے میں نماز پڑھتا ہوں اس طرح نماز پڑھا کرو کیوں حضور علیہ السلام کی نماز کی طرح کس کی نماز ہو سکتی ہے۔ جب ان کی نماز کی طرح کسی کی نماز نہیں ہو سکتی تو ان کی طرح کا کوئی کیسے ہو سکتا ہے۔ یا یوں سمجھو کہ جب ان کی بات

کی طرح کسی کی بات نہیں ہو سکتی تو ان کی ذات کی طرح کسی کی ذات کیسے ہو سکتی ہے۔

اس حدیث سے بعض لوگوں کے اس خیال فاسد کی بھی تردید ہو گئی کہ جو کہتے ہیں "بسا اوقات اعمال میں امتی نبی سے بڑھ بھی جاتا ہے"۔ استغفر اللہ العظیم۔

کسی لحاظ سے بھی امتی کے نبی سے بڑھنے کی بات کرنا ایک مسلمان کو زیب نہیں دیتا کہ خود لفظ نبی کا معنی ہی بلند و بالا ہے تو ہر لحاظ سے نبی اپنی امت کے ہر ہر فرد سے بلند و بالا ہوتا ہے اس طرح کی بات خود حد سے بڑھی ہوئی بات ہے۔ الغرض حضور علیہ السلام کی امت سب سے زیادہ ہے تو حضور علیہ السلام کا اجر وثواب بھی سب سے زیادہ ہے۔ بلکہ حضور علیہ السلام کا نور ہر دور میں انبیاء کرام کی راہنمائی فرماتا رہا تو پہلے نبیوں اور ان کی امتوں کا ثواب بھی حضور علیہ السلام کی راہنمائی کی وجہ سے حضور علیہ السلام کے کھاتے میں جمع ہوتا رہا تو اس طرح اعظمکم اجرا یوم القیمۃ کا مفہوم واضح ہو گیا۔

؎ بزمِ کونین میں انبیاء تاجدار
تاجداروں کا آقا ہمارا نبی ﷺ



﴿۵۳﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَسِیرُ فِی الْجَنَّۃِ اِذَا اَنَا بِنَہَرٍ حَافَتَاہُ قِبَابُ الدُّرِّ الْمُجَوَّفِ......

میں جنت میں سیر کر رہا تھا (معراج کی رات) تو ایک نہر پر پہنچا جس کے کناروں پر کھلھل موتی کے خیمے تھے میں نے کہا اے جبریل یہ کیا ہے انہوں نے عرض کیا یہ وہ کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو عطا فرمایا ہے اس کی مٹی خالص مشک کی تھی

(بخاری)

یہاں حوض کوثر کو ہی کوثر فرمایا گیا اس حوض کے بارے حدیث نمبر ۳۷ کے تحت کچھ لکھا گیا مزید یہ کہ اس کی لمبائی چوڑائی ایک مہینہ کی مسافت کے برابر ہے۔ جنت سے دو بڑے پرنالے اس میں گرائے جائیں گے جو اس کے پانی کو بڑھاتے رہیں گے تا کہ امت کی کثرت کے سبب پانی میں کمی نہ ہو۔

سورۂ کوثر میں انا اعطینک الکوثر کے متعلق صحابہ کرام، اجلّہ تابعین اور مفسرین اور علماء امت کے بہت زیادہ اقوال ہیں کہ کوثر سے مراد کیا ہے تفصیل دیکھنی ہو تو "تفسیر سورۂ کوثر" از علامہ محمد اشرف سیالوی کا مطالعہ فرمائیں یہاں صرف ان کے متعدد معانی کی نشان دہی کی جاتی ہے۔

۱- نہر جنت
۲- حوض کوثر
۳- اولیاء و علماء کرام
۴- جمیع امت مصطفیٰ ﷺ
۵- نبوت رسول اکرم
۶- قرآن کریم
۷- دین اسلام
۸- رفعت ذکر مصطفیٰ ﷺ
۹- اخلاق مصطفیٰ ﷺ
۱۰- علوم مصطفیٰ ﷺ

۱۱- مقام محمود و شفاعت عظمیٰ
۱۲- معجزات رسول ﷺ
۱۳- نور قلب مصطفیٰ ﷺ
۱۴- ہر بھلائی کی کثرت

؎ انا اعطینک الکوثر ساری کثرت پاتے یہ ہیں

(اعلیٰ حضرت)



﴿۵۴﴾

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

میں سچا نبی ہوں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

(متفق علیہ)

غزوۂ حنین میں جب شروع میں مسلمانوں کو ہزیمت ہوگئی تو قبیلہ بنو ہوازن اور بنو ثقیف نے حضور علیہ السلام کے خچر کو گھیر کر آپ پر حملہ کرنا چاہا تب آپ خچر سے اترے اور تلوار سونت کر یہ ارشاد فرمایا۔ لشکر کے پاؤں اُکھڑ چکے ہوں شکست کے آثار نمایاں ہوں، عسکری قوت کا شیرازہ بکھر چکا ہو تو فوج کے کمانڈر پر کیا گذرتی ہے اس کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے لیکن غزوۂ حنین میں ان ساری باتوں کے باوجود سپہ سالار مدینہ، رحمت عالم نے کمال استقامت سے بے مثال شجاعت کا مظاہرہ فرمایا۔ اپنے خچر پر سوار ہیں دشمن کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ مہاجرین و انصار میں سے کچھ لوگ آپ کے اردگرد حفاظتی دیوار قائم کیے ہوئے ہیں اور آپ ساتھیوں کو واپس بلا رہے ہیں اور دشمنوں کو للکار رہے ہیں کہ آؤ میرے مقابلے میں۔ میں کوئی جھوٹا نبی نہیں ہوں اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے دادا جان حضرت عبدالمطلب مومن بھی تھے، موحد اور بہادر بھی تھے اور آپ کی اولاد بہادری میں مشہور تھی کیوں کہ حضور علیہ السلام نے ان کی اولاد ہونے پر فخر فرمایا اور مشرک باپ دادا پر فخر جائز نہیں اگر وہ مومن نہ ہوتے تو حضور کبھی ان کی اولاد ہونے پر فخر نہ کرتے اور یہ فخر چونکہ کفار کے مقابلہ میں اظہار شجاعت کے لئے تھا اس لیے بالکل جائز ہے اعلیٰ حضرت حضور علیہ السلام کی شجاعت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

؎ وہ چقا چاق خنجر سے آتی صدا
مصطفیٰ تیری صولت پہ لاکھوں سلام

اور شاعر دربار رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا خوب کہا

؎ له همم لا منتهى لكبارها و همته الصغرى اجل من الدهر.

کہ سرکار علیہ السلام کو اللہ نے ایسی ہمتوں اور طاقتوں سے نوازا ہے کہ بڑی بڑی ہمتوں کی تو کوئی انتہا ہی نہیں۔ سب سے چھوٹی ہمت سارے جہان سے بڑی ہے۔

غزوۂ غطفان کے موقع پر جب دشمن حق کا سامنا نہ کرتے ہوئے بھاگ گیا اور پہاڑوں میں جا کر چھپ گیا۔ حضور علیہ السلام دوپہر کے وقت درخت کے نیچے آرام فرما ہو گئے صحابہ کرام بھی پاس نہ تھے تاکہ حضور علیہ السلام یکسوئی کے ساتھ آرام فرمالیں تو قبیلہ بنو محارب کا رئیس دعثور دبے پاؤں آیا اور تلوار سونت کر للکارا من يمنعك مني بتا (اے محمد) تجھے مجھ سے کون بچائے گا حضور علیہ السلام نے بغیر گھبراہٹ کے بڑے وقار کے ساتھ فرمایا "اللہ" میرا اللہ یہ سُنتے ہی اس پر ایسا رعب طاری ہوا کہ تلوار ہاتھ سے گرگئی۔ حضور علیہ السلام نے تلوار بڑے اطمینان سے اُٹھا کر کہا من يمنعك مني ۔ اب بتا تجھے مجھ سے کون بچائے گا اس نے گھبرا کر جواب دیا لا احد کوئی نہیں بس اتنی سی بات تھی اسکے اندر ایسی ہلچل مچی کہ کلمہ پڑھ کر ہی سکون آیا

؎ سکونِ قلب ملا لذتِ حیات ملی
در حبیب ملا ساری کائنات ملی

طاقت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

بخاری شریف کی پہلی حدیث ہے کہ میرے پاس جب غار حرا میں جبریل حاضر ہوئے اور مجھے پڑھنے کو کہا، میں نے جواب دیا ما انا بقارى میں پڑھنے والا نہیں ہوں فغطنى حتى بلغ منى الجهد اس نے پورا زور لگایا۔ وہ تھک گیا ثم ارسلنى پھر مجھے چھوڑا اور کہا پڑھیے میں نے پھر وہی جواب دیا اس نے پھر دبایا پھر تھک گیا تین بار ایسا ہی ہوا۔ تینوں مرتبہ یہی ہوا کہ بلغ منى الجهد وہ تھک گیا۔ (اگر آپ تھکتے تو اپنا بھی ذکر فرماتے)۔

اندازہ لگاؤ وہ جبریل جو حضرت لوط علیہ السلام کی بستی پہ آئے تو چھوٹی انگلی کے ایک پورے پر پوری بستی اُٹھا لے فجعلنا عاليها سافلها فضاؤں میں لے جا کر اُلٹ دے اور جہاں سے بستی اُٹھائی تھی نیچے سمندر کی سی گہرائی ہو جائے یہاں پورا زور لگاتے ہیں اور پھر خود ہی

تھک جاتے ہیں۔

روح الامیں کو جس کی غلامی پہ ناز ہے
افضل بھی اس کریم کے در کا غلام ہے

ادھر انسانوں میں سے حضرت عمر ہیں کہ ایک وقت تھا جب قیصر وکسریٰ ان کا نام سُنتے تو لرزہ براندام ہو جاتے اور شیطان جس عمر کے سائے سے بھی بھاگے وہ حضور کی بارگاہ میں سر لینے آتے ہیں تو دے کے جاتے ہیں۔

کافر مل کر ابو طالب کے پاس آتے ہیں یہ تیرا بھتیجا کیا چاہتا ہے حکومت چاہتا ہے تو ہم اس کو بادشاہ ماننے کو تیار ہیں۔ دولت چاہتا ہے تو ہم اس کے قدموں پہ ڈھیر کر دیتے ہیں۔ حسین عورت سے شادی چاہتا ہے؟ ہم انتظام کر دیتے ہیں، بس ہمارے بتوں کو کچھ نہ کہے آپ نے کمال جرأت سے جواب دیا میرے ایک ہاتھ پہ سورج رکھ دو دوسرے پہ چاند دنیا کی کوئی طاقت مجھے حق کہنے سے روک نہیں سکتی چچا نے کہا بیٹا میرے لیے مشکلات پیدا نہ کر فرمایا تو بھی میرا ساتھ چھوڑتا ہے تو چھوڑ جا مجھے میرے مؤقف سے کوئی ہٹا نہیں سکتا۔ جب ابو طالب نے آپ کی جرأت دیکھی تو ان کو بھی حوصلہ مل گیا۔ کہا جو چاہے کر تیری ہوا کی طرف بھی کوئی نہ دیکھ سکے گا۔

سارے کفار مکہ کی چھاتی پہ مونگ دَل کر بتوں کی مجبوری ثابت کر دی خدا کی توحید کا اعلان کر دیا۔

روایات میں آتا ہے سورج کو ستر ہزار نوری فرشتے کھینچ کر چلاتے ہیں حضور علیہ السلام نے ڈوبا ہوا سورج لوٹایا تو ساتھ ہی فرشتے بھی کھنچے چلے آئے ہوں گے انہوں نے پوچھا ہوگا یہ کون ہے جس کی طاقت ستر ہزار فرشتوں پہ غالب آ گئی ان کو بتایا گیا یہ خدا کا محبوب ہے جس کی انگلی کے اشارے سے کبھی چاند ٹکڑے ہوتا ہے کبھی ڈوبا ہوا سورج واپس آتا ہے۔

سورج اُلٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی (ﷺ)

آپ ﷺ نے شیطان کو دبا دیا

شیطان ایک بیماری ہے اور عباد الرحمٰن اس بیماری کا علاج ہیں علاج تبھی ہو پاتا ہے

جب اس کی طاقت بیماری سے زیادہ ہو۔

یوں سمجھو کہ ڈسپرین کی گولی سے کینسر کا علاج تو نہیں ہو سکتا تو جو لوگ شیطان کا اختیار تو مانیں لیکن عباد الرحمٰن کی طاقت کا انکار کریں ان کے ذہن وضمیر پر شیطان نے پوری طرح قبضہ کیا ہوا ہے بلکہ یوں کہو کہ وہ شیطان سے بھی چار ہاتھ آگے ہیں کیوں کہ شیطان نے تو اقرار کیا کہ میں سب کو گمراہ کروں گا الا عبادک منھم المخلصین مگر تیرے چُنے ہوئے بندوں کو نہ کر سکوں گا جب مخلصین کی طاقت یہ ہے تو امام الانبیاء کی طاقت کیا ہوگی۔ چنانچہ صحیح بخاری ج ا صفحہ ۱۶۱ پہ ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ شیطان آ کر میری نماز کو توڑنے کی کوشش میں مصروف ہو گیا فشدّ علی پورا زور لگانے لگا۔ لیکن شیطانی قوتیں تو شاہ مرداں شیر یزداں کے آگے نہیں ٹھہر سکتیں شیر یزداں کے آقا کی کیا عظمت ہوگی فذعتهٗ اس کا سادہ ترجمہ یہ ہے کہ میں نے اس کو ایسی لگائی کہ اسے نانی یاد آ گئی اور میں نے ارادہ کیا کہ ان اوثقهٗ الی سارية حتی تصبحوا فتنظروا اس کو باندھ دوں مسجد کے ستون کے ساتھ، تاکہ تم صبح اس کو بندھا ہوا دیکھو فذکرت قول سلیمان رب هب لی ملکا لا ینبغی لا حد من بعدی تو مجھے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آ گئی کہ یا اللہ! ایسی حکومت دے جیسی کسی کو نہ ملے۔ ثابت ہوا اللہ نے سلیمان علیہ السلام سے زیادہ ہمارے آقا کو غلبہ دیا مگر آپ نے اظہار نہ فرمایا کہ حضرت سلیمان بھی خوش رہیں اور شیطانوں کا علاج بھی ہو جائے۔

ولی کی طاقت یہ ہے تو نبی کی کیا ہوگی

حدیث قدسی ہے

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم ان الله تعالیٰ قال من عادیٰ لی وليا فقد اذنته بالحرب وما تقرب الی عبدی بشئی احب الی مما افترضت عليه وما يزال عبدی يتقرب الی بالنوافل حتی احببته فاذا احببته فكنت سمعه الذی يسمع به و بصره الذی يبصربه ويده التی يبطش بها و رجله التی يمشی بها

و ان سالنی لا عطینه و لئن استعاذنی لا عیذنه۔

(بخاری ج ۲ ص ۶۳)

"اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی زبان اقدس پر فرمایا کہ جس نے میرے ولی سے عداوت کی میرا اس سے اعلان جنگ ہے اور جن چیزوں کے ذریعے بندہ مجھ سے قریب ہوتا ہے اس میں سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میری طرف ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں۔تو جب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھیں ہوجاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کے ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اور وہ مجھ سے مانگتا ہے (چاہے اپنے لیے یا اپنی بارگاہ میں آنے والے سائلین کے لئے) تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگ کر کسی بُری چیز سے بچنا چاہے تو میں اسے ضرور بچاتا ہوں"۔

اس حدیث کا یہ معنی کرنا کہ اللہ کا کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں بننے سے مراد یہ ہے کہ بندہ خلاف شرع دیکھتا، سنتا، چھوتا، چلتا نہیں۔ اس لیے درست نہیں کہ یہ سارے کام کر کے تو بندہ محبوب ہوا ہے یعنی گناہوں کو چھوڑ کر محبوب بنا ہے اب اس کے بعد ہاتھ پاؤں کان آنکھیں بننے کا معنی کچھ اور ہی ہوگا ورنہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ گناہوں میں مبتلا ہونے کے باوجود بندہ محبوب بن گیا تو اب اللہ اس کے اعضا بن کر اس کو بچاتا ہے پھر تو تقویٰ و پرہیزگاری کی ضرورت ہی نہ رہی گناہ بھی کرتے جاؤ محبوب بھی بنتے جاؤ قرآن مجید میں ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ (آل عمران)

فرمادیں اگر اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تمہیں اللہ اپنا محبوب بنالے گا۔

تو پیروی میں گناہوں کو چھوڑنا آگیا اس کے بعد محبوبیت ملی۔ معلوم ہوا اتباع اور پرہیزگاری کے بغیر مقام محبوبیت خداوندی ناممکن ہے۔

یہی مفہوم مولوی انور شاہ کشمیری نے فیض الباری شرح بخاری ج ۴ ص ۴۲۸ پہ بیان کیا

ہے اور امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر ج ۲۱ ص ۱۱ پہ زیر آیت ام حسبت ان اصحٰب الکھف اس حدیث قدسی کی بڑی عمدہ اور جامع، مانع تشریح فرمائی ہے، وہ فرماتے ہیں۔

و اذا صار نور جلال اللہ له سمعا سمع القریب و البعید و اذا صار نور جلال اللہ له بصرا رای القریب و البعید و اذا صار ذلک النور یدا له قدر علی التصرف فی الصعب و السهل و القریب و البعید.

اللہ تعالیٰ کا نورِ جلال جب بندۂ محبوب کے کان بن جاتا ہے تو وہ ہر دور و نزدیک کی آواز کو سُن لیتا ہے اور آنکھیں نورِ جلال سے منور ہو جائیں تو دور و نزدیک کا فرق ختم ہو جاتا ہے اور ہر گوشہ کائنات پیش نظر ہوتا ہے اور جب وہی نور بندے کے ہاتھوں میں جلوہ گر ہوتا ہے تو قریب و بعید اور مشکل و آسان کام میں اسے تصرف کی قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔

پھر چودہ سو میل سے حضرت عمر مسجد نبوی کے منبر سے مقام نہاوند میں لشکر کی کمانڈ کرتے ہیں یہاں سے آواز دیں تو وہاں پہنچے (یا سارية الجبل) اور غوث پاک بغداد میں بیٹھ کر ساری دنیا کو ایسے دیکھتے ہیں۔ کخردلة علی حکم اتصال۔ جیسے ہتھیلی پر رائی کا دانہ۔

حضرت عمر دریائے نیل کو رقعہ لکھیں تو ایسا جاری ہو کہ آج تک نہ رُکے اور مدینہ میں آگ لگ جائے تو حضرت عمر کاغذ پہ لکھ کر پھینکیں اسکنی یا نارا اے آگ! رک جا تو یوں لگے جیسے لگی ہی نہیں اور اگر زلزلہ آئے تو ڈنڈا زمین پہ ماریں کہ ٹھہر جا تجھ پہ عدل نہیں ہو رہا؟ تو آج تک وہاں زلزلہ نہ آئے اور کہیں غوث پاک مردے زندہ کرتے نظر آئیں۔

چاہیں تو اشارے سے اپنے کایا ہی پلٹ دیں دنیا کی
یہ شان ہے خدمت گاروں کی سرکار کا عالم کیا ہو گا

حضرت علی سے کسی نے پوچھا جو کی روٹی چبانے سے پسینہ آ رہا ہے خیبر کا قلعہ کیسے توڑا فرمایا یہ روٹی میری جسمانی طاقت کے لئے ہے در خیبر کو اٹھا کر گیند کی طرح اُچھال دینا ایمانی و روحانی طاقت تھی۔

غزوہ خندق کے موقع پر حضور علیہ السلام تین دن سے بھوکے ہیں صحابہ نے پیٹ پر ایک ایک پتھر باندھا ہوا ہے حضور علیہ السلام نے دو پتھر باندھ رکھے تھے صحابہ کہتے ہیں ایک چٹان آ گئی ہم سب سے نہ ٹوٹی حضور علیہ السلام نے پہلی کدال ماری تہائی ٹوٹ گئی (احمد ونسائی) فرمایا اللہ اکبر مجھے ملک شام کی چابیاں عطا کی گئیں۔ دوسری کدال ماری دوسری تہائی ٹوٹ گئی فرمایا مجھے فارس کی کنجیاں دے دی گئیں۔ تیسری کدال ماری فرمایا اللہ اکبر میں اس وقت کسریٰ کا سفید محل دیکھ رہا ہوں ایک روایت کے مطابق فرمایا مجھے یمن کی کنجیاں دے دی گئیں۔

یہ وہ وقت تھا کہ کھانے کو روٹی نہ تھی کافر مذاق کرتے ہوں گے بھوک کی وجہ سے سفید محل نظر آرہے ہیں روٹی ملتی نہیں تو یمن شام فارس کی چابیاں جیب میں ڈال رہے ہیں مگر ان کو کیا پتہ کہ ایک دن یہ بھی اعلان ہونے والا ہے اعطیت مفاتیح خزائن الارض مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئیں اور دنیا نے دیکھ لیا۔

بوریا ممنون خواب راحتش تاج کسریٰ زیر پائے امتش

کہ بوریا کے بستر پہ سونے والے نبی کی امت کے قدموں میں کسریٰ کا تاج رکھا ہوا ہے یہ طاقت اور یہ علم ہے کہ پچیس سال بعد حضرت عمر کے دور میں یہ ملک فتح ہوئے لیکن حضور علیہ السلام نے پچیس سال پہلے دیکھ لیا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کل کا پتہ نہیں ان کا کل پتہ نہیں پچیس سال سے بڑا ہوگا میرے آقا نے تو قیامت کے بعد کی باتیں بتا دیں آخری جنتی اور آخری دوزخی کے بارے میں تفصیل سے بیان فرما دیا۔

سر عرش پر ہے تیری گذر دلِ فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

حضور علیہ السلام کی جسمانی طاقت

صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ جنگ جب زوروں پر ہوتی تو ہم حضور علیہ السلام کی پناہ میں آ جاتے

اذا احمرّ البأس نتقی به و ان الشجاع منا للذی یحاذی به

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مسلم ج۲ ص۱۰۰) ہم میں سب

سے بڑا بہادر وہ ہوتا جو حضور علیہ السلام کے برابر ہو کر لڑتا۔

رُکانہ سے کُشتی

رکانہ عرب کا نامی گرامی پہلوان تھا۔ بنی ہاشم سے تھا اور پکا مشرک تھا، کوہ اضم کے دامن میں شاداب وادی میں بکریاں چرایا کرتا۔ زبردست رعب و دبدبے کا مالک، پوری وادی میں کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ لوگ اس کا سامنا کرنے سے کتراتے۔ حضور علیہ السلام کے خلاف کفار مشرکین کے معاندانہ پروپیگنڈے کی وجہ سے یہ پہلوان بھی حضور سے شدید نفرت رکھتا تھا اور وہ نفرت یہاں تک بڑھی کہ سرکار علیہ السلام کے قتل کے درپے ہو گیا۔

اک دن حضور علیہ السلام اکیلے اس کی وادی میں تشریف لے گئے رکانہ سامنے آ گیا اور بڑے تکبر سے بولا۔

یا محمد! انت الذی تشتم الھتنا اللات و العزی.

اے محمد (ﷺ)! کیا آپ ہمارے بتوں لات وعزی کو گالیاں دیتے ہیں؟

پھر مزید گستاخی کی کہ ہمارے بتوں کو عاجز کہتے ہو اور اپنے ایک خدا کو طاقت ور اگر تمہارے ساتھ رشتہ داری نہ ہوتی تو کب کا کام تمام کر دیتا پھر اس نے کہا مجھ سے کشتی کرو اگر گرا لو تو دس بکریاں دوں گا فرمایا مجھے منظور ہے آپ نے ہاتھوں میں ہاتھ دیا پنجہ مروڑا رکانہ کے ہوش اُڑ گئے۔ درد سے تڑپنے لگا آپ نے جھٹکا دیا تو خشک پتے کی طرح زمین پہ گر گیا۔ اس کو اپنی قوت پہ بڑا ناز تھا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرے ساتھ ایسا ہو سکتا ہے۔ کہنے لگا دوبارہ آؤ آپ نے پھر گرا دیا تیسری مرتبہ پھر گرا دیا جب چاروں شانے چت ہو گیا تو بولا

لست انت الذی فعلت بی ھذا انما فعله الھک العزیز الحکیم و خذلنی اللات و العزیٰ۔ (البدایہ والنھایہ ۳:۱۰۳)

یہ سب کچھ آپ نے نہیں آپ کے عزیز و حکیم رب نے آپ کی مدد کی اور میرے لات وعزی نے مجھے ذلیل کرایا ہے۔

اب اس کے دل سے غبار اترنے لگا اور کہنے لگا کوئی اور نشانی دکھاؤ قریب ہی ایک درخت تھا فرمایا اگر یہ درخت چل کر آجائے تو؟ چنانچہ آپ نے درخت کو بلایا درخت نے حرکت

کی اور جڑوں سمیت حاضر ہوا شاخیں حضور کے قدموں پہ جھکا کر سجدہ کیا۔ رکانہ نے بکریاں پیش کیں سرکار نے واپس کر دیں کہ مجھے ان کی ضرورت نہیں۔

اتنے میں حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حاضر ہوئے۔ آقا ہم آپ کو تلاش کر رہے ہیں یہ رکانہ کی وادی ہے حضور مسکرا دیئے کہ رکانہ کا علاج ہو چکا ہے۔

(الخصائص الکبریٰ، دلائل النبوۃ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ مناظر دیکھ رکانہ کہنے لگا

یا محمد ما وضع ظھری الی الارض احد قبلک وما کان احدا بغض الی منک و انا اشھد ان لا الہ الا اللہ و انک رسول اللہ۔ (البدایہ والنھایہ)

اے محمد! آج تک مجھے کسی نے شکست نہیں دی اور مجھے آپ سے زیادہ بُرا (نعوذ باللہ) کوئی نہیں لگتا تھا لیکن اب میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔

ابوالاسود الجمعی سے مقابلہ

عرب میں اس کا بھی طوطی بولتا تھا اس کی طاقت کا یہ عالم تھا کہ جانور کی کھال پہ کھڑا ہو جاتا اور دوسرے پہلوانوں کو کھال کھینچنے کا کہتا دس پہلوان اس کے پاؤں تلے سے کھال نہ کھینچ سکتے بلکہ کھال ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی۔ حضور علیہ السلام سے کہنے لگا مجھے اگر آپ پچھاڑ دیں تو میں ایمان لے آؤں گا حضور علیہ السلام نے پہلے ہی وار میں اسے زمین پر پٹخ دیا اور اسے شکست فاش دی لیکن بد بخت وعدے سے مکر گیا اور ایمان سے محروم رہا۔ (زرقانی ۴:۲۹۲)

طاقت اتنی اور حوصلہ؟

لوگ معمولی طاقت کے نشے میں کیا کیا ظلم کر گذرتے ہیں مگر رحمت عالم علیہ السلام کو اللہ نے جس قدر طاقت عطا کی اسی نسبت سے حوصلہ بھی دیا۔ ایک وقت تھا کہ آپ پہ کوڑا پھینک دیا جاتا پتھر مارے جاتے لہولہان کر دیا جاتا مگر اللہ کی طرف سے فرشتوں کے آنے اور دشمنوں کو سبق سکھانے کی پیش کش کے باوجود فرمایا میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں زحمت بنا کر نہیں۔ ایک

وقت آئے گا ان کی نسلوں سے لوگ ایمان قبول کریں گے **اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون** اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے یہ مجھے جانتے نہیں ہیں۔

اسی طرح صلح حدیبیہ کے اگلے سال عمرے پہ تشریف لے گئے تین دن مکہ میں رہنے کا معاہدہ تھا۔ تین دن ہوئے تو کفار نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا اپنے صاحب سے کہو اب چلے جائیں فرمایا تین دن کے بعد نکالنے والو! ہمارا ابھی حوصلہ دیکھنا طاقت کے باوجود تمہاری نسلوں کو بھی نہیں نکالا جائے گا۔ لوگ کلاشنکوفوں بموں کے ذریعے اپنی حفاظت کرتے ہیں پھر بھی مارے جاتے ہیں حضور علیہ السلام سادہ لباس اور موٹی جوتی میں پھرتے پھر بھی آپ کا رعب دشمن پر طاری رہتا فرمایا **نصرت بالرعب** رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی میں مہینے کی دوری پہ ہوتا ہوں تو دشمن پر میرا رعب طاری ہو جاتا ہے **من کان للہ کان اللہ لہ۔**

ایک کافر نے آپ علیہ السلام پر تلوار سے حملہ کیا آپ نے درخت کی شاخ توڑ کر اس کو ماری اس کے سر سے مغز منہ کے ذریعے باہر آ گیا اور مر گیا۔ (البرہان ص ۳۵۳)

روایات میں ہے کہ حضور علیہ السلام کو چالیس جنتی مردوں جتنی طاقت دی گئی اور ایک جنتی مرد میں دنیا کے سو مردوں جتنی طاقت ہے۔ (مراۃ۔ مرقاۃ)

آقا ایسا ہو تو غلام کیوں نہ ایسے ہوں کہ۔

شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار
لا فتیٰ اِلا علی لا سیف اِلا ذوالفقار

اور

تیری خاک میں ہے اگر شرر تو گمان فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدار قوت حیدری

(اقبال)

رحمت عالم ﷺ اور مصائب و آلام

اگر چہ اہل مکہ نے تیرہ سال تک حضور علیہ السلام اور آپ کے جانثار صحابہ کرام پر ظلم وستم کی انتہا کر دی ان واقعات کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں تاہم تکمیل موضوع کے لئے چند ایک

تکالیف جو راہ حق میں حضور علیہ السلام پر آئیں ان کا ذکر اختصار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

۱- حضرت ابو طارق بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کو ذی المجاز کی منڈی میں دیکھا کہ آپ قبائل کے پاس چل چل کر گئے اور ان کو فرمایا یا ایھا الناس قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا اے لوگو! لا الہ الا اللہ پڑھو اور نجات پا جاؤ خلفہ رجل لہ غدیرتان یرجمہ بالحجارۃ حتی ادمیٰ کعبہ یقول یا ایھا الناس لا تسمعوا منہ فانہ کذاب آپ کے پیچھے ایک شخص تھا جس کے سر پہ دو بالوں کے گچھے لٹک رہے تھے آپ کو پتھر مارتا یہاں تک کہ ٹخنے مبارک زخمی ہو گئے خون بہنے لگا اور ساتھ ساتھ کہتا جا رہا تھا اے لوگو! اس کی بات نہ ماننا یہ جھوٹا ہے ابو طارق کہتے ہیں میں نے دیکھا تو وہ آپ کا چچا عبد العزیٰ (ابولہب) تھا۔

اسی منڈی کا ذکر امام بیہقی نے ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ حضور علیہ السلام جب اعلان فرما رہے تھے

قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا اذا رجل خلفہ یسفی علیہ التراب فاذا ھو ابو جھل و ھو یقول یا ایھا الناس لا یغرنکم ھذا عن دینکم فانما یرید ان تترکوا عبادۃ اللات و العزیٰ۔

اے لوگو! کلمہ پڑھو کامیاب ہو جاؤ گے تو ایک آدمی آپ کے پیچھے پیچھے جا رہا ہے اور لوگوں کو کہہ رہا ہے اے لوگو! یہ تمہیں تمہارے دین سے ہٹا نہ دے یہ تمہیں لات و عزیٰ کی عبادت سے روکنا چاہتا ہے۔

۲- امام بخاری نے تاریخ میں طبرانی نے کبیر میں مدرک بن منیب عامری سے روایت کیا ہے

رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجاھلیۃ وھو یقول یا ایھا الناس قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا و منھم من تفل فی وجھہ و منھم من حثا علیہ التراب و منھم من سبہ حتی انتصف النھار و اقبلت جاریۃ بعسّ من ماء فغسل

وجھہ و یدیہ و قال یا بنیۃ لا تخشی علی ابیک غلبۃ و لا ذلۃ و قلت من ھذہ قالوا زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (بحوالہ ضیاء النبی ج۲ ص۴۶۸)

میں نے حضور علیہ السلام کو دیکھا کہ زمانہ جاہلیت میں آپ لوگوں کو کلمہ پڑھنے کا فرما رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے کسی نے آپ کے چہرۂ انور پہ تھوکنا شروع کر دیا کوئی آپ پر مٹی پھینکنے لگا کوئی گالیاں بکنے لگا یہاں تک کہ دوپہر ہو گئی (وہ جرم کرتے رہے یہ کرم کرتے رہے، وہ خطائیں کرتے رہے یہ عطائیں کرتے رہے وہ گالیاں دیتے رہے یہ دعائیں کرتے رہے۔

ے سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سُن کر دعائیں دیں)

اتنے میں ایک بچی پانی کا برتن لے کر آئی حضور علیہ السلام کا چہرہ انور اور ہاتھ مبارک دھونے لگی آپ اس کو فرما رہے ہیں اے بیٹی! اپنے باپ کے بارے نہ پریشان ہونا کوئی اس پر غالب آ سکتا ہے نہ ہی کوئی اس کو جھکا سکتا ہے راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا یہ بچی کون ہے تو مجھے بتایا گیا یہ اس نبی علیہ السلام کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا ہے۔

شبِ اسریٰ کا دُولھا صلی اللہ علیہ وسلم طائف میں

مکہ کی فضا نا موافق پا کر مایوس ہونے کی بجائے ایک سو بیس میل دور طائف کو (جہاں قبیلۂ بنو ثقیف جو زراعت پیشہ لوگ تھے) تبلیغی سرگرمیوں کے لئے منتخب فرمایا اس شہر کی فضا پُر کیف، پہاڑی سلسلہ، باغات و چشموں کی بہتات تھی۔ رؤسائے مکہ نے بھی گرمی کے موسم میں گرمی سے بچنے کے لئے طائف میں مکانات بنائے ہوئے تھے (جیسے پاکستان کے امراء گرمیاں مری جا کر گزارتے ہیں) رؤساء وہاں جا کر گرمیاں گذارتے۔ اہل طائف خوش حال ہونے کی وجہ سے تعلیم یافتہ بھی تھے بڑے فصیل کی وجہ سے نام طائف پڑ گیا۔ اگر چہ بعض تفاسیر میں یہ بھی ہے کہ اس پورے شہر کو بیت المقدس کے قریب سے فرشتوں نے اُٹھایا اور بیت اللہ شریف کے گرد

سات چکر لگائے اور پھر اس کو مکہ کے قریب رکھ دیا گیا یہ عمل اس وقت کیا گیا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی ہاجرہ اور بیٹے اسماعیل علیہما السلام کو بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑ کر یہ دعا کی تھی و ارزقهم من الثمرات (ابراہیم) اے اللہ! ان کو پھلوں کا رزق عطا فرما۔

تین کافروں کی بدتمیزی

بنو ثقیف سے حضور علیہ السلام کی رشتہ داری بھی تھی۔ بعثت کے دسویں سال شوال المکرم میں ابن اسحاق کے مطابق اکیلے اور طبقات کی روایت کے مطابق حضرت زید بن حارثہ کو لے کر سرکار دو عالم علیہ السلام طائف تشریف لے گئے۔ تمام قابل ذکر لوگوں کے پاس جا کر پیغام الٰہی پہنچایا، پورا مہینہ ان کو صراط مستقیم کی طرف بلاتے رہے کسی ایک شخص کو بھی توفیق اور ہدایت نہ ملی۔ آخر تین بڑے سردار جو آپس میں سگے بھائی بھی تھے۔ عبد یالیل۔ مسعود۔ حبیب جو عمرو کے بیٹے تھے کے پاس باری باری تشریف لے گئے اور جب ان کو دعوت ہدایت دی تو ایک نے کہا وھو یمرط اثواب الکعبة ان کان الله ارسله ۔ کہ اگر آپ کو اللہ نے نبی بنایا ہے تو میں کعبہ کا غلاف پارہ پارہ کر دوں گا۔ دوسرے نے یوں بدتمیزی کی اما وجد الله احدا یرسله غیرک ۔ کیا تیرے سوا اللہ کو کوئی اور نہ ملا جس کو وہ رسول بناتا؟ اور تیسرے نے تکبر و رعونت کے پُتلے نے تو انتہا کر دی بولا و الله لا اکلمک ابدا میں تجھ سے کلام ہی نہ کروں گا۔ اگر تو رسول ہے تو میں تجھ سے بات کرنے کے قابل نہیں اور اگر رسول نہیں ہے تو تو اس قابل نہیں کہ تم سے بات کی جائے چنانچہ سارا ماحول خلاف پا کر یہ کہتے ہوئے رخصت ہوئے اذ فعلتم ما فعلتم فاکتموا علی ۔ جو ہو چکا ہو چکا یہ بات اپنے تک ہی رکھو اہل مکہ کو نہ بتانا (دشمن کا خوش ہونا بھی تکلیف دہ ہوتا ہے اسی لیے حضور علیہ السلام نے شماتت اعداء سے پناہ مانگی ہے) مگر وہ دشمن تھے انہوں نے خوب تشہیر کی اور انتہائی کمینگی کے ساتھ آپ کو کہنے لگے یا محمد اخرج من بلدنا اے محمد (ﷺ)! ہمارے شہر سے نکل جا۔ تا کہ تیری باتیں سن کر ہمارے نوجوان اپنے دین سے بدظن نہ ہو جائیں۔ اوباش جوانوں کو پیچھے لگا دیا۔ آوازے کستے۔ اپنے بتوں کے نعرے لگا کر ہمارے آقا کو پریشان کرتے۔ سرکار علیہ السلام جس راہ سے گذرتے دونوں طرف لائن بنا کر کھڑے ہو جاتے اور جو قدم حضور زمین پر رکھتے تو ٹھاہ کر کے پتھر لگتا۔ درد کی شدت سے بیٹھتے تو بازوؤں سے پکڑ کر اُٹھا دیتے۔ دیوار کے سائے میں کھڑے ہوتے تو دھکا دے کر آگے کر

دیتے (یہ سب کچھ دین کے لئے ہو رہا ہے کسی کرسی یا اقتدار کے لئے نہیں کیا ہم نے بھی دین کی خاطر کبھی کانٹے کی تکلیف بھی دیکھی ہے اگر نہیں تو اس سنت پر عمل کون کرے گا صرف حلوہ کھانا ہی سنت نہیں پتھر کھانا بھی سنت ہے ہم میٹھی میٹھی سنتیں پسند کرتے ہیں) زید بن حارثہ بے کسی کے عالم میں کبھی حصار بنا لیتے ان کو بھی پتھر لگتے قریب ہی ایک باغیچہ تھا انگور کی بیل کے نیچے بیٹھ کر دو نفل ادا کیے (فرض نمازوں کی بھی پرواہ نہ کرنے والو! شاید اس لیے کہ تمہیں دین مفت میں ملا ہے) درد و سوز سے دعا کی شکوہ نہیں کیا کہ یا اللہ! دیکھ تیرے دین کی خاطر کیا کچھ سہنا پڑ رہا ہے بلکہ جو تمنا دعا بن کر نکلی اس سے عظمت مصطفیٰ نکھر کر سامنے آتی ہے۔

مجھے اس کا غم نہیں ہے کہ بدل گیا زمانہ
میری زندگی ہے تم سے کہیں تم بدل نہ جانا
تیری بندہ پروری سے میرے دن گذر رہے ہیں
نہ گلہ ہے دوستوں سے نہ شکایتِ زمانہ

شہر طائف میں آپ کی حسین دعا کے الفاظ

دعا کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔ اللھم انی اشکوا الیک ضعف قوتی و قلة حیلتی یا ارحم الراحمین انت رب المستضعفین و انت ربی الی من تکلنی ان لم یکن بک علی غضب فلا ابالی ۔ خط کشیدہ الفاظ ہزار بار پڑھو نیا لطف آئے گا اوپر والے دو شعر انہی لفظوں کا ترجمہ سمجھ لیں۔ دعا طویل ہے صرف چند جملے لکھے گئے ہیں۔

ایک غلام کا واقعہ

یہ باغ مکہ کے رئیس ربیعہ کا ہے جو آپ کا بدترین دشمن تھا اسی کے دو بیٹے عتبہ اور شیبہ ہیں جو بدر میں قتل ہوئے تھے آج حضور علیہ السلام کا حال دیکھ رہے ہیں کہ دین کے لئے کیا کچھ برداشت کیا جا رہا ہے دشمن ہو کر ان کے دل بھی خونی رشتے کی وجہ سے پسیج گئے۔ قرابت کا خون حرکت میں آیا اپنے غلام عداس کو طشتری میں انگوروں کا گچھا رکھ کر دیا کہ جاؤ اس کو دے آؤ خود منظر دیکھنے لگے حضور علیہ السلام نے انگور پکڑے اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیا عداس غور سے دیکھنے لگا آپ نے پوچھا کیا دیکھتے ہو عرض کیا یہاں کے لوگ تو ایسا نہیں کرتے کہ کچھ کھاتے

وقت بسم اللہ پڑھیں فرمایا تو کون ہے کہاں کا رہنے والا ہے عرض کیا عیسائی ہوں نینوئی کا رہنے والا ہوں فرمایا نینوئی؟ وہ تو میرے بھائی یونس علیہ السلام کا شہر ہے عرض کیا آپ ان کو کیسے جانتے ہیں فرمایا ذلک اخی کان نبیا و انا نبی وہ میرے بھائی اللہ کے نبی تھے میں بھی نبی اللہ ہوں۔ عداس یہ سن کر اُٹھا جھک کر حضور علیہ السلام کے ہاتھ بھی چومے پاؤں بھی۔ ادھر اس کے سردار عتبہ اور شیبہ دیکھ رہے ہیں ایک دوسرے کو کہنے لگا اب یہ غلام بھی ہمارے ہاتھوں سے گیا۔ جب عداس واپس آیا انہوں نے اس کو جھڑکا کہ تو نے کیا کیا اس نے کہا روئے زمین پر مجھے اس سے بہتر کوئی نظر نہیں آیا۔ مجھے اس نے ایسی بات بتائی ہے جو نبی کے سوا کوئی نہیں بتا سکتا وہ بولے تو قریب مت آ گیا ہے تیرا دین اس کے دین سے بہتر ہے چل اپنے کام سے کام رکھ۔

یہ غلام اگرچہ اس وقت تو مسلمان نہ ہوا مگر دل پہ دین محمدی کا پہرہ لگ گیا۔ جب عتبہ اور شیبہ بدر میں جانے کے لئے (اس واقعہ کے پانچ سال بعد) تیار ہو رہے تھے تو انہوں نے اس عداس غلام کو بھی کہا تم بھی چلو تو اس نے کہا وقال ذلک الرجل رایت فی حائطکما تریدان؟

اگر تو اس سونی شکل والے سے جنگ کرنے کے لئے جا رہے ہو جس کو پانچ سال پہلے تمہارے باغ میں تمہارے کہنے پر میں نے انگور پیش کیے تھے فواللہ ما تقوم له الجبال۔ اب سنبھل کے جانا وہ اکیلا نہیں رہا اللہ کی قسم! اب اس کے سامنے پہاڑ بھی نہیں ٹھہر سکیں گے (تم کس کھیت کی مولی ہو کیوں کہ اب اسد اللہ الغالب اور فاروق اعظم جیسے اللہ کے شیر اس کے ساتھ ہیں) مگر بد نصیب تھے غلام کو ڈانٹ دیا کہ تم پر بھی اس کا جادو چل گیا ہے۔

سچے کبھی باطل کی حمایت نہیں کرتے
ہو موت بھی سر پر تو شکایت نہیں کرتے

طائف سے مکہ واپسی

واپسی پر مکہ میں داخل ہونے سے پہلے حضرت زید نے عرض کیا کہ رواج کے مطابق کسی کی پناہ لے کر داخل ہوا جائے آپ نے اخنس اور سہیل بن عمرو کے پاس پیغام بھیجا کہ یہ ذمہ داری تم اُٹھاؤ انہوں نے انکار کر دیا کہ قریش کے دشمن کو پناہ دے کر ہم کیوں مصیبت گلے ڈال لیں۔

پھر آپ نے مطعم بن عدی کے پاس بندہ بھیجا کہ تم ہمیں پناہ دے سکتے ہو اگرچہ وہ بھی مسلمان نہ تھا مگر اس نے یہ ذمہ داری قبول کر لی۔ ایک رات وہاں گذاری صبح مطعم اپنے چھ یا سات بیٹوں کے ساتھ مسلح ہو کر حضور کو مکہ لے گیا کعبہ کا طواف کرایا ابو جہل یا ابو سفیان نے دیکھ کر کہا مجیر ام تابع کلمہ پڑھ لیا ہے یا صرف پناہ دی ہے؟ اس نے کہا صرف پناہ دی ہے دین قبول نہیں کیا وہ بولے اذا لا تخف پھر کوئی بات نہیں۔ (یہاں بعض علماء نے لکھا کہ جناب ابو طالب نے بھی اسی لیے اپنے اسلام کا اعلان نہ کیا کہ اگر کر دیتے تو ان کا لحاظ بھی نہ رہتا اور سب دشمن ہو جاتے اور حضور علیہ السلام کی حفاظت نہ ہو سکتی) سرکار نے ایک کافر کی امان کیوں قبول فرمائی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مصلحتاً اور اخف البلیتین کے طور پر یہ اگر نہ قبول کرتے تو صرف گوشہ نشینی کی صورت باقی رہ جاتی اور اس سے اسلامی تحریک رُک جاتی اور لیظھرہ علی الدین کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوتا۔ ایسے ہی موقع کے لئے سرکار نے فرمایا ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجرا و با قوام لا خلاق لھم ۔ کہ اللہ میرے دین کی مدد فاسق و فاجر شخص کے ذریعے بھی فرما دے گا۔

احسان کا بدلہ احسان

مطعم کی اس مروت کو حضور علیہ السلام نے ہمیشہ یاد رکھا اور ھل جزاء الاحسان الا الاحسان کے قرآنی حکم پر عمل کرتے ہو بدر کے قیدیوں کا جب مسئلہ پیش آیا تو آپ نے فرمایا لو کان المطعم بن عدی حیا ثم کلمنی فی ھؤلاء النتنی لترکتھم ۔ کہ اگر آج مطعم زندہ ہوتا اور ان قیدیوں کے متعلق مجھے کہہ دیتا تو میں ان غلاظت کے پہاڑوں کو چھوڑ دیتا (یعنی اس کا میری نگاہوں میں یہ مقام ہے)۔ حضرت جبیر بن مطعم اس واقعے کو اپنے باپ کی عظمت کے طور پر بیان فرماتے۔

مشکل ترین دن

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے ایک دن حضور علیہ السلام سے عرض کیا آقا ھل اتی علیک یوم کان اشد علیک من یوم احد کیا آپ پر اُحد کے دن سے زیادہ مشکل دن بھی کوئی آیا ہے (سر مبارک زخمی ہوا۔ دانت مبارک شہید ہوئے) فرمایا عائشہ طائف کے دن زیادہ تکلیف دہ تھے۔

ے (بھری تھیں جھولیاں پتھر سے ان کی سنگ باری کو
نشانے دور سے کرنے لگے محبوب باری کو)

جب پہاڑوں کا فرشتہ آیا

جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبدیالیل بن کلال کے سامنے پیش کیا (کہ میری بات سنو) اس نے انکار کر دیا میں بہت پریشان تھا قرن الثعالب مقام (چھوٹی سی پہاڑی اہل نجد کا میقات) پہ پہنچا میں نے سر اُٹھا کر دیکھا ایک بادل کا ٹکڑا ہے جو مجھ پر سایہ کیے ہوئے ہے، میں نے غور سے دیکھا تو اس میں جبرئیل ہیں مجھے کہہ رہے ہیں اللہ نے اہل طائف کا آپ کے ساتھ معاملہ دیکھ لیا وقد بعث اللہ الیک ملک الجبال یہ پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہے اس نے بڑھ کر سلام کیا پھر عرض کیا اللہ نے آپ کی قوم (اہل طائف) کی بات سن لی و انا ملک الجبال و قد بعثنی ربک الیک لتامرنی بامرک ان شئت ان اطبق علیھم الاخشبین۔ میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں اللہ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے تاکہ آپ حکم کریں تو میں تعمیل کروں اب فرمائیں طائف شہر کے اوپر دو پہاڑ اُٹھا کر پھینک دوں؟

آپ نے فرمایا بل ارجوا ان یخرج اللہ من اصلابھم من یعبد اللہ ولا یشرک بہ شیئا (متفق علیہ) نہیں بلکہ مجھے امید ہے اللہ انہی گندگی کے پلندوں میں سے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو فقط اللہ کی عبادت کریں گے اور شرک نہیں کریں گے۔

ے یہ سُن کر رحمۃ للعالمیں نے فرمایا
کہ میں اس دھر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں لا لعانا زحمت بنا کر نہیں۔ ان حالات میں بھی اپنے رب کی ذات پر اس قدر بھروسہ کہ حضرت زید کو فرمایا ان اللہ جاعل لما تریٰ فرجا و مخرجا ان اللہ مظھر دینہ و ناصر نبیہ (سیرت حلبیہ) اللہ کوئی راستہ ضرور نکالے گا اپنے دین کو غلبہ دے گا اور اپنے نبی کی مدد فرمائے گا۔

ے نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

قانون قدرت

قانون قدرت ہے فان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا (القران) ایک تکلیف کے ساتھ دو آسانیاں آتی ہیں کیوں کہ یُسر کو دونوں جگہ نکرہ لایا گیا اور نکرہ مکرر آئے تو دوسرا پہلے کا غیر ہوتا ہے جب کہ عُسر کو دونوں جگہ معرفہ لایا گیا اور معرفہ مکرر آئے تو دوسرا پہلے کا عین ہوتا ہے جیسا کے نور الانوار میں ہے

اذا اشتدت بک البلوی ففکر فی الم نشرح
فعسر بین یسرین اذا فکرتہ فافرح.

تکلیف آئے تو سورۂ الم نشرح میں غور کر ایک تنگی دو آسانیوں کے درمیان ہے جب یہ سمجھ لے گا تو خوش ہو جائے گا۔

فرمایا اے محبوب پیارے! اگر طائف کا خونی سفر تو نے میرے دین کی خاطر کیا ہے جس میں تیرا استقبال پتھروں سے کیا گیا تو آ اب ایسا سفر بھی کر لے ان اللہ قد اشتاق الی لقائک یا رسول اللہ وہاں گندے لوگوں نے تیرے بات نہیں سُنی یہاں آ اپنے سوہنے مولیٰ سے کھل کر باتیں کر لے اگر وہاں پتھروں سے استقبال ہوا ہے تو یہاں فرشتے تیرے استقبال کو کھڑے ہوں گے حوریں تیری عظمت کے ترانے گائیں گی۔ اگر اُس سفر میں تیری کسی نے نہیں مانی تو آ اپنے رب سے جو چاہے منوا لے۔ اگر تیرے دل میں خیال آئے کہ دس سال ہو گئے چند لوگ مسلمان ہوئے اگر یہی رفتار رہی تو قیامت کو نبیوں کے سامنے اپنی امت پہ کیسے فخر کروں گا تو آج آ کر جنت دیکھ لے جس کو تیری امت سے بھر دوں گا۔

قارئین کرام! یہ موضوع طویل اس لیے ہو گیا کہ میں نے کئی کتب سے سفر طائف کا خلاصہ اخذ کر کے ایک جمعہ میں بیان کیا تو بہت لطف آیا تو میں نے چاہا کہ اس کتاب میں یہ مضمون پورا لکھ دیا جائے۔ اس میں دینی مبلغ کے لئے بہت سبق ہے کہ ہم دین کا نام لیتے ہیں تو لوگ ہاتھ چومتے ہیں نذرانے دیتے ہیں۔ قربان ہو جاتے ہیں۔ تو کیوں؟ صرف اس لیے کہ اس کے پیچھے ہمارے آقا کی محنت موجود ہے لہٰذا اگر دین کے راستہ میں کوئی تکلیف بھی آ جائے تو فوراً بد دل نہ ہو جانا چاہیے بلکہ اپنے آقا کے سفر طائف کو سامنے رکھ لیں ہر تکلیف آسانی

میں تبدیل ہو جائے گی۔

دیکھو حضور علیہ السلام اس بات کے مکلف نہیں تھے کہ پہلوانوں کے ساتھ کشتیاں کر کے دین پھیلائیں اگر آپ کشتی نہ فرماتے رکانہ وغیرہ کے ساتھ تو کیا اللہ نے پوچھ گچھ کرنی تھی کہ کشتی کیوں نہیں کی۔ جو کام آپ کی ذمہ داریوں میں سے نہ تھے ان کو بھی ذمہ داریاں بنالیا اور ہم نے ذمہ داریوں کو بھی بھلا دیا اسی لیے آج ننانوے فیصد مسلمان نماز نہیں پڑھ رہے اگر ہم میں سنت رسول کی پیروی کا سچا جذبہ ہوگا تو یقیناً کافر بھی مسلمان ہوں گے اور اگر صرف تقریر کرنے یا سننے کی حد تک ہی رہیں گے تو مسلمانوں کو بھی دین سے دور کر دیں گے۔



﴿۵۵﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا وَالسَّاعَۃُ کَھَاتَیْنِ

میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح (بھیجے گئے) ہیں

(متفق علیہ)

کلمہ کی انگلی اور درمیان والی انگلی کو ملا کر حضور علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا تا کہ سادہ سے سادہ بندہ بھی سمجھ جائے کہ حضور علیہ السلام کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا حیرت ہے ان پڑھے لکھے جاہلوں پر کہ جن کی عقل پہ پردے پڑ گئے اور حضور علیہ السلام کا دامنِ رحمت چھوڑ کر مرزا قادیانی کے چرنوں میں گھس گئے۔

؎ خدا جب دین لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے

فرمایا جیسے ان دو انگلیوں کے درمیان انگلی کوئی نہیں میرے اور قیامت کے درمیان نبی کوئی نہیں، یہی دین قیامت تک رہے گا۔ معلوم ہوا آپ کے مبعوث ہونے سے لے کر قیامت تک آپ ہی کا زمانہ ہے جیسا کہ ہر مکان و علاقہ آپ کی نبوت و رسالت کے احاطہ میں ہے۔

؎ لامکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے
ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی ﷺ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہر بار وضاحت کرنی پڑتی ہے تا کہ مرزائی دھوکہ بازی نہ کر سکیں۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام نہ نبوت سے معزول ہو کر تشریف لائیں گے نہ ہی اس زمانے کے نبی و رسول بن کر تشریف لائیں گے۔ نہ ہی کوئی قاعدہ ہے کہ اگر ایک نبی کے زمانے میں دوسرا آ جائے تو ایک کی نبوت سلب ہو جاتی ہے ایک ایک وقت میں تین تین اور ستر ستر انبیاء کرام بھی دنیا میں موجود رہے۔

اس حدیث کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ ہم قیامت کے بہت زیادہ قریب ہیں جیسے کلمہ کی

انگلی درمیانی انگلی کے قریب تر ہے لہٰذا امت کو ترغیب دی جا رہی ہے کہ قیامت کی تیاری میں مصروف رہو ظاہر بات ہے قیامت یاد رہے گی تو اللہ ورسول کی اطاعت اور نفس وشیطان سے دور ہونے میں آسانی رہے گی۔ بدعملی اور فحاشی وعریانی جو مسلمانوں میں پائی جاتی ہے شاید اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ قیامت پر ایمان کمزور ہو گیا ہے ورنہ معمولی افسر جو ہم جیسا ہی ہوتا ہے صرف عہدے کا فرق ہے تھانہ میں بلائے تو بھاگتے جاتے ہیں اور اللہ کے گھر سے پانچ وقت حی علی الصلوۃ کی صدا بلند ہو اور ہم ٹس سے مس نہ ہوں حالانکہ معلوم ہے قیامت کو اس بارگاہ میں پیش ہونا ہے کہ یہ معمولی افسر کیا شے ہیں ساری دنیا کے بادشاہ بمعہ نمرود وفرعون کھڑے ہوں گے حکم ہوگا لمن الملک الیوم کوئی دم نہ مار سکے گا اللہ خود ہی فرمائے گا للہ الواحد القہار۔

ایک بزرگ کا واقعہ:

اس گئے گذرے دور میں بھی کچھ اللہ کے بندے ایسے موجود ہیں کہ جن پہ انسانیت کو فخر ہے چند دن ہوئے ایک بزرگ نے آنکھوں کا اپریشن کروایا ڈاکٹر نے کہا سجدہ نہیں کرنا، چودہ دن اشارے سے نماز پڑھنی ہے انہوں نے کھانا پینا چھوڑ دیا پہلے ایک دو دن تو گھر والوں نے سمجھا شاید روٹی چباتے آنکھوں کو تکلیف ہوتی ہوگی لیکن جب کئی دن گذر گئے تو انہوں نے پوچھ ہی لیا کہ ڈاکٹر نے تو سجدہ کرنے سے منع کیا ہے نہ کہ کھانا کھانے سے۔ تو انہوں نے جو جواب دیا دل کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے فرمایا ''جس کو سجدہ نہ کرسکوں اس کا رزق کھاتے ہوئے شرم آتی ہے''۔

چند دن اگر کتے کو لقمہ ڈالتے رہو اور چند دنوں کے بعد وہ لقمہ کھا رہا ہو بھوک لگی ہوئی ہو آپ اس کو بلائیں تو دوڑتا آئے گا دم ہلا کر آپ کے پاؤں چاٹنے لگے گا لیکن کتنے ہی مسلمان ایسے ہیں کہ فارغ بیٹھ کر گپیں مار رہے ہیں اور رب کے گھر سے آواز آتی ہے حی علی الصلوۃ آؤ نماز کی طرف تو فارغ بیٹھے ہوؤں کو آ کر سجدہ کرنے کی توفیق نہیں ہوتی تو پھر اچھا کون ہوا کتا کہ ہم؟ ہم ہی ہوئے کیوں کہ فیصلہ جو ہم نے خود ہی کرنا ہے۔

وہ تھے کس منزل میں اور تو کون سی منزل میں ہے
شرم سے گڑ جا اگر احساس تیرے دل میں ہے

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

آج مسلمانوں کے دل ایسے سخت ہو چکے ہیں کہ قرآنی آیات اور عبرت انگیز واقعات کو سن کر بھی مذاق اُڑانا شروع کر دیتے ہیں۔ خوف خدا سینوں سے رخصت ہو چکا ہے (من یعش عن ذکر الرحمن نقیض له شیطنا فهو له قرین (القران) جو ہمارے ذکر سے دور رہ کر زندہ رہا ہم اس پر شیطان مسلط کر دیتے ہیں جو اس کا دوست بن جاتا ہے) آیہ قرآنیہ کا پورا مصداق بن گئے ہیں حالانکہ ایمان نام ہی خوف وامید کی درمیانی کیفیت کا ہے ایک حدیث سنیے اور اپنا احتساب کیجیے کہ ۔ وہ تھے کس منزل میں اور ہم کون سی منزل میں ہیں۔

عن عائشة رضی الله عنها قالت جاء رجل فقعد بين يدی رسول الله صلی الله عليه وسلم فقال يا رسول الله ان لی مملوكين يكذبونی و يخونونی و يعصونی و اشتمهم واضربهم فكيف انا منهم فقال رسول الله صلی الله عليه وسلم اذا كان يوم القيمة يحسب ما خانوك و عصوك و كذبوك و عقابك اياهم فان كان عقابك اياهم بقدر ذنوبهم كان كفافا لا لك ولا عليك و ان كان عقابك اياهم دون ذنبهم كان فضلالك و ان كان عقابك اياهم فوق ذنوبهم اقتص لهم منك الفضل فتنحّی الرجل و جعل يهتف و يبكی فقال رسول الله صلی الله عليه وسلم اما تقرء قول الله تعالیٰ و نضع الموازين القسط ليوم القيمة فلا تظلم نفس شيئًا و ان كان مثقال حبة من خردل اتينا بها و كفی بنا حاسبين فقال الرجل يا رسول الله ما اجد لی و لهؤلاء شيئا خير امن مفارقتهم اشهدك انهم كلهم احرار. رواه الترمذی۔ مشکوۃ ص ۴۸۶-۴۸۷

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک بندہ آیا اور حضور علیہ السلام

کے سامنے بیٹھ کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! میرے غلام مجھے جھٹلاتے بھی ہیں، خیانت بھی کرتے ہیں، نافرمانی بھی کرتے ہیں اس وجہ سے پھر میں ان کو بُرا بھلا بھی کہہ لیتا ہوں اور مار بھی لیتا ہوں میرا یہ عمل کہاں تک درست ہے آپ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو انہوں نے جو تیرے ساتھ خیانت کی تیری نافرمانی کی اور تیری تکذیب کی اس کے درمیان اور جو تو ان کو سزا دیتا رہا اس کے درمیان موازنہ ہوگا اگر تیری سزا ان کے جرائم کے برابر ہوگی تو معاملہ برابر ہوگا نہ تجھے کوئی نقصان نہ فائدہ۔

اور اگر تیری سزا ان کے گناہوں سے کم ہوئی تو جتنی کم ہوگی اتنا تجھے اجر ملے گا اور اگر تیری سزا ان کے جرم سے زیادہ ہوئی تو جتنی زیادہ ہوگی تجھ سے بدلہ لیا جائے گا (بس بدلے کی بات سن تو خوف خدا سے وہ بندہ مجلس سے علیحدہ ہو کر چیخیں مار کے رویا آپ نے ارشاد فرمایا کیا تو نے اللہ کا فرمان نہیں پڑھا ''اور ہم قیامت کے دن عدل کا ترازو رکھیں گے تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو گی اعمال میں سے) تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم کافی ہیں حساب لینے کے لئے۔

بعض لوگ خود دین دار ہوتے ہیں اولاد کی پرواہ نہیں کرتے کہتے ہیں جی ہم تو نماز پڑھتے ہیں اولاد نہ پڑھے تو ہم کیا کریں حالانکہ وہی اولاد اگر کھانا وقت پہ نہ دے۔ ناشتہ نہ تیار کرے۔ کپڑے استری نہ کرے تو بولتے بھی ہیں مارتے پیٹتے بھی ہیں لیکن نماز نہ پڑھنے پر کبھی نہیں ڈانٹا بلکہ پوچھا تک کبھی نہیں کہ بیٹا! آج کتنی نمازیں پڑھی ہیں ہاں یہ پوچھتے ہیں آج کام پہ کیوں نہیں گیا؟ آج کی کمائی کدھر ہے؟ آج کیا پکا ہے؟ حالانکہ نماز نہ پڑھنے والی اولاد کو سزا دینے کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ حکم ہے واضربوھم اذا بلغوا عشرا کہ اگر اولاد دس سال کی ہو جائے تو صرف زبان سے کہنا کافی نہیں ان کو مار کے نماز پڑھاؤ۔ بات بات پہ گھر میں ناراض ہو جاتے ہیں کبھی نماز نہ پڑھنے والوں کی وجہ سے ایک آدھ دن کے لئے کھانا پینا چھوڑ دیا ہوتا تاکہ پتہ چلتا۔ یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے۔

اور سنو صرف خود نمازی یا دین دار بننا کافی نہیں ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یا ایھا الذین امنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا۔ (التحریم)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ۔

اور حدیث شریف میں ہے کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته تم میں سے ہر کوئی اپنی رعیت کا ذمہ دار ہے افسر سے ماتحتوں کے بارے پوچھا جائے گا کہ کہاں تک اس نے تمہیں دیندار بنانے کی کوشش کی والدین کو اولاد کے بارے یہی پوچھا جائے گا۔ کیا منظر ہوگا کہ خود نمازی اور حاجی گھر والوں کو نیکی کی تلقین نہ کرنے کی وجہ سے اور مذکورہ حکم خدا پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے نماز و حج کے باوجود دوزخ میں جا رہا ہوگا۔

حدیث

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوحی اللہ عزوجل الی جبرئیل علیہ السلام ان اقلب مدینة کذا و کذا اھلھا قال فقال یا رب ان فیھا عبدک فلانا لم یعصک طرفة عین قال فقال اقلبھا علیہ و علیھم فان وجھه لم یتمعر فی ساعة قط۔ (بیہقی مشکوۃ ص ۴۳۸)

حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ فلاں شہر کو اُلٹ دیا جائے کیوں کہ وہ نافرمان ہیں عرض کیا وہاں تو ایک بندہ ایسا بھی رہتا ہے جس نے کبھی تیری نافرمانی نہیں کی فرمایا اس پر پہلے عذاب نازل کر کہ ساری بستی نافرمان ہے اور اس کو میری اتنی نافرمانیاں دیکھ کر بھی سکون کی نیند آتی رہی اور اس کے چہرے کا رنگ متغیر نہ ہوا۔

مسلمانو! ہوش کرو

آج ہم ایک بیماری کا علاج کرتے ہیں تو وہ تو ٹھیک نہیں ہوتی ساتھ دوسری لگ جاتی ہے گناہ کرتے ہیں سکون کی تلاش کے لئے لیکن گناہ میں سکون کہاں الٹا خدا اور رسول کی نافرمانی کا روگ لگ جاتا ہے نتیجہ صاف ظاہر ہے

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

بھلا اللہ و رسول کو ناراض کر کے سکون کیسے ملے۔ اسی طرح سکون ہی کے لئے حرام

کماتے ہیں۔ دن رات ایک ہی دُھن ہے پیسہ ہو چاہے کیسا ہو حلال کا ہو یا حرام کا جائز ہو یا ناجائز پیسے کے لیے دردر کی ٹھوکریں کبھی دوسرے ملکوں میں جا کر ذلیل ہو رہے ہیں کبھی اپنے ہی ملک میں راتیں لگ رہی ہیں اوور ٹائم لگائے جا رہے ہیں پھر بھی پوری نہیں پڑتی پہلے سُنا کرتے تھے کہ ایک کمانے والا ہوتا سارا خاندان سکون سے گذارا کرتا اب سارا خاندان کماتا ہے پھر بھی ہوس ہے کہ ختم ہونے کو نہیں آتی، سکون نہیں ہے یہ تو کہتے ہیں رزق حلال عین عبادت ہے لیکن جو عین عبادت ہے (نماز) اس کی پرواہ نہیں مزدور آدمی بھی ساری رات کام کرتا ہے اور جب صبح نماز کا وقت آتا ہے تو یہ نہیں خیال کرتا کہ ساری رات اپنے لیے جاگتا رہا اب خدا کے لئے صبح کی نماز ہی پڑھ لوں ۔ وہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقتِ قیام آیا

اس طرح تو حلال کمائی بھی حرام ہو جاتی ہے۔ پیٹ میں ایسا رزق آگ کے شعلے بن جاتا ہے جس سے سکون ملنا تھا وہ کام تو ہم نے کیا ہی نہیں وہ کیا ہے آؤ اپنے رب سے پوچھیں، وہ فرماتا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

۔ نہ دولت سے نہ دنیا سے نہ گھر آباد کرنے سے
دلوں کو چین ملتا ہے خدا کو یاد کرنے سے

بڑے بڑے خوبصورت بنگلے، کوٹھیاں جن کے باسی خدا کے ذکر سے غفلت و دوری کے سبب جہنم کا منظر پیش کر رہے ہیں۔ پریشانی دور کرنے کے لئے کبھی سینمے جا رہے ہیں کبھی تاش کی بازی لگ رہی ہے کبھی جوا چل رہا ہے ظلم کی انتہا نہیں تو کیا ہے رمضان کا روزہ نبھانے کے لئے قرآن پڑھنے کی بجائے تاش کھیلا جاتا ہے تا کہ روزہ نبھ جائے۔ جوئے میں لوگ بیوی بچے اور رہائش کا مکان ہار رہے ہیں شیطان نے ایسا ورغلا رکھا ہے کہ آدھا گھنٹہ مسجد میں گذارنا قیامت لگتا ہے اور تین تین گھنٹے سینما میں گذارتے ہوئے کوئی شرم نہیں آتی جمعہ کا خطبہ اگر پانچ منٹ لمبا ہو جائے تو مرنے لگتے ہیں اور چھ چھ گھنٹے بلکہ ساری ساری رات گلیوں، چوکوں اور ہوٹلوں پہ بیٹھ کر گپیں مارتے رہتے ہیں۔ قرآن و سنت کے مسائل کا درس پانچ منٹ کا بھی ہو تو بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں مگر جھوٹ غیبت اور یاوہ گوئی، لطیفے بازی کے لئے زندگیاں وقف کر رکھی ہیں، صبح اُٹھ کر آدھا پارہ قرآن پڑھتے ہوئے جان نکلتی ہے اور سارا دن گانے سُن سُن کر روح کی غذا حاصل ہو رہی ہے حدیث شریف میں ہے الغناء تنبت النفاق فی القلب کما

ینبت الماء الزرع (مشکوۃ) گانے دل میں ایسے نفاق پیدا کرتے ہیں جیسے پانی کھیتی پیدا کرتا ہے اور وہ قرآن جس کے بارے میں خدا فرماتا ہے واذا تلیت علیھم ایتہ زادتھم ایمانا کہ جب قرآن کی آیات کی تلاوت ہوتی ہے تو اہل ایمان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے اس قرآن کو صرف مُردوں کے لئے رکھا ہوا ہے کہ کوئی مرے گا تو یٰسین پڑھ لیں گے اقبال نے کیا خوب کہا۔

۔ بایاتش ترا جز کارے ایں نیست
کہ از یٰسین او آسان بمیری

کہ تجھے اب قرآن سے اس سے زیادہ تعلق نہیں رہا کہ اس کی یٰسین سے آسانی کے ساتھ مرجائے گا۔ قرآن ہم سے شکوہ کُناں ہے۔

قرآن کی فریاد

۔ طاقوں میں سجایا جاتا ہوں — آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
تعویذ بنایا جاتا ہوں — دھو دھو کے پلایا جاتا ہوں
جزدان حریر و ریشم کے — اور پھول ستارے چاندی کے
پھر عطر کی بارش ہوتی ہے — خوشبو میں بسایا جاتا ہوں
جس طرح سے طوطا مینا کو — کچھ بول سکھائے جاتے ہیں
اس طرح پڑھایا جاتا ہوں — اس طرح سکھایا جاتا ہوں
جب قول و قسم لینے کے لئے — تکرار کی نوبت آتی ہے
پھر میری ضرورت پڑتی ہے — ہاتھوں پہ اُٹھایا جاتا ہوں
دل نور سے خالی رہتے ہیں — آنکھیں ہیں کہ نم ہوتی ہی نہیں
کہنے کو میں اک اک جلسے میں — پڑھ پڑھ کے سُنایا جاتا ہوں
نیکی پہ بدی کا غلبہ ہے — سچائی سے بڑھ کر دھوکا ہے
ایک بار ہنسایا جاتا ہوں — سو بار رُلایا جاتا ہوں
یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے — قانون پہ راضی غیروں کے

یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں ایسے بھی ستایا جاتا ہوں
کس بزم میں میرا ذکر نہیں کس عُرس پہ میری دھوم نہیں
پھر بھی میں اکیلا رہتا ہوں مجھ سا تو کوئی مظلوم نہیں

(ماہرالقادری)

ابوجہل کا بیٹا عکرمہ اسلام قبول کرنے کے بعد جب قرآن کھولتا ہے تو هذا كلام ربى هذا كلام ربى "یہ میرے رب کا کلام ہے یہ میرے رب کا کلام ہے" کہتے کہتے بے ہوش ہو جاتا ہے۔ (احیاء العلوم) غیر مسلم اس کلام کی تعریف کر رہے ہیں اور مسلمان اس کی برکات سے محروم ہو رہے ہیں۔ مسجد مدرسہ اور خیر کے کاموں میں چند ٹکے خرچ کرتے ہوئے جان نکلتی ہے اور فضول خرچیوں، شادی غمی اور تیل مہندیوں پہ لاکھوں بھی خرچ ہو جائیں پرواہ نہیں۔

مسلمانو!

گر تم ہی نہ سنو گے تو پھر کون سُنے گا
یہ دل کی صدائیں ہیں میری آواز نہیں ہے

وقت گانے سُننے، ناول پڑھنے، فلمیں دیکھنے سے گذر جائے گا اور درود پڑھنے، قرآن سُننے سے بھی گذر جائے گا تو پھر کیوں نہ اس کو شیطان کی پیروی میں ضائع کرنے کی بجائے غلامی رسول میں گذارا جائے۔

عمر اک دن ہو کہ سو سال گذر جاتی ہے
دوش پہ کمبل ہو یا پھر شال گذر جاتی ہے
گر امیروں کی با قبال گذر جاتی ہے
پھر فقیروں کی بہر حال گذر جاتی ہے

وقت کی قدر کرو

زندگی کا ایک ایک لمحہ نو لکھے قیمتی ہار کی طرح ہے اللہ نے ساری دنیا کو قلیل فرمایا ہے اور وقت کی قسم اُٹھائی ہے و العصر۔ ہار گم ہو جائے تو کس قدر بے چین ہو جاتے ہیں حالانکہ دوبارہ مل بھی سکتا ہے وقت گذر جائے تو لاکھوں ہار بھی خرچ کر دو واپس نہیں آئے گا اس کی قدر کرو۔

اگر زندگی بھر کا خلاصہ، گرینڈ ٹوٹل اور اصل کمائی ایک کچی پکی قبر اور مٹی کی اک ڈھیری ہی ہے تو پھر یہ سب ہنگامہ کیا ہے رشوت لینا، ملاوٹ کرنا، نئی نئی پارٹیاں بنانا، پرانی پارٹیاں نئی میں ضم کر دینا، خوشامد، چمچہ گیری، خواب فروشی، عہدوں کے حصول کے لئے بے شرمیاں، بے اصولیاں، پوسٹنگ اور ٹرانسفرز کے لئے جوڑ توڑ اور نتیجہ؟ صفر+صفر+صفر=0۔

کسی نے کہا "بہت کمزور ہو۔ کھاؤ پیو جان بناؤ" جواب ملا "قبر کے کیڑوں کے لئے جسم پر اتنا ماس بھی بہت ہے"۔

پوچھا "اے قبرستان میں رہنے والے! تو آبادی میں کیوں نہیں رہتا؟ تو جواب آیا "آبادی تو یہاں منتقل ہو رہی ہے، میں وہاں جا کر کیا کروں"۔

اکثر سوچتا ہوں کہ اگر دو گز زمین ہی کافی ہے اور کفن کے ساتھ جیب بھی نہیں ہوتی تو دنیا کیا کرتی پھرتی ہے۔ اکثر سوچتا ہوں لیکن جب کسی اپنے کو قبر میں اتارنے کا مرحلہ آتا ہے تو یہ سوچ روح تک میں سرایت کر جاتی ہے۔

حضور علیہ السلام نے جو دو انگلیوں کو ملا کر فرمایا میں اور قیامت ایسے ہیں اپنے نبی کے اشارے کو سمجھو الانسان تكفيه الاشارة انسان کو اشارہ ہی کافی ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ درمیانوالی انگلی کلمہ کی انگلی سے ذرا اونچی ہے مگر ہے بہت قریب ایسے ہی قیامت ہمارے بعد ہے مگر ہے بہت قریب۔ حضور علیہ السلام کی تشریف آوری ہی علامات قیامت میں سے ایک علامت ہے۔ اگر ہماری حالت یہی رہی کہ

خدا کو بھول گئے لوگ فکرِ روزی میں
خیالِ رزق ہے رازق کا کچھ خیال نہیں

تو خدانخواستہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اچانک سونے میں قیامت کی نذر ہو جائیں اور توبہ کی مہلت بھی نہ مل سکے اور ہاتھ ملتے رہ جائیں، آنکھیں کھلی کی کھلی رہیں دل کی دھڑکن بند ہو جائے، زبان پہ کلمہ جاری ہونے کی بجائے یہ ہو کہ

کیا اس لیے تقدیر نے چنوائے تھے تنکے
بن جائے نشیمن تو کوئی آگ لگا دے

﴿۵۶﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا رَحۡمَةٌ مُّهۡدَاةٌ

میں رحمت ہوں رب کا ہدیہ ہوں

(مشکوۃ ص ۵۱۸۔ سنن دارمی۔ دلائل النبوۃ)

اس فرمانِ عالی میں حضور علیہ السلام کی امت کی بہت عزت افزائی ہے کیوں کہ ہدیہ تحفہ عام بندے کو نہیں دیا جاتا بلکہ اپنے پیاروں اور خاص الخاص (اخص الخواص) کو دیتے ہیں اور جتنا کوئی زیادہ پیارا ہوا تنا بڑا تحفہ دیا جاتا ہے تو اللہ نے حضور علیہ السلام کی ذات کا تحفہ (کہ جس سے بڑا تحفہ متصور ہی نہیں ہے) اگر دیا ہے تو کسی اور کو نہیں اس امت کو دیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس امت سے زیادہ اللہ کو کوئی امت پیاری نہیں ہے۔

؎ یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

امت کو چاہیے کہ یہ تحفہ ملنے پر اپنے پروردگار کی بندگی کر کے خدا کا شکرادا کرتی رہے اور اپنے نبی پر کثرت سے درود شریف پڑھ کر اپنے پیارے نبی کا شکریہ ادا کرتی رہے من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ

؎ وہ ہر عالم کی رحمت ہیں کسی عالم میں رہ جاتے
یہ ان کی مہربانی ہے کہ یہ عالم پسند آیا

اسی موقع کے لئے ہی امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا

؎ ربِّ اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود
حق تعالیٰ کی منّت پہ لاکھوں سلام

ہم غریبوں کے آقا پہ دائم درود
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الاطہار واصحابہ الاخیار وسلم وبارک علیہ



﴿۵۷﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا بَشَرٌ اَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُوْنَ فَاَيُّ امْرِئٍ لَعَنْتُهٗ اَوْ سَبَبْتُهٗ فَاجْعَلْهُ لَهٗ رَحْمَةً وَّمَغْفِرَةً

میں بشری صفات سے موصوف ہوں غضبناک ہوجاتا ہوں جسطرح دوسرے لوگ غصے میں آجاتے ہیں لہٰذا (اے اللہ! غصے کی حالت میں) مَیں جس پر لعنت کروں یا بُرا بھلا کہہ دوں تو اس لعنت اور سب وشتم کو اس کیلئے رحمت اور بخشش بنادے

(صحاح ستہ)

اس حدیث میں شفقت ورافت کا مظاہرہ فرمایا گیا جس کی گواہی قرآن مجید میں اس طرح دی گئی۔ ارشادربانی ہے۔

عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم۔(التوبہ)

جو چیز تمہیں تکلیف میں مبتلا کرے وہ حضور علیہ السلام پر شاق گذرتی ہے وہ تمہاری بہتری اور ہدایت پر حریص ہیں مؤمنین کے لیے خصوصی رافت و رحمت کا جذبہ رکھتے ہیں۔

اس شفقت ورحمت کا مظاہرہ کبھی اعمال میں اس طرح بھی فرمایا لو لا ان اشق علی امتی لا مرتھم بالسواک عند کل صلوۃ ۔ اگر میں اپنی امت پہ مشکل نہ سمجھتا تو انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔عشاء کی نماز کے بارے بھی ایسا ہی فرمایا کہ اگر امت کی تکلیف کا احساس نہ ہوتا تو دیر سے پڑھنے کا حکم دیتا۔تراویح کی نماز باجماعت ہمیشہ ادا نہ فرمائی تا

کہ میری امت پر فرض نہ ہوجائے۔صوم وصال سے امت کو منع فرمادیا تا کہ کمزوری کا شکار نہ ہو جاؤ شیخ سعدی نے اسی موقع کے لئے فرمایا۔

بے داد تو عدل است جفائے تو کرامت
دشنام تو خوشتر کہ زبیگانہ دعائے

بخاری ومسلم میں مذکورہ حدیث کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں اے اللہ! مجھ سے وعدہ کر اور ایسا کر کہ اس کی خلاف ورزی ہرگز نہیں کرے گا آخر میں بھی ایک بشر ہوں تو جس مسلمان کو میں گالی دوں یا سزا دوں، لعنت کروں یا کوڑے ماروں تو اس کے لئے اس کو دعا، پاکیزگی اور قربت کا باعث بنادے کہ قیامت کو اپنے قریب کرلینا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے وقت جہاں دوسرے بے شمار حیرت انگیز عجائب دیکھے وہاں یہ بھی دیکھا کہ ایک عظیم بادل ہے جس سے یہ آواز آرہی ہے۔

واعطوہ صفاء ادم، و خلۃ ابراھیم و لسان اسماعیل، و بشریٰ یعقوب و جمال یوسف و صوت داؤد و صبر ایوب و زھد یحییٰ و کرم عیسیٰ علیھم السلام۔ (الخصائص الکبریٰ ۱:۴۷-۴۸)

اس نبی کو آدم کی صفوت، نوح کی رقت، ابراہیم کی خُلت و دوستی، اسماعیل کی زبان، یعقوب کی بشارت، یوسف کا حسن، داؤد کی آواز، ایوب کا صبر، یحییٰ کا زہد اور عیسیٰ کی سخاوت دے دو۔علیہم السلام۔

بشریت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن مجید کی وہ آیات بینات جن میں حضور علیہ السلام کی بشریت کا ذکر ہے اور مذکورہ حدیث شریف کی آڑ میں بعض بد باطن توہین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتکب ہوجاتے ہیں حالانکہ ان کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی بشریت کو بیان کرکے عظمت مصطفیٰ صلی

اللہ علیہ وسلم کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ بشریت کا کوئی بھی منکر نہیں جب کہ وہ لوگ نورانیت کو بیان کرنے سے گھبراتے ہیں اور کبھی کلیتہً نورانیت کا انکار بھی کر دیتے ہیں اور اہل سنت حضور علیہ السلام کو مکمل بشر اور سراپا نور مانتے ہیں۔ جب کسی کی عظمت معلوم کرنی ہو تو صرف ایک صفت کو لے کر عظمت کا پتہ نہیں چلتا ذات وصفات کا مجموعہ پوری عظمت وشان کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ ورنہ تو کوئی کہہ دے اللہ بھی مومن ہم بھی مومن اور انما المؤمنون اخوۃ (معاذ اللہ) کیا قرآن میں یہ ساری بات نہیں ہے تو پھر معاذ اللہ کیوں؟ یا اللہ بھی سمیع وبصیر اور انسان بھی فجعلنہ سمیعا بصیرا تو کیا برابری ہوگئی؟ جیسے یہ لوگ کہتے ہیں حضور بھی بشر ہم بھی۔ ان کے بھی دو ہاتھ ہمارے بھی وہ بھی کھاتے تھے ہم بھی اگر یہی بات ہے تو حضور علیہ السلام کی جگہ پہ ابوجہل۔ ابولہب کا نام لکھ کر پھر نتیجہ نکال کہ لہٰذا ہم اور ابوجہل برابر ہوگئے۔ تو جب یہ پسند نہیں تو وہ کیوں پسند۔ (ایک مناظرے میں اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان کی کفریہ عبارت زیر بحث تھی ہمارے مناظر نے فرمایا کہ اگر تم کہو کہ حکیم الامت صاحب کو سارا کا سارا علم، ہر چیز، ذرے ذرے کا تفصیلی علم تھا تو کیا ان کے لئے یہ مانتے ہو مد مقابل کہنے لگا ہم ہرگز ایسا نہیں مانتے تو ہمارے مناظر نے کہا پھر کلی نہ ہوا تو جزوی ہوا یعنی بعض کا، کہنے لگا ہاں تو سنی مناظر نے کہا پھر اس میں ان کی کیا خصوصیت؟ ایسا علم تو پاگلوں۔ بچوں جانوروں کتے خنزیر کو بھی ہے۔ مد مقابل غصے میں آ گیا کہ ہمارے بزرگ کی توہین ہوئی ہے کیوں کہ ان کے علم کو کتے خنزیر سے ملا دیا تو سنی مناظر کہنے لگا جمیع بہائم کے اندر تمام جانور شامل نہیں ہیں اور جانوروں میں کتا خنزیر نہیں آتا تو ظالمو! جو لفظ امام الانبیاء کے لئے بولتے ہو اور توہین نہیں مانتے ہو وہی لفظ اگر اس کہنے والے کے متعلق کہہ دیا جائے تو کیسے توہین ہوگئی)۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہر چیز بے مثال ہے

بہر حال جملہ معترضہ کے طور پر یہ واقعہ آ گیا دیکھنا تو یہ ہے کہ کیا تمہارے ہاتھ ان ہاتھوں جیسے ہیں بھی کہ نہیں ان ہاتھوں کی ایک انگلی کے ایک پورے کی شان تو یہ ہے کہ چاند کو اشارہ کریں تو ٹکڑے ہو کر زمین پہ آ جائے۔ تمہارے بال کٹ کر گندی نالیوں میں بہہ جائیں حضور علیہ السلام کے بال کٹیں تو صحابہ کرام تبرک کے طور پر سنبھال کر رکھیں اور حضرت خالد بن ولید فرماتے ہیں مجھے ہر جنگ میں فتح ہی حضور علیہ السلام کے بال مبارک کی برکت سے ہوئی جو

آپ نے ٹوپی میں سیا ہوا تھا۔

اور خاندان ولی اللّٰہی سے پوچھو کہ جس گھر میں حضور کے بال مبارک ہوں فرشتوں کے درود وسلام کی آوازیں آئیں اور وہ بال دھوپ میں کیا جائے تو بادل فوراً سایہ فگن ہو جائے یہ تو صرف بال کی بات ہے آپ کے ہر عضو کے علیحدہ فضائل ہیں۔ آپ کا ہر عضو بے مثال ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اعضائے جسمانی کے لحاظ سے ہم ان کی مثل نہیں ہو سکتے۔

احکام شرع اور حضور علیہ السلام

اگر کہو احکام شرع کے لحاظ سے ہم آپ جیسے ہیں تو یہ بھی غلط۔ اس لیے کہ ان کا کلمہ انی رسول اللہ۔ ذرا تم بھی ایسا کہہ کے دیکھو کہ ایمان سے ہی خارج ہو جاؤ گے تم مر جاؤ (خدا کرے مر ہی جاؤ) تو وراثت تقسیم، بیوی عدت کے بعد نکاح کر لے نبی کی نہ وراثت تقسیم ہو نہ ان کی وفات کے بعد ان کی بیویاں آگے نکاح کر سکیں۔ ہم قانون کے پابند ہیں قانون جنبش لب مصطفیٰ کا پابند۔ وہ چار سے زیادہ عورتوں کے ساتھ نکاح کریں تم نہیں کر سکتے۔ ان پہ نماز تہجد فرض تم پہ نہیں۔ وہ سو جائیں وضو برقرار تم سو جاؤ تو وضو فرار۔ وہ حلال وحرام کرنے کا اختیار رکھنے والے و یحل لھم الطیبات و یحرم علیھم الخبائث آپ محلل بھی ہیں محرم بھی، تمہیں اللہ فرمائے ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال و ھذا حرام۔

اپنی زبان سے ایسے ہی کسی چیز کو حلال کسی کو حرام نہ کہتے پھرو۔ نہ تمہارے حلال کہنے سے حلال ہوگی نہ حرام کہنے سے حرام ہوگی (کیا پدی کیا پدی کا شوربا) ثابت ہوا احکام شرع میں بھی حضور ہم جیسے نہیں۔

حضور علیہ السلام کا کھانا پینا

اگر کہو کھانے پینے میں ہم جیسے ہیں وہ بھی کھاتے تھے ہم بھی کھاتے ہیں تو بات پھر وہیں پہ آ گئی ابوجہل ابولہب بھی تو کھاتا پیتا تھا جانور بھی تو کھاتے پیتے ہیں۔ سنو! بات یہ ہے ہم کھانے پینے کے محتاج ہیں نہ کھائیں تو مر جائیں اور اللہ کے نبی کھانے پینے کے محتاج نہیں خود فرمایا یطعمنی ربی و یسقینی میں اپنے رب کے پاس راتیں گذارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی

ہے پلاتا بھی ہے۔ اسی لیے تو صوم وصال سے صحابہ کو منع فرمادیا۔ اور سرکار نے کھایا اس لیے نہیں کہ بغیر کھائے گذارا نہ تھا بلکہ اس لیے کھایا پیا تا کہ ہمیں کھانے پینے کا طریقہ آ جائے اور کھانا پینا ہمارے لیے سنت بن جائے ورنہ تو جانور بھی کھاتا ہے لیکن ہم سنت کا تصور کر کے کھائیں گے تو پیٹ بھی بھر جائے گا سنت کا ثواب بھی مل جائے گا (سانپ بھی مر گیا لاٹھی بھی بچ گئی) اور پھر جتنا حضور نے ساری عمر کھایا غالباً سولہ سترہ سیر کل اناج بنتا ہے اتنا تو مولوی صاحب شاید ناشتہ ہی کر جاتے ہوں گے کیوں کہ ۔ شکم درویشاں تنور خدا است۔

اسی لیے مولانا روم علیہ الرحمۃ نے فرمایا

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر
ایں خورد گردد پلیدی زو جدا
واں خورد گردد ہمہ نور خدا

پاک لوگوں کا معاملہ اپنے پر قیاس نہ کیا کرو اگر چہ شیر (جانور) اور شیر (دودھ) لکھے ایک ہی طرح جاتے ہیں (لیکن ایک بندے کو کھا جاتا ہے دوسرے کو بندہ پی جاتا ہے) تم کھاؤ تو پلیدی بن کر تم سے جدا ہو جائے حضور کھائیں تو سارا کا سارا نور خدا ہو جائے۔ یہاں تک کہ آپ کا بول و براز بھی پاک۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

فضلاتِ مبارکہ

چنانچہ صحابی کہتے ہیں میں حضور علیہ السلام کی قضائے حاجت والی جگہ پہ گیا تو مجھے وہاں صرف تین ڈھیلے ہی نظر آئے جن میں ذرا سی نمی موجود تھی اور ان سے خوشبو کے حلّے پھوٹ رہے تھے۔

فاخذ تهن فاذا بهن يفوح منهن روائح المسک فکنت اذا جئت يوم الجمعة المسجد اخذ تهن في کمي فتغلب رائحتهن روائح من تطيّب و تعطر۔ شرح شفا،۱:۱۶۲ از رقانی۔

میں نے انہیں اُٹھایا تو ان سے کستوری کی خوشبو مہک رہی تھی۔ پھر میں ہر جمعہ کو

مسجد میں آتے ہوئے انہیں اپنی آستین میں رکھ کر ساتھ لے آتا۔ پس ان کی خوشبو ہر اس شخص کی خوشبو پر غالب آ جاتی جو بھی خوشبو یا عطر لگا کر آیا ہوتا۔

حضرت ام ایمن حضور علیہ السلام کی خادمہ نے رات کو سخت پیاس کی وجہ سے پانی کی ضرورت محسوس کی تو حضور علیہ السلام کے بستر مبارک کے نیچے پیالے میں خوشبودار صاف وشفاف پانی پایا انہوں نے پی لیا۔ ذائقہ نہایت شیریں تھا۔ صبح حضور علیہ السلام نے فرمایا ارے وہ تو پانی نہیں تھا۔

فضحک رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى بدت نواجذه ثم قال اما انک لا يفجع بطنک بعده ابدا.

(مستدرک حاکم،۴:۶۳)

حضور علیہ السلام اتنا ہنسے کہ داڑھیں مبارک ظاہر ہو گئیں پھر فرمایا تیرا پیٹ آئندہ کسی مرض میں مبتلا نہ ہوگا۔

شرح شفا میں ان الفاظ کا اضافہ ہے لن تلج النار بطنک تیرا پیٹ کبھی آگ میں نہیں جائے گا۔

الخصائص الکبریٰ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے عرض کیا حضور آپ بیت الخلا تشریف لے جاتے ہیں جب واپس تشریف لاتے ہیں تو آپ کے بعد بیت الخلا جانے والے نے کبھی آپ کا براز مبارک نہیں دیکھا

فقال يا عائشة اما علمت ان الله امر الارض ان تبتلع ما خرج من الانبياء۔ (ج۱ص۷۱)

اے عائشہ! تو جانتی نہیں اللہ نے زمین کو حکم دے رکھا ہے کہ انبیاء کے جسموں میں سے جو کچھ نکلے اس کو نگل لے۔

اس روایت کو مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی امداد الفتاویٰ میں قابل حجت گردانا و مانا ہے۔ تو جب بول و براز پاک وخوشبودار ہوئے تو خون مبارک بھی پاک وخوشبودار ماننا پڑے گا چنانچہ

قاضی عیاض الشفاء،۱:۶۴ پہ فرماتے ہیں کہ حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کا خون مبارک احد کے دن چوسا اور پی لیا تو سرکار نے فرمایا لن تصیبه النار ۔ کہ جہنم کی آگ اسے نہیں چھوئے گی۔ ملا علی قاری نے شرح شفا میں مزید لکھا کہ حضور علیہ السلام نے حضرت مالک بن سنان کو خون اطہر چوستے دیکھ کر فرمایا من مس دمه دمی لم تصبه النار ۔ جس کے خون سے میرا خون مس ہو گیا اس پر جہنم کی آگ حرام کر دی گئی۔ (شرح شفا ملا علی قاری ۱:۱۶۱)

امام زرقانی نے بھی اس واقعہ کی ایک حدیث نقل فرمائی کہ حضور علیہ السلام نے اس موقع پر فرمایا من ارا د ان ینظر الی رجل من اهل الجنة فلینظر الی هذا جس نے جنتی کو دیکھنا ہو وہ اس (مالک بن سنان) کو دیکھ لے۔ (المواہب اللدنیہ،۲:۲۳۰)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ شفا شریف کے اندر موجود ہے کہ حضور علیہ السلام نے پچھنے لگوا کر خون مبارک مجھے دے دیا کہ اس کو محفوظ جگہ پہ بہا آؤ میں نے سوچا میرے پیٹ سے زیادہ محفوظ جگہ کون سی ہوگی چنانچہ میں نے پی لیا حضور علیہ السلام نے پوچھا تو میں نے بتا دیا کہ حضور ایسی جگہ بہایا ہے جہاں اسے کوئی نہیں دیکھ سکے گا حضور علیہ السلام سمجھ گئے اور فرمایا ویل لک من الناس و ویل لهم منک ج۱ص۶۴ لوگوں سے تجھ کو ہلاکت ہے اور تجھ سے لوگوں کو۔ چنانچہ زمانہ ان کی شجاعت و بہادری کی آج بھی داد دیتا ہے ایک روایت میں ہے کہ حضور نے ان سے پوچھا کہ تو نے کیوں پیا تو انہوں نے عرض کیا اس لیے کہ ان دمک لا تصیبه نار جهنم فشربته لذالک بے شک آپ کے خون پر جہنم حرام ہے اس لیے میں نے پیا۔ (زرقانی،۴:۲۳۰)

بعد میں کسی نے ابن زبیر سے خون مبارک کے ذائقے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا

اما الطعم فطعم العسل و اما الرائحة فرائحة المسک.

(شرح الشفاء،۱:۱۶۲)

ذائقہ شہد کی طرح میٹھا تھا اور خوشبو مشک کی طرح خوشگوار۔

امام قسطلانی نے فرمایا جب ابن زبیر کو دشمنوں نے سولی پہ لٹکایا تو بعد از وفات بھی ان

کے منہ سے خونِ رسول علیہ السلام کی خوشبو آ رہی تھی

و بقیت رائحة موجودة فی فمه الی ان صلب.

(شرح مواہب الدنیہ،۴:۲۳۱)

اسی طرح کتب احادیث میں حضرت ابو عبیدہ۔ حضرت ابو طیبہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے خون اقدس نوش فرمانے کی روایات بھی امام حلبی نے سیرۃ الحلبیہ میں ذکر فرمائی ہیں۔

حضور علیہ السلام کا بھولنا

اگر تم کہو کہ حضور بھی بھول جاتے تھے ہم بھی بھولتے ہیں لہٰذا ایک جیسے ہوئے۔ یہ بات بھی غلط ہے کیوں کہ ہمارے بھولنے اور حضور علیہ السلام کے بھولنے میں بھی فرق ہے کہ ہمارا بھولنا شیطان کی طرف سے ہے اور حضور علیہ السلام کا بھولنا اللہ کی طرف سے ہے۔ ہم بھولتے ہیں اور حضور علیہ السلام بھلائے جاتے ہیں تاکہ بھولنا بھی سنت کے زمرے میں آکر ثواب کا باعث بن جائے اگر آپ نماز میں نہ بھولتے تو سجدۂ سہو کے مسائل کیسے معلوم ہوتے۔ نماز میں جوتے پہ کوئی کراہت والی چیز لگ جائے تو کیا کیا کرتا ہے اس کا علم بھی حضور علیہ السلام کی بھول سے حاصل ہوا الغرض حضور علیہ السلام کی بھول میں بھی ہزاروں حکمتیں ہیں۔

انما انا بشر مثلکم

جب کسی لحاظ سے بھی امتی نبی جیسا نہیں تو پھر اس آیت کا کیا مطلب۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ آیت متشابہات میں سے ہے جیسے ید الله. وجه الله. کا معنی و مفہوم اللہ ہی جانتا ہے ایسے ہی مذکور آیت کا حقیقی مطلب اللہ ہی کو معلوم ہے۔ حضور علیہ السلام نے ایک مرتبہ خود ارشاد فرمایا یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقة غیر ربی اے ابوبکر! میری حقیقت کو سوا میرے رب کے کوئی نہیں جانتا

؎ محمد سرّ وحدت ہیں کوئی رمز ان کی کیا جانے
شریعت میں تو بندے ہیں حقیقت میں خدا جانے

اور پھر یہ خطاب بشر مثلکم کا اہل ایمان سے نہیں ہے اہل ایمان کو تو فرمایا ایکم مثلی تم میں سے کون میری مثل ہے اگر بشر مثلکم کا مفہوم وہی ہوتا جو بیان کیا جاتا ہے تو

صحابہ کہہ دیتے حضور ہم سب آپ کی مثل ہیں کیوں کہ قرآن کہہ رہا ہے بشر مثلکم لیکن نہیں صحابہ تو کہتے تھے انا لسنا کھیئتک یا رسول اللہ حضور! ہم آپ کی طرح تو نہیں ہو سکتے۔ جو دیکھنے والے ہیں وہ بے مثل مان رہے ہیں اور یہ چودہ سو سال بعد میں آنے والے مثل مثل کی رٹ لگا رہے ہیں۔ جب صحابی آپ کی مثل نہیں تو وہابی کیسے مثل ہو گیا۔ تفسیر کبیر میں ہے کہ یہ فرمان عاجزی کے طور پر فرمایا گیا جیسے بادشاہ کہے میں تو آپ کا خادم ہوں تو کیا عوام کو حق ہے کہ وہ بادشاہ کو اپنا خادم کہتے پھریں؟ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا ربنا ظلمنا انفسنا ۔ حضرت یونس علیہ السلام نے کہا انی کنت من الظالمین تو کیا کوئی ان کو ظالم کہہ کر مسلمان رہ سکتا ہے۔ اگر میں اپنے کو بے علم جاہل کہوں تو عاجزی ہو گی لیکن دوسرا کہے گا تو گستاخی ہو گی۔ استاد کے سامنے شاگرد عاجزی کرے تو اس کی شان ہے خدا کا نبی اتنی عظمتوں کے باوجود اپنے آپ کو عاجزی کے طور پر کچھ کہے تو اللہ مزید عظمت عطا کرتا ہے من تواضع للہ فقد رفعہ اللہ۔ پھر دوسری تمام صفات چھوڑ کر ایک صفت لے لینا اگرچہ حقیقت ہو تو بھی گستاخی بن جاتی ہے جیسے اللہ کی تمام شانوں کو چھوڑ کر یا خالق الخنزیر کا وظیفہ کرنا جائز نہیں حالانکہ حقیقت ہے اللہ خنزیر کا بھی خالق ہے۔ اسی طرح انا خلقنا الانسان من نطفۃ قرآن ہے لیکن اگر کوئی ہائی کورٹ میں جا کر چیف جسٹس کو کہے کہ اے اپنے باپ کے نطفے سے پیدا کیے گئے انسان! تو توہین ہو گی اور سزا ہو گی کیوں کہ جو حکومت نے اس کو مقام دیا ہے تو نے اس کا لحاظ نہیں کیا۔ ایسے ہی مصطفیٰ علیہ السلام کو جو خدا نے عظمتیں عطا فرمائیں ان کا ذکر نہ کرنا اور اپنے جیسا سمجھنا کس قدر توہین ہو گی؟ ہاں خدا کہے گا تو اس کی شان ہے وہ کہہ سکتا ہے۔ بیٹا باپ کا نام لے کر بلائے گا تو گستاخ کہلائے گا کیا کوئی انکار کر سکتا ہے کہ اس کے باپ کا یہ نام نہیں۔

اللہ نے بشر مثلکم کا حکم کیوں فرمایا؟

(۱) کیوں کہ حسنِ یوسف کو دیکھ کر عورتوں نے ان کی بشریت کا انکار کر دیا اور کہا ما ھذا بشرا فرمایا تو تو یوسف کا بھی امام ہے اور تیرا نام سُن کر عرب کے مرد گردنیں کٹائیں گے کہیں تجھے کچھ اور ہی کہنا نہ شروع کر دیں لہٰذا کہہ دے انا بشر مثلکم۔

تن مہینے رجّی خلقت ویکھ یوسف کنعانی
جہاں نبی محمد ڈٹھا رج گئے دوئیں جہانی

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردے زندہ کیے تو عیسائیوں نے خدا کہنا شروع کر دیا اے حبیب! تو تو پتھروں اور درختوں میں جان ڈال دے گا کہیں تیرے بارے بھی لوگ ایسا نہ کہہ دیں لہٰذا فرما دے انا بشر مثلکم۔

(۳) ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے مناظرہ کیا تو فرمایا اگر تو خدا ہے تو سورج مغرب سے نکال لوگوں کے ذہن میں یہ بات آئی کہ شاید جو مغرب سے سورج نکالے اس کو خدا کہا جا سکتا ہے تو فرمایا اے محبوب! تُو تو علی کی نماز کے لئے مغرب سے سورج لوٹائے گا کہیں لوگ شک میں نہ پڑ جائیں لہٰذا کہہ دے انا بشر مثلکم۔

(۴) حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام بمعہ صحابہ تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک قبیلے کے لوگ اپنے سردار کو سجدہ کر رہے تھے صحابہ نے عرض کیا حضور آپ تو نبیوں کے سردار ہیں ہم آپ کو کیوں نہ سجدہ کریں فرمایا اگر اللہ کے سوا کسی کو سجدہ جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے اس وقت اللہ نے فرمایا کہہ دے انا بشر مثلکم۔ مطلب یہ نکلا تمہاری مثل ہوں خدا نہ ہونے میں کہ جیسے تم خدا نہیں میں بھی خدا نہیں۔

رسول کو تم خدا نہ جانو خدا سے ان کو جُدا نہ جانو
ہے اہل ایماں کا یہ عقیدہ خدا خدا ہے نبی نبی ہے

(۵) کافر کہتے تھے جو بشر ہو وہ رسول و نبی نہیں ہو سکتا ابشر یھدوننا – ما انتم الا بشر مثلنا فرمایا غلط کہتے ہو انما انا بشر مثلکم ۔ میں بشر بھی ہوں رسول بھی ہوں بشر و رسول میں کوئی تضاد نہیں اسی طرح بشر یا عبد اور نور میں تضاد نہیں نور کی ضد بشر یا عبد نہیں بلکہ ظلمت ہے جو حضور کو نور نہ مانے تو کیا پھر وہ نعوذ باللہ ظلمت مانتا ہے حالانکہ حضور تو ظلمت سے نور کی طرف لے کر جانے والے ہیں لتخرج الناس من الظلمت الی النور ۔ اسی طرح ہو سکتا ہے عبد بھی ہو اور نور بھی ہو جیسا کہ فرشتے نور ہیں لیکن قرآن نے ان کو عبد مکرم فرمایا ہے بل عباد مکرمون ۔ اور اگر کوئی بشر بشر کہنے پر ہی بضد ہو تو امتی ہونے کا تقاضا تو یہ ہے کہ کم از کم اپنے جیسا تو نہ کہے بلکہ یوں کہے۔

ے صد ہزاراں جبرئیل اندر بشر
بہر حق سوئے غریباں یک نظر

کیوں کہ وہ ہم جیسے بشر نہیں ہو سکتے جن کی بیعت خدا کی بیعت ہو جن کی رضا خدا کی رضا ہو جن کا عمل خدا کا عمل ہو جن کی محبت خدا کی محبت اور جن سے عداوت خدا سے عداوت ہو ہم اگر نماز کی حالت میں آسمان کی طرف چہرہ اُٹھائیں تو خطرہ ہے ہماری آنکھیں اندھی کر دی جائیں جیسا کہ حدیث میں ہے اور حضور علیہ السلام نماز ہی کی حالت میں بار بار اپنا رُخ انور آسمان کی طرف فرمائیں تو آیت نازل ہو قد نری تقلب وجھک فی السماء۔ ہم تیرے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اُٹھنا دیکھ رہے ہیں۔

کس کس نے نبیوں کو بشر کہا؟

نمبر۱ خدا نے کہا۔ انی خالق بشرا۔

نمبر۲ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا انما انا بشر۔

نمبر۳ شیطان نے کہا لم اکن لا سجد لبشر۔

نمبر۴ کفار نے کہا ما نرک الا بشر مثلنا۔ اب جو حضور علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہے اس سے سوال ہے کیا تم خدا ہو کہ حضور کو بشر کہتے ہو؟ خدا تو الھکم الہ واحد ہے۔ یا پھر نبی بننے کا ارادہ ہے یہ سیٹ بھی مرزا نے سنبھال لی اور جہنم رسید ہو گیا۔ اب دو ہی گروہ رہ گئے۔ خود ہی فیصلہ کر لو کس گروہ میں شامل ہونا چاہتے ہو۔

اللہ نے حضور کو بشر اس لیے نہیں بنایا کہ تم بشر بشر کہہ کے توہین کرتے پھرو بلکہ آپ کی بشریت اس لیے تھی کہ عالم بشریت حضور سے فیض پا سکے اور نورانیت اس لیے تھی کہ عالم نور بھی آپ سے فیض یاب ہو سکے نہ بلال و سلمان محروم رہیں نہ جبریل میکائیل۔ کیوں کہ نہ آپ کی رسالت خاص بشریت کے لئے ہے نہ رحمت، رسالت کافۃ للناس اور انی رسول اللہ الیکم جمیعا ہے اور رحمت وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین ہے۔ ورنہ کوئی مجرد نور ہو کر بھی ان کی گرد راہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ سدرہ پہ جا کر جو کہہ رہا ہے۔

ے اگر یک سر موئے برتر پرم فروغِ تجلی بسوزد پرم

نورانیت و بشریت

اس کے نور ہونے میں کسی کو کیا شک ہو سکتا ہے یہ حالت بشری تھی جس کی وجہ سے آپ کھاتے پیتے، نکاح کرتے، پیٹ پہ پتھر باندھتے اگر آپ ایسا نہ کرتے تو تمہیں کھانے پینے کا طریقہ کیسے آتا اور کھانا پینا تمہارے لیے سنت کیسے بنتا اور اگر وہ مجرد نور ہوتے تو نظر کیسے آتے اور ہزاروں صحابی کیسے بنتے۔ آپ کی بشریت شریعت کو وجود عطا کرتی ہے لیکن بشر ہو کر بھی چلتے ہیں تو سایہ نظر نہیں آتا۔ مکھی کو حق حاصل نہیں ہے کہ ان کے جسم پہ بیٹھ سکے۔ یہ تو آپ کی دو حالتیں ہیں حقیقت کیا ہے خدا جانے یا مصطفیٰ جانے

ے حقیقت محمد دی پا کوئی نئیں سکدا
بشر عرش توں پار جا کوئی نہیں سکدا

جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں ہے آقا نے بشر مثلکم کافروں سے فرمایا اور ایکم مثلی ایمان والوں سے فرمایا تو جس کو جو کہا وہ اسی کی رٹ لگا رہا ہے تا کہ پتہ چلے بشر مثلکم والے کون ہیں اور ایکم مثلی والے کون۔

ے مثال مصطفیٰ کوئی پیغمبر ہو نہیں سکتا
ستارہ لاکھ چمکے ماہ انور ہو نہیں سکتا

ابوبکر و عمر حضور کے سسر ہیں، عثمان و علی داماد، حمزہ و عباس چچا ہیں اللہ نے ان سب کو حکم دیا لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا (النور) ابوبکر و عمر! تم نے داماد کہہ کر نہیں پکارنا، عثمان و علی! تم نے سسر کہہ کر نہیں پکارنا اے حمزہ و عباس! تم نے بھتیجا کہہ کر نہیں بلانا رشتوں کے حوالے سے نہ پکارنا یا رسول اللہ کہہ کے پکارو یا حبیب اللہ کہہ کے پکارو کیوں کہ۔

ے کونین سے اونچا ہے ایوان محمد کا
جبریل معظم ہے دربان محمد کا

جب ان ہستیوں کو یہ حکم ہے تو کوئی شلوار اونچی اور .... گنجا سر، منہ میں نسوار رکھ کر سپیکروں میں اپنے جیسا کہتا پھرے خدا کو کب گوارہ ہے خبردار یہ وہ بارگاہ ہے کہ ایک لفظ بھی ایسا

ویسا زبان پہ آگیا تو ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون (الحجرات) میری اور تیری حیثیت ہی کیا ہے اسٹیشن پہ جائیں ہسپتال جائیں تو ہر جگہ پابندی ہے "تھوکیے مت" بیماری پھیلتی ہے اور مقابلہ ان سے بن کی تھوک ہاتھوں پہ لینے کو صحابہ ترستے تھے (بخاری) تیری تھوک سے وبا پھیلے ان کی تھوک سے شفا ملے تیرے پسینہ سے بدبُو آئے ان کا پسینہ فضاؤں کو معطر کر دے اور صحابہ وصحابیات خوشبو کے طور پر استعمال کریں اور وصیت کر جائیں۔

؎ مرنے کے بعد میری تمنا ہے بس یہی
میرے کفن پہ مل دو پسینہ حضور کا

مسئلہ بشریت کے متعلق علمی وتقریری نکتے

حضور علیہ السلام نے جبریل امین سے پوچھا تیری عمر کتنی ہے عرض کیا ایک ستارہ ستر ہزار سال بعد چمکتا تھا میں نے اس کو بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے فرمایا واللہ انا ذلک الکوکب خدا کی قسم میں وہی ستارہ ہوں۔

؎ اک ستارہ عرش کی تعمیر سے پہلے بھی تھا
کملی والا خاک کی تعمیر سے پہلے بھی تھا

کہیں فرمایا کنت نبیا و ادم بین الماء والطین معلوم ہوا جب آدم گارے میں تھا ہمارا نبی اس وقت بھی تارے میں تھا۔

؎ نہ آدم جن ملائک ہے سُن نہ سورج نہ تارے
اودوں وی نور محمد والا چمکاں سی پیا مارے

جبریل امین نے بہتر ہزار بار تارے میں دیکھا پھر چوبیس ہزار بار زمین پہ آپ کی بارگاہ میں حاضری دی کبھی دحیہ کلبی کی شکل میں کبھی سائل بن کر کبھی عام آدمی کی شکل میں کبھی ایک مرتبہ بھی اپنے جیسے نہیں کہا بلکہ کہا تو یوں کہا قلبت مشارقھا و مغاربھا میں مشرق ومغرب پھرا۔

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

تئیس سالوں میں چوبیس ہزار یا چالیس ہزار مرتبہ لباس بدل بدل کر حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں آرہا ہے۔

؎ بدل کر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

اور مولانا حسن رضا بریلوی فرماتے ہیں

؎ بے لقائے یار ان کو چین آ جاتا اگر
بار بار آتے نہ یوں جبریل سدرہ چھوڑ کر

بیت المعمور والوں نے رابطہ کیا ہیلو! جبریل کہاں ہے جواب ملا مدینے گیا ہوا ہے۔ سدرہ والے پوچھیں آج جبریل نظر نہیں آرہا جواب ملا مدینے گیا ہوا ہے اے جبریل! تجھے جنت میں چین نہیں ملتا جواب ملتا ہے۔

؎ نہ جنت نہ جنت کی کلیوں میں دیکھا
مزہ جو مدینے کی گلیوں میں دیکھا

اور معراج کی رات قسمت جاگی حضور کے قدموں کے بوسے نصیب ہوئے تو زبان حال سے کہا۔

؎ نہ جنت نہ جنت کی کلیوں میں دیکھا
مزہ جو محمد کی تلیوں میں دیکھا

الغرض ستر ہزار بار ستارے میں حضور کا دیدار کرنے والا بشری لباس میں پہچان نہ سکا کہ یہ وہی ستارے والے ہیں تبھی تو حیران ہوا جب حضور نے بتایا کہ میں وہی ستارہ ہوں۔ آج کوئی بن دیکھے کہے میں نے پہچان لیا ہے میرے جیسے ہیں تو اس کا علاج صرف پاگل خانے میں ہی ہو سکتا ہے۔ جن کے بارے خدا فرمائے لولاک لما خلقت الافلاک لولاک لما خلقت الدنیا۔ لولاک لما اظھرت الربوبیۃ۔

؎ نہ آدم تھے نہ عیسیٰ تھے نہ ظاہر تھا خدا پہلے
بنے ساری خدائی سے محمد مصطفیٰ پہلے

شاعر شعر پیش کرتا ہے عطار خوشبو پیش کرتا ہے معمار عمارت پیش کرتا ہے خدا مصطفیٰ کو پیش کرتا ہے **هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ** معمار عمارت سے پہچان کراتا ہے میں وہ مستری ہوں جس نے مینار پاکستان بنایا شاعر شعر کے ذریعے پہچان کراتا ہے خدا اپنا تعارف مصطفیٰ کے ذریعے کراتا ہے۔اسی لیے مجدد پاک فرماتے ہیں کہ میں رب کو اس لیے رب مانتا ہوں کہ **اُو ربِ محمد است**۔ شاعر کی جتنی تعریف کرو اس کے شعر میں عیب نکالو گے کبھی خوش نہ ہوگا خدا کی جتنی عبادت کرو اس کے محبوب میں عیب نکالو گے نمازیں منہ پہ ماری جائیں گی جب عیب والا کسی عیب والے کو محبوب نہیں بناتا تو بے عیب کیسے عیب والے کو محبوب بنائے گا۔

؎ یہ عبادت رات دن کی مجھ کو نا منظور ہے
دور ہے جو میرے احمد سے وہ مجھ سے بھی دور ہے

کیوں کہ پہچان ہمیشہ شاہکار سے کرائی جاتی ہے بڑے معمار سے پوچھو اپنا تعارف کرا تو وہ یہ نہیں کہے گا میں وہ ہوں جس نے فلاں لیٹرین بنائی وہ کہے گا میں وہ ہوں جس نے بادشاہی مسجد بنائی مجھے دیکھنا ہے تو اس کو دیکھ لے، اللہ نے فرمایا **هو الذی ارسل رسوله** میں وہ ہوں جس نے رسول کو بھیجا رسول نے اعلان کر دیا **من رانی فقد رای الحق – انا مراة جمال الحق** میں خدا کے جمال کا آئینہ ہوں جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھ لیا۔

؎ محبوب خدا کا کوئی ہم پایہ نہیں ہے
اس شان کا مرسل تو کوئی آیا نہیں ہے
بے مثل نے محبوب کو بے مثل بنایا ہے
واں جسم نہیں تو یہاں سایہ نہیں ہے

لیکن جیسے پھول اگر نزلے والے کو پیش کرو گے تو اس کو خوشبو نہیں آئے گی جب تک نزلہ ہے۔اور رسول کو پیش کرنا ہے تو اس کے سامنے نہ پیش کرو جس کو شرک و بدعت کا نزلہ ہے ورنہ جیسے اس نے پھول کی خوشبو کا انکار کر دیا تھا یہ رسول کی عظمتوں کا انکار کر دے گا۔

❁ ایک ہی لفظ ایک علاقے میں عزت والے معنی میں بولا جاتا ہے وہی لفظ دوسرے علاقے میں گھٹیا معنی کے لئے بولا جاتا ہے جیسے مہتر کا لفظ لکھنؤ میں ذلیل، بھنگی کو کہتے ہیں اور ہمارے چترال میں سردار کے لئے بولتے ہیں جیسے مہتر چترال اسی طرح بشر

انبیاء کرام کے لئے بھی آتا اور کافر و مشرک کو بھی بشر کہہ سکتے ہیں اور قرآن میں ایسا لفظ حضور علیہ السلام کے لئے بولنے کی ممانعت ہے چنانچہ فرمایا **لا تقولوا راعنا** لہٰذا حضور کو خالی بشر کہنا منع ہے۔

❁ جس عورت کو حضور علیہ السلام سے نسبت ہوگئی فرمایا **یا نساء النبی لستن کاحد من النساء** دنیا میں کوئی عورت تمہاری طرح نہیں ہوسکتی۔جس امت کو آپ سے نسبت ہوگئی وہ خیر الامم بن گئی۔جس مسجد کو سرکار سے نسبت ہوگئی وہ دوسری مساجد میں افضل ٹھہری جس زمانے کو نسبت ہمارے آقا سے ہوگئی وہ خیر القرون ہوگیا۔جس کتاب کو حضور سے نسبت ہوگئی وہ تمام کتابوں سے افضل، جب آپ کی نسبت چیز کو افضل بنادیتی ہے تو سرکار کی اپنی ذات کی فضیلت کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ورنہ تم بھی مومن اور تمہاری بیوی بھی مومن اور **انما المؤمنون اخوة** کہہ کر بیوی کو بہن کہہ دو تو کیسا رہے گا۔

❁ ابراہیم علیہ السلام کو خواب آیا تو بچہ ذبح کرنا شروع کر دیا اب کسی کو خواب آئے کہ بچہ ذبح کرو تو نہیں کر سکتا کہ نبی کا خواب وحی ہوتا ہے۔جب نبی کی نیند ہماری طرح نہیں تو نبی خود ہماری طرح کیسے ہوگیا۔

کافر بھی بت خانے جاتے ہیں اور حضرت ابراہیم بھی گئے لیکن دونوں کا جانا برابر نہیں کیوں کہ کافر پوجنے جاتا ہے نبی بت توڑنے جاتا ہے۔

؎ شمع پہ جائے نہ پروانہ وہ پروانہ نہیں رہتا
نبی بت کدے جائے وہ بت خانہ نہیں رہتا

❁ سرکار نے فرمایا **من رانی فی المنام فقدر انی لان الشیطان لا یتمثل بی۔**
(ہدیۃ المھدی از وحید الزماں)

جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا کیوں کہ شیطان میری مثل نہیں ہوسکتا۔جب کوئی حضور علیہ السلام کو اپنے جیسا کہتا ہے تو شیطان بہت خوش ہوتا ہے اور تھپکی دیتا ہے کہ شاباش جو کام مجھ سے نہ ہوسکا تو نے کر دکھایا۔

عام آدمی سے مولانا بن گیا پھر بالفضل اولنا ہوگیا پھر شیخ القرآن بن گیا دیکھا کہ قوم

جاہل ہے جو بھی بن جاؤ مان لیتی ہے آخر اعلان کر دیا کہ میں نبی جیسا ہوں جبریل جیسا تو قدم چومے اور یہ مثلیت کا دعویٰ کرے وہ بڑا ہو کر چھوٹا ہو رہا ہے۔ یہ چھوٹا ہو کر بڑا بنتا ہے۔ کسی کے سر پر شہرت کا بھوت سوار ہوا تو اس نے گدھے کے حلال ہونے کا فتویٰ دے دیا کہ بدنام تو ہو جاؤں گا لیکن مشہوری ہو جائے گی۔

شہرت کے ہم حریص ہیں عزت نہیں تو کیا
بدنام ہوں گے گر تو کیا نام نہ ہو گا؟

❁ مسلم شریف کی حدیث ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا

صلوۃ الرجل قاعد انصف الصلوۃ.

بیٹھ کر نماز پڑھنے کا آدھا ثواب ہے۔

فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضور خود بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں میں نے عرض کیا حضور ہمیں تو آپ نے فرمایا ہے بیٹھ کر نماز پڑھنے سے آدھا ثواب ملتا ہے اور خود بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں فرمایا اجل و لکنی لست کاحد منکم (مشکوۃ ص ۱۱۱) ہاں لیکن میں تم جیسا تو نہیں ہوں۔ چاہے کھڑے ہو کر پڑھوں یا بیٹھ کر میرے ثواب میں کمی نہیں آتی۔ امتی کا کھڑے ہو کر نماز پڑھنا نبی کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے برابر بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ پھر بھی امتی ہے اور یہ بہر حال اللہ کے نبی ہیں۔

❁ مثلیت کے لئے ایک جز میں اشتراک کافی ہے اور وہ آپ نے خود بیان کر دیا نہ تم الہ ہو نہ میں اله ہوں اور ایسا اشتراک تو ہر چیز میں ہو سکتا ہے پھر ہر چیز کی مثال کہلاؤ گے مثلاً کہا جا سکتا ہے الانسان کالکلب الا انه ناطق کہ انسان کتے کی طرح ہے مگر یہ کہ انسان ناطق ہے کتا ناطق نہیں۔ جیسے یہ کہنا جائز نہیں ایسے ہی نبی کو اپنے جیسا کہنا جائز نہیں۔ ایک فرق تو خود اللہ نے بیان کر دیا کہ یُوحیٰ الی اور باقی کسر حضور نے نکال دی لست مثلکم - لست کاحد منکم - ایکم مثلی لستُ کھیئتکم اور تصدیق صحابہ نے کر دی انا لسنا کھیئتک۔

❁ بیضاوی و مختصر المعانی میں فاتوا بسورۃ من مثله کے تحت لکھا گیا ہے کہ مثله میں

ہ ضمیر یا تو سورۃ کی طرف لوٹتی ہے یا عبدنا کی طرف پہلی صورت میں معنیٰ ہو گا میرے حبیب کی ایک ہی مثل لا کر دکھاؤ ہرگز نہیں لا سکو گے۔ پھر امام بیضاوی فرماتے ہیں ضمیر کو سورۃ کی طرف ہی لوٹانا زیادہ بہتر ہے لان الکلام فیه لا فی المنزل علیه کہ بات ہی قرآن کی ہو رہی ہے صاحب قرآن کی مثلیت کی بحثیں چھیڑنے والے تو بعد میں آئے۔

دیکھنے والے کہا کرتے ہیں اللہ اللہ
یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

مدینہ کے لوگوں نے ایک نظر دیکھا تو یہ نہیں کہا جاء البشر علینا بلکہ کہا طلع البدر علینا کہ چودھویں کا چاند طلوع ہو گیا جو دیکھنے والے ہیں وہ تو ان کی خاک پا کو عرش سے اگلا مقام دیں۔

ویکھن نوں اوہ ساڈے ورگے پر اسیں کدوں اس مُل دے
پتھر لعل دے بھا نہیں وِکدے پھُل کنڈیاں نال نہیں تلدے
جو اسرار حضور تے کھُلّے اوہ ہر کسے تے نہیں کھلدے
اعظم اوہ عرشاں تے پھردا اسیں وچ گلیاں دے رُلدے

❁ قرآن مجید میں اللہ نے فرمایا اء نتم تزرعونه ام نحن الزارعون کیا زراعت تم کرتے ہو یا ہم کرتے ہیں لیکن اللہ کو زراع نہ کہیں گے کہ یہ عام کسان کو بھی کہہ سکتے ہیں اللہ نے قرآن میں فرمایا بل یداہ مبسوطتٰن اللہ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں مگر اللہ کے ہاتھوں کی بحث نہیں چھیڑ سکتے کہ ہاتھوں کی بات ہو گی تو فوراً اپنے ہاتھوں کا خیال آئے گا اور مثلیت کا تصور انگڑائی لے گا تو اس طرح کی بحث کا دروازہ ہی بند کر دیا گیا تا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

❁ نان بائی باقی باللہ کے ساتھ مل کر باقی باللہ کی طرح ہو گیا اور حضور خدا سے مل کر ہماری طرح ہو گئے؟ ۔ اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا۔ پھر اللہ نے محبوب کو فرمایا ہے تو کہہ دے انا بشر مثلکم تمہیں تو نہیں کہا قولوا انما انت بشر مثلنا

ے کج وی منکا لعل وی منکا اِکّو رنگ دوہاں دا
جدلے جایئے زرگر دے وَتے فرق اے لکّھاں کوہاں دا

آخری بات

جہاں بھی قُلْ کا لفظ آیا وہاں کوئی سوال ہوتا ہے۔جس کے جواب میں یہ لفظ بولا جاتا ہے کافر کہتے تھے یا کل الطعام و یمشی فی الاسواق جواب حضور سے دلوایا گیا تاکہ زبان تیری ہو کلام میرا ہو فرمایا انسانوں میں رہ کر لوگوں کو کھانے کا طریقہ سکھانے کے لئے میرا حبیب کھاتا ہے۔فرشتوں میں ہو تو تسبیح کے راز بتاتا ہے لہٰذا کھانے پینے اور نکاح شادی کرنے کے طعنے دینے والو! کعبہ اور قرآن تو ان میں سے کوئی کام نہیں کرتے تو بتاؤ کعبہ اور قرآن کو دیکھنے والے کی شان زیادہ ہے کہ رُخِ مصطفیٰ دیکھنے والے کی۔اربوں روپے کی کوٹھی، بنگلہ ہو کعبہ کا مقابلہ نہیں کرسکتی ہزاروں جلدوں کی کتاب قرآن کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔اربوں انسان مل کر بھی نبی کا مقابلہ نہیں کرسکتے جس کا نبیوں و رسولوں میں ثانی نہیں تم کیسے اس کی مثل ہونے کا دعویٰ کرسکتے ہو کتابوں میں قرآن افضل۔مکانوں میں کعبہ افضل انسانوں میں نبی افضل اور۔

ے وہ نبیوں میں نبی ایسے کہ ختم الانبیاء ٹھہرے
رسولوں میں رسول ایسے کہ محبوبِ خدا ٹھہرے

نہ قرآن کی سورتوں جیسی کوئی سورت نہ مصطفیٰ کی صورت جیسی کوئی صورت

ے اس صورت نوں میں جان آکھاں
جان آکھاں کہ جانِ جہان آکھاں
سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں
جس شان توں شاناں سب بنیاں
سبحان اللہ ما اجملک ما احسنک ما اکملک
کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا
گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

ہماری بشریت کثافت والی نبی کی بشریت لطافت والی۔ہماری بشریت بھٹکنے والی نبی

کی بشریت راہ راست پہ لانے والی۔ہماری بشریت کے پسینے سے بدبُو پھیلے نبی کی بشریت کے پسینے سے خوشبو پھیلے پھر

ے اللہ ہی جانے کون بشر ہے آنکھ گلابی مست نظر ہے

لہٰذا لفظ جس مقام کے لئے وضع کیا گیا ہو وہیں اس کا اطلاق ہوگا ایک ہی بندہ ہے ماں اس کو بیٹا کہے گی بیوی شوہر کہے گی بہن بھائی کہے گی بیٹا باپ کہے گا اگر سارے ہی باپ کہنا شروع کردیں تو بیوی گئی اگر سارے بیٹا کہنا شروع کردیں تو اولاد گئی لہٰذا جو لفظ ماں کے لئے ہے وہ وہی بولے جو بیوی کے لئے ہے وہ دوسرا نہ بولے۔حضور کے لئے بھی وہی لفظ بولو جو تمہارے حال کے مناسب ہے ان کی شان کے مطابق ہے۔خدا والا لفظ ہم بولیں گے تو امت سے ہی نکل جائیں گے۔

ے ہم نے پھولوں کو چھوا مرجھا کے کانٹے بن گئے
اس نے کانٹوں پر قدم رکھا گلستاں کر دیا

کیوں کہ انسان کو دیگر حیوانوں سے ناطق نے جُدا کیا اب اس کو صرف حیوان کہو تو غلط ہے بلکہ حیوان ناطق کہو گے جب ایک فصل کی وجہ سے انسان تمام حیوانوں سے جُدا ہو گیا تو بشریت اور رحمۃ للعالمین میں تو ساٹھ فصلیں ہیں، بشر کے اوپر مومن پھر صالح پھر متقی پھر متقی کے درجات پھر ولایت صغریٰ پھر اس کے چھتیس درجات پھر ولایت کبریٰ پھر اس کے درجات قطبیت، غوثیت، قطب الاقطاب، غوث الاغواث، قطب الارشاد پھر تبع تابعین پھر تابعین پھر صحابہ پھر صحابہ میں درجات حدیبیہ والے احد والے بدر والے، عشرہ مبشرہ پھر خلفاء راشدین پھر شیخین پھر صدیق اکبر پھر نبوت کے درجات پھر رسالت کے درجات پھر اولوالعزم رسول پھر جن پر کتابیں اتریں پھر جا کر محمد رسول اللہ۔تو ایک فصل سے اپنے آپ کو دیگر حیوانوں سے ممتاز کر لیتے ہو اور ساٹھ فصلیں درمیان میں ہونے کے باوجود مثل ہونے کا دعویٰ کرتے ہو۔

اس موضوع کو ایک ہندو شاعر کی رباعی پہ ختم کرتے ہیں اور ان نام نہاد مسلمانوں کو جن کے ذہن و ضمیر پہ نبی جیسا ہونے کا بھوت سوار ہے ان کو دعوت فکر ہے

ے گر شمس و قمر کوئی ہاتھوں پہ میرے لا دے
کونین کی دولت میرے دامن میں سما دے

پھر کالکا پرشاد سے پوچھے کہ تو کیا لے
نعلین محمد کو وہ آنکھوں سے لگا لے



﴿۵۸﴾

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

اَنَا اَوَّلُ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّۃَ وَ مَعِیَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا وَّ مَعَ کُلِّ اَلْفٍ سَبْعُوْنَ اَلْفًا لَیْسَ عَلَیْھِمْ حِسَابٌ

میں سب سے پہلے جنت میں جاؤں گا اور میرے ساتھ میرے ستر ہزار امتی ہوں گے اور ان ستر ہزار میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے ان پر کوئی حساب نہیں ہوگا

(شفاء شریف)

اگر چہ عربی زبان میں ستر ہزار کا لفظ بہت زیادہ تعداد بتانے کے لئے بھی بولا جاتا ہے یعنی اس میں لاکھوں کروڑوں بھی ہو سکتے ہیں۔ کیوں کہ بعض روایات میں اس تعداد سے کم وبیش کا بھی ذکر ہے مثلاً حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

ان اللہ وعدنی ان یدخل الجنۃ من امتی اربع الف مائۃ بغیر حساب۔

اللہ نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ آپ کی امت میں سے چار لاکھ افراد کو بغیر حساب جنت میں داخل فرمائے گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا زدنا یا رسول اللہ اور زیادہ کیجیے (اور زیادہ کروایئے نہیں کہا بلکہ اور زیادہ کیجیے آج اگر کوئی ایسا کہے گا تو جھٹ سے فتویٰ لگے گا کرتا تو اللہ نے ہے حضور نے تو کروانا ہے اور کروانا بھی علی سبیل التنزل مانیں گے ورنہ تو کسی چیز کا مالک ومختار نہیں اور محمد کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا کا عقیدہ بنا رکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوا

کہ صدیق اکبر کا عقیدہ ہے اگر چہ وعدہ چار لاکھ کا ہے مگر حضور چاہیں تو اضافہ ہو سکتا ہے اور حضور علیہ السلام نے اضافہ فرما کر توثیق فرما دی)۔

اپنے دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر جیسے دونوں ہاتھوں سے کوئی چیز دیتے ہیں (ایک ہاتھ کو لپ اور دونوں سے دینے کو پنجابی میں بک کہتے ہیں) فرمایا چار لاکھ پر اتنے اور زیادہ۔

و هكذا فحثا بكفيه فجمعهم.

عرض کیا **زدنا یا رسول اللہ قال و ھکذا** یارسول اللہ! اور زیادہ فرمائیں فرمایا اتنے اور زیادہ کر دیے حضرت عمر نے عرض کیا **دعنا یا ابا بکر** چھوڑ یار ابوبکر! لوگ پھر اس پر اکتفا کرلیں گے عمل کی ضرورت محسوس نہیں کریں گے۔

فقال ابو بکر و ما علیک ان یدخلنا اللہ کلنا الجنة.

یار غار مصطفیٰ نے فرمایا اے عمر! تجھے کیا ہے اگر اللہ ساری امت کو جنت میں داخل کر دے۔

فقال عمر ان اللہ عزوجل ان شاء ان یدخل خلقه الجنة بکف واحد.

حضرت عمر نے کہا (میرا مطلب ہے حضور نے تو دونوں ہاتھوں کی دو بار بات کی ہے) اگر اللہ چاہے تو ایک لپ میں (صرف اس امت کو نہیں) ساری مخلوق کو جنت میں داخل فرما دے۔

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صدق عمر.

حضور نے فرمایا عمر سچ کہتا ہے۔ (مشکوۃ باب الشفاعۃ)

اس کے باوجود کہ فرمایا عمر سچ کہتا ہے حضور نے حضرت ابوبکر کی درخواست کو بھی قبول فرمایا اور ہر بار اضافہ فرماتے رہے حالانکہ کام تو ایک لپ سے بھی ہو چکا تھا مگر حضور علیہ السلام اپنے یاروں کی کس قدر دلجوئی فرماتے ہیں اس کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

تو ثابت ہوا کہ پہلی حدیث میں کل تعداد انچاس لاکھ ہوئی دوسری میں چار لاکھ اور تیسری میں بے حد وحساب۔ لہٰذا یا تو کوئی مخصوص تعداد مراد نہیں بلکہ کثرت مراد ہے یا پھر چار لاکھ

وہ خاص بلکہ اخص الخواص ہوں گے (صحابہ کرام، اہل بیت، تابعین، اولیاء کرام) جو حضور کی معیت میں جنت میں داخل ہوں گے جیسا کہ مَعِیَ کا لفظ بتا رہا ہے اور باقی وہ جو عام طریقے سے جائیں گے۔

باغ جنت میں محمد مسکراتے جائیں گے
پھول رحمت کے کھلیں گے ہم اُٹھاتے جائیں گے

آن ختمِ رُسل امیرِ ایوانِ وجود
دارائے سریرِ حُسن و سلطانِ وجود
از بابِ کتابِ آفرینش ز پی
آن نامِ محمد ﷺ است عنوانِ وجود

﴿۵۹﴾

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

اَنَا لَهَا

میں ہوں شفاعت کے لئے

(متفق علیہ)

ان دو الفاظ کے پس منظر میں وہ معروف حدیث شفاعت ہے جس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ بہت سارے صحابہ نے روایت فرمایا ہے اور بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے کہ جب ساری مخلوق دیگر انبیاء کرام کے پاس شفاعت کی بھیک مانگنے جائے گی تو ہر نبی لستُ لھا (میں اس شفاعتِ عظمیٰ کے لئے نہیں ہوں) کہہ رہا ہو گا حضور فرمائیں گے آجاؤ یہ منصب صرف میرے لیے ہے۔ انا لھا۔

رحمت میرے حضور دی واجاں پئی مار دی
آجا گنہ گارا میں تینوں بچا لواں

شفاعت مصطفیٰ کا ذکر پیچھے تفصیل کے ساتھ گذر چکا ہے کہ ہر وہ شخص جو مسلمان ہو گا اگر چہ جتنا بھی گنہ گار ہو اس کی شفاعت ہو جائے گی الامن جبسه القران ای و جب علیه الخلود صرف کفار و مشرکین جن کو قرآن نے روک دیا دوزخ میں رہیں گے اور ان پر خلود فی النار واجب ہو گیا ان کی شفاعت نہیں ہو گی۔

مولانا حسن رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے دو شعروں پہ یہ موضوع مکمل کرتے ہیں ۔

کہیں گے اور نبی اذھبوا الی غیری
میرے حبیب کے لب پر اَنَا لَهَا ہو گا

عزیز بچے کو جیسے ماں پیار کرے
خُدا گواہ ہے یہی حال آپ کا ہو گا

عصیاں سے کبھی ہم نے کنارا نہ کیا
پر تو نے دل آزردہ ہمارا نہ کیا
ہم نے تو جہنم کی بہت کی تدبیر
لیکن تیری رحمت نے گوارا نہ کیا

(عبدالمجید پرویں رقم)

﴿۶۰﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا أَعْرَبُكُمْ عَرَبِيَّةً أَنَا قُرَشِيٌّ وَّاسْتَرْضَعْتُ فِيْ بَنِيْ سَعْدٍ

میری عربی (زبان) تم سے بہت بہتر ہے میں قریشی ہوں اور پھر میں نے بنوسعد میں پرورش پائی

(سیرت حلبیہ ۱:۸۹)

فصاحت نبوی

قدیم عرب کی روایات کے مطابق حضور علیہ السلام کو بھی پیدا ہوتے ہی قبیلۂ بنوسعد کی ایک خوش نصیب دائی حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا گیا عرب لوگ ایسا اس لیے کرتے تا کہ بچہ صحراؤں اور جنگلوں کے کھلے، بے تکلف اور فطری ماحول میں پرورش پائے تا کہ جہاں اس کی صحت پر خوشگوار اثرات مرتب ہوں اس میں جفاکشی اور حوصلہ مندی کی صفات پیدا ہوں وہاں خالص عربی زبان میں بھی مہارت حاصل کر لے کیوں کہ شہروں کی بہ نسبت دیہاتوں میں زبان فطری اور بے تکلف ہوتی ہے اس میں اہل حضر کی طرح تصنع اور بناوٹ نہیں ہوتی تا کہ بچہ اس مصنوعی ماحول سے دور رہے کیوں کہ اہل عرب کو اپنی زبان دانی اور فصاحت و بلاغت پر بڑا ناز تھا اسی لیے وہ اپنے علاوہ پوری دنیا کو عجم (گونگے) قرار دیتے ہیں اس قدیم روایت کا پتہ حضور علیہ السلام کے مذکورارشاد سے بھی چلتا ہے کہ آپ اپنے صحابہ سے اکثر یہ فرمایا کرتے کان یقول لا صحابہ انا اعربکم عربیۃ — کان یقول ماضی استمراری ہے یعنی کثرت کے ساتھ حضور نے صحابہ کرام سے فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا۔

ما رایت افصح منک یا رسول اللہ۔ (سیرت حلبیہ ۱:۸۹)

حضور میں نے آپ سے زیادہ فصیح کوئی نہیں دیکھا۔

فرمایا ہو بھی کیسے سکتا ہے میں قریشی ہوں اور پھر بنوسعد میں پلا ہوں۔ اسی لیے جواپنے نومولود بچے کو دیہاتوں میں نہ بھیجتا معاشرتی اعتبار سے سخت معیوب سمجھا جاتا تھا۔

قاضی عیاض اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں نقل فرمایا کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا ما رایت الذی ھو افصح منک حضور ہم نے آپ سے بڑھ کر فصیح و بلیغ شخص کبھی نہیں دیکھا اس پر آپ نے جواب دیا۔

وما یمنعی؟ و انما انزل القران بلسانی، بلسان عربی مبین و قال مرۃ اخریٰ انا افصح العرب بیدا انی من قریش و نشأت فی بنی سعد۔ (الشفا/۱۷۷)

میری فصاحت میں کیا چیز مانع آسکتی ہے؟ قرآن مجید میری زبان میں نازل ہو جو منجھی ہوئی عربی زبان ہے۔ الخ

طبرانی کے الفاظ یہ ہیں

انا اعرب العرب ولدت فی قریش و نشأت فی بنی سعد فانی یا تینی اللحن۔ (علی ہامش الشفا/۱۷۸)

میں تمام عربوں سے زیادہ کھول کر بات کرنے والا ہوں میں قریش میں پیدا ہوا، میری پرورش بنوسعد میں ہوئی، تو اب میرے کلام میں لحن (عیب) کہاں سے آئے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم دیکھتے ہیں آپ تمام عرب کے لہجے اور مقامی بولیاں سمجھ لیتے ہیں اور ہر قبیلے سے اس کی زبان میں گفتگو فرمالیتے ہیں یہ علم و ادب آپ کو کس طرح حاصل ہوا؟ آپ نے جواب میں فرمایا

ادّبنی ربی فاحسن تا دیبی۔

میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور میری خوب خوب تربیت فرمائی۔

بلادیمن کا ایک بدو حاضر ہوا عرض کیا کیا سفر میں روزہ رکھنا نیکی کا کام ہے فصیح عربی

میں تو اسے یوں کہنا چاہیے تھا امن البر الصیام فی السفر مگر اس کے قبائلی لہجے میں حرف تعریف الف لام کی بجائے الف میم تھا چنانچہ اسی کے مطابق اس نے کہا۔

اَمِنَ امبِرِّامُصِیَامُ فِی امْسَفَرِ۔

تو آپ نے اس کو اسی کے لہجے میں جواب دیا: فرمایا

نَعَمْ مِنَ امبِرّا مُصِیَامُ فِی امْسَفَرِ۔

ہاں! سفر میں بھی روزہ رکھنا نیکی ہے۔

اسی طرح قبیلہ بنوسعد کی لغت میں عین کو نون پڑھا جاتا مثلاً اعطی کو انطی پڑھتے یا بولتے۔ اس قبیلہ کا ایک شخص آیا جس کا نام عطیۃ السعدی تھا اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے لہجے میں کچھ عرض کیا تو آپ نے اس کے قبیلے کے لہجے میں اس کو نصیحت فرمائی

ما اغناک اللہ فلا تسال الناس شیئاً فان الیدالعلیا ھی المنطیۃ والید السفلیٰ ھی المنطاۃ۔

اگر اللہ تجھے بے نیاز کر دے تو تُو لوگوں سے کچھ نہ مانگنا کیوں کہ اوپر والا ہاتھ عطا کرنے والا ہوتا ہے اور نچلا ہاتھ عطیہ لینے والا ہوتا ہے۔

لقیط بن عامر العامری جب حاضر خدمت ہوا اور کچھ پوچھنے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ نے بنوعامر کے لہجے میں بات کرتے ہوئے اس سے فرمایا سَل عنک جس کا عربی مبین میں مطلب ہے اپنے آپ سے پوچھ لیکن بنوعامر کے ہاں یہ لفظ سل ما شئت کی جگہ استعمال ہوتا "جو پوچھنا چاہتا ہے پوچھ"۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں حضور علیہ السلام کا کلام اس طرح نہ تھا جس طرح تم بولتے ہو کان کلامہ نزرا و انتم تنثرون الکلام نثرا (احیاء علوم الدین) آپ بہت کم گو تھے جب کہ تم اپنا کلام بکھیرتے رہتے ہو۔ ایک موقع پر آپ نے خود ارشاد فرمایا انا معشر الانبیاء بکاء ہم گروہ انبیاء کم گو ہوتے ہیں۔ (فصاحت نبوی از ڈاکٹر ظہور احمد اظہر)

اس کے ساتھ ساتھ اللہ نے آپ کو بلند و شیریں آواز والا بھی بنایا کہ سننے والے ہمہ تن گوش ہو کر آپ کی آواز پر متوجہ ہوتے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

کنا نسمع قراۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی جوف الیل عند الکعبۃ و انا علی عریشی۔ (الخصائص الکبریٰ ۱/۶۶)

حضور علیہ السلام آدھی رات کو کعبہ کے پاس تلاوت فرماتے اور ہم اپنی چھت پہ سنا کرتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضور علیہ السلام منبر پہ جلوہ گر ہوئے لوگوں کو فرمایا اجلسوا بیٹھ جاؤ حضرت عبداللہ بن رواحہ بنو غنم کے علاقے میں تھے فجلس مکانہ وہ اسی جگہ بیٹھ گئے۔ (الخصائص الکبریٰ)

جوامع الکلم

حضور علیہ السلام کے بہت سارے ارشادات عالیہ ایسے ہیں جو حروف والفاظ کے لحاظ سے تو مختصر ہیں مگر مفہوم و معانی کے لحاظ سے اپنے اندر سمندر کی وسعت رکھتے ہیں ان فرمودات کو جوامع الکلم کا نام دیا گیا ہے جو آپ ہی کے ایک ارشاد سے لیا گیا ہے اوتیت جوامع الکلم مجھے جامع کلمات عطا فرمائے گئے۔ بعثت بجوامع الکلم مجھے جامع کلمات دے کر بھیجا گیا۔ (صحاح ستہ) صحابہ کرام علیہم الرضوان فرماتے ہیں

قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم و اھل النار منازلھم حفظ ذلک من حفظہ و نسی من نسیہٗ۔ (مشکوۃ)

حضور علیہ السلام نے ایک ہی خطبہ میں کائنات کی ابتداء سے انتہاء تک یہاں تک کہ جنتیوں کے جنت میں داخلے تک اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک سب کچھ بتا دیا جس کو یاد رہا اس کو یاد رہا جس کو بھول گیا اس کو بھول گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ ہم میں سب سے بڑا عالم وہ ہے جس نے حضور علیہ السلام کا وہ خطبہ یاد رکھا۔

جاحظ نے تو آپ کی لسان معجز بیان سے نکلنے والے بعض ایسے کلمات بھی بیان کیے ہیں جن کا آپ سے پہلے پوری عربی زبان میں وجود تک نہیں لیکن آپ کی زبان سے نکلنے کے بعد

ضرب المثل بن کر کلام عرب کی زینت بن گئے مثلاً

یا خیل اللہ ارکبی اے اللہ کے سوارو! سوار ہو جاؤ۔ مات حتف انفہ وہ اپنی ناک سے کھود کر مرا یعنی اپنی موت کا سامان خود کیا، اپنے پاؤں پہ خود کلہاڑا مارا لا تنتطح فیہ غنزان اس میں دو مینڈھے ایک دوسرے کو سینگ نہیں مارتے یعنی اس بات میں کسی کو اختلاف نہیں الان حمی الوطیس اب تنور گرم ہو گیا ہے یعنی جنگ زوروں پر ہے۔ یہ تمام محاورات سب سے پہلے حضور ہی کی زبان سے ادا ہوئے اب نظم و نثر کی جان بن گئے۔

چند جامع کلمات

۱۔ شرّ العِمی عمی القلب۔

دل کا اندھا پن سب سے بُرا اندھا پن ہے۔

۲۔ الهمّ یضف الهرم۔

غم آدھا بڑھاپا ہے۔

۳۔ ترک الشرّ صدقة۔

بُرائی چھوڑ دینا بھی صدقہ ہے۔

۴۔ حبک للشئی یُعمی و یصم۔

کسی شے کی محبت انسان کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔

۵۔ المرء کثیر باخیه۔

انسان اپنے بھائی کی وجہ سے بہت کچھ ہوتا ہے۔

۶۔ ما قل و کفی خیر مما کثرو الهی۔

جو تھوڑا اور کافی ہے وہ اس زیادہ سے بہتر ہے جو غافل کر دے۔

۷۔ الخیر فی السیف والخیر مع السیف والخیر بالسیف۔

بھلائی تلوار میں ہے، بھلائی تلوار کے ساتھ رہتی ہے اور بھلائی تلوار کے ذریعے ملتی ہے۔

۸۔ لیس منا من حلق او صلق او شق۔

جو مصیبت میں بال منڈائے، واویلا کرے کپڑے پھاڑے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

۹۔ راس العقل بعد الایمان باللہ مداراة الناس۔

ایمان باللہ کے بعد سب سے بڑی عقل کی بات لوگوں کا دل رکھنا ہے۔

۱۰۔ لن یهلک امرء بعد مشورة۔

مشورہ کر لینے کے بعد کبھی کوئی تباہ نہیں ہوتا۔

تلک عشرة کاملة۔ (البیان والتبیین، اعلام النبوۃ)



﴿ ٦١ ﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا ابْنُ الْعَوَاتِكِ مِنْ سُلَيْمٍ

میں بنو سلیم کی عواتک کا بیٹا ہوں

(سیرت حلبیہ،۱:۸۸)

قبیلہ بنو سلیم کی تین عورتوں کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کو دودھ پلایا اتفاق سے تینوں کا نام عاتکہ تھا اس کی جمع ''عواتک'' آتی ہے اس فرمان میں یہی مراد ہیں۔

حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا

ابتداء میں حضور علیہ السلام نے اپنی حقیقی والدہ کا دودھ پیا پھر یہ سعادت ثویبہ کے حصے میں آئی۔ یہ ابولہب کی لونڈی تھی جو حضور علیہ السلام کا چچا ہونے کے باوجود ساری عمر دشمن رہا اور کفر کی حالت میں مرا اس کی مذمت میں سورۃ اللہب نازل ہوئی۔ جب ثویبہ نے اس کو حضور علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری سُنائی تو خوش ہو کر اس نے انگلی کے اشارے سے ثویبہ کو آزاد کر دیا۔ مرنے کے بعد حضرت عباس نے اس کو خواب میں دیکھا اس کی حالت بہت خراب تھی آپ نے پوچھا! کس حال میں ہو؟ اس نے جواب دیا۔

لم الق بعد کم رخاء غیر انی سقیت فی ھذہ بعتاقتی ثویبۃ۔ (بخاری،۲:۷۶۴)

میں نے آپ لوگوں کے بعد کوئی راحت نہیں دیکھی، البتہ جس انگلی سے ثویبہ کو آزاد کیا تھا اس سے کچھ پینے کو ملتا ہے (جس سے راحت پاتا ہوں)۔

اسی ثویبہ نے حضرت حمزہ، ابو سفیان بن حارث اور ابو سلمہ رضی اللہ عنہم کو بھی دودھ پلایا اس طرح یہ تینوں حضرات حضور علیہ السلام کے رضاعی بھائی بھی ہوئے۔ اور نسبت کے لحاظ سے

حمزہ چچا، ابو سفیان حضور علیہ السلام کے تایا کے بیٹے ہیں۔ ان تینوں کو اسلام کی دولت نصیب ہو گئی۔ حضرت حمزہ تو غزوۂ احد میں شہید ہوئے اور ان کو حضور نے سید الشہداء کا لقب عطا فرمایا جب کہ ابو سفیان فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہو گئے۔ ثابت ہوا کہ جس خوش نصیب کو بھی حضور علیہ السلام سے رضاعی نسبت حاصل ہوئی وہ دولت اسلام سے محروم نہ رہا۔ حدیث ثویبہ کے ذکر سے پہلے دیگر دائیوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ایک کا نام خولہ بنت المنذر۔ ایک حضرت ام ایمن ہیں۔ حضور علیہ السلام کے والد ماجد نے ان کو میراث میں چھوڑا تھا یہ حضور علیہ السلام کو وراثت میں ملیں آپ نے ان کو آزاد کر دیا کیوں کہ حضرت عبداللہ کی لونڈی تھیں اس لیے حضور علیہ السلام ان کا بہت خیال رکھتے اکثر فرماتے انت امی بعد امی (سیرت حلبیہ،۱:۱۰۵) میری ماں کے بعد تو میری ماں ہے بعض اہل علم نے ان کو دائیوں میں یعنی دودھ پلانے والیوں میں شمار نہیں کیا صرف دیکھ بھال اور خدمت کرنے والی قرار دیا ہے اسی طرح حضرت شیما یہ حضرت حلیمہ کی صاحبزادی ہیں اور حضور علیہ السلام کی دیکھ بھال کرتیں اور آپ کو قریشی بھائی کہہ کر بلاتیں۔ (طبقات ابن سعد)

الغرض لم ترضعہ مرضعۃ الا اسلمت (سیرت حلبیہ،۱:۸۷) جس خاتون نے بھی آقا علیہ السلام کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی اللہ تعالیٰ نے اس کو اسلام کی دولت سے نوازدیا۔ جب دائیوں کو ایمان سے محروم نہیں رکھا تو سرکار کے والدین کریمین کے بارے یہ عقیدہ کتنا بُرا ہے کہ ان کو ایمان نصیب نہ ہوا ہوگا۔ کہ ان کے مقدس وجود تو نور محمدی کی سواری بنے۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ و ابائہ و امھاتہ اجمعین۔

حدیثِ ثویبہ

حضرت ثویبہ کی حضور علیہ السلام بہت دلجوئی اور خبر گیری فرماتے جب وہ آتیں تو سرکار ان کو کپڑے اور کھانے پینے کی اشیاء اور دیگر تحائف سے نوازتے اسی نسبت سے حضرت خدیجہ الکبریٰ بھی ان کا احترام فرماتیں اور عطایا و ھدایہ سے نوازتیں جب یہ فوت ہوئیں تو حضور علیہ السلام نے پوچھا اس کی اولاد وغیرہ ہے تو تلاش کرو عرض کیا اس کا بیٹا مسروح نامی تھا جو فوت ہو گیا ہے۔ پوچھا دیگر رشتہ دار؟ عرض کیا گیا لم یبق منھم احد (دلائل النبوۃ ج ا) کوئی قریبی بھی زندہ نہیں ہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۷۶۴)

حدیث ثویبہ پر سوالات وجوابات

سوال: جب کفار کے متعلق قرآن مجید میں صراحت ہے کہ انکے عذاب میں کمی نہیں ہو سکتی تو پھر ابولہب جسکی مذمت میں پوری سورت اتری اسکے عذاب میں تخفیف کا کیا مطلب؟

جواب: قرطبی نے اس کا جواب یہ دیا کہ **ھذا التخفیف خاص بھذا و بمن ورد النص فیہ**۔ کہ یہ تخفیف صرف اسی کے ساتھ خاص ہے اور وہ جس کے لیے نص آ گئی اس کیلئے مانی جائے گی۔ جب کہ ابن منیر نے کہا یہاں دو قضیے ہیں ایک محال **وھو اعتبار طاعة الکافر مع کفرہ** کہ کافر کی اطاعت کا اعتبار کیا جائے اسکے کفر کے باوجود۔ کیونکہ اس کیلئے ایمان کا ہونا شرط ہے جو کہ ابولہب میں نہیں تھا **الثانیة اثابة الکافر علی بعض الاعمال تفضیلا من اللہ تعالیٰ** (کسی عمل کی عظمت واضح کرنے کے لئے) کافر کو اس کے کسی عمل پہ فائدہ پہنچانا **وھذا لا یحیلہ العقل** عقل اس کو محال نہیں جانتی (فتح الباری) اس کی مثالیں قرآن وسنت میں موجود ہیں کہ قرآن میں نماز وقت پہ فرض کی گئی بیان فرمایا لیکن عرفات ومزدلفہ میں اکٹھی دو دو پڑھی جاتی ہیں۔ اسی طرح قرآن میں فرمایا گیا موت کے وقت کی توبہ قبول نہیں **ولیست التوبہ للذین یعملون السیأت** (النساء) مگر صحیح بخاری میں یہودی کے بیٹے کا واقعہ اس طرح مذکور ہے کہ اس کا ایمان بھی قابل قبول۔ بلکہ پورا باب ہے

"اذا قال المشرک عند الموت لا الہ الا اللہ" کان غلام یھودی یخدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فمرض فاتاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعودہ فقعد عند راسہ فقال لہ اسلم فنظر الی ابیہ و ھو عندہ فقال اطع ابا القاسم فاسلم فخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یقول الحمد للہ الذی انقذہ من النار۔ (بخاری ج ا ص ۱۸۱)

یہودی کا لڑکا حضور علیہ السلام کی خدمت کرتا تھا، اچانک بیمار ہو گیا حضور علیہ السلام اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اس کے سر کی طرف بیٹھ گئے فرمایا اسلام لے آ اس نے پاس بیٹھے ہوئے اپنے باپ کی طرف دیکھا باپ نے کہا ابو

القاسم (حضور) کی بات مان لے پس وہ مسلمان ہو گیا حضور علیہ السلام یہ کہتے ہوئے وہاں سے نکلے تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے اس لڑکے کو آگ سے بچالیا۔

اسی طرح قرآن پاک میں ایک بندے کو ایک وقت میں چار عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت موجود ہے مگر حضرت علی المرتضیٰ کو دوسرا نکاح کرنے سے بھی روک دیا گیا الغرض سینکڑوں مثالیں قرآن وسنت میں موجود ہیں اور یہ استثنائی صورتیں ہر جگہ پہ موجود ہوتی ہیں جب اللہ ورسول کسی کو کسی وجہ سے رعایت دے دیں تو ایک مسلمان کا کام ہے ۔ سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے۔

تطبیق کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ تخفیف کا مطلب مہلت ہو کہ کسی وقت عذاب روکا نہ جائیگا یا مدت میں کمی نہیں کی جائیگی جیسے کسی کو پانچ سال کی سزا ہو تو تین سال کر دی جائے باقی نوعیت عذاب میں کمی بیشی یہ تو ثابت ہے ورنہ جہنم کے سات طبقے بنانے کا کیا مطلب؟ کیا سارے کافر ایک ہی طبقے میں ہونگے؟ اگر نہیں تو جو نچلے طبقے والے ہیں ان کی بہ نسبت اوپر والوں کا عذاب کم تو ہوا۔ اور عدل بھی یہی ہے کہ انگلی کاٹنے والے کو قتل کرنے والے کے برابر سزا نہ دی جائے۔

سوال: اس وقت ابن عباس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا جب کا یہ خواب ہے لہٰذا معتبر نہیں؟

جواب: اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ خوابوں سے کسی حقیقت واقعیہ پر روشنی ہی نہیں پڑ سکتی قرآن میں کافر کے خواب کا سچا ہونا مذکور ہے حضرت یوسف علیہ السلام کا جیل میں ساتھی **ودخل معہ السجن فتیٰن** (سورۃ یوسف) یہ کافر تھا کیوں کہ تعبیر بتانے سے پہلے آپ نے ایمان کی دعوت دی جیسا کہ تفصیل اس کی سورۃ یوسف کے پانچویں رکوع میں موجود ہے۔

نمبر۲ اور پھر یہ واقعہ ہی مشکوک نہ ہو گا پورا ذخیرہ احادیث جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے سارا کا سارا مشکوک ٹھہرے گا۔

نمبر۳ اگر چہ خواب حالت کفر میں آئی مگر بیان تو آپ نے اسلام قبول کرنے کے بعد کیا لہٰذا اس کا اعتبار ضروری ہے۔

سوال: ایک لچر سا سوال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا میلاد کی خوشی منانا ابولہب کا

طریقہ ہے (استغفر اللہ)۔

جواب نمبرا: (الزامی) آیت الکرسی کا وظیفہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو شیطان نے بتایا تھا جو چور بن کے تین راتیں صدقہ کا مال چوری کرنے آتا اور آپ اس کو پکڑ لیتے اور صبح حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو غیب دان نبی خود ہی پوچھ لیتے ما فعل اسیرک البارحة کہ ابو ہریرہ رات والے چور کا کیا بنا؟ یارسول اللہ! منتیں کرتا تھا میں نے چھوڑ دیا وعدہ کرتا تھا آیندہ نہیں آئے گا آپ فرماتے وہ بہت جھوٹا ہے آج رات پھر آئے گا۔ تیسری رات اس نے جب دیکھا کہ ابو ہریرہ چھوڑ نہیں رہے تو اس نے کہا مجھے چھوڑ دو اور بدلے میں وظیفہ بتاتا ہوں آپ حیران ہوئے کہ چور اور وظیفہ؟ فرمایا کیا وظیفہ ہے؟ اس نے کہا رات کو آیت الکرسی پڑھ کر سویا کرو شیطان سے بچے رہا کرو گے۔ صبح حضور نے فرمایا تھا تو جھوٹا مگر بات سچی کر گیا۔ وہ خود ہی شیطان تھا۔ تو کیا یہاں کہو گے آیت الکرسی کا وظیفہ بتانا شیطان کا کام ہے۔

جواب نمبر۲: (تحقیقی) امام ابن جوزی کی زبانی فاذا كان ابو لهب الكافر الذی نزل القران بذمه جوزی فی النار لفرحه ليلة المولد فما حال المسلم من امته يبشر بمولده و يبذل ما تصل اليه قدرته فی محبته لعمری انما يكون جزاؤه من الله الكريم ان يدخله بفضله العميم جنات النعيم. (مواہب اللدنیہ ج ا ص ۲۷ ماثبت من السنہ ص ۱۰۳) ابولہب جیسا کافر جس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا اس کو حضور علیہ السلام کے میلاد پر خوشی سے بھی محروم نہیں رکھا گیا تو حضور کا امتی اگر خوشی کرے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کیوں نہ جنت میں داخل فرمائے گا۔ تقریباً یہی بات شیخ نجدی نے اس حدیث کے تحت اپنی کتاب مختصر سیرۃ الرسول ص ۱۳ پہ لکھی ہے کہ ابولہب اگر حضور علیہ السلام کو محمد رسول اللہ سمجھ کے نہیں بلکہ صرف محمد بن عبداللہ اور اپنا بھتیجا سمجھ کے خوشی کرے تو اس کو بھی فائدہ پہنچے تو اگر کوئی آپ کا امتی حضور کو روحانی رشتے کی بنا پر محمد رسول اللہ سمجھ کے خوشی کرتا ہے تو وہ کیوں محروم ہوگا اسی لیے اہل اسلام صدیوں سے یہ سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

لا يزال اهل الاسلام يحتفلون بشهر مولده صلى الله عليه وسلم و يعملون الولائم و يتصدقون فی لياله بانواع الصدقات و يظهرون السرور و يزيدون فی المبرات فرحم الله امرء من اتخذ ليالی شهر مولد المبارک اعيادا ليكون اشد غلبة على من فی قلبه عنادا (ماثبت من السنہ) اہل اسلام ہمیشہ سے حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے مہینے خوشی کرتے آئے ہیں محفلوں اور دعوتوں کا انتظام، صدقہ وخیرات کرنا معمول رہا ہے اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اس بندے پر جو میلاد کے مہینے کی راتوں کو عید کے طور پر مناتا ہے تاکہ جس کے دل میں عناد کی بیماری ہے اس میں اضافہ ہو۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں اما اهل المكة يزيد اهتمامهم به على يوم العيد۔ اہل مکہ عید سے بھی زیادہ اہتمام میلاد شریف کا کرتے ابن جوزی المیلاد النبوی ص ۵۷ تا ص ۶۰ پہ لکھتے ہیں لا يزال اهل الحرمين الشريفين و المصر و اليمن و الشام و سائر بلاد العرب من المشرق الى المغرب يحتفلون بمجلس مولد النبی صلى الله عليه وسلم و يفرحون بقدوم شهر ربيع الاول ۔ تمام عرب ممالک میں میلاد النبی پر خوشیوں کا اہتمام کیا جاتا ہے بالخصوص حرمین شریفین، یمن، شام، مصر اور مشرق سے لے کر مغرب تک تمام علاقوں میں دھوم دھام سے جشن منائے جاتے عمدہ کپڑے پہنے جاتے، خوشبوؤں میں محافل میلاد کا انعقاد کیا جاتا و ينالون بذلک اجرا جزيلا و فوزا عظيما اس پر ان کو بڑا اجر اور بڑی کامیابیاں حاصل ہوتیں اور جس سال زیادہ خوشیاں منائی جاتیں انه وجد فی ذلک العام كثيرة الخير و البركة مع السلامة و العافية و سعة الرزق و اذ ديا د لمال و الاحفاد و دوام الامن و الامان فی البلاد و الامصار و السكون و القرار فی البيوت و الدار ببركة مولد النبی صلى الله عليه وسلم۔

اس سال میں زیادہ خیر و برکت ہوتی صحت وسلامتی میں رزق، مال، جان، اولاد میں امن و امان میں گھروں شہروں میں سکون و قرار میں حضور علیہ السلام کے میلاد پاک کی برکت سے۔ یہ ابن جوزی ہیں جن کو بڑا نقاد اور متعصب محدث کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد اسی کتاب میں میلاد شریف کی برکات کے سلسلہ میں بڑی عمدہ حکایات بھی بیان کی ہیں

شب ولادت میں سب مسلماں کریں نہ کیوں جان و مال قربان
ابو لہب جیسا سخت کافر خوشی میں جب فیض پا رہا ہے
(مفتی احمد یار خان نعیمی)

ایک عربی شاعر کہتا ہے۔

اذا کان ھذا کافرو جاء ذمہ
و تبت یداہ فی الجحیم مخلدا
الی انہ فی یوم الاثنین دائما
یخفف عنہ للسرور باحمدا
فما الظن بالعبد الذی کان عمرہ
باحمد مسرورا و مات موحدا

(شمس الدین محمد بن ناصر)

جب کافر ابولہب کا یہ حال ہے۔ جس کی مذمت قرآن نے فرمائی کہ وہ بھی جزا سے محروم نہیں تو غلام مصطفیٰ جو میلاد پاک پہ خوشی کرے گا اس کے بارے تیرا کیا خیال ہے وہ محروم کر دیا جائے گا؟ ؎

مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں
ذکرِ آیاتِ ولادت کیجئے
ذکر ان کا چھیڑیے ہر بات میں
چھیڑنا شیطاں کا عادت کیجئے
غیظ میں جل جائیں گے بے دینوں کے دل
یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

کیجئے چرچا انہی کا صبح و شام
جان کافر پہ قیامت کیجئے
(اعلیٰ حضرت بریلوی)

حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ عنہا)

مبارک تجھے یہ بڑائی حلیمہ
نبی تو محمد کی دائی حلیمہ
معطر دو عالم کو جو کر گیا ہے
یہ کس باغ سے پھول لائی حلیمہ
تیری گود میں وہ گل ہاشمی ہے
کہ طالب ہے جس کی خدائی حلیمہ
دیے کی ضرورت نہ مشعل کی حاجت
عجب روشنی تو نے پائی حلیمہ

حضرت حلیمہ کا پورا نام حلیمہ بنت ابی ذؤیب ہے شوہر کا نام حارث بن عبدالعزیٰ قبیلہ بنو سعد بن بکر بن ہوازن، عرب کا نامور قبیلہ ہے جس کی شجاعت کی ہر طرف دھوم تھی۔ تیر انداز، شاہین صفت اور نیزہ بازی میں بہت مشہور تھا اس کے ساتھ ساتھ شرافت و نجابت کے لحاظ سے بھی اپنی مثال آپ تھا۔ بارش نہ ہونے کی وجہ سے کھیتیاں اکثر اجڑ جاتیں اور قحط کا شکار ہو جاتا جس کی وجہ سے جانوروں کا دودھ خشک ہو جاتا اور مویشی ہڈیوں کا ڈھانچہ ہو جاتے حضرت حلیمہ کی بھی ایک ہی اونٹنی تھی نہایت لاغر و کمزور۔

موسم بہار آ گیا دستور کے مطابق اس قبیلہ کی عورتوں نے مکہ کا رخ کیا تا کہ امراء کے بچے لا کر پالیں اور انعام حاصل کریں حضرت حلیمہ ان سب سے کمزور تھیں آپ نے بھی مکہ جانے کا ارادہ کر لیا کہ شاید بھوک و افلاس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نکل آئے۔ توقع کے عین مطابق دیگر عورتیں تیز رفتار سواریوں پہ سوار ہو کر مکہ پہنچ گئیں اور حلیمہ پیچھے رہ گئیں۔

میں اکیلی رہ گئی اور قافلہ جاتا رہا

دائیوں نے امیروں کے بچے سنبھال لیے۔ حلیمہ کے شوہر حارث بھی مایوس سے ہو گئے ایک شیر خوار بچہ بھی گود میں تھا۔ بھوک سے نڈھال ہو رہا تھا کھانے پینے کو پاس کچھ بھی نہ تھا۔ پردۂ غیب سے مدد کے منتظر تھے کہ دیکھیں ہمارے مقدر میں کیا ہے حضور علیہ السلام چونکہ یتیم پیدا ہوئے تھے اس لیے کسی دائی نے ادھر توجہ نہ کی یا وہ اس قابل نہ تھیں کہ ان کی گود اس نعمت عظمیٰ کی حامل ہو سکے حضرت عبدالمطلب کی خوابوں اور بشارتوں کے ذریعے مسلسل راہنمائی ہو رہی تھی کچھ عربی اشعار کی آواز کان میں پڑی کہ بنو سعد قبیلہ کی ایک عورت حلیمہ آ رہی ہے اس کا انتظار کرو۔

آپ مطمئن ہو گئے دوسری عورتیں امیروں کے بچے لے کر خوشیاں مناتی واپس آ رہی ہیں اور حلیمہ افسردہ حالت میں مکہ میں داخل ہو رہی ہیں جب حالات معلوم کیے تو پتہ چلا سب بچے تقسیم ہو گئے صرف ایک بچہ جو یتیم ہے اور عبدالمطلب کا پوتا ہے وہ رہ گیا ہے ضرورت ہو تو لے آؤ لیکن کیا کرو گی بچہ یتیم ہے حضرت حلیمہ محلّہ بنو ہاشم میں پہنچی حضرت عبدالمطلب دروازے پر کھڑے انتظار فرما رہے ہیں پوچھا نام کیا ہے کس قبیلہ کی ہو حلیمہ نے سب کچھ بتایا آپ سُن کر مسکرائے فرمایا حلیم حلم سے ہے سعد سعادت سے ہے کیا یتیم بچے کی پرورش کرو گی۔

حضرت حلیمہ نے بخوشی حامی بھر لی اندر تشریف لے گئیں سب سے پہلے خوشبو کے جھونکوں نے استقبال کیا، دل کو سنبھالا، آگے بڑھیں دیکھا تو سبز ریشمی بستر پر، سفید روئی کا لباس پہنے کونین کا شہزادہ آرام فرما ہے خوشبو کی لپیٹیں آ رہی ہیں۔ رحمت کائنات نے حلیمہ کی آمد پہ اپنے رحمت کے بازو پھیلا کر استقبال کیا۔ حلیمہ نے حضور علیہ السلام کو سینے سے لگایا تو وہ چھاتی جس میں دودھ خشک ہو چکا تھا دودھ کے چشمے پھوٹ پڑے۔ پھر حضرت حلیمہ کو حضرت آمنہ کی خدمت میں لے جایا گیا انہوں نے پوچھا اے حلیمہ! کیا اس بچے کی پرورش کرو گی حلیمہ نے عرض کیا جی ہاں میری سردار کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا میرے پاس اتنا مال نہیں کہ کما حقہ اجرت دے سکوں عرض کیا مجھے میرا رب اس کی برکت سے ضرور نوازے گا آپ فکر نہ کریں مجھے کسی اجرت کا لالچ نہیں حضرت آمنہ مطمئن ہو گئیں۔ حضرت حلیمہ اجازت لے کر حضور علیہ السلام کو سینے سے لگایا اور اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے خانہ کعبہ کے طواف کو گئیں فرماتی ہیں میری حیرت کی انتہاء نہ رہی جب میں نے دیکھا ساری دنیا حجر اسود کو چومتی ہے لیکن حجر اسود نے اپنی جگہ سے نکل کر حضور علیہ السلام

کو چومنا شروع کر دیا۔

فخرج الحجر الاسود من مکانه حتی التصق بوجهه الکریم۔ (المظہری،ج٦:٥٢٨)

باقی دائیوں نے حضرت حلیمہ کے انتظار کی زحمت بھی گوارا نہ کی حلیمہ کے شوہر نے کجاوہ کسا، سوار ہوئے تو اونٹنی نے تین بار سجدہ کیا پھر آسمان کی طرف منہ کیا اور چل پڑی۔ تیزی کے ساتھ صحرا کا سفر طے کر رہی تھی وہ جو ہڈیوں کا ڈھانچہ تھی اب گوشت پوست سے آراستہ ہو گئی۔ حضرت حلیمہ نے منظر دیکھا تو محبت وعقیدت سے حضور علیہ السلام کو دیکھنے لگی کہ یہ انقلاب اسی وجود مسعود کی برکت سے آیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد ان عورتوں کو جا لیا جو کافی عرصہ پہلے مکہ سے نکلی تھیں حلیمہ ان کے پاس سے گذرنے لگیں تو انہوں نے حیرت سے پوچھا الیس هذه اتانک التی کنت خرجت علیها۔ کیا یہ وہی سواری ہے جو لے کر آئی تھی؟ فرمایا سواری وہی ہے سوار بدلا ہوا ہے جو لے کر جا رہی ہوں۔

وہ عورتیں غم میں بُجھ سی گئیں کیوں کہ غرور کا سر ہمیشہ نیچا ہوتا ہے اور حلیمہ کی عاجزی اور مسکینی نے اس کو بلند کر دیا من تواضع لله فقد رفعه الله حضرت حلیمہ بیان کرتی ہیں رایت الحسد من بعض نساء نا میں نے دیکھا کہ ان میں سے بعض عورتیں مجھ پر حسد کرنے لگیں، پنجابی میں کہتے ہیں "جیہڑا رووے اوہدا کم ہووے" معراج کی رات کمزور وناتواں بُراق رویا اور حضور کی سواری بن گیا اور آج حلیمہ کا رونا قبول ہو گیا۔ کیوں کہ در مصطفیٰ سے کسی کا پریشان گذرنا رب کو منظور نہیں۔ جاتے ہوئے جب عورتیں حضرت حلیمہ کے پاس سے تیزی کے ساتھ گذر رہی تھیں تو حلیمہ نے سوچا ہو گا اے اللہ! کہیں ایسا نہ ہو یہ عورتیں سارے بچے سنبھال لیں اور میری گلی خالی کی خالی رہ جائے، اللہ نے فرمایا تیری گلی کو ایسا رنگ چڑھاؤں گا کہ عرش معلیٰ بھی تیری گلی پہ ناز کرے گا کیوں کہ عرش پہ محبوب ایک بار جائے گا تیری گلی میں دو سال رہے گا اسی وجہ سے حضرت آمنہ نے جب حضور علیہ السلام کو حلیمہ کے سپرد کیا تو فرمایا حلیمہ اس بچے کا خیال رکھنا (حلیمہ کو ابھی کیا معلوم تھا کہ اس بچے کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ کے نبی آ کر مبارک دے رہے تھے) جب حلیمہ مکہ سے چلنے لگی تو شوہر آگے تھا حلیمہ اس کے پیچھے حضور کو گود میں لے کر بیٹھ گئی سواری کو اُٹھاتے تو اُٹھتی نہ تھی حلیمہ سمجھ گئی کہ اونٹنی اشارہ کر رہی ہے جو نبیوں کا امام بننے والا ہے اس

کو تو نے خاوند کے پیچھے بٹھایا ہوا ہے میں کیسے اُٹھوں؟ چنانچہ حضرت حلیمہ نے خاوند کو پیچھے کیا خود

• حضور کو لے کر آگے آ گئی۔ جھومتی جا رہی تھی اور کہتی جا رہی تھی

؎ مل گئے مصطفیٰ اور کیا چاہیے

حلیمہ کے گھر آمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور علیہ السلام کی برکات جب حلیمہ نے دیکھیں تو اپنا سگا بچہ بھول گئی کیوں کہ جو سکون رخ والضحیٰ کی زیارت سے ملتا تھا وہ اور کہاں ملے پہلے ہی دن شام کو حلیمہ کے شوہر نے کہا وقت ہو گیا ہے اونٹنی کا دودھ دوھ لوں۔ معمول کے مطابق چھوٹا سا برتن لے کر جب دودھ دوہنے لگا تو نہریں جاری ہو گئیں گویا۔ ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ۔

گھر کے تمام برتن دودھ سے بھر گئے۔ جو چند قطروں کو ترستے تھے اب ان سے دودھ سنبھالا نہیں جا رہا تھا۔ خوشی سے جھوم کر حارث نے کہا

واللہ یا حلیمة لقد احذت النسمة المبارکة (محمد رسول اللہ:۳۰)

خدا کی قسم حلیمہ بڑی برکت والی روح ہمارے گھر آ گئی ہے۔

حلیمہ نے کہا ان کی والدہ نے مجھے ایسا ہی بتایا تھا کہ اس کی پیدائش کے وقت میں نے عجیب و غریب مناظر دیکھے اور مجھ سے ایسا نور نکلا کہ اس کی روشنی میں مَیں نے قیصر و کسریٰ کے محلات کو دیکھ لیا اس لیے مجھے یقین ہے کہ ایسا بچہ کائنات میں کسی کو نصیب نہیں ہوا۔

یہ برکتیں صرف حلیمہ کے گھر تک محدود نہ تھیں بلکہ پورا علاقہ مستفیض ہوا آپ خود فرماتی ہیں۔

والقیت محبته و اعتقاد برکته فی قلوب الناس حتی ان احدھم کان اذا نزل به اذی فی جسده اخذ کفه فیضعھا علی موضع الاذیٰ فیبرا باذن اللہ تعالیٰ سریعا۔

لوگوں کے دل میں آپ کا پیار اور برکت کا اعتقاد ڈال دیا گیا یہاں تک کہ جب کوئی بیمار ہوتا تو حاضر ہو کر آپ کا ہاتھ مبارک تکلیف کی جگہ پہ رکھتا تو اللہ تعالیٰ فوراً ہی شفا دے دیتا۔ (السیرة النبویہ لدحلان، ۱:۴۹)

حضور علیہ السلام تھوڑی دیر سوتے تو آپ کی رضاعی بہن حضرت شیما قم قم یا

حبیبی کم تنامی کہہ کر جگاتیں اُٹھ اُٹھ اے محبوب! کتنا سوئے گا (کیوں کہ اب ہم تیرے بغیر اداس ہو جاتے ہیں)۔ حلیمہ کی کُلّی کو حضور نے رشک جنت بنا دیا

؎ حلیمہ کُلّی نوں ویکھے کدے سرکار نوں ویکھے
میں کیہڑی سیج تیرے لئی سجاواں یا رسول اللہ

حضور علیہ السلام کے سر سے پہلے باپ کا سایہ اُٹھا پھر ماں کا پھر دادا کا پھر چچا ابوطالب کا تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ ہمارے زیر سایہ حضور ﷺ پلے اللہ آپ کو اپنی رحمت ہی کے سائے میں رکھنا چاہتا تھا اور ساری کائنات ان کے سایہ رحمت میں

؎ ساحر وہاں تو ظلِ پدر بھی ناگوار تھا
اور آپ کہہ رہے ہیں نبی سایہ دار تھا
پیدا ہوئے تو باپ کا سایہ اُٹھا لیا
بڑھنے لگے تو مادر و عم ہو گئے جُدا
گھٹنوں چلے تو دادا عدم کو رواں ہوا
یوں ایک ایک سایہ اُٹھتا چلا گیا
سائے پسند آئے نہ پروردگار کو
بے سایہ کر دیا گیا اس سایہ دار کو

اُدھر فرعون کے محل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے آپ کا خاندان پل رہا ہے اور اِدھر حضور کے وسیلہ سے سارا جہان پل رہا ہے۔

حضرت عبدالمطلب نے حلیمہ کو اسی وقت کہہ دیا تھا تجھے غریب سمجھ کر بچہ دیا کسی نے نہیں اس کو یتیم سمجھ کر لیا کسی نے نہیں، لے جا اس کی یتیمی کے صدقے تیری غریبی دور ہو جائے گی۔ غریبی کو بھی ٹھکانہ ملا ہے تو حضور کے قدموں میں ملا ہے۔ یہ غریبوں کی حمایت کا نعرہ لگا کر نائٹ کلبوں اور عشرت کدوں میں زندگی گذارنے والے کیا جانیں غربت کیا ہوتی ہے یہ تو غریبوں کی لاشوں کے سوداگر ہیں غریبوں کا سچا خیر خواہ وہی ہے جو حضور کا سچا غلام ہے کیوں کہ حضور نے خود ساری زندگی غریبی و مسکینی میں گذار کر پیٹ پہ پتھر باندھ کر غریبوں کا پیٹ بھرا ہے

آپ کی مشہور دعا ہے۔

اللھم احینی مسکینا و امتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین.

اے اللہ! مجھے غریبی کی زندگی وموت دے اور قیامت کے دن غریبوں میں سے اُٹھانا۔

؎ زندگی اپنی غریبی میں گذاری ساری

حضور علیہ السلام کا پہلا کلام

حضور کی نشو ونما اور بڑھنے کی رفتار حیرت انگیز تھی دوسرے ہی مہینے آپ نے ہاتھوں اور قدموں کے بَل چلنا شروع کر دیا، تیسرے مہینے کھڑے ہوگئے، چوتھے ماہ دیوار پکڑ کر چلنے لگے اور پانچویں مہینے کسی سہارے کے بغیر چلنا شروع کر دیا آٹھویں مہینے بولنا شروع کر دیا اور نویں مہینے فصیح کلام فرمانے لگے جو کلام سب سے پہلے فرمایا وہ یہ ہے۔

اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا و سبحان اللہ بکرۃ و اصیلا.

اللہ بہت ہی بڑا ہے۔ اس کی تعریف بہت ہی زیادہ ہے اور اس کے لئے پاکیزگی ہے صبح وشام۔

دنیا کا کوئی صرفی نحوی یا عربی کلام کا ماہر حضور علیہ السلام کے اس پہلے کلام سے آج تک کوئی کسی قسم کی غلطی نہیں نکال سکا تو جب عرش معلیٰ پہ گئے اور نبیوں کے امام بن گئے اس دور کے کلام کی معجز بیانی اور فصاحت وبلاغت کا کیا عالم ہوگا۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں میں اکثر حضور علیہ السلام کی زبان سے یہ الفاظ بھی سُنا کرتی تھی۔

لا الہ الا اللہ قد و ساقد و سانا مت العیون والرحمان لا تاخذہ سنۃ ولا نوم.

اللہ کو اپنے حبیب کی زبان سے نکلے ہوئے اپنی تعریف کے الفاظ اتنے پسند آئے کہ آخری جملہ کو آیت الکرسی کا حصہ بنا دیا۔

جب بھی حضور علیہ السلام کسی چیز کو پکڑتے تو بسم اللہ پڑھ کر پکڑتے گویا قدرت نے بچپن کے عالم میں بھی سرکار کو اکیلے نہ رکھا بلکہ عنایات ربانی آپ کے شامل حال رہیں۔

علامات نبوت کا ظہور

حضور علیہ السلام اپنے رضاعی بہن بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرانے تشریف لے جاتے تو آپ کی بکریاں خوب موٹی تازی ہو کر آتی تھیں لوگ پوچھتے کہ ایک ہی جگہ پہ چرنے جاتی ہیں ہماری بکریاں اتنی صحت مند نہیں۔ آپ فرماتی تھیں چرتی تو ایک ہی چراگاہ میں ہیں مگر تمہارے چرانے والے اور ہیں میرا چرانے والا اور ہے۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں **کان ینزل علیہ کل یوم نور کنور الشمس ثم ینجلی عنہ** ۔ سورج کی طرح ایک نور روزانہ آپ پر اترتا کچھ دیر کے بعد چھٹ جاتا۔

(السیرۃ النبویہ للدحلان)

ثم رات غمامۃ تظلہ اذا وقف وقفت و اذا سار سارت.

پھر ایک بار بادل دیکھا وہ آپ پر سایہ کرتا آپ چلتے تو چل پڑتا رُکتے تو ٹھہر جاتا۔ (طبقات ابن سعد)

یہی کیفیت چاند کی تھی انگلی کے اشارے پہ چلتا۔ ایک واقعہ تو حضرت عباس سے بھی منقول ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے عرض کیا حضور! آپ کو ایک عجیب بات بتاؤں فرمایا بتاؤ عرض کیا جب آپ جھولے میں تھے تو میں نے ایک رات دیکھا آپ جس طرف انگلی اُٹھاتے ہیں چاند آپ کی انگلی کے اشارے پر چلتا تھا فرمایا چچا اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ میں اپنی والدہ کے بطن اقدس میں لوح محفوظ پہ چلتے قلم کی آواز اپنے کانوں سے سُنتا تھا۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

؎ چاند جھک جاتا جدھر انگلی اُٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا
کھیلتے تھے چاند سے بچپن میں آقا اس لیے
خود سراپا نور تھے وہ تھا کھلونا نور کا

یعنی ہم مٹی سے بنے تو ہمارے والدین ہمیں کھلونے بھی مٹی کے لا کر دیتے ہیں حضور علیہ السلام نور ہیں اللہ نے کھلونا بھی نور کا عطا فرمایا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جب حضور علیہ السلام کے سامنے چاند کا واقعہ عرض کیا تو سرکار نے فرمایا

كنت احدثه و يحدثني و يلهيني عن البكاء واسمع و حبيته حين يسجد تحت العرش ان مهده عليه السلام يتحرك بتحريك الملائكة.

میں اس سے باتیں کرتا وہ مجھ سے، مجھے رونے سے چپ کراتا۔ میں اس کی تسبیح سنتا جب وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا۔ حضور کا جھولا فرشتے جھلاتے تھے۔

آپ کے رضاعی بہن بھائی کہتے ہیں

ان اخي الحجازي اذا وقف بقدميه على الوادي يخضر لوقته.

ہمارا حجازی بھائی جس وادی پہ اپنے قدم رکھتا اسی وقت اس جگہ سبزہ اُگ آتا اور پتھریلی زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی۔

جتھے ماہی پب رکھدا اوتھے اُگدا سرو دا بُوٹا

ما بقي منزل من منازل بني سعد الا و قد شموا ريح المسك منه.

بنو سعد قبیلے کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں خوشبو نہ پھیل گئی ہو (حالانکہ کئی میل میں پھیلا ہوا تھا)۔

اذا قام في الشمس ظلته الغمام تاتي الوحوش اليه و هو قائم فتقبله. لا يمر على شجر و لا حجر الا سلم عليه. اذا مشى على الصخر يغوص تحت قدميه كالعجين.

جب دھوپ میں کھڑے ہوتے تو فوراً بادل سایہ کر دیتا۔ جانور قدموں کو بوسہ

دیتے ہر درخت، پتھر سلام کہتا۔ سخت پتھر پہ کھڑے ہوتے تو آٹے کی طرح نرم ہو جاتا۔

و اذا جاء الى البئر و نحن نسقي الاغنام يعلوا الماء الى فم البئر.

کنوئیں پہ بکریوں کو پانی پلانے جاتے تو پانی خود ہی کناروں تک آ جاتا۔

و كانت تسمع (حليمه) الا حجار تنطق بسلامها عليه.
والاشجار تحن باغصانها عليه. (المظہری)

حضرت حلیمہ پتھروں کا آپ پہ سلام خود سنا کرتیں۔ درخت اپنی ٹہنیاں خود بخود جھکا دیتے (تا کہ آپ کی بکریاں پتے کھا لیں، اور آپ کو پتے اُتارنے اور جھاڑنے کی زحمت نہ ہو)۔

عورتوں نے حضرت حلیمہ سے پوچھا تیرے گھر میں ساری رات روشنی کس چیز کی ہوتی ہے فرمایا

والله ما او قد نارا الا نور وجه محمد صلى الله عليه وسلم.

(ہم کوئی چراغ وغیرہ تو نہیں جلاتے بلکہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی روشنی ہوتی ہے۔

ما كنا نحتاج السراج من يوم اخذناه لان نور وجهه كان انور من السراج فاذا احتجنا الى السراج في مكانه جئنا به فتنورت الا مكنة ببركته صلى الله عليه وسلم.

جب سے ہم حضور علیہ السلام کو لائے ہیں چراغ کی ضرورت ہی نہیں پڑی کیوں کہ آپ کا نور چراغ کے نور سے زیادہ روشن و صاف ہے۔

جب کسی جگہ روشنی کی ضرورت پڑتی ہے تو ہم آپ کو وہاں لے جاتے ہیں آپ کی برکت سے اندھیرے روشنیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

وروى ان حليمة لما اخذته د خلت على الاصنام فنكس

الهبل راسه و كذا جميع الاصنام اما كنها تعظيما له.

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حلیمہ آپ کو بتوں کے سامنے لے کر گئی تو سب سے بڑے بت ہبل نے اور اسی طرح دیگر تمام بتوں نے آپ کی تعظیم کے لئے سر جھکا دیے۔

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھر تھرا کر گر گیا

ولد النبی صلی اللہ علیه وسلم مختونا.

حضور مختون پیدا ہوئے۔ (الطبقات الکبریٰ،۱:۱۰۳)

لما وقع على الارض رفع راسه و قال بلسان فصيح لا اله الا الله و انى رسول الله۔ (تاریخ الخمیس،۱:۲۰۳)

حضور علیہ السلام پیدا ہوائے تو زمین پر تشریف لائے سرِ انور اُٹھا کر فصیح زبان میں کہا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔

حضرت آمنہ فرماتی ہیں۔

نظرت اليه فاذا هو كالقمر ليلة البدر ريحه يسطع كالمسك الاذفر۔ (زرقانی علی المواہب،۴:۲۲۳)

میں نے دیکھا گویا چودھویں کا چاند ہے اور آپ سے تر و تازہ کستوری کے حُلّے پھوٹ رہے تھے۔

و اذن الله تلك السنة نساء الدنيا ان يحملن ذكورا كرامة لرسول الله صلى الله عليه وسلم۔ (سیرۃ الحلبیہ،۱:۴۷)

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی ولادت کے ساتھ دنیا کی تمام عورتوں کو اذن دیا کہ صرف لڑکے ہی جنم دو حضور علیہ السلام کی عزت کے لئے۔

الغرض امام ابن جوزی نے کیا خوب کہا

ولد الحبيب و مثله لا يولد

دنیا میں بڑے بڑے پیدا ہوتے رہے لیکن جیسے اللہ کا محبوب پیدا ہوا اس طرح کوئی نہ پیدا ہوا۔

صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وبارک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا۔

آپ فرماتی ہیں لا اعلم ارضا من الاراضى الله اجدب منها ہمارے قبیلے کی ساری بنجر زمین آپ کے آنے سے آباد ہو گئی۔ (انسان الحیوان ۱:۱۴۸)

چونکہ ان علامات کو دیکھ کر یہودی آپ کے دشمن ہو گئے تھے کہ تورات وانجیل کی تمام نشانیاں انہوں نے آپ میں بچپن کے اندر ہی دیکھ لی تھیں، سیرت حلبیہ اور طبقات میں ہے کہ انہوں نے بار بار بنو ہذیل اور دیگر قبائل سے کہا یہ وہی ہے اس کو قتل کر دو اس لیے حلیمہ ڈر گئیں اور حضور علیہ السلام کو باہر نہیں جانے دیتی تھیں اور عرض کرتیں

بانکیاں چالاں والیا ہولی قدم ٹکایا کر
گود میری وچ کھیڈ لے باہر نہ کھیڈن جایا کر

ایک یہودی مکہ میں تجارت کے لئے آیا عین اس رات جس رات حضور علیہ السلام کی ولادت ہوئی اس نے چیخ کر کہا يا معشر قريش ولد فى هذه الليلة نبى هذه الامة بين كتفيه علامة فيها شعرات متواترات ۔ اے قریشیو! آج رات اس امت کا نبی پیدا ہو گیا اس کے کندھوں کے درمیان گھنے بالوں کی علامت ہے لوگ اس یہودی کو حضرت آمنہ کے پاس لے گئے فقالوا اخرجى المولود ابنک فاخرجته و كشفوا عن ظهره فرایٰ تلك الشامة فوقع اليهودى مغشيا عليه قالوا مالك مالك قال ذهبت النبوة من بنى اسرائيل۔ تفسیر مظہری ج۲ص ۵۲۶

اور ان سے عرض کیا ذرا بچہ دکھاؤ انہوں نے دکھایا یہودی نے پشت مبارک سے کپڑا ہٹایا علامت (مہر نبوت) دیکھی بے ہوش ہو کر گر گیا لوگوں نے کہا کیا ہوا تجھے کہنے لگا نبوت بنی اسرائیل سے نکل گئی۔

اور یہی یہودی اکثر کہا کرتا يا اهل مكة يوشك ان يولد مولود يدين له العرب و يملك العجم هذا زمانه فلما ولد قال لعبد المطلب قد ولدلك المولود الذى كنت احدثكم عنكم.

اے مکہ والو! ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جو عرب و عجم کا مالک ہوگا اس کا زمانہ ولادت آ گیا ہے جب حضور پیدا ہوئے تو حضرت عبدالمطلب سے کہنے لگا یہی ہے وہ جس کی بات میں تمہارے سامنے کرتا تھا۔

اس کے علاوہ تفسیر مظہری (ص ۵۲۶ تا ص ۵۳۰ ج ۶)۔ انوار محمدیہ۔ مواہب لدنیہ اور سیرت کی دیگر کتب میں بے شمار حیرت انگیز واقعات جو بچپن میں ظہور پذیر ہوئے موجود ہیں تھوڑی سی شان حضرت حلیمہ کی بیان کر کے اگلی حدیث کو شروع کیا جاتا ہے۔

حضرت حلیمہ پر حضور علیہ السلام کا کرم

مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۷ پہ حضرت ابوالطفیل الغنوی سے روایت ہے۔

قال کنت جالسًا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ اقبلت امراۃ فبسط النبی صلی اللہ علیہ وسلم ردائہ حتی قعدت علیہ فلما ذھبت قیل ھذا ارضعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (رواہ ابوداؤد)

میں حضور علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک عورت آئی آپ نے چادر بچھائی وہ اوپر بیٹھ گئی جب چلی گئی تو کہا گیا اس نے حضور علیہ السلام کو دودھ پلایا ہے۔

ایک مرتبہ جب حضور علیہ السلام کی حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے شادی ہو چکی تھی حضرت حلیمہ تشریف لائیں حضور علیہ السلام نے حضرت خدیجہ کو تعارف کرایا آپ بہت خوش ہوئیں اور چالیس بکریاں اور ایک سواری کا اونٹ ان کو دیا۔ (طبقات ابن سعد)

چار سال تک حضور علیہ السلام حضرت حلیمہ کے پاس رہے دل و جان سے حضرت حلیمہ نے حضور علیہ السلام کی خدمت کی مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے حضور علیہ لاسلام کے صدقے حلیمہ کو خوب نوازا جیسا کہ پیچھے مذکور ہوا

ے لوگ یہ کہتے ہیں تو نے حلیمہ میرے نبی کو پالا ہے
میں یہ کہتا ہوں تجھ کو حلیمہ میرے نبی نے پالا ہے

ے ایسا طالب کوئی نہیں ہے جیسا حق تعالیٰ ہے
کوئی نہیں مطلوب بھی ایسا جیسا کملی والا ہے

وہ لوگ جو حقیقی والدین کا احترام نہیں کرتے ان کا کیا تعلق اس نبی سے جس نے رضائی ماں کا اس قدر اکرام فرمایا کہ آج بھی مدینہ شریف جاؤ جنت البقیع میں حضرت حلیمہ کی قبر پہ کھڑے ہو جاؤ تو سامنے گنبد خضریٰ نظر آتا ہے اور روزہ پاک کے ساتھ والے دروازے باب البقیع پہ کھڑے ہو جاؤ تو جنت البقیع کے دروازے سے حضرت حلیمہ کی قبر نظر آتی ہے بعد وصال بھی اپنے سے جدا نہیں فرمایا

ے لج پال پریت نوں توڑدے نئیں
جیہدی باں پھڑدے اونہوں چھوڑ دے نئیں

الحمد لله الذي له ما في السموات وما في الأرض وله الحمد في الآخرة وهو الحكيم الخبير يعلم ما يلج في الأرض وما يخرج منها وما ينزل من السماء وما يعرج فيها وهو الرحيم الغفور

﴿۶۲﴾

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ الَّذِیْ اِنْ اَصَابَكَ ضُرٌّ فَدَعَوْتُہٗ كَشَفَہٗ عَنْكَ وَ اِنْ اَصَابَكَ عَامُ سَنَۃٍ فَدَعَوْتُہٗ اَنْبَتَھَالَكَ وَ اِذَا كُنْتَ بِاَرْضٍ قَفْرٍ اَوْ فَلَاۃٍ فَضَلَّتْ رَاحِلَتُكَ فَدَعَوْتُہٗ رَدَّھَا عَلَیْكَ

میں اللہ کا ایسا رسول ہوں کہ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے اور میں اس سے دعا کروں تو وہ تمہاری تکلیف دور کر دے اور اگر تمہیں قحط سالی پہنچے اور میں اس سے دعا کروں تو تیرے لیے (فصل) اُگا دے اور جب تم چٹیل زمین یا جنگل میں ہو اور تمہاری سواری گم ہو جائے اور میں اس سے دعا کروں تو اللہ وہ تمہیں واپس لوٹا دے

(مشکوۃ ص ۱۶۹)

اس حدیث کا ماقبل یہ ہے کہ حضرت ابو جری جابر بن سلیم فرماتے ہیں کہ میں مدینہ شریف حاضر ہوا تو میں نے ایک صاحب (حضور علیہ السلام) کو دیکھا کہ لوگ اس کی رائے سے کام کرتے ہیں اور ہر بات پر عمل کرتے ہیں (بے وجہ معلوم کیے حکم کی تعمیل کرتے ہیں) میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ لوگ بولے یہ رسول اللہ ہیں (بادشاہوں کے خدام بھی اس قدر حکم کی تعمیل نہیں کرتے یہ دیکھنے میں بادشاہ نہیں مگر فرمان شاہوں سے بھی اعلیٰ ہے) فرماتے ہیں میں نے دوبارہ عرض کیا علیک السلام یا رسول اللہ ﷺ آپ پر سلام ہو اے اللہ کے رسول، فرمایا علیک السلام نہ کہو کیوں کہ یہ مردوں کا آپس کا سلام ہے بلکہ کہو السلام علیک میں نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں فرمایا انا رسول اللہ ﷺ اور اس حدیث کا مابعد یہ ہے کہ میں نے

عرض کیا مجھے نصیحت کیجیے فرمایا ﷺ کسی کو گالی نہ دینا۔ فرماتے ہیں اس کے بعد میں نے کسی آزاد یا غلام بلکہ اونٹ اور بکری کو بھی گالی نہ دی۔ اور کسی اچھی بات کو حقیر نہ جاننا اور اپنے بھائی سے کشادہ روئی سے بات کیا کرنا یہ بھی نیکی ہے اور اپنا تہبند آدھی پنڈلی تک اونچا رکھنا۔ نیچا رکھنے سے ہمیشہ بچنا کیوں کہ یہ تکبر ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں فرماتا اور اگر کوئی شخص تمہیں گالی دے یا کسی ایسے عیب سے تمہیں عار دلائے جو تم میں وہ جانتا ہے تو تم اسے اس کے ایسے عیب سے عار نہ دلاؤ جو تم اس میں جانتے ہو، اس کا وبال اس پر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ تمہیں اس کا ثواب ملے گا اور اس پر اس کا وبال ہوگا۔

اس حدیث میں اصلاح احوال اور اخلاقیات کی وہ اعلیٰ تعلیم دی گئی ہے کہ اگر اس سے نکلنے والے تمام مسائل پر تفصیلی بحث کی جائے تو پوری ایک کتاب مرتب ہو سکتی ہے تاہم چند مقامات پر اختصار کے ساتھ گفتگو ضروری ہے۔

پہلا مسئلہ: حضور علیہ السلام نے دو مرتبہ اس شخص کے علیک السلام یا رسول اللہ ﷺ کہنے پر جواب ارشاد نہیں فرمایا کیوں کہ اس کا اس طرح سلام کہنا درست نہ تھا اور جواب نہ دے کر حضور علیہ السلام نے اس کی اصلاح کا بہت عمدہ طریقہ اپنایا کہ اگر فوراً ٹوک دیتے تو وہ اثر نہ ہوتا جو دوبارہ سننے کے بعد مسئلہ بتانے کا اثر ہوا ثابت ہوا کہ صحیح سلام کا جواب دینا واجب ہے اور غلط سلام کو درست کرنا ضروری ہے۔

سلام کے مروجہ غلط طریقے

نمبر ۱- بعض جاہل بھیا سلام، ابا سلام یا آداب عرض، تسلیمات عرض کہتے ہیں یہ سب غلط ہے ان میں سے کسی کا جواب دینا واجب نہیں ہے بلکہ ان کی اصلاح کرنی چاہیے اور جیسے حضور علیہ السلام نے مذکورہ حدیث میں اصلاح فرمائی اصلاح کر کے سنت کا ثواب حاصل کریں اور پھر جو ساری زندگی صحیح طور پر سلام کہتا رہے گا آپکو ثواب ملتا رہیگا۔

نمبر ۲- بعض لوگ پڑھے لکھے ہونے کے باوجود السلام علیکم کہنے کی بجائے سام لیکم کہتے ہیں یا جو زیادہ تعلیم یافتہ ہوں وہ السام لیکم کہہ دیتے ہیں۔ یاد رکھیں یہ سام اور السام کا لفظ بڑا ہی خطرناک لفظ ہے یوں سمجھیں کہ جتنی السلام علیکم میں برکت ہے اس سے زیادہ سام یا السام میں نحوست و بے برکتی ہے۔ وہ کیسے سنیے:

السلام علیکم جملہ اسمیہ ہے جس میں ہمیشگی اور دوام و استمرار کا معنی پایا جاتا ہے یعنی خدا کرے تو ہمیشہ سلامت رہے اور سام یا السام کا معنی موت ہے، اسی سے قبر کی سامی جو بنائی جاتی ہے اس میں بھی موت کا مفہوم پایا گیا۔ تو السام علیکم یا سام لیکم کا معنی ہوا کہ خدا کرے تو ہمیشہ کے لئے مر جائے۔ تو بتایئے جو بندہ روزانہ کئی مرتبہ دوسرے کو اس طرح کہے گا تو اس کی بددعا کبھی تو قبول ہو جائے گی شاید اسی لیے زیادہ موتیں واقع ہو رہی ہیں کہ دعاؤں میں تو اثر ختم ہو گیا، بد دعائیں ہی قبول ہو رہی ہیں الغرض السلام علیکم میں دعا ہے اور السام لیکم یا سام علیکم میں بد دعا۔ اور لیکم تو بالکل مہمل لفظ ہے جس کا کوئی معنی ہی نہیں۔

ایک مرتبہ کچھ یہودی حضور علیہ السلام کے پاس آئے انہوں نے اسی طرح کہا حضور علیہ السلام نے جواب میں وعلیکم فرما دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہودیوں کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا حضور علیہ السلام نے فرمایا عائشہ کیا ہوا نرمی کرو۔ علیک الرفق ۔ عرض کیا حضور آپ نے سنا نہیں ان بدبختوں نے آپ کے لئے موت کی دعا کی ہے فرمایا ان بدبختوں کی کون سی قبول ہو رہی ہے میں نے جواب میں وعلیکم کہہ دیا ہے (ان کی قبول نہیں ہو سکتی میری رد نہیں ہو سکتی)۔

نمبر ۳ انگریزی کے دلدادہ لوگ مختلف لفظوں سے سلام کہنے کی کوشش کرتے ہیں مثلاً گڈ مارننگ (صبح کا سلام) گڈ نون (دوپہر کا سلام) گڈ آفٹر نون (دوپہر کے بعد کا سلام) گڈ نائٹ (رات کا سلام) یہ الفاظ بھی سلام کی جگہ بولنے بالکل فضول ہیں اس سے نہ سلام کہنے کی سنت ادا ہوتی ہے نہ ہی جواب دینا واجب اسی طرح ان الفاظ کے ترجمے سے سلام کہنا کہ صبح کا سلام۔ دوپہر کا سلام بھی غلط ہے۔

نمبر ۴ بعض لوگ صرف ہاتھ ہلا کر سلام کہہ دیتے ہیں زبان سے کچھ نہیں بولتے یہ بھی یہودیوں کا سلام قرار دیا گیا ہے لہٰذا مسلمانوں کو اس سے بچنا لازم ہے ہاں اگر ساتھ سلام کے الفاظ بھی بولے جائیں تو حرج نہیں ہے بالخصوص جو شخص کچھ دور ہو کہ آواز وہاں نہ پہنچتی ہو تو السلام علیکم کہہ کر ہاتھ سے اشارہ کر دے تاکہ وہ سمجھے مجھے سلام کہہ رہا ہے وہ بھی آگے سے سلام کے لفظ بول کر اشارہ کر دے۔ اسی طرح کسی کو الوداع کہنا ہو تو دور سے اشارہ کر دیتے ہیں یا اشارہ کر کے بائے بائے کہہ دیتے ہیں یہ غلط طریقہ

ہے اس کا تو مطلب یہ بنتا ہے کہ "جاؤ اور کبھی واپس نہ آؤ"۔

نمبر ۵ بعض لوگوں کو سلام کیا جائے تو جواب میں جیتے رہو یا بسم اللہ کہہ دیتے ہیں یا آؤ جی۔ کیا حال ہے کہہ دیتے ہیں اس سے واجب ادا نہ ہو گا اور بندہ گنہ گار ہو گا۔

دوسرا مسئلہ: مذکورہ حدیث میں علیک السلام کو مُردوں کا سلام فرمایا گیا اس کے کئی مطلب ہیں ایک تو یہ کہ کفار عرب قبرستان جا کر مردوں کو ایسا سلام کیا کرتے تھے۔ دوسرا یہ کہ جب مردے آپس میں ملتے ہیں تو ایک دوسرے کو اس طرح سلام کہتے ہیں اور تیسرا یہ کہ اس طرح سلام کہنا تو مردوں کے حال کے مناسب ہے زندہ تو السلام علیکم کہتے ہیں اور جواب وعلیکم السلام سے دیتے ہیں۔

ورنہ زندہ جب قبرستان جائیں تو انہیں بھی حکم ہے السلام علیکم یا اہل القبور کہو۔

اخلاقیات کی تعلیم (گالی دینا)

حضور علیہ السلام نے مذکور فی الحدیث شخص (جو کہ خود راوی حدیث بھی ہے اور صحابی رسول بھی۔ دیہات کے رہنے والے تھے کبھی کبھار مدینے آتے اس لیے ان سے بہت کم احادیث مروی ہیں) کو فرمایا کسی کو گالی نہ دینا۔ حضور علیہ السلام کے اس حکم کی کس قدر تعمیل کی کہ فرماتے ہیں انسان تو انسان کبھی کسی جانور کو بھی مرتے دم تک گالی نہیں دی عمل کا یہ جذبہ اگر بیدار ہو جائے تو رحمتوں کے دروازے کھل جائیں کتنے ہی مسلمان بات بات پہ گالیاں بکتے ہیں کئی لوگ ہنسی مذاق میں ایک دوسرے کو ماں بہن کی گالی دیتے ہیں اور اس کو بُرا بھی نہیں سمجھتے۔ کئی لوگ چھوٹے بچوں کو جب بولنا سکھاتے ہیں تو بسم اللہ یا کسی اور بابرکت لفظ سے آغاز کرنے کی بجائے گالیاں سکھا کر اس کی زبان کھلواتے ہیں۔ باپ کہتا ہے ماں کو گالی دے اور ماں کہتی ہے باپ کو گالی دے جب وہ گالی دیتا ہے تو دونوں خوش ہوتے کہ ہمارے بیٹے نے باتیں کرنا شروع کر دی ہیں۔ پھر وہ بڑا ہو کر بھی والدین کو گالیاں ہی دیتا ہے کیوں کہ بنیاد ہی غلط رکھ دی

خشت اول چوں نہد معمار کج تا ثریا می رود دیوار کج

جب مستری پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھ دے تو آسمان تک بھی دیوار جائے گی تو ٹیڑھی ہی رہے گی۔

کئی والدین بڑھاپے کی حالت میں دھکے کھاتے دیکھے گئے ہیں مولوی صاحب کوئی تعویذ دے دو منڈا بڑی گندی زبان بولتا ہے۔ اب تعویذ کیا کرے، یہ بھول جاتے ہیں کہ خود ہی اس کی زبان کو گندا کیا ہے۔ مسلمانو! اللہ نے تمہیں زبان بکواس کرنے اور گالیاں بکنے کے لئے نہیں دی بلکہ

دی زباں حق نے ثنائے مصطفیٰ کے واسطے
دل دیا حُبّ حبیب کبریا کے واسطے

ہمارے آقا علیہ السلام کے بارے حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ آپ نے کبھی کسی کو گالی نہ دی لا فاحشا و لا متفحشا۔

تکبر دوزخی کی علامت ہے

ٹخنوں سے نیچے کپڑا اگر تکبر کی نیت سے ہو تو حرام ہے ویسے بے پرواہی سے ہو تو مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ۔ اکثر احادیث میں جہاں اس سے منع فرمایا ہے ساتھ خیلاء۔ مخیلہ۔ بطرا وغیرہ کی قید لگائی ہے لہٰذا مطلقاً اس کو حرام کہنا زیادتی ہے اور کوئی تکبر سے کرتا ہے یا نہیں اس کا تعلق نیت کے ساتھ ہے۔ بعض لوگ اس معاملہ میں بہت زیادتی کرتے ہیں بالخصوص وہابی حضرات، اخبارات میں آتا ہے کہ جب مرکز طیبہ مرید کے میں سالانہ اجتماع ہوتا ہے تو قینچیاں لے کر بیٹھے ہوتے ہیں جس کی شلوار ذرا نیچے دیکھی اس وقت کاٹ دیتے ہیں۔ بلکہ اب تو یہ وہابیہ کی علامت بن گئی ہے جیسے ہمیشہ سر منڈانا "سیما هم التحلیق"۔

اگر مطلقاً ایسا حرام ہوتا تو حضرت ابو بکر صدیق کو حضور نے کیوں فرمایا اے ابو بکر باوجود اس کے کہ تیری چادر ٹخنوں سے نیچے ہوتی ہے تو متکبرین میں سے نہیں ہے مشکوۃ ص ۳۷۶ (تکبر کے بارے حضور علیہ السلام نے فرمایا جس کے دل میں رائی برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا)۔

عورتوں کے لئے حکم ہے کہ تہبند یا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے رکھیں۔

حُسنِ خلق

حضور علیہ السلام نے صحابی کو فرمایا اگر کوئی تیرے عیب کھولے تو تُو اس کے عیب نہ

کھول۔ یہ انتہائی حسنِ اخلاق کی تعلیم ہے

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردے احسن الی من اساء

بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دینا آسان ہے اگر تو مرد ہے تو بُرائی کے بدلے نیکی کر حضور علیہ السلام کی تورات میں ان لفظوں سے تعریف فرمائی گئی و لا یدفع بالسیئۃ السیئۃ و لکن یعفوا و یغفر۔ کہ آپ برائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیتے بلکہ

گالیاں دیتا ہے کوئی تو دعا دیتے ہیں
دشمن آ جائے تو چادر بھی بچھا دیتے ہیں

لیکن اگر کمزور سامنے ہو تو اس پہ چڑھ جانا ظلم اور کمینگی ہے اور اگر طاقتور مقابلے میں ہو تو عاجزی کرنا اور کہنا معاف کیا یہ بزدلی ہے

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

یہ نرمی اور درگذر اپنے ذاتی معاملات میں ہو تو خوبی اور نیکی ہے وہ بھی مسلمانوں کے ساتھ مگر دین کے معاملے میں غیرت کا مظاہرہ ضروری ہے کوئی دین کا مذاق اڑائے اللہ کے محبوبوں کی شان میں گستاخی کرے تو اس کو ہرگز معاف نہ کیا جائے بلکہ سرکوبی کی جائے۔

اسی طرح فاسق و فاجر کے عیب ظاہر کرنے چاہئیں تا کہ دوسرے مسلمان اس کے فسق و فجور اور ایذاء رسانی سے محفوظ رہ سکیں جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ولید بن مغیرہ کے دس عیب بیان فرمائے اور آخر میں فرمایا عتل بعد ذلک زنیم۔ حرام کا تخم ہے۔ (یہ اس وقت فرمایا جب اس نے حضور علیہ السلام کو مجنون کہا تھا)۔

حدیث کے راویوں کے جو عیب بیان کیے جاتے ہیں وہ غیبت کے زمرے میں نہیں آتے بلکہ حدیث کا درجہ متعین کرنے کے لئے ان کو بیان کرنا ضروری اور کار ثواب ہے ورنہ دین کا سخت نقصان ہوگا۔

پردہ پوشی

اللہ تعالیٰ غفار وستار ہے وہ خود اپنی مخلوق کے عیبوں کو چھپاتا ہے لیکن یہ سعادت صرف ان کے لئے ہے جنہوں نے اپنا سینہ ایمان سے روشن کرلیا۔ ایک حدیث شریف میں ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا میں اس شخص کو بھی جانتا ہوں جو سب سے آخر میں جنت جائے گا اور جہنم سے سب سے آخر میں نکالا جائے گا وہ وہ بندہ ہوگا کہ جس کو قیامت کے میدان میں لایا جائے گا اللہ فرمائے گا اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ اس پر پیش کرو اور بڑے رہنے دو چنانچہ کہا جائے گا تو نے فلاں دن فلاں جگہ فلاں فلاں گناہ کیا وہ کہے گا ہاں اور ڈرے گا کہ اب بڑے گناہ بھی میرے سامنے لائے جائیں گے پس حکم ہوگا فان لک مکان کل سیئۃ حسنۃ جا ہر گناہ کے بدلے تجھے نیکی کا ثواب دیتے ہیں (جب دیکھے گا کہ معاملہ میری توقع کے خلاف ہوا میں تو سزا کی سوچ رہا تھا) فیقول رب قد عملت اشیاء لا اراھا یا اللہ! میرے بڑے گناہ تو یہاں ہیں ہی نہیں (مطلب یہ ہوگا کہ ان کے بدلے بھی نیکیاں دی جائیں) راوی کہتے ہیں یہ فرما کر حضور علیہ السلام اتنا ہنسے حتی بدت نواجذہ (رواہ مسلم) کہ داڑھیں مبارک ظاہر ہوگئیں۔

تو جب اللہ تعالیٰ خود اپنے بندوں کے گناہوں کی اس قدر پردہ پوشی فرماتا ہے تو دوسروں کو کیسے حق پہنچتا ہے کہ ایک دوسرے کی پردہ دری کرتے رہیں۔ اسی لیے فرمایا گیا جو مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرے گا اللہ اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ اور یہی وجہ ہے کہ غیبت کو زنا سے بھی بڑا گناہ کہا گیا۔ اور سگے مردہ بھائی کا کچا گوشت کھانے کے برابر قرار دیا گیا۔ لیکن ہماری حالت اس سے مختلف ہے جہاں دو چار بندے مل کر بیٹھتے ہیں دوسرے کسی بھائی کی چغل خوری شروع کردیتے ہیں۔ کاش ہم اپنے گناہوں کی طرف نظر رکھیں اور اپنی اصلاح کی کوشش کریں

تھی نہ اپنے گناہوں کی ہم کو خبر
دیکھتے رہے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی جونہی گناہوں پہ اپنے نظر
تو جہاں بھر میں کوئی بُرا نہ رہا

قول و عمل کی اس کمزوری نے ہمارے معاشرے کو تباہ کردیا ہے۔ مسائل سُن لیتے ہیں لیکن عمل کے قریب نہیں آتے دیکھو مذکورہ حدیث میں صحابی نے جونہی یہ مسئلہ سنا کہ کسی کو گالی

نہیں دینی تو مرتے دم تک جانور تک کو گالی نہ دی۔

صحابہ کرام کے جذبہ اطاعت کی چند مثالیں

نمبر۱۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے حضور علیہ السلام نے دیکھا کہ میں نے سُرخ رنگے ہوئے کپڑے پہن رکھے تھے فقال ما ھذا؟ فرمایا یہ کیا ہے؟ پس میں نے سمجھ لیا کہ حضور نے پسند نہیں فرمایا میں گھر گیا اور کپڑے اتار کر جلا دیے (حالانکہ حضور نے جلانے کا نہ کہا تھا اور اس دور میں کپڑوں کی بھی قلت تھی ویسے اتار دیتے تو کافی تھا) پھر حضور کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا ما صنعت بثوبک؟ کپڑوں کا کیا کیا؟ میں نے کہا حضور جلا دیے ہیں فرمایا افلا کسوت بعض اھلک فانہ لا باس بہ للنساء (رواہ ابوداؤد) گھر میں کسی عورت کو پہنا دیتے ان کے پہننے میں حرج نہیں لیکن جس شے کو حضور علیہ السلام ناپسند فرماتے صحابہ اسے دیکھنا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔

نمبر۲۔ ایک صحابی کے ہاتھ پر سونے کی انگوٹھی دیکھی (غالباً سونے کی حرمت کا حکم ان تک نہ پہنچا تھا) حضور نے اتار کر پھینک دی فرمایا کوئی تم میں سے آگ کا انگارہ ہاتھ پہ رکھ سکتا ہے؟ جب حضور تشریف لے گئے تو ایک صحابی نے کہا! اُٹھا لو اور کسی کام میں لگا لینا یعنی بیچ کر کوئی استعمال کی چیز لے لینا تو انہوں نے بڑا عاشقانہ جواب دیا۔

قال لا واللہ لا اخذہ ابدا و قد طرحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (رواہ مسلم)

خدا کی قسم! میں کبھی اس شے کو نہ پکڑوں گا جس کو حضور نے پھینک دیا ہے۔

بہت سادہ سا ہے اپنا اصولِ زندگی کوثر
جو ان سے بے تعلق ہو ہمارا ہو نہیں سکتا

ایک اور اندازِ اطاعت

حضور علیہ السلام نے ایک صحابی کی عدم موجودگی میں فرمایا نعم الرجل خریم الاسدی لو لا طول جمتہ و اسبال ازارہ۔ خریم اچھا آدمی ہے اگر اس کے بال لمبے نہ

ہوں اور تہبند گھسیٹ کے نہ چلے تو۔ یہ بات حضرت خریم کو پہنچی کہ بارگاہِ رسالت میں میری پسندیدگی کو دو شرطوں سے مشروط کر دیا گیا ہے فوراً بال کٹا کر کانوں کے برابر کر دیے اور تہبند کو پنڈلی کے درمیان تک اُٹھالیا۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت انس کے ایک گیسو کو حضور علیہ السلام پیار سے کھینچتے اور پکڑتے تو ان کی ماں نے فرمایا **لا اجزھا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمدھا و یا خدھا** ۔ (ابو داؤد) میں اس گیسو کو نہیں کاٹوں گی جس کو حضور پکڑتے اور کھینچتے تھے۔

حضور علیہ السلام کی دعا کا اثر

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا
بڑھی شان سے جو دعائے محمد ﷺ
اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا
دلہن بن کے نکلی دعائے محمد ﷺ
رضا پُل سے اب وجد کرتے گزریے
کہ ہے رب سلّم صدائے محمد ﷺ

مذکورہ حدیث میں حضور علیہ السلام نے خود اپنی دعا کی اثر انگیزی کو بیان فرمایا کہ میں دعا کروں تو تکلیف دور ہو جائے۔ قحط ختم ہو جائے۔ گم شدہ سواری واپس آ جائے لہٰذا چند محبت بھرے واقعات حضور علیہ السلام کی دعا کے متعلق حدیث کی روشنی میں پیش خدمت ہیں۔

نمبر۱- ویسے تو اللہ تعالیٰ نے ہر کسی کی دعا کو قبول کرنے کا اعلان فرمایا ہے **و اذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان**۔ (البقرہ)

مگر یہاں بھی فرمایا شرط یہ ہے آپ سے سوال کریں اور کریں بھی میرے بارے تو پھر میں قریب بھی ہوں دعا بھی قبول کروں گا۔ لہٰذا دعا میں حضور علیہ السلام کا حوالہ ضروری ٹھہرا اسی لیے آدم علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کا اعلان تین سو سال بعد اس وقت کیا جب انہوں نے حضور علیہ السلام کے حوالے سے دعا کو مزین کیا **اللھم انی اسئلک بحق محمد صلی**

اللہ علیہ وسلم ان تغفرلی۔ اے اللہ! میں تجھ سے تیرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا کرتا ہوں۔ (روح البیان) اور حضور علیہ السلام نے نابینا صحابی کو جو دعا سکھائی اور فوراً قبول ہو کر اُن کو آنکھیں مل گئیں اس میں بھی راز یہی تھا کہ حضور کا وسیلہ درمیان میں لا کر دعا کی گئی۔

اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بمحمد نبی الرحمۃ یا محمد انی توجھت بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضیٰ لی اللھم فشفعہ فی (مشکوۃ) اس لیے ہم دعا میں اللہ و رسول دونوں کا ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں

یا الٰہی رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے
یا رسول اللہ! کرم کیجئے خدا کے واسطے

لہٰذا حضور کا حوالہ پیش کیے بغیر دعا کا قبول ہونا۔ ایں خیال است و محال است و جنوں اور مولانا جامی فرماتے ہیں

اگر نام محمد را نیا وردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

اگر نبیوں کی دعا اس بابرکت نام کی برکت سے قبول ہوتی ہے تو تیری میری کیوں نہ قبول ہوگی اور اگر اس نام کے وسیلے کے بغیر انبیاء کی قبول نہیں تو تیری میری کیسے قبول ہوگی

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ان الدعاء موقوف بین السماء والارض لا یصعد منہ شئی حتی تصلی علی نبیک۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۱۰)

دعا بغیر درود شریف کے زمین و آسمان کے درمیان لٹکی رہتی ہے۔

نمبر۲- حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں **اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و انا ابکی** میں روتا ہوا حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ حضور علیہ السلام نے

رونے کا سبب پوچھا میں نے عرض کیا حضور مجھے اپنی ماں سے بڑا پیار ہے لیکن وہ مسلمان نہیں ہوتی اور میں نہیں چاہتا قیامت کے دن میں جنت میں جاؤں اور وہ میرے سامنے دوزخ میں جائے لہٰذا فادع اللہ ان یھدی ام ابی ھریرۃ دعا فرما دیں اللہ اس کو ایمان عطا فرمائے ادھر حضور علیہ السلام نے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے ادھر ابو ہریرہ نے دوڑ لگا دی دیکھنے والے حیران تھے۔ جب ابو ہریرہ واپس آئے تو صحابہ نے پوچھا آج آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا میں دیکھنا چاہتا تھا نبی کی دعا پہلے عرش پہ پہنچتی ہے یا میں پہلے گھر پہنچتا ہوں۔ انہوں نے پوچھا پھر کیا ہوا فرمایا نبی کی دعا پہلے پہنچ گئی کیوں کہ میں گھر گیا تو میری ماں مسلمان ہو چکی تھی۔ (مسلم شریف ج ۲ ص ۳۰۱ ملخصا)

نمبر۲۔ بخاری شریف میں امام بخاری نے تقریباً سترہ مرتبہ یہ روایت ترجمۃ الباب میں بدل بدل کر بیان فرمائی کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں بارش نہیں ہو رہی تھی۔ عین اس وقت کہ آپ خطبۂ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے ایک اعرابی کھڑا ہو گیا۔ حضور! مویشی ہلاک ہو گئے بچے بھوکے مر گئے فادع اللہ لنا ہمارے لیے اللہ سے (بارش کی) دعا فرمائیں فرفع یدیہ فقال اللھم اسقنا ۔ آپ نے اپنے (گورے گورے نورانی) ہاتھ اُٹھائے اور دعا کی اے اللہ! پیاسی زمین کو سیراب کر دے۔ حضرت انس فرماتے ہیں جب آپ نے ہاتھ اُٹھائے تو آسمان پر بادل کا نام و نشان تک نہیں تھے فوالذی نفسی بیدہ ما وضعھما حتی ثار السحاب امثال الجبال ۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ابھی حضور نے ہاتھ نیچے نہیں کیے کہ آسمان پر پہاڑوں کی طرح بادل چھا گئے ۔ حضور منبر سے اترے تو داڑھی مبارک بارش کے پانی سے تر تھی۔ پورے سات دن بارش ہوتی رہی اگلے جمعہ کو وہی اعرابی یا کوئی اور کھڑا ہوا اور عرض کیا تھدم البناء و غرق المال ۔ یا رسول اللہ! اب تو مکان گرنے لگے اور مال ہلاک ہونے لگے۔ دعا فرمائیں بارش رُک جائے حضور علیہ السلام نے پھر ہاتھ اُٹھائے اور دعا کی اللھم حوالینا ولا علینا اے اللہ! ہمارے اوپر نہ ہو اور گرد ہوتی رہے، ساتھ انگلی کا اشارہ کر کے دائرہ بتایا جدھر جدھر انگلی

پھرتی گئی بادل پھٹتا گیا۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۰۶، مسلم شریف۔ مشکوۃ)

اس دوران کئی لوگوں نے بارش کے نزول کی اور پھر اس کے بند ہونے کی دعائیں کی ہوں گی مگر بعد میں سب کو معلوم ہو گیا کہ جس نے نزول کی دعا کی رب کی رحمت اسی کی دعا کا انتظار بند ہونے کے لئے بھی کر رہی تھی۔ وہی گورے گورے ہاتھ اُٹھیں گے تو بارش رُکے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

نمبر۳۔ ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۲۳ پہ ہے حضرت انس کو حضور علیہ السلام نے دعا دی، ان کی ماں کے عرض کرنے پر اللھم اکثر مالہ و ولدہ و بارک لہ فیما اعطیتہ یا اللہ اس کے مال واولاد میں برکت دے دوسری روایت میں ہے واطل حیاتہ وادخلہ الجنۃ اس کی زندگی کو لمبا کر دے اور اس کو جنت عطا کر دے چنانچہ حضرت انس کی عمر سو سال ہوئی۔ ان کا باغ سال میں دو بار پھل دیتا جس سے مشک کی خوشبو آتی۔ اور بخاری ص ۲۶۶ پہ ہے فانی لمن اکثر الانصار مالا میں انصار میں سب سے زیادہ مال والا تھا اور اولاد کا حال یہ تھا کہ حجاج کے زمانے تک میں نے ایک سو بیس سے زیادہ صلبی اولاد اپنے ہاتھوں سے دفن کی۔ (ظاہر ہے طبعی عمر گذار کر فوت ہوئے ہوں گے ورنہ دعا کا اثر کیسا؟ جب فوت شدہ اتنی تھی تو زندہ کتنی ہو گی)۔

نمبر۴۔ حضرت انس فرماتے ہیں ایک یہودی کو حضور علیہ السلام نے دعا دی یا اللہ اس کو خوبصورت بنا دے حالانکہ بوڑھا تھا بال سفید تھے لیکن اسی وقت بال سیاہ ہو گئے اور پھر سو سال تک بوڑھا نہ ہوا۔ (مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۴۳۸)

نمبر۵۔ جب سورۃ اللھب نازل ہوئی تو ابولہب کے بیٹے عتبہ (جس کے گھر حضور علیہ السلام کی بیٹی تھی) نے کہا کفرت برب النجم میں اس سورۃ کے نازل کرنے والے کا انکار کرتا ہوں حضور علیہ السلام نے اسی وقت اپنے رب سے عرض کیا اللھم سلط علیہ کلبا من کلابک۔

اے اللہ! اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط کر دے کچھ دنوں بعد اپنے باپ ابو لہب کے ساتھ ملک شام جا رہا تھا ایک جنگل میں رات پڑ گئی۔ ابولہب نے ساتھیوں سے کہا میرے بیٹے کی حفاظت کرنا "می ترسم کہ دعا محمد دروے رسد" میں ڈرتا ہوں کہ محمد (ﷺ) کا کہا

اس کو پہنچ نہ جائے۔ چنانچہ اس کے اردگرد سب نے بستر بچھا لیے اور اس کو درمیان میں سلا دیا۔ آدھی رات ہوئی تو جنگل کا شیر آیا تمام لوگوں کے منہ سونگھتا ہوا عتبہ کے پاس آ گیا۔ منہ سونگھا گستاخی کی بدبو آئی وہیں چیر پھاڑ دیا۔ ولم یا کلہ لنجاستہ مگر کھایا نہیں کہ گستاخ رسول سے اس کو بھی نفرت تھی ۔ جوان سے بے تعلق ہو ہمارا ہو نہیں سکتا۔ (روح البیان)

الغرض حضور علیہ السلام کی دعاؤں کے بے شمار واقعات ہیں کس کو بیان کیا جائے اور کس کو چھوڑا جائے۔ کون نہیں جانتا کہ حضرت عمر فاروق کی قسمت کا فیصلہ بھی حضور کی دعا نے فرمایا۔ اور ستر بچیوں کو زندہ درگور کرنے والے حضرت دحیہ کلبی کے لئے بھی حضور نے دعا فرمائی اللہم ارزق الاسلام دحیة کلبی اے اللہ! دحیہ کو اسلام کی دولت سے نواز پھر انہی کی شکل میں کبھی آسمان سے جبریل علیہ السلام اترتے تھے۔ (روح البیان)

دعا کی اہمیت وافادیت

موجودہ دورِ انحطاط وزوال میں مسلمان قوم کے مصائب وآلام کے جہاں دیگر بے شمار اسباب وعلل ہیں وہاں ایک بہت بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ہم لوگ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے کئی قسم کی تدابیر کر گزرتے ہیں مگر دعا کی طرف کم متوجہ ہوتے ہیں اور اگر تھوڑی بہت اس طرف پیش رفت ہوتی بھی ہے تو آداب وشرائط کا لحاظ بہت کم کیا جاتا ہے حالانکہ حصول مقاصد کے لئے دعا سے بڑھ کر شاید ہی کوئی عمدہ واعلیٰ تدبیر ہو ارشاد خداوندی ہے ادعونی استجب لکم تم مجھ سے دعا کرو میں قبول فرماؤں گا۔ حدیث شریف میں سرکار دوعالم فداہ ابی و امی علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کو اللہ سے دعا مانگنے کی توفیق مل گئی وہ سمجھ لے کہ اس کی مراد پوری ہوگئی۔ (ملخصا)

لیکن یہاں یہ بات ذہن میں کھٹکتی ہے کہ کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ ایک مقصد کے لئے کبھی عرصہ دراز تک دعا کی جاتی ہے مگر وہ بعینہ دعا کرنے والے کی مرضی کے مطابق حاصل نہیں ہوتا اس کی ایک وجہ تو وہی ہے جو مذکور ہوئی کہ دعا کے آداب وشرائط کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دنیا کے معمولی بادشاہوں اور ان کے ماتحت حاکموں کے سامنے اگر کوئی درخواست بغیر شرائط وآداب کا لحاظ کئے پیش کی جائے تو محرومی کے سوا کچھ نہیں ملتا بلکہ بعض اوقات درخواست

گزار عتاب کا شکار بھی ہو جاتا ہے تو وہ ذات جو احکم الحاکمین ہے اور اس شہنشاہ حقیقی کا دربار تمام درباروں سے بڑا دربار ہے ضرور بالضرور اس کی بارگاہ سے مانگنے کے لئے بھی کچھ آداب وشرائط کا ہونا لازم ہے۔

دعا کی اہمیت وافادیت نیز اس کے آداب وشرائط بیان کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کے لغوی معنیٰ ومفہوم کی طرف توجہ کی جائے تاکہ علیٰ وجہ البصیرت اس کی جامعیت ذہن میں راسخ ہو جائے۔

چنانچہ دعا کا معنیٰ ہے پکارنا، مانگنا، سوال کرنا، بلانا اور یہ لفظ مصدر ہے، دعا یدعو کا اور یہ لفظ بنفسہ خود اور اپنے کئی مشتقات کے ساتھ قرآن مجید میں کئی جگہ آیا ہے مثلاً کمثل الذی ینعق بما لا یسمع الا دعاءً و نداءً (البقرہ) اسی طرح دعا کا استعمال قرآن پاک میں نام لینے کے معنیٰ میں بھی آیا ہے فرمایا لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً جب لوگوں نے یا محمد یا محمد کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا شروع کیا تو فرمایا کہ جیسے آپس میں ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہو ایسے رسول کو نہ پکارا کرو۔

(لغات القرآن ص ۱۲ ج ۳)

دعا شریعت میں عبادت کا حکم رکھتی ہے کیوں کہ اس سے بندوں کی عاجزی کا اور رب کی قدرت کا اظہار ہوتا ہے کیوں کہ مانگنا، گڑگڑانا، عجز کا اظہار کرنا لوازم عبودیت سے ہیں۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۳۳ ج ۵ میں ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وھو طلب الادنیٰ بالقول من الاعلیٰ شیئا علیٰ جھة الاستکانة کہ کم تر شخصیت کا برتر ہستی سے عاجزانہ انداز میں کسی شے کے طلب کرنے کو دعا کہتے ہیں۔ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ تفسیر کبیر صفحہ ۱۰۶ ج ۵ پہ فرماتے ہیں۔

و حقیقة الدعاء استدعاء العبد ربه جل جلاله العنایة و استمداده ایاه المعونة.

یعنی دعا کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنے رب سے عنایت ومدد کا طلب گار ہو۔ اس مختصر سی لغوی وضاحت کے بعد اب ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں کہ دعا کی اہمیت وافادیت کیا ہے؟ اس بارے میں چند احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں ترمذی شریف میں حضرت انس بن مالک

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ سرکار نے فرمایا۔ الدعا مخ العبادة کہ دعا عبادت کا مغز اور جوہر ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار ﷺ نے فرمایا۔

لیس شئی اکرم علی اللہ من الدعا (ابن ماجہ، ترمذی) کہ اللہ کے ہاں کوئی چیز دعا سے زیادہ مکرم نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار نامدار ﷺ نے ارشاد فرمایا من فتح له منکم باب الدعاء فتح له ابواب الرحمة کہ تم میں سے جس کے لئے دعا کا دروازہ کھول دیا گیا اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے گئے۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار ﷺ نے فرمایا من لم یسئال اللہ یغضب علیه کہ جو اللہ سے نہ مانگے اللہ اس سے ناراض ہوجاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا سلوا اللہ من فضله فان اللہ یحب ان یسئال و افضل العبادة انتظار الفرج (ترمذی) کہ اللہ کو یہ بات محبوب ہے کہ اس کے بندے اس سے مانگیں۔ (ملخصا)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ان الدعاء ینفع مما نزل و مما لم ینزل فعلیکم عباد اللہ بالدعاء کہ دعا نفع بخش ہوتی ہے ان حوادث میں جو نازل ہوچکے اور ان میں جو ابھی نازل نہیں ہوئے اے خدا کے بندو! دعا کا اہتمام کرو۔ (ترمذی۔ احمد)

دعا کے چند آداب

(۱) قبلہ رو ہو کر دعا کرنا (۲) بوقت دعا نگاہ کو پست رکھنا (۳) دعا کا آغاز و اختتام حمد و درود کے ساتھ کرنا (۴) ربنا کے لفظ سے دعا کو مزین کرنا (۵) اخروی حاجات کو مقدم رکھنا (۶) دوران دعا آواز میں اعتدال رکھنا (۷) قافیہ بندی سے پرہیز کرنا (۸) گانے کا انداز نہ اپنانا (۹) تضرع و عجز کے ساتھ دعا کرنا (۱۰) یقین کامل کے ساتھ دعا کرنا (۱۱) الحاح کی کوشش کرنا یعنی رو رو کر دعا کرنا (۱۲) بوقت دعا بے کسی و بے قراری کا اظہار کرنا (۱۳) دعا سے پہلے گناہ سے پرہیز اور توبہ کرنا (۱۴) اخلاص کے ساتھ دعا کرنا (۱۵) فراخی و تنگ دستی میں دعا کرتے رہنا (۱۶) دین دار لوگوں سے دعا کرانا (۱۷) مظلوم کی بددعا سے بچنا (۱۸) حضور علیہ

السلام کے توسل سے دعا کرنا (۱۹) اکل حلال اور صدق مقال بھی دعا کی قبولیت کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة و قنا عذاب النار۔

ایک جامع دعا

ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے بے شمار دعائیں فرمائی ہیں مجھے یاد نہیں رہتیں فرمایا ایک ہی دعا یاد کرلو تو یہ ایسے ہے جیسے تو نے تمام دعائیں یاد کرلیں یعنی ہر جگہ یہی کرلینا اللھم انا نسئلک من خیر ما سئلک منه نبیک محمد صلی اللہ علیه وسلم و نعوذ بک من شر ما استعاذ منه نبیک محمد صلی اللہ علیه وسلم و انت المستعان و علیک البلغ و لا حول و لا قوة الا باللہ (ترمذی شریف)

جب کہ دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ شاید دعا کی قبولیت یہی ہے کہ جو کچھ مانگا ہے بعینہ وہی مل جائے یہ ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے کیوں کہ دعا کی قبولیت کی کئی صورتیں ہیں مثلاً یہ کہ جو مانگا بعینہ وہی مل گیا یا جو مانگا اس سے بہتر مل گیا یا مانگا کچھ تھا مگر کوئی مصیبت آنے والی تھی تو اس کے بدلے وہ ٹال دی گئی یا جو مانگا تھا وہ اس کے لئے نقصان دہ تھا تو اللہ نے مہربانی فرماتے ہوئے اس کے بدلے مفید چیز عطا فرمادی یا یہ کہ اس کی دعا کو ذخیرہ کردیا گیا روز قیامت اس کو وہ وہ نعمتیں عطا فرمائی جائیں گی کہ جن کی طرف قیامت کے دن وہ سخت حاجت مند ہوگا بندہ حیران ہو کر پوچھے گا مولیٰ یہ سب کچھ مجھے کن اعمال کی جزا کے طور پر ملا ہے فرمایا جائے گا یہ تیری دعائیں ہیں جو میں نے سنبھال کر رکھی ہوئی تھیں اس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے کہ کوئی مریض اگر میڈیکل سٹور پر چلا جائے اور خود ہی کہنا شروع کردے کہ مجھے فلاں بیماری ہے فلاں فلاں دوائی دے دو اگر اس کی ہر بات مان لی جائے تو ہوسکتا ہے کوئی ایسی گولی کھا بیٹھے جس سے اس کی زندگی کا ہی خاتمہ ہوجائے لہٰذا وہ کچھ بھی مانگتا پھرے مگر دوائی اس کو وہی دی جائے گی جو ڈاکٹر تجویز کرے گا اور اس میں اس کا فائدہ ہے اللہ تعالیٰ چونکہ بندوں کے حالات کو بہتر جانتا ہے۔

لہٰذا بندہ اگر کبھی اپنی کم عقلی کی وجہ سے کوئی نقصان دہ شے مانگ بھی لے تو اللہ اس کو اس ضرر رساں چیز سے بچا کر فائدہ مند چیز عطا فرمادیتا ہے اور پھر اللہ ہی کی مشیت کو بہر حال

اولیت حاصل ہے ارشاد فرمایا۔

فیکشف ما تدعون الیه ان شاء۔ (انعام)

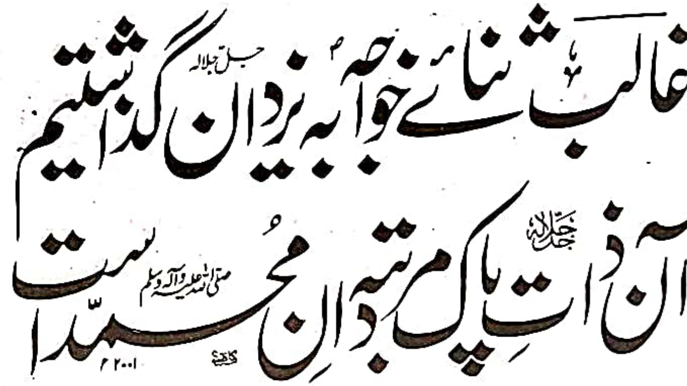
کہ اگر وہ چاہے تو اس چیز کو کھول دیتا ہے۔ جس کی تم دعا کرتے ہو۔

تو جب دعا کی قبولیت کو مقید فرمادیا گیا تو اب یہ سوال بھی ختم ہو گیا کہ بعض دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں۔ نیز اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت صمدیت کا بھی پہلو موجود ہے کہ اس کی مرضی ہے قبول کرے یا نہ کرے بندے کو کیا حق ہے کہ بندہ ہو کر ذہن میں ایسا تصور بھی لائے بندے کو تو چاہیے اپنی مرضی اس کی رضا پر قربان کر دے حضرت سلطان العارفین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

مرضئی مولیٰ از همه اولیٰ

سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے۔

بلکہ اہل اللہ تو کہتے ہیں کہ اگر وہ بچا کر راضی ہے تو ہم بچ کر راضی ہیں اور اگر وہ کٹا کر راضی ہے تو ہم خون کی ندیاں بہا کر راضی ہیں الحمدللہ علی کل حال ہر حال میں خدا کا شکر ہے۔



﴿۲۳﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم

اَنَا وَهُوَ هٰكَذَا وَ ضَمَّ اَصَابِعَهٗ

میں اور وہ (جس نے دو بچیوں کی پرورش کی قیامت کے دن) ایسے (آئیں گے)
اور اپنی انگلیوں کو ملا دیا
(رواہ مسلم)

اہل عرب بچیوں سے اتنی نفرت کرتے تھے کہ ان کے وجود کو برداشت نہ کرتے اور بچی کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیتے۔ جس کے گھر بچی پیدا ہوتی وہ راتو رات اس کو دفن کر دیتا اور اگر کسی کو خبر ہو جاتی کہ فلاں کے گھر بچی پیدا ہوئی ہے تو دوست احباب افسوس کرنے اس کے گھر جاتے کہ کوئی بات نہیں جو ہونا تھا ہو گیا۔ صبر کرو وغیرہ وغیرہ اور وہ بچی والا آگے سے جواب دیتا کہ میں اپنی پگ کو داغ نہیں لگنے دوں گا اور اس کو زندہ درگور کر کے دم لوں گا اور باقاعدہ بعض لوگ اس ظلم کو کاروبار کے طور پر اپنائے ہوئے تھے قرآن مجید میں چند جگہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس ظالمانہ رسم و رواج اور درندگی کی نشاندہی قرآن پاک میں فرمائی ہے۔

واذا بشر احدهم بالانثی ظل وجهه مسودا وهو کظیم یتواریٰ من القوم من سوء ما بشربه ایمسکه علی هون ام یدسه فی التراب الاساء ما یحکمون۔ (النحل)

اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری دی جاتی تو اس کا منہ (افسوس و صدمہ) سے کالا سیاہ ہو جاتا اور وہ غصہ پی جاتا۔ لوگوں سے چھپتا پھرتا اس خبر کی بُرائی کے سبب سے (پھر سوچتا) کیا اسے ذلت اٹھا کر زندہ رہنے دوں یا (عزت بچانے کے لئے) زندہ مٹی میں دفن کر دوں بہت ہی بُرا حکم لگاتے ہیں۔

ایک دوسرے مقام پہ ارشاد ربانی ہے۔

و اذا بشر احدھم بما ضرب للرحمن مثلا ظل وجھه مسودا وھو کظیم۔ (الزخرف)

اور جب ان میں سے کسی کو خبر سنائی جاتی اس (بچی) کی جو رحمٰن کے لئے ثابت کرتا تو دن بھر منہ سیاہ رہتا اور غم کھاتا رہتا۔

اور ظلم کی انتہاء یہ ہے کہ جس کا وجود اپنے لیے لعنت سمجھتے اللہ کے لئے اسی کو ثابت کرتے اور کہتے فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔ فرمان خداوندی ہے۔

و یجعلون للہ البنات سبحنه ولھم ما یشتھون۔ (النحل)

اور اللہ کے لئے بیٹیاں ثابت کرتے ہیں "پاکی ہے خدا کو" اور اپنے لیے وہ جو پسند کرتے ہیں (خدا کے لئے بیٹیاں اور اپنے لیے بیٹے)۔

اللہ تعالیٰ نے سوالیہ انداز میں ان کی اس ناانصافی کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا

اصطفی البنات علی البنین مالکم کیف تحکمون افلا تذکرون۔ (الصافات)

کیا اللہ نے اپنے لیے بیٹیاں پسند کیں بیٹے چھوڑ کر تمہیں کیا ہے کیسا حکم لگاتے ہو۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ خدا کے لیے بیٹے ثابت کیے جائیں جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام کو اللہ کا بیٹا کہا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پہ اس کی تردید فرمائی۔

وقالوا اتخذ اللہ ولدا سبحنه بل له ما فی السموت والارض کل له قانتون۔ (البقرہ)

اور کافروں نے کہا خدا نے اپنا بیٹا بنا رکھا ہے حالانکہ وہ پاک ہے (اس سے) بلکہ اس کی ملکیت ہے جو کچھ زمین و آسمان میں ہے سب اس کے حضور گردن جھکائے ہوئے ہیں۔

وقالوا اتخذ الرحمٰن ولدا سبحنه بل عباد مکرمون۔ (انبیاء)

اور کافروں نے کہا (فرشتے) خدا کی اولاد ہیں پاکی ہے اس کو بلکہ فرشتے تو اس کے عزت والے بندے ہیں۔

قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین۔ (القرآن)

فرمادیں اگر خدا کا بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے میں اس کی عبادت کرتا۔

قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں مسئلہ کی تنقیح کے بعد ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں جس میں اہل عرب کی اس صنف نازک کے ساتھ نفرت و دشمنی بھی سمجھ آئے گی اور انقلاب محمدی کی برکات کا بھی اندازہ ہوگا۔

دحیہ کلبی کا واقعہ

اگرچہ تمام سیرت نگاروں نے بعثت نبوی سے قبل عربوں کی حالت کے ضمن میں یہ واقعہ لکھا ہے اس کے علاوہ سنن دارمی کے اندر بھی پہلے صفحہ پر مذکور ہے تاہم تفسیر روح البیان میں علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ نے اور درۃ الناصحین میں علامہ عثمان بن حسن بن احمد علیہ الرحمۃ نے قدرے تفصیل سے لکھا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

ان دحیة الکلبی کان ملکا کافرا من العرب و کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یحب اسلامه۔

کہ دحیہ کلبی عرب کے کافروں میں سے بہت بڑا دولت مند شخص تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ایمان لانے کے بہت ہی خواہش مند تھے۔

کیوں کہ اس کے زیر اثر اس کے خاندان کے سات سو افراد تھے —— سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آرزو تھی کہ اگر دحیہ کلبی مسلمان ہوگیا تو اس کے خاندان کے سات سو افراد بھی حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں گے —— کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یدعوله و یقول اللھم ارزق الاسلام دحیة کلبی۔

اس بناء پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اسلام لانے کے لئے دعا فرماتے —— اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے —— "اے اللہ! دحیہ کلبی کو اسلام کی دولت

عطا کر دے۔

آخر آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوئی —— اور ہو بھی کیوں نہ جب کہ ہمارا نبیؑ وہ رسولؐ ہے جس کی ہر دُعا قبول ہے۔

فلما اراد الاسلام اوحی اللہ تعالیٰ الی النبی صلی اللہ علیه وسلم بعد صلوة الفجر یا محمد صلی اللہ علیه وسلم قذفت نور الایمان فی قلب دحیة الکلبی فهو یدخل علیک الان۔

پھر جب دحیہ کلبی نے حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے شہنشاہِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صبح کی نماز کے بعد وحی کی کہ —— اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے تمہاری دعا قبول کرتے ہوئے دحیہ کلبی کے دل میں نُورِ ایمان کی روشنی پیدا کر دی ہے اور وہ ابھی تمہاری خدمت میں حاضر ہونے والا ہے۔

فلما دخل دحیة الکلبی المسجد رفع النبی صلی اللہ علیه وسلم رداءہ عن ظهره و بسط علی الارض و اشارا الی ردائه ——

پس جب دحیہ کلبی مسجد نبوی میں داخل ہوا تو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک کندھے سے اتار دی —— زمین پر بچھا دی اور دحیہ کلبی کو اس پر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔

دحیہ کلبی نے صاحب خلقِ عظیم کا حُسنِ اخلاق دیکھا —— بکی و رفع رداءہ و قبله و وضعه علی راسه و عینه —— تو وہ رونے لگا۔ اور چادر مبارک کو اُٹھا کر اسے بوسہ دیا اور آنکھوں پر لگائی اور اپنے سر پر رکھ لی اور عرض کیا —— یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ پر اسلام پیش کرو۔

فرمایا —— لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ۔

اسلام کے مقدس دامن میں آجانے کے بعد وہ پھر رونے لگا ——

رحمتِ دو عالمؐ نے پوچھا —— اب کیوں روتے ہو؟

عرض کیا —— الٰہی ارتکبت ذنوبا کبائر —— کہ میں نے بڑے بڑے گناہ کئے ہیں۔ اللہ سے پوچھیں ان گناہوں کا کفارا کیا ہے؟

ان امرنی ان اقتل نفسی اقتلها —— اگر مجھے حکم ہو کہ میں اپنی جان دے دوں۔ تو میں ان گناہوں کے کفارے میں اپنی جان بھی دے سکتا ہوں۔

نبی علیہ السلام نے پوچھا —— دحیہ کلبی تو نے کیا کیا گناہ کئے ہیں۔

عرض کی —— قتلت سبعین من بنات بیدی —— کہ میں اپنے ہاتھوں سے ستر (۷۰) لڑکیاں قتل کر چکا ہوں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بہت حیران ہوئے۔

فنزل جبریل علیه السلام فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قل لدحیة الکلبی و عزتی و جلالی انک لما قلت لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ غفرت لک کفرک ستین سنة ——

تو حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا —— یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ دحیہ کلبی کو کہہ دو کہ تیرے کلمہ پڑھنے اور حلقہ بگوش اسلام ہونے کے ساتھ ہی میں نے تیرے ساٹھ سال کے کُفر کے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم ہے۔

فبکیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم و اصحابه۔

پس رسُولِ اکرم اور ان کے وفادار صحابہ کرام بھی رونے لگے —— صلی اللہ علیہ وسلم۔

فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم قد غفرت لدحیة الکلبی قتل سبعین بناته بشهادة مرة واحدة فکیف لا تغفر للمؤمنین صغائرهم شهادة کثیرة۔

کہ میرے غفورٌ رحیم اللہ۔ تو نے دحیہ کلبی کے کبیرہ گناہ ایک بار کلمہ کی گواہی پر

بخش دیئے جو کہ ستر (۷۰) لڑکیوں کے قتل کرنے کی صورت میں تھے تو پھر میری امت کے صغیرہ گناہ تُو کیوں نہ بخشے گا۔ حالانکہ یہ کثرت سے کلمۂ طیبہ کی گواہی دیتی ہے۔ (تفسیر روح البیان ج ا ص ۱۲۴، درۃ الناصحین ص ۱۴۲)

بعض جگہ اتنا اضافہ بھی ہے (اور وہاں حضرت دحیہ کا نام نہیں ہے) کہ میرے اپنے ہاں بچی پیدا ہوئی (شاید یہ سفر پہ تھے مدت بعد آئے تو بچی چلنے پھرنے لگی) میں نے اسے بلایا وہ خوشی سے دوڑتی آئی میں اس کو لے گیا اور کنوئیں میں پھینک دیا وہ ابا ابا کہتی رہی۔ یہ سُن کر حضور علیہ السلام بہت روئے اور فرمایا دوبارہ بیان کرو اس نے پھر بیان کیا تو سرکار کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ (سیرت رسول عربی بحوالہ دارمی صفحہ نمبر ا)

انقلاب محمدی اور خواتین

دنیا کے مختلف ملکوں میں انقلاب آتے رہے لیکن انقلاب کے بعد بھی ظالمانہ نظام جوں کا توں چلتا رہا لیکن جو انقلاب اللہ کے رسول نے بپا کیا اس کی مثال نہیں ملتی صرف اسی صنف نازک کی بات کرتے ہیں کہ کہاں عرب کی یہ حالت کہ بیٹی پیدا ہونے پر ان کے گھروں میں قیامت کا سماں ہوتا اور اس کے وجود کو سب سے بڑی نحوست سمجھا جاتا پھر کہاں اپنی بیٹی سے اتنی نفرت اور انقلاب کے بعد کی حالت ملاحظہ فرمائیں۔

صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۱۰ پہ یہ حدیث موجود ہے کہ حضور علیہ السلام حدیبیہ کے اگلے سال عمرہ کرنے تشریف لاتے ہیں جب تین دن وہاں قیام کے بعد واپس تشریف لے جانے لگے تو حضرت حمزہ کی بیٹی آپ کو چمٹ گئی اور یا عم یا عم اے چچا اے چچا (حضرت حمزہ حضور علیہ السلام کے چچا بھی ہیں اور رضاعی بھائی بھی ہیں کیوں کہ انہوں نے بھی حضرت ثویبہ کا دودھ پیا ہے) مطلب یہ کہ ساتھ جانے کو اصرار کر رہی تھی حضرت علی آگے بڑھے فاخذ بیدھا اس کا ہاتھ پکڑا اور عرض کی حضور اس کو میرے حوالے کر دیں میں اس کی تربیت کروں گا اور پھر میری چچا زاد بہن بھی ہے حضرت جعفر نے عرض کیا حضور مجھے دے دیں میری چچا زاد بہن بھی ہے اور میرے نکاح میں اس کی خالہ ہے اُس جیسا کون اس کا خیال رکھے گا حضرت زید بن حارثہ نے عرض کیا حضور مجھے یہ سعادت عطا فرمائیں کیوں کہ اس کے باپ حضرت حمزہ کو مواخات مدینہ

کے موقع پر آپ نے میرا بھائی بنایا تھا لہٰذا میری بھتیجی لگی بچی تو حضور نے خالہ کے حوالے کر دی اور ان تینوں جانثاروں کو یوں خوش فرمادیا کہ حضرت علی کو فرمایا انت منی و انا منک اے علی! تو مجھ سے ہے میں تجھ سے ہوں حضرت جعفر کو فرمایا اشبھت خلقی و خلقی آپ تو تخلیق و عادات میں میرے مشابہ ہیں اور حضرت زید کو فرمایا انت اخونا و مولانا اے زید! تیری تو کیا ہی بات ہے تو ہمارا بھائی اور ہمارا پیارا ہے اور فرمایا بچی خالہ کے حوالے کر دی جائے کیوں کہ الخالۃ بمنزلۃ الام خالہ ماں کے قائم مقام ہوتی ہے۔

اس واقعہ کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ کہاں اپنی سگی بیٹی سے اتنی نفرت تھی جیسا کہ بیان ہوا اور کہاں دوسرے کی بچی سے اتنا پیار کہ ہر کوئی لینے کے لئے آگے بڑھ رہا ہے یہ انقلاب لانے کے لئے کوئی خون خرابا نہیں کرنا پڑا حالانکہ تاریخ گواہ ہے پہلی جنگ عظیم میں ایک کروڑ ستر لاکھ جانیں ضائع ہوئیں دوسری میں پانچ کروڑ انسان مارے گئے مگر کیا نتیجے میں کوئی پاکیزہ معاشرہ وجود میں آسکا؟ نہیں۔ عرب کے جو حالات تھے خوف تھا کہ ان حالات کو بدلنے کے لئے بہت نقصان ہوگا آپ حیران ہوں گے طبقات ابن سعد کے مطابق اٹھاسی چھوٹی بڑی جنگیں دس سال کی مدنی زندگی میں لڑی گئیں جن میں ۲۷ غزوات تھے جن میں خود حضور علیہ السلام نے شرکت فرمائی باقی سرایا تھے بعض میں باقاعدہ جنگ ہوئی اور بعض میں بغیر لڑائی کے مقصد حاصل ہوگیا۔ لیکن صرف ڈیڑھ سو ناپاک لوگوں کو قتل کرنا پڑا ان کے وجود سے اللہ کی زمین پاک ہوئی تو نہ صرف امن قائم ہوا بلکہ پورا زمانہ ہی خیر القرون بن گیا۔

ہزاروں سال کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی انسانیت کو قعرِ ظلمت سے نکال کر ہمدوش ثریا کر دیا۔ کہ ہندو بھی پکار اُٹھے

کس نے ذروں کو اُٹھایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا

آج کی عورت

کیا یہ ناشکری کی انتہاء نہیں ہے کہ جس نبی نے اتنے احسان کیے اس کی بات اسے اچھی نہیں لگتی صحیح فرمایا کہ عورت ناشکری ہوتی ہے ان کو میں نے جہنم میں زیادہ دیکھا خاوند اگر ستر سال خدمت کرے ایک دن اس کے پسند کی بات نہ ہو تو کہتی ہے جب سے آئی ہوں یہی حال

ہے ثویبہ نے ابولہب کو کائنات کے نجات دہندہ کی خوش خبری دی تو اس نے آزاد کر دیا۔ اسی دن سے اس سسکتی ہوئی صنف نازک کی غلامی کی زنجیریں پاش پاش ہوگئیں آج یہ اس نبی کے حکم کو نظر انداز کر رہی ہے شرم وحیاء کو بالائے طاق رکھ کر ہر بازار و شاہراہ پر بال لہراتی ہوئی سینہ ابھار کر چلتی ہے اور شانہ بشانہ ہونے کا نعرہ لگاتی ہے ان کی یہ آزادی اور شوخ چشمی خویش و اقارب کے لئے ذلت اور سوسائٹی کے لئے ہزاروں مسئلوں کا باعث ہے اس دختر نیک اختر کی زینت بال کٹانے بھنویں بنوانے میں، سر پہ آنچل اُڑانے میں نہیں بلکہ فاطمۃ الزہرا کی صحیح غلامی میں ہے، بیٹی کے سر پہ شفقت کا ہاتھ رکھو بیوی کو عصمت کی چادر پہناؤ ماں کے قدم چومو حضور علیہ السلام نے حاتم طائی کی بیٹی کے سر پہ چادر رکھ کر بتا دیا کہ اگر چہ کوئی کسی کی بچی ہو میں جیسے فاطمہ کا سر ننگا نہیں دیکھنا چاہتا ایسے ہی کسی اور بچی کا بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔ فرمایا ماں کو اطاعت کی نظر سے دیکھو بیوی کو حکومت کی نظر سے دیکھو اور باؤ صاحب ماں کو حکومت کی نظر سے دیکھتے ہیں بیوی کو اطاعت کی نظر سے جی حضور جی حضور سے بیوی کے سامنے کام چلاتے ہیں کیوں کہ ماں تو پرانے زمانے کی ہوتی ہے تو میاں ہوتا ہے میٹرک سے دو دفعہ فیل اور بیوی ایم اے پاس وہ انگلش میں گالیاں دیتی ہے یہ پنجابی میں معافی مانگتا ہے وہ کہتی ہے بیڈ فول، یہ کہتا ہے جی حضور۔ اس لیے بیوی کے سامنے منمناتے ہیں اور ماں کے سامنے ہنہناتے ہیں کچھ نہ پوچھو دوستو

ہوا مسموم ہوتی جا رہی ہے، فضا مغموم ہوتی جا رہی ہے
ستم ہے بنت مسلم کی نظر سے، حیا معدوم ہوتی جا رہی ہے

بیٹی کو بیوی کو بہن کو بے پردہ نکالو گے تو یزید خوش ہوگا شمر خوش ہوگا ابن زیاد بدنہاد خوش ہوگا اس کو پردے میں رکھو گے حسین خوش ہوگا فاطمہ خوش ہوگی مصطفیٰ اور خدا خوش ہوگا جو بچی بے پردہ پھرتی ہے وہ یزید کو خوش کر کے فاطمہ کی چادر کو داغدار کرنے کی کوشش کرتی ہے اور جو پردہ میں رہتی ہے وہ حسین کو خوش کر کے فاطمہ کی پاک چادر کی حفاظت کرتی ہے ہمیں ہاکی ٹیمیں عورتوں کی نہیں چاہئیں پوری ٹیم نہ ہو ایک ہو لیکن فاطمہ الزہراء کی غلام ہو۔ ہمارا حال یہ ہے بچہ وی سی آر کی جھنکار میں پلتا ہے سینماؤں کی فضاؤں میں پل کر کبھی اگر باپ کے ساتھ مسجد میں آجائے تو یہ تو پتہ نہیں ہوتا نماز کیا ہے کیوں کہ والدین نے عید ہی کبھی کبھی پڑھنی ہوتی ہے تو باپ جب رکوع میں جاتا ہے بیٹا روتا ہے کہ کہیں میرے باپ کو دردِ قلنج تو نہیں ہوگیا اللہ کا واسطہ گھر میں ماں، بہن اور

بیوی بیٹی سے نماز پڑھایا کرو اور مسجد میں خود پڑھا کرو تا کہ بچے کو پتہ چل جائے کہ یہ قلنج کا درد نہیں بلکہ سارے دردوں کی دوا ہے یہ مرض نہیں بلکہ شفا ہے۔

لطیفہ

اگر اولاد کی تربیت اسی طرح بے حیائی کے ماحول میں کرتے رہے تو وہی کچھ ہوگا جو ہو رہا ہے ایک عورت پیر صاحب کے پاس آئی تعویذ دو بیٹا بہت نافرمان ہوگیا ہے، بات نہیں مانتا، مجھ سے ذرا پیار نہیں کرتا بس بیوی کو ہی سب کچھ سمجھ رکھا ہے پیر صاحب نے پوچھا اس کو دودھ اپنا پلایا ہے کہ بوتل کا، جی بوتل کا انہوں نے کہا پھر وہ پیار تم سے کیسے کرے پیار بھی تو بوتل سے ہی کرے گا۔

فرق صاف ظاہر ہے

پہلے مائیں ناراض ہوتیں تو کہتیں میں تجھے دودھ نہیں معاف کروں گی آج کی ماں یہ کہہ ہی نہیں سکتی آگے سے بیٹا کہے گا میں نے تیرا پیا ہی کب ہے؟

دودھ تو ڈبے کا ہے تعلیم ہے سرکار کی

کاش عورت اپنے مقام کو پہچانتی اور مغرب کی نقالی کرنے کی بجائے اسلام کے دیے ہوئے مقام کو دیکھتی۔ آج یہ کس آزادی کی بات کرتی ہے اور کس کے اشاروں پر سڑکوں پہ آتی ہے انہی کے اشاروں پہ جو اس کی عصمت کے سب سے بڑے قاتل ہیں۔

کہتے ہیں بھیڑیوں نے دیکھا بہت ساری بکریاں حویلی میں بند ہیں انہوں نے احتجاجی جلوس نکالا کہ بکریوں کو آزادی دو بکریوں بھولیوں کو نہ سمجھ آئی کہ یہ کیوں ہمارے اتنے خیر خواہ بن گئے ہیں انہوں نے اندر احتجاج شروع کر دیا۔ مالک کو تو پتہ ہے اصل بات کیا ہے۔ جب ہمارا خالق و مالک عورت کو پردے کا حکم دیتا ہے اور یہی بات بے چارا مولوی کرتا ہے جس کی وجہ سے بنیاد پرست ہے جب کہ بابو جی احتجاج کرتے ہیں۔ آزادی دو آزادی دو اس بھولی کو سمجھ نہیں آرہی

زمیں آسمان کا فرق ہے مُلاں و بابو میں
کہ وہ بیوی کا شوہر ہے تو یہ بیوی کا خادم ہے

بچی پیدا ہوتی ہے تو اس کو پالنے پر جنت کی بشارت ملتی ہے۔ بیوی بنتی ہے تو گھر کی مالکہ ہوتی ہے مرد اپنا خون پسینہ اس کے قدموں میں رکھ دیتا ہے۔ اس کے فرزندوں نے پاکستان کی بنیادوں کو اپنے خون سے سجایا۔

عورت کی قبر پہ حضور (علیہ السلام) کی دُعا

اللہ کے نبی نے ایک عورت کی قبر پہ جا کر دعا مانگی جس کا جنازہ راتو رات صحابہ پڑھ آئے تھے حضور علیہ السلام کو اطلاع نہ دی کہ رات ہے آقا کو تکلیف ہوگی صبح حضور علیہ السلام نے پوچھا صحابہ کے عرض کرنے پر کہ ہم نے آپ کے آرام کی وجہ سے اطلاع نہیں دی۔ فرمایا مجھے اس کی قبر پہ لے چلو وہاں تشریف لے گئے قبر پہ جا کر نماز پڑھی اس سے پہلے یا بعد کسی قبر پہ نماز نہیں پڑھی صرف عورت کو یہ اعزاز دیا اور یہ حضور کا خاصہ تھا فرمایا ان ھذہ القبور مملوۃ ظلمۃ علی اھلہا و ان اللہ ینورھا لھم بصلوتی علیھم (بخاری ج ا ص ۶۵ وحاشیہ ۷)

فرمایا پورا قبرستان ظلمت سے بھرا ہوا تھا میں نے اس عورت پہ نماز پڑھی تو اللہ نے پورے قبرستان کو روشن کر دیا۔

بیٹی کے بارے پہلے باپ سے سوال ہوگا کہ تو نے اس کو کہاں تک دین دار بنایا ہے پھر بھائی سے پوچھا جائے گا معمولی باتوں پہ مارتا تھا کبھی کپڑے استری نہ ہوئے یا کبھی کھانا ٹائم پہ نہ ملا تو لڑائی شروع کر دی، کبھی نماز کے بارے میں بھی اپنی بہن کو ڈانٹا تھا کہ نہیں۔ پھر شادی ہوگئی تو خاوند سے سوال ہوگا۔ ایک عورت کی وجہ سے اتنے لوگ پکڑے جائیں گے۔ خدا معاف کرے پہلے اس نے برقعہ اتارا پھر دوپٹہ بھی اترا اب بال بھی اتر رہے ہیں اور آئندہ ہو سکتا ہے پورا لباس ہی اتار پھینکے یہ اس مغربی تعلیم کا ہی اثر ہے جو دینی تعلیم سے بے بہرہ ہو کر حاصل کی جاتی ہے۔ سکولوں کے اشتہارات چھپتے ہیں تو لکھا ہوتا ہے "بچیوں کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے" یہی وہ خصوصی توجہ ہے جو دن بدن فحاشی کی شکل میں ہمارے سامنے آ رہی ہے؟۔

عورت اور پردہ

یہ ایک ایسا مضمون ہے کہ میرے خیال میں اگر زندگی بھر بھی اس پہ لکھا جائے تو شاید نتیجہ صفر ہی ہو بخاری کی حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا پہلی اُمت میں ایک بدکارہ

عورت تھی اُس نے کنویں پہ کتا پیاسا دیکھا دوپٹہ اُتار کر جوتے کو ساتھ باندھ کر کنویں سے پانی نکال کر کتے کو پلایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نے کتے کی جان بچائی ہے میں تجھے جہنم سے بچا لیتا ہوں اس حدیث کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اُس زمانے کی بدکارہ عورت تھی لیکن سر پہ دوپٹہ وہ بھی رکھتی تھی آج کی شریف زادی کو کیا ہو گیا ہے ننگے سر بازار میں پھرتی ہے

انداز بیاں گرچہ کچھ شوخ نہیں ہے
شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

رابعہ عدویہ دن رات میں اتنی عبادت کرتیں کہ ہزار نفل پڑھ جاتیں اور فرمایا بخدا اس عبادت کی غرض ثواب نہیں بلکہ یہ ہے کہ قیامت کو حضور علیہ السلام فخر کریں گے کہ لوگو دیکھو! یہ میری امت کی ادنیٰ سی عورت ہے۔ رابعہ بصریہ نماز پڑھ رہی ہیں اور پاس بکریاں شیر اور بھیڑیے اکٹھے چر رہے ہیں، کسی نے پوچھا ان کی کب سے صلح ہوئی ہے کہا جب سے ہم نے اللہ سے صلح کر لی ہے، انہوں نے ہم سے صلح کر لی ہے۔ حضرت مریم کو اللہ نے ایک بار فرمایا یٰمریم اقنتی لربک الخ اتنا قیام کیا کہ پاؤں سے خون جاری ہونے لگا حضرت فاطمہ کا مشہور فرمان ہے کہ جب ایک رکعت میں رات ختم ہو جاتی تو دعا کرتیں مولا ایک رات تو اتنی لمبی بنا دے کہ تیرے نبی کی بیٹی دل کھول کر تیری عبادت کر لے یہی تو وجہ تھی کہ جو ایسی گود میں بچہ پلا تو سید الشہداء بن گیا ماں اچھی ہو تو بیٹا نیک بنتا ہے ماں بدمعاش ہو تو بیٹا عیاش بنتا ہے ماں لچی ہو تو بیٹا لفنگا بنتا ہے ماں فاطمہ ہو تو بیٹا حسین بنتا ہے اور پردہ اتنا کہ

بے اجازت ان کے گھر جبرئیل بھی آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر و شان اہل بیت

وہ عزرائیل کہ ماں کی جھولی سے بچہ لے جاتا ہے جو بغیر پوچھے بچوں کو یتیم اور ماں کو بیوہ کر جاتا ہے وہ فاطمہ کے در پہ آ کر تین دن تک اجازت لیتا رہا

جب کبھی غیرتِ نسواں کا خیال آتا ہے
فاطمۃ الزہراء تیرے پردے کا خیال آتا ہے

عبرت

میں نے ایک شخص کو دیکھا دو سیر گوشت کو لفافہ میں لپیٹ کر اوپر کپڑا ڈال کر بغل میں دبا کر آرہا ہے کہیں کوئی جانور اُچک نہ لے میں نے کہا تو دو سیر گوشت کو اتنی حفاظت سے لا رہا ہے کہیں کوئی اچک نہ لے اور یہاں دو دومن کی لاشیں بازاروں میں ننگے سر پھرتی ہیں ان کو کوئی نہ اچکے گا۔

اکبرالہٰ آبادی نے کیا خوب کہا

بے پردہ کل جو چند نظر آئیں بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو میں نے آپ کے پردے کو کیا ہوا
بولیں وہ ہنس کے عقل پہ مردوں کے پڑ گیا

سارے حقوق تو اس کو اسلام نے دے دیے فرمایا ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف جیسے مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں ایسے ہی عورتوں کے مردوں پر بھی۔ لیکن شریعت کا پرچار کرنے والوں کو ملاں کہہ کر ان کا مذاق اُڑایا جاتا ہے اور سرعام شریعت کی توہین کرنے والیوں کی حوصلہ افزائی ہو رہی ہے۔

حضرت آدم و حوا علیہما السلام نے دانہ گندم کھایا۔ جنتی لباس اُتار لیا گیا جب ننگے ہو گئے اور شیطان کا مقصد بھی یہی تھا لیبدی لهما ماوٗری عنهما من سو اتهما تا کہ وہ ظاہر کر دے اس کو جس کو انہوں نے چھپایا ہوا تھا۔ چنانچہ انہوں نے بھی سب سے پہلے پتوں کے ساتھ شرم گاہوں کو ہی ڈھانپا و طفقا یخصفٰن علیهما من ورق الجنة حالانکہ باقی اعضاء بھی چھپا سکتے تھے۔

معلوم ہوا بے پردگی کی تلقین کرنا شیطان کی فطرت ہے اور پردہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ جو عورتیں پردہ نہیں کرتیں وہ شیطان کو خوش کرنے کے ساتھ ساتھ فطرت کے خلاف بغاوت کی مرتکب بھی ہوتی ہیں۔ آج کل تو سیرت کانفرنسوں میں ننگے سر خطاب بھی کر رہی ہیں۔ ادھر ننگا سر ادھر سیرت کانفرنس۔ استغفراللہ عورت اگر بگڑے تو شیطان کی پسلی بنتی ہے سنور جائے تو رابعہ

بصری بنتی ہے کبھی آدم کو جنت سے نکلوا رہی ہے کبھی یوسف علیہ السلام پہ تہمت لگا رہی ہے کبھی لوط علیہ السلام کی قوم پہ عذاب نازل کروا رہی ہے اور سنورتی ہے تو کبھی گود میں عیسیٰ پل رہا ہے کبھی فاطمہ کے روپ میں جنت کی سرداری مل رہی ہے۔

پردہ عورت کی عزت ہے

عورت کی نماز مرد سے مختلف ہے پورا سر ڈھانپے، شلوار ٹخنوں سے بھی نیچے رکھے سجدہ میں زمین سے لپٹ کر سجدہ کرے، کیوں کہ اس میں پردہ زیادہ ہے فرمایا جا رہا ہے جب تم نے میری بارگاہ میں آنا ہو تو اتنا پردہ کرنے کا تم کو حکم دے رہا ہوں جہاں کوئی خطرہ نہیں تو دفتروں میں تم بے پردہ کیسے جاسکتی ہو، جہاں تمہاری تاک میں ہزاروں بھیڑیئے بیٹھے ہوتے ہیں۔

جب عورت مرتی ہے تو مرد کو تین کپڑے پہنائے جاتے ہیں عورت کو پانچ، کیوں کہ فرشتوں سے گفتگو کرنی ہے اے عورت! اللہ نے تیرا کتنا مقام بنایا ہے کہ فرشتے جو کہ شہوت سے پاک ہیں تو نے ان سے کلام کرنی ہو تو اللہ تجھے فرماتا ہے سر ننگا کر کے نہ آ اور تو مردوں کے جلسہ میں ننگے سر تقریر کر رہی ہے میں کہتا ہوں ایسے مرد نہ مرد ہیں نہ ایسی عورتیں عورتیں ہیں بلکہ یہ انسان کی عظمت کی پاک چادر پہ بدنما داغ ہیں جس کو حرف غلط کی طرح مٹا دینا چاہیے

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی۔ تہذیب کے انڈے ہیں گندے

کسی نے کیا خوب کہا کہ

رہ گئی رسم اذاں روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

شریعت نے گناہوں کے اسباب سے کیوں روکا ہے؟

شریعت فقط یہ نہیں کہ گناہوں سے ہی روکتی ہے اور اس کے ارتکاب پہ سزا دیتی ہے بلکہ اُن تمام اسباب پہ بھی پابندی لگاتی ہے، جو گناہوں کا ذریعہ بنتے ہیں تا کہ راستہ ہی بند ہو جائے گناہوں کا۔ نفس کو جوش دلانے والے اور جذباتِ شہوت کو ابھارنے والے اسباب سے نہ روکنا اور پھر توقع رکھنا کہ ہم اپنے قانون کی قوت سے لوگوں کو برائی سے بچا لیں گے یہ تو حماقت

ہے ایسا آدمی برائی کا حامی ہوتا ہے زبان پہ دل کی بات نہیں کرتا عورتوں کا مردوں سے مذاق کرنا، ہاتھ ملانا اکٹھے دفاتر اور اسکول بنا کر یہ کہنا کہ دیکھو بُرائی کرو گے تو سزا ہو گی یہ تو قوم کے ساتھ مذاق ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم چھ باتوں کا میرے ساتھ وعدہ کرو تو میں تم سے جنت میں لے جانے کا وعدہ کرتا ہوں۔ جھوٹ نہ بولو۔ خیانت نہ کرو۔ وعدہ پورا کرو۔ نظریں نیچی رکھو۔ شرم گاہ کی حفاظت کرو۔ ہاتھوں کو روکے رکھو۔ صرف پہلی نظر جو قدرتی عورت کی مرد پہ اور مرد کی عورت پہ پڑ جائے معاف ہے پھر اس کے بعد حرام، اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلی ہی اتنی لمبی کر دو کہ سورج غروب ہو جائے اللہ والوں کی تو نشانی یہ ہے وعباد الرحمن الذین الخ اور اللہ نے جہاں عورتوں کو فرمایا و قل للمؤمنت الخ اس سے پہلے مردوں کو حکم دیا قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم۔ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم نابینا صحابی حضور علیہ السلام کے ساتھ تھے، حضور علیہ السلام کی چند بیویاں آئیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا پردہ کرو حالانکہ و ازواجہ امہتہم اور پھر اس بیٹے سے پردہ کرے؟ انہوں نے عرض کیا آقا یہ تو اندھا ہے فرمایا تم تو اندھی نہیں ہو اس دن سے پھر اتنا اثر ہوا کہ حضرت عائشہ حضور علیہ السلام کے روضے میں بھی جاتیں تو پردہ کر کے جاتیں اور کہتیں مجھے عمر سے حیاء آتی ہے فرمایا و لا یضربن بار جلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن بتاؤ اس پہ عمل ہو رہا ہے؟ بازاروں میں عطر پھینک کر ایڑی مار کر دوڑتی ہیں جیسے مال روڈ پہ ارجن ٹرانسپورٹ دوڑتی ہے فرمایا عورت بلند آواز سے قرآن نہ پڑھے جماعت اذان نہیں پڑھ سکتی تا کہ کوئی اس کی آواز نہ سُن لے تو جب اونچی آواز سے قرآن نہیں پڑھ سکتی تو قومی اسمبلی میں تقریر کیسے کر سکتی ہے فرمایا محبوب مومن عورتوں کو حکم کریں کہ پردہ کر کے باہر نکلیں اب جو مومن ہے اس کو تو اپنے نبی کی بات مان لینی چاہیے۔ بنو تمیم کی چند عورتیں حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس باریک لباس پہن کر آئیں جیسے آج کل ہوتا ہے کہ جب مولوی زیادہ زور لگائیں تو حکومت کہتی ہے اب پردہ کر کے خبریں پڑھا کریں گی اور وہ پردہ کیا ہوتا ہے آدھا سر تو ویسے ہی ننگا اور باقی آدھے پہ باریک دوپٹہ جس سے ایک ایک بال نظر آتا ہے آپ نے فرمایا ان کُنتن مومنات فلیس ھذا بلباس المؤمنات و ان کنتن غیر مومنات فمتعھن "اگر تم ایماندار ہو تو یہ لباس ایمان والوں کا نہیں اور اگر ایماندار نہیں ہو تو تمہاری مرضی" اسلام مسلمان کی بچی کو بال کٹانے کی غلط لباس پہننے کی اجازت نہیں دیتا حضور نے لعنت فرمائی ایسی

عورتوں پہ جو مردوں کا سا لباس پہنتی ہیں اور ایسے مردوں پہ جو عورتوں کا سا لباس پہنتے ہیں۔ پتہ نہیں چلتا عورت جا رہی ہے کہ مرد جا رہے ہیں فرمایا جو عورت مردوں کے سامنے زینت کا اظہار کرتی ہے لا یدخلن الجنۃ و لا یجدن ریحھا وہ نہ جنت میں داخل ہو سکے گی اور نہ جنت کی خوشبو سونگھ سکے گی۔ قرآن کہتا ہے انتم الا علون ان کنتم مؤمنین اللہ تعالیٰ قیامت تک کے لئے پوری امت اسلامیہ کو فرما رہا ہے بلند تم ہی رہو گے مگر شرط یہ ہے کہ بندے بن جاؤ فادخلی فی عبادی و ادخلی جنتی معلوم ہوا جب بھی ہمیں شکست ہوئی اُس کے کرم میں شک نہیں خامی ہم میں ہی تھی کیوں کہ وہ تو فرماتا ہے مومن بن جاؤ فتح ونصرت تمہارے قدم چومے گی۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم مومن تھے تو ہمارے گھر جہاں مجاہد پیدا ہوتے تھے وہاں غوث اور قطب بھی پیدا ہوتے تھے آج ہم مجاہدوں سے بھی خالی ہیں اور قطب اور غوث سے بھی، لوگ ہم سے سوال کرتے ہیں ولی آج کل نظر نہیں آتے ہم کہتے ہیں ولی اور مجاہد پیدا کرنے والے والدین نظر نہیں آتے وہ مائیں جو بچوں کو دودھ پلاتے وقت قرآن کی لوری دیتی تھی تو بچہ غوث بن جاتا تھا بچہ پیٹ میں ہے، چکی پیس رہی ہیں قرآن پڑھ رہی ہیں تو بچہ پیدا ہوتے ہی پندرہ پاروں کا حافظ ہوتا ہے ایسی مائیں کہاں سے آئیں۔

غیرت کا جنازہ

آج گھر گھر میں فلمیں فحش گانے بیٹی کالج سے آتی ہے ساتھ غیروں کو لے کر ایک کمرے میں بیٹھ کر چائے پیتے ہیں باپ بھولے سے اگر آ جائے تو کہتی ہیں کیسی بدتمیزی ہے ابو ہم بات کر رہے تھے وہ Sorry سوری کرتا واپس چلا جاتا ہے ایسے گھر سے ولی بننے کی توقع ہو سکتی ہے جہاں سے شرافت کا جنازہ ہی نکال دیا گیا ہو

معدن زر معدنِ فولاد بن سکتی نہیں
بے ادب ماں با ادب اولاد جن سکتی نہیں

ہر قوم اپنی صورت سے پہچانی جاتی ہے سکھ ہو یا انگریز یا کوئی بھی غیر مسلم اگر نہیں پہچانے جاتے تو مسلمان، مرد بال بڑھا رہے ہیں عورتیں کٹا رہی ہیں۔ بڑی کو ماں کہہ کر چھوٹی کو بہن کہہ کر ادب سے عرض کرتا ہوں کہ کیا تمہارے بال اتنے گندے تو نہیں کہ گلیوں میں اور گندے نالوں میں اور لوگوں کے پاؤں میں روندے جائیں بلکہ یہ تو اس قابل ہیں کہ ان پہ کسی

ناپاک کی نظر بھی نہ پڑے

غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ و دو میں
پہناتی ہے درویشوں کو تاج شہنشاہی

میں سوئے بازار سے گذرا سونے کی دُکانوں کو لوہے کے تالے لگائے جا رہے تھے میں نے حیران ہو کر سوال کیا دُکان سونے کی اور تالا لوہے کا یہ تو سونے چاندی کی توہین ہے وہ کہنے لگا مولوی صاحب سونا سونے کی حفاظت نہیں کر سکتا اگر تالا بھی سونے کا ہوگا تو چور کہیں گے اندر جانے کی کیا ضرورت ہے باہر ہی کام بن گیا ہے اندر سونا ہوتا ہے باہر لوہا پہرہ دیتا ہے سنو عورت انسانیت کا سونا ہے تو مرد فولاد ہے سونا باہر نکال کر لوہا اندر رکھو گے تو کوئی اگر اُٹھا کر لے گیا تو ماتم نہ کرنا ورنہ اس کو وہاں رکھو جہاں اس کا مقام ہے سونے کو لوہے کی طرح باہر بھیجنے والو تم سونے کی قدر سے اندھے ہو اپنی ماؤں بہنوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح پھرانے والو تم ان کی عزت کے محافظ نہیں بلکہ قاتل ہو آج کل کہا جا رہا ہے کہ مولوی عورت کو لفافے میں بند کرنا چاہتے ہیں اسلام نے اتنی تنگی نہیں کی مولوی تنگ نظر ہے ہم کہتے ہیں اگر اسلام نے اتنی تنگی نہیں کی تو اتنا آوارہ بھی نہیں چھوڑا کہ جو چاہو کرتے رہو کون کہتا ہے لفافے میں بند کرو تعلیم دلاؤ کام کراؤ لیکن مخلوط نہ کرواؤ ان کی درس گاہیں علیحدہ ہوں ان کے محکمے علیحدہ علیحدہ ہوں سکول جائیں تو حفاظت کا انتظام ہو وقار کے ساتھ تعلیم سیکھیں تاکہ کوئی بے غیرت کسی کی عزت پہ حملہ نہ کر سکے لیکن یہاں تو تیار ہو کر باہر آتی ہے کوئی اگر توجہ نہ کرے تو واپس جا کر سوچتی ہے کہ مجھ میں کون سی خامی رہ گئی ہے کہ کسی نے توجہ ہی نہیں کی لاکھوں روپے کا باہر سے میک اپ کا سامان آتا ہے۔

علامہ اقبال کی عورت کو نصیحت

اسی لیے تو اقبال رو دیا دختران اسلام کو خطاب کرتا ہوا کہتا ہے

اگر پندے ز درویشے پذیری ہزار امت بمیرد تو نہ میری
بتولے باش پنہاں شو ازیں عصر کہ در آغوش شبیرے بگیری

لیکن ان سے عمل کی امید کیا ہو سکتی ہے یہاں تو حال یہ ہے

ادھر واقف رہی شب بھر کلب میں
ادھر صاحب رہے گھر میں اکیلے
وہی لڑکی مہذب آج کل ہے
جو دیکھے کھیل اور پولو بھی کھیلے

اسرارِ خودی میں اقبال کہتا ہے بلکہ حدیث میں یہ واقعہ ہے جب حاتم طائی کی لڑکی قیدیوں میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئی ابھی کلمہ نہیں پڑھا اور حالت کیا ہے۔

پائے در زنجیر وہم بے پردہ بود گردن از شرم و حیا خم کردہ بود

پاؤں میں زنجیر ہیں اور بے پردہ ہے لیکن گردن شرم و حیا سے جھکی ہوئی ہے۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ مزمل کی کملی لے لو اس کا سر ڈھانپ دو اس کا باپ بڑا سخی تھا وہ ایمان نہیں لائی اور شرم و حیاء سے گردن خم ہے ہماری مسلمان مائیں بہنیں بازاروں میں ایسے جاتی ہیں گویا پہلوان جا رہا ہے ہم قرآن پڑھتے ہیں کہ اللہ کا حکم ہے پردہ کرو تو وہ کہتی ہیں

پردہ نہیں جب کوئی خدا سے بندوں سے پردہ کرنا کیا

تو پھر اکبر نے ٹھیک ہی کہا؟

کیا کریں گی کالجوں میں سائنس پڑھ کر بیبیاں
بیبیاں شوہر بنیں گی اور شوہر بیبیاں

اللہ نے ہر جگہ مرد کو عورت سے پہلے رکھا الرجال قوامون علی النساء. ما کان لمومن و لا مومنہ...... لیکن زنا کے بیان میں عورت کو پہلے رکھا الزانیہ و الزانی تاکہ محتاط رہے کہ اس کام میں زیادہ ہاتھ اس کا ہوتا ہے فرمایا یہ ناقصات العقل ہوتی ہیں لیکن بڑوں بڑوں کی عقل مار دیتی ہیں وہ بھی ان کے ساتھ ہو کر کہنے لگتے ہیں کہ مولوی عورت پہ پردہ کی پابندی لگا کر لفافہ میں بند کرنا چاہتے ہیں۔ ظالمو! تم ان کا پردہ چاک کرنا چاہتے ہو؟ حضور علیہ السلام کے دور میں عورتیں عید پڑھنے گئیں تو ایک نے عرض کیا آقا جس کے پاس چادر نہ ہو وہ ننگے سر آ جائے فرمایا نہیں کسی سے مانگ لے ننگے سر نہ آئے مشکوٰۃ ص ۱۲۰ ان کے صندوق بھرے ہوئے ہیں پھر بھی ننگے سر، قرآن میں حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیوں کا ذکر ہے ولما ورد ماء مدین

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں گئے تو آپ نے پوچھا ما خطبکما تو انہوں نے کہا و ابونا شیخ کبیر سوال ہے ما خطبکما اور جواب ہے باپ بوڑھا ہے مطلب یہ کہ عورت کا کام کیا باہر آنا ہے ہم تو مجبور ہیں باپ بوڑھا ہے اس لیے آئی ہیں اور یہاں باپ لے کر آتا ہے بیٹی گاڑی چلاتی ہے۔ ماں عائشہ وہ ہے کہ حضرت عمر کی قبر سے حیاء کر رہی ہے اور بیٹی زندوں سے نہیں کرتی یعنی ماں مزار والوں سے پردہ کر رہی ہے اور بیٹی بازار والوں سے پردہ نہیں کرتی۔

پردہ کے بارے میں چند واقعات

نمبر۱۔ سرسید اگر چہ عقائد کے لحاظ سے کیسا ہی تھا مگر پردے کے متعلق بڑا سخت تھا علی گڑھ کالج قائم ہوا تو یوپی کا گورنر اپنی بیوی کو لے کر دیکھنے آیا اور سرسید کو پیغام بھیجا کہ میں بمعہ بیوی تمہاری بہو محمودہ بیگم سے ملنا چاہتا ہوں تو سرسید نے جواب دیا کہ میری بہو پردہ نشین ہے اور اسلام غیر مسلم بے پردہ خواتین سے ملاقات کی اجازت نہیں دیتا اس لیے میری بہو گورنر کی بیوی کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے معذرت خواہ ہے۔

(ماہنامہ بتول بحوالہ رضائے مصطفیٰ فروری 1985ء)

نمبر۲۔ سر محمد شفیع کے ہاں علامہ اقبال بمعہ فیملی مدعو تھے لیکن وہاں اکیلے گئے سر نے کہا بیوی نہیں لائے جواب میں کہا وہ پردہ نشیں ہے سر نے کہا کہ زنانے میں بیٹھ جاتیں تو فرمایا بے پردہ گھروں کے زنانے بھی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ (بحوالہ مذکورہ)

نمبر۳۔ کسی نے اقبال سے پردے کے متعلق پوچھا (مولویوں کے فتوؤں کو نہ مانو ان کے تو مانو جن کے ترانے پڑھتے ہو) تو جواب دیا عورتوں کو تو کیا آج کل کے لڑکوں کو بھی پردہ کرنا چاہیے کہ وہ عورتوں کی سی شکل بناتے ہیں۔ (بحوالہ مذکورہ)

نمبر۴۔ انگریز لارڈ ولنگڈن نے علامہ اقبال کو کہا کہ تم جنوبی امریکہ کا گورنر بن جاؤ من جملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ تمام سرکاری تقریبات میں بیگم اقبال بھی ساتھ رہے گی اقبال نے کہا میں تیری گورنری کی وجہ سے اپنے نبی کے حکم کو ترک کر دوں؟ کہا میں گنہ گار مسلمان ہوں اعمال کے لحاظ سے مجھ میں بہت غلطیاں ہیں لیکن اتنا بے غیرت نہیں ہوں کہ محض ایک سرکاری عہدے کے لئے اپنی بیوی کو بے پردہ کر دوں (بحوالہ مذکورہ)۔

سوچنے کی باتیں

طاقِ دل میں چراغ انگریزی سر کے اندر دماغ انگریزی
چال انگریزی ڈھال انگریزی جسم کا بال بال انگریزی
جسم ہندی میں جان انگریزی منہ کے اندر زبان انگریزی
چھِل رہا ہے گلا تو چھِل جائے لہجہ صاحب سے اپنا مل جائے

انگلستان سے ایک خاتون نے خط لکھا تھا کہ انگلستان پارلیمینٹ میں نوجوان نسل کے بگاڑ کا معاملہ زیر بحث آیا تو فیصلہ ہوا کہ یہ اصلاح مذہب کے بغیر ممکن نہیں اور ہمارا مذہب کافی نہیں دوسرے مذاہب کا مطالعہ کیا جائے اور خاص طور پہ پاکستان کا ذکر کیا۔ دیکھو! کافر ہم سے اصلاح طلب کر رہے ہیں اور ہم ان پہ مرے جا رہے ہیں۔ پردہ۔ نماز، زکوۃ، حج، طواف بھی عورت کے لئے نصف کرنے کے مطالبے ہو رہے ہیں اور یہ مطالبے کرنے والے زن مرید قسم کے مرد ہیں۔ جبھی اقبال کہتا ہے

پردہ آخر کس سے ہو جب مرد ہی زن ہو گئے

عورت اپنی عزت سمجھتی نہیں ہے لوگوں نے اس کو پاگل بنایا ہوا ہے، جوتا بیچنے والا جوتا بیچتا ہے مگر جوتوں میں عورت کی تصویر لگا رکھی ہے اور اس کو جوتا پہنایا ہوا ہے یہ سمجھ رہی ہے یہی عزت ہے اس سے پوچھیں، تو جوتا بیچتا ہے یہ تصویر کیسی؟ وہ کہتا ہے میں اس کا حُسن دکھا کر بیچتا ہوں یہ مظلوم نہیں تو اور کیا ہے اور یہ اس لیے ہے کہ یہ چراغ منزل تھی اس نے خود کو شمع محفل بنانا چاہا تو برباد ہوئی اقبال نے پکارا ادھر آ! تو کہاں جا رہی ہے اگر اپنی عزت بحال کرنا چاہتی ہے تو لوگ کہتے ہیں آگے چلو میں کہتا ہوں پیچھے چلو۔ اے میری بہن! یہ نہ دیکھ مغرب زدہ خاتون کدھر جاتی ہے یہ دیکھ فاطمہ کی رات کہاں گذرتی ہے اقبال کی بات مان اور چشم ہوش از اسوۂ زہرا مبند۔

ایک خبر ہے کہ بیوی نے خاوند کو ڈنڈے مار مار کر زخمی کر دیا ہے کہ اس نے چوڑیاں لے کر نہیں دیں کیوں نہ کرتی جب مرد نے آج کل عورت کو بے حجاب کر دیا تو پھر اس کو ڈنڈا پکڑنے میں کون سا حجاب ہے یہ آزادی ہے، عورت کو جو پردہ کا تحفہ دیا گیا مرد نے وہ چھین لیا تو پھر مرد چوڑیاں لا کر کیوں نہ دے بلکہ دو سیٹ لے کر آئے ایک عورت کے لئے اور ایک اپنے لیے

آئے ہیں دنیا میں ہم دو کام کرنے کے لئے
کچھ خدا سے اور کچھ بیوی سے ڈرنے کے لئے
عورتیں مردوں پہ ہیں اب حاکمات
فاعلات فاعلات فاعلات

پہلا شعر لق لق کا ہے دوسرا حق حق کا، (ماہ طیبہ ۶۸ء)۔

دل میں بیوی کے تمہارا ڈر نہیں
اے میاں نوکر ہے تو شوہر نہیں

ناشکری اچھی نہیں

آج کی عورت غلط راہ پہ چل رہی ہے۔ اپنی قبل اسلام کی حالت نہیں دیکھتی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے اندھے کو آنکھیں ملیں وہ دوسروں کو ڈبونے لگا یہی حال اس کا ہے کچھ اختیار ملا تو آپے سے باہر ہو گئی حیات الحیوان میں ہے عورت کا بال اگر پانی سے بار بار ٹکرائے تو پانی کا سانپ بن جاتا ہے۔ اگر عورت ننگے سر پھرے تو یہی بال جہنم میں سانپ بن کر اس کو ڈسیں گے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کا واقعہ مشہور ہے جب حضور علیہ السلام کی چادر اوڑھی تو بارش ہونے لگی رومی علیہ الرحمۃ نے نقل کیا اس سے ثابت ہوا وہ گھر میں رہ کر بھی پردہ کی پابند تھیں اور تم

روح میں تازگی نہیں قلب میں روشنی نہیں
عشق نبی اگر نہ ہو آدمی آدمی نہیں

عورتوں کے بارے میں نکات

آج بھی مسلمانوں میں بچی کی پیدائش پہ مبارک دینے کو معیوب سمجھا جاتا ہے بلکہ تسلیاں دی جاتی ہیں یہ وہی جہالت کا اثر ہے میرا عقیدہ ہے حضور کی بچی پیدا ہوئی تو فرشتوں نے مبارک دی ہو گی آج بھی جو اس کو نعمت سمجھ کر پالے گا کل اس کو فاطمہ زہراء کی چادر کا سایہ نصیب ہوگا۔ اگر منحوس ہوتی تو اللہ اپنے نبی کو چار نہ دیتا پھر بیٹے سارے فوت ہو گئے۔ بیٹیاں چاروں زندہ رہیں۔

ہماری عورتیں کہتی ہیں ہم جرنیل بنیں گی مورچے سنبھالیں گی خدارا اگر تم نے مورچے سنبھال لیے تو ہم پہلے جرنیلوں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے اسلام کی حدود کو ظالمانہ قرار دیتی ہو یہ کس نے نافذ کیں اور کس کو ظالم کہہ رہی ہو اگر ڈاکٹر کہے یہ ہاتھ کاٹ دو تو تم زندہ رہ سکتے ہو تو فوراً تیار ہو جاتی ہو اس کو ظالم نہیں کہتی اور اگر خدا فرمائے السارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما ۔ کہ چور کے ہاتھ کاٹو تب تمہارا ایمان اور معاشرہ پاکیزہ ہو سکتا ہے تو یہ حکم ظالمانہ ہو گیا؟ تمہارے ہی حقوق کے تحفظ کیلئے یہ حدود ہیں اگر ان پر عمل ہو جائے تو تمہاری چوری نہیں ہو گی، تمہاری عزت زانی کو کوڑے لگانے سے محفوظ ہو جائے گی مگر ڈاکٹر پہ اعتماد ہے اللہ پہ عدم اعتماد۔

آئرینا میڈمکس کو ہی پڑھ لیا ہوتا وہ کہتا ہے عورت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے قابل احترام تھی زندہ درگور ہونے والیوں کو جینے کا حق آپ نے دیا عورت کو وہ درجہ دیا جو آج کے جدید مغربی معاشروں میں بھی اس کو نہ مل سکا۔ (رسول اکرم کا وسیلہ جلیلہ۔ جسٹس الیاس ص ۳)

عورت و مردوں کو ایک دوسرے کی خوبیوں کو تسلیم کرنا چاہیے عموماً دور کے ڈھول سہانے لگتے ہیں اور خاوند بیوی اس قانون پر مضبوطی سے عمل پیرا ہیں۔

لطائف نسواں

نمبر۱۔ کسی عورت کا خاوند ولی تھا لیکن وہ نہیں مانتی تھی دوسروں کی باتیں کرتی تھی کہ فلاں بڑا ولی کامل ہے ایک دن اس کا خاوند اُڑتا ہوا اپنے گھر سے گذرا رات کو واپس آیا تو بولی تو بھی ولی بنا پھرتا ہے آج میں نے ایک ولی دیکھا ہے جو ہوا میں اُڑ رہا تھا انہوں نے کہا وہ میں ہی تو تھا بولی تبھی ٹیڑھا ہو کر اُڑ رہا تھا۔

نمبر۲۔ ہمیشہ اُلٹا چلنے والی عورت کو خاوند نے بھینس دریا میں ڈال کر کہا اس کی دم نہ پکڑنا اُس نے پکڑ لی اُس نے کہا چھوڑنا نہ اُس نے چھوڑ دی ڈوب گئی تو بھائیو اور بہنو! جب خاوند کی نافرمانی میں اتنا نقصان ہے تو خود سوچو اللہ اور رسول کی نافرمانی میں کتنے نقصان ہوں گے۔

آئے ہیں دنیا میں ہم دو کام کرنے کے لئے
کچھ خدا سے اور کچھ بیوی سے ڈرنے کے لئے
عورتیں مردوں پہ ہیں اب حاکمات
فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

پہلا شعر لق لق کا ہے دوسرا حق حق کا، (ماہ طیبہ ۶۸ء)

دل میں بیوی کے تمہارا ڈر نہیں
اے میاں نوکر ہے تو شوہر نہیں

ناشکری اچھی نہیں

آج کی عورت غلط راہ پہ چل رہی ہے۔ اپنی قبل اسلام کی حالت نہیں دیکھتی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے اندھے کو آنکھیں ملیں وہ دوسروں کو ڈبونے لگا یہی حال اس کا ہے کچھ اختیار ملا تو آپے سے باہر ہوگئی حیات الحیوان میں ہے عورت کا بال اگر پانی سے بار بار ٹکرائے تو پانی کا سانپ بن جاتا ہے۔ اگر عورت ننگے سر پھرے تو یہی بال جہنم میں سانپ بن کر اس کو ڈسیں گے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کا واقعہ مشہور ہے جب حضور علیہ السلام کی چادر اوڑھی تو بارش ہونے لگی رومی علیہ الرحمۃ نے نقل کیا اس سے ثابت ہوا وہ گھر میں رہ کر بھی پردہ کی پابند تھیں اور تم

روح میں تازگی نہیں قلب میں روشنی نہیں
عشق نبی اگر نہ ہو آدمی آدمی نہیں

عورتوں کے بارے میں نکات

❁—— آج بھی مسلمانوں میں بچی کی پیدائش پہ مبارک دینے کو معیوب سمجھا جاتا ہے بلکہ تسلیاں دی جاتی ہیں یہ وہی جہالت کا اثر ہے میرا عقیدہ ہے حضور کی بچی پیدا ہوئی تو فرشتوں نے مبارک دی ہوگی آج بھی جو اس کو نعمت سمجھ کر پالے گا کل اس کو فاطمہ زہراء کی چادر کا سایہ نصیب ہوگا۔ اگر منحوس ہوتی تو اللہ اپنے نبی کو چار نہ دیتا پھر بیٹے سارے فوت ہوگئے۔ بیٹیاں چاروں زندہ رہیں۔

❁—— ہماری عورتیں کہتی ہیں ہم جرنیل بنیں گی مورچے سنبھالیں گی خدارا اگر تم نے مورچے سنبھال لیے تو ہم پہلے جرنیلوں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے اسلام کی حدود کو ظالمانہ قرار دیتی ہو یہ کس نے نافذ کیں اور کس کو ظالم کہہ رہی ہو اگر ڈاکٹر کہے یہ ہاتھ کاٹ دو تو تم زندہ رہ سکتے ہو تو فوراً تیار ہو جاتی ہو اس کو ظالم نہیں کہتی اور اگر خدا فرمائے السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما۔ کہ چور کے ہاتھ کاٹو تب تمہارا ایمان اور معاشرہ پاکیزہ ہوسکتا ہے تو یہ حکم ظالمانہ ہوگیا؟ تمہارے ہی حقوق کے تحفظ کیلئے یہ حدود ہیں اگر ان پر عمل ہو جائے تو تمہاری چوری نہیں ہوگی، تمہاری عزت زانی کو کوڑے لگانے سے محفوظ ہو جائے گی مگر ڈاکٹر پہ اعتماد ہے اللہ پہ عدم اعتماد۔

❁—— آئرینا میڈمکس کو ہی پڑھ لیا ہوتا وہ کہتا ہے عورت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے قابل احترام تھی زندہ درگور ہونے والیوں کو جینے کا حق آپ نے دیا عورت کو وہ درجہ دیا جو آج کے جدید مغربی معاشروں میں بھی اس کو نہ مل سکا۔ (رسول اکرم کا وسیلہ جلیلہ۔ جسٹس الیاس ص ۳)

عورت و مردوں کو ایک دوسرے کی خوبیوں کو تسلیم کرنا چاہیے عموماً دور کے ڈھول سہانے لگتے ہیں اور خاوند بیوی اس قانون پر مضبوطی سے عمل پیرا ہیں۔

لطائف نسواں

نمبر ۱- کسی عورت کا خاوند ولی تھا لیکن وہ نہیں مانتی تھی دوسروں کی باتیں کرتی تھی کہ فلاں بڑا ولی کامل ہے ایک دن اس کا خاوند اُڑتا ہوا اپنے گھر سے گذرا رات کو واپس آیا تو بولی تو بھی ولی بنا پھرتا ہے آج میں نے ایک ولی دیکھا ہے جو ہوا میں اُڑ رہا تھا انہوں نے کہا وہ میں ہی تو تھا بولی تبھی ٹیڑھا ہو کر اُڑ رہا تھا۔

نمبر ۲- ہمیشہ اُلٹا چلنے والی عورت کو خاوند نے بھینس دریا میں ڈال کر کہا اس کی دم نہ پکڑنا اُس نے پکڑ لی اُس نے کہا چھوڑنا نہ اُس نے چھوڑ دی ڈوب گئی تو بھائیو اور بہنو! جب خاوند کی نافرمانی میں اتنا نقصان ہے تو خود سوچو اللہ اور رسول کی نافرمانی میں کتنے نقصان ہوں گے۔

آخری گذارش

وہ عورت جو غیر مردوں کے سامنے بے پردہ ہو کر جاتی ہے اور فیشن کرتی ہے خاوند کے لئے گندی مندی رہتی ہے اور غیروں کے سامنے دنیا جہان کا میک اپ کرتی ہے وہ اگر غیر شادی شدہ ہے تو شادی مانگتی ہے اور اگر شادی شدہ ہے تو اس کا خاوند یا نامرد ہے یا بے غیرت ہے۔ یہ میرا تجربہ ہے اور سو فیصد درست ہے لیکن یہ اس عورت کی بات کر رہا ہوں جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتی ہے اگر غیر مسلم ہے تو اس کے لئے تو یہ چیز باعثِ شرم ہونے کی بجائے عزت کی بات ہے۔ ایک دوست جو امریکہ میں رہتا ہے وہ بتا رہا تھا کہ عورتیں ٹی وی پر آ کر فخر یہ کہتی ہیں میں نے اس ہفتے اتنے مردوں سے انجوائے کیا۔

چند سال پہلے اخبارات میں آیا تھا کہ کسی یونیورسٹی میں چار لڑکیوں (طالبات) کی عزت چار لڑکوں نے پامال کی انتظامیہ نے پکڑ کر لڑکیوں کے والدین کو اطلاع کی کہ تمہارے ملزمان پکڑ لیے ہیں آ کے کاروائی کرلو والدین نے آ کر انتظامیہ کو ڈانٹا اور کہا آخر سارا دن پڑھتے ہیں انجوائے بھی تو کرنا ہوتا ہے ان حالات میں اس کے سوا اور کیا کہا جائے

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دُعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے



﴿٦٤﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا وَامْرَاَةٌ سَعْفَاءُ الْخَدَّيْنِ كَهَاتَيْنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

میں اور سیاہ رخسار والی عورت (بیوہ) قیامت کو ایسے ہوں گے
(دو انگلیوں کی طرح)

(ابوداؤد)

یزید بن زریع نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کیا (کہ اس طرح ساتھ ساتھ) وہ عورت جو اپنے خاوند سے الگ ہوگئی، عزت والی جمال والی تھی (بچوں کی دیکھ بھال میں اپنا خیال نہ رکھا۔ عزت و جمال جاتا رہا) اپنے آپ کو یتیموں پر روک رکھا حتیٰ کہ وہ جُدا ہو گئے یا مر گئے، یعنی بیوہ ہو گئی مگر دوسرا نکاح نہ کیا کہ کہیں بچوں کا مستقبل خراب نہ ہو۔ پتہ نہیں کس طرح کے حالات ہو جائیں گے۔ اس فرمان میں طلاق والی عورت بھی داخل ہے۔ جو کہ طلاق ہونے کے بعد حیادار ہو کر رہے جب کہ آگے نکاح کرنے پر کوئی اس سے تیار نہ ہوا جیسا کہ ہمارے ہاں بیوہ اور مطلقہ عورت سے نکاح کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔

ادھر حضور علیہ السلام نے مردوں کو بیوہ اور مطلقہ عورتوں سے نکاح کرنے کی ترغیب دلائی اور اس کے فضائل بیان فرمائے اور ادھر عورتوں کو تسلی دی کہ اگر آگے کوئی سبب نہ بن سکے تو صبر کر کے بیٹھے رہنا تمہارے لیے اس قدر اجر و ثواب کا باعث ہے کہ جنت میں میرے ساتھ ہوگی۔

اس خوش خبری میں وہ عورت بھی شامل ہے جن کا خاوند گم ہو جائے یا دیوانہ ہو جائے غرضیکہ کسی طرح بھی خاوند کی سرپرستی سے محروم ہو جائے تو اس اجر و ثواب کی مستحق ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دوسروں کو ہی ترغیب نہیں دی خود عمل کر کے بھی دکھایا۔صرف ایک کنواری عورت سے نکاح کیا باقی تمام ازواج مطہرات کوئی بیوہ کوئی مطلقہ تھی۔

تعدد ازواج پر اعتراضات کرنے والے ان حکمتوں کو نہیں سمجھ پاتے اور سرکار کی ذات بابرکات پر حملوں پر اتر آئے حالانکہ جب حضور پچیس سال کے تھے جوانی کا عالم تھا تو ایک چالیس سالہ بیوہ عورت سے نکاح فرمارہے ہیں۔جب کہ قریش مکہ یہ کہہ چکے تھے کہ عرب کی جس حسینہ سے نکاح کرنا چاہتے ہو ہم انتظام کردیتے ہیں مگر آپ نے اس پیش کش کو ٹھکرادیا۔اگر کوئی نفسانی خواہش ہوتی تو اس موقع سے ضرور فائدہ اُٹھاتے حالانکہ حضور علیہ السلام کو اللہ نے چالیس جنتی مردوں کی طاقت عطا کی ہوئی تھی اور ایک جنتی مرد میں سو افراد کی طاقت ہوتی ہے۔ (مراۃ۔مرقاۃ)

تعدد ازواج میں بے شمار حکمتیں ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جو زوجہ محترمہ جس قبیلہ سے آئی اس قبیلہ میں اس کے ذریعے اسلام کا نور پھیل گیا۔

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ

بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ

﴿۶۵﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا وَ هُوَ فِی الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ وَ قَرَنَ بَيْنَ اِصْبَعَيْهِ

میں اور وہ (یتیم کی کفالت کرنے والا) جنت میں اس طرح ہوں گے اور اپنی دونوں انگلیوں کو ملا دیا

(مشکوۃ ص ۴۲۳)

اس حدیث کو حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا ہے اور اس کا ماسبق یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو کسی یتیم کے سر پر (محبت سے) ہاتھ پھیرے۔جتنے بالوں کو ہاتھ سے مس کرے گا ہر بال کے بدلے کئی نیکیاں ملیں گی اور جو یتیم بچے یا بچی سے اچھا سلوک کرے میں اور وہ جنت میں دو انگلیوں کی طرح ہوں گے۔جب خالی ہاتھ پھیرنے کا یہ ثواب ہے تو مکمل کفالت کرنے کا، مال خرچ کرنے کا تعلیم و تربیت کرنے کا ثواب کس قدر زیادہ ہوگا۔

یتیم کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے متعلق بہت ساری احادیث ہیں نیز قرآن مجید میں خود اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو فرمایا۔

فاما الیتیم فلا تقھر (الضحیٰ) یتیم پر دباؤ نہ ڈالو یعنی اس سے پیار کرو کیوں کہ حضور بھی یتیم پیدا ہوئے تو فرمایا جب کوئی یتیم تیرے پاس آئے تو محبوب اپنی یتیمی یاد کرلیا کر کیوں کہ تجھے یتیمی کی حالت میں خدا نے نوازا، لہٰذا تو اس کو نواز کر ھل جزاء الاحسان الا الاحسان پر عمل کر۔

حدیث شریف میں ہے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا مسلمانوں کے گھروں میں سے بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ اچھا سلوک ہو اور بد

ترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ بُرا سلوک کیا جائے۔ (ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو کسی یتیم کو اپنے کھانے پینے میں شامل کرے گا (گھر میں پالے یا یتیم خانے میں خرچہ دیتا رہے) تو اللہ اس کے لئے جنت یقینی طور پر لازم فرما دیتا ہے مگر یہ کہ کوئی ایسا گناہ کرے جو قابل بخشش نہ ہو (کفر و شرک) اور جو تین بیٹیاں یا تین بہنوں کی پرورش کرے کہ انہیں ادب سکھائے، ان پر مہربانی کرے حتی کہ اللہ انہیں بے نیاز کر دے تو اللہ اس کے لئے جنت واجب کر دیتا ہے۔

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر دو کی کفالت کرے فرمایا اس کو بھی اسی طرح اجر ملے گا راوی کہتے ہیں اگر کوئی یہ کہتا کہ یا رسول اللہ! اگر ایک کی پرورش کرے تو آپ فرما دیتے ایک کو بھی یہی اجر ملتا اور اللہ تعالیٰ جس کی دو پیاری چیزیں لے لے یعنی آنکھیں، تو اللہ تعالیٰ ان کے بدلے اس کو بھی جنت عطا فرمائے گا۔ مشکوۃ ص ۵۶۴

؎ یتیم ہو کے یتیموں کو پالنے والے



﴿۲۲﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا وَ كَافِلُ الْيَتِيمِ لَهُ وَ لِغَيْرِهِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَ أَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَ فَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا

میں اور یتیم کا پالنے والا خواہ وہ یتیم اس کا اپنا ہو یا کسی اور کا، جنت میں اسی طرح ہوں گے جس طرح کلمہ کی انگلی اور درمیان والی اور ان (دو انگلیوں) کے درمیان کچھ فاصلہ کیا

(رواہ البخاری)

یتیم وہ نابالغ بچہ ہے جس کا والد فوت ہو جائے خواہ لڑکی ہو یا لڑکا اور جانوروں میں یتیم وہ چھوٹا بچہ ہے جس کی ماں فوت ہو جائے اور موتیوں میں اس موتی کو دُرِ یتیم کہتے ہیں جو اپنی سیپ میں اکیلا ہو۔ یہاں یتیم سے مراد انسان کا بچہ یا بچی ہے۔

اگرچہ مذکورہ چار احادیث میں مطلقہ یا بیوہ عورت اور یتیم بچہ اور بچی کو پالنے کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے اور اس کتاب میں ان احادیث کو لانا تھا جس میں حضور علیہ السلام نے انا کے لفظ کے ساتھ خود اپنی تعریف فرمائی لیکن اگر آپ غور فرمائیں گے تو کسی گرے ہوئے انسان کو عزت دینے والا اس کو عزت بعد میں دے گا اس عمل سے پہلے اس کی اپنی عزت ظاہر ہو گی حضور علیہ السلام نے بے سہارا لوگوں کو سہارا عطا فرمایا تو یہ آپ کا بڑا پن ہے اور حقیقت میں بڑا وہی ہوتا ہے جو عاجزی کی وجہ سے اپنے آپ کو بڑا نہ کہے اور دنیا کی نگاہوں میں بڑا ہو بلا تشبیہ یوں سمجھیں ایک بڑا آدمی ہے کوئی غریب اس کے پاس کام کے سلسلہ میں جاتا ہے وہ بڑا آدمی نہ سلام کا جواب دیتا ہے نہ حال پوچھتا ہے نہ بٹھاتا ہے اور کام کر دیتا ہے کوئی شخص اس غریب سے پوچھے

کہ بتا اس کو کیسا پایا تو وہ کہے گا بھی کام تو اس نے کر دیا لیکن بڑا آدمی تھا، نہ سلام کا جواب دیا نہ حال چال پوچھا۔

اب اگلے دن وہ غریب پہلے سے بھی دس گنا بڑے آدمی کے پاس جائے وہ ہنس کر بولے بھی سلام کا جواب بھی دے بیٹھک کا دروازہ کھول کر بٹھائے اور چائے بسکٹ بھی پیش کرے اور کام بھی کر دے، ساتھ یہ بھی کہے میں آپ کا خادم ہوں کوئی حکم ہو تو مجھے بتایا کریں تو حقیقت میں بڑا دوسرا ہوا نہ کہ پہلا۔

حضور علیہ السلام نے بھی گرے پڑے لوگوں کو پیار عطا فرمایا عزت عطا کی۔

مدینہ شریف میں ایک عورت دیوانی مشہور تھی کوئی اس کو منہ نہ لگاتا مگر حضور علیہ السلام کو صحابہ کرام کی مجلس سے اُٹھا کر لے جاتی اور دیر تک باتیں کرتی رہتی جب زیادہ دیر ہو جاتی تو خود ہی محسوس کرتی کہ حضور کہیں اُکتا نہ گئے ہوں سرکار اس کا ذہن بھانپ لیتے اور فرماتے تو مدینہ کی جس گلی میں چاہے مجھے لے جا میں تیری ہر بات سننے کو تیار ہوں۔ سرکار جانتے تھے اگر میں بھی اس کی نہیں سنوں گا تو پھر کون سنے گا۔ میں نے بھی دھکا دے دیا تو کس دروازے پر جائے گی۔ اس لیے فرمایا فاما الیتیم فلا تقہر و اما السائل فلا تنہر ۔ اسی موضوع کی ایک حدیث آ رہی ہے پڑھیے اور ایمان تازہ کیجیے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین

﴿۶۷﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا ابْنُ امْرَاَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ كَانَتْ تَاْكُلُ الْقَدِيْدَ

میں اس قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو خشک بڑا گوشت کھا لیتی تھی

(البدایہ والنہایہ، ۴: ۲۹۳)

اس حدیث کو پڑھ کر عجیب سی لذت محسوس ہوتی ہے کہ اس میں عاجزی وانکساری کی انتہا ہے اور اس عاجزی کے نتیجے میں رفعہ اللہ کا جلوہ بھی ہے اس کا پس منظر یہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر ایک شخص جس نے حضور علیہ السلام کی عظمت و شان بھی سُن رکھی ہوگی اور کفار مکہ کے حضور علیہ السلام کے ظلم و ستم اور اس کے بعد مکہ سے حضور علیہ السلام کا ہجرت کرنا بھی معلوم ہوگا اور پھر جب یہ سُنا کہ آج حضور فاتح بن کر مکہ میں تشریف لا رہے ہیں کسی دیہات سے چلا اور سرکار کی زیارت کو آیا۔ ہر بندے کی ذات وصفات کا دوسرے پہ اثر پڑتا ہے کوئی کم علم والا تقریر کر رہا ہو اوپر سے بڑا عالم آجائے تو اس کی بولتی بند ہو جاتی ہے اسی طرح حسن و جمال کا رعب، فضل و کمال کا اثر ایک فطرتی امر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی ذات میں ہر کمال درجے کا ودیعت فرمایا ہوا تھا۔ اب تو شرم وحیاء کا جنازہ نکل چکا ہے اور غیرت وحمیت کی قدریں پامال ہو چکی ہیں۔ جب لوگ بڑوں کا حیا کرتے تھے تو سُنا ہے بیٹا باپ کے سامنے سگریٹ پیتا تو کجا ریڈیو بھی نہیں سُنتا تھا۔ مذکور شخص پر دنیا کے بادشاہوں کے جلال کا ایک انجانا سا خوف طاری تھا بس حضور علیہ السلام اس کے سامنے تشریف لائے یکا یک اس کی نظر سرکار کے چہرے پر پڑی تو مارے خوف کے کانپنے لگا کہ یہ وہ ذات ہے جس نے کفار مکہ کا غرور خاک میں ملا دیا ہے اور آج وہی جو تیرہ سال تک ظلم کرتے رہے ان سے معافی کی بھیک مانگ رہے ہیں سرکار نے اس کی حالت دیکھی تو رحم آ گیا (کوئی ہم جیسا ہوتا تو مزید رعب ڈالنے کی کوشش کرتا اور اس کو عظمت و شان سمجھتا لیکن حقیقی عظمت یہی ہے جس کا حضور علیہ السلام نے اظہار فرمایا) فرمایا ھون علیک لست

بملک اے اعرابی! اپنے آپ کو سنبھال میں کوئی بادشاہ تھوڑا ہوں میں تو اس کا بیٹا ہوں جو بڑے گوشت کو خشک کر کے کھالیا کرتی تھی۔

تیری ہر ادا پہ ہے جاں فدا مجھے ہر ادا نے مزہ دیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہو گا شہا تیرا مثل نہیں ہے خدا کی قسم



﴿۶۸﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اَنَا حَجِيجُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

میں قیامت کے دن اس (مظلوم) کی طرف سے جھگڑوں گا

(سنن ابی داؤد ۲:۷۷)

اس فرمان میں ذمیوں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے اس جملہ سے پہلے حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

الا من ظلم معاهدا او انتقصه او كلفه فوق طاقته او اخذ منه شيئًا بغير طيب نفسه فانا حجيجه يوم القيمة.

خبردار! جس نے کسی (معاہد) ذمی پر ظلم کیا یا اس کے حق میں کمی کی یا اسے کسی ایسے کام کی تکلیف دی جو اس کی طاقت سے باہر ہو یا اس کی دلی رضامندی کے بغیر کوئی چیز اس سے لے لی تو بروز قیامت میں اس کی طرف سے جھگڑا کرنے والا ہوں گا۔

ایک حدیث میں فرمایا جس نے ذمی کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی۔ (طبرانی)

جب ہمارا دین غیر مسلموں کے حقوق کی اتنی پاسداری کرتا ہے تو جو مسلمان ایک دوسرے کے حقوق کا خیال نہیں کرتے ان سے اللہ و رسول کس قدر ناراض ہوتے ہوں گے اس ضمن میں حقوق العباد کے نہایت ہی وسیع موضوع کو اگر بیان کیا جائے تو والدین کے اولاد پر حقوق، اولاد کے والدین پر حقوق۔ زوجین کے ایک دوسرے پر حقوق۔ ہمسائیوں کے حقوق۔ عام مسلمانوں کے ایک دوسرے پر حقوق۔ چھوٹے کے بڑے پر حقوق بڑے کے چھوٹے پر حقوق یہ ایک نہایت ہی طویل سلسلہ ہے جس کو بیان کرنے سے طوالت ایک یقینی امر ہے صرف ایک

حدیث برکت کے لئے لکھی جاتی ہے۔

من لم یرحم صغیرنا و لم یؤقر کبیرنا فلیس منا.

جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کا احترام نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں

اس مختصر سے جملے سے حقوق العباد کی اہمیت و فرضیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اطلبوا العلم من المهد الی اللحد

(الحدیث)

علم حاصل کرو گود سے لے کر گور (قبر) تک

﴿۶۹﴾

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

اَنَا النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ الصَّادِقُ الزَّکِیُّ

میں اللہ کا سچا نبی امی پاکیزگی والا ہوں

(طبقات ابن سعد، ۱: ۳۳۴)

۹ھ کو بنو کلب قبیلے کے دو وفد حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے پہلا وفد دو افراد پر مشتمل تھا۔ ایک کا نام عاصم اور دوسرے کا نام عبد عمرو تھا حضور علیہ السلام نے ارکان وفد کو مخاطب کرتے ہوئے مذکورہ جملہ ارشاد فرمایا اور اس کے بعد فرمایا

والویل کل الویل لمن کذبنی و تولّٰی عنی و قاتلنی والخیر کل الخیر لمن اٰوانی و نصرنی و اٰمن بی و صدق قولی و جاهد معی.

مکمل خرابی ہے اس شخص کے لئے جس نے مجھ سے منہ موڑا اور مجھ سے جنگ کی اور مکمل بھلائی ہے اس کے لئے جس نے میری مدد کی، مجھ پر ایمان لایا، میری تصدیق کی اور میرے ساتھ مل کر جہاد کیا۔

حضور علیہ السلام کا اسلوب تبلیغ اور طریقہ دعوت اس قدر سادہ اور دلکش تھا کہ زبان مبارک سے جو بات نکلتی دل و دماغ میں ایمان کے چراغ روشن کرتی جاتی، جب وفد کے ارکان نے یہ پیاری گفتگو سنی تو عرض کیا۔ "بیشک ہم آپ پر ایمان لائے اور آپکی تصدیق کرتے ہیں"۔

لفظِ اُمّی کا معنی و مفہوم

حضور علیہ السلام کے اسماء مبارکہ میں سے ایک نہایت ہی پیارا نام "اُمّی" بھی ہے چونکہ بعض لوگ جو عظمت رسالت سے بے خبر ہیں اس بابرکت لفظ کا معنی "ان پڑھ" کرتے ہیں اور پھر اس کی آڑ میں علم مصطفیٰ میں طعن کرتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ تھوڑی سی وضاحت کر

دی جائے۔

قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کا یہ اسم گرامی آیا ہے اور قرآن پاک نے تورات و انجیل کے اندر بھی اس نام پاک کی نشاندہی فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

الـذيـن يتبعـون الرسول النبی الامی الذی يجدونه مكتوبا عندهم فی التوراة والانجيل۔ (الاعراف)

وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے (یہود و نصاریٰ) اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔

(ترجمہ کنز الایمان از اعلیٰ حضرت)

امام الانبیاء جن کو اللہ نے علمک مالم تکن تعلم. الرحمٰن علم القران کی شان علم عطا فرمائی یقیناً جو خود اَن پڑھ ہیں وہی ایسا وسیع علم رکھنے والے کو ان پڑھ کہہ سکتے ہیں۔

کوئی یہ نہ سمجھے کہ ان پڑھ اور بے پڑھے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کیوں کہ ہمارے ہاں ان پڑھ جاہل کو کہا جاتا ہے جب کہ بے پڑھا وہ ہے جس نے کسی سے پڑھا نہ ہو کوئی اس کا استاد نہ ہو اور جب یہ لفظ حضور علیہ السلام کے لئے بولا جائے گا تو اس کا معنی ہوگا کہ اللہ کے سوا جس کو کوئی پڑھانے والا نہیں ہے اور بے پڑھے ہونے کے باوجود اللہ نے آپ کو سارے علوم عطا فرما دیے

؎ پڑھے نہ لکھے حضرت والا شاگرد جناب حق تعالیٰ

کیوں کہ کسی حکومت کے محکمہ تعلیم کے منظور شدہ استاد کو اَن پڑھ کہو گے تو پورے محکمے اور پوری حکومت کی توہین ہوگی اور امام الانبیا کو اَن پڑھ کہو گے تو خدا کی توہین قرار پائے گی کہ خدا کو کوئی پڑھا لکھا رسول نہ ملا؟ اور جو خود ان پڑھ ہوگا وہ دوسروں کو کیا پڑھائے گا حالانکہ حضور علیہ السلام کے منصب نبوت میں سے پہلا منصب ہی یہ ہے و یعلمکم الکتاب والحکمة و یعلمکم مالم تکونوا تعلمون (البقرہ) حضور علیہ السلام تم کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور جو تم نہیں جانتے تھے وہ تمہیں سکھاتے ہیں۔

اور جس کتاب کی تعلیم دیتے ہیں اس کی شان یہ ہے فیه تبیانا لکل شئی۔ ہر چیز کا اس میں بالدلائل بیان ہے

؎ جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

یہ لفظ اُمّ سے ہو تو ی نسبت کی لگا کر امّی بنا جس کا معنی ہوا ماں والا۔ اور ماں کو ام اس لئے کہا گیا کہ ام کا ایک معنی اصل ہے اور ماں بچے کی اصل ہوتی ہے سوال یہ ہے کہ ہر کوئی ماں والا ہوتا ہے اس میں کیا کمال ہوا؟ جواب یہ ہے کہ بے شک ہر کوئی ماں والا ہے مگر یہ تو دیکھو ان کی ماں جیسی کسی کی ماں ہو سکتی ہے جو اپنی گود میں اللہ کے محبوب کو جن رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل علم نے فرمایا یہ لفظ دوسروں کے لئے عیب ہے حضور کے لئے کمال جیسا کہ تکبر اللہ کے لئے کمال ہے اور مخلوق کے لئے عیب۔ وہ بے پڑھے ہو کر بھی ایسا علم رکھتے ہیں کہ جبریل بھی حیران نظر آتے ہیں۔

چنانچہ تفاسیر میں ہے کہ جب حضرت جبریل امین علیہ السلام سورة مریم لے کر آئے اور حروف مقطعات پڑھنا شروع کیا انہوں نے کہا کاف سرکار نے فرمایا علمت میں جان گیا انہوں نے ھا پڑھا تو فرمایا میں سمجھ گیا انہوں نے یا پڑھا فرمایا میں سمجھ گیا۔ عرض کیا حضور میں تو اس سے کچھ نہ سمجھا اور آپ سب کچھ ہی سمجھ گئے فرمایا یہ میرے اور رب کے درمیان راز کی باتیں ہیں کسی تیسرے کو کیا خبر ہو سکتی ہے (ملخصا)

؎ میان طالب و مطلوب رمزیست
کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست

استاد کے علم کا اندازہ لگانا ہو تو شاگرد کی علمی قابلیت دیکھ کر لگایا جاتا ہے اور حضور علیہ السلام کے شاگرد کی علمی استعداد یہ ہے کہ حضرت علی فرماتے ہیں اگر میں بسم اللہ شریف کی تفسیر لکھنی شروع کر دوں تو ستر اونٹ کتابوں کے بوجھ سے لد جائیں۔ حضور علیہ السلام فرمائیں سلونی عما شئتم جو چاہو مجھ سے پوچھو اور باب مدینة العلم فرمائیں سلونی قبل ان تفقدونی۔ میری زندگی میں مجھ سے پوچھ لو جو بھی پوچھنا چاہو

؎ امی و دقیقہ دان عالم بے سایہ و سائبان عالم

مکة المکرمہ کو ام القریٰ فرمایا گیا اس لحاظ سے امی کا معنی ہوا مکہ میں پیدا ہونے والا، مکة المکرمہ کی بابرکت نسبت رکھنے والا۔ اس معنی کی رو سے بھی کئی کہیں گے مکہ والے تو بے شمار ہو

سکتے ہیں لیکن حضور علیہ السلام کو جو مکہ سے نسبت ہے وہ دوسروں کو کیسے حاصل ہو کہ حضور علیہ السلام تو مکہ کو کفار کے قبضے سے آزاد فرمانے والے ہیں۔ اور مکہ کو کعبہ کی وجہ سے یہ شان ملی اور کعبہ کو بیت اللہ اور قبلہ بنانے والے حضور علیہ السلام ہیں کہ آپ کی آمد سے پہلے کعبہ بتوں سے بھرا ہوا تھا حضور نے اس کو بتوں کی آلودگی سے پاک فرمایا اور بیت المقدس کی بجائے کعبہ کو قبلہ بنایا اسی لیے تو اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ کعبہ شریف کے پرنالے کا اشارہ دیکھو وہ زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ حج تو یہاں ہو گیا مگر اس کی قبولیت چاہتے ہو تو جدھر میں اشارہ کر رہا ہوں ادھر جاؤ

غور سے سُن اے رضا کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے میرے پیارے کا روضہ دیکھو

اُمّ کا معنی ٹھکانہ بھی ہے فامه هاويه (القران) اس کا ٹھکانہ ھاویہ ہے اب اُمّی کا معنی ہوگا کہ ٹھکانے والا یعنی جس کو کہیں ٹھکانہ نہ ملے حضور اس کے لئے جائے پناہ ہیں یعنی حرزا للامیّن (بخاری شریف) اللہ کو حضور کے ٹھکانے سے بھی محبت کہ اس کا ذکر فرمایا۔

سوال

اگر حضور لکھنا پڑھنا جانتے تھے تو لا تخطه بيمينك کا کیا معنی یعنی اللہ نے لکھنے کی نفی کیوں فرمائی؟

جواب

خود اسی آیت میں جواب موجود ہے اذا لارتاب المبطلون۔ کہ اہل باطل شک کریں گے کہ قرآن خود لکھ کر لے آئے ہیں۔ اور پھر یہ ایک وقت کی بات ہے دوسرے اوقات میں کیا حضور نے شاہان زمانہ کو خطوط لکھ کر نہیں بھیجے۔ اگر کسی کے ذہن میں یہ بات آئے کہ پھر جبریل امین کیا کرنے آتے اگر سکھانے نہیں آتے تھے۔ تو یاد رکھیں جبریل امیں سکھانے نہیں بلکہ اللہ کا پیغام پہنچانے آتے تھے

تعلیم جبرائیل امیں تھی برائے نام
حضرت وہیں سے آئے تھے لکھے پڑھے ہوئے

حضرت کا علم علمِ لدنی تھا اے امیر
دیتے تھے قدسیوں کو سبق بے پڑھے ہوئے

معراج کی رات کے متعلق ہم جب یہ کہیں کہ حضور علیہ السلام نے جبریل امین سے فلاں بات پوچھی فلاں پوچھی تو کہتے ہیں لہٰذا حضور کو علم نہیں تھا تبھی پوچھی، لیکن حدیث جبریل امیں میں جب جبریل شاگردوں کی طرح بیٹھ کر سوال کر رہا ہے ما الایمان، ما الاسلام، ما الاحسان یہاں کیوں نہیں کہتے ہو لہٰذا حضور علیہ السلام جبریل امین کے بھی استاد ٹھہرے۔ اور اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا و ما تلك بيمينك يا موسیٰ اے موسیٰ! تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ تو کیا اللہ کو بھی علم نہیں تھا۔ معاذ اللہ۔

لوح محفوظ کو قرآن میں ام الکتاب کہا گیا۔ و عنده ام الکتاب۔ کیوں کہ سارے علوم اس میں جمع ہیں اور لوح محفوظ حضور کے خزانہ علم کا ایک جُز ہے امام بوصیری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

فان من جودك الدنيا و ضرتها
و من علومك علم اللوح والقلم

اور پھر لوگ مار کھا کھا کے پڑھتے ہیں لیکن الرحمن علم القرآن رحمت والے نے تجھے آغوش رحمت میں یہ سارا علم عطا فرما دیا۔

ام بمعنی اصل کے ضمن میں علماء نے یہ بھی فرمایا کہ امی کا معنی ہوا جو اپنی اصل پر قائم ہے اور اصل کیا ہے کل مولو د يولد على الفطره۔ یعنی دوسرے بچے اصل (اسلام) پر پیدا ہو کر بھی کوئی یہودی بن جاتا ہے کوئی عیسائی کوئی مجوسی۔ لیکن آپ اصل پر ایسے قائم ہیں کہ چالیس سالہ زندگی مشرکین مکہ کے درمیان گذار دی جب کہ شراب جوا اور ظلم کا دور دورہ تھا ہر طرف ظلمت ہی ظلمت سارا معاشرہ خدا کا نافرمان تھا لیکن آپ کے قدموں میں ذرا لغزش نہ آئی۔ کوہ وقار اور پیکرِ استقلال بن کر اپنی اصل پہ ثابت قدم رہے۔ کوئی طاقت شیطانی آپ کو اصل سے نہ ہٹا سکی۔ پیدا ہوئے امی کی شان سے اور آج اعلان نبوت فرما رہے ہیں تو اس طرح پاک ہیں جیسے پیدا ہوتے پاک تھے۔ کوئی برائی ان کے قریب سے بھی نہ گذر سکی۔ تب بھی معصوم تھے آج بھی معصوم ہیں۔

اکتسابی علم اور وہبی ولدُنی علم

وہ علم جو حاصل کیا جائے اس کو اکتسابی علم کہتے ہیں اس میں غلطی ہوسکتی ہے استاد سے بھی شاگرد سے بھی کبھی تجربہ علم کے خلاف ہو جاتا ہے کبھی الفاظ کی ترتیب بدل جاتی ہے ایک بندہ ایک تقریر آج کرتا ہے وہی تقریر اسی ترتیب کے ساتھ دوبارہ نہیں کرسکتا (بشرطیکہ رٹا نہ لگایا ہو) جب کہ علم لدنی یا وھبی خالص عطا الٰہی ہے اس میں اتنی سی کمی بیشی کا بھی امکان نہیں کیوں کہ وہ علم ظنی تھا یہ قطعی ویقینی ہے (نبی کے لیے) دنیا جہان کے سکول وکالج، یونیورسٹیاں کھنگالنے والا بھی نہیں کہہ سکتا کہ میں نے سب کچھ جان لیا ہے اور مجھے وہ سنائی دیتا ہے جو تمہیں نہیں دیتا یا میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے لیکن ایک دن بھی پڑھنے کے لئے کسی کے پاس نہ جانے والا اعلان فرمارہا ہے انما بعثت معلماً. انی اریٰ مالا ترون واسمع مالا تسمعون۔ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور میں وہ سُنتا ہوں جو تم نہیں سُن سکتے اور جس کو بھیجنے والا اعلان فرمائے وعلمک مالم تکن تعلم آپ کو ہر شے کا علم دے دیا گیا۔ پڑھے ہوئے پھر بھی کوئی نہ کوئی بات اندازے اور انکل پچو سے کر جاتے ہیں مگر فرمایا ما کنت تدری ما الکتاب و لا الایمان ۔ تو ایمان وکتاب کو اندازہ سے نہیں خدا کی وحی سے جانتا ہے لہٰذا محبوب تیری ہر بات یقینی ہے۔

جو شخص ان پڑھ ہو وہ اکثر تمنا کرتا ہے کاش تھوڑا بہت پڑھ جاتا، جمع تفریق کر لیتا کاروبار تو چلا سکتا لیکن حضور علیہ السلام نے کبھی ایسی تمنا کی ہی نہیں فاتح عرب ہو کر بھی ایک دن بھی ایسی آرزو پیدا نہ ہونا اس بات کی علامت ہے کہ سرکار جانتے تھے میرا علم سوائے رب کے کسی کے پاس ہے ہی نہیں اس لیے رب سے ہی سوال کرتے رب زدنی علما۔

ایک معنی یہ بھی ممکن ہے کہ امّی امت سے ہو یعنی امت والے، امت تو ہر نبی کی ہے لیکن تیری امت تو وہ ہے کہ اس کو خدا بھی خیر امم فرماتا ہے۔ نبی اس امت میں آنے کی دعائیں کرتے ہیں اور فرشتوں کا سردار پل صراط سے گذرتے ہوئے اس امت کے پاؤں کے نیچے پر بچھاتا ہے۔

﴿۷۰﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا عَبْدُاللّٰہِ وَ رَسُوْلُہٗ لَنْ اُخَالِفَ اَمْرَہٗ وَلَنْ یُّضِیْعَنِیْ

میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں اور اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہرگز نہیں کروں گا اور وہ مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا

(الطبری تاریخ الامم والملوک)

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مندرجہ بالا فرمان ایک انتہائی نازک موقع سے متعلق ہے صلح حدیبیہ کی شرائط جب لکھی جارہی تھیں تو بعض صحابہ کرام جن کو بعض شرائط پر پوری طرح شرح صدر نہ ہوسکا، ان شرائط کو قبول نہ کرنے پر اصرار کرنے لگے، جن میں حضرت عمر فاروق، حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہم پیش پیش تھے۔

ان کا اعتراض دو شقوں پر تھا۔ اول یہ کہ مسلمان اس سال عمرہ ادا کیے بغیر واپس لوٹ جائیں اور دوسری یہ کہ جو لوگ مدینہ پناہ لینے آئیں انہیں پناہ نہ دی جائے اور واپس کر دیا جائے لیکن قریش اس کے پابند نہ ہوں گے کہ وہ کسی کو مکہ سے واپس کریں۔

حضرت عمر حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے عرض کیا آقا ہمیں یہ شرائط کسی قیمت پر منظور نہیں، دباؤ میں آکر معاہدہ نہ کیا جائے۔ حضرت عمر جذبات سے مغلوب ہو کر بارگاہ رسالت مآب علیہ السلام میں یہ گذارشات پیش کر رہے تھے۔ اور جذبات میں آکر ان کا لہجہ قدرے سخت ہو گیا جس کا انہیں عمر بھر افسوس رہا۔ بعض علماء نے لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ماتاخر آیہ قرآنی کی تفسیر میں ما تقدم کے تحت صحابہ کرام کو شامل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ صحابہ کرام کی انہی لغزشوں کی معافی کا اعلان اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے چنانچہ حضرت عمر فاروق نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ الست برسول اللہ قال بلیٰ قال اولسنا بمسلمین قال بلیٰ قال او لیسوا بمشرکین قال بلیٰ قال فعلیٰ ما نعطی الدنیۃ فی دیننا۔ یارسول اللہ! کیا آپ اللہ کے رسول نہیں؟ فرمایا کیوں نہیں، میں اللہ کا رسول ہوں عرض کیا ہم مسلمان نہیں؟ فرمایا کیوں نہیں تم مسلمان ہو۔عرض کیا! کیا وہ (ہمارے مدمقابل) مشرک نہیں؟ فرمایا مشرک ہیں۔عرض کیا پھر ہم اپنے دین میں یہ کمزوری کیوں قبول کریں (کہ ان کی ہر شرط مانتے جائیں چاہے وہ اس میں انصاف نہ کریں) اس گفتگو کے بعد حضرت عمر کی دلی کیفیت کو بھانپ کر حضور علیہ السلام نے مندرجہ بالا جواب دیا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں اور اللہ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا اور وہ مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔حضرت عمر اسی جذباتی حالت میں حضرت ابوبکر کے پاس بھی گئے اور مذکورہ شرائط کے بارے اپنے ردعمل کا اظہار کیا تو یارغار مصطفیٰ نے فرمایا عمر! حضور اللہ کے سچے رسول ہیں جو فیصلہ وہ کریں وہی درست ہوگا۔

موسیٰ زہوش رفت بیک جلوۂ صفات
تو عین ذات می نگری در تبسمی

﴿۷۱﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَقُوْلُ ذٰلِكَ اَنْتَ اَحَدُهُمْ

میں نے یہ بات کہی اور تو بھی ان میں سے ایک ہے

(سیرت ابن ہشام،۱:۴۸۳)

شب ہجرت جب کفار ومشرکین مکہ اپنے مکروفریب کے جال بُن رہے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو محفوظ طریقے سے مدینہ منورہ لے جانے کی خفیہ تدبیریں فرما رہا تھا۔تو جن سات کافروں نے حضور علیہ السلام کے گھر کا محاصرہ کیا ان میں ایک ابوجہل بھی تھا باقیوں کے نام یہ ہیں۔حکم بن ابی العاص۔عقبہ بن ابی معیط نضر بن الحارث۔امیہ بن خلف۔زمعہ بن الاسود اور ابولہب (سیرت حلبیہ ج۲ ص ۲۷) قریش کے یہ ساتوں جوان شام کے سائے گہرے ہوتے ہی حضور علیہ السلام کے گھر کے اردگرد آگئے اور کاشانۂ نبوت کا محاصرہ کرلیا۔اپنی جوانیوں کے زعم میں پاگل ہو رہے تھے۔انہیں پورا یقین تھا کہ آج رات وہ شمع حق بجھا دیں گے اور لات و عزیٰ کا پرچم بلند کردیں گے۔یہ کفر کے نمائندے اور شر کے گماشتے اس عظیم ہستی کی شہادت کے آرزومند تھے جن کو یہ خود صادق وامین کا لقب دے چکے تھے۔اپنے جذبۂ انتقام کو بھڑکانے کے لئے حضور علیہ السلام کے خلاف باتیں بنانے لگے اور وقت گزارنے کے لئے اول فول بکنے لگے اور پیغمبر اسلام کی دشمنی میں اخلاق سے گری ہوئی باتیں موضوع گفتگو بن گئیں۔

ابوجہل بولا!

ان محمدا یزعم انکم ان تابعتموہ علیٰ امرہ کنتم ملوک العرب والعجم، ثم بعثتم من بعد موتکم، فجعلت لکم جنان کجنان الاردن، و ان لم تفعلوا کان لہ فیکم ذبح ثم

بعثتم من بعد موتكم ثم جعلت لكم نار تحرقون فيها.

سیرت ابن ہشام ج ا ص ۲۸۳ و ج ۲ ص ۱۲۷

بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ گمان کرتا ہے کہ تم اس کی اطاعت اختیار کر لو تو تم عرب و عجم کے بادشاہ بن جاؤ گے اور پھر مرنے کے بعد تمہیں زندہ کیا جائے گا اور اُردن کے باغات کی طرح تمہیں سرسبز باغات ملیں گے اور اگر تم ان کی اطاعت اختیار نہ کرو گے تو تمہیں بے دریغ قتل کر دیا جائے گا اور موت کے بعد زندہ کر کے آگ کے شعلوں میں پھینک دیا جائے گا۔

یہ حیا باختہ نوجوان انہی باتوں میں مصروف تھے کہ اسی اثناء میں کاشانہ نبوت کا دروازہ کھلا اور بقول حفیظ جالندھری

؎ وہ دَرّاتا ہوا وحدت کا دم بھرتا ہوا نکلا
تلاوت سورۂ یٰسٓ کی کرتا ہوا نکلا

حضور علیہ السلام کسی خطرے کی پرواہ کیے بغیر باہر تشریف لائے اور ان کفر کے نمائندوں کے سَروں پر خاک ڈالی۔ کفر کو للکارا اور ابو جہل کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جو کچھ تو میرے متعلق کہہ رہا تھا۔ انا اقول ذلک انت احد هم۔

؎ نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

✿✿✿✿✿

دُنیا میں احترام کے قابل ہیں جتنے لوگ
مَیں سب کو مانتا ہوں مگر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

﴿۴۲﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اَنَا كَفِيْلٌ عَلٰى قَوْمِىْ

میں اپنی ساری قوم کا کفیل ہوں

(سبیل الہدیٰ والرشاد ۳:۲۸۱)

بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انصار میں سے بارہ نقباء کا تقرر فرمایا اور ان کو ان کے قبیلوں پر مامور فرمایا۔ چنانچہ بنی خزرج کے نو نقباء تھے اور بنی اوس کے تین نقباء۔ اور ان بارہ پر حضرت ابو امامہ اسعد بن زرارہ کو نقیب النقباء کے طور پر متعین فرمایا جو بنی نجار کے نقیب بھی تھے اور بارہ نقباء پر نقیب النقباء بھی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ان نقباء کے تقرر کے بعد حضور علیہ السلام نے ان سے اس بات پر حلف لیا کہ جن قبیلوں کے وہ ذمہ دار ٹھہرائے گئے ہیں، ان قبائل میں وہ اپنی ذمہ داریاں بھرپور طریقے سے ادا کریں گے۔ چنانچہ مذکورہ حدیث کا پس منظر بھی یہی ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے۔

انتم علٰى قومكم بما فيهم كفلاء ككفالة الحواريين لعيسٰى ابن مريم و انا كفيل علٰى قومي۔ (ای المسلمین)

تم اپنی اپنی قوم کے کفیل ہو جیسا کہ عیسیٰ بن مریم کے مقرر کردہ کفیل تھے اور میں اپنی تمام قوم کا کفیل ہوں (یعنی پوری امت مسلمہ کا)۔

بیعت عقبہ ثانیہ تاریخ اسلام میں ایک بڑا اہم اور تاریخ ساز واقعہ ہے۔ اگرچہ بیعت کرنے والے خوش نصیب جانثاروں کو اس کی اہمیت کا اندازہ تھا مگر حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ انصاری سے نہ رہا گیا اور اُٹھ کر فرمانے لگے۔ هل تدرون علٰى ما تبا يعتمون هذا الرجل؟ کیا تم جانتے ہو کہ کس شے پر اس ہستی سے بیعت کر رہے ہو قالوا نعم۔ سب نے

یک زبان ہو کر کہا ہاں ہم جانتے ہیں۔

تاہم انہوں نے بعض امور اور نکات کی مزید وضاحت کے لئے ایک مختصر خطبہ ارشاد فرمایا۔

انکم تبایعتمونه علیٰ حرب الاحمر واسود من الناس فان کنتم تریدون انکم اذا نهکت اموالکم مصیبة و اشرافکم قتل اسلمتموه فمن الان هو والله ان فعلتم خزی الدنیا والاخره و ان کنتم تریدون انکم و افون له بما عاهدتموه علیٰ نهکة الاموال و قتل الاشراف فخذوه فهو والله خیر الدنیا والاٰخرة۔ (سبل الہدیٰ والرشاد،۳: ۲۸۳)

سنو! تم ہر سُرخ وسیاہ کے خلاف جنگ کرنے کے لئے بیعت کر رہے ہو اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ جب مصائب تمہارے مال واسباب کو تباہ کر دیں اور جب تمہارے بڑوں کو مار دیا جائے تو تم ان کو دشمنوں کے حوالے کر دو گے تو ابھی پیچھے ہٹ جاؤ اور اگر تم نے ایسا کیا تو دنیا وآخرت میں ذلیل ہو جاؤ گے اور اگر تم اپنے مال کی تباہی اور اپنے رؤسا کے قتل کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حضور علیہ السلام سے وفا کرو گے تو پھر انہیں لے جاؤ (مدینے) اس صورت میں دنیا وآخرت میں تمہارے لیے بھلائی ہوگی۔

اس جوش ایمان سے بھرپور خطبے کو سُن کر شرکائے مجلس میں ایک عجیب قسم کا ہیجان پیدا ہوا اور سب نے یک زبان ہو کر حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا۔

فانا ناخذه علیٰ مصیبة الاموال و قتل الاشراف فما لنا بذٰلک یا رسول الله.

ہم مال ومتاع کی تباہی اور سرداروں کے قتل ہو جانے پر بھی آپ سے اگر عہد نبھائیں تو ہمیں کیا ملے گا فرمایا الجنة۔ تمہیں جنت ملے گی۔

چنانچہ سب نے عرض کیا

ابسط یداک فبسط یداه فبایعوه.

یا رسول اللہ! اپنا ہاتھ آگے کیجیے پس آپ نے ہاتھ بڑھایا تو سب نے بیعت کر لی۔

ایک بار پھر حضرت عباس بن عبادہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔

یا رسول الله والذی بعثک بالحق ان شئت لنمیلن غدا علیٰ اهل منی باسیافنا.

یا رسول اللہ! قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا اگر آپ حکم کریں تو ہم کل ہی اہل منیٰ پر تلواروں سے پل پڑیں۔

سرکار نے فرمایا۔

انا لم نومر بذٰلک ارفضوا الیٰ رحالکم.

ہمیں ابھی اس امر کی اجازت نہیں دی گئی اب تم اپنی آرام گاہوں میں چلے جاؤ۔

یہ بیعت چونکہ مکہ میں رات کے اندھیرے میں ہوئی تھی اس لیے کفار ومشرکین کو خبر تک نہ ہوئی اس سال یثرب (مدینہ) سے حج پر آنے والوں کی تعداد ۵۰۰ تھی۔ جن میں سے ۷۵ مسلمان تھے ۷۳ مرد، ۲ عورتیں۔ حضرت مصعب بن عمیر کی زیر قیادت ان لوگوں نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔

چنانچہ شیطان کو بڑی تکلیف ہوئی کہ اتنے افراد خاموشی کے ساتھ حضور علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر کے جا رہے ہیں اور میرے چیلوں کو خبر تک نہ ہوئی، عبداللہ بن کعب بن مالک فرماتے ہیں۔ **فلما بایعنا رسول الله صلی الله علیه وسلم صرح الشیطان من راس العقبة.** (سیرت النبی، ابن کثیر، ۲: ۲۰۴)

جب ہم حضور علیہ السلام سے بیعت کر رہے تھے تو شیطان عقبہ کی چوٹی پہ با آواز بلند چیخ رہا تھا

حاسد حسد کی آگ میں خود ہی جلا کرے
وہ شمع کیوں بجھے جسے روشن خدا کرے

یک زبان ہو کر کہا ہاں ہم جانتے ہیں۔

تاہم انہوں نے بعض امور اور نکات کی مزید وضاحت کے لئے ایک مختصر خطبہ ارشاد فرمایا۔

انکم تبایعتمونه علیٰ حرب الاحمر واسود من الناس فان کنتم تریدون انکم اذا نهکت اموالکم مصیبة و اشرافکم قتل اسلمتموه فمن الان هو والله ان فعلتم خزی الدنیا والاخره و ان کنتم تریدون انکم و افون له بما عاهدتموه علیٰ نهکة الاموال و قتل الاشراف فخذوه فهو والله خیر الدنیا والأخرة۔ (سبل الہدیٰ والرشاد،۳:۲۸۳)

سنو! تم ہر سُرخ وسیاہ کے خلاف جنگ کرنے کے لئے بیعت کر رہے ہو اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ جب مصائب تمہارے مال واسباب کو تباہ کر دیں اور جب تمہارے بڑوں کو مار دیا جائے تو تم ان کو دشمنوں کے حوالے کر دو گے تو ابھی پیچھے ہٹ جاؤ اور اگر تم نے ایسا کیا تو دنیا وآخرت میں ذلیل ہو جاؤ گے اور اگر تم اپنے مال کی تباہی اور اپنے رؤسا کے قتل کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حضور علیہ السلام سے وفا کرو گے تو پھر انہیں لے جاؤ (مدینے) اس صورت میں دنیا وآخرت میں تمہارے لیے بھلائی ہوگی۔

اس جوش ایمان سے بھرپور خطبے کو سُن کر شرکائے مجلس میں ایک عجیب قسم کا ہیجان پیدا ہوا اور سب نے یک زبان ہو کر حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا۔

فانا ناخذه علیٰ مصیبة الاموال و قتل الاشراف فما لنا بذٰلک یا رسول الله۔

ہم مال ومتاع کی تباہی اور سرداروں کے قتل ہو جانے پر بھی آپ سے اگر عہد نبھائیں تو ہمیں کیا ملے گا فرمایا الجنة۔ تمہیں جنت ملے گی۔

چنانچہ سب نے عرض کیا

ابسط یداک فبسط یداه فبایعوه۔

یا رسول اللہ! اپنا ہاتھ آگے کیجیے پس آپ نے ہاتھ بڑھایا تو سب نے بیعت کر لی۔

ایک بار پھر حضرت عباس بن عبادہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔

یا رسول الله والذی بعثک بالحق ان شئت لنمیلن غدا علیٰ اهل منی باسیافنا۔

یا رسول اللہ! قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا اگر آپ حکم کریں تو ہم کل ہی اہل منیٰ پر تلواروں سے پل پڑیں۔

سرکار نے فرمایا۔

انا لم نومر بذٰلک ارفضوا الیٰ رحالکم۔

ہمیں ابھی اس امر کی اجازت نہیں دی گئی اب تم اپنی آرام گاہوں میں چلے جاؤ۔

یہ بیعت چونکہ مکہ میں رات کے اندھیرے میں ہوئی تھی اس لیے کفار ومشرکین کو خبر تک نہ ہوئی اس سال یثرب (مدینہ) سے حج پر آنے والوں کی تعداد ۵۰۰ تھی۔ جن میں سے ۷۵ مسلمان تھے ۷۳ مرد، ۲ عورتیں۔ حضرت مصعب بن عمیر کی زیر قیادت ان لوگوں نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔

چنانچہ شیطان کو بڑی تکلیف ہوئی کہ اتنے افراد خاموشی کے ساتھ حضور علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر کے جا رہے ہیں اور میرے چیلوں کو خبر تک نہ ہوئی، عبداللہ بن کعب بن مالک فرماتے ہیں۔ فلما بایعنا رسول الله صلی الله علیه وسلم صرح الشیطان من راس العقبة. (سیرت النبی، ابن کثیر،۲:۲۰۴)

جب ہم حضور علیہ السلام سے بیعت کر رہے تھے تو شیطان عقبہ کی چوٹی پہ با آواز بلند چیخ رہا تھا

حاسد حسد کی آگ میں خود ہی جَلا کرے
وہ شمع کیوں بجھے جسے روشن خدا کرے

یک زبان ہو کر کہا ہاں ہم جانتے ہیں۔

تاہم انہوں نے بعض امور اور نکات کی مزید وضاحت کے لئے ایک مختصر خطبہ ارشاد فرمایا۔

انکم تبایعتمونه علٰی حرب الاحمر واسود من الناس فان کنتم تریدون انکم اذا نهکت اموالکم مصیبة و اشرافکم قتل اسلمتموه فمن الان هو والله ان فعلتم خزی الدنیا والاخره و ان کنتم تریدون انکم و افون له بما عاهدتموه علٰی نهکة الاموال و قتل الاشراف فخذوه فهو والله خیر الدنیا والاٰخرة۔ (سبل الهدی والرشاد،۳:۲۸۳)

سنو! تم ہر سُرخ وسیاہ کے خلاف جنگ کرنے کے لئے بیعت کر رہے ہو اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ جب مصائب تمہارے مال واسباب کو تباہ کر دیں اور جب تمہارے بڑوں کو مار دیا جائے تو تم ان کو دشمنوں کے حوالے کر دو گے تو ابھی پیچھے ہٹ جاؤ اور اگر تم نے ایسا کیا تو دنیا وآخرت میں ذلیل ہو جاؤ گے اور اگر تم اپنے مال کی تباہی اور اپنے رؤسا کے قتل کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حضور علیہ السلام سے وفا کرو گے تو پھر انہیں لے جاؤ (مدینے) اس صورت میں دنیا وآخرت میں تمہارے لیے بھلائی ہوگی۔

اس جوش ایمان سے بھرپور خطبے کو سُن کر شرکائے مجلس میں ایک عجیب قسم کا ہیجان پیدا ہوا اور سب نے یک زبان ہو کر حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا۔

فانا ناخذه علٰی مصیبة الاموال و قتل الاشراف فما لنا بذٰلک یا رسول الله.

ہم مال ومتاع کی تباہی اور سرداروں کے قتل ہو جانے پر بھی آپ سے اگر عہد نبھائیں تو ہمیں کیا ملے گا فرمایا الجنة۔ تمہیں جنت ملے گی۔

چنانچہ سب نے عرض کیا

ابسط یداک فبسط یداه فبایعوه.

یا رسول اللہ! اپنا ہاتھ آگے کیجیے پس آپ نے ہاتھ بڑھایا تو سب نے بیعت کر لی۔

ایک بار پھر حضرت عباس بن عبادہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔

یا رسول الله والذی بعثک بالحق ان شئت لنمیلن غدا علٰی اهل منی باسیافنا.

یا رسول اللہ! قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا اگر آپ حکم کریں تو ہم کل ہی اہل منیٰ پر تلواروں سے پل پڑیں۔

سرکار نے فرمایا۔

انا لم نومر بذٰلک ارفضوا الٰی رحالکم.

ہمیں ابھی اس امر کی اجازت نہیں دی گئی اب تم اپنی آرام گاہوں میں چلے جاؤ۔

یہ بیعت چونکہ مکہ میں رات کے اندھیرے میں ہوئی تھی اس لیے کفار ومشرکین کو خبر تک نہ ہوئی اس سال یثرب (مدینہ) سے حج پر آنے والوں کی تعداد ۵۰۰ تھی۔ جن میں سے ۷۵ مسلمان تھے ۷۳ مرد، ۲ عورتیں۔ حضرت مصعب بن عمیر کی زیر قیادت ان لوگوں نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔

چنانچہ شیطان کو بڑی تکلیف ہوئی کہ اتنے افراد خاموشی کے ساتھ حضور علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر کے جا رہے ہیں اور میرے چیلوں کو خبر تک نہ ہوئی، عبداللہ بن کعب بن مالک فرماتے ہیں۔ فلما بایعنا رسول الله صلی الله علیه وسلم صرح الشیطان من راس العقبة. (سیرت النبی، ابن کثیر، ۲:۲۰۴)

جب ہم حضور علیہ السلام سے بیعت کر رہے تھے تو شیطان عقبہ کی چوٹی پہ باآواز بلند چیخ رہا تھا

حاسد حسد کی آگ میں خود ہی جلا کرے
وہ شمع کیوں بجھے جسے روشن خدا کرے

﴿۷۳﴾

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

اَنَا وَاللّٰہِ اُحِبُّکُمْ وَ اَنَا وَاللّٰہِ اُحِبُّکُمْ
وَاَنَا وَاللّٰہِ اُحِبُّکُمْ

میں بھی اللہ کی قسم تم سے محبت کرتا ہوں۔ بخدا میں تم سے محبت کرتا ہوں،
اللہ کی قسم میں تم سے محبت کرتا ہوں

(السیرۃ النبویہ لابن کثیر ۲:۲۷۵)

اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جب مکۃ المکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ پاک تشریف لائے، قبیلۂ بنو نجار کے مقدر کا ستارہ چمکا، ان کے سوئے ہوئے بخت جاگے، کیوں کہ امام الانبیاء کی میزبانی کا ان کو شرف نصیب ہوا۔ بنو نجار کی بچیوں کے لبوں پر ترانہ جاری ہو گیا

نحن جوار بنی نجار یا حبذا محمد من جار

ہم قبیلۂ بنو نجار کی بچیاں ہیں اے (محمد صلی اللہ علیک یا رسول اللہ)! آپ کتنے بہترین پڑوسی ہیں۔ (سیرت النبی، ابن کثیر ۲:۲۷۳)

اس موقع پر بنو نجار کی ان خوش نصیب بچیوں کے ساتھ حضور علیہ السلام کا مکالمہ ہوا۔ وہ حضور علیہ السلام کے گرد ہالہ باندھے کھڑی تھیں اور جھوم جھوم کر اپنی خوشی کا اظہار کر رہی تھیں۔ سرکار نے جب ان کا یہ والہانہ انداز دیکھا تو محبت وشفقت بھرے انداز میں فرمایا۔

یعلم اللہ ان قلبی یحبکم.

اللہ جانتا ہے میرا دل تم سے محبت کرتا ہے۔

مستدرک حاکم میں ہے کہ حضور علیہ السلام ان بچیوں کے پاس خود تشریف لے گئے اور ان سے پوچھا اتحبوننی کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔ انہوں نے بیک زبان عرض کیا ای

واللہ یا رسول اللہ اللہ کی قسم یا رسول اللہ! ہم آپ سے محبت کرتی ہیں۔ اس پر دریائے رحمت جوش میں آیا اور آپ نے بچیوں کو تین مرتبہ فرمایا و انا واللہ احبکم اللہ کی قسم میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔ (السیرۃ النبویہ لابن کثیر)

✽✽✽✽✽

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
ور حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہِ مصطفیٰ ﷺ پنہاں بگیر

﴿۷۴﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اَنَا اَنظُرُ اِلَیہِ

میں اس (مسجد اقصیٰ) کی طرف دیکھ رہا تھا

(بخاری، مسلم۔نسائی۔ترمذی، مسند احمد، بیہقی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان اس موقع کا ہے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو معجزہ معراج عطا کیا اور آپ نے لوگوں کو بتایا کہ میں راتو رات مسجد اقصیٰ گیا۔قریش نے آپ کو جھٹلایا اور مطالبہ کیا کہ مسجد اقصیٰ کے بارے میں تو ہمیں معلومات ہیں لہٰذا ہم آپ سے اس کی کچھ نشانیاں پوچھتے ہیں۔ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام وہاں دروازے کھڑکیاں گننے تو نہیں تشریف لے گئے تھے جب کہ انہوں نے اسی طرح کے سوالات کرنے شروع کر دیے تو اللہ تعالیٰ نے پوری مسجد کو ہی ارقم کے گھر کے برابر حضور کے سامنے ظاہر کر دیا تا کہ محبوب دیکھ دیکھ کر ایک ایک نشانی بتاتا جائے چنانچہ مسلم شریف کتاب الایمان باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ یہ ہیں

عن جابر بن عبدالله انه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لما كذبتني قريش حين اسرى بى الى بيت المقدس قمت فى الحجر فجلى الله لى بيت المقدس فطفقت اخبرهم عن آياته و انا انظر اليه۔ (صفحہ نمبر ۹۶)

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے انہوں نے حضور علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب قریش نے مجھے جھٹلایا، جس وقت مجھے بیت المقدس کی طرف لے جایا گیا تھا تو میں حجر اسود کے ساتھ کھڑا ہوا اور اللہ نے مسجد کو میرے لیے ظاہر فرما دیا پس میں مسجد کو دیکھ دیکھ کر ان کو نشانیاں بتا رہا تھا۔

کفار کے مطالبے پر جب حضور علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کی تمام نشانیاں بتا دیں ان کی

پھر بھی تسلی نہ ہوئی تو انہوں نے دوران سفر کچھ نشانیاں دریافت کیں حضور علیہ السلام نے ان کی تسلی کے لئے تین نشانیاں بیان فرمائیں۔امام زرقانی نے اجمالاً قافلوں کی حدیث کے ضمن میں اس کا ذکر فرمایا۔

نمبر۱۔ فرمایا جب میں بیت المقدس کے لیے روانہ ہوا تو راستے میں ایک مقام آیا جس کا نام روحا تھا وہاں تمہارا ایک قافلہ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ان کی ایک اونٹنی گم ہوگئی تھی جس کو وہ تلاش کر رہے تھے۔میں وہاں سے گذرا تو پالان میں پانی کا بھرا ہوا پیالہ پایا۔مجھے پیاس محسوس ہوئی تو میں نے وہ پانی پی کر خالی پیالہ وہاں رکھدیا۔وہ قافلہ تمہارے پاس غروب آفتاب کے بعد پہنچے گا ان سے پوچھ لینا۔چنانچہ قافلہ غروب آفتاب کے بعد ہی پہنچا اور وہی تفصیلات بیان کیں جو آپ بتا چکے تھے اور قافلے والوں نے یہ بھی کہا کہ ہم حیران تھے کہ پیالہ کا پانی گیا کدھر؟

نمبر۲۔ فرمایا میں براق پر سوار تھا کہ مقام ''ذی طوی'' سے گذرا وہاں مکہ کے دو آدمیوں کو ایک ہی گھوڑے پر سوار پایا۔جب میرا براق ان کے قریب سے گذرا تو گھوڑا بدکا اور ایک آدمی گھوڑے سے گر گیا اس کی ہڈی ٹوٹ گئی، بے شک وہ آئیں گے تو تصدیق کر لینا چنانچہ وہ آئے تو ایک کی ہڈی ٹوٹی ہوئی تھی۔قریش نے تفصیل پوچھی تو انہوں نے من و عن اسی طرح بتائی جیسے حضور فرما چکے تھے۔

نمبر۳۔ فرمایا میں مقام ''عینین'' سے گذرا وہاں ایک قافلہ دیکھا جو مکے کی طرف آرہا تھا اور قافلے کے آگے بھورے رنگ کا ایک اونٹ تھا جس پر دھاری دار سُرخ رنگ کی دو بوریاں لدی ہوئی تھیں اور ایک سیاہ فام حبشی اس پر سوار تھا اور فرمایا کہ یہ قافلہ صبح طلوع آفتاب کے ساتھ ہی تمہارے پاس مکے پہنچ جائے گا۔

کافروں نے یہ سُنا تو بڑے خوش ہوئے کہ ایک اور موقع جھٹلانے کا مل گیا ہے اگر قافلہ صبح تک نہ پہنچا تو ہم سچے ہو جائیں گے چنانچہ ابوجہل اپنے چیلوں کو لے کر مکہ کی ایک پہاڑی کے اوپر بیٹھ گیا اور سورج کے نکلنے کی انتظار کرنے لگا جب کہ دوسری پہاڑی پر یار غار مصطفیٰ ابوبکر صدیق اہلِ ایمان کا ایک گروہ لے کر قافلے کی راہ دیکھنے لگے۔کافروں کے دل دھڑک رہے تھے کہ کہیں سورج قافلے کے آنے سے پہلے نہ طلوع ہو جائے اور اہل ایمان کے ارمان مچل رہے

تھے کہ ضرور قافلہ وسورج ایک ہی وقت میں طلوع کریں گے چنانچہ جونہی وادیٔ مکہ کے افق پر سورج کی پہلی کرن نمودار ہوتی تو ابوجہل نے چلا کر کہا ''لوسورج نکل آیا'' اسی لمحے دوسری طرف صدیق اکبر کی آواز آئی ''وہ دیکھو قافلہ آ گیا''۔

جب حضور علیہ السلام کی بتائی ہوئی تمام نشانیاں حرف بحرف درست ثابت ہوئیں اور کافروں کے پاس انکار کی کوئی وجہ باقی نہ رہی تو پھر بھی اسے جادو ہی کہتے رہے۔

(مظہری۔کشاف۔زرقانی علی المواہب)

رفتارِ نبوت

حضور علیہ السلام کا سفر معراج جس تیز رفتاری کے ساتھ ہوا یہ اپنی جگہ ایک معجزانہ شان رکھتا ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ اس میں حضور علیہ السلام کا کیا کمال ہے یہ تو براق کی تیز رفتاری تھی تو میں پوچھتا ہوں کہ سدرۃ المنتہی پر تو براق بھی جواب دے گیا اس سے آگے کس کا کمال مانو گے براق تو نبوت کی تیز رفتاری کی گرد کو بھی نہیں چھو سکتا اور پھر حضور علیہ السلام کی رفتار کا تو عالم ہی کیا ہوگا جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں جب ان کی قبر انور کے پاس سے گذرا وھو قائم یصلی فی قبرہ (مسلم شریف ج۲ص۲۶۸) وہ قبر میں کھڑے ہو کر صلوٰۃ پڑھ رہے تھے یہ ایک علیٰحدہ بحث ہے کہ صلوۃ سے مراد نماز ہے یا درود شریف کیوں کہ کوئی بڑا مہمان آپ کے ہاں آنے والا ہو تو اس کے آنے پر اگر آپ نماز شروع کر دیں تو عجیب ہی لگتا ہے اور پھر کیا کھڑے ہو کر قبر میں نماز ضروری تھی لہٰذا یہی معنی موقع محل کے مطابق بہتر ہے کہ جیسے کسی شہنشاہ کی سواری آ رہی ہو تو راستے میں کھڑے ہو کر اس کے چاہنے والے استقبال کرتے ہیں پھول اور گلدستے پیش کرتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اللہ نے بتا دیا کہ آج میرا محبوب آپ کے پاس سے گذرنے والا ہے لہٰذا ان کی شایان شان استقبال کیا جائے تو موسیٰ علیہ السلام استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے اور جب سواری گذری تو نماز پڑھنے والے کی طرح حالت قیام میں درود وسلام کے پھول اور گلدستے پیش کرنے لگے۔ اگر کوئی کہے یہ کیسے معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو پہلے بتا دیا گیا کہ حضور علیہ السلام آپ کے پاس سے گذر رہے ہیں؟ تو گذارش ہے جس نے یہ بتایا کہ آج حضور بیت المقدس میں سارے نبیوں کی امامت کروا رہے ہیں اسی نے یہ بھی بتا دیا کہ اے پیارے موسیٰ! دوسرے نبی تو جلدی بیت المقدس پہنچ

جائیں گے لیکن آپ نے اس وقت تک نہیں جانا جب تک محبوب کی سواری گذر نہ جائے۔ استقبال کر کے محبوب کو گذار کے پھر اتنی جلدی بیت المقدس پہنچ جاؤ کہ محبوب کا وہاں جا کر بھی استقبال کرو۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا کہ قبر میں کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کیا اور پھر بیت المقدس میں بھی براق سے پہلے پہنچ کر صفوف انبیاء میں کھڑے ہو کر سرکار کا استقبال وانتظار فرما رہے ہیں۔

کسی کے ذہن میں اگر یہ بات آئے کہ اس سے ثابت ہوا موسیٰ علیہ السلام کی رفتار حضور علیہ السلام سے زیادہ ہوئی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور سے زیادہ نہیں براق سے زیادہ ہوئی کیوں کہ براق اپنی طاقت سے جا رہا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نبوت کی طاقت سے جا رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یہی موسیٰ علیہ السلام حضور کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کے بعد چھٹے آسمان پہ کھڑے ہیں اور عالم سموات میں جا کر حضور علیہ السلام کے استقبال کی تیاری کر رہے ہیں دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ڈیوٹی پر تھے اور حضور علیہ السلام سیر پر۔ ظاہر بات ہے کہ ڈیوٹی والے کو ہر حال میں مقررہ وقت پہ پہنچنا ہوتا ہے جب کہ سیر کرنے والے کی مرضی ہے جلدی جائے یا دیر سے، جہاں چاہے رُکے نظارہ کرے، دیدار کرائے پھر آگے جائے۔

نگاہِ نبوت بمعہ مسائل خمسہ

مسلم شریف کی مذکورہ حدیث سے عقیدہ اہل سنت کے بے شمار مسائل خود بخود ہی حل ہو جاتے ہیں اگر تعصب کی پٹی اتار کر کوئی غور کرے تو اس کو عقیدہ اہل سنت کی حقانیت میں کوئی شک نظر نہ آئے مثلاً

نمبر ا- بیت المقدس جانے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر والا راستہ ہی کیوں اپنایا گیا کسی دوسرے راستہ سے بھی وہاں پہنچا جا سکتا تھا؟ اس لیے تا کہ قبر پہ جانا سرکار کی سُنت بن جائے۔ اگر آیت اسریٰ کے ساتھ اس واقعہ کو ملا کر دیکھیں تو اللہ نے معراج کیوں کرائی؟ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا لنریہ من ایتنا ''تا کہ ہم اپنے محبوب کو اپنی نشانیاں دکھائیں''۔

اور سب سے پہلی نشانی جو دکھائی گئی تو وہ یہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر انور پر

حضور علیہ السلام کو لے جایا گیا اور حضور علیہ السلام کا ہر کام حکمت و فائدہ والا ہوتا ہے لہٰذا قبروں پہ جانا بے فائدہ نہ ہوا۔ اور یہ فائدہ قبر پر جانے سے حاصل ہوا کوئی فائدہ نہ دیتے تو حضور کبھی ادھر کا رخ نہ کرتے۔ اور اگر اس فائدہ کی وضاحت مطلوب ہو تو اسی قبر والے کے وسیلہ سے پچاس نمازوں کو کم کر کے پانچ کر دی گئیں اور ثواب پچاس کا ہی رکھا گیا۔ ساری دنیا کے منکرین مل کر ایک سجدہ کم نہ کرا سکیں اور قبر والے کی برکت سے پوری پینتالیس نمازیں معاف ہو رہی ہیں اور اگر اب بھی نہ مانو تو پھر انصاف کی بات ہے نمازیں پچاس روزانہ پڑھا کرو ایک دن میں ہی قائل نہ ہو جاؤ تو کہنا۔ کتنی ناشکری کی بات ہے کہ رعایت کو بھی اپناتے ہو اور جن کی برکت سے رعایت ملی ان کے بارے کہتے ہو کہ کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ اسی بات کو شعر کی شکل میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے۔

نہ مال اولاد دا صدقہ نہ کاروبار دا صدقہ
اسیں تے کھانے ہاں یارو خدا دے یار دا صدقہ

ایک مولوی صاحب کہنے لگے ہم تو حضور کا صدقہ نہیں کھاتے تم ہی کھاتے ہو گے میں نے کہا اگر کوئی اور یہ بات کہے تو کہے کم از کم ایک مولوی کو تو ایسا نہیں کہنا چاہیے کیوں کہ جس منبر اور مصلے کی کمائی تو کھا رہا ہے یہ منبر تیرے باپ کا ہے یا مصلیٰ تیری ماں کا ہے؟ باقی ہر چیز تو کہہ سکتے ہو اللہ کی ہے لیکن منبر و محراب کی نسبت تو رسول ہی کی طرف کرنی پڑے گی کہ اللہ نماز پڑھنے پڑھانے اور خطبہ دینے سے پاک ہے۔

نمبر۲۔ یہ ثابت ہوا کہ ''نبی کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں'' کہنا غلط عقیدہ ہے دیوار زیادہ چوڑی ہوتی ہے کہ قبر کی مٹی کا حجم زیادہ ہوتا ہے اور پھر حضرت موسیٰ کو دفن ہوئے بھی صدیاں گزر گئیں۔ اس کے باوجود وہ حضور علیہ السلام کو دیکھ رہے ہیں حضور علیہ السلام ان کو دیکھ رہے ہیں مٹی بلکہ منوں مٹی نگاہ نبوت کو نہ ادھر سے روک سکی نہ ادھر سے اگر چہ اندر سے باہر دیکھنا آسان ہے کہ کمرہ کے اندر والا آدمی باہر والے کو آسانی سے دیکھ رہا ہوتا ہے مگر کمرے کے باہر والا اندر والے کو غور سے دیکھے تو نظر آئے گا لیکن یہ تو تب ہے جب کمرے میں اندھیرا ہو اور باہر روشنی یہاں تو حال یہ ہے کہ قبر کے اندر نور موسوی چمکیں مار رہا ہے اور باہر نور مصطفوی نے اندھیری رات کو بقعہ نور بنایا ہوا ہے۔

نمبر۳۔ جو نبی قبر کے باہر ہو کر قبر کے اندر سب کچھ دیکھ سکتا ہے وہ قبر کے اندر جا کر باہر اپنی امت کو کیوں نہیں دیکھ سکتا

بندہ مٹ جائے نہ آقا پہ وہ بندہ کیا ہے
بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ آقا کیا ہے

حالانکہ حضور علیہ السلام اس تیزی سے تشریف لے جا رہے تھے کہ مخالف بھی مانتا ہے جہاں نگاہ کی حد ختم ہوتی وہاں براق کا ایک قدم ہوتا تبھی تو رات کے تھوڑے سے حصے میں اتنا وسیع پروگرام مکمل ہو گیا۔

ہماری نظر کی حالت یہ ہے کہ چاہے سات نمبر کی عینک لگا کر دیکھیں کسی تیز رفتار سواری پہ سوار ہو کر کوئی چیز بھی غور سے زمین کے اوپر نہیں دیکھی جا سکتی وہ کیسی نگاہ تھی کہ اتنی تیز رفتار سواری پہ سوار ہیں اندھیری رات ہے لیکن زمین کا سینہ چیر کر اندر سے نہ صرف صاحب قبر کو دیکھ لیا بلکہ کھڑے ہو کر صلوۃ پڑھتے دیکھ لیا۔ جب محبوب خدا ایک نبی اللہ کو قبر میں صلوۃ پڑھتا ہوا اپنی نور والی نگاہوں سے دیکھتے ہیں تو ہم گنہ گار تو نگاہ نبوت کے حضرت موسیٰ سے زیادہ حق دار اور ضرورت مند ہیں

تیری نظر سے میری سلامت ہے زندگی
تیرا کرم نہ ہو تو قیامت ہے زندگی

اسی لیے اللہ نے اپنے حبیب کو فرمایا کہ یہ تیرے غریب ساتھی سب کچھ برداشت کر لیں گے لیکن آپ کی نگاہ کرم سے دوری برداشت نہیں کر پائیں گے لہٰذا بڑے بڑے سردار اگر یہ کہیں کہ بلال وسلمان وصہیب کو اپنی بارگاہ سے اُٹھا دو تب ہم آپ سے بات کریں گے، ہمیں ان غریبوں کے پاس بیٹھنے سے اپنی عزت کم ہوتی نظر آتی ہے فرمایا و لا تعد عینک عنھم (الکہف) وہ سردار جائیں جہنم میں لیکن ان سے نگاہیں نہ پھیرنا کیوں کہ

تیری نظر سے ان کی سلامت ہے زندگی۔

نمبر۴۔ یہ کہنا کہ قبروں والے مر کے مٹی ہو جاتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں نہ سُن سکتے ہیں تو پھر مدد کیا کریں گے ان تمام فضولیات کا قلع قمع ہو گیا۔ کیوں کہ جو مر کے مٹی ہو گیا ہو وہ کھڑا ہو سکتا ہے؟ صلوۃ پڑھ سکتا ہے؟ معلوم ہوا اپنی بات کرتے ہیں بے چارے، کیوں کہ

صلوۃ وسلام کے منکر ہیں جو صلوۃ پڑھنے والے ہیں وہ تو دیکھ بھی رہے ہیں سُن بھی رہے ہیں اور مدد بھی کر رہے ہیں۔ اور سُننا تو عام قبر والے کے لئے بھی ثابت ہے اسی مسلم شریف میں ہے کہ سرکار نے فرمایا جب مرنے والے کو دفن کر کے لوگ لوٹتے ہیں انه لیسمع قرع نعالهم وہ ان کے جوتوں کی آہٹ بھی سنتا رہتا ہے۔

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا درود قبر پہ جا کر سرکار نے سُن لیا تو یقین کر لو اپنے ہر امتی کا درود وسلام جو محبت کے ساتھ پڑھے گا حضور قبر میں رہ کر بھی سُن رہے ہیں اور سنتے رہیں گے اسمع صلوة اهل محبتی حیث کان (مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات) میں محبت والوں کا درود خود سُنتا ہوں۔

بعض حضرات بضد ہیں کہ فرشتے درود پیش کرتے ہیں لیکن اس میں خود سُننے کی نفی تو نہیں ہے کہ میں خود نہیں سُنتا فرشتے لے کر آتے ہیں تو پتہ چلتا ہے یہ تو آپ کا اکرام ہے بارگاہ خداوندی میں۔ بلا تشبیہ یوں سمجھو کہ آپ کے گھر کوئی معزز مہمان آئے آپ اس کو کھانا پیش کریں گے۔ پانی دیں گے اور ساری چیزیں اس کے سامنے میز پر رکھیں گے تو کیا اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ خود یہ چیزیں نہیں پکڑ سکتا اس لیے سامنے رکھ رہے ہو۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ اس کی عزت کے لئے یہ سارا انتظام کر رہے ہو۔ تو اللہ نے بھی فرشتوں کے ذریعے درود وسلام پہچانے کا انتظام آپ کی عزت کے لئے کیا ورنہ

۔ ہم یہاں پر پڑھیں وہ مدینے سُنیں
مصطفیٰ کی سماعت پہ لاکھوں سلام

فرمایا انی اریٰ مالا ترون و اسمع مالا تسمعون۔ ترمذی ج ۲ ص ۵۵
میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سُن سکتے۔

عرضت علی النار فرایت فیها امراة من بنی اسرائیل تعذب فی هرة۔ (مسلم شریف۔ بخاری شریف)

سورج گرہن کی نماز پڑھ کر سرکار نے فرمایا میرے سامنے جہنم رکھی گئی میں نے اس میں ایک عورت کو دیکھا جس نے بلی کو باندھ کر بھوکا پیاسا رکھ کر مار دیا، اس کو عذاب ہو رہا تھا

۔ سر عرش پر ہے تیری گذر　　دل فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں　　وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

مسلم شریف ج ۱ ص ۲۹۸ بخاری شریف ج ۱ ص ۱۹ حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ما من شئی لم اکن رایته الا قد رایت فی مقامی هذا حتی الجنة و النار ۔ کائنات کی کوئی شے ایسی نہیں جس کو میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا مگر آج اس مقام پہ کھڑا دیکھ رہا ہوں حتیٰ کہ جنت و دوزخ بھی۔ رایت فیها صاحب المحجن کان یسرق الحجاج۔ میں نے دوزخ میں اس کو بھی دیکھا جو حاجیوں کی چوری کرتا تھا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ آپ کو کس نے بتایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صلوۃ ہی پڑھ رہے ہیں کیا آواز آ رہی یا ہونٹ ہل رہے تھے جبکہ کھڑے ہو کر جو چاہے پڑھا جا سکتا ہے پتہ چلا

۔ محمد آدمی کے دل کی باتیں جان جاتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ سرکار نے فرمایا فو الله ما یخفی علی رکوعکم ولا سجودکم و انی لا رئکم من وراء ظهری۔ ایک روایت میں خشوعکم بھی ہے کہ میں تمہارے رکوع و سجود اور خشوع (جو کہ دلی کیفیت کا نام ہے) دیکھتا ہوں۔
(بخاری ج ۱ ص ۵۹ مسلم ج ۱ ص ۱۸۰)

مشکوۃ ص ۵۱۲ پہ ہے ان الله زوی لی الارض فرایت مشارقها و مغاربها
خدا نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا میں نے اس کے مشارق و مغارب ہر شے کو دیکھ لیا

۔ یہی وہ علم ہے "علم لدُنّی" جس کو کہتے ہیں
یہی وہ غیب ہے "علم غیب" سُنّی جس کو کہتے ہیں

نمبر ۵۔ ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام قبر میں صلوۃ پڑھ رہے ہیں ادھر حضور علیہ السلام کے وہاں پہنچنے سے پہلے بیت المقدس میں پہنچ چکے ہیں اور پھر چھٹے آسمان پہ جلوہ گر ہیں ثابت ہوا اللہ کے محبوب چاہے قبر میں ہوں جہاں چاہیں جا بھی سکتے ہیں آ بھی سکتے ہیں اور اگر یہ کہو کہ قبر میں بھی موجود تھے بیت المقدس میں بھی اور چھٹے آسمان پہ بھی تو یہی حاضر ناظر ہے

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

اگر یہ کہو کہ یہ سارا معاملہ روحوں کا تھا جسم کا تعلق نہیں تو پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کب سے روحانیت کے قائل ہوگئے؟ ہم بھی تو اللہ والوں کی روحانی طاقت ہی کی بات کرتے ہیں اور تم ہم پہ شرک کے فتوے لگاتے ہو لہٰذا آج سے روحانی طاقتوں کو مان لو اور آئندہ فتویٰ نہ لگانا۔ دوسری بات یہ ہے کہ قیام روح کرتی ہے کہ جسم۔ اور حضور نے یہ نہیں فرمایا رایت روح موسیٰ کہ میں نے حضرت موسیٰ کی روح کو دیکھا بلکہ فرمایا ذات موسیٰ کو دیکھا۔ اور پھر انبیاء کی ارواح تو اعلیٰ علیین میں ہوتی ہیں قبر میں مقید تو نہیں ہوتیں روح کو دیکھنے کے لئے قبر پہ جانے کی کیا ضرورت تھی۔ یا پھر مانو کہ نبیوں کی ارواح اگر آن واحد میں بیت المقدس جاسکتی ہیں تو امام الانبیاء کی روح بھی امتی کی پکار پر مدد کو آسکتی ہے۔

اگر روح بولنے سننے اور چلنے کے لئے جسم کی محتاج نہیں۔ تو اللہ کا نیک بندہ بھی روحانی مدد کرنے کے لئے جسم کا محتاج نہیں ہے۔ الغرض مذکورہ حدیث کا یہ مختصر جملہ بے شمار مسائل کا حل ہے آخر میں ایک سوال اور اس کے جواب پہ بات ختم کرتے ہیں۔

سوال

یہ تو حضور علیہ السلام کا اور دیگر انبیاء کا معجزہ ہے اور معجزہ دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا۔ (یہ وہابیہ کا بڑا معرکۃ الاراء ہتھیار ہے حافظ عبدالقادر روپڑی مناظروں میں اکثر کہا کرتے تھے)۔

جواب الزامی

کیا قرآن حضور کا معجزہ نہیں؟ معجزہ ہے اور قیامت تک رہنے والا معجزہ ہے لہٰذا آج سے قرآن کی کوئی آیت دلیل کے طور پر پیش نہ کرنا۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

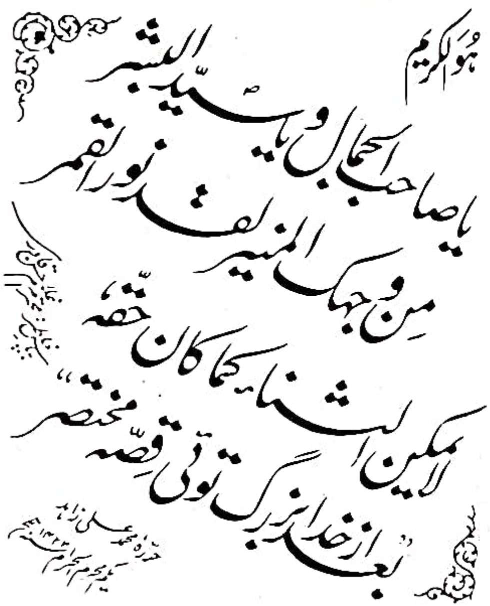
جواب تحقیقی

معجزے پر اگرچہ کسی دوسری شے کو قیاس نہیں کیا جاسکتا لیکن اس سے ایک حقیقت واقعیہ پر روشنی تو ضرور پڑتی ہے کم از کم جن کے معجزات ہیں ان کے لئے تو یہ کمالات مانو۔ تم تو یہ

کہتے ہو کچھ نہیں دے سکتے۔ ان کے پاس کچھ نہیں ہے۔ اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے۔

ارے تجھ کو کھائے تپِ سقر تیرے دل میں کس سے بخار ہے۔

انبیاء کے تو معجزات سہی لیکن عام بندے کے بارے جو فرمایا گیا انہ لیسمع قرع نعالھم۔ کہ قبر والا جوتوں کی آہٹ کو بھی سُنتا ہے اس کو کہاں لے جاؤ گے۔ دراصل یہ لوگ حضور علیہ السلام کی شان معراج پر غور نہیں کرتے جن کو اللہ توفیق دے دیتا ہے اور وہ واقعہ معراج کا غور سے مطالعہ کرتے ہیں وہ ضرور راہ راست پہ آ جاتے ہیں جیسا کہ کئی لوگوں کو اللہ نے ہدایت دی جیسے (محمد اقبال گوجرانوالہ سابق مبلغ اہل حدیث)۔



﴿۷۵﴾

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

اَنَا وَ اُمَّتِیۡ عَلٰی تَلٍّ وَّ یَکۡسُوۡنِیۡ رَبِّیۡ حُلَّۃً خَضۡرَآءَ ثُمَّ یُؤۡذَنُ لِیۡ فَاَقُوۡلُ مَا شَآءَ اللّٰہُ اَنۡ اَقُوۡلَ فَذٰلِکَ الۡمَقَامُ الۡمَحۡمُوۡدُ

میں اور میری امت (قیامت کے دن جب لوگوں کو جمع کیا جائے گا) ایک بلند مقام پر ہوں گے، میرا رب مجھے سبز حلّہ پہنائے گا پھر مجھے اذنِ تکلم دیا جائے گا اور میں (اللہ کی تعریف میں) کہوں گا جو اللہ نے چاہا پس یہی مقام محمود ہے

(الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ا ص ۲۱۷)

قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کو مقام محمود پہ بٹھائے جانے کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا (الاسراء) قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو ایسی جگہ کھڑا کرے گا جہاں سب آپ کی تعریف کریں گے۔ یہ وہ مقام ہے کہ سوائے حضور علیہ السلام کے کسی نبی و رسول کو حاصل نہیں ہوگا۔ اس مقام پہ فائز ہونے کے بعد سب مخلوق اولین و آخرین حضور علیہ السلام کی تعریف میں رطب اللّساں ہو گئے، اور آپ کی طرف ہی سب کی نظریں ہوں گی کیوں کہ جب تک آپ لب کشائی نہیں فرمائیں گے نہ حساب و کتاب کا آغاز ہوگا، نہ اہل جنت جنت میں جا سکیں گے نہ دوزخی دوزخ میں۔ پچاس ہزار سال لمبے اس دن میں جب کہ سورج انتہائی قریب ہوگا، تپش و حرارت سے زمین تانبے کی مانند ہوگی اور بارگاہِ رب العزت میں پیش ہونے اور کیے ہوئے گناہوں کی سزا سننے اور جہنم جیسے قید خانے کے سامنے ہونے کی وجہ سے لاحق ہونے والی پریشانیوں کے باعث ہر ایک پسینے میں غرق ہو جائے گا کوئی نجات اور ذریعۂ خلاص نظر نہیں آئے گا۔ اس وقت شب اسریٰ کا دولہا اپنی شفاعت کے ذریعے

محشر کا ماحول بدل دے گا

ہر نظر کانپ اُٹھے گی محشر کے دن
خوف سے ہر کلیجہ دہل جائے گا
اوڑھ کر کالا کمبل وہ آ جائیں گے
تو قیامت کا نقشہ بدل جائے گا

مقام محمود اور مقام شفاعت کو احادیث میں وسیلہ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔

(کبیر، قرطبی، جمل)

حضرت انس فرماتے ہیں۔

سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول لا شفعن یوم القیمۃ لا کثر مما فی الارض من حجر و شجر۔

(الشفا ج ا ص ۳۳۳)

زمین پر جتنے پتھر اور درخت ہیں ان کی تعداد سے بھی زیادہ میں قیامت کے دن لوگوں کی شفاعت کروں گا۔

ایک اہل حدیث عالم نے ایک شعر میں کہا ؎

زلفاں تیریاں روز قیامت ایسی عظمت پاون
اک اک والوں لکھ لکھ عاصی جنت اندر جاون

❀❀❀❀❀

غفرانک

﴿۷۶﴾

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْفَلِقُ الْاَرْضُ عَنْ جُمْجُمَتِہٖ وَلَا فَخْرَ

میں زمین سے اُٹھنے والوں میں سے سب سے پہلا ہوں گا اور یہ فخر یہ نہیں کہتا

(الشفاء ج ۱ ص ۲۲۲)

اس حدیث کا مضمون چونکہ حدیث نمبر ۱۴ کے ضمن میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے لفظ چونکہ مختلف تھے اس لیے علیحدہ نمبر کے ساتھ شامل کر لیا گیا ہے۔ اسی طرح حدیث نمبر ۲۰ کے الفاظ تھے انا سید ولد اٰدم یوم القیمة اور شفا شریف میں صفحہ نمبر ۲۲۲ پہ الفاظ یہ ہیں انا سید الناس یوم القیمة و لا فخر۔ میں قیامت کے دن تمام انسانوں کا سردار ہوں گا فخر نہیں حدیث نمبر ۳ کے الفاظ تھے انا اول من یحرک حلق الجنة فیفتح اللّٰہ لی (الی آخرہ) جب کہ شفا شریف میں الفاظ یہ ہیں انا اول من تفتح له الجنة و لا فخر (ج ۱ ص ۲۲۲) چونکہ مفہوم ایک ہی بنتا ہے لہٰذا علیحدہ بحث کی ضرورت نہیں ہے۔



﴿۷۷﴾

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

اَنَا اُرِیْدُ اَنْ اُؤَخِّرَ دَعْوَتِیْ شَفَاعَةً لِّاُمَّتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

میں ارادہ رکھتا ہوں کہ اپنی (خصوصی) دعا کو قیامت تک کے لئے اپنی امت کی شفاعت کے واسطے مؤخر رکھوں

(الشفاء ج ۱ ص ۲۲۴)

اس حدیث کا پہلا جملہ یہ ہے لکل نبی دعوة دعا بها فی امته فاستجیب له ہر نبی کی ایک ایسی دعا ہوتی ہے جو اس کی امت کے حق میں مقبول ہوتی ہے۔

حدیث بیان کرنے کے بعد حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ "مذکورہ بالا دعا امت کے ساتھ مخصوص ہے اس کی قبولیت کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضمانت ہے ورنہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنی امت کے لئے دین و دنیا کی بہت چیزیں مانگیں جن میں سے بعض چیزیں دی گئیں اور بعض نہ دی گئیں لیکن آپ نے مذکورہ دعا کو محتاجی کے دن اور سختی کے خاتمے کے لیے اور بڑے سوال و رغبت کے لیے رکھ چھوڑا ہے"۔ (جزاہ اللہ احسن ما جزی نبیا عن امته و صلی اللہ علیه وسلم کثیرا)۔

حضور علیہ السلام کی قبولیت دُعا کے چند مناظر

بارگاہ رب العزت میں کسی کی دعا کا قبول ہونا بھی اس کی بزرگی اور مقبول الٰہی ہونے کی علامت ہے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو مستجاب الدعوات بنایا لیکن انبیاء کرام کی دعائیں جس نبی کے توسل سے قبول ہوتی رہیں اسی سرکار علیہ السلام کی چند دعاؤں کی قبولیت کے مناظر یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

مسلم شریف جلد دوم صفحہ نمبر ۲۴۶ مشکوٰت شریف صفحہ نمبر ۵۴۴۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک غریب اور مفلس آدمی امام الانبیاء علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور اس نے کملی والے آقا سے اپنی غُربت اور تنگ دستی کی شکایت کرتے ہوئے کُچھ کھانے کو مانگا (کیوں کہ اس وقت کسی کا یہ عقیدہ نہیں تھا کہ نبی سے مانگو تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے)۔ تو حضور علیہ السلام نے اس کو ایک سیر جَو دیئے اور وہ گھر لے آیا۔ تو ان میں اتنی برکت ہوئی کہ فما زال الرجل یا کل و امراته و ضیفهما — کہ کئی سال تک وہ صحابی اور اس کی بیوی اور مہمان کھاتے رہے مگر وہ جَو ختم نہ ہوئے۔ ایک دن اس نے پکانے سے پہلے ان کو تول لیا تو جو ختم ہو گئے۔ وہ پھر نبی کریم علیہ السلام کے پاس گیا اور عرض کی۔ یارسول اللہ! جَو ختم ہو گئے ہیں۔ تو کملی والے آقا نے فرمایا۔ لو لم تکله لا کلتم منه و لقام لکم — کہ تم اگر ان کو نہ تولتے تو وہ کبھی ختم نہ ہوتے۔

کون کہتا ہے کہ نبی دیتا کچھ نہیں میں کہتا ہوں کہ نبی ایسا دیتا ہے کہ پھر ختم نہیں ہوتا۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جس نے نبی کی دی ہوئی کوئی شے تول لی تو وہ شے ختم۔ اور جس نے اللہ کا دیا ہوا نبی کا علم تولا اس کا ایمان ختم۔

بخاری شریف جلد اول صفحہ نمبر ۵۰۵۔ ترمذی شریف جلد دوئم صفحہ نمبر ۲۰۳ مشکواۃ شریف صفحہ نمبر ۵۳۷ — ایک دن حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے نبی کریم علیہ السلام کی آواز سے معلوم کیا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھوک کی شدت نے کمزور کر دیا ہے وہ گھر آئے اُمِ سلیمؓ سے فرمایا کہ مجھ کو حضور علیہ السلام کی آواز سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھوکے ہیں تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے — تو انہوں نے جَو کی چند روٹیاں دوپٹے میں لپیٹ کر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ہاتھ حضور علیہ السلام کی خدمت میں ارسال کر دیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ جب میں گیا تو نبی کریم علیہ السلام مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھ کر حضور علیہ السلام نے فرمایا ارسلک ابو طلحه — کہ تجھے ابوطلحہؓ نے بھیجا ہے۔

میں نے عرض کیا ہاں!

تو نبی کریم علیہ السلام نے پھر فرمایا — بطعام — کہ روٹیاں دے کر

میں نے دوبارہ عرض کی ہاں! — (بدعقیدہ لوگوں سے پُوچھو کہ یہ غیب نہیں تو اور کیا ہے)۔

اس کے بعد کملی والے آقا اٹھے اور تمام صحابہ کو ساتھ لے کر ابوطلحہؓ کے گھر تشریف لے آئے۔

"فقال ابو طلحه بام سلیم قد جاء رسول الله صلی الله علیه و سلم بالناس و لیس عندنا نطعمهم قالت ام سلیم الله و رسوله اعلم"۔

پس ابوطلحہؓ نے اُمِ سلیمؓ سے فرمایا کہ حضور علیہ السلام اپنے غلاموں کو ساتھ لے کر تشریف لے آئے۔ اور ہمارے پاس کوئی شے نہیں کہ ان کو کھلائیں — ام سلیم نے جواب دیا کہ تم گھبراؤ نہیں۔ اللہ اور اس کا رسولؐ جانے۔

یعنی

ہمارے مصطفیٰ کے سر پہ تو اللہ کا سایہ ہے
وہی ان کو کھلائے گا جو ان کو ساتھ لایا ہے

پھر نبی کریم علیہ السلام اندر تشریف لائے اور فرمایا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے لے آؤ۔ تو وہی روٹیاں آگے رکھ دی گئیں۔ پھر کملی والے نے ان روٹیوں کو سامنے رکھا اور ثم قال فیه پھر حضور علیہ السلام نے ان پر دُعا فرمائی پھر کملی والے آقا نے حکم دیا — کہ دس دس ہو کر آتے جاؤ اور کھاتے جاؤ۔ فاکل القوم کلهم و شبعوا و القوم سبعون او ثمانون — پس، تمام نے پیٹ بھر کر کھایا اور وہ ستر (۷۰) تھے یا اسی (۸۰) ثم اخذ ما بقی فجمعه ثم دعا فیه بالبرکته فعاد کما کان فقال دونکم — پھر باقی جو کچھ بچ گیا حضور علیہ السلام نے اس کو جمع کیا اور اس پر برکت کے لئے دُعا فرمائی۔ پس وہ کھانا جتنا پہلے تھا اتنا ہی ہو گیا۔ پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا — کہ اپنا کھانا لے جاؤ۔ ہم نے تمہارا کچھ بھی نہیں کھایا۔

بخاری شریف جلد دوم صفحہ نمبر ۵۸۰۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ نمبر ۵۳۲۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ غزوۂ احزاب میں تمام مہاجرین و انصار

خندق کھود رہے تھے۔ میں نے معلوم کیا کہ نبی کریم علیہ السلام کو بھوک لگی معلوم ہوتی ہے۔ پس میں اپنی بیوی کے پاس گیا اور پوچھا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ اس نے ایک صاع جَو نکالے۔ گھر میں ایک بکری بھی تھی، میں نے اس کو ذبح کیا اور بیوی نے آٹا گوندھا اور گوشت دیگچی میں چڑھا دیا اور میں نبی کریم علیہ السلام کو لینے چلا تو میری بیوی نے کہا کہ دیکھو حضور علیہ السلام کے ساتھ اور آدمیوں کو لا کر مجھے رسوا نہ کرنا۔ اور پھر میں نبی کریم علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور فسارته — تو میں نے چپکے سے عرض کیا کہ آپؐ کی دعوت میرے گھر ہے — فصاح النبی یا اهل الخندق ان جابرا صنع سورا — پس نبی کریم علیہ السلام نے زور سے آواز دی کہ اے خندق والو! جابر نے تمہاری دعوت کی ہے جلدی چلو اور حضور علیہ السلام نے مجھے فرمایا کہ جب تک میں نہ آؤں چولہے سے دیگچی نہ اُتارنا اور روٹی نہ پکانا۔ پس کملی والے آقا تمام ساتھیوں کو ساتھ لے کر میرے گھر جلوہ افروز ہوئے۔ بیوی نے آٹا پیش کیا۔

فبصق فیه و بارک ثم عمد الی برمتنا فبصق و بارک.

پس حضور علیہ السلام نے آٹے میں بھی اور دیگچی میں بھی لُعاب دہن ڈال دیا اس کے بعد آپؐ نے روٹیاں اور سالن لانے کا حکم دیا۔ پھر تمام نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ وهم الف — اور وہ کھانے والے ایک ہزار تھے و ان برمتنا لتغط — اور ہمارے سالن اور روٹیوں میں کوئی کمی نہ آئی۔

اس حدیث پاک سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا لُعاب دہن بھی پاک و مطہر ہے۔ جس کی برکت اور فیض سے تھوڑا سا کھانا ایک ہزار نے کھا لیا ہمارے تھوک مکروہ۔ کملی والے کا پاک۔ ہمارے تھوک میں زحمت و وبا۔ کملی والے کے تھوک میں رحمت و شفا۔ ہم تھوکیں تو سالن و آٹا خراب۔ کملی والا تھوکے تو اُن میں برکت۔

شمائل ترمذی شریف صفحہ نمبر ۱۲ حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم علیہ السلام کی دعوت کی اور گوشت پکایا۔ چونکہ حضور علیہ السلام کو شانہ بہت پسند تھا۔ اس لئے میں نے شانہ پیش کیا۔ حضور علیہ السلام نے تناول فرما کر فرمایا۔

ناولنی الذراع فقلت یا رسول الله و کم للشاة من الذراع فقال والذی نفسی بیده لو سکت لنا و لتنی الذراع ما

دعوت —

کہ اور شانہ لاؤ۔ میں نے دوسرا بھی پیش کر دیا۔ پھر کملی والے نے فرمایا کہ اور لاؤ تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ایک بکری کے کتنے شانے ہوتے ہیں؟ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا "کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تو خاموش رہتا تو جتنے شانے مانگتا تم مجھے دیتے رہتے۔

مسلم شریف جلد اول صفحہ نمبر ۴۶۱ مشکوٰۃ شریف صفحہ نمبر ۵۳۸۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے جب حضرت زینب سے نکاح کیا تو میری ماں نے کچھ کھانا پکا کر مجھے دیا۔ اور کہا یہ نبی کریم علیہ السلام کے پاس لے جاؤ۔

وتقول ان هذا لک منا قلیل یا رسول الله فذهبت فقال صنعه ثم قال اذهب فادع فلانا و فلانا و فلانا —

اور کہنا کہ میری ماں آپؐ کو سلام عرض کرتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ تھوڑا سا کھانا آپؐ کے لئے ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں گیا اور اس طرح کہا —

پس حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اسے رکھ دو اور فلاں فلاں فلاں کو بُلا لاؤ پس میں تمام کو بُلا لایا اور وہ تین سو ہو گئے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ دس دس ہو کے کھاتے جاؤ — فاکلوا حتی شبعوا — پس تمام نے کھایا اور سیر ہو گئے۔

قال فرفعت فما ادری حین و ضعت کان اکثر ام حین رفعت.

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کھانا اُٹھا لیا مگر میں نہیں جانتا کہ جس وقت میں نے کھانا رکھا اس وقت کھانا زیادہ تھا یا جس وقت میں نے اٹھایا اس وقت کھانا زیادہ تھا۔

مسلم شریف جلد دوم صفحہ نمبر ۲۴۶۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ نمبر ۵۳۷۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ان ام سالک کانت تهدی النبی

صلی اللہ علیہ وسلم فی عکة لها سمنا — کہ ام مالک کا دستور تھا کہ وہ ایک برتن میں ہدیہ کے طور پر حضور علیہ السلام کو گھی یا شہد بھیجا کرتی تھیں اور ان کے بچے جب سالن مانگتے اور گھر میں نہ ہوتا تو وہ اس برتن کو اٹھا لاتیں اور اس سے بقدرِ ضرورت گھی یا شہد نکل آتا۔

حتی عصرته فاتیت النبی علیه السلام فقال عصرتیها قالت نعم قال لو ترکتها ما زال قائما۔

ایک دن انہوں نے اس برتن کو نچوڑ لیا اور پھر کملی والے کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تُو نے اس برتن کو نچوڑ لیا ہے؟ تو انہوں نے عرض کی کہ ہاں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر اس برتن کو نہ نچوڑا جاتا تو اس میں سے ہمیشہ گھی یا شہد نکلتا رہتا۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ نمبر ۵۴۴ حضرت حرام بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے جا رہے تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر ساتھی آپؐ کے ہمراہ تھے تو یہ مقدس قافلہ ام معبد کے خیمہ میں پہنچا۔

فنظر رسول الله الی شاة فی کسر الخیمة فقال ما هذه الشاة یا ام معبد۔

تو حضور علیہ السلام نے خیمے میں ایک بکری بندھی ہوئی دیکھی تو کملی والے نے فرمایا۔ ام معبد یہ بکری کیسی ہے هل بها من لبن - کیا یہ دودھ دینے کے قابل نہیں ہے تو ام معبد نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ بکری دودھ دینے سے خالی ہے۔ تو کملی والے نے فرمایا کہ اے ام معبد اگر چہ یہ بکری دودھ سے خالی ہے۔ مگر میں محمد تو خالی نہیں میری شان تو یہ ہے کہ ہاتھ لگایا نہیں اور دودھ آیا نہیں (یعنی ہاتھ لگتے ہی دودھ کی نہریں جاری ہوگئیں)۔ اور فرمایا کہ اس بکری کو میرے پاس لاؤ تا کہ میں اس کا دودھ دوھوں - قالت بابی انت و امی ان رایت بها حلبا فاحلبها - تو ام معبد نے عرض کی میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ اگر یہ اس قابل ہے تو آپ اس سے دودھ حاصل کر لیں فدعا رسول الله صلی الله علیه وسلم بیده ضرعها و سمّی الله ۔ تو حضور علیہ السلام نے اس بکری کو جو کہ دودھ دینے کے قابل نہ

تھی اپنے پاس بلایا اور اس کے تھنوں کو چھوا اور اللہ کا نام لے کر دوھنا شروع کر دیا بس پھر کیا تھا اس بکری کے سوکھے ہوئے تھن دودھ کی نہریں بن گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے کئی برتن بھر گئے۔ تمام لوگوں نے پیا۔ ام معبد فرماتی ہیں کہ یہ بکری "عام الرماد" تک زندہ رہی اور صبح و شام اٹھارہ سال دودھ دیتی رہی (انساب الاشراف، ۱:۶۶۲)

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں
جس راہ چل دیے ہیں کوچے بسا دیے ہیں
میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیے ہیں دربے بہا دیے ہیں



﴿۷۸﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا رَسُوْلُ الرَّحْمَۃِ وَ رَسُوْلُ الرَّاحَۃِ وَ رَسُوْلُ الْمَلَاحِمِ

میں رحمت وراحت کا رسول ہوں اور میں لڑائیوں کا رسول ہوں

(الشفاج ا ص۲۳۱)

رسول رحمت وراحت

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین۔ (الانبیاء)

اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔

اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعریف میں فرمایا کہ "وہ لوگوں کو پاک کرتے ہیں انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں لوگوں کو سیدھے راستے کی طرف راہنمائی فرماتے ہیں اور آپ مسلمانوں پر مہربان اور رحم فرمانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو امت مرحومہ بنایا ہے (جس کو رحمت والا نبی دے کر اس پر رحم کیا گیا) اور ان کے بارے فرمایا گیا۔

وتواصوا بالصبر و تواصوا بالمرحمۃ۔ (البلد)

وہ صبر اور رحم کرنے کی وصیت کرتے ہیں۔

یعنی ان کا ایک دوسرے پر رحم کرنا ہے۔ تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی امت کے لئے اور ساری کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ (شفا شریف)

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو رحمۃ العلمین نہ فرمایا بلکہ رحمۃ للعالمین فرمایا اس میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ پہلے لفظ میں حضور جہانوں کی ملکیت قرار پاتے کیوں کہ

کتاب زید کا معنی ہے زید کی کتاب یعنی زید کتاب کا مالک ہے۔ تو رحمۃ العلمین کا معنی ہوتا کہ جہان اس رحمت کے مالک ہیں جب کہ دونوں جہان تو خود حضور کی ملکیت ہیں

ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں دونوں جہاں

اور کتاب لزید کا مطلب ہے زید کتاب کا مالک تو نہیں لیکن اگر چاہے تو کتاب سے استفادہ کر سکتا ہے تو فرمایا رحمۃ للعالمین کہ جہان میرے حبیب کے مالک تو نہیں لیکن اگر چاہیں تو اس کی رحمت سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ رحمت مصدر ہے دنیا میں جو بھی رحمت کی جھلک نظر آرہی ہے چاہے وہ ماں کی اولاد پر ہو یا استاد کی شاگرد پر، یہ سب اسی مصدر رحمت کے جلوے ہیں اور اسی دریائے رحمت کے قطرے ہیں۔ قرآن مومنین کے لئے رحمت اسلام مسلمانوں کے لئے رحمت اور حضور علیہ السلام سارے جہانوں کے لئے رحمت۔

ہر نعمت کی جتنی مخلوق کو ضرورت تھی اس کے مطابق ہی اللہ نے اس کو پیدا کیا جس کی زیادہ ضرورت تھی اس کو زیادہ پیدا فرمایا جس کی کم ضرورت تھی اس کو کم پیدا کیا۔ مثلاً مرچ سے زیادہ نمک کی ضرورت تھی اس کی کانیں بنا دی گئیں۔ پھلوں سے زیادہ غلہ کی ضرورت تھی کھیتوں کے کھیت پیدا کر دیے۔ غلہ سے زیادہ پانی کی ضرورت تھی کہ غلہ تو انسان ہی کھاتے ہیں جب کہ پانی جانوروں کی بھی ضرورت اور خود غلہ کو بھی ضرورت تو زمین کے تین حصے پانی سے بھر دیے۔ پانی سے زیادہ ہوا کی ضرورت، چنانچہ جہاں پانی کا قطرہ بھی نہیں ہوا کو وہاں بھی پہنچا دیا اسی طرح روشنی سورج چاند کی سب کو عطا فرمائی (خدا کا کرم ہے نہ کبھی ہوا کا بل آیا نہ روشنی کا۔ اگر یہ دو بل بھی آجاتے تو پاکستانی تو بلوں میں ہی گھس جاتے ہاں مگر بل ہے وہ کیا لئن شکرتم لازیدنکم میرا شکر ادا کرو میں اور زیادہ نعمتیں عطا فرماؤں گا) ان سب چیزوں سے زیادہ رحمت کی ضرورت تھی کہ یہ سب نعمتیں ہوں رحمت نہ ہو بات نہ بنتی تھی اس کو اتنا عام کر دیا کہ فرمایا وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین۔

یہاں سے بھارت جاؤ حکومت بدل گئی مگر رحمت نہیں بدلی دوسرے تیسرے ملکوں میں چلتے جاؤ حکومتیں بدلتی جائیں گی نہ خدا کی قدرت بدلے نہ نبی کی رحمت بدلے۔

لوگ کہتے ہیں کوئی کسی کو فائدہ نہیں دے سکتا مگر مصطفیٰ کی رحمت سے ہر ایک کو فائدہ ہو رہا ہے منکر کو بھی ہو رہا ہے کیوں نہ ہو وہ آفتاب نبوت ہیں جب دروازہ بند کرنے سے اس آفتاب

کی روشنی کمرے میں آسکتی ہے تو سراجاً منیرا کے فیض کا عالم کیا ہوگا۔

ایسے شخص کو جو یہ کہے کسی سے مدد مانگنا شرک ہے سردیوں میں ایک رات ننگا چھوڑ دو کپڑے مانگے کہو مانگنا شرک ہے، جون جولائی میں ایک دن پانی نہ دو صرف ایک دن میں توحید کا معنی سمجھ آجائے گا۔ کپڑے پانی کی محتاجی مانتے ہو اور مانگتے بھی ہو حضور علیہ السلام کی طرف محتاجی نہ مانتے ہو نہ ان سے مانگتے ہو۔ حالانکہ چیز کی جتنی کثرت ہوتی ہی اس کی طرف محتاجی زیادہ ہوتی ہے تو رحمت سب سے عام ہے لہٰذا سارا زمانہ حضور کا محتاج ٹھہرا

جملہ عالم است محتاج الیہ   زیں سبب فرمود رب صلوا علیہ

کوئی رزق کی نعمت کوئی علم کی، مگر حضور کی رحمت سب پہ حاوی کہ عالم ماسوا اللہ کا نام ہے اور خدا نے عالمین فرمایا ہے اگر چہ عالم کے اندر ہی ہر شے آگئی تھی تاہم پھر بھی عالمین جمع فرمایا تا کہ کسی کو ذرہ بھر گنجائش نہ رہے کہ وہ حضور علیہ السلام کی رحمت کے دائرہ سے باہر رہے۔ ہر محتاجی ایک وقت تک رہتی ہے دوسرے وقت میں ختم، بچہ ماں کے دودھ کا ایک خاص وقت تک محتاج رہتا ہے پھر محتاجی و ضرورت نہیں رہتی۔ پھر استاد کا محتاج۔ بیمار ہو تو حکیم کا محتاج، تندرست ہوا محتاجی ختم۔ بھوک پیاس ہو تو کھانے پینے کا محتاج، کھا پی لیا محتاجی ختم۔ مگر رحمت کی محتاجی دنیا میں بھی ہے قبر میں بھی رہے گی اور حشر میں تو منکر بھی مان جائیں گے جب

کہیں گے اور نبی اذھبوا الی غیری
میرے حبیب کے لب پر اَنَا لَهَا ہو گا

مسلمان تو کیسے انکار کرے گا اللہ نے کافروں کو فرمایا ما کان اللہ لیعذبھم و انت فیھم تم عذاب سے بچے ہوئے ہو تو صرف میرے حبیب کی وجہ سے۔

بعض لوگ کہتے ہیں حضور کو منافق کی قبر پہ کھڑا ہونے سے روکا گیا لا تقم علی قبرہ کیوں کہ فائدہ ہی کوئی نہیں میں کہتا ہوں یہی آیت تو آپ کے نافع ہونے کی دلیل ہے کہ اگر نفع نہیں دیتے تھے تو روکا کیوں گیا؟ اسی لیے روکا کہ حبیب تیرے قدم جہاں آجائیں وہاں عذاب نہیں آسکتا آپ پیچھے ہٹ جائیں پھر دیکھیں میں ان کو عذاب کیسے دیتا ہوں۔

ہمارے آقا کی رحمت ایسی ہے کہ جس کو راس آجائے اس کو ایسی حیات ملے کہ مر کر بھی زندہ رہے اور منکر و گستاخ جس کو راس نہ آئے زندہ ہو کر بھی اموات غیر احیاء مگر گستاخ یاد

رکھیں اللہ نے گستاخِ نبوت کو برداشت نہیں کیا۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گستاخی کی فاخذتکم الصعقۃ و انتم تنظرون فوراً مار دیا حالانکہ کئی اپنے گستاخوں کو تب بھی چھوڑا ہوا تھا اب بھی چھوڑا ہوا ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام کے گستاخوں کو فوراً پکڑ لیا۔ تو سب سے پہلے خود اللہ نے گستاخ رسول کو سزائے موت دی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گستاخ کو اللہ تعالیٰ موقع پر موت کی نہ صرف سزا سناتا ہے بلکہ سزا دیتا ہے تو جس کے لئے اللہ نے ساری کائنات بنائی اس کی گستاخی کرنے والے کو بھی اس دھرتی پر زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے

وہ ہر عالم کی رحمت ہیں کسی عالم میں رہ جاتے
یہ ان کی مہربانی ہے کہ یہ عالم پسند آیا

رحمت کا لازمی نتیجہ

جب رحمت مصدر ہے تو ضروری ہے کہ مصدر یا اسم فاعل کے معنی میں ہو یا اسم مفعول کے معنی میں ظاہر ہے یہاں بمعنی اسم فاعل ہے جس پر للعالمین کا قرینہ موجود ہے لہٰذا حضور راحم للعالمین ہوئے۔ یعنی تمام جہانوں پر رحم فرمانے والے۔ ظاہر بات ہے جو (نعوذ باللہ) مر کے مٹی ہو گیا ہو وہ کسی پر کیا رحم کرے گا۔ جس کو پتہ ہی نہ ہو کہ فلاں کو عالمین میں میری رحمت کی ضرورت ہے وہ کسی پر رحم نہیں کر سکے گا۔ اور جس کو اختیار ہی نہ ہو تو بغیر اختیار کے رحم کیسے ہو سکے گا مثلاً ایک رحیم و شفیق بندہ جو آپ پر بہت ہی مہربان ہے وہ اگر کسی دوسرے ملک میں رہتا ہے اور آپ یہاں پاکستان میں رہتے ہیں اس کو علم ہو گا کہ فلاں بندہ تکلیف میں ہے مجھے اس پر رحم کر کے اس کی مدد کرنی چاہیے تب ہی مدد کر سکے گا۔ اگر وہ مدد کرنا چاہتا ہے مگر یہاں آ ہی نہیں سکتا آنے کا اختیار ہی نہیں تو کیسے مدد کرے گا لہٰذا حاضر ہونا بھی ضروری اور اگر وہ زندہ ہی نہیں تو کیا مدد کرے گا ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کو رحمت مان کر ضروری ہے، حیات النبی کا عقیدہ اپنایا جائے، حاضر ناظر مانا جائے آپ کو علم غیب تسلیم کیا جائے، اور مختار کل مانا جائے۔ یہ تمام مسائل اس لفظ رحمت سے روز روشن کی طرح واضح ہیں

ہمارا کام کہہ دینا ہے یارو   کوئی آگے مانے یا نہ مانے

رسول الملاحم

ملاحم جمع ملحمۃ کی ہے جس کا مادہ لحم بمعنی گوشت ہے بڑی جنگوں میں چوں کہ انسانوں کا گوشت کثرت سے بکھرتا ہے اس لیے بڑی جنگ کو ملحمہ کہا جاتا ہے۔ یا یہ لحمۃ سے بنا ہے ''کپڑے کا تانا بانا'' چونکہ جنگ میں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہونا پڑتا ہے تو جیسے کپڑے کے دھاگے ملے ہوئے ہوتے ہیں اسی طرح دشمن ایک دوسرے کے ساتھ مل جاتے ہیں۔

ایک اندازے کے مطابق قرآن مجید کا ایک تہائی حصہ جہاد سے تعلق رکھتا ہے دوسرا تہائی انفاق (خرچ کرنا) اور تیسرے تہائی حصے میں دیگر تمام احکامات بیان ہوئے اس لیے قرآن مجید کی وہ آیات جن میں جہاد کا ذکر فرمایا گیا ان کو اگر لکھنا شروع کر دیا جائے تو کتاب بہت طویل ہو جائے گی حصول برکت کے لئے چند آیات جن کی طرف عموماً توجہ کم کی جاتی ہے حالانکہ انہی آیات میں اس دور کے مسلمانوں کے تمام مسائل کا حل موجود ہے کاش کہ مسلمانوں کو قرآن میں غور وفکر، تدبر و تفکر کرنے کا شوق پیدا ہو جائے۔

بدقسمتی سے اگر ایک طرف جہاد کو دہشت گردی اور فساد کہہ کر پوری دنیا میں امریکہ بہادر کے حکم پر دبایا جا رہا ہے اور بدنام کیا جا رہا ہے تو دوسری طرف کچھ لوگ واقعی دہشت گردی اور فساد کو جہاد کا نام دے رہے ہیں اور مساجد و امام باڑوں میں معصوم جانوں کو اس قدر بے دردی کے ساتھ ضائع کیا جا رہا ہے کہ۔ الامان۔ الحفیظ۔ اور پھر فریقین اپنے اپنے مقتولین کو شہادت کے رتبے پر فائز کر کے ان کے دن منا رہے ہیں۔ اور پھر تازہ دم ہو کر ایک دوسرے کے قتل کے درپے ہو جاتے ہیں حاشا و کلا یہ جہاد نہیں بلکہ فساد در فساد ہے۔

اگرچہ یہ دونوں گروہ بذاتِ خود دہشت گرد ہیں ایک عالمی اور بین الاقوامی دہشت گردی کا مرتکب ہو رہا ہے اور امن کے نام پر دنیا میں بدامنی پھیلا رہا ہے جیسا کہ حالیہ دو جنگوں (افغانستان اور عراق) کا نتیجہ پوری دنیا دیکھ رہی ہے اور دوسرا دین اسلام، محبت صحابہ و اہل بیت کے نام پہ غنڈہ گردی اور فساد کا ارتکاب کر رہا ہے۔ تاہم ان سازشوں کے باوجود مجاہدین اسلام چٹان سے زیادہ مضبوط ارادوں کے ساتھ فریضہ جہاد بھی ادا کر رہے ہیں اور الجہاد ماض الی یوم القیمۃ کے فرمانِ رسول پر عمل پیرا ہیں۔ اور یہ سلسلہ نہ کبھی رکا ہے نہ قیامت تک رُکے گا

اسلام کی فطرت میں اللہ نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

اور

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

غیر مسلم ہمارے آقا و مولیٰ علیہ السلام کے اس نام مبارک (رسول الملاحم) پر بہت سٹ پٹاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلام لڑائی کے دلدادہ تھے اور اسلام شدت پسند دین ہے اور اپنے آپ کو امن پسند قرار دیتے ہیں لیکن کون نہیں جانتا۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

حضور علیہ السلام باجود رسول الملاحم ہونے کے اپنی پوری زندگی میں بیسیوں جنگوں کے باوجود صرف چند افراد کے ناپاک وجود سے اللہ کی زمین کو پاک کر کے مثالی امن قائم فرما رہے ہیں اور یہ نام نہاد امن کے علمبردار جدھر جاتے ہیں لاکھوں انسانوں کا قتل عام کر کے ہمیشہ کے لئے بدامنی کی فضا سے دنیا کو جہنم بنا رہے ہیں۔ سب سے بڑا امن وحقوق انسانیت کا علمبردار امریکہ کو سمجھا گیا ہے لیکن کون نہیں جانتا کہ ''ہیروشیما'' سے لے کر افغانستان وعراق کی بربادی کا ذمہ دار امریکہ ہی ہے اور ان واقعات میں جتنی انسانیت کی تباہی کا اعزاز اس کو حاصل ہوا ہے حساب و کتاب سے باہر ہے۔ اس کا مطلب ہے اسلام کے خلاف بنیاد پرستی کے نام پر پروپیگنڈا ''چور مچائے شور'' کے علاوہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ عقل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے۔ اس دور میں سخت ضرورت ہے کسی ایسے مردِ میدان حکمران کی جو یہود و نصاریٰ کی سازشوں کو سمجھے اور ان کو ناکام بنائے اور ان کے مکروہ چہرے کو بے نقاب کرے کیوں کہ تمام اسلامی ممالک کے سربراہان پوری طرح یہود و نصاریٰ کے دام تزویر میں پھنس چکے ہیں اور ان کے آلہ کار بن کر باری باری خود اپنے ہی برادر اسلامی ممالک کی تباہی و بربادی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ان حالات میں اس کے علاوہ کیا کہا جا سکتا ہے کہ۔ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔

اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

حالانکہ کسی لحاظ سے بھی (وسائل۔ افرادی قوت) مسلمان ممالک غیر مسلموں سے پیچھے نہیں صرف بیداری غیرت اور اتحاد کی ضرورت ہے۔ ایک رپورٹ ملاحظہ فرمائیں۔

لمحۂ فکریہ!

عالم اسلام کے قدرتی وسائل اور بے حسی و بے بسی کی انتہا

تاریخ و تمدن اور اعداد و شمار کے لحاظ سے اسلام دنیا بھر میں سب سے بڑا مذہب اور مسلمان سب سے بڑی طاقت ہیں۔ مسلمان ممالک کی مجموعی تعداد ۵۶ ہے مسلمانوں کی مجموعی تعداد ایک ارب ۴۰ کروڑ سے زائد ہے۔ غیر مسلم ممالک میں بھی مسلمان آباد ہیں اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تمام اقوام عالم کے مقابلہ میں مسلمان تعداد، رقبہ اور وسائل کے اعتبار سے ہر قوم ہر مذہب اور ہر علاقہ پر فوقیت رکھتے ہیں۔ براعظم ایشیا میں مسلم ممالک کی تعداد ۲۷، براعظم افریقہ میں بھی مسلم ممالک کی تعداد ۲۷ ہے اور براعظم یورپ میں مسلم ممالک کی تعداد ۲ ہے۔ مسلمان ممالک کے زیر قبضہ رقبہ نو کروڑ مربع میل سے متجاوز ہے۔ دنیا بھر کا ۷۰ فیصد تیل (پٹرولیم) مسلمانوں کے پاس ہے۔ دنیا کی ۲۵ فیصد زرعی زمین مسلمانوں کے پاس ہے۔ تانبے لوہے کوئلے کے علاوہ سونے چاندی اور زمرد ہیرے اور یورینیم کے ذخائر بھی مسلمان ممالک کے پاس دیگر ممالک سے زیادہ ہیں اور مواصلاتی طور پر بھی سب آپس میں مربوط ہیں۔ چند ایک ممالک کی چند معلومات قارئین کے استفادہ کے لئے درج ذیل ہیں۔

نمبر شمار	نام ملک	رقبہ مربع کلومیٹر	آبادی	وسائل
۱۔	سعودی عرب	۲۳لاکھ۳۱ہزار	ایک کروڑ ۷۰لاکھ	تیل، سونا، چاندی، لوہا، کھجوریں، گیس، گندم وغیرہ
۲۔	پاکستان	آٹھ لاکھ	تیرہ کروڑ	گیس، لوہا، نمک، چاول، گندم، کپاس
۳۔	ایران	سولہ لاکھ ۴۸ہزار	چھ کروڑ بارہ لاکھ	پٹرول، گیس، کوئلہ، زمرد وغیرہ
۴۔	افغانستان	۶لاکھ۵۲ہزار	ایک کروڑ ۶۳لاکھ	سونا، تانبا، لوہا، گندم، چاول، خشک میوہ جات
۵۔	انڈونیشیاء	۱۹لاکھ۴ہزار	۱۸کروڑ ۱۰لاکھ	تیل، تانبہ، گیس، ناریل، چائے چاول، ربڑ
۶۔	بنگلہ دیش	ایک لاکھ ۴۴ہزار	۱۱کروڑ	پٹ سن، چاول، چائے، گیس، کوئلہ، تیل
۷۔	ترکی	۳لاکھ۹۴۸ مربع میل	۶ کروڑ	کپاس، پھل، سبزیاں، کاپر
۸۔	شام	۱لاکھ۸۵ہزار	ایک کروڑ ۳۵لاکھ	تیل، گیس، کپاس، گندم
۹۔	عراق	۴لاکھ۳۴۹۲۴	ایک کروڑ ۸۵لاکھ	پٹرول، گیس، نمک، گندم، کھجوریں
۱۰۔	قطر	گیارہ ہزار ۴۳۷	۴لاکھ۶۷ہزار	پٹرول، گیس، چاول، مچھلی، کھجور
۱۱۔	کویت	۱۷ہزار ۸۱۸	۱۷لاکھ۸۶ہزار	تیل، گیس، کھجور وغیرہ
۱۲۔	متحدہ عرب امارات	تراسی ہزار چھ سو	۲۵لاکھ	تیل، گیس، سبزیاں، کھجوریں وغیرہ
۱۳۔	ملائیشیاء	۳لاکھ۳۲۶۳۲	ایک کروڑ ۳۳لاکھ	ٹن، لوہا، گیس، پام، آئل، ربڑ
۱۴۔	یمن شمالی	۲لاکھ	۸۵لاکھ۵۷ہزار	تانبا، بلوری، پتھر، گندم، کپاس، کھجور
۱۵۔	یمن جنوبی	۳لاکھ۳۳ہزار	۲۰لاکھ	پیتل، نمک، گندم، کپاس، باجرہ، کھجور
۱۶۔	الجزائر	۹لاکھ۱۹ہزار	۲کروڑ ۷۰لاکھ	تیل، گیس، کاپر، گندم، آلو، مکئی، انگور
۱۷۔	آئیوری کوسٹ	۱لاکھ۲۷ہزار مربع میل	۹۷لاکھ۳۷ہزار	ہیرے، سونا، لوہا، تانبا، کافی، کپاس
۱۸۔	تنزانیہ	۹لاکھ۴۵ہزار	۲کروڑ ۸۷لاکھ	ہیرے، سونا، نکل، کاٹن، کافی، چاول
۱۹۔	چاڈ	۱۲لاکھ۸۴ہزار	۷۰لاکھ	یورینیم، پٹرولیم، کپاس، چاول، باجرہ

۲۰۔ سوڈان	۲۵لاکھ۵۸۱۳	۲کروڑ۸۰لاکھ	کرومیم، سونا، تانبہ، سیسہ، گنا، گندم، کپاس
۲۱۔ لیبیا	۱۷لاکھ۵۹ہزار	۴۴لاکھ۸۰ہزار	تیل، گیس، سنگ مرمر، زیتون، گندم
۲۲۔ مراکش	۱۴لاکھ۵۸ہزار	۲کروڑ۶لاکھ	تیل، کوئلہ، سرمہ، فاسفیٹ، زیتون
۲۳۔ مصر	۱۰لاکھ۱۴۴۹	۵کروڑ۶۳لاکھ	تیل، نمک، لوہا، چونا، گندم، چاول، کپاس
۲۴۔ نائجر	۱۲لاکھ۶۷ہزار	۸۰لاکھ۵۰ہزار	یونیم، ٹن، فاسفیٹ، خشک، پھل، چاول
۲۵۔ تیونس	۶۳ہزار۳۸۰ مربع میل	۸۵لاکھ۲۰ہزار	گیس، کیلشیم، سیسہ، بادام، زیتون، کپاس
۲۶۔ سیرالیون	۷۱ہزار۷۴۰	۴۴لاکھ۵۰ہزار	خام لوہا، ہیرے، آم، چاول، مکئی، مچھلی
۲۷۔ سینیگال	۸۲لاکھ	۸۲لاکھ	چونے کا پتھر، فاسفیٹ، چاول، باجرہ، ناریل
۲۸۔ صومالیہ	۲۷لاکھ۳۰ہزار	۲۷لاکھ۳۰ہزار	یونیم، لوہا، جپسم، گوند، کیلا، مونگ پھلی، مکئی

ایک اندازہ کے مطابق کویت کے پاس دس ارب ٹن تیل کے ذخائر ہیں جو دنیا بھر کے ذخائر کا پندرہواں حصہ ہیں۔

ان ۲۸ ممالک کی مختصر تفصیل و خاص خاص وسائل کے ذکر کے بعد باقی ۲۸ مسلمان ممالک کے نام درج ذیل ہیں۔

آذر بائیجان، اُردن، ازبکستان، اومان، بحرین، برونائی، تاجکستان، ترکمانستان، قازقستان، کرغزستان، لبنان، مالدیپ، اریٹریا، ایتھوپیا، بور کینا فاسو، جیبوتی، کوموروس، کیمرون، گنی، گنی بساؤ، گیبون، گیمبیا، ماریطانیہ، مالی، نائجریا، البانیہ، بوسینا، لائبیریا۔

یہ ممالک بھی زبردست قدرتی وسائل سے سرفراز ہیں۔ پٹ سن کی پیداوار کا ۹۲ فیصد

مسلمان اقوام کے پاس ہے۔ یوں تو ہر مسلمان مرد پیدائشی مجاہد اور فوجی ہے۔ تاہم اسلامی ممالک کی ریگولر فورس (افواج) ۶۶ چھیاسٹھ لاکھ سے زائد ہے۔ معرکہ بدر کے ۳۱۳ مجاہدین کے وارثان اتنی بڑی تعداد کے باوجود کیوں بے حس اور بے بس ہیں۔ اور کیوں بزدل حقیر اور بے وقعت عالم کفر سے مرعوب و لرزاں ہیں۔ ؎ ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ

ایک خدا کے ماننے والے ایک رسول کے اُمتی ایک دین کے حامل مسلمان یک جان کیوں نہیں آپس میں منتشر کیوں ہیں۔ ۵۶ اسلامی ممالک کے سربراہان کب جاگیں گے کب آنکھیں کھولیں گے کب عالم کفر پر غالب آئیں گے۔

؎ ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کا شغر

(اقبال)

جہاد اور قرآن پاک

صرف دو آیات مبارکہ لکھی جاتی ہیں۔

آیت نمبر۱ فلا تھنوا و تدعوا الی السلم و انتم الا علون واللہ معکم و لن یترکم اعمالکم۔ (سورۂ محمد آیت نمبر ۳۵)

پس تم سُستی نہ کرو اور آپ (کافروں کو) صلح کی طرف نہ بلاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ ہرگز تمہارے اعمال میں نقصان نہ دے گا۔

آیت نمبر۲ لن یضرو کم الا اذی و ان یقاتلو کم یولو کم الادبار ثم لا ینصرون۔ (ال عمران آیت نمبر ۱۱۱)

وہ (کافر) تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اگر (ہمت کر کے) تم سے لڑیں گے بھی تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

کس قدر حوصلہ افزا آیات ہیں پہلی آیت میں اہل ایمان کو سُست اور بزدل بن کر بار بار کافروں کو بات چیت، مذاکرات اور صلح کی پیش کش کرنے سے منع کیا گیا ہے اور یہ خیال جو مسلمانوں کو دن بدن کمزور کر رہا ہے کہ فلاں کے ساتھ امریکہ ہے فلاں کے ساتھ فلاں ہے فرمایا

ایسی باتیں نہ کیا کرو ذرا یہ تو دیکھو کوئی تمہارے ساتھ بھی ہے **و اللہ معکم** اور تمہارے ساتھ اللہ ہے جس کے سامنے نہ امریکہ کی کوئی حیثیت ہے اور نہ کسی اور نام نہاد بزعم خویش سپر پاور کی۔

ایک مقام پہ غلبہ کو ایمان کے ساتھ مشروط فرمایا گیا **و انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین**۔ تم ہی غالب رہو گے بشرطیکہ مؤمن ہو کر رہو۔ ہم اللہ کی مدد کے منتظر تو رہتے ہیں مگر اپنے ایمان کی خبر نہیں لیتے۔

یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

ایک نظر اپنے اعمال کی طرف

پچھلے دنوں مسلم وغیر مسلم مفکرین، دانشوروں اور ڈاکٹروں کا اجلاس ہوا جس کا ماحاصل یہ تھا کہ بہترین نظام، نظام اسلام ہے اور بدترین قوم، قومِ مسلم ہے کہ اپنے گھر میں اسلام کے میٹھے پانی کا چشمہ بہہ رہا ہے مگر یہ غیروں سے کھاری پانی کی بھیک مانگ رہی ہے۔

جن بے حیائی کے کاموں سے یورپ والے تنگ آ کر جان چھڑانا چاہتے ہیں اور چھوٹ نہیں رہی اور اب بات یہ بن گئی ہے کہ چور تو کمبل چھوڑنا چاہتا ہے لیکن اب کمبل چور کو نہیں چھوڑ رہا ہم انہی بے حیائی کے کاموں کو بڑے شوق سے اپنا رہے ہیں۔ اور ان کو سینے سے لگانے کے لئے تڑپ رہے ہیں۔ مر رہے ہیں۔

ڈاکٹر ہمیں اگر کہے کہ تیری صحت کے لئے ضروری ہے کہ یہ کھائے وہ نہ کھائے۔ واک کرے تو ہم ایسا ضرور کرتے ہیں لیکن اللہ اور اس کا رسول فرمائے یہ کام کرنے ہیں یہ نہیں کرنے پانچ نمازیں پڑھنی ہیں حلال و حرام کی تمیز کرنی ہے جائز و ناجائز کا خیال کرنا ہے تمہیں جنت ملے گی میری رضا ملے گی میرے نبی کی شفاعت ملے گی تو صحت کو قائم رکھنے کے لئے ڈاکٹر کی ہر بات قبول ہے اور جہنم سے بچنے کے لئے اور اتنی بڑی بڑی نعمتیں حاصل کرنے کے لئے اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی سرعام خلاف ورزی کر رہے ہیں۔

حالانکہ اللہ نے ہمیں وہ رسول عطا کیا ہے کہ جس کی اداؤں سے بھی اللہ پیار کرتا ہے بلکہ ان اداؤں کو اپنی عبادت گردانتا ہے۔ اللہ کا فرض بھی ادا کرنا ہو تو رسول کی سنتوں کے بغیر نہیں

ادا ہو سکتا خدا نے اپنے فرائض کو رسول کی سنتوں سے سجا دیا ہے۔ نماز میں فرض سات ہیں لیکن سنتیں ۹۷ ہیں۔ وضو میں فرض چار ہیں مگر سنتیں سولہ ہیں۔ فرض قبول کروانا ہو تو سنت کا سہارا ضروری ہے، خدا کو پانا ہو تو مصطفیٰ کا وسیلہ ضروری ہے۔

چھت پہ چڑھ سکتا نہیں کوئی بھی زینہ چھوڑ کر
رب کو پا سکتا نہیں کوئی مدینہ چھوڑ کر

سرکار کی اداؤں کو اپنانے والے کو اللہ اپنی محبوبیت کا اعزاز عطا فرماتا ہے

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ (ال عمران)

فرما دیجئے اگر اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ (خود ہی نہ صرف تمہیں اپنی محبت دے گا بلکہ) تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔

ہماری حالت یہ ہے کہ مسجدیں ویران پڑی ہیں سینمے آباد ہیں صرف رمضان کے مہینے ہمیں خدا یاد آتا ہے وہ بھی روزے نماز کی حد تک اور پھر سارا سال۔

با مسلماں اللہ اللہ   با برہمن رام رام

شیطان اس ایک مہینے کے ہم سے خوب بدلے لیتا ہے۔

ایک سبق آموز اور عبرت ناک واقعہ

ایک بزرگ کا کسی گاؤں سے گذر ہوا رات مسجد میں ٹھہرے تہجد کو اُٹھے تو کوئی رو رو کر گاؤں والوں کو بد دعائیں دے رہا تھا نگاہ ولایت سے دیکھا تو خود مسجد ہی کہہ رہی تھی جنہوں نے مجھے برباد کیا خدا ان کے گھروں کو برباد کرے۔ صبح کی نماز پڑھی کوئی نمازی مسجد میں نہ آیا نماز کے بعد گاؤں کی طرف گئے تو واقعی گاؤں میں بے سکونی اور بربادی نظر آئی، انہوں نے گاؤں کے چند معزز افراد کو بلایا اور پوچھا کہ تم اگر بربادی سے بچنا چاہتے ہو تو میرے پاس اس کا علاج ہے اس دور میں لوگ بزرگوں کی بات مان لیا کرتے تھے انہوں نے پوچھا کیسے! تو بزرگ کہنے لگے مسجد آباد کرو، نماز کی پابندی کرو۔ چند دنوں کے بعد وہ بزرگ پھر رات کو اسی مسجد میں ٹھہرے تو رات کو تہجد کے لیے اُٹھے وہی مسجد دعا کر رہی ہے۔ اے اللہ! جنہوں نے مجھے آباد کیا ہے تو ان کے گھروں کو آباد کر دے۔

مسجد کی آبادی رنگ روغن اور بجلی کے قمقموں، قالینوں اور مرمر کی سِلوں سے نہیں بلکہ نمازیوں سے ہے، خوبصورت مسجد اگر سجدوں سے محروم ہے تو بے آباد ہے اور مسلمانوں کی بربادی کا سبب بن رہی ہے اور اگر کچی اینٹوں کی بنی ہوئی مسجد ہو لیکن نمازیوں کی رونق اس میں ہو تو وہ مسجد آباد ہے اقبال نے کیا خوب کہا اپنی نظم "خدا کا پیغام فرشتوں کے نام" میں

میں ناخوش و بے زار ہوں مرمر کی سِلوں سے
میرے لیے مٹی کا حرم اور بنا دو

ایک مقام پہ اقبال کہتے ہیں۔

مسلماں تا بمسجد صف کشیدند
گریبان شہنشاہاں دریدند

کہ مسلمان جب تک مسجد کی صفوں کو بچھاتے رہے بادشاہوں کو بھی گریبان سے پکڑ لیتے تھے حضرت عمر اینٹ سر کے نیچے رکھ کر آرام فرما رہے ہیں ادھر قیصر روم اور کسریٰ ایران ان کے نام سے (اس دور کی سپر پاور ہونے کے باوجود) کانپ رہے ہیں۔

ہماری ذمہ داری

خدا نے ایک کام ہمارے ذمے لگایا اور ایک کام اپنے ذمۂ کرم پہ لیا۔ ہماری ذمہ داری کیا بنائی۔ ارشاد فرمایا

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ (الذاریات)

میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا۔

اور اپنے ذمۂ کرم پہ کیا کام لیا فرمایا

وما من دابة فی الارض الاعلیٰ اللہ رزقھا۔ (سورۂ ہود)

ہر جاندار کے رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ پر ہے۔

لیکن ہم نے کیا کیا؟ اپنا کام بھول گئے اور خدا کی ذمہ داری والے کام میں زندگی ضائع کردی۔

خدا کو بھول گئے لوگ فکرِ روزی میں
خیال رزق ہے رازق کا کچھ خیال نہیں

اسی لیے تو برکت اُٹھ گئی پرانے لوگ کہتے تھے ایک کمانے والا ہوتا سارا خاندان کھاتا تھا رزق ختم ہی نہیں ہوتا تھا اب سب کمانے پر لگے ہوتے ہیں پانچ سال کے بچے کو بھی سکول سے اُٹھا کر کام پہ بٹھا دیا ہے مگر پھر بھی پوری نہیں پڑتی، اور پوری کیسے پڑے کہ

کاسۂ چشمِ حریصاں پُر نہ شد
تا صدف قانع نہ شد پُر دُر نہ شد

لالچیوں کا کاسہ کبھی نہیں بھرتا جب تک سیپ اپنا منہ بند نہ کرے موتی نہیں بنتا اور مولائے روم بھی فرماتے ہیں۔ کارساز ما بفکر کار ما۔

ہمارے کارساز حقیقی (اللہ تعالیٰ) کو ہماری اتنی فکر ہے جتنی ہمیں خود بھی ہماری فکر نہ ہو گی۔ لیکن ہمارا دھیان ہی اس کی طرف نہ ہوا، کبھی اس کو راضی کرنے کی پرواہ ہی نہ کریں تو وہ تو ہے ہی بے نیاز۔ ہم یہ تو کہتے ہیں ہمارا بیٹا ڈاکٹر بنے گا انجینئر بنے گا وکیل بنے گا مگر یہ نہیں کہتے ہمارا بیٹا حافظ قرآن بنے۔ عالم بنے۔ نمازی بنے۔ پرہیزگار بنے۔ یہی وجہ ہے کہ مرنے کے بعد اولاد دعا مانگنے سے بھی گئی۔ خدارا! جدید علوم پڑھاؤ اپنی اولاد کو لیکن ساتھ دین بھی پڑھاؤ کیوں کہ خالی فزکس، کیمسٹری پڑھا ہوا والدین کا احترام نہیں جانتا والدین کے احترام کی نعمت قرآن و سنت کی تعلیم سے نصیب ہوتی ہے۔

شرم سے گڑ جا اگر احساس تیرے دل میں ہے

اگر کوئی شخص آپ کو یہ کہے کہ میں نے آپ کی بیٹی کی تصویر بنانی ہے تو بتائیے آپ کیا محسوس کریں گے؟ یقیناً یہ کہ یا اس کو مار دوں یا خود مر جاؤں لیکن آپ کی یہ غیرت اس وقت کہاں غرق ہو جاتی ہے جب شادی بیاہ کے موقع پر خود ہی اپنی بہن بیٹی کو بنا سنوار کر مووی والے کو درخواست کرتے ہیں کہ برائے مہربانی میری بیٹی کی تصویر ذرا نمایاں ہونی چاہیے جب کھانا کھا رہی ہو تو مووی بنانا۔ تیل مہندی والے دن ناچ رہی ہو تو فلم بنانا اور مختلف پوز ہونے چاہییں۔

پہلے بچیاں بزرگوں کے پاس شادی بیاہ کے موقع پر بھی ڈھولک نہیں بجایا کرتی تھیں۔

ذرا بزرگ باہر گئے تھوڑا سا بجالیا اب بابا جی خود ہی ساتھ بیٹھ کر فلم دیکھتے ہیں اس میں سین آتا ہے کوئی بچی اغوا ہوگئی ہے۔ کوئی کسی کو آئی لو یو کہہ رہی ہے۔

ایک بندہ کسی بزرگ کے پاس گیا بیٹی لاپتہ ہوگئی ہے دعا کرو انہوں نے پوچھا کبھی بیٹی کے ساتھ بیٹھ کر ڈرامہ یا فلم دیکھی ہے شرما کے کہتا ہے ہاں جی۔ انہوں نے پوچھا اس میں اغوا کا بھی کوئی سین آیا ہوگا؟ ہاں جی آیا تھا۔ انہوں نے کہا اب روتا کیوں ہے خود ہی تو اغوا ہونے کا طریقہ سکھایا ہے۔

غافلو گر خواب میں یوں سوتے ہی رہو گے
جب نیند سے جاگو گے تو پھر روتے ہی رہو گے

فلموں ڈراموں میں اغوا، قتل، پیار و محبت کی داستانیں اور بے حیائی کے مناظر کے سوا ہوتا ہی کیا ہے۔ ہمارے نوجوان خواہش کرتے ہیں کہ ہمارا ہیئر اسٹائل فلاں اداکار جیسا ہونا چاہیے۔ بہن بیٹی کی پوری کوشش ہوتی ہے میرا لباس فلاں اداکارہ کی طرح ہو۔ کبھی سوچا کہ ہمارا دین بھی ہم سے کوئی تقاضا کرتا ہے؟ کبھی نوجوان نے اپنے آپ کو جنت کے جوانوں کے سرداروں امام حسن و حسین کی طرح زندگی گذارنے کا سوچا اور ہماری ماں بہن نے جنت کی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ کی سیرت اپنانے کا بھی تذکرہ کیا ہے خدا کرے ہمارا سارا پروگرام اس دین کے مطابق ہوجائے جس کو خدا نے ہمارے لیے پسند کیا ہے۔ ان الدین عند اللہ الاسلام۔ ظلم کی انتہا نہیں تو کیا ہے کہ جنازہ جارہا ہے اور اس پر جوا لگ گیا مرد کا ہے یا عورت کا پھر اگر عورت کا ہے تو کنواری ہے یا شادی شدہ اور اگر شادی شدہ ہے تو حاملہ ہے کہ غیر حاملہ۔ استغفر اللہ العظیم۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہے
(اقبال)

ہم لوگ حرص ولالچ کے اس طرح دلدادہ ہوچکے ہیں کہ مرتے رہتے ہیں کسی وزیر کے ساتھ ہاتھ ملاتے ہوئے تصویر بن جائے اور اخبار میں چھپے تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ اس کا فلاں وزیر کے ساتھ تعلق ہے اور یہ فلاں منسٹر کا بندہ ہے۔ افسوس! کبھی خدا سے ملنے کا شوق بھی دل میں ہوتا اور اس کا بندہ بننے کی تڑپ بھی ہوتی۔ دنیادار جس کا قرب حاصل کرنے کے لئے ہم مارے

مارے پھرتے ہیں اور کتوں کی طرح اس کی کوٹھی کا طواف کرتے ہیں اگرچہ وہ دین کا کتنا ہی بڑا باغی کیوں نہ ہو......

صد افسوس دل کا برتن اللہ نے ہمیں اپنی محبت کے لئے دیا تھا ہم نے اس میں مردار دنیا کی محبت کو ڈال دیا صوفیاء کرام فرماتے ہیں الدنیا جیفة و طالبها کلاب دنیا غلاظت ہے اور اس کے طالب کتے ہیں۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ کوئی شخص آپ کو برتن دے کر کہے اس میں دودھ لے کر آ۔ اور آپ اس برتن کو پیشاب سے بھر کر لے جائیں یاد رکھو! بے حیائی اور دنیا کی حرص ایسی لعنتیں ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے کبھی اللہ کی مدد نہیں آسکتی کیوں کہ ان کے ہوتے ہوئے بندہ جہاد پر آمادہ ہی نہیں ہوسکتا۔ جہاد کا جذبہ کب پیدا ہوگا؟ جب کہ اللہ کے رسول سے عشق و محبت اور ادب و تعظیم کا یہ عالم ہو کہ آپ کی محبوب ہستی جان جاں بن کر دل و روح کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر جائے، آپ کا رُخ زیبا جمال جہاں آرا بن کر مشتاق نگاہوں میں بس جائے، آپ کی یاد بوئے گل بن کر گلشن حیات میں مہک اُٹھے، آپ کا وصال باکمال طلب و مراد بن کر افق تمنا پر جگمگاتا رہے آپ کا ہجر سوزِ حیات بن کر دل تار تار کو تڑپاتا رہے، اور آتش عشق رسول کی آنچ پر پکنے والے نالہ ہائے شب پہ صدا دیتے رہیں کہ۔

ہر جفا ہر ستم گوارا ہے بس اتنا کہہ دے کہ تو ہمارا ہے

جہاد احادیث کی روشنی میں

تکمیل موضوع کے لئے چند احادیث مبارکہ لکھی جاتی ہیں ورنہ جیسے قرآن مجید کی سینکڑوں آیات مبارکہ جہاد سے متعلق ہیں اسی طرح احادیث کا بھی ایک معتد بہ ذخیرہ جہاد پر موجود ہے۔

۱۔ عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من امن بالله و رسوله و اقام الصلوة و صام رمضان كان حقا على الله ان يدخله الجنة جاهد فى سبيل الله او جلس فى ارضه التى ولد فيها قالوا افلا نبشر به الناس قال ان فى الجنة مائة درجة اعدها الله للمجاهدين

فی سبیل اللہ ما بین الدرجتین کما بین السماء و الارض فاذا سئلتم اللہ فاسئلوہ الفردوس فانه اوسط الجنة و اعلی الجنة و فوقه عرش الرحمٰن و منه تفجر انهار الجنة.

(رواہ البخاری)(مشکوۃ ص ۳۲۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ و رسول پر ایمان لایا اور نماز روزہ کی پابندی کی اللہ پر حق ہے کہ اس کو جنت میں داخل فرمائے چاہے وہ جہاد کرے یا اپنے گھر بیٹھا رہے صحابہ کرام نے عرض کیا حضور ہم لوگوں کو یہ خوشخبری سُنا دیں؟ فرمایا (مجاہد کی شان بھی سن لو) جنت کے سو درجے اللہ نے مجاہد کے لئے بنائے ہیں دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان۔ پس تم جب بھی اللہ سے مانگو جنت الفردوس مانگو، یہ جنت کا درمیانہ، افضل اور سب سے اونچا درجہ ہے اس سے اوپر پھر اللہ کا عرش ہی ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔

۲- فرمایا اگر اہل ایمان کے لئے جہاد کے وسائل کی کمی نہ ہوتی اور وہ خوش دلی کے ساتھ میرے بغیر پیچھے رہ سکتے تو میں کسی لشکر جہاد میں شامل ہوئے بغیر نہ رہتا (یعنی ہر میدان میں خود جاتا)۔

والذی نفس بیدہ لود دت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احی ثم اقتل ثم احی ثم اقتل ثم احی ثم اقتل.

(متفق علیہ)(مشکوۃ ص ۳۲۹)

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں چاہتا ہوں راہ خدا میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔

۳- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

رباط یوم فی سبیل اللہ خیر من الدنیا و ما فیھا۔ (متفق علیہ)

اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) ایک دن گھوڑا باندھنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

۴- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

لغدوة فی سبیل اللہ او روحة خیر من الدنیا و ما فیھا.

(متفق علیہ)

اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) ایک بار صبح یا شام جانا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

۵- حضرت ابی عبس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

ما اغبرت قدما عبد فی سبیل اللہ فتمسه النار۔ (رواہ البخاری)

یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی بندے کے قدم راہ خدا میں غبار آلود ہوں اور پھر بھی اس کو (جہنم کی) آگ چُھو لے۔

۶- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں ایک بندے نے احد کے دن عرض کیا۔

ارأیت ان قتلت فاین انا قال فی الجنة فالقی تمرات فی یدہ ثم قاتل حتی قتل۔ (متفق علیہ) مشکوۃ ص ۳۳۲

آپ کا کیا خیال ہے اگر میں جہاد کروں اور قتل ہو جاؤں تو کہاں جاؤں گا؟ فرمایا! جنت میں پس (اسی وقت جو وہ کھجوریں کھا رہا تھا) کھجوریں پھینک دیں لڑتا رہا یہاں تک کہ قتل ہوگیا (اور جنت میں چلا گیا)۔

۷- حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

من جهز غازیا فی سبیل اللہ فقد غزا و من خلف غازیا فی اهله فقد غزا۔ (متفق علیہ۔ مشکوۃ ص ۳۲۹)

جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سامان دیا تو اس نے بھی جہاد ہی کیا اور جو کسی غازی کے گھر میں اس کا نائب بن کر رہا (بعد میں اس کی ضروریات پوری کرتا رہا) اس نے بھی جہاد ہی کیا (یعنی اس کو بھی جہاد کا ثواب ملے گا)۔

۸- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

ما من احد یدخل الجنة یحب ان یرجع الی الدنیا وله ما

فی الارض من شئی الا الشهید یتمنّٰی ان یرجع الیٰ الدنیا فیقتل عشر مرات لما یری من الکرامات.

کوئی ایسا شخص نہیں جو جنت میں داخل ہو کر دنیا میں واپس آنے کی تمنا کرے اگر چہ دنیا کی ہر چیز (اس کو وہاں مہیا کی جائے) سوائے شہید کے کہ وہ تمنا کرتا ہے دنیا میں پھر جاؤں اور دس مرتبہ راہ خدا میں قتل کیا جاؤں بوجہ اس عزت کے جو جنت میں دیکھے گا۔

۹- حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

یوشک الامم ان تداعی علیکم من کل افق کما تداعی الا کلة الی قصعتها فقال قال من قلة نحن یومئذ؟ قال بل انتم یومئذ کثیر و لکنکم غثاء کغثاء السیل ولینزعن اللہ من صدور عدو کم المهابة منکم و لیقذفن اللہ فی قلوبکم الوهن فقال قائل وما الوهن قال حب الدنیا و کراهیة الموت و فی روایة حبکم الدنیا و کراهیتکم للقتال.

(مشکوٰۃ ص ۴۵۱)

قریب ہے کہ لوگ تم پر ٹوٹ پڑیں ہر طرف سے، جیسے بھوکے لوگ پیالے پر، ایک شخص نے عرض کیا حضور کیا ہم اس وقت تھوڑے ہوں گے اس لیے؟ فرمایا نہیں بلکہ آج سے زیادہ ہو گے لیکن ایسے ہو گے جیسے سیلاب کے تنکے، اللہ تمہارے دلوں سے رعب نکال کر وہن بھر دے گا عرض کیا وہن کیا ہے فرمایا دنیا کی محبت اور موت کو ناپسند کرنا، ایک روایت میں ہے دنیا کی محبت اور لڑنے کو ناپسند کرنا۔

۱۰ حضرت ابو وائل بیان فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فارس والوں کو خط لکھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من خالد بن الولید الی رستم و مهران فی ملأ فارس سلام علیٰ من اتبع الهدیٰ اما بعد فانا

ندعو کم الیٰ الاسلام فان ابیتم فاعطوا الجزیة عن یدوهم صاغرون فان معی قوما یحبون القتل فی سبیل اللہ کما یحب فارس الخمر والسلام علی من اتبع الهدیٰ.

(مشکوٰۃ ص ۳۴۲)

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے یہ خط خالد بن ولید کی طرف سے رستم اور مہران جماعت فارس کی طرف ہے اس پر سلام ہو جو ہدایت کی اتباع کرے اس کے بعد ہم تم کو اسلام کی طرف دعوت دیتے ہیں لیکن اگر تم نہ مانو تو جزیہ اپنے ہاتھوں سے ادا کرو ذلیل ہو کر پھر اگر تم نہ مانو تو میرے ساتھ ایسی قوم ہے جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جانے کو ایسا پسند کرتے ہیں جیسے فارس کے لوگ شراب پسند کرتے ہیں اور سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

۱۱ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں

نهیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عن قتل النساء والصبیان۔ (متفق علیہ)

حضور علیہ السلام نے عورتوں اور بچوں کو (دورانِ جنگ) قتل کرنے سے منع فرمایا۔

هو الحبیب الذی ترجیٰ شفاعته
لکل هول من الاهوال مقتحم

﴿۷۹﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اَنَا قَيِّمٌ (وَالْقَيِّمُ الْجَامِعُ الْكَامِلُ)

میں قیم ہوں (اور قیم وہ ہوتا ہے جو جامع، کامل ہو)

(شفاشریف ص۲۳۲)

حضرت قاضی ابوالفضل عیاض یحصبی علیہ الرحمۃ قیم کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ اس لفظ کو میں نے ایسے ہی پایا ہے لیکن اس کو کسی معتبر طریقے سے روایت نہیں کیا ہے اور میں جانتا ہوں ان صوابه قثم بالثاء كما ذكرناه بعد عن الحربی و هو اشبه بالتفسير و قد وقع ايضا فی كتب الانبياء قال داؤد عليه السلام اللهم ابعث لنا محمدا مقيم السنة بعد الفترة۔ کہ قیم سے بہتر قُثَمُ والی روایت ہے (جس کا معنی دینے والے اور تقسیم کرنے والے کے ہیں) یہ روایت میں نے حربی سے نقل کی ہے اور یہ تفسیر کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتی ہے اور ایسا ہی نبیوں کی کتابوں میں آیا اور حضرت داؤد علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی کہ "اے اللہ! ہمارے درمیان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج جو سنت کو وحی منقطع ہونے کے بعد قائم فرمائیں گے تو قیم اس معنی میں ہے۔

اس کے بعد قاضی عیاض علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

و روى الحربی فی حديثه صلى الله عليه وسلم انه قال اتانی ملک فقال لی انت قثم ای مجتمع قال والقثوم الجامع للخير و هذا اسم هو فی اهل بيته صلى الله عليه وسلم معلوم۔ شفاشریف ج اص ۲۳۲

حربی نے حضور علیہ السلام سے ایک روایت ذکر کی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ "میرے پاس فرشتہ آیا اور اس نے مجھے بتلایا کہ آپ قثم ہیں (یعنی تمام کمالات کے

جامع) اور فرمایا کہ قثوم بھلائیوں کو جمع کرنے والے کو کہتے ہیں آپ کا یہ وہ نام ہے جو آپ کے اہل بیت کے درمیان مشہور ہے۔

امام شعرانی علیہ الرحمۃ نے الیواقیت والجواہر میں فرمایا کہ معراج کی رات حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات کے ماحول سے گذارا گیا جس صفت کے پاس سے گذرے اس کا فیض آپ کو ملتا گیا۔

اذ اعلا حضرات الاسماء الا لهية صار متخلقا بصفاتها فا ذا مر على الرحيم كان رحيما او على الكريم كان كريما او على الحليم كان حليما او على الغفور كان غفورا او على الجواد كان جوادا فما يرجع من هذا الا وهو فی غاية الكمال۔ (الیواقیت والجواہر)

جب آپ اسماء الٰہیہ کے ماحول سے گذرے تو انہی صفات سے متصف ہوتے گئے پس جب صفت رحیم کے پاس سے گذرے تو رحیم بن گئے۔ کریم کے پاس سے گذرے تو کریم بن گئے، صفت غفور کے پاس سے گذرے تو غفور ہو گئے، جواد کی صفت کے قریب جا کر جواد بن گئے اور واپس تشریف لائے تو تمام کمالات کی انتہا کو پہنچ چکے تھے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم تسلیما۔

صاحب تفسیر روح البیان علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ان الله جعل نبيه صلى الله عليه وسلم مظهر لكمالاته و مراة لتجلياته اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے تمام کمالات کا مظہر اور اپنے انوار و تجلیات کا آئینہ بنایا۔

مصطفیٰ آئینہ روئے خدا منعکس در وے ہمہ خوئے خدا

امام قسطلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

لما تعلقت ارادته تبارک و تعالیٰ بایجاد خلقه و تقدير رزقه ابرز الحقيقة المحمدية من انوار الصمدية فی حضرة الا حدية ثم انسلخ من معالم كلها علوها و سفلها فهو

صلی اللہ علیہ وسلم الجنس العالی علی جمیع الاجناس.

جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ آپ کی تخلیق سے متعلق ہوا اور رزق کے مقرر کرنے کی طرف متوجہ ہوا تو حقیقت محمدیہ (علی صاحبھا الصلوۃ والسلام) کو صمدیت کے انوار سے ظاہر فرمایا احدیت کے جلوؤں سے، پھر تمام بلندیوں سے آگے بڑھے اور تمام اجناس سے اوپر ہوگئے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام بیضاوی علیہ الرحمۃ نے انسان کو اللہ کی طرف سے خلافت عطا کرنے کے فلسفہ کو بیان فرماتے ہوئے فرمایا لا ظھار شانہ (بیضاوی) کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شان کے اظہار کے لئے اپنی خلافت انبیاء کرام کو عطا فرمائی۔

عرائس البیان باب المعراج میں ہے۔

ثم استغرق فی بحر الذات و لم یبق من سمعه شئی ولا من بصره شئی ولا من علمه شئی ولا من ادراکه شئی فرأی الحق بنور الحق و سمع الحق من الحق بسمع الحق.

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذات باری کے سمندر میں غوطہ زن ہوئے تو اپنی سمع، بصر کا ادراک نہ رہا بلکہ نور حق کو نور حق سے دیکھا اور حق کی آواز کو قوت سماعت حق سے دیکھا۔

محبوب خدا کا کوئی ہم پایہ نہیں ہے
اس شان کا مُرسل تو کوئی آیا نہیں ہے
بے مثل نے محبوب کو بے مثل بنایا ہے
واں جسم نہیں تو یہاں سایہ نہیں ہے

﴿۸۰﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَمَنَۃٌ لِاَصْحَابِیْ

میں اپنے صحابہ کے لئے امان ہوں (پناہ گاہ - وجہ سکون)

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ص ۲۴۲)

اللہ کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے پیارے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے کس طرح پناہ گاہ، وجہ سکون اور باعث اطمینانِ قلب تھے اس کی چند جھلکیاں احادیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

نمبر ۱- حضرت ابن خزیمہ رضی اللہ عنہ اپنے چچا سے روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے خواب دیکھا کہ خواب میں وہ حضور علیہ السلام کی پیشانی اقدس پہ سجدہ کر رہے ہیں۔

فاخبره فاضطجع له و قال صدق رؤیاک فسجد علی جبهته۔ (مشکوٰۃ ص ۳۹۶)

انہوں نے حضور علیہ السلام کو خواب سُنایا تو آپ سرکار لیٹ گئے اور فرمایا میری پیشانی پہ سجدہ کر کے اپنا خواب پورا کر لے چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

نمبر ۲- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کا نام عبداللہ تھا اور لوگ اس کو حمار کہا کرتے تھے کان یضحک النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ حضور علیہ السلام کو ہنسایا کرتا تھا ایک مرتبہ وہ شراب پینے کا مرتکب ہوا تو حضور علیہ السلام نے اس کو سزا دی۔ (چند دن بعد) دوبارہ اس نے یہ حرکت کی، پھر سزا دی گئی۔ ایک بندے نے کہا اس پر لعنت ہو بار بار اس جرم کو کیے جا رہا ہے (اور سزا بھی پا رہا ہے پھر پرواہ نہیں کرتا)

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تلعنوه فو اللہ ما علمت

انہ یحب اللہ و رسولہ۔ (رواہ البخاری۔ مشکوۃ ص ۳۱۶)

اس پر لعنت نہ کرو میں تو اللہ کی قسم صرف یہ جانتا ہوں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

ے یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کیا حضور! قیامت کب آئے گی فرمایا تو نے قیامت کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے، عرض کیا سوائے اس کے کوئی تیاری نہیں **انی احب اللہ و رسولہ** میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔

آپ نے ارشاد فرمایا **انت مع من احببت**۔ تو اس کے ساتھ ہوگا جس سے دنیا میں محبت کرے گا۔ حضرت انس فرماتے ہیں آپ کا یہ فرمان سُن کر۔

فما رایت المسلمین فرحوا بشئی بعد الاسلام فرحھم بھا

(متفق علیہ) مشکوۃ ص ۴۲۶

میں نے مسلمانوں کو اسلام قبول کرنے کے بعد کبھی اتنا خوش نہ دیکھا۔ (کہ ہم سب حضور سے محبت کرتے ہیں لہٰذا جنت میں سب حضور کے ساتھ ہوں گے)۔

۴۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا بیان فرماتی ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (کسی سفر سے) مدینہ آئے، حضور علیہ السلام میرے گھر میں تھے انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا حضور علیہ السلام دروازہ کھولنے تشریف لے گئے، اور (ان کے آنے کی خوشی میں) پوری طرح لباس بھی نہ سنبھالا، بلکہ کپڑے گھسیٹتے ہوئے جا کر دروازہ کھولا،

واللہ ما رایتہ عریانا قبلہ ولا بعدہ فاعتنقہ و قبلہ

(رواہ الترمذی۔ مشکوۃ ص ۴۰۲)

بخدا! میں نے آپ کو اس طرح برہنہ (مختصر لباس میں) نہ اس سے پہلے کبھی دیکھا نہ اس کے بعد۔ حضور علیہ السلام نے ان کو گلے لگایا اور چومنا شروع کر دیا۔

۵۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (ان کا اپنا واقعہ ہے یا کسی اور انصاری

صحابی کا) ایک مرتبہ لوگوں میں خوش طبعی فرما رہے تھے کہ حضور علیہ السلام نے ان کو ازراہ مزاح کوکھ میں چھڑی چبھوئی، وہ بولے، حضور مجھے قصاص دیں آپ نے فرمایا قصاص لے لو۔ عرض کیا جب آپ نے مجھے چھڑی چبھوئی میرے جسم پر قمیص نہیں تھی آپ بھی قمیص اتار کر قصاص دیں آپ نے قمیص اتار دی اور اپنے آپ کو پیش کر دیا

فاحتضنہ و جعل یقبل کشحہ فقال انما اردت ھذا یا رسول اللہ

(مشکوۃ ص ۴۰۲)

وہ حضور علیہ السلام کے جسم اقدس سے لپٹ گئے اور آپ کی کوکھ شریف چومنے لگے اور عرض کرنے لگے حضور میرا یہی ارادہ تھا۔

۶۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام نے انہیں یمن کی طرف (قاضی) بنا کر بھیجا۔ تو سرکار ان کے ساتھ پیدل چل رہے تھے اور ہدایات دے رہے تھے جب کہ حضرت معاذ سوار ہو کر جا رہے تھے۔

فلما فرغ قال یا معاذ انک عسیٰ ان لا تلقانی بعد عامی ھذا ولعلک ان تمر بمسجدی ھذا و قبری فبکیٰ معاذ جشعا لفراق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم التفت فاقبل بوجھہ نحو المدینۃ فقال ان اولی الناس بی المتقون من کانوا حیث کانوا۔ (مشکوۃ ص ۴۴۶)

جب (ہدایات سے) فارغ ہوئے تو فرمایا اے معاذ! ہوسکتا ہے اس سال کے بعد تمہاری اور میری ملاقات نہ ہو اور تو (مدینہ آئے تو) میری مسجد اور قبر کے پاس سے گذرے (یہ سن کر) حضرت معاذ شدید روئے پھر حضور نے مدینہ کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ پرہیز گار لوگ جو ہوں گے جہاں ہوں گے میرے قریب ہی رہیں گے۔

۷۔ حضرت صہیب فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ

عجبا لا مر المؤمن ان امرہ کلہ لہ خیر و لیس ذلک لاحد الا للمومن ان اصابتہ سراء شکر فکان خیر الہ و ان اصابتہ

ضراء صبر فكان خير اله۔ (رواہ مسلم۔مشکوۃ ص۴۵۲)

تعجب ہے مومن کا سارا معاملہ خیر ہی خیر ہے اور یہ شان مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں، کہ اگر خوشی ملے تو شکر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لئے بہتر ہے (اللہ کی رضا ملتی ہے) اور اگر تکلیف آئے تو صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لئے بہتر ہے۔

۸۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص دیہات سے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوتا جس کا نام زاہر بن حرام تھا۔ دیہات سے حضور علیہ السلام کے لئے کوئی نہ کوئی تحفہ، ہدیہ لے کر آتا اور حضور علیہ السلام بھی جواباً کچھ نہ کچھ عنایت فرماتے اور فرماتے یہ ہمارا دیہاتی دوست ہے اور ہم اس کے شہری دوست ہیں اور حضور علیہ السلام اس سے محبت فرماتے۔ کیوں کہ شکل وصورت کے اعتبار سے وہ نہایت ہی کریہ المنظر تھا (عموماً لوگ ایسی شکل والوں کو پسند نہیں کرتے اور جس کو دنیا ٹھکرادے حضور علیہ السلام اس کو سینے سے لگاتے ہیں کہ اگر آپ بھی ٹھکرادیں تو کہاں جائے) ایک مرتبہ حضور علیہ السلام بازار تشریف لائے تو دیکھا کہ زاہر بن حرام بازار میں کچھ خرید وفروخت کررہا ہے حضور نے پیچھے سے آکر اس کی دونوں آنکھوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ لیے (جیسے عموماً مزاح کے طور پر کیا جاتا ہے کہ بھلا پہچانوں میں کون ہوں؟) زاہر نے کہا ارسلنی من هذا چھوڑ دچھوڑ دکون ہو؟ جب معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہیں تو (سرکار کے ہاتھوں کو اپنی آنکھوں کے اوپر ہی پکڑ لیا اور) اپنی پشت حضور کے سینے کے ساتھ رگڑنا شروع کردی۔

وجعل النبی صلی الله علیه وسلم یقول من یشتری العبد.

حضور علیہ السلام نے (ازراہ مزاح) فرمایا بھئی ہے کوئی جو اس غلام کو خریدنا چاہتا ہو۔

فقال یا رسول الله اذا والله تجدنی کاسدا.

عرض کیا حضور مجھے بیچو گے تو بہت ہی کم قیمت ملے گی (مجھے کوئی خرید کر کیا کریگا)۔

فقال النبی صلی الله علیه وسلم لکن عندالله لست بکاسد.

مشکوۃ ص۴۱۶ وص۴۱۷

آپ نے فرمایا لیکن اللہ کے نزدیک تو اتنا سستا نہیں ہے (بہت قیمتی ہے کہ اس کا محبوب تجھ سے محبت کرتا ہے)۔

اس نے جھوم کر عرض کیا ہوگا۔

جب تک بکے نہ تھے تو کوئی پوچھتا نہ تھا
تو نے خرید کر مجھے انمول کر دیا

۹۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز فجر کے بعد حضور علیہ السلام اپنے مصلے پر تشریف فرما ہوجاتے اور وہیں سورج طلوع ہوجاتا صحابہ کرام زمانہ جاہلیت کی باتیں یاد کرتے اور ہنستے و یتبسم صلی الله علیه وسلم اور سرکار علیہ السلام اپنے غلاموں کو خوش دیکھ کر تبسم فرمایا کرتے۔

؎ جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

۱۰۔ حضرت انس فرماتے ہیں میں دس سال سرکار کی بارگاہ میں خادم بن کر خدمت کرتا رہا

فما قال لی اف ولا لم صنعت ولا الاصنعت.

(متفق علیہ۔مشکوۃ ص۵۱۸)

کبھی ایک دن بھی حضور علیہ السلام نے مجھے اف تک نہ کہا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ یہ کام تو نے کیوں کیا یا یہ کام کیوں نہ کیا؟

بلکہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور نے مجھے ضروری کام کے سلسلہ میں حکم دیا کہ جاؤ فقلت والله لا اذهب (بچوں کی جیسے عادت ہوتی ہے کہ بھلا دیکھوں کیا کہتے ہیں) میں نے کہا میں نہیں جاؤں گا و فی نفسی ان اذهب لما امرنی به رسول الله صلی الله علیه وسلم دل میں یہی تھا ضرور جاؤں گا کیوں کہ اللہ کے رسول کا حکم ہے، میں جارہا تھا کہ بچے بازار میں کھیل رہے تھے، میں بھی بچہ تھا ساتھ کھیلنا شروع کردیا، حضور علیہ السلام تشریف لائے فرمایا یا

اُنیس ذھبت حیث امرتک؟ اے انیس! (پیار سے تصغیر کا صیغہ بولا جیسے ہم پیار سے بچے کو بچڑا کہتے ہیں) گیا نہیں جدھر میں نے تمہیں بھیجا تھا؟ قلت نعم انا اذھب یا رسول اللہ ۔ میں نے کہا حضور یہ دیکھیں میں جا رہا ہوں۔ (رواہ مسلم۔ مشکوۃ ص ۵۱۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی بیان فرماتے ہیں مدینہ کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی حضور علیہ السلام کو جہاں چاہتی گھماتی رہتی۔ (یاد رہے لونڈیوں کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ کوئی ان کو منہ نہ لگاتا مگر اس دربار میں سب کو عزت ملتی ہے) حضرت انس فرماتے ہیں۔

ان امراۃ کانت فی عقلھا شئی فقالت یا رسول اللہ ان لی الیک حاجۃ فقال یا ام فلان! انظری ای السکلک شئت اقضی حاجتک فخلا معھا فی بعض الطرق حتی فرغت من حاجتھا۔ (رواہ مسلم۔ مشکوۃ ص ۵۱۹)

ایک پاگل عورت نے عرض کیا! حضور مجھے آپ سے ضروری کام ہے فرمایا مدینہ کی جس گلی میں جی چاہے چل میں پہلے تیرا کام کر کے کوئی اور کام کروں گا چنانچہ وہ گھماتی رہی یہاں تک کہ اس کا کام ہوگیا (کام کیا تھا بس کافی عرصہ باتیں کر کر کے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرتی رہی کیوں کہ ہر کوئی پاگل سمجھ کر گذر جاتا اور سرکار نے سوچا ہو گا ۔ گر میں بھی نہ سنوں گا تو پھر کون سنے گا)۔

مقام غور ہے کیا یہ واقعات اور محبت کی داستانیں صحابہ کرام کے لئے باعث اطمینان و سکون نہ تھیں ۔ تیری ہر ادا پہ ہے جاں فدا مجھے ہر ادا نے مزا دیا۔

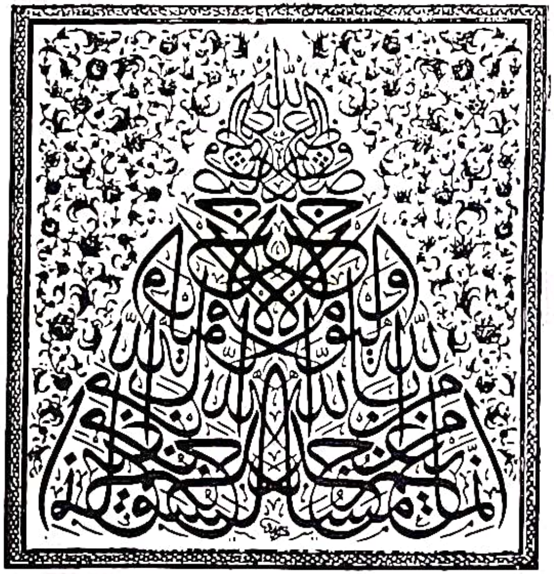
۱۰- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنی ماں سے کہا دعینی اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاصلی معہ المغرب واسئلہ ان یستغفر لی ولک مجھے اجازت دیں میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں جاؤں آپ کے پیچھے مغرب کی نماز پڑھوں (ہمارے بچے ہم سے ویڈیو گیمز کھیلنے کی اجازت مانگتے ہیں وہ کیسے بچے تھے اور کیا پاکیزہ ان کے جذبات تھے کہ ماں سے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں جانے کی اور آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کی اجازت چاہ رہے ہیں ۔ وہ تھے کس منزل میں اور تو کون سی منزل میں ہے) اور عرض کروں گا حضور

میرے لیے اور میری ماں کے لئے دعا فرمائیں (یہ ایک مقدس بہانہ تھا کہ ماں دعا کے لالچ میں اجازت دے دی گی) چنانچہ اجازت مل گئی میں سرکار کے پاس آیا آپ کی اقتداء میں نماز مغرب ادا کی بلکہ عشاء بھی پڑھی پھر آپ گھر کو چلے تو میں پیچھے پیچھے ہولیا (کہ ماں سے کیا ہوا وعدہ تو پورا کرلوں) آپ نے میری آواز سنی (کہ پیچھے کوئی آرہا ہے) فقال من ھذا حذیفۃ؟ قلت نعم قال ما حاجتک غفر اللہ لک ولامک فرمایا کون ہے حُذیفہ ہو؟ میں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ! فرمایا کیا کام ہے اللہ تجھے اور تیری ماں کو بخشے ۔ محمد آدمی کے دل کی باتیں جان جاتے ہیں۔ (حضرت حذیفہ نے خیال کیا کہ میرا کام تو ہوگیا ہے مگر کیا بات ہے آج سرکار نماز پڑھا کر فوراً کیوں گھر تشریف لے جا رہے ہیں) آپ نے فرمایا ان ھذا ملک لم ینزل الارض قط قبل ھذہ اللیلۃ استاذن ربہ ان یسلم علیّ و یبشرنی بان فاطمۃ سیدۃ نساء اھل الجنۃ و ان الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ۔ (مشکوۃ ص ۵۷۱) (فرمایا جلدی اس لیے جا رہا ہوں) ایک فرشتہ جو آج سے پہلے کبھی زمین پر نہیں آیا اس نے اپنے رب سے اجازت چاہی کہ یا اللہ میں تیرے محبوب کو سلام کرنے جانا چاہتا ہوں (اللہ نے اجازت دی کہ جا سلام بھی کر آ اور کلام بھی کر آ) فرشتے نے مجھے خوشخبری سنائی کہ آپ کی بیٹی فاطمہ جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہے اور آپ کے نواسے حسن و حسین جنت کے تمام جوانوں کے سردار ہیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

۱۱- حضرت واثلہ بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام بمعہ صحابۂ کبار مسجد میں تشریف فرما تھے (بیٹھے ہوئے تھے) کہ ایک بندہ حاضر ہوا (باوجودیکہ اس کے بیٹھنے کو جگہ کافی تھی) فتزحزح لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضور علیہ السلام نے اپنی جگہ سے حرکت کی اور آنے والے کو بٹھایا (یہ محبت و شفقت اور اپنے غلاموں کی دلجوئی کا اتنا لحاظ دیکھ کر) اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ان فی المکان لَسَعَۃ۔ اے اللہ کے رسول جگہ کافی ہے آپ کیوں تکلیف فرماتے ہیں؟ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان

للمسلم لحقًا اذ اراه اخوه ان یتزحزح له ۔ آپ نے فرمایا! مسلمان کا یہ حق ہے کہ جب اس کا بھائی اس کو دیکھے تو اس کے لئے حرکت کرے۔ (مشکوۃ ص۴۰۴) کیا آج بھی کوئی استاذ، پیر اپنے شاگرد و مرید کے لئے ایسا کرتا ہے؟

؎ تیری ہر ادا پہ ہے جاں فدا مجھے ہر ادا نے مزہ دیا



﴿۸۱﴾

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

اَنَا اُحِبُّ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ

میں اسامہ بن زید سے محبت کرتا ہوں

(الجامع الکبیر)

حضرت اسامہ بن زید کا ایمان افروز واقعہ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے وہ محبوب صحابی ہیں کہ ایک حدیث کے مطابق حضور علیہ السلام نے اپنی محبت میں حضرت فاطمہ زہرا کے بعد اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے پہلے ان کو نمبر دیا فرمایا

احب اهلی الی ثم علی بن ابی طالب۔ (مشکوۃ ص۵۷۲)

میرے گھر والوں میں (فاطمہ کے بعد) مجھے سب سے محبوب اسامہ ہے پھر علی بن ابی طالب۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضور علیہ السلام نے فرمایا احبیہ فانی احبہ اے عائشہ! اسامہ سے محبت کر بے شک میں بھی اس سے محبت رکھتا ہوں۔

حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما بھی حضور علیہ السلام کے گھر جاتے ہیں تو حضرت اسامہ سے ہی کہتے ہیں۔ استاذن لنا علی رسول الله صلی الله علیه وسلم مشکوۃ ص۵۷۲ اے اسامہ! ہمیں اندر آنے کی حضور علیہ السلام سے اجازت لے دے۔

اور جب سرکار کا آخری وقت آیا تو یہ اعزاز بھی حضرت اسامہ ہی کو حاصل ہے یضع یدیه علی و یرفعهما فاعرف انه یدعولی (مشکوۃ ص۵۷۱) کہ سرکار علیہ السلام نے اپنے دونوں ہاتھ میرے اوپر رکھے اور ان کو اُٹھایا میں سمجھ گیا کہ میرے آقا میرے لیے دعا فرما رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب وظائف مقرر کیے تو اپنے بیٹے عبداللہ

کے لئے تین ہزار اور حضرت اسامہ کے لئے ساڑھے تین ہزار مقرر کیا۔ حضرت عبداللہ نے کہا میں آپ کا بیٹا بھی ہوں، ہر جنگ میں شریک بھی ہوا ہوں اسامہ میں کیا خوبی ہے جو مجھ میں نہیں ہے کہ آپ نے ان کا وظیفہ مجھ سے پانچ سو زیادہ مقرر فرمایا ہے۔ فرمایا

لان زیدا کان احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ابیک و کان اسامۃ احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منک فاثرت حبّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی حِبّی۔ (مشکوۃ ص ۵۷۱)

اس لیے کہ (اسامہ کا باپ) زید تیرے باپ سے زیادہ حضور علیہ السلام کو محبوب تھا اور اسامہ تجھ سے زیادہ حضور علیہ السلام کو محبوب تھا پس میں نے حضور کے محبوب کو اپنے محبوب (بیٹے) پر ترجیح دی ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ السلام نے اپنا متبنّیٰ (منہ بولا بیٹا) فرمایا اور قرآن میں صرف اسی خوش نصیب کا نام (صحابہ میں سے) آیا ہے اور ادعوھم لا بائھم آیۂ قرآنی انہی کے بارے نازل ہوئی۔

حضرت زید شام کے باشندے تھے، تہامہ کے چند سواروں نے ان کو پکڑ کر حکیم بن حزام بن خویلد کے ہاتھ بیچ دیا انہوں نے اپنی پھوپھی اور حضور علیہ السلام کی زوجۂ اول حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو تحفۃً دے دیا اور آپ نے آزاد فرما کر ان کو متبنّیٰ بنالیا۔ ان کے باپ حضرت حارثہ بیٹے کی جُدائی میں دیوانے ہو گئے، ملک ملک پھرے۔ بیٹے کے فراق میں جو قصیدے لکھے ان کو پڑھ کر آج بھی دل پسیج جاتا ہے ایک شعر ملاحظہ فرمائیں۔

بکیت علی زید و لم ادر ما فعل
احیّ فیرجیٰ ام اتی دونہ الاجل

میں زید پر بہت رویا لیکن میں یہ بھی نہیں جانتا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا؟ کیا وہ زندہ ہے کہ اس کے ملنے کی امید رکھی جائے یا اس پر موت آچکی ہے۔

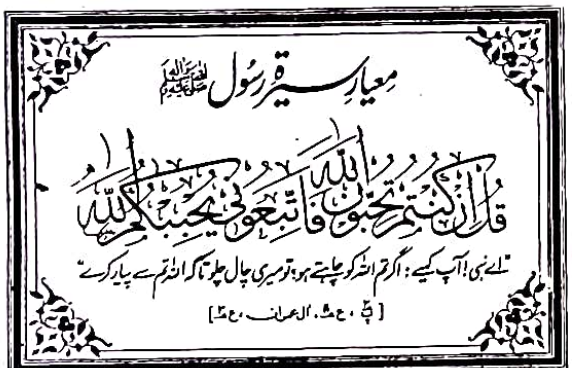
آخر کار کسی کے اطلاع دینے پر اپنے بھائی کے ساتھ مکۃ المکرمہ آئے اپنے نور نظر کو کوئی

سالوں کے بعد دیکھ کر خوشی کی انتہا نہ رہی۔ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا یہ میرا بیٹا ہے جتنا فدیہ لینا ہے لے لیں اس کو آزاد فرما دیں تا کہ ہم اس کو لے جائیں اس کی والدہ اور بہن بھائی اس کو ملنے کے لئے بہت بے تاب ہیں۔ سرکار علیہ السلام نے فرمایا کوئی فدیہ نہیں اگر تمہارے ساتھ جاتا ہے تو لے جاؤ میری طرف سے اجازت ہے۔ لیکن جب باپ نے زید کو کہا چلو ہمارے ساتھ آخر میں تیرا باپ ہوں تو خوش بخت زید نے یہ کہہ کر باپ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا کہ

یا رسول اللہ لا اختار علیک احد۔ (مشکوۃ ص ۵۷۱)

یا رسول اللہ! میں آپ کو چھوڑ کر کسی کے ساتھ نہ جاؤں گا (کیوں کہ جو پیار یہاں ملا ہے ہزاروں باپ اور لاکھوں مائیں بھی نہیں دے سکتیں)۔

حضرت زید کے بھائی جبلہ کہتے ہیں فرایت رای اخی افضل من رائی پس میں نے اپنی رائے سے زید کی رائے کو افضل دیکھا کہ ان کو حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں ہی رہنا چاہیے) جو ذات اپنے صحابہ کو اس قدر پیار عطا فرمائے کہ والدین بھی بھول جائیں وہ واقعی یہ فرما سکتے ہیں۔ انا امنۃ لا صحابی۔



﴿۸۲﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَوَّلُھَا وَالْمَھْدِیُّ وَسْطُھَا وَالْمَسِیْحُ اٰخِرُھَا

میں اس (امت) کے شروع میں ہوں امام مہدی درمیان میں ہیں اور حضرت عیسیٰ آخر میں ہیں (بھلا ایسی امت کیسے ہلاک ہوسکتی ہے)

(مشکوۃ ص ۵۸۳)

اس حدیث کا سیاق وسباق یہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق اپنے باپ امام محمد باقر سے اور وہ اپنے دادا سے روایت فرماتے ہیں (عن جعفر عن ابیہ عن جدہ میں جدہ کی ضمیر امام جعفر کی طرف لوٹ رہی ہے، اس اسناد کو محدثین سلسلۃ الذہب یعنی سونے کی زنجیر کہتے ہیں) کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا خوش ہو جاؤ اور لوگوں کو خوشخبری سنا دو کہ میری امت کی مثال بارش کی سی ہے یہ نہیں کہا جاسکتا پچھلی اچھی ہے یا اگلی (یعنی ساری ہی اچھی ہے) یا اس باغ کی سی ہے جس میں سے ایک سال ایک فوج نے کھایا پھر ایک سال دوسری فوج نے کھایا (ہر دور میں اس کا فیض جاری رہے گا اور رونقیں برقرار رہیں گی) ہوسکتا ہے آخری فوج چوڑائی میں زیادہ چوڑی ہو اور گہرائی میں زیادہ گہری ہو اور حُسن میں زیادہ اچھی ہو (اگرچہ فضیلت مطلقہ تو صحابہ کرام کو حاصل ہے لیکن جس قدر عملی کام مثلاً علم حدیث، اسماء الرجال، تفسیر، فقہ، مدارس ومساجد کا سلسلہ بعد میں قائم ہوا ظاہر ہے پہلے ادوار میں نہ تھا) وہ امت کیسے ہلاک ہوسکتی ہے جس کے اول میں ہوں، اس کے درمیان مہدی ہوں گے اور آخر میں عیسیٰ علیہم السلام ہوں گے (اگرچہ حضرت عیسیٰ ومہدی علیہما السلام کا زمانہ ایک ہی ہے مگر امام مہدی کی وفات چونکہ حضرت عیسیٰ سے پہلے ہوگی اس لیے اس ترتیب سے شمار فرمایا)۔

لیکن اس کے درمیان ٹیڑھی فوج ہے نہ وہ مجھ سے ہیں اور نہ میں ان سے ہوں (یعنی گمراہ اور بدعقیدہ فرقے اور بے دین جماعتیں)۔

اصلاحِ احوال

اللہ کے محبوب علیہ السلام نے ہمیں ہلاکت سے بچانے کے لئے کس قدر مضبوط انتظامات فرمائے اور کتنے یقین سے فرمایا کہ وہ امت کیسے ہلاک ہوسکتی ہے جس کے شروع میں میں ہوں درمیان میں مہدی اور آخر میں عیسیٰ علیہما السلام ہوں۔ لیکن خود ہم پر بھی کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم خواہ مخواہ بھاگ بھاگ کر جہنم کی طرف نہ جائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ پھر اگر ہمارے اندر اس آگ سے اور نفس وشیطان سے اپنے ایمان کو بچانے کی طاقت نہیں تو فرمایا مجھ سے ہی دعا کرلیا کرو ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار (القرآن) اے اللہ! ہمیں دنیا وآخرت کی بھلائی عطا فرما اور آگ کے عذاب سے بچا۔ یا اللہ! ہمیں کیسے معلوم ہو کہ ہماری دعا قبول ہوئی ہے کہ نہیں؟ تو فرمایا میرے حبیب کے پاس جاؤ وہ تمہیں بتائیں گے کس طرح کی دعا قبول ہوتی ہے تو اللہ کے حبیب نے ہمیں بتایا اللہ پاک ہے اور پاک چیزوں کو پسند فرماتا ہے اس نے اہل ایمان کو وہی حکم دیا جو اپنے رسولوں کو حکم دیا۔ رسولوں کو فرمایا یا ایھا الرسل کلوا من الطیبت و اعملوا صالحا (المومنون) اور اہل ایمان کو فرمایا یا ایھا الذین امنوا کلوا من طیبت ما رزقنکم ۔ پھر سرکار نے ایسے شخص کا ذکر فرمایا جو دور دراز سے سفر کرکے آتا ہے سفر کی مشقت سے بال بکھرے ہوئے، کپڑے گردآلود، اس حال میں ہاتھ اُٹھا کر دعا کرتا ہے (دیکھنے والا سمجھتا ہے اس کی دعا تو ضرور قبول ہوگی) یارب یارب کہتا ہے لیکن اس کا کھانا حرام کا لباس حرام کا انی یستجاب۔

کہتے ہیں کسی ظالم بادشاہ نے تخت سلطنت پر بیٹھتے ہی علماء صلحاء اور اہل اللہ کی پُرتکلف دعوت کی اور پھر رعایا پر ظلم شروع کردیا کسی نے کہا ظلم نہ کر کہیں کسی کی بددعا سے تیرا تخت خطرے میں نہ پڑ جائے، تو اس نے کہا وہ انتظام میں نے کرلیا ہے کہ تمام مستجاب الدعوات لوگوں کو حرام دعوت کھلا دی ہے اب ان کی دعا قبول ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ جسم جو حرام کمائی سے پروان چڑھا وہ کبھی جنت میں نہیں جاسکتا۔ اس کے لئے جہنم کی آگ ہی مناسب ہے۔ (احمد۔ دارمی۔ بیہقی)

ہماری حالت کیا ہے؟

ہمارا تو آج یہ مشن بن گیا ہے کہ پیسہ ہو چاہے کیسا ہو، حرام ہو حلال ہو، جائز ہو نا جائز ہو اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ آپ دیکھیں اشیائے خوردنی بیچنے والے جتنے لوگ ہوٹلوں بیکریوں۔ دودھ دہی کی دُکانوں پہ بیٹھتے ہیں الا ماشاء اللہ۔ بے نمازی۔ بے دین نہ نماز نہ روزہ۔ جانور ذبح کرنے والے ادھر باتیں کرتے رہتے ہیں ادھر چھری چلا دیتے ہیں۔ نہ تکبیر نہ رگوں کے کٹنے کا خیال، غلط جگہ سے گردن کاٹی جارہی ہے، کیا ان باتوں کا ہمارے دین ایمان پہ اثر نہیں پڑتا ہوگا؟ کیوں نہیں جیسے طیب، پاکیزہ اور حلال کے لقمے سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے اس طرح حرام اور ناپاک روزی سے دل مردہ ہوتا ہے باطن بے نور ہو جاتا ہے۔

ایک نان بائی آٹا گوندھتا تو **یا عزیز** کا وظیفہ پڑھتا، روٹی لگاتا تو **یا کریم** پڑھتا آگ جلاتا تو **اللھم اجرنی من النار** پڑھتا رہتا، جتنے لوگ اس کی پکی ہوئی روٹی کھاتے سب کو اللہ نے ولی بنا دیا لہٰذا نیک لوگوں سے اشیاء خریدی جائیں تو یہ بھی جہاں **تعاونوا علی البر والتقویٰ** کے زمرے میں آتا ہے وہاں بندے میں نورانیت پیدا ہوتی ہے۔ ہم فاسق فاجر لوگوں کے رحم و کرم پہ ہیں جو کھلائیں کھاتے جارہے ہیں اور ہماری تقریبات و دعوتیں بھی فاسق و فاجر لوگوں سے رونق پاتی ہیں حالانکہ سرکار دو عالم علیہ السلام عموماً خوش ہو کر صحابہ کو یہ دعا دیا کرتے۔

اکل طعامکم الابرار و صلّت علیکم الملائکۃ و افطر عند کم الصائمون۔ (مشکوٰۃ ص۳۶۹)

(خدا کرے) تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں، تم پر فرشتے رحمت بھیجیں اور تمہارے پاس روزے دار روزہ افطار کریں۔

ایک صحابی کو ارشاد فرمایا **لا تصاحب الا مؤمنا و لا یاکل طعامک الا تقی** (مشکوٰۃ ص۴۳۶)

مومن کے علاوہ کسی کی صحبت نہ اختیار کر اور تیرا کھانا صرف پرہیزگار ہی کھائے۔

خدا سے دُوری کا سبب

ایک آدمی تہجد کی نماز پابندی کے ساتھ پڑھتا تھا۔ ایک دن بات ہوئی تو اس کی بیوی

نے کہا جو تو پابندی سے تہجد پڑھتا ہے اس میں میرا بھی ہاتھ ہے اس نے کہا تو اپنا ہاتھ نکال لے، اُٹھتا میں ہوں وضو میں کرتا ہوں، نیند میں خراب کرتا ہوں تو تیرا حصہ کہاں سے آگیا۔ اس نے کہا اچھا ٹھیک ہے۔ چنانچہ دوسرے ہی دن تہجد کے لئے جاگ نہ آئی جب بیوی سے پوچھا کیا ماجرا ہے تو اس نے کہا میں پہلے وضو کرتی تھی پھر دو نفل پڑھتی اور پھر تمہارے لیے کھانا پکاتی تھی اور ساتھ دعا کرتی یا اللہ! میرے خاوند سے آج جتنے گناہ ہوئے ہیں معاف کر دے، اور آج میں نے ایسا نہیں کیا اب تہجد کے لئے اُٹھ کر دکھا۔ خدا کی شان کہ جیسا منہ ویسی چپیڑ جس طرح حرام کا مال آتا ہے حرام کاموں میں ہی خرچ ہو جاتا ہے تیل مہندی کی ہندوانہ رسموں پر، بسنت اور شبرات کی آتش بازی پر، بیماری پر، مقدموں پر، گانے باجے پر، نتیجتاً ہم مسجدوں سے دور ہو گئے علماء کے قریب نہیں آتے اور دین سے بھی دور لہٰذا خدا و مصطفیٰ سے بھی دور ہو کر جنت سے دور اور دوزخ کے قریب ہو گئے۔ یہ سینما، ڈرامے، کیبل، وی سی آر کی لعنتیں الغرض خدا کی زمین گناہوں سے بھر گئی ہے اور دنیا جہنم کے مناظر پیش کر رہی ہے اور ان خرافات کو ہم نے مقصد حیات بنا رکھا ہے۔ **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** اور **ففروا الی اللہ** کو بھول کر شیطان کے دامن میں پناہ تلاش کر رہے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش انجیر کے درخت کے پاس ہوئی تو اللہ نے اس کی قسم یاد فرمائی **و التین**۔ جنت میں زیتون کا درخت حضرت آدم علیہ السلام کے قریب تھا اللہ نے اس کی قسم اُٹھائی **والزیتون**۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قدموں کی برکت سے اللہ نے طور پہاڑ کی قسم یاد فرمائی **وطور سینین**۔ اللہ کے محبوب کے ساتھ شہر مکہ کو نسبت ہوئی تو اس شہر مقدس کی قسم اُٹھائی **و ھذا البلد الامین**۔ تو کیا یہ چیزیں اشرف المخلوقات ہیں یا انسان؟ یقیناً انسان۔ **لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ ولقد کرمنا بنی آدم** کا تاج اسی کو پہنایا گیا پھر یہ **اسفل السافلین** بننے کی بجائے اپنے ایمان و اعمال کے زور سے **الا الذین امنوا و عملوا الصلحت** کے زمرے میں شامل ہو کر ابدی راحت حاصل کرنے کی کیوں فکر نہیں کرتا۔

قرآن پاک میں دو مثالیں ہماری آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہیں نمبر۱۔ کنعان حضرت نوح علیہ السلام نبی اللہ کا بیٹا ہو کر ایمان و عمل سے محروم رہا اور جہنم کا ایندھن بن گیا اور نمبر۲۔ اصحاب کہف کی صحبت اختیار کرنے والا کتا اللہ کو پیارا ہو گیا

؎ بناں عمل دے نیں نجات تیری
ماریا جائیں گا قطب دیا بیٹیا اوئے
(وارث شاہ)

حضور علیہ السلام نے ارشادفرمایا جب آپ سے پوچھا گیا ای المؤمن اکیس یا رسول اللہ عقل مند مسلمان کون ہے؟ فرمایا اکثرھم للموت ذکرا واحسنھم استعداد (ضیاء القران ج ۴ص ۲۶۶) جو موت کو زیادہ یاد کرے اور اس کے لئے خوب خوب تیاری کرے۔

نفس وشیطان کا علاج

اولیاءکرام نے ظاہر و باطن کی طہات حاصل کرنے کے لئے بہت عمدہ نسخے ہمیں عطا فرمائے ہیں حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے تصور اسم ذات کا نظریہ پیش فرمایا کہ سانسوں اور خیالوں میں خدا کا نام جپو، تا کہ دل و دماغ کی طہارت ہو، آپ نے فرمایا زبان سے ذکر کرو گے تو ثواب ملے گا لیکن اگر شیطان نے دل پہ قبضہ جمار کھا ہو تو خالی زبان سے ذکر کر کے ثواب تو لے سکتے ہو لیکن یہ ایسے ہی ہو گا کہ سانپ غار کے اندر بیٹھا ہو اور آپ غار کے منہ پر ڈنڈے مارتے رہیں تو اس کا کیا نقصان؟ لہٰذا پاسِ انفاس کے ذریعے اس پر بجلی گراؤ، سانس اندر لے جاتے ہوئے اللہ کا تصور کرو اور باہر نکالو تو ھو کی ضرب لگاؤ تو شیطان کا علاج ہو جائے گا اور ساتھ ساتھ حرص۔ تکبر۔ ریا کا بھی خاتمہ ہو گا کہ ان تمام بیماریوں کا تعلق دل سے ہے۔ شیطان ہمارا کھلا دشمن ہے جو ہر وقت ہمارے ایمان پر حملہ آور ہوتا رہتا ہے اور ہم بہت کمزور ہیں کہ جو دشمن ہمیں نظر آئے ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے یہ تو نظر بھی نہیں آتا۔ اس لیے ہم قرآن پڑھنے سے پہلے بھی اعوذ باللہ پڑھتے ہیں کہ یا اللہ! ہم میں اس لعین کے شر سے بچنے کی طاقت نہیں اس کے شر سے بھی تیری پناہ میں آنا چاہتے ہیں۔ جیسے کسی کے گھر کے باہر کتا بیٹھا ہو اور آپ گھر والے کو ملنا چاہیں تو پہلے گھر والے کو ہی آواز دیتے ہیں تا کہ کتے کے شر سے بچ کر مالک مکان سے ملاقات کریں تو تلاوت قرآن بھی خدا سے ملاقات کا ذریعہ ہے مگر شیطان راستے میں رکاوٹ ہے تو ہم اعوذ باللہ پڑھ کر اللہ سے ہی عرض کر رہے ہیں تا کہ وہی اس رکاوٹ کو دور کرے اور اپنی ملاقات کا شرف بخشے۔

عُمر اک دن ہو کہ سو سال گذر جاتی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے من عمل صالحا فلنفسه و من اسآء فعليها و ما ربک بظلام للعبيد۔ (حم السجدہ)

جس نے نیکی کی اس کا اپنا ہی فائدہ ہے اور جس نے برائی کی اس نے اپنا ہی نقصان کیا اور آپ کا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ ایک دوسرے مقام پہ فرمایا

ان تكفروا فان الله غنى عنكم ولا يرضى لعباده الكفر و ان تشكروا يرضه لكم ولا تزر وازرة وزر اخرى ثم الى ربكم مرجعكم فينبئكم بما كنتم تعلمون انه عليم بذات الصدور۔ (الزمر آیت نمبر ۷)

اگر تم اللہ کی ناشکری کرو تو بے شک اللہ تم سے بے نیاز ہے اور اپنے بندوں کی ناشکری اسے پسند نہیں اور اگر شکر کرو تو وہ اسے تمہارے لیے پسند فرماتا ہے اور کوئی بوجھ اُٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گی پھر تمہیں اپنے رب ہی کی طرف پھرنا ہے وہ تمہیں بتائے گا جو تم کرتے تھے بیشک وہ دلوں کی باتیں جانتا ہے۔

انسان گناہ کرے یا نیکی بہر حال لمحہ بہ لمحہ موت کے قریب جا رہا ہے ایسا نہ ہو کہ ہم غفلت میں پڑے رہیں اور ایک دن مسجد کے سپیکر پہ اعلان ہو جائے کہ حضرات! فلاں جو کہ فلاں کا باپ یا فلاں کا بیٹا ہے وہ قضائے الٰہی سے انتقال کر گیا ہے۔ پھر دوست احباب کہتے پھریں ابھی میرے پاس کھڑا تھا۔ ابھی مجھے بازار میں ملا ہے کیا ہو گیا اس کو؟ آگے سے جواب ملے بس معمولی بخار چڑھا، خون کی الٹی آئی یا دل پر درد ہوا ہم ہسپتال لے کر جا رہے تھے کہ راستے میں جان دے گیا اور پھر آج کے دور میں موت جتنی سستی ہے شاید اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی ہو اور جب موت آئے گی تو آج نماز سے بھاگنے والو! مسجد کے قریب نہ آنے والو! قبر میں جا کر اگر دو نفل پڑھنا چاہو گے تو نہ پڑھ سکو گے۔ اور وہاں کفار تک سے جب پوچھا جائے گا کہ تم عذاب میں کیوں مبتلا ہو گئے تو اپنے ہزاروں کفروں اور جرائم کے باوجود جواب دیں گے لم نک من المصلين کہ ہم دوزخ میں نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے پہنچ گئے۔ اور اہل ایمان اور اعمال صالحہ

والوں کوخوشخبری سنائی گئی۔

من عمل صالحا من ذکرا و انثی وھو مؤمن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ۔ (القرآن)

جو نیک اعمال کرے مرد ہو یا عورت بشرطیکہ ایماندار ہو ہم اس کو پاکیزہ زندگی عطا فرمائیں گے۔

ہم اپنی اس چند روزہ دنیوی زندگی کوخوشگوار بنانے کے لئے کیا کیا نہیں کرتے مگر کاش کہ سوچا ہوتا یہ زندگی اُس زندگی کے مقابلے میں کتنی ہے کہ جس زندگی کا صرف ایک پہلا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا **کان مقدارہ خمسین الف سنۃ** (القران) اور دنیا کی تیری کل زندگی کتنی ہے؟ زیادہ سے زیادہ سو سال۔تو سو کو پچاس ہزار سے کیا نسبت اور پچاس ہزار سال تو ایک دن ہے کیوں کہ وہ تو نہ ختم ہونے والی زندگی ہے **ھم فیھا خلدون۔** مگر اس کے لئے کچھ بھی نہیں کرتے یاد رکھو!

جو خدا کے آگے سر جھکا لیتا ہے پھر اللہ اس کا سر کسی کے آگے جھکنے نہیں دیتا اور جو خدا کے آگے نہیں جھکتا وہ ہر در پر جھکتا نظر آتا ہے کیوں کہ وہ دنیا دار ہوتا ہے جو دنیا داروں کے گھروں کا کتوں کی طرح طواف کرتا رہتا ہے اور در در کی خاک چھانتا ہے مگر پھر بھی پوری نہیں پڑتی۔

حضرت عمر فاروق نے ایک غلام سپیشل اس لیے رکھا ہوا تھا کہ صبح یہ کہہ کر ان کو تہجد کے لئے اُٹھایا کرتے کہ اے عمر! تجھے موت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ایک دن آپ نے شیشہ دیکھا تو داڑھی میں ایک سفید بال نظر آیا اسی وقت غلام کو آزاد کر دیا فرمایا اب موت کی یاد کے لئے یہ سفید بال کافی ہے۔اور ہماری داڑھی ہی نہیں (تو سفید بال کہاں دکھائی دے) کہ کہیں موت یاد نہ آجائے۔

منزل قریب آئے تو مسافر سامان لپیٹنا شروع کر دیتے ہیں ہم بھی اپنی منزل (قبر) کے قریب جا رہے ہیں لہٰذا نیک اعمال کا سامان سمیٹنا چاہیے۔تمام اعضاء اللہ کی امانت ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ نیکی کمائی جا سکتی ہے، ہاتھ سے ظلم نہ کر کے، زبان سے غیبت نہ کر کے، کان سے غلط آواز نہ سُن کے بلکہ ہاتھ سے کسی مظلوم کی مدد کرو زبان سے اچھے

کلمات نکالو، کان سے قرآن سنو یہ ان اعضاء کے اذکار بھی ہیں اللہ نے **قد موا الانفسکم** فرما کر اشارہ فرمایا کہ جیسے ایک ملک کی کرنسی دوسرے میں نہیں چلتی اگر چلانا ہو تو بدلنی پڑتی ہے ایسے ہی اُس ملک کی کرنسی اعمال صالحہ ہیں یہ دنیا کی دولت یہیں رہ جائے گی وہاں اعمال صالحہ کی کرنسی چلے گی۔

شکر اور شکوہ

خدا نے ہمیں جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ہم ان کا شکر ادا کرنے کی بجائے جو ہمارے پاس نہیں ہے ان کا شکوہ کرتے ہیں کیا کان، ناک، زبان، تندرستی خدا کی نعمتیں نہیں کہ ہم ان کا شکر ادا کرنے کی بجائے مکان و دکان کار کوٹھی کے رونے روتے پھریں اگر یہ سب کچھ مل جائے اور صحت نہ ہو تو ان چیزوں کو کیا کریں گے۔حالانکہ کہ حضور علیہ السلام نے ہمیں دین کے معاملہ میں اپنے سے اعلیٰ کو دیکھنے کی تلقین فرمائی کہ اگر تم پانچ نمازیں پڑھتے ہو تو اس کو دیکھو جو تہجد بھی پڑھتا ہے اور دنیا کے معالے میں اپنے سے کم تر اور نیچے والے کو دیکھنے کا حکم دیا تا کہ ناشکری کے جذبات نہ ابھریں۔اگر آپ کے پاس ایک مکان ہے تو جس کے پاس دو ہیں اس کو دیکھنے کی بجائے اس کو دیکھو جو بے چارہ رات کو سڑک پہ سوتا ہے۔کہ بارش ہو جائے تو تم گھر میں آرام سے سو رہے ہوتے ہو صبح پتہ چلتا ہے بارش ہوئی اور سڑک والا کبھی ادھر بھاگتا ہے کبھی ادھر سر چھپانے کو جگہ نہیں ملتی۔

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ سفر میں میرا جوتا ٹوٹ گیا چل چل کے پاؤں میں چھالے پڑ گئے دل میں خیال آیا کہ دنیا دار عیش کر رہے ہیں اور میرے پاس جوتا بھی نہیں جب جامع مسجد میں گیا تو وہاں ایک بندے کو دیکھا جس کے پاؤں ہی نہیں تھے۔سجدہ شکر ادا کیا کہ چلو جوتا نہیں تو کیا ہوا پاؤں تو ہیں۔ارشاد خداوندی ہے **لئن شکر تم لا زیدنکم** اگر میرا شکر ادا کرتے رہو گے تو میں (نعمتیں) زیادہ دیتا جاؤں گا۔اور پھر خود ہی غیبی خبر دی **و قلیل من عبادی الشکور** (القران) شکر کرنے والے بہت کم ہیں۔

ایسے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ مہینہ نماز پڑھ لیتے ہیں تو خدا کے ساتھ شکوے شروع کر دیتے ہیں کہ نماز بھی پڑھتے ہیں پھر بھی کاروبار نہیں چلتا۔بیماری نہیں چھوڑتی

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے
اے بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

یہ چند باتیں بطور اصلاح احوال لکھ دی ہیں حضرت غوث اعظم فرماتے ہیں کہ کوئی نصیحت کی بات کرے تو اس کو قبول کرو کیوں کہ ایک وقت ایسا آنیوالا ہے کہ نصیحت کرنے والا کوئی نہ ملے گا۔ اس موضوع پر قرآن مجید کی چند آیات مبارکہ کا صرف حوالہ لکھ دیا جاتا ہے اگر ضرورت ہو تو ترجمے والے قرآن مجید سے دیکھ لی جائیں۔ ان شاء اللہ! اصلاح احوال کے لئے بہت مفید ہوں گی۔

۱- قل یعبادی الذین امنوا اتقوا ربکم الخ۔ (الزمر آیت ۹ تا ۱۸)

۲- افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ. الخ
(الزمر آیت ۲۲ و ۲۳)

۳- لقد کان لسباء فی مسکنھم ایۃ الخ۔ (سورۃ سبا آیت ۱۵ تا ۲۰)

آخر میں چند پنجابی اشعار اس اصلاحی موضوع پر ملاحظہ فرمائیں اور پھر اگلی حدیث پر بحث کرتے ہیں۔

ایہہ داغ جدائی دا تیتھوں دھویا نیوں جاونا
فیر ہسنا تے کتھوں تیتھوں رویا نیوں جاونا

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی سادہ لیکن عبرت آموز بات فرمائی۔

فریدا اوہ پیاں دسیدیاں ڈھیریاں جتھاں تے لکھ پئے
اوہدروں کوئی نہیں آوندا ایدھروں لکھ گئے

اور جاتے جاتے علی حیدر کی بات بھی سن کر پلے باندھنے والی ہے کیوں کہ

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں
(مولائے روم)

علی حیدر کہتا ہے

میم مست ہویوں دولت دم پچھے
پیارے دم نالوں پیارے دم تینوں
دولت دور لت مار کے نس جا سی
تیرے دم وی دین گے دم تینوں
ایہہ جو دم تیرا ہم دم ہے ہر دم
بھیت ئمیں دیندا اک دم تینوں
علی حیدرا دم جدوں دم ہوسی
گھروں کڈ دیسن اک دم تینوں



﴿۸۳﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اٰخِرُ الْاَنْبِيَاءِ وَ اَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ

"میں نبیوں میں آخری نبی ہوں اور تم امتوں میں سے آخری امت ہو"

(الدر المنثور للسیوطی ج۲ ص۲۴۴)

اس موضوع پر چند احادیث شروع میں گذر چکیں اور وہاں سیر حاصل بحث ہوگئی جن میں ردمرزائیت کے ساتھ حضور علیہ السلام کی ختم نبوت کا ذکر خیر بھی ہوا۔ جیسے حضور علیہ السلام کا آخری نبی ہونا آپ کی عظمت وشان کو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام پر ثابت کرتا ہے اسی طرح آپ کی امت کا آخری امت ہونا اس امت کی عظمت وشان کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ کہ جو افضل واعلیٰ ہوتا ہے سب کے بعد اسی کو ہی لایا جاتا ہے، ہم دیکھتے ہیں کوئی محفل یا جلسہ ہو تو بڑے نعت خوان یا بڑے مقرر کو سب سے آخر میں وقت دیا جاتا ہے۔

حضور علیہ السلام کے اس فرمان سے یہ تو ثابت ہے کہ اس دنیا میں حضور علیہ السلام اور آپ کی امت تمام نبیوں اور تمام امتوں کے بعد آئے لیکن دوسرے فرمان سے یہ بھی ثابت ہے کہ قیامت والے دن سب سے آخر میں آنے والا نبی تمام نبیوں سے پہلے جنت میں جارہا ہوگا اور سب سے آخر میں آنے والی امت تمام امتوں سے پہلے جنت میں جارہی ہوگی۔

قرآن مجید میں جہاں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی امت کو خیر امت قرار دیا وہاں ان کی ایک ذمہ داری کو بھی بیان فرمایا اور وہ یہ کہ یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر کہ "وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں" لیکن افسوس کہ اس ذمہ داری کو امت بھلا چکی ہے اور یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ یہ کام صرف علما کا ہے حالانکہ اصل میں یہ کام حکومت کا ہے اور پھر تمام مسلمانوں کا۔ قرآن پاک میں حکومت اسلامیہ کی ذمہ داریوں کو یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ و امروا بالمعروف و نھوا عن المنکر۔ (الحج)

(ایمان والے) وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار دیں تو نماز قائم رکھیں اور زکوۃ دیں اور بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں۔

اور صحیح حدیث میں ہے کہ

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان۔ (صحاح ستہ)

جو تم میں سے کسی برائی کو دیکھے تو اسے ہاتھ سے مٹائے اگر نہ ہو سکے تو زبان سے ختم کرے ورنہ دل سے تو ضرور برا جانے اگر چہ یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

ظاہر ہے طاقت کے ذریعے برائی مٹانا سب سے پہلے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اس کے پاس اقتدار کی طاقت ہے اور علماء لسانی جہاد کر کے برائی مٹائیں جب کہ اس کو دل سے برا سمجھنا تو ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے لیکن دور عجیب آ گیا ہے کہ برائی ہماری نظر میں برائی ہی نہیں رہی بلکہ شیطان کی محبت ہمارے میں نیکی اور اچھائی کا روپ دھار چکی ہے اور جو اس کو برائی کہے بھی تو وہ ہمیں برا لگتا ہے اور بنیاد پرست یا دہشت گرد، جنونی، دقیانوسی اور پتہ نہیں کیا کیا کہا جاتا ہے۔ ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نیکی کا حکم دو برائی سے روکو اس سے پہلے کہ تدعون فلا اجیب لکم تم دعا کرو تو تمہاری دعا قبول نہ ہو، تم سوال کرو تو تمہیں عطا ہی نہ کیا جائے، تم مدد طلب کرو اور تمہاری مدد نہ کی جائے کیا وقت ہوگا کہ تمہاری عورتیں تم پہ غالب ہوں گی نوجوان فاسق ہو جائیں گے اور جہاد کو چھوڑ دیں گے عرض کیا گیا حضور کیا ایسا ہو سکتا ہے قال والذی نفسی بیدہ و اشد منہ سیکون اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس سے بڑھ کر ہوگا۔ وہ کیا؟ فرمایا! کیف انتم اذ لم تامروا بالمعروف و لم تنھوا عن المنکر اس وقت تم کیسے ہو گے کہ جب نیکی کا حکم دینا چھوڑ دو گے اور برائی سے روکنا چھوڑ دو گے: عرض کیا گیا کیا ایسا ہوگا؟ فرمایا خدا کی قسم اس سے بڑھ کر ہوگا۔ وہ کیا؟ فرمایا! کیف انتم اذ رایتم المنکر معروفا والمعروف منکرا "کیسا وقت ہوگا جب تم برائی کو نیکی اور نیکی کو برائی دیکھنے لگو گے" عرض کیا گیا۔ کیا یہ بھی ہوگا؟ فرمایا اس سے بڑھ کر ہوگا۔ وہ کیا آتا؟ فرمایا کیف

انتم اذا مرتم بالمنکر و نهیتم عن المعروف کیا حال ہوگا تمہارا جب تم برائی کا حکم کرنے لگو گے اور نیکی سے منع کرنے لگو گے؟ اللہ نے قسم اُٹھا کر فرمایا لا تیحن لهم فتنة یصیر الحلیم فیها حیران۔ ایسے فتنے میں مبتلا کروں گا کہ بڑے سے بڑا صابر بھی حیران ہو کر کانپ اٹھے گا۔

حضرت خضر علیہ السلام اور بچھو کا واقعہ

حضرت خضر علیہ السلام ایک مرتبہ دریا کے کنارے تشریف لے جا رہے تھے کہ دریا میں ایک بچھو غوطے لگا تا آ رہا تھا آپ نے تنکا لیا اور آگے بڑھ کر اس کو باہر نکال کر خشک جگہ پر رکھنے ہی لگے تھے کہ وہ آپ کو ڈنگ مار کر پھر چھلانگ لگا کر دریا میں چلا گیا آپ نے دوبارہ ایسا ہی کیا اس نے بھی ویسا ہی کیا۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا تو دور سے ایک بندہ دوڑ کر آیا عرض کیا اتنے بڑے بزرگ ہو کر کیا بچوں کا کام کر رہے ہیں؟ اجی یہ آپ کا مرید تو نہیں کہ آپ کو باہر نکل کے نذرانہ دے گا اس کو سو بار بھی نکالو گے تو ایسا ہی کرے گا۔ آپ نے بڑا اچھا جواب دیا۔ فرمایا! جب وہ برائی کرنے سے باز نہیں آیا تو میں نیکی کرنے سے کیوں باز آؤں ۔

وہ اپنی خو نہیں بدلے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں

اللہ تعالیٰ شاکر علیم ہے اپنے بندوں کے معمولی عمل پر بھی بڑا اجر دیتا ہے کہ کتے کو پانی پلانے والی بدکارہ عورت کو بخش دیا۔ امام شامی لکھتے ہیں کہ جانوروں پہ ظلم کا گناہ انسان پر ظلم کرنے کے گناہ سے زیادہ ہے کیوں کہ انسان تو پھر گلہ شکوہ کر لے گا جانور بے چارہ بے زبان ہے سوائے خدا کے اس کی کون سُنے گا۔ اللہ کے نبی علیہ السلام نے فرمایا اتقوا النار ولو بشق تمرة ۔ اگر کھجور کا ایک حصہ بھی راہ خدا میں دے سکو تو دے دو ہو سکتا ہے اتنی بات پر بخشے جاؤ۔ سانپ کے بچے کو چھوٹا سا سمجھ کے چھوڑ دو گے تو کل اژدھا بن جائے گا کسی بھی گناہ کو معمولی نہ سمجھو کیوں کہ حدیث میں ہے کہ ایک بلی کو بھوکا پیاسا مارنے والی عورت دوزخ میں چلی گئی (بخاری) یہ چند باتیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے حوالے سے لکھ دی گئیں تا کہ ہم اپنی اس کمی کو دور کریں کہ ہمیں دوسروں سے کیا لگے جی ہم تو نیک ہیں ناں؟ حدیث شریف میں ہے بلغوا عنی ولو اية اگر میرے دین کا ایک مسئلہ بھی تمہارے پاس ہے تو دوسروں تک پہنچاؤ کیوں کہ ہو سکتا ہے تمہیں وہ بھول جائے مگر جس کو بتا رہے ہو اس کو یاد رہے اور ایک پورا سلسلہ تبلیغ کا چل نکلے

بلکہ سرکار نے دعا فرمائی اس بندے کے لئے نضر الله عبدا سمع مقالتی و وعاها و حفظها و اداها ۔ اللہ تر و تازہ رکھے اس بندے کو جو میری بات سُنے اس کو یاد رکھے اور دوسروں تک پہنچائے اور قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے وذکر فان الذکریٰ تنفع المؤمنین۔ نصیحت کر کیوں کہ نصیحت مومن کو فائدہ دے گی۔



﴿۸۴﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا حَظُّکُمْ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ وَ اَنْتُمْ حَظِّی

میں نبیوں میں سے تمہارے حصے میں آیا اور تم (امتوں میں سے) میرا حصہ ہو

(تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۵۶، درمنثور ج۵ ص۱۴۸)

کیا عظیم خوشخبری ہے اس امت کے لئے کہ اللہ کے نبی علیہ السلام اپنے آپ کو اس امت کے کھاتے میں ڈال رہے ہیں اور امت کو اپنے کھاتے میں شامل فرما رہے ہیں ۔ مل گئے مصطفیٰ اور کیا چاہیے۔

اور ہر کوئی اپنی شے کی تعریف کرتا ہے اسی لیے حضور علیہ السلام امت کی تعریف فرماتے ہیں اور امتی بھی اصل میں وہی ہے جو ہر دم اپنے آقا کی تعریف میں رطب اللسان رہے ۔

جن کے لب پر رہا امتی امتی
یاد ان کی نہ بھولو نیازی کبھی
وہ کہیں امتی تو بھی کہہ یا نبی
میں ہوں حاضر تیری چاکری کے لئے

اور کسی عاشق مصطفیٰ علیہ السلام نے کیا خوب کہا کاش! یہ شعر ہمارے دل کی آواز بن جائے ۔

ہم امتی ہیں اپنے رسول کریم کے
جو کچھ انہیں پسند ہے وہ ہے ہمیں پسند
ان عاشقوں کا میں ہوں ادنیٰ نیاز مند
جن کو میرے حضور کی ہے ہر ادا پسند

﴿۸۵﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اٰکُلُ کَمَا یَاکُلُ الْعَبْدُ

میں ایسے (کھانا) کھاتا ہوں جیسے غلام (آقا کے سامنے بیٹھ کے کھاتا ہے)

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج۷ ص۲۸۳)

ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا لا اکل متکئاً مشکوۃ ص۳۶۳ کہ میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا (کیوں کہ ایسے متکبر کھاتے ہیں) ایک مرتبہ حضور علیہ السلام اکڑوں بیٹھ کر انتہائی عاجزی کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے فقال الاعرابی ماھذہ الجلسۃ ۔ یارسول اللہ! یہ آپ کیسے بیٹھ کر کھا رہے ہیں؟ ایک اعرابی نے کہا۔ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ جعلنی عبدا کریما و لم یجعلنی جبارا عنیدا مشکوۃ ص۳۶۹ آپ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے عبد کریم بنایا ہے متکبر اور مغرور نہیں بنایا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

یا عائشۃ لو شئت لسارت معی جبال الذھب جاء نی ملک و ان حجزتہ لتساوی الکعبۃ فقال ان ربک یقرأ علیک السلام و یقول ان شئت نبیا عبدا و ان شئت نبیا ملکا فنظرت الی جبرئیل علیہ السلام فاشار الی ان ضع نفسک و فی روایۃ ابن عباس فالتفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی جبرئیل کالمستشیر لہ فاشار جبرئیل بیدہ ان تواضع فقلت نبیا عبدا قالت فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ذلک لا یاکل متکئاً یقول اکل کما یاکل العبد واجلس کما یجلس العبد۔ (مشکوۃ ص۵۲۱)

اے عائشہ اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں میرے پاس فرشتہ آیا کہ اس کی کمر کعبہ کے برابر تھی اس نے مجھے کہا آپ کا رب آپ کو سلام فرماتا ہے اور ساتھ یہ پیغام ہے کہ آپ عبد نبی بنا پسند کریں گے یا بادشاہ نبی۔ پس میں نے جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھا تو اس نے مجھے اشارہ کیا کہ عاجزی کیجیے (یعنی عبد نبی بنیے)۔

ایک روایت میں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے جبرئیل امین علیہ السلام کی طرف دیکھا گویا اس سے مشورہ لے رہے ہیں اور جبریل نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ تواضع کیجیے پس میں نے کہا عبد نبی، حضرت عائشہ فرماتی ہیں اس کے بعد حضور علیہ السلام نے کبھی ٹیک لگا کر نہیں کھایا آپ فرمایا کرتے میں ایسے کھاؤں گا جیسے عبد (بندہ) کھاتا ہے اور ایسے بیٹھوں گا جیسے عبد (بندہ) بیٹھتا ہے۔

شمائل ترمذی میں یہ الفاظ بھی ہیں انا لا اکل متکئا۔ میں ٹیک لگا کر کھانے والا نہیں ہوں۔ ص ۷۷

ریشم پہن کے میری قیمت نہ بڑھ سکی
کھدر بھی ان کے جسم پہ مہنگا بہت لگا

تہذیب تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۶ ص ۳۲ پہ ایک حدیث کے الفاظ یوں بھی ہیں انا لا اکل مماذبح علی النصب۔ میں ان جانوروں کا گوشت کھانے والا نہیں ہوں جن کو بتوں (کے نام) پر ذبح کیا گیا ہو۔



﴿۸۲﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا آمُرُكُمْ بِخَمْسٍ أَمَرَنِي اللّٰهُ بِهِنَّ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ وَالْجِهَادُ وَالْهِجْرَةُ وَالْجَمَاعَةُ فَإِنَّ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ قِيدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهٖ

میں تمہیں پانچ باتوں کو حکم دیتا ہوں، جن کا اللہ نے مجھے حکم دیا۔ سمع (سننا)، طاعت (ماننا)، جہاد، ہجرت اور جماعت کا، پس بے شک جو بالشت بھر بھی جماعت سے جُدا ہوا اس نے اپنی گردن سے اسلام کی رسی کو اتار دیا

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۳۱۶)

لزوم جماعت کے موضوع پر امام ابن حجر علیہ الرحمۃ نے متعدد احادیث میں اسے امام ترمذی کے حوالے سے حارث بن حارث الاشعری سے مروی طویل حدیث میں سے یہ الفاظ نقل فرمائے اور اسی کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے "جابیہ" مقام پہ مشہور خطبہ کا یہ اقتباس بھی نقل کیا۔

"عليكم بالجماعة و اياكم والفرقة فان الشيطان مع الواحد و هو من الاثنين ابعد" و فيه "ومن اراد بحبوحة الجنة فليلزم الجماعة".

تم پر جماعت (کے ساتھ چلنا) لازم ہے کیوں کہ اکیلے بندے کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور دو بندوں سے دور رہتا ہے۔ اور اس خطبہ میں یہ بھی ہے "اور جو

جنت کی راحت چاہے وہ جماعت کو لازم پکڑے"۔

والمراد بالجماعة اهل الحل والعقد من كل عصر.

اور جماعت سے مراد ہر دور کے اہل حل وعقد ہیں (صاحبانِ اختیار)۔

چونکہ بدعقیدہ اور بے دین لوگوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے ان کے ساتھ کھانے، پینے، نکاح، شادی اور ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اور اتبعوا سواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار فرما کر صحیح العقیدہ جماعت کے ساتھ رہنے کا حکم دیا گیا ہے جو حضور علیہ السلام کے دور میں بھی تھی آج بھی ہے اور تا قیامت رہے گی لہٰذا نئے نئے فرقے فرقیاں جو بذات خود بدعت ہیں ان سے دور رہنا اور جس جماعت میں اولیاء کرام کا وجود با جود رہا اسی جماعت کو لازم پکڑے رکھنے سے ہی گمراہی سے بچا جا سکتا ہے۔



﴿۸۷﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا ابْنُ الذَّبِيحَيْنِ

میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں

(فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۷۸، الکشاف ج ۴ ص ۵۶)

یہودیوں کی اکثر عادت رہی ہے کہ انبیاء کرام کے کمالات کو یا تو چھپاتے تھے یا پھر جن انبیاء کی اپنے آپ کو اولاد کہتے (انبیاء بنی اسرائیل) دوسرے انبیاء کے کمالات چوری کر کے اپنے آباؤ اجداد کے کھاتے میں ڈال دیتے بالخصوص ہمارے آقا و مولا کے ساتھ تو ان کو خاص عناد ہے جس پر قرآن مجید شاہد عادل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فلما جاء هم ما عرفوا كفروا به فلعنة الله على الكفرين.

جب وہ جانا پہچانا (رسول) ان کے پاس آ گیا تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا پس اللہ کی لعنت ہو کافروں پر۔ (البقرہ)

الذين اتينهم الكتب يعرفونه كما يعرفون ابناء هم و ان فريقا منهم ليكتمون الحق و هم يعلمون. (البقرہ)

وہ جن کو ہم نے کتاب دی وہ آپ (علیہ السلام) کو پہچانتے ہیں جیسے اپنی اولاد کو اور بے شک ایک گروہ ان میں سے جان بوجھ کر حق کو چھپانے لگا۔

چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام چونکہ ذبیح اللہ ہیں اور حضور علیہ السلام ان کی اولاد سے ہیں تو یہودیوں نے حضرت اسماعیل کو ذبیح ماننے سے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ ذبیح اللہ اسماعیل علیہ السلام نہیں بلکہ اسحاق علیہ السلام ہیں تا کہ حضور علیہ السلام کو ذبیح اللہ علیہ السلام کی اولاد ہونے کے شرف سے محروم کیا جائے حالانکہ سرکار علیہ السلام کے اپنے کمالات اس قدر ہیں کہ آپ کی فضیلت کو اللہ تعالیٰ نے کسی دوسرے نبی کی فضیلت پر موقوف کیا ہی نہیں۔ جب کہ اگر حقائق کو

جنت کی راحت چاہے وہ جماعت کولازم پکڑے"۔

والمراد بالجماعة اهل الحل والعقد من كل عصر.

اور جماعت سے مراد ہر دور کے اہل حل وعقد ہیں (صاحبان اختیار)۔

چونکہ بدعقیدہ اور بے دین لوگوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے ان کے ساتھ کھانے، پینے، نکاح، شادی اور ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اور **اتبعوا سواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار** فرما کر صحیح العقیدہ جماعت کے ساتھ رہنے کا حکم دیا گیا ہے جو حضور علیہ السلام کے دور میں بھی تھی آج بھی ہے اور تا قیامت رہے گی لہٰذا نئے نئے فرقے فرقیاں جو بذات خود بدعت ہیں ان سے دور رہنا اور جس جماعت میں اولیاء کرام کا وجود با جود رہا اسی جماعت کولازم پکڑے رکھنے سے ہی گمراہی سے بچا جاسکتا ہے۔



﴿۸۷﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا ابْنُ الذَّبِيحَيْنِ

میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں

(فتح الباری ج۱۲ص۳۷۸، الکشاف ج۴ص۵۶)

یہودیوں کی اکثر عادت رہی ہے کہ انبیاء کرام کے کمالات کو یا تو چھپاتے تھے یا پھر جن انبیاء کی اپنے آپ کو اولاد کہتے (انبیاء بنی اسرائیل) دوسرے انبیاء کے کمالات چوری کر کے اپنے آباؤ اجداد کے کھاتے میں ڈال دیتے بالخصوص ہمارے آقا و مولا کے ساتھ تو ان کو خاص عناد ہے جس پر قرآن مجید شاہد عادل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فلما جاء هم ما عرفوا كفروا به فلعنة الله على الكفرين.

جب وہ جانا پہچانا (رسول) ان کے پاس آ گیا تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا پس اللہ کی لعنت ہو کافروں پر۔ (البقرہ)

الذين اتينهم الكتب يعرفونه كما يعرفون ابناء هم و ان فريقا منهم ليكتمون الحق و هم يعلمون. (البقرہ)

وہ جن کو ہم نے کتاب دی وہ آپ (علیہ السلام) کو پہچانتے ہیں جیسے اپنی اولاد کو اور بے شک ایک گروہ ان میں سے جان بوجھ کر حق کو چھپانے لگا۔

چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام چونکہ ذبیح اللہ ہیں اور حضور علیہ السلام ان کی اولاد سے ہیں تو یہودیوں نے حضرت اسماعیل کو ذبیح ماننے سے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ ذبیح اللہ اسماعیل علیہ السلام نہیں بلکہ اسحاق علیہ السلام ہیں تا کہ حضور علیہ السلام کو ذبیح اللہ علیہ السلام کی اولاد ہونے کے شرف سے محروم کیا جائے حالانکہ سرکار علیہ السلام کے اپنے کمالات اس قدر ہیں کہ آپ کی فضیلت کو اللہ تعالیٰ نے کسی دوسرے نبی کی فضیلت پر موقوف کیا ہی نہیں۔ جب کہ اگر حقائق کو

دیکھا جائے تو خود ان کی کتابیں اہل اسلام کی تائید اور یہودیت کی تردید کرتی ہیں مثلاً

یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ یہ قربانی مکۃ المکرمہ کے قریب منیٰ میں ہوئی اور چار ہزار سال کی تاریخ گواہ ہے کہ اسحاق علیہ السلام کبھی مکۃ المکرمہ تشریف لائے ہی نہیں بلکہ انہی یہود کی کتاب کے بیسویں باب میں ہے کہ جس کی قربانی ہوئی وہ ابراہیم علیہ السلام کے اکلوتے بیٹے تھے اور ظاہر ہے حضرت اسحاق سے پہلے تو اسماعیل علیہ السلام تھے پھر اسحاق علیہ السلام اکلوتے کیسے ہوئے اور پھر یہ صراحت بھی ان کی کتاب میں موجود ہے کہ ہاجرہ کے بطن سے ابراہیم علیہ السلام کا ایک بیٹا اسحاق علیہ السلام سے پہلے بھی تھا۔ اب کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ذبیح اللہ ہیں۔

اور پھر ہمارے لیے تو حضور علیہ السلام کا یہ فرمان ہی کافی ہے کہ آپ نے خود فرمایا میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔ اور ایک صحابی نے جب عرض کیا یا ابن الذبیحین تو سرکار نے مسکرا کر تصدیق فرما دی۔ پھر سرکار نے تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک تو میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہوں اور وہ ذبیح اللہ ہیں اور دوسرا یہ کہ

ان عبدالمطلب لما حفر بئر زمزم نذر لله لئن سهل الله له امرها ليذبحن احد ولده فخرج السهم على عبد الله فمنعه اخواله و قالوا له افد ابنك بمائة من الابل (الكشاف ج ۴ ص ۵۶) اخرجه الحاكم والثعلبي من رواية الصنابحي عن معاوية رضى الله عنه.

کہ جب حضرت عبدالمطلب (حضور علیہ السلام کے دادا جان) نے زمزم کا کنواں کھودنا شروع کیا تو نذر مانی کہ اگر یہ معاملہ آسانی سے پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا تو اپنا ایک بیٹا اللہ کی راہ میں ذبح کروں گا۔ جب اللہ نے آسانی سے کنواں کھدوا دیا تو قرعہ اندازی فرمائی تو نام حضرت عبداللہ کا نکلا (حضور علیہ السلام کے والد ماجد) لیکن برادری کے کہنے پر سو اونٹ فدیہ کے طور پر ذبح کر دیے گئے اور اللہ نے نور مصطفیٰ کے امین کو بچا بھی لیا اور ذبیح اللہ بھی بنا دیا۔

اس خاندان کی عظمت کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا

جلیل القدر پیغمبر بھی رشک کرتا ہوا نظر آتا ہے چنانچہ محمد بن کعب القرظی فرماتے ہیں

كان مجتهد بني اسرائيل يقول اذا دعا اللهم اله ابراهيم و اسماعيل و اسرائيل فقال موسىٰ عليه السلام يا رب المجتهد بني اسرائيل اذا دعا قال اللهم اله ابراهيم و اسماعيل و اسرائيل و انا بين اظهرهم فقد اسمعتني بكلامك و اصطفيتني برسالتك قال: يموسىٰ لم يحبني احد حب ابراهيم قط، ولا خير بيني و بين شئي الاختارني. و اما اسماعيل فانه جاد بدم نفسه. و اما اسرائيل فانه لم ييأس من روحي في شدة نزلت به قط.

(الكشاف ج ۴ ص ۵۶)

بنی اسرائیل میں ایک بہت بڑا عالم (مجتہد) جب بھی دعا کرتا تو کہتا اے اللہ! ابراہیم و اسماعیل و یعقوب کے معبود۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے عرض کیا یا اللہ میں تیرا کلیم، تیرا رسول اس کے سامنے موجود ہوں لیکن یہ دعا میں (میرا حوالہ دینے کی بجائے) ابراہیم۔ اسماعیل اور اسرائیل کا وسیلہ پیش کرتا ہے فرمایا اے موسیٰ! میرے ساتھ جیسی محبت ابراہیم نے کی کسی اور نے نہ کی جب بھی میرے اور کسی شے کے درمیان ان کو اختیار دیا گیا انہوں نے مجھے ہی اختیار کیا۔ اور رہے اسماعیل! انہوں نے تو میرے لیے جان کی بازی لگا دی اور یعقوب علیہ السلام کی تو بات ہی کیا ہے کہ (یوسف کی جدائی میں کیا حالت ہوگئی لیکن) میری رحمت سے اس شدت میں بھی مایوس نہ ہوا بلکہ بیٹوں کو فرمایا لا تيئسوا من روح الله جاؤ یوسف کو تلاش کرو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ کہ یہ کافروں کا کام ہے۔

ے دلِ ناشاد کی حالت دلِ ناشاد ہی جانے
غمِ اولاد کوئی صاحبِ اولاد ہی جانے

﴿۸۸﴾

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

اَنَا اَبُو الْقَاسِمِ، اَللّٰہُ یَرْزُقُ وَ اَنَا اُقْسِمُ

میں ہی ابوالقاسم ہوں اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ا ص ۱۶۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مذکورہ حدیث کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں لا تجمعوا اسمی و کنیتی یعنی میرا نام اور کنیت کوئی اپنے لیے جمع نہ کرے۔ نام میرے والا ہو تو کنیت میرے والی نہ ہو، کنیت میری ہو تو نام اور ہو۔ (بعض علماء کی تحقیق یہ ہے کہ سرکار کی ظاہری حیات میں کسی کے لئے ابوالقاسم کنیت رکھنا جائز نہ تھا بعد میں جائز ہے)۔

بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام بازار میں تھے

فقال رجل یا ابا القاسم فالتفت الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انما دعوت ھذا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم سمّوا باسمی ولا تکنوا بکنیتی۔ (متفق علیہ)

ایک بندے نے آواز دی اے ابوالقاسم! حضور علیہ السلام نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے کہا میں نے (آپ کو نہیں) فلاں کو بلایا ہے تب حضور علیہ السلام نے فرمایا میرا نام تو رکھ لیا کرو کنیت نہ رکھا کرو۔

کیوں کہ نام رکھنے سے یہ غلط فہمی نہ ہوگی کہ کس کو بلا رہا ہے۔ ہزاروں کے نام بھی اگر محمد ہوں تو حضور علیہ السلام کو نام لے کر پکارنا بھی ناجائز ہے لہٰذا کوئی یا محمد! کہے گا تو ظاہر ہے حضور کے علاوہ کو ہی پکارے گا جب کہ حضور کو پکارنا ہو تو یا ایھا النبی. یا ایھا الرسول کہہ کر پکارنا ہوگا۔ قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کو عامیانہ انداز میں جیسے ایک دوسرے کو بلا تکلف پکارا جاتا ہے پکارنے سے منع فرمایا گیا۔ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم

بعضا۔ (سورۃ النور) نہ بناؤ رسول کا پکارنا آپس میں ایک دوسرے کے پکارنے کی طرح۔ اگر کوئی آپ کے بابرکت نام کی معنویت کو پیش نظر رکھ کر محبت سے یا محمد! لکھے یا پکارے گا تو وہ الگ بات ہوگی کیوں کہ وہاں انداز عامیانہ نہیں اور نہ خالی نام مقصود ہوتا ہے بلکہ اسم محمد کی برکات پیش نظر ہوتی ہیں جیسے جبرئیل امین نے حاضر ہو کر عرض کیا یا محمد! یا بروز قیامت اللہ فرمائے گا یا محمد ارفع راسک۔

الغرض حضور علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے کا نام قاسم تھا انہی کے نام پر حضور علیہ السلام کی کنیت ابوالقاسم ہے۔

مختلف کتب میں آپ کی کنیت کے متعلق مختلف الفاظ آئے ہیں مثلاً انا ابو القاسم اللہ یرزق و انا قاسم. انا ابو القاسم اللہ یعطی. انا ابو القاسم اقسم بینکم۔ (فتح الباری۔ مسند احمد) مذکورہ روایات میں لفظی اختلاف اگرچہ ہے مگر کنیت ابوالقاسم ہی ہے جب کہ دلائل النبوۃ ج ا ص ۱۶۴ پہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں اس طرح بھی ہے۔

لما ولد ابراھیم ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ماریۃ جاریتہ کان یقع فی نفس النبی صلی اللہ علیہ وسلم منہ حتی اتاہ جبریل علیہ السلام فقال السلام علیک ابا ابراھیم و فی روایۃ الفقیہ یا ابا ابراھیم۔

جب حضور علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت ابراہیم آپ کی لونڈی حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے تولد ہوئے ہو تو آپ کے دل میں کوئی بات آئی تب جبرئیل امین نے حاضر ہو کر یوں سلام کیا اے ابراہیم کے باپ! آپ پر سلام ہو۔

چنانچہ آپ نے فرمایا انا ابو ابراھیم میں ابراہیم کا باپ ہوں۔ (کنز العمال) تاہم یہ تو ایک واقعہ ہے جب کہ آپ کی کنیت ابوالقاسم ہی متعین ہے اور اگرچہ یہ کنیت بھی صاحبزادے کے نام کی وجہ سے تھی لیکن آپ نے جو وجہ بیان کی اس کا تعلق عقائد کی دنیا سے بھی ہے فرمایا انما جعلت قاسما اقسم بینکم (متفق علیہ) میں (صرف کنیت کی وجہ سے ابو القاسم ہی نہیں بلکہ) خود بھی قاسم ہوں کہ (اللہ کی ہر نعمت) تقسیم کرتا ہوں۔

تقسیمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند جھلکیاں حدیث کی روشنی میں

۱۔ روی ابن هشام ان فضالة ابن عمير الليثی اراد قتل النبی صلی الله عليه وسلم و هو يطوف بالبيت عام الفتح فلما دنا منه قال رسول الله صلی الله عليه وسلم افضالة قال نعم فضالة يا رسول الله قال ما ذا كنت تحدث به نفسک قال لا شئی كنت اذكر الله فضحک النبی صلی الله عليه وسلم ثم قال استغفر الله ثم وضع يده علی صدره فسكن قلبه فكان فضالة يقول و الله ما رفع يده عن صدری حتی ما من خلق الله احب الی منه. (مدينة العلم)

ابن ہشام کی روایت ہے کہ فضالہ بن عمیر لیثی نے حضور علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا جب کہ آپ اور وہ بھی فتح مکہ کے سال بیت اللہ کے طواف میں مصروف تھے جب حضور علیہ السلام کے قریب آیا تو آپ نے فرمایا ابھی اپنے دل میں کیا باتیں بنا رہا تھا؟ کہا کچھ نہیں میں تو اللہ کا ذکر کر رہا تھا حضور علیہ السلام نے مسکرا کر استغفر اللہ پڑھا پھر اپنا ہاتھ فضالہ کے سینے پہ رکھا تو (وہ سکون کی تلاش میں مارا مارا پھرنے والا پُرسکون ہوگیا

دونوں عالم میں تمہیں مقصود گر آرام ہے
ان کا دامن تھام لو جن کا محمد نام ہے)

اس کے دل کو سکون آ گیا اور فضالہ کہا کرتا تھا کہ ہاتھ رکھ کر ابھی اُٹھایا نہیں تھا کہ اللہ کے نبی مجھے اللہ کی ساری مخلوق سے زیادہ پیارے ہو گئے۔

۲۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں

قال النبی صلی الله عليه وسلم ان اول ما نبدأبه فی يومنا هذا ان نصلی ثم نرجع فننحر من فعله فقد اصاب سنتنا و من ذبح قبل فانما هو لحم قدمه لا هله ليس من النسک

فی شئی فقام ابو بردة و قد ذبح فقال ان عندی جذعة قال اذبحها و لن تجزئ عن احد بعدک۔ (بخاری:۵۴۱۸)

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اس (عید الاضحیٰ کے) دن سب سے پہلے ہم نماز پڑھیں گے پھر قربانی کریں گے جس نے ایسا کیا اس نے ہماری سنت پر عمل کیا اور جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا وہ گوشت ہے جو اس نے گھر والوں کے لئے بھیج دیا۔ وہ قربانی کے زمرے میں نہ آئے گا۔ حضرت ابو بردہ کھڑے ہوئے (عرض کیا یا رسول اللہ! میں تو نماز سے پہلے ذبح کر چکا ہوں) اب میرے پاس ایک جذعہ (بھیڑ کا چھ ماہ کا بچہ جس کی قربانی جائز نہیں) ہے فرمایا تم اس کی قربانی کر لو لیکن یہ صرف تیرے لیے ہیں تیرے بعد کسی کے لئے جائز نہیں۔

۳۔ حضرت قتادہ نضر بن عاصم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا

فاسلم علی انه لا يصلی الا صلاتين فقبل ذلک منه.

اور اس شرط پر ایمان لایا کہ میں صرف دو نمازیں پڑھا کروں گا تو حضور علیہ السلام نے اس کی یہ شرط قبول کر لی۔ (مسند امام احمد ج۵ ص۲۵)

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک بندہ گھبرایا ہوا سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوا عرض کیا هلكت میں ہلاک ہو گیا فرمایا ما ذاک کیا ہوا؟ بولا وقعت باهلی فی رمضان میں روزے کی حالت میں بیوی کے پاس چلا گیا قال اتجد رقبة؟ فرمایا غلام آزاد کر سکتے ہو؟ قال لا عرض کیا نہیں قال هل تستطيع ان تصوم شهرين متتابعين ۔ فرمایا پے در پے دو ماہ کے روزے رکھ سکتے ہو؟ کہا نہیں۔ قال هل تستطيع ان تطعم ستين مسكينا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ کہا نہیں

قال اجلس و مكث النبی صلی الله عليه وسلم فبينا نحن علی ذلک اتی النبی صلی الله عليه وسلم بعرق فيه تمر

والعرق المكتل الضخم قال اين السائل قال انا قال خذ هذا فتصدق به فقال الرجل اعلى افقر منى يا رسول الله فو الله ما بين لا بيتها يريد الحرتين اهل بيت افقر من اهل بيتى فضحك النبى صلى الله عليه وسلم حتى بدت انيابه ثم قال اطعمه اهلك ۔ (متفق علیہ) مشکوۃ ص۱۷۶

فرمایا بیٹھ جاؤ تھوڑی دیر بعد بڑا ٹوکرا کھجوروں کا آگیا فرمایا سائل کہاں ہے عرض کیا حاضر ہوں آقا۔ فرمایا یہ لے جاؤ اور لوگوں میں بانٹ دو عرض کیا پورے مدینے میں مجھ سے زیادہ غریب ہی کوئی نہیں حضور علیہ السلام بہت ہنسے کہ دانت مبارک نظر آنے لگے فرمایا اپنے گھر لے جا (یہی تیرا کفارہ ہے)۔

ہر جرم پہ کرم، ہر خطا پہ عطا
رحمت مصطفیٰ اور کیا چاہیے

۵- حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

من يضمن لى ما بين لحيتيه وما بين رجليه اضمن له الجنة۔ (بخاری:۶۳۲۷)

کون ہے جو اپنی زبان اور شرمگاہ کی مجھے ضمانت دے تو میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

کون نہیں جانتا کہ ضمانت ملکیت والی شے کی ہی دی جاسکتی ہے یا پھر مالک کی طرف سے ماذون ہو ورنہ فضولی کا عقد ہی بے کار ہے تو جب حضور علیہ السلام خدا کی تملیک سے مالک جنت ہیں اسی لیے تو اللہ کی ہر نعمت کو تقسیم فرمانے کا اعلان کر رہے ہیں ۔

ان کا کرم پھر ان کا کرم ہے ان کے کرم کی بات نہ پوچھو

﴿۸۹﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا أُحَرِّمُ الْمَدِيْنَةَ

میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں

(الجامع الکبیر۲ص۹۷)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

ان ابراهيم حرم مكة فجعلها حراما و انى حرمت المدينة حراما ما بين ما زميها ان لا يهراق فيها دم ولا يحمل فيها سلاح لقتال ولا تخبط فيها شجر الا لعلف.

(رواہ مسلم مشکوۃ ص۲۳۹)

ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا پس اس کو حرام (عزت والا بنایا کہ بغیر احرام داخلہ ممنوع) قرار دیا اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں اس کے دو گوشوں کے درمیان کو، ان میں خون نہ بہایا جائے نہ جنگ کے لئے ہتھیار اُٹھائے جائیں نہ سوائے چارہ کے یہاں کا درخت کاٹا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب پہلا پھل پکتا تو مدینہ کے لوگ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں لے کر آتے تو حضور علیہ السلام اسے ہاتھ میں لے کر دعائے برکت فرماتے "یا اللہ! ہمارے پھلوں میں ہمارے لیے برکت دے، ہمارے مدینہ میں برکت دے، ہمارے صاع، مد (پیمانے سے مراد ان میں ناپے جانے والے پھل غلہ وغیرہ ہیں) میں برکت دے۔ پھر یوں عرض کیا

ان ابراهيم خليلك و نبيك و انى عبدك و نبيك و انه دعاك لمكة و انا ادعوك للمدينة بمثل ما دعاك

لمكة و مثله معه ثم قال يدعوا اصغر و ليد فيعطيه ذلك
الثمر. (رواہ مسلم۔ مشکوۃ ص۲۳۹)

الٰہی ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے، تیرے خلیل اور نبی ہیں اور میں تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں انہوں نے مکہ کے لئے دعا کی اور میں مدینہ کے لئے ویسی ہی دعا کرتا ہوں جیسی انہوں نے مکہ کے لئے کی اور اتنی اس کے ساتھ اور (دُگنی یا کئی گُنا) پھر کسی چھوٹے بچے کو بلا کر اس کو پھل عطا فرما دیتے۔ (یعنی دعا یا ختم کے بعد)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے مدینہ شریف کے لئے یوں دعا فرمائی۔

اللهم اجعل بالمدينة ضعفي ما جعلت بمكة من البركة.

یااللہ! جو برکتیں تو نے مکہ مکرمہ میں دی ہیں ان سے دُگنی برکتیں مدینہ منورہ میں دے دے۔ (مشکوۃ ص۲۴۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے احد پہاڑ کو دیکھ کر یوں فرمایا

هذا جبل يحبنا و نحبه اللهم ان ابراهيم حرم مكة و انى احرم ما بين لا بتيها. (متفق علیہ۔ مشکوۃ ص۲۴۰)

احد پہاڑ (ہوکر) ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم (رسول خدا ہوکر جواباً) اس سے محبت کرتے ہیں بے شک ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ کو حرم بنایا اور میں دو گوشوں کے درمیان (مدینہ) کو حرم بناتا ہوں۔

حرم مکہ اور حرم مدینہ کے سلسلہ میں مذکورہ احادیث سے ہر شخص آسانی سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ مکہ کو حرم بنانے کی نسبت حضور علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف فرمائی اور مدینہ کو حرم بنانے کی نسبت اپنی طرف فرمائی اس سے چند مسائل معلوم ہوئے۔

۱- باوجود اس کے کہ اللہ ہی سب کچھ کرتا ہے لیکن پھر بھی مکہ و مدینہ کو حرم بنانے کی نسبت اللہ کی طرف کرنے کی بجائے ابراہیم و محمد علیہما السلام کی طرف کر کے اس دور کے خانہ

ساز تصور شرک کی جڑ کاٹ دی گئی۔ ابراہیم بھی خدا نہیں بلکہ خدا کے خلیل ہیں اور ہمارے آقا بھی خدا نہیں بلکہ خدا کے حبیب ہیں۔ وہ مکہ کو حرم بنا رہے ہیں یہ مدینہ کو، کیا اللہ کا ذکر کر دینا ہی کافی نہیں تھا اور کیا یہ ماتحت الاسباب ہے یا مافوق الاسباب؟

ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ

۲- علماء فرماتے ہیں جو فرق خلیل و حبیب میں ہے وہی فرق ان کی دعا میں ہے اور اس کے نتیجہ میں ہونے والی ظاہری و باطنی برکات میں ہے یعنی مدینہ میں مکہ سے دُگنی برکات ہیں کیوں کہ حضور علیہ السلام نے ڈبل برکت کی دعا فرمائی۔ یہ برکات رزق کی ہوں یا ثواب کی حسی ہوں یا معنوی۔ لہٰذا کوئی بعید نہیں کہ مکہ میں ایک نماز کا ثواب لاکھ نماز کے برابر ہو اور مدینہ میں ان احادیث کی بنا پر ایک نماز کا ثواب دو لاکھ کے برابر ہو یا یہ کہ کمیت (تعداد) میں تو پچاس ہزار ہو لیکن کیفیت (عظمت) کے اعتبار سے وہ پچاس ہزار کئی لاکھ کے برابر ہوں جیسے ایک طرف دس دس کے سو نوٹ ہوں اور دوسری طرف ہزار ہزار کے صرف پانچ ہی نوٹ ہوں تو اگرچہ گنتی میں زیادہ تو سو ہی ہیں مگر قدر و قیمت میں یہ پانچ ان سو پہ بھاری ہیں۔

۳- بے جان چیزیں بھی حضور علیہ السلام سے محبت کرتی ہیں اور جواب میں حضور علیہ السلام ان سے محبت فرماتے ہیں تو اگر کوئی غلام دل سے اپنے آقا سے محبت کرے گا تو حضور علیہ السلام جواب میں کیوں نہ محبت کریں گے۔ احد پہاڑ کا حضور علیہ السلام سے محبت کرنا کوئی ایسی بات نہیں کہ اس کا انکار کیا جائے یا یہ تاویل کی جائے کہ اس سے مراد احد کے باشندوں کی محبت ہے۔ کیا حضور علیہ السلام کے فراق میں اونٹ نہیں روئے، اور استن حنانہ تو آج بھی اعلان کر رہا ہے کہ ۔ مار دیندی اے جُدائی حضور دی۔ بخاری کی حدیث میں حضور علیہ السلام کے قدم میمنت لزوم کا احد پہاڑ پہ لگنا اور احد کا وجد میں آکر جھومنا اور پھر سرکار کا ایڑی مار کر فرمانا اثبت احد فانما علیک نبی و صديق و شهيدان "اے احد! ٹھہر جا تیرے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں" بھی موجود ہے اور پھر کیا ہوا بقول اعلیٰ حضرت

ایک ٹھوکر میں احد کا زلزلہ جاتا رہا
رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں
ان کا منگتا پاؤں سے ٹھکرا دے وہ دنیا کا تاج
جس کی خاطر مر گئے منعم رگڑ کر ایڑیاں
دو قمر، دو پنجۂ خور، دو ستارے، دس ہلال
ان کے تلوے پنجے ناخن پائے اطہر ایڑیاں
اے رضاؔ طوفانِ محشر کے تلاطم سے نہ ڈر
شاد ہو ہیں کشتیٔ امت کو لنگر ایڑیاں

یعفور گدھے کا واقعہ

ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ فتح خیبر کے موقع پر مالِ غنیمت میں سے حضور علیہ السلام کے حصے میں ایک سیاہ رنگ کا گدھا آیا آپ نے اُس سے گفتگو فرمائی تو اس نے بولنا شروع کر دیا۔ آپ نے پوچھا تیرا نام کیا ہے تو اس نے کہا میرا نام یزید بن شہاب ہے اللہ نے میرے آباؤ اجداد میں ستر ایسے گدھے پیدا کیے جن پر ستر نبیوں نے سواری فرمائی اور مجھے امید تھی کہ آپ مجھ پر سواری فرمائیں گے کیونکہ میں ان گدھوں میں آخری گدھا ہوں اور آپکے بعد کوئی نبی نہیں (مرزائی گدھے سے بھی گئے گزرے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے بعد مرزا کو نبی بنا بیٹھے) اس سے پہلے میں ایک یہودی کے پاس تھا وہ مجھے بہت مارتا، بھوکا پیاسا رکھتا کام بہت لیتا تھا۔ آپ نے فرمایا آج سے تیرا نام یعفور ہے بمعنی تیز رفتار حضور علیہ السلام نے کسی کو بلانا ہوتا تو گدھے کو بھیجتے یہ جا کر دروازے سے سر مارتا جب وہ باہر نکلتا تو سر سے مدینہ کی طرف اشارہ کرتا کہ ۔

چل تجھ کو مدینے میں سرکار بلاتے ہیں

(وہ بھی آگے سے کہتا ہوگا ۔

اس آس پہ جیتا ہوں کہہ دے یہ کوئی آ کر
چل تجھ کو مدینے میں سرکار بلاتے ہیں)

جب حضور علیہ السلام کا وصال ہوا تو اس گدھے نے ہجر رسول میں ایک گڑھے میں چھلانگ لگا کر اپنا خاتمہ کر لیا۔ (تفسیر بینات القرآن ج ا زیر آیت او کالذی مر علی قریة بحوالہ مواہب اللدنیہ ج ۲ ص ۵۵۴ مطبوعہ بیروت، الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ)

۴ تمام حسین صرف انسانوں کے محبوب ہوتے ہیں حضور علیہ السلام انسانوں، جنوں، لکڑیوں، پتھروں بلکہ خدا کے بھی خدائی کے بھی محبوب ہیں۔ دوسرے محبوبوں کو ہزاروں نے دیکھا مگر محب ایک دو ہوئے حضور علیہ السلام کو آج کسی نے نہیں دیکھا ہوا مگر محبت کرنے والے اربوں کھربوں ہیں اور ایسے کہ

ایک بیدم ہی نہیں تیار مرنے کے لئے
جو تیرے کوچے میں ہے وہی کفن بر دوش ہے

سرکار کو پتھر کے دل کا بھی حال معلوم ہے کہ کس پتھر میں ہماری کتنی محبت ہے پھر ہمارے دل کی کیفیات سے کیوں آگاہ نہ ہوں گے۔ حضور علیہ السلام کو اپنا عشق و محبت جتانے اور ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں انہیں ہمارے حالات خود ہی معلوم ہیں

بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ آقا کیا ہے

اُحد نے کہا تو نہیں تھا کہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ جس کے دل میں حضور علیہ السلام کی محبت نہ ہو وہ پتھروں سے بھی گیا گزرا ہے بلکہ سابقہ حدیث کی روشنی میں گدھوں سے بھی گیا گزرا ہے۔ جو حضور علیہ السلام سے محبت کرے گا جواب میں حضور علیہ السلام بھی اس سے محبت کریں گے جب پتھر سے کرتے ہیں انسان تو پھر اشرف المخلوقات ہے۔ حضور علیہ السلام کی محبت آپ کی محبوبیت کا ذریعہ ہے جو چاہتا ہے حضور علیہ السلام اس سے محبت کریں تو اسے چاہیے کہ وہ حضور علیہ السلام سے محبت کرے۔ جو حضور علیہ السلام کا محبوب بن گیا وہ تمام جہانوں کا محبوب ہو گیا دیکھو آج ہم کیوں احد پہاڑ سے محبت کرتے ہیں اس لیے کہ وہ ہمارے آقا کا محبوب ہے۔ اولیاء اللہ سے بھی محبت کرنے کی یہی وجہ ہے کہ یہ ہماری سرکار کے پیارے ہیں الحمد للہ جتنے حضور علیہ السلام کے پیارے ہیں وہ سارے ہمارے ہیں جو ان سے پیار نہ کرے وہ قسمت کے مارے ہیں

؎ ان کے در کا جو ہوا خلق خدا اس کی ہوئی
ان کے در سے جو پھرا اللہ اس سے پھر گیا

اور مدینہ طیبہ سے محبت کرنے کی بھی یہی وجہ ہے کہ ہمارے آقا نے مدینہ سے محبت کی ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور علیہ السلام مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہما کو بخار ہو گیا (ایسا شدید کہ مکہ کو یاد کر کر کے شعر پڑھتے) حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا تو آپ نے دعا فرمائی۔

اللھم حبب الینا المدینۃ کحبنا مکۃ او اشدو صححا و بارک لنا فی صاعھا و مدھا و انقل حماھا فاجعلھا بالجحفۃ۔ (متفق علیہ)

الٰہی مدینہ ہمیں ایسا پیارا کر دے جیسے مکہ پیارا تھا یا اس سے بھی زیادہ اور اسے صحت بخش بنا دے اور اس کے صاع و مد میں ہمارے لیے برکت دے اور یہاں کے بخار کو وادیٔ جحفہ میں منتقل کر دے۔

چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ایک خواب کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ آپ نے کالی سیاہ بکھرے بالوں والی عورت دیکھی جو مدینہ سے نکلی اور مھیعہ میں اتر گئی (وادی جحفہ) جس کی تعبیر یہ تھی کہ یہی مدینہ کی وبا تھی (مشکوۃ) اس کے بعد مدینہ کی حالت یہ ہو گئی کہ۔

؎ نہ جنت نہ جنت کی کلیوں میں دیکھا
مزہ جو مدینے کی گلیوں میں دیکھا

۵- حضور علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے مدینہ کا نام یثرب (بیماریوں کا مرکز) تھا، پانی کڑوا تھا زمین بنجر و بے آباد تھی۔ آپ تشریف لائے تو پانی میٹھا ہو گیا زمین آباد ہو گئی اور یثرب مدینہ بن گیا۔

؎ جن کی آمد سے یثرب مدینہ بنا
اُن کے قدموں کی برکت پہ لاکھوں سلام

پہلے دارالوبا تھا اب دارالشفاء بن گیا اور ایسا کہ **غبار المدینۃ فیہ شفاء للبرص**۔ جب لاعلاج مرض کے لئے مدینے کی مٹی شفا ہے تو ماننا پڑے گا

؎ نہ ہو آرام جس بیمار کو سارے زمانے سے
اُٹھا لے جائے تھوڑی خاک اُن کے آستانے سے

حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمۃ دورانِ حج پھسلے تو ہڈی ٹوٹ گئی ڈاکٹروں نے کہا حج نہیں ہو سکے گا عرفات نہ جاؤ ہسپتال جاؤ فرمایا ہم ساری عمر بیماریوں کو مدینے بھیجتے رہے اور اب خود مدینہ کے قریب آ کر بیمار ہوا ہوں تو کیوں نہ مدینہ جاؤں۔ مجھے مدینے لے جاؤ ڈاکٹر کہنے لگے سفر سے تکلیف بڑھے گی فرمایا بڑھنے دو، مدینے پہنچ گئے درود و سلام پڑھ کر جالی کے ساتھ کندھا لگایا ساری عمر ہڈی ٹوٹی رہی مگر مرتے دم تک درد کبھی نہ ہوئی اور کام بھی کرتی رہی ڈاکٹر ہڈی جوڑ کر صحیح کرتے ہیں مدینے والے ٹوٹی ہوئی سے کام لے لیتے ہیں

؎ وہ دن خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم
خاکِ درِ رسول کا سُرمہ بنائیں ہم

اے خنک شہرے کہ در وے دلبر است

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔ (النساء ۶۴)

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پہ ظلم کر بیٹھیں تو اے محبوب! تیرے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

قرآن مجید کی یہ آیہ مبارکہ قیامت تک گنہگاروں کے لئے مژدۂ جانفزا ہے کہ جب تک ظلم ہوتا رہے گا معافی کا سلسلہ قائم رہے گا اور یہ معافی مشروط ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش پر، کہ اگر ان کی سفارش کے بغیر معاف کرنا ہوتا تو جاءوک نہ فرمایا جاتا اور اگر

معاف کرنا ہی نہ ہوتا تو پھر بھی جاءوک کہہ کے نہ بلایا جاتا

۔ مجرم بلائے جاتے ہیں جاءوک ہے گواہ
پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

اور اگر کوئی غریب گناہ تو کر بیٹھے مگر وہاں پہنچ ہی نہیں سکتا، غربت آڑے آ گئی تو سرکار کا تصور کرے ۔ وہ خود تشریف لے آتے ہیں تڑپایا نہیں کرتے۔ آخر امام بوصیری پہ کرم ہوسکتا ہے تو اس پہ کیوں نہیں ہوسکتا۔

بندہ گناہ کر کے ناراض خدا کو کرتا ہے مگر خدا فرماتا ہے میرے حبیب کو راضی کر لے تو میں بھی راضی ہوں۔

تفاسیر میں ہے ایک اعرابی حضور علیہ السلام کی وفات کے تین دن بعد مدینہ آیا حضور علیہ السلام کا پوچھا تو پتہ چلا وصال ہو گیا ہے قبر مبارک پہ گیا عرض کرنے لگا میں نے جان پہ ظلم کیا ہے اور بحکم قرآن آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا ہوں۔ قبر سے آواز آئی جا تیری نجات ہو گئی۔ (قرطبی، بحوالہ ضیاء القرآن۔ خزائن العرفان زیر آیت ولو انهم اذ ظلموا)

الدرر السنیہ ص ۲۳ پہ ہے ایک اعرابی روضہ انور پہ حاضر ہوا اور یوں دعا کرنے لگا اللهم ان هذا حبيبك و انا عبدك والشيطان عدوك یااللہ! یہ (روضے والے) تیرے محبوب ہیں، میں تیرا بندہ ہوں اور شیطان تیرا دشمن ہے اگر تو مجھے معاف کر دے تو تیرا حبیب راضی ہوگا (کہ اس کے گنہگار امتی کو معاف کر دیا گیا) وفاز عبدك تیرا بندہ کامیاب ہو جائے گا اور تیرا دشمن شیطان جل جائے گا اور اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا تو تیرا دشمن شیطان خوش ہوگا، تیرا بندہ ہلاک ہوگا اور تیرا محبوب خوش نہ ہوگا اور اے اللہ! تیری رحمت کب گوارہ کرتی ہے کہ تیرا محبوب پریشان ہو اور اے میرے رب! جب عرب کا کوئی سردار مرتا ہے تو اس کی قبر پہ غلام لے جا کر آزاد کیا جاتا ہے و ان هذا سيد العالمين فاعتقني على قبره يا ارحم الراحمين اے اللہ! یہ تو سید العالمین کی قبر انور ہے مجھے بھی جہنم سے آزاد فرما دے۔ اس کی درد بھری آواز سن کر بے شمار حاضرین نے کہا اے بھائی ان الله قد غفر لك بحسن هذا السؤال جا اللہ نے تیرے اس حسن سوال کی بدولت تجھے بخش دیا ہے۔

جس خدا نے اياك نعبد و اياك نستعين کہہ کر ہمیں اپنی عبادت کرنے اور

اپنی ذات سے مدد مانگنے کا حکم دیا ہے اسی رب نے ہماری اس طرح مدد فرمائی ہے کہ گناہوں کی معافی چاہتے ہو تو درِ رسول پہ حاضر ہو جاؤ لیکن ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ مؤمن درِ رسول پہ کشاں کشاں جائے گا اور منافق خدا کے در پہ تو بھاگ بھاگ کر جائے گا مگر خدا کے رسول کے در کی حاضری سے گھبرائے گا۔

و اذا قيل لهم تعالوا الى ما انزل الله والى الرسول رايت المنافقين يصدون عنك صدودا۔ (النساء ۶۱)

اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔

واذا قيل لهم تعالوا يستغفر لكم رسول الله لوّوا رؤسهم و رايتهم يصدون و هم مستكبرون۔ (المنافقون)

اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لیے معافی چاہیں تو اپنے سر (بندر کی طرح) گھماتے ہیں (کہ رسول کے پاس نہیں جائیں گے) اور تم دیکھو گے تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔

اور جو رسول کی بارگاہ میں جانے سے گھبراتا ہے اس کی رب کی بارگاہ کی حاضری بھی قبول نہیں

۔ یہ عبادت رات دن کی مجھ کو نا منظور ہے
دور ہے جو میرے احمد سے وہ مجھ سے دور ہے

بخاری ج ۱ ص ۱۶ پہ حدیث ہے کہ حضور علیہ السلام اپنے صحابہ کرام کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما ہیں۔

اذا قبل ثلثة نفر فاقبل اثنان الى رسول الله صلى الله عليه وسلم و ذهب واحد فوقفا على رسول الله صلى الله عليه وسلم فاما احدهما فراى فرجة في الحلقة فجلس فيها واما الاخر فجلس خلفهم و اما الثالث فادبر ذاهبا فلما

فرغ رسول الله صلى الله عليه وسلم قالا الا اخبركم عن النفر الثلثة اما احد هم فاوىٰ الى الله فاواه الله و اما الاخر فاستحيى فاستحيى الله منه و اما الاخر فاعرض فاعرض الله عنه.

تین شخص آئے ایک قریب ہوکر بیٹھ گیا دوسرا ذرا پیچھے ہٹ کر بیٹھ گیا تیسرا واپس چلا گیا سرکار نے وعظ سے فارغ ہوکر ان تینوں کا حال بیان فرمایا۔فرمایا ایک نے اللہ سے پناہ طلب کی اللہ نے اس کو پناہ دے دی دوسرا شرماتا رہا اللہ بھی اس سے شرما گیا (اس کو رحمت سے نہ نوازا) تیسرے نے اللہ سے منہ موڑا اللہ نے اس سے منہ موڑ لیا۔

سوال یہ ہے کہ وہاں تو رسول اللہ تھے اور حضور فرماتے ہیں اللہ نے پناہ دی، اللہ شرما گیا، اللہ نے اعراض کیا، ماننا پڑے گا

؎ بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

اور یہ بھی ماننا ہوگا

؎ وہ جو اس در سے پھرا اللہ اس سے پھر گیا
اور وہ جو اس در کا ہوا اللہ اس کا ہو گیا

لا تشدوا الرحال الا الی ثلثة مساجد

بعض لوگ اس حدیث کی آڑ لے کر روضہ مبارکہ کی نیت کر کے جانے سے منع کرتے ہیں حالانکہ اس حدیث سے آگے والی حدیث میں" بخاری شریف ص ۱۵۹ موجود ہے کہ حضور علیہ السلام مسجد قبا کی زیارت کو تشریف لے جایا کرتے تھے (ماضی استمراری ہے بار بار) و کان یزوره راکبا و ماشیا۔ کبھی پیدل جاتے کبھی سوار ہوکر جاتے۔کیا (نعوذ باللہ) حضور نے خود ہی اپنی بات کا خلاف شروع کردیا۔جب کہ عاشقانِ مصطفیٰ کا تو یہ عقیدہ ہے کہ

؎ اُنؐ کے طفیل رب نے حج بھی کرا دیے
اصل مراد حاضری اُس پاک در کی ہے

خود مدینہ سے روکنے والے کبھی سسرال جارہے ہوتے ہیں کبھی بازار جارہے ہیں اور کبھی کسی جلسہ میں خطاب کرنے۔اس وقت بھی مذکورہ حدیث کے اطلاق پر عمل کر کے کہیں نہ جایا کریں، صرف مدینہ جاتے ہوئے ہی یہ حدیث یاد آتی ہے؟ حالانکہ قرآن نے مدینہ سے بھاگنے کو علامت نفاق قرار دیا ہے۔

ثم لا يجاورونك فيها الا قليلا ملعونين۔ (الاحزاب)

پھر وہ مدینہ میں تمہارے پاس نہ رہیں گے مگر تھوڑے دن، پھٹکارے ہوئے (لعنتی)۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

انی احرم ما بين لا بتى المدينه ان يقطع عضاهها او يقتل صيدها و قال المدينه خير لهم لو كانوا يعلمون لا يدعها احد رغبة عنها الا ابدل الله فيها من هو خير منه ولا يثبت احد لاوائها و جهدها الا كنت له شفيعا او شهيدا يوم القيمة۔ (رواہ مسلم)

میں مدینہ کے دونوں کناروں کے درمیان یہاں سے کانٹے کاٹنا، یہاں کا شکار کرنا حرام کرتا ہوں۔فرمایا مدینہ مسلمانوں کے لئے بہتر ہے اگر وہ جانتے ہوتے، ایسا کوئی نہیں جو مدینہ سے بے رغبتی کرتے ہوئے چھوڑ دے مگر اللہ اس سے بہتر کو مدینہ میں لا بسائے گا اور کوئی شخص مدینہ کی بھوک اور سختی پر صبر نہ کرے گا مگر میں قیامت کے دن اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا۔

بعض ناہنجاروں کو گنبد خضریٰ بھی شرک نظر آتا ہے اگر گنبد شرک ہے تو یہ گنبد تو مقام ابراہیم پہ بھی بنا ہوا ہے حالانکہ کعبہ کے قریب بھی شرک نہیں ہوسکتا چہ جائے کہ اس کے اندر شرک ہونے لگے اور اگر مقام ابراہیم پہ گنبد شرک نہیں تو مقام مصطفیٰ پہ کیسے شرک ہوسکتا ہے

گنبد خضریٰ خدا تجھ کو سلامت رکھے
دیکھ لیتے ہیں تجھے پیاس بجھا لیتے ہیں

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے اس بات پر تمام امت کا اجماع نقل فرمایا ہے **ان موضع النبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل بقاع الارض** ۔ کہ حضور علیہ السلام کا روضہ منور روئے زمین سے افضل واعلیٰ ہے۔ کیوں نہ ہو کہ روضے والا خود سب سے افضل واعلیٰ ہے

اک طرف روضے کا نور اک سمت منبر کی بہار
بیچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ واہ

علامہ احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ مدینہ طیبہ میں روضہ شریف کی طرف منہ اور کعبہ کی طرف پشت کر کے تشریف فرما تھے کہ ایک نجدی سپاہی کہنے لگا کعبہ کو پشت کر کے بیٹھے ہو کیا روضہ شریف کعبہ سے افضل ہے فرمایا تم کعبہ کی بات کرتے ہو میں عرش سے بھی افضل سمجھتا ہوں معاملہ قاضی کے پاس چلا گیا اس نے دلیل طلب کی تو آپ نے فرمایا قرآن میں ہے **لئن شکرتم لا زیدنکم** اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں اور زیادہ دوں گا تو کیا عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پہ شکر نہیں کر رہے؟ تو پھر انتقال کے بعد ان کی قبر عرش پہ بنی چاہیے حالانکہ حضور فرماتے ہیں کہ وہ میرے روضے میں دفن ہوں گے۔ قاضی صاحب مبہوت ہو گئے اور کاظمی صاحب مسرور ہو گئے۔

رحمت نہیں ہے مسجد نبوی پہ منحصر
سارا مدینہ پاک ہے دار السلام ہے
طیبہ کی زندگی ہو مدینے کی موت ہو
میری یہی خدا سے دعا صبح و شام ہے
سلطان و شہر یار بھی اس در کے ہیں گدا
اس در کا ہی سکندر کم تر غلام ہے

مکہ ومدینہ

ہمارا عقیدہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے جو مکہ کے لئے دعا فرمائی اللہ نے وہ بھی قبول فرمائی اور ہمارے آقا ومولا نے مدینہ شریف کے لئے جو اس سے دُگنی برکت کی دعا فرمائی اللہ نے

وہ بھی قبول فرمائی جب اللہ عام بندے کے ہاتھ خالی واپس پھیرنے سے حیا فرماتا ہے تو خلیل و حبیب کی دعا کو کیسے رد فرمائے گا۔ ایک حدیث میں فرمایا

ان ابراھیم حرم مکة و دعالها و انی حرمت المدینة کما حرم ابراھیم مکة و دعوت لها فی مدها و صاعها مثل ما دعا ابراھیم لمکة.

بے شک ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور اس کے لئے دعا فرمائی اور میں نے مدینہ کو حرم بنایا جیسے ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور مدینہ کے لئے دعا کی اس کے مد وصاع میں (برکت کی) جیسے دعا کی ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لئے۔

جب کہ دوسری احادیث میں آپ پڑھ چکے کہ حضور علیہ السلام نے مدینہ کے لئے مکہ سے دُگنی برکت کی دعا کی۔ حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے ایک تو کیفیت اور کمیت کے اعتبار سے دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق دی جس کو مثال کے ذریعے پہلے سمجھا دیا گیا ہے۔ دوسرا یہ کہ اگر مان بھی لو کہ مکہ میں ثواب بہر حال زیادہ ہے تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ مکہ میں اگر کوئی ایک گناہ کرے گا تو لاکھ گناہ لکھا جائے گا جب کہ مدینہ میں ایک گناہ ہو جائے تو پچاس ہزار نہیں لکھا جاتا بلکہ ایک گناہ ہی لکھا جائے گا۔

اس لیے کسی نے کیا خوب فرمایا

کعبہ کی حاضری میں بھی لذت تو ہے
پر نہیں وہ جو لذت مدینے میں ہے
اِن سروں کے یہ سجدے تو کعبے کو ہیں
پر دلوں کی عبادت مدینے میں ہے

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام مکہ کی زندگی سے ڈرتے تھے کہ بتقاضائے بشریت اگر وہاں گناہ ہو گیا تو ان نیکی کے خوگر و متلاشی اور گناہ سے حتی الوسع بچنے والوں کے کھاتے میں ایک ہی گناہ پر لاکھ کا بوجھ پڑ جائے گا۔

اس بات کو امام اہل سنت نے اپنے رنگ میں یوں بیان فرمایا جب کسی نے مکہ و مدینہ

کی حاضری کا فرق پوچھا

؎ واں مطیعوں کا جگر خوف سے پانی پایا
یاں سیہ کاروں کا دامن پہ مچلنا دیکھو
حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے اب کعبے کا کعبہ دیکھو
غور سے سُن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے میرے پیارے کا روضہ دیکھو

مثال (میزاب رحمت)

دُکاندار اپنی دُکان کا پتہ بتانے کے لئے چوک میں بورڈ لگا دیتا ہے اور ساتھ تیر کے نشان سے اشارہ بنا دیتا ہے کہ دُکان ادھر ہے۔ تو جن خوش نصیبوں کو کعبہ کی زیارت ہوئی ہے وہ جانتے ہیں کہ کعبہ کا پرنالہ (میزابِ رحمت) بھی یہی منظر پیش کر رہا ہے کہ حج تو یہاں کر لیا مگر اس کی قبولیت چاہتے ہو تو میرے اشارہ کو سمجھو اور جاؤ مدینے۔

کیوں کہ حج یہاں ہوتا ہے اور قبولیت کی مہر وہاں لگتی ہے ادھر سے کعبہ اشارہ کرتا ہے اور ادھر مدینہ کے در و دیوار کہتے ہیں

؎ حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے اب کعبے کا کعبہ دیکھو

اور اعلیٰحضرت نے جو یہ فرمایا کہ ؎ میری آنکھوں سے میرے پیارے کا روضہ دیکھو۔

اس میں بھی عجیب نکتہ ہے کہ حاجیو! تم نہیں جانتے اس پیارے کی عظمت کو، مجھ سے پوچھو کہ ان کے آنے سے پہلے میری کیا حالت تھی، میں بتوں سے اٹا پڑا تھا انہوں نے آ کر مجھے بتوں سے صاف کیا اور انہوں نے ہی آ کر اپنی دعاؤں سے مجھے سارے جہان کا قبلہ بنایا لہٰذا اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی بجائے

؎ میری آنکھوں سے میرے پیارے کا روضہ دیکھو

اور ایسا کیوں نہ ہو کہ یہ پیارا وہ ہے جو پہاڑ پر چڑھے تو سارے پہاڑ کو ہی ''جبل نور'' بنا

دے پھر کعبہ میں آئے تو اس کو کیوں نہ بیت اللہ بنائے، اسی لیے جب یہ پیارا تشریف لایا تو کعبہ نے جھوم کر اس کا استقبال فرمایا۔

لیلة ولادتہ صلی اللہ علیہ وسلم تزلزلت الکعبة ولم تسکن بثلثة ایام ولیا لیهن۔ (سیرت حلبیہ)

حضور علیہ السلام کی ولادت پر تین (دن) راتیں کعبہ وجد کرتا رہا۔

؎ تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھر تھرا کر گر گیا

کیوں کہ

؎ آج میلاد النبی ہے کیا سہانا نور ہے
آ گیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے

ہندوستان کا مشہور شاعر ایک نعت لکھ کر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں لایا کہ دکھائے وہ کتنا بڑا شاعر ہے۔ جس میں ایک شعر یہ تھا

؎ کب ہیں درخت حضرتِ والا کے سامنے
مجنوں کھڑے ہیں خیمۂ لیلیٰ کے سامنے

آپ نے فرمایا اس شعر کا مصرعہ ثانیہ بارگاہ رسالت کے شایان شان نہیں (حالانکہ اس کے لئے یہی مصرعہ پوری نعت کی جان تھا) فوراً بولا کیا خرابی ہے اور یہ مصرعہ کیسے ہونا چاہیے فرمایا اس میں فرشتوں کو مجنوں کہا گیا ہے اور روضہ رسول کو خیمۂ لیلیٰ سے تشبیہ دی گئی ہے اور ایسے ہونا چاہیے ؎ کب ہیں درخت حضرتِ والا کے سامنے
قدسی کھڑے ہیں عرش معلیٰ کے سامنے

وہاں (مکہ میں) اللہ کا گھر ہے، یہاں (مدینہ میں) رسول اللہ کا گھر ہے، وہاں آب زمزم ہے، یہاں آب کوثر ہے، وہاں خدیجہ ہے، یہاں زہراء ہے، وہاں غار حرا ہے، یہاں گنبد خضریٰ ہے، وہاں لڑائی حرام ہے، یہاں جدائی حرام ہے، وہاں بیت جبار ہے، یہاں یاروں کا یار ہے، وہاں میدانِ عرفات ہے، یہاں رحمت کی برسات ہے، وہاں جلال خُدا ہے، یہاں جمال

مصطفیٰ ہے

ے طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

قرآن مجید میں بیت اللہ کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا **الذی ببکۃ مبارکا** وہ کعبہ جو مکہ میں ہے (تاکہ کعبہ کی عظمت کے ساتھ ساتھ مکہ شہر کی شان بھی واضح ہو جائے) کہ کعبہ کی عظمت تو بہت ہے، جس شہر میں کعبہ ہے کعبہ کی نسبت سے اس شہر کی عظمت بھی بہت ہے تو جب کعبہ کی نسبت نے پورے شہر کو یہ فضیلت دے دی تو جو کعبے کا کعبہ ہے اس کی نسبت نے شہر مدینہ کو کتنی عظمت بخشی ہو گی

ے ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و با یزید ایں جا

علامہ اقبال اور حاضری مدینہ

اقبال فرماتے ہیں یا رسول اللہ

ے تو فرمودی رہِ بطحا گرفتیم وگرنہ جز تو مارا منزلِ نیست

حضور آپ نے فرمایا ہے تو ہم مدینہ آتے ہیں ورنہ ہماری منزل تو آپ ہی ہیں، کیوں کہ آپ ہی کی وجہ سے مکہ کو عظمت ملی اور مدینہ کو رتبہ ملا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لا اقسم بھذا البلد و انت حل بھذا البلد۔ (سورۃ بلد ۱،۲)

میں اس شہر مکہ کی قسم صرف اے محبوب! تیری وجہ سے یاد فرما رہا ہوں۔

اس لیے شہر مکہ کی قسم نہیں کہ یہاں کعبہ ہے، حطیم ہے، زمزم ہے، منیٰ، مزدلفہ، عرفات ہے، صفا، و مروہ و مقام ابراہیم ہے ان سب کی شان اپنی جگہ مسلم ہے مگر اللہ تعالیٰ اس شہر کی قسم اپنے محبوب (کے قدموں کی نسبت جو شہر مکہ کی گلیوں کو حاصل ہے) کی وجہ سے یاد فرماتا ہے لہٰذا محبوب مکہ میں ہو تو مکہ کی قسم مدینہ جائے تو مدینہ کی قسم حضرت آمنہ کے بطن میں آئے تو اس کی قسم حلیمہ کی گود میں آئے تو اس کی قسم صدیق اکبر کے کندوں پہ سوار ہو جائے تو ان کی قسم

ے عبداللہ دا چن دکھیاں دا سجن
جتھوں لنگدا گیا رنگ لاندا گیا

علامہ اقبال نے شیخ عبدالعزیز کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اگر کوئی دیوانہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر قبر انور کو بوسہ دے لے تو خواہ مخواہ اس کو سجدہ قرار دے کر شرک کا فتوٰی نہ لگایا کرو ہو سکتا ہے وہ اپنی پلکوں سے در رسول پہ جھاڑو دے رہا ہو

ے سجودے نیست اے عبدالعزیز ایں
بروبم از مژدہ خاک در دوست

حضرت ایوب انصاری کا حجاج کو جواب

یہی جواب حضرت ابوایوب انصاری نے حجاج بن یوسف کو دیا جب آپ پریشان ہو کر قبر انور پہ سر رکھ کے پڑے ہوئے تھے تو حجاج نے اعتراض کیا آپ نے فرمایا **جئت رسول اللہ ما جئت صنما۔** میں رسول اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں کسی بت کے پاس نہیں اور رسول اللہ نے خود فرمایا تھا جب حاکم ظالم ہوں تو شکوہ شکایت میرے پاس ہی آ کے کر لینا۔ اس کے بعد علامہ اقبال نے شیخ کو کہا

ے تو ہم آں مے بگیر از ساغر دوست
کہ باشد تا ابد اندر برِ دوست

کہ تو بھی محبوب کے ہاتھوں جام پی لے تاکہ محبوب تجھے اپنے دامن میں لے لے یعنی دوسرے لفظوں میں عقیدہ درست کر لے تاکہ جیسے داتا صاحب نے کشف المحجوب میں اپنا خواب بیان کیا کہ حضور علیہ السلام امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کو بغل میں لے کر پیار کر رہے تھے اگر تو بھی حضور کی محبت کا جام پی لے گا تو تجھے بھی اللہ کے محبوب اپنی بغل میں لے کر پیار کریں گے کیوں کہ بدعقیدہ تو نبی کی زندگی نہیں مانتا بغل میں لینا کیسے مانے گا؟

علامہ اقبال سے کسی نے حجاز مقدس میں بننے والے ہسپتال کے لئے چندہ مانگا تو اقبال نے چونک کر کہا

اوروں کو دیں حضور یہ پیغامِ زندگی
میں موت مانگتا ہوں زمینِ حجاز میں

حدیث میں ہے من استطاع منکم ان یموت بالمدینة فلیمت بها فانی اشفع لمن یموت بها (کنز العمال ج ۱ ص ۱۲۵) ہو سکے تو مدینہ میں آ کر مرو، مدینہ میں مرنا تمہارا کام ہے شفاعت کر کے بخشوالینا تیرے پیارے نبی کا کام ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

جب اپنے غلاموں کی آقا تقدیر بنایا کرتے ہیں
جنت کی سند دے دیتے ہیں روضے پہ بلایا کرتے ہیں
اے دولت عرفاں کے منگتو اس در پہ چلو جس در پہ صدا
دن رات خزانے رحمت کے سرکار لٹایا کرتے ہیں

مدینہ میں رحمت ہی رحمت

جب حضور علیہ السلام نے مکہ سے ہجرت فرمائی تو لگتا ہے اللہ نے مکہ کو جلال کی نظر سے دیکھا اور جس شہر نے اللہ کے محبوب کو پناہ دی اس کو اللہ نے محبت و جمال کی نظر سے دیکھا اس لیے مکہ جلال کا مرکز بن گیا مدینہ جمال کا مرکز بن گیا۔ ہزاروں لوگوں کا مشاہدہ ہے کہ مکہ کے لوگ جلالی، غصہ والے، جھگڑالو اور سخت طبیعت کے ہیں اور مدینہ کے لوگ جمالی، نرم مزاج اور درگذر کرنے والے رحیم و کریم اور سخی ہیں۔ شاید اس لیے کہ تھانیدار کا ہمسایہ بھی سخت مزاج اور اس ہمسائیگی کی وجہ سے دلیر ہو جاتا ہے اور مدینہ والے رحمۃ للعالمین کے ہمسائے ہونے کی وجہ سے نرم دل ہیں، کیوں کہ فبما رحمة من الله لنت لهم کا تقاضا یہی تھا۔ اللہ نے مدینہ کو ایسی رحم و کرم کی نظر سے دیکھا کہ حضور علیہ السلام نے اعلان کر دیا ما بین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة۔ کہ میرے گھر سے لے کر منبر تک جگہ کو اللہ نے دنیا میں ہی جنت بنا دیا ہے

اس طرف روضہ کا نور اس سمت منبر کی بہار
بیچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ واہ

گویا خدا کی جنت تو مرنے کے بعد حساب و کتاب کے بعد ملے گی اور مصطفیٰ نے یہاں ہی در جنت کھول دیا ہے جو آئے سیدھا جنت میں جائے۔ اور ایسی جنت کہ ستر ہزار فرشتے صبح

آئیں ستر ہزار شام کو، جو ایک بار آئے دوبارہ آنے کی قیامت تک اجازت نہیں اور حضور پاک کے غلام روزانہ سو بار بھی جائیں تو کوئی رکاوٹ نہیں

اک وار فرشتے روضے تے جو آون فیر نہ آوندے نیں
سرکار دے امتی نیں جیہڑے مُڑ مُڑ کے بلائے جاندے نیں

اور مولانا حسن رضا علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا

سیرِ گلشن کون جائے دشتِ طیبہ چھوڑ کر
سوئے جنت کون دیکھے در تمہارا چھوڑ کر

مکہ اور بکہ کا معنی

قرآن مجید میں مکہ کو بکہ فرمایا گیا اس کا معنی ہے "کچلنا"، تو مکہ کو بکہ اس لیے کہا گیا کہ جو بھی اس کو نقصان پہنچانا چاہے گا خود کچلا جائے گا جیسا کہ اصحاب فیل کا واقعہ سورہ فیل میں ہے اور مکہ کا معنی ہے "چوسنا" چونکہ اس کی زیارت سے گناہ ختم ہو جاتے ہیں اور بندہ ایسے ہو جاتا ہے کیوم ولدته امه (الحدیث) جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ (گویا یہ گناہوں کو چوس لیتا ہے) الغرض مکہ کے زائر کو یہ انعام ملتا ہے کہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں جب کہ زائر مدینہ کو دو انعام نصیب ہوتے ہیں من زار قبری و جبت له شفاعتی۔ گناہوں کی بخشش بھی اور شفاعت مصطفوی بھی، جس کی لذت کو اہل عشق و محبت ہی جانتے ہیں

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گناہ پرہیز گاری واہ واہ

وہ (مکہ) حرم خدا ہے یہ (مدینہ) حرم مصطفیٰ ہے، جو اس کی حدود میں داخل ہو جائے وہ شکار شکاری سے امن پا جاتا ہے اور جو گنہ گار اسکی پناہ میں آجائے وہ نارِ جہنم سے امن پا جاتا ہے۔

وہاں خیر و شر کی پرسش وہاں خوف سے لرزنا
یہاں عفو کا بہانہ یہاں ناز سے مچلنا
وہ خدا کا آستانہ، یہ نبی کا آستانہ

اور اقبال نے کیا خوب کہا

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرمہائے سیاہ کو تیرے عفو بندہ نواز میں

مکہ اور مدینہ کی نماز

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ جذب القلوب الی دیار المحبوب میں فرماتے ہیں کہ جو حدیث میں کعبہ کی نماز کا ایک لاکھ اور مسجد نبوی کی نماز کا پچاس ہزار نماز کے برابر ثواب بیان ہوا ہے اس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ کعبہ کی نماز کی نسبت مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ دیگر مساجد کی طرف ہے یعنی اگر لاہور کی کسی مسجد کی ایک لاکھ نماز ہو تو کعبہ کی ایک بنتی ہے اور مسجد نبوی کی نماز کی نسبت کعبہ کی طرف ہے یعنی مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھو تو کعبہ کی پچاس ہزار نمازوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔ کیوں کہ وہ بنیاد خلیل ہے اور یہ بنیاد حبیب ہے وہاں غاریں ہیں اور یہاں ان غاروں کو بسانے والے ہیں، وہ پیشانیوں کا قبلہ ہے یہ دلوں کا قبلہ ہے، وہاں سر جھکتے ہیں۔ یہاں دل جھکتے ہیں وہ صرف کعبہ ہے یہ کعبہ کا کعبہ ہے، تبھی تو نماز کے دوران حضور بلائیں تم آجاؤ کام کرو باتیں کرو چار گھنٹے کے بعد نماز جہاں چھوڑی تھی وہیں سے شروع کرو نہ نماز ٹوٹی ہے نہ قضا ہوئی ہے اگر تم کہو منہ کعبہ سے پھر گیا ہے تو میں کہوں گا ادھر ہی تو پھرا ہے جو کعبہ کا کعبہ ہے تفسیر روح المعانی میں زیر آیت ولکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات (سورۃ بقرہ) ہے انت قبلتی کہ لوگوں کا قبلہ کعبہ سہی لیکن میرا قبلہ (مرکز توجہ) تو ہے۔ پوری عبارت اس طرح ہے۔

المراد بھا ان لکل احد قبلۃ فقبلۃ المقربین العرش. والروحانین الکرسی والکروبین بیت المعمور والانبیاء قبلک بیت المقدس و قبلتک الکعبۃ و ھی قبلۃ جسدک واما قبلۃ روحک فاناوقبلتی انت کمایشیر الیہ "انا عند المنکسرۃ قلوبھم من اجلی". (روح المعانی ج ۲ ص ۱۵)

اس سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک کا قبلہ (مرکز توجہ) ہوتا ہے چنانچہ مقربین کا قبلہ عرش ہے، روحانین کا قبلہ کرسی ہے، کروبیان کا قبلہ بیت المعمور ہے آپ سے پہلے

انبیاء کا قبلہ بیت المقدس تھا اور آپ کا قبلہ کعبہ ہے اور یہ آپ کے جسم کا قبلہ ہے آپ کی روح کا قبلہ میں ہوں اور میرا قبلہ تو ہے جیسا کہ اللہ نے خود ارشاد فرمایا کہ میں ان دلوں کے پاس رہتا ہوں جو میری وجہ سے ٹوٹ چکے ہیں۔

دو شہروں سے پہلے انساں کی ہر اک تحریک ادھوری تھی
اک شہر جو تو نے چھوڑ دیا اک شہر جو تو نے اپنایا

نبی کا جس جگہ پر آستاں ہے زمیں کا اتنا ٹکڑا آسماں ہے

لوگ دیکھ رہے ہیں غزنی کا بادشاہ مشک اُٹھائے ہوئے ہے اور مدینہ کی گلیوں میں چھڑکاؤ کر رہا ہے پوچھا گیا تو تو بادشاہ ہے اور کام گداؤں والا کر رہا ہے جواب دیا بادشاہ تو غزنی کا ہوں اس در کا تو گدا ہوں۔

اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

دوسری طرف مصر کا بادشاہ بڑی کروفر سے آرہا ہے، ارے ارے مدینہ شہر اور تو اتنی سج دھج سے کیوں آرہا ہے، بولا! مدینے والے نے ہی تو بادشاہی دی ہے دکھانے آیا ہوں اچھی بھی لگتی ہے کہ نہیں۔

ہر ذرہ نور خزینہ اے شہراں وچوں شہر مدینہ اے
جتھے روضہ کملی والے دا اس تھاں دیاں ریساں کون کرے

لوگ کہتے ہیں مدینے میں کیا ہے ایک قبر ہی تو ہے اتنے پیسے خرچ کر کے صرف قبر دیکھنے جاتے ہو مگر اہل محبت کہتے ہیں اس قبر والے نے فرمایا ہے من زار قبری وجبت له شفاعتی جس نے میری قبر کی زیارت کی اس پر میری شفاعت واجب ہوگئی تو کیا یہ چھوٹا مقصد ہے اگر چند ہزار خرچ کرنے سے یہ مقصد حاصل ہو جائے تو سودا سستا ہے۔ یہ تو پچاس ہزار ہیں جب ایک نظر روضہ پاک پہ پڑتی ہے تو اس ایک نظر میں کئی لاکھ آجاتے ہیں اور دیوانہ جھوم کے کہتا ہے۔

میں تن وار دیواں میں من وار دیواں
محمد ملن گھر دا گھر وار دیواں

اور سنو تم کہتے ہو، وہاں ایک قبر ہی تو ہے ہم سے پوچھو صرف قبر نہیں۔

ساری دولت خدا کی مدینے میں ہے
ساری رحمت خدا کی مدینے میں ہے

اللہ نے پہلے اپنا گھر بنوایا اور بعد میں محبوب کا شہر بسایا تا کہ جیسے نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے مدینے کی زیارت کرو تو پہلے حج یا عمرہ کر کے گناہوں سے پاک ہو کر مدینہ جاؤ کہ اب تم میرے نبی کے شہر کی زیارت کے قابل ہوئے ہو الغرض تم وہاں جانا شرک بتاتے ہو اللہ وہاں کی حاضری کو شرک کا علاج بتا رہا ہے ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاء وک۔

مدینہ کی شان بیان کی جائے تو کچھ لوگ گھبرا جاتے ہیں، کہ غیر اللہ کی تعظیم شرک ہے ان سے پوچھو وہاں تو پھر قبر میں کوئی ہستی موجود ہے اور ایسی کہ نبی اللہ حی یرزق وہ زندہ بھی ہے اسے رزق بھی ملتا ہے یہ جو کعبہ میں کبھی پتھر کو چوم رہے ہو کبھی صفا مروہ کی تعظیم کے لئے دوڑیں لگا رہے ہو کبھی خانہ کعبہ جو پتھروں ہی کا مجموعہ ہے اس کی تعظیم کے لئے اس کا طواف کر رہے ہو کبھی مقام ابراہیم پتھر پہ نماز ادا کر رہے ہو کبھی پانی کو تعظیماً کھڑے ہو کر پی رہے ہو یہ سب شرک ہے کہ شرک کا علاج ہے۔ حالانکہ کعبہ میں بھلا خدا رہتا ہے، نہیں خدا رہنے سہنے سے پاک ہے جب کہ مدینہ میں تو مصطفیٰ رہتے ہیں جو کعبہ کے اندر خدا کو مانے وہ کافر اور جو مدینہ میں مصطفیٰ کو نہ مانے وہ کافر۔

کہاں یہ مرتبے اللہ اکبر سنگِ اسود کے
یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے ہیں محمد کے
(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

جب پتھر کی مثل پتھر نہیں تو نبی کی مثل بشر کیسے؟

اگر کوئی مشرک مسلمان ہو کر حج کو چلا جائے تو بیت اللہ جاتے ہی جب اس کو کہا جائے گا یہ حجر اسود ہے اس کو بوسہ دے کر طواف شروع کرو۔ یہ خانہ کعبہ ہے اس کی تعظیم میں طواف کے سات چکر مکمل کرو۔ یہ مقام ابراہیم ہے اس کی تعظیم میں دو رکعت واجب الطواف ادا کرو۔ یہ صفا مروہ ہے اس کی تعظیم میں سعی کرو اور یہ آب زمزم ہے اس کی تعظیم کرتے ہوئے کھڑے ہو کر اس کو پیو۔ ایک بار تو وہ چکرا جائے گا کہ یہ پتھر یہ پانی اس کی تعظیم؟ میں نے ہندوستاں میں پتھروں کی تعظیم کی تم نے مجھے مشرک کہا کیا یہ کعبہ یہ حجر اسود یہ صفا مردہ یہ مقام ابراہیم پتھر نہیں ہیں؟ جن

کی مجھ سے تعظیم کروا رہے ہو۔ وہاں ہندوستان میں پتھر کی تعظیم شرک ہے یہاں توحید؟ میں نے ایک پتھر کے سامنے سجدہ کیا تم نے مجھے مشرک کہا اب اتنے پتھروں سے بنا ہوا ایک مکان جس کی طرف منہ کر کے مجھے سجدہ کرنے کا کہہ رہے ہو۔ تو اس کو کہا جائے گا وہ (ہندوستان والے) اور پتھر تھے یہ اور پتھر ہیں وہ ان جیسے نہیں کہ اُن کی نسبت بتوں کی طرف ہے۔ اِن کی نسبت اللہ کے پیاروں کی طرف، صفا مروہ کی مائی ہاجرہ کے قدموں کی طرف، مقام ابراہیم کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کی طرف لہٰذا وہ پتھر ان پتھروں کی مثل نہیں ہیں جب اتنی بات ہوگی تو وہ ضرور چونکے گا کہ جب پتھر پتھر کی مثل نہیں ہوسکتا تو ہم اور تم نبی کی مثل کیسے ہو سکتے ہیں۔ معلوم ہوا حج اہل محبت کے مسلک کا مظہر ہے یہی وجہ ہے کہ مالدار اندھے پہ حج فرض نہیں جب کہ ٹانگوں سے معذور مالدار پہ حج فرض ہے کہ حج تو ہے ہی زیارات کا نام اندھا کیا زیارت کرے گا جب کہ درست آنکھوں والا زیارت تو کر لیتا ہے۔

پھر زمزم کی تعظیم کا آپ اس نو مسلم کو کہیں گے تو وہ فوراً کہے گا۔ میں نے ہندوستان میں گنگا جمنا کی تعظیم کی تم نے مجھے مشرک کہا یہ بھی تو پانی ہی ہے اس کی تعظیم کیوں توحید ہے؟ آپ اس کو کہیں گے یہ پانی اس پانی جیسا نہیں کیوں کہ اس کی نسبت حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدم کی طرف ہے اور نسبت نے اس پانی کو بے مثل و بے مثال بنا دیا ہے تو کوئی امتی نبی کے مثل ہونے کا کیسے دعویٰ کر سکتا ہے ثابت ہوا حج میں کئی مقامات ایسے آتے ہیں کہ عقل وہاں چکرا جاتی ہے کہ ابراہیم، اسماعیل و ہاجرہ علیہم السلام کو تو شیطان نظر آیا تو انہوں نے اس کو پتھر مارے تم کیوں مار رہے ہو؟ ہاجرہ کو پانی کی ضرورت تھی اس لیے دوڑیں تم کیوں دوڑتے ہو؟ ایک خاص وجہ تھی کہ حضور علیہ السلام نے طواف میں رمل کا حکم دیا تم کیوں رمل کرتے ہو، اور اللہ کے گھر میں طواف کے دوران اکڑ کے چلتے ہو؟ عقل کو سمجھانا پڑتا ہے کہ حکم شریعت ہے لہٰذا تمام کام کروا لیے اب دل کہتا ہے کہ میں تو مرکز محبت ہوں تیری ہر بات کو حکم شریعت کی وجہ سے مان لیا اب ایک میری مان اور مجھے میرے مرکز کی طرف لے چل اور مدینے کا رُخ کر۔

دل کو ہم سمجھا بجھا کر سوئے کعبہ لائے تھے
اب دل ہمیں سمجھا بجھا کر سوئے طیبہ لے چلا

ہم بھی یہی کہیں گے کہ وجہ نہ ہونے کے باوجود تم نے حج کے تمام ارکان ادا کر لیے کہ

اللہ کے پیاروں کی یادیں ہیں اور حضور علیہ السلام کا نام نامی اسم گرامی سُن کر انگوٹھوں میں نور نظر نہ آنے کے باوجود ہم نے چوم لیا کہ یہ تمام پیاروں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے۔ حجرِ اسود کو ہاتھ نہ لگے تو اشارہ کر کے چوم لیتے ہو تو پتھر کی برکات تمہیں مل جاتی ہیں تو حضور کے نام پہ انگوٹھے چومنے پر ہمیں نام مصطفیٰ کی برکتیں نصیب ہو جاتی ہیں۔

کہاں یہ مرتبے اللہ اکبر سنگِ اسود کے
یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے ہیں محمد کے

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں حج مقبولوں کی اداؤں کو اپنانے کا نام ہے۔ اور یہی حقیقت ہے وگرنہ کبھی سر منڈانا کبھی کپڑے اتار کر دو چادریں باندھ لینا۔ کبھی دوڑ لگا دینا۔ سب کیا ہے۔

ایہہ پرانیاں رساں یار دیاں
اسیں گل نال لا کے بیٹھے آں

مکہ جلال والا مدینہ جمال والا

مکہ کی حدود میں داخل ہوتے ہی چاہے کوئی شاہ ہو یا گدا، وزیر ہو یا فقیر حکم ہوتا ہے اپنا لباس شلوار قمیص ہو یا پینٹ شرٹ اتار دو اور کفن کی طرح دو چادریں اوڑھ لو، بوٹ اتارو چپل پہن لو، خبردار خوشبو نہیں لگانی، تیل بھی نہ لگاؤ، چلو طواف کرو اور ہاں ملنگوں کی طرح ایک کندھا ننگا کر دو، چومو حجرِ اسود، چمٹو ملتزم سے، رو رو کر دعائیں کرو، طواف کے سات پھیرے مکمل کرو، اب صفا مروہ کے سات چکر لگاؤ تا کہ تمہارا پیٹ ہلکا ہو، اب ٹنڈ کراؤ اگرچہ جتنے فیشنی بال رکھے ہوئے ہوں، اللہ اکبر! پچاس لاکھ ٹنڈیں نظر آ رہی ہیں، اب چلو عرفات، منیٰ، مزدلفہ شیطان کو کنکر مارو نظر آئے یا نہ آئے، چاہے اس کو مارتے مارتے خود نیچے آ کر مر جاؤ، دھوپ میں کھلے آسمان تلے گڑگڑا کر مانگو دعائیں، پانچ ریال کی روٹی، بیس ریال کی پانی کی بوتل، خبردار معمولی غلطی ہوئی تو دم دینا پڑے گا، نہ بال توڑو نہ جوں مارو، اپنی بیوی کے قریب بھی مت جانا۔ حالت دیکھنے والی ہوتی ہے امیر لوگ ہانپ رہے ہوتے ہیں زبانیں باہر نکل آتی ہیں، سانس پھولا ہوا ہے جیسے گاڑی کا کلچ ڈھیلا ہو جائے تو آواز نکل رہی ہوتی ہے، کرو قربانی چاہے کتنی مہنگی ہو، گوشت اُٹھایا ہوا ہے کپڑے خون سے رنگے ہوئے ہیں ایسے لگتا ہے جیسے کسی کو قتل کر کے آ رہے ہیں آخر میں طواف زیارات

اور سعی چار گھنٹے میں مکمل ہوتی ہے یہ مکہ ہے جلال والا۔

اب چلو مدینے تین میل دور کھجوروں کے باغات آنے والے عاشقوں کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں، مسجد نبوی کے نورانی میناروں کو دیکھ کر دل سینوں سے نکلے جا رہے ہیں۔

مدینے سے بلاوا آ رہا ہے
میرا دل مجھ سے پہلے جا رہا ہے
وہ دیکھو حاجیو پیر علی سے
نظر کعبے کا کعبہ آ رہا ہے

وہاں مکہ میں کیا تھا۔

دل کو ہم سمجھا بجھا کر سوئے کعبہ لائے تھے

اور اب مدینہ میں۔

میرا دل مجھ سے پہلے جا رہا ہے

نہ چادریں، نہ سعی، نہ طواف، نہ کوئی پابندی تیل خوشبو لگانے کی، نہ کوئی دھکا ایسے لگتا ہے جیسے جنت میں چل رہے ہیں اور نور والے آقا اپنی نور والی آنکھوں سے، اپنے غلاموں کو دیکھ رہے ہیں۔ رات عشاء کی نماز پڑھو جا کر سو جاؤ تھکے ہوئے ہو آرام کرو۔ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ مسجد نبوی عشاء کے بعد بند کر دی جاتی ہے اس لیے کہ آقا خود بند کرواتے ہیں کہ میرے غلام تھکے ہوتے ہیں اگر کھلی رہی تو میرے عشق میں ساری رات بیٹھے رہیں گے رات آرام کریں صبح تہجد کے وقت پھر آئیں گے، تو ہجر کے بعد وصال کی لذت نصیب ہوتی ہے۔

مدینہ نبی کا قریب آ رہا ہے بلندی پہ اپنا نصیب آ رہا ہے

پیارا بچہ دن بھر ماں سے جدا رہے جب رات کو ملے تو دونوں کی محبت دیدنی ہوتی ہے اور رات بھر آقا سے جدا رہ کر تہجد کے وقت جب امتی اپنے نبی کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے تو اس ملاقات کا لطف بھی عاشق ہی جانتے ہیں۔

مرنے کی تمنا ہے نہ جینے کی تمنا
بس ایک تمنا ہے مدینے کی تمنا

گنبد خضریٰ خدا تجھ کو سلامت رکھے
دیکھ لیتے ہیں تجھے پیاس بجھا لیتے ہیں

مدینہ کی جدائی

مسلم شریف ص ۴۴۳ پہ ہے ایک صحابی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا میں کثیر العیال ہوں اور مختلف مصائب و آلام کا ذکر کیا اور اس ارادے کا اظہار کیا کہ میں چاہتا ہوں کہیں اور چلا جاؤں فقال ابو سعید لا تفعل الزم المدینة ایسا ہر گز نہ کر مدینہ کو نہ چھوڑ پھر فرمایا ایک مرتبہ ہم حضور علیہ السلام کے ساتھ سفر میں تھے تو ہم نے کچھ اس طرح کی باتیں کیں تو حضور علیہ السلام نے مدینہ شریف کے بہت سارے فضائل بیان فرمائے (جن کا ذکر پہلے ہو چکا) اور پھر فرمایا من صبر علی لا وائها کنت له شفیعا او شهیدا یوم القیمة ۔ جو مدینہ کی سختیوں کو برداشت کرے میں قیامت کو اس کی شفاعت کروں گا یا (اس کے ایمان کی) گواہی دوں گا۔ ایک مقام پہ فرمایا میرا دل چاہتا ہے مدینہ سے جتنی بھی دور چلا جاؤں لیکن رات مدینہ میں ہی آ کر گذاروں۔

بدن سے جاں نکلتی ہے آہ سینے سے
تیرے فدائی نکلتے ہیں جب مدینے سے

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ جب ہجرت کے ارادے سے مکہ سے نکلے تو کفار نے پکڑ لیا کہ ہم نہیں جانے دیں گے آخر اس پہ فیصلہ ہوا کہ میرا سارا سامان لے لو اور مجھے مدینہ جانے سے نہ روکو۔

ان کا درد کہاں تک پہنچا قلب و جگر اور جاں تک پہنچا
ساری دنیا کعبے پہنچی میں کعبے کی جاں تک پہنچا

❁ حضرت پیر جماعت علی شاہ علیہ الرحمۃ ہر سال مدینہ شریف حاضر ہوتے ایک مرتبہ آپ نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا بچہ گنبد خضریٰ کو دیکھ دیکھ کر رو رہا ہے پھٹے پرانے کپڑے ہیں، بھوکا پیاسا بھی لگتا ہے آپ نے اس کو کھانا کھلایا کپڑے پہنائے، پتہ چلا کہ بچہ یتیم ہے آپ نے اس کو فرمایا چل میرے ساتھ پاکستان میرے لاکھوں مریدین ہیں

تجھے بیٹا بنا کر رکھوں گا ہر چیز ملے گی بچے نے عرض کیا سب ٹھیک ہے مگر یہ تو بتائیں کہ وہاں اس گنبد خضریٰ کی زیارت بھی ہوگی آپ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں فرمایا اگر یہ وہاں ہوتا مجھے یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہاں سال میں ایک بار آتا ہوں تجھے ساتھ لے آیا کروں گا بچے نے عرض کیا میرا تو ایک دن بھی اس کے بغیر گذارا نہیں سال کون انتظار کرے۔ بابا جی مجھے پاکستان کی بادشاہی سے مدینہ کی گدائی منظور ہے مگر گنبد خضریٰ کی جدائی منظور نہیں ہے کیوں کہ۔

مدینہ کے گدا دیکھے ہیں دنیا کے امام اکثر
بدل دیتے ہیں تقدیریں محمد کے غلام اکثر

عرض کیا میں دنیا کی ساری نعمتوں کو گنبد خضریٰ کی ایک نظر پہ قربان کرتا ہوں۔

روضہ اچھا زائر اچھے اچھی راتیں اچھے دن
سب کچھ اچھا ایک رخصت کی گھڑی اچھی نہیں

❁ ایک بندے کو حضرت مولانا سردار احمد صاحب محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ نے دیکھا کہ روضہ پاک پہ حاضری دے کر روتا ہوا واپس آ رہا ہے فرمایا لوگ روتے ہوئے جاتے ہیں اور خوشی خوشی آتے ہیں تو روتا ہوا کیوں واپس آ رہا ہے؟ عرض کیا حضور بات ہی ایسی ہے فرمایا کیا بات ہے؟ اس نے کہا میں نے روضہ پاک کے قریب ایک بلی بیٹھی ہوئی دیکھی مجھے بہت پیاری لگی میں نے ارادہ کیا اس کو اپنے ساتھ پاکستان لے جاؤں گا کیوں کہ وہ مسلسل روضہ پاک کو دیکھتی رہتی ہے۔ اس اثنا میں مجھے نیند آ گئی اور حضور کا دربار لگا ہوا دیکھا۔ وہی بلی اپنا مقدمہ لے کر آ گئی کہ حضور آپ کا فلاں امتی مجھے پاکستان لے کر جانا چاہتا ہے جب کہ میں تو مدینہ نہیں چھوڑوں گی اور حضور نے اس کو تسلی دی کہ نہیں تو ہمارے پاس ہی رہے گی۔ میں اس لیے رو رہا ہوں کہ مدینہ کی بلیوں کو بھی مدینہ کی جدائی برداشت نہیں ہمارے پاکستان کے بلے مدینہ سے اس قدر کیوں بغض رکھتے ہیں۔

جس خاک پہ رکھتے ہیں قدم سیدِ عالم
اس خاک پہ قرباں دلِ شیدا ہے ہمارا

بزرگانِ دین وملت اوراحترام مدینہ منورہ

تیری نظروں سے نظروں کا ملانا بھی ہے بے ادبی
تیری سرکار میں پلکیں اٹھانا بھی ہے بے ادبی
وہ ناداں ہیں جو اونچا بولتے ہیں تیری نگری میں
وہاں تو بے تکلف مسکرانا بھی ہے بے ادبی
فرشتے جن کی مٹی پر قدم رکھتے جھجکتے ہیں
میرے جیسوں کا ان گلیوں میں جانا بھی ہے بے ادبی
کنارے پر کھڑے رہنا علامت کم نگاہی کی
تیری موجوں میں لیکن ڈوب جانا بھی ہے بے ادبی
وہاں کی دھوپ میں ٹھنڈک ہے جنت کے مکانوں کی
وہاں کی دھوپ سے خود کو بچانا بھی ہے بے ادبی
وہاں جانے کی خواہش کا نہ ہونا ہے گستاخی
وہاں پہ جاکے انجم لوٹ آنا بھی ہے بے ادبی

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

آپ ساری عمر یہ دعا کرتے رہے اللھم ارزقنا شھادۃ فی سبیلک و وفاۃ فی بلد رسولک۔ اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت کی موت عطا کر اور رسول اللہ کے شہر میں مرنا نصیب کر۔ صحابہ حیران تھے کہ جہاد تو میدانوں میں ہوتے ہیں اور آپ شہادت کی موت بھی مانگتے ہیں اور پھر مدینہ میں لیکن یہ راز اس وقت کھلا جب ان کی دعا قبول ہوگئی اور مسجد نبوی میں مصلے رسول پہ ان کو ایک مجوسی نے شہید کر دیا۔

رحمت دا مہینہ اے لوکاں دیاں لکھ ٹھاراں ساڈی ٹھار مدینہ اے

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ

آپ مدینہ شریف کی طرف جارہے ہیں اور مدینہ کی خاک کے ذروں کو چوم رہے ہیں اور ساتھ فرمارہے ہیں مجھے ان ذروں سے محبوب کے قدموں کی خوشبو آرہی ہے۔

جہاں پر بھی پائے حضور ہے
وہیں عرش ہے وہیں طور ہے
جو تیری نظر میں نہ آسکا
تو تیری نظر کا قصور ہے

اور۔

اے پائے نظر ہوش میں آ کوئے نبی ہے
آنکھوں سے بھی چلنا یہاں بے ادبی ہے
حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

امام مالک علیہ الرحمۃ

آپ نے ساری عمر مدینہ شریف میں گذاری بس ایک فرضی حج کے لئے مکہ گئے۔ دو گھونٹ پانی پیتے معمولی خوراک کھاتے کہ پیشاب پاخانے کے لئے بھی کم از کم مدینہ سے باہر جانا پڑے تاکہ مدینہ کے باہر موت نہ آجائے۔ مدینہ کی گلیوں میں جوتا اتار کر دیواروں کے ساتھ ساتھ چلتے کہیں ایسی جگہ پاؤں نہ آجائے جہاں سرکار کے قدم لگے ہیں۔ دیواروں کو بوسے دیتے کہ ان پر سرکار کی نگاہیں پڑی ہوں گی۔

جو زیر فلک گلشنِ گلزار ارم ہے
اس شہر کی میں آب و ہوا مانگ رہا ہوں
ہوتی ہے شب و روز جہاں نور کی بارش
وہ منظر نوری وہ فضا مانگ رہا ہوں

قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ

آپ بچاس سال تک مدینہ شریف میں مقیم رہے اور مدینہ سے باہر نہ نکلے صرف مدینہ کی موت کی خاطر۔ روزانہ محفل میلاد کراتے۔ پھر اللہ نے آرزو پوری فرمادی موت بھی مدینہ میں ملی اور قبر جنت البقیع میں نصیب ہوئی۔

ازل سے سوئے مدینہ جھکاؤ رکھتا ہوں
نبی و آلِ نبی سے لگاؤ رکھتا ہوں

حضرت شاہ ابو المعالی علیہ الرحمۃ

آپ کا مرید مدینہ جانے لگا فرمایا سرکار کی بارگاہ میں عرض کرنا آپ کے در کا کتا ابو المعالی سلام عرض کرتا تھا۔ مرید جب روضہ پاک پہ حاضر ہوا تو ایسا کہنے کی جرأت نہ کر سکا عرض کیا حضور میرے پیر و مرشد سلام عرض کرتے تھے روضہ پاک سے آواز آئی اسی طرح ہی کہو جیسے ہمارے غلام نے کہا تھا۔ معلوم ہوا سرکار کو ہر بات کا علم ہوتا ہے بلکہ بندہ گھر سے چلتا ہے تو مدینے والے کی اس پہ نگاہ ہوتی ہے۔ تجلیات مدینہ میں ہے کہ جب کوئی گھر سے مدینہ کے لئے چلتا ہے تو حضور علیہ السلام اس کا انتظار فرماتے رہتے ہیں اور راستہ میں تکلیف آئے تو مدد بھی فرماتے ہیں۔ چنانچہ ایک آدمی کا واقعہ لکھا ہے ایک آدمی مدینہ کے ارادے سے گھر سے روانہ ہوا راستے میں بھوک پیاس سے نڈھال ہو گیا اور گر پڑا کسی نے اس کو اٹھا کر اپنے پیچھے سواری پہ بٹھایا مدینہ پہنچا کر واپس جانے لگا تو اس نے پوچھا کون ہے؟ کہا میں رضوان جنت ہوں حضور کی بارگاہ میں میرا سلام عرض کرنا۔ میری یہی ڈیوٹی ہے کہ زائرینِ مدینہ کی خدمت کرتا ہوں۔

جس شہر کے کانٹوں میں پھولوں کا قرینہ ہے
وہ شہر مدینہ ہے وہ شہر مدینہ ہے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

پروانہ شمع رسالت کشتہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے مذہبِ عشق میں جو مدینہ منورہ کا ادب و احترام ہے اس کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ایک مرتبہ ایک حاجی صاحب کی زیارت حرمین شریفین کے موقع پر شہر بریلی کو دلہن کی طرح سجایا گیا

جب اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کو ملنے لگے تو پہلا سوال ہی یہ کیا! کہ کیا حضور کی بارگاہ میں حاضری نصیب ہوئی؟ گویا آپ کے نزدیک حج ہو یا عمرہ بارگاہِ رسالت مآب علیہ السلام کی حاضری ہی سب کچھ ہے۔ آپ خود فرماتے ہیں (جب کسی نے حج سے واپسی پہ) عرض کیا کہ خوش نصیبی ہے حج کی سعادت نصیب ہوگئی ہے۔ آپ نے فرمایا بات یہ ہے کہ حج بعد میں پہلے درِ محبوب کی حاضری ہے نہیں بلکہ

ان کے طفیل رب نے حج بھی کرا دیے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

بہر حال شہر بریلی کے حاجی صاحب نے آبدیدہ ہو کر عرض کیا' حضور! در بار رسالت میں صرف دو دن کی حاضری نصیب ہوئی ہے۔ امام اھل سنت نے عقیدت سے حاجی صاحب کے ہاتھ چوم لیے اور فرمایا'' حاجی صاحب آپ تو بڑے فیروز بخت اور سعادت مند ہیں کہ دو روز تک گنبد خضریٰ کی زیارت کرتے رہے اور مدینہ منورہ کی فضاؤں میں سانس لیتے رہے' عشق کی لہریں سینے میں موجزن ہوں تو جوار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مبارک شہر کے مقدس و نورانی ماحول میں لی جانے والی چند سانسیں بھی صدیوں کی زندگی پر بھاری اور سرمایہ حیات ہوتی ہیں' آپ کی سعادت کا ٹھکانا کہ دو روز تک حاضری نصیب رہی۔''

۱۳۲۳ھ میں اعلیٰ حضرت اپنے بھائی کو حج و زیارت کے لیے الوداع کہنے جھانسی مقام تک آئے حالانکہ اب تک آپ کا اپنا پروگرام ساتھ جانے کا نہ تھا مگر الوداع کہتے وقت دل ایسا بے قرار ہوا کہ صبر و ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے فوراً واپس آئے والدہ صاحبہ سے اجازت لی اور پھر واپس جا کر اسی جہاز پر بھائی صاحب کے ساتھ حج و زیارت کو روانہ ہو گئے۔ شاید اسی موقع پر یہ شعر کہا ہوگا۔

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

لجپال آقا کی لجپالی کو بیان کرتے ہوئے آپ نے ایک موقع پہ فرمایا کہ دنیا بھر میں چور حاکموں سے چھپتے پھرتے ہیں کہ پکڑے گئے تو سزا ملے گی اس بارگاہ کا قانون ہی نرالا ہے۔

چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یہاں اس کے خلاف

تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا

اور پھر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کرم کا سہارا لے کر عرض کیا کہ آپ کی بارگاہ تو میرے آقا! امن کا گہوارہ' بے سہاروں کا سہارا ہے آپ تو دُکھی انسانیت کے لیے ماویٰ وملجا ہیں آپ کی بارگاہ سے بھاگ کر کوئی کہاں پناہ تلاش کرے گا۔

ے تجھ سے چھپاؤں منہ تو کروں کس کے سامنے
کیا اور بھی کسی سے توقع نظر کی ہے
جاؤں کہاں' پکاروں کسے' کس کا منہ تکوں
کیا پرسش اور جا بھی سگِ بے ہنر کی ہے

غالب نے تو کسی کے عشق میں یوں کہا تھا۔

ے پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی میں آئے کیوں

مگر اعلیٰ حضرت نے مدینے کی گلیوں کے ذروں کے بوسے لے کر عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

ے پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

اور ایسا کیوں نہ کہتے کہ غالب کا محبوب بے وفا صرف اس کا ہی تھا اور اعلیٰ حضرت کا محبوب وہ ہے جو خدا کا بھی محبوب ہے اور ساری خدائی کا بھی محبوب ہے اور جب بارگاہ رسالت سے فیوض و برکات کے خزانے اپنے دامن میں سمیٹتے ہیں تو جھوم جھوم کر عرض کرتے ہیں میرے آقا!

ے لب واہ ہیں آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں
کتنے مزے کی بھیک تیرے پاک در کی ہے
مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت "اگر" کی ہے
منگتے کا ہاتھ اُٹھتے ہی داتا کی دین تھی

دوری قبول وعرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

اسی دردو سوز' بے خودی اور اضطراری کے عالم میں جب کرم ہوا اور آقا علیہ السلام نے جب خواب میں اپنا جمال جہاں آراء دکھایا تو ادھر اس سیفِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہچکیوں اور آہوں کی زبان میں وہ سب کچھ کہہ دیا کہ اس کے بعد کہنے کو باقی رہتا ہی کیا ہے۔

ے وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں
جو تیرے در سے یار پھرتے ہیں در بدر یونہی خوار پھرتے ہیں
پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں دشتِ طیبہ کے خوار پھرتے ہیں
اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں مانگتے تاجدار پھرتے ہیں
کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضاؔ تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

ہاں! ہاں! اس سے آگے ایک اور مرحلہ بھی آتا ہے اور بابِ مراد کھلتا ہے اہل سعادت جس دیدار کی خواب میں دعائیں کرتے ہیں وہ جلوہ آپ کو بیداری میں نصیب ہو جاتا ہے۔ اس صورتحال نے اس عاشق کے خرمنِ صبر میں تو آگ ہی لگا دی' آپ تصورات کی وادیوں میں گم تھے کہ جذبات کی دنیا میں ہیجان پیدا ہوا' شوق اپنی آخری سرحدوں کو پہنچ گیا اور جلوۂ یار سامنے آ گیا اور ادھر آپ کو بھی وجد آ گیا اور جھوم کر کہا۔

ے ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل دیے ہیں کوچے بسا دیے ہیں
جب آ گئی ہیں جوشِ رحمت پہ انکی آنکھیں
جلتے بجھا دیے ہیں روتے ہنسا دیے ہیں
ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیے ہیں

زیارت حرمین شریفین کے بعد جب کسی نے سوال کیا کہ دونوں بارگاہوں کی حاضری میں کچھ فرق محسوس ہوا تو آپ نے تڑپ کر فرمایا۔

ے واں مطیعوں کا جگر خوف سے پانی پایا
یاں گنہ گاروں کو دامن پہ مچلتا دیکھا

کہ وہاں مکہ میں بڑے بڑے پرہیزگار بھی جلال خداوندی سے پانی پانی ہو رہے تھے اور یہاں مدینہ شریف میں بڑے بڑے پاپی سرکار کی رحمت پہ ناز کرتے ہوئے مچل رہے تھے اس لیے آپ مکہ والوں کو مدینہ آنے کی دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ے حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے اب کعبہ کا کعبہ دیکھو
آبِ زمزم تو پیا خوب بجھائی پیاسیں
آؤ جودِ شہِ کوثر کا بھی دریا دیکھو
غور سے سُن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ

آپ نے اپنے ایک مرید وخلیفہ حضرت مرولوی علیہ الرحمۃ کو کفن کا کپڑا دیا کہ مدینہ کی کسی گلی میں بچھا دینا تا کہ کسی کتے کا اوپر سے گذر ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے دیکھا چار کُتے آ رہے ہیں انہوں نے ان کے راستے میں بچھا دیا، چاروں سونگھ کر واپس جانے لگے تو یہ ہاتھ جوڑ کے کہنے لگے۔ میرے پیر نے تو تاکید کی تھی، مدینے والی سرکار کا صدقہ کوئی ایک تو مہربانی کر دے چنانچہ ایک کتے نے قدم رکھ کے اُٹھا لیا جب حضرت مرولوی واپس آئے کپڑا خواجہ کی بارگاہ میں پیش کیا اور واقعہ سُنایا تو خواجہ صاحب روتے جاتے، آنکھوں سے لگاتے جاتے اور ساتھ فرماتے جاتے مدینہ کے کتے نے مجھ پر کرم کر دیا ہے۔

اولیاء اللہ اور سگانِ مدینہ

ہر ولی اللہ نے اپنے آپ کو مدینہ کا سگ کہلانے میں فخر محسوس کیا ہے چنانچہ حضرت پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ۔

ہوواں میں سگ مدینے دی گلی دا

ایہو رتبہ اے ہر کامل ولی دا

مولانا جامی علیہ الرحمۃ نہایت تاسف کے ساتھ عرض کرتے ہیں

ے سگت را کاش جامی نام بودے
کہ آمد برزبانت گاہے گاہے

یارسول اللہ! کاش کہ آپ کی گلی کے کتے کا نام جامی ہوتا کہ اس کو بلاتے ہوئے اسی بہانے کبھی میرا نام بھی آپ کی زبان پہ آ جاتا۔

حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے ایک زخمی کتے کو مدینہ کی گلی میں دیکھا تو بے چین ہو کر اپنی دستار اتار دی، کتے کو کلاوے میں لے کر اپنی دستار سے خون صاف کیا پٹی باندھی پھر ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے "اے سگ طیبہ سرکار کی بارگاہ میں میری شکایت نہ کرنا میں تیری اس کے علاوہ اور کیا خدمت کر سکتا ہوں"۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

ے پارۂ دل بھی نہ نکلا تجھ سے تحفہ میں رضا
ان سگان کو سے اتنی جاں پیاری واہ واہ

ے تجھ سے دَر دَر سے سگ اور سگ سے ہے نسبت مجھ کو
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

ے خوف ہے سمع خراشیِ سگِ طیبہ کا
ورنہ کیا یاد نہیں نالہ و فغاں ہم کو

ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ مدینہ شریف جا کر بیمار ہو گئے اور ہائے ہائے کرنے لگے اتنے میں ایک کُتا دیکھا اس کی ٹانگ ٹوٹی ہوئی ہے لیکن صبر و سکون سے جا رہا ہے تو بزرگ نے سوچا مدینہ کا کُتا اتنی تکلیف پہ صبر کر رہا ہے اور میں معمولی درد پہ بے صبری کے ساتھ ہائے ہائے کر رہا ہوں پھر اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہنے لگے

ے تیری کی مجال کمیاں ادئے
کریں ریس مدینے دے کتیاں دی

اوراس موضوع کوحضرت بیدم وارثی کے اس شعر پہ ختم کرتے ہیں ۔

سگِ طیبہ مجھے سب کہہ کر پکاریں بیدم
یہی رکھیں میری پہچان مدینے والے

مدینہ شریف میں جہاں خاک کے ذرے آسمان کے ستاروں پہ فخر کرتے ہیں اس کا احترام ہر مسلمان تو کرتا ہی ہے ہزار ہا لوگوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا کہ کبوتروں کی ڈار آ رہی ہے جب گنبد خضریٰ پہ آتے ہیں تو دو ٹولیوں میں بٹ جاتے ہیں ایک اِدھر سے گذر جاتی ہے دوسری اُدھر سے۔ سوال یہ ہے کہ ان پرندوں کو ادب فطرت کے علاوہ کس نے سکھایا؟ ثابت ہوا بے ادب فطرت کا ہی باغی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مقام ابراہیم پر آج بھی گنبد بنا ہوا ہے اگر گنبد شرک ہوتا تو نجدی لوگ نہ وہ رہنے دیتے نہ یہ، حالانکہ ان کے فتوے موجود ہیں کہ گنبد بنانا شرک ہے لیکن اللہ نے جب مقام ابراہیم کی اس قدر حفاظت فرمائی ہے تو مقام مصطفیٰ کی حفاظت کیوں نہیں فرمائے گا جب کہ اس کا وعدہ ہے۔ واللہ یعصمک من الناس کہ اے محبوب! تیری حفاظت لوگوں سے اللہ ہی فرمائے گا ۔

گنبد خضریٰ خدا تجھ کو سلامت رکھے
دیکھ لیتے ہیں تجھے پیاس بجھا لیتے ہیں

لوگ کہتے ہیں اسرائیل مدینے پہ قبضہ کرلے گا (خدانخواستہ، خاکم بدہن) یہ باتیں وہ لوگ کرتے ہیں جو مقام مصطفیٰ کا محافظ سعودی حکومت کو ٹھہراتے ہیں حالانکہ نجدی علماء تو گنبد خضریٰ کو گرانے کا فتویٰ دے چکے ہیں، حکومت بھی انہی کی ہے پھر کیوں محفوظ ہے صرف اس لیے کہ ۔ جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون؟ کعبہ میں ابراہیم علیہ السلام کے قدم کا نشان ہے وہاں انقلاب آتے رہے لات وعزیٰ ومنات کی پرستش ہوتی رہی مگر مقام ابراہیم کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکا اور یہاں تو صرف قدم کا نشان نہیں سراپائے مصطفیٰ آرام فرما ہیں۔

حدیث میں ہے سرکار نے فرمایا جب ہم مدینہ سے باہر جاتے ہیں تو اس کے ہر راستے پر اللہ تعالیٰ فرشتے مقرر کر دیتا ہے جو اس کی حفاظت کرتے ہیں (طاعون اور دجال سے) جہاں یہ فرشتے دیگر فتنوں سے حفاظت کرتے ہیں وہاں ان سے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے روضے کی بھی حفاظت کرواتا ہے کہ یہ پوری حکومت گنبد خضریٰ کے خلاف ہے اور اس

کے مولوی فتویٰ دے چکے ہیں میرے نبی کے روضے کو گرانے کا، خبردار! کوئی میلی آنکھ سے ادھر دیکھے بھی نہیں۔ ایک نجدی بادشاہ نے میلی آنکھ سے دیکھا ارادہ کیا گرانے کا کہیں سے کنکر آیا واقعی اللہ نے اس کی آنکھ پھوڑ دی ۔

جب محمد کی بات ہوتی ہے   وجد میں کائنات ہوتی ہے
لیلۃ القدر کو جو شرما دے   وہ مدینے کی رات ہوتی ہے

گنبد خضریٰ

حضور نبی اکرم علیہ السلام کا یہ معجزہ تھا کہ آپ جتنے لوگوں میں کھڑے ہوتے درمیانہ قد ہونے کے باوجود اور کئی لوگ آپ سے قد کے لحاظ سے لمبے ہونے کے باوجود آپ سرکار ہی سب سے اونچے نظر آتے اور گنبد خضریٰ کی بھی اللہ نے کچھ ایسی ہی شان بنائی ہے کہ باوجود اس کے کہ اونچی اونچی بلڈنگیں بن گئی ہیں لیکن دور سے دیکھو تو سب سے پہلے گنبد خضریٰ ہی نظر آتا ہے ورفعنا لک ذکرک اللہ نے آپ کے ذکر کو آپ کی خاطر بلند کر دیا جس شے کو حضور علیہ السلام سے نسبت ہوئی اللہ نے اس کو بلندی عطا فرمائی ان کا ذکر بھی بلند، ان کا مدینہ بھی بلند، ان کا مہینہ بھی بلند، ان کا روضہ بھی بلند ۔

عرش بریں سے اونچا ہے زینہ حضور کا
میرے لیے ہے جنت مدینہ حضور کا
گھر سے اللہ کے محبوب کا گھر دور نہیں ۔
ہم نے کعبہ میں کھڑے ہو کے مدینہ دیکھا

ایک شخص نے بیان کیا کہ میں حیران ہوگیا جب میں نے پراٹھا پکوا کر مدینہ شہر میں ایک جگہ چار (کتے) سگانِ مدینہ کھڑے تھے ان کو ڈالا انہوں نے توجہ ہی نہ کی میں سوچ میں پڑ گیا کہ کتے تو گندگی بھی کھا جاتے ہیں یہ پھر پراٹھا ہے تو کسی نے مجھے بتایا یہ مدینے کے کتے ہیں انصاف پسند ہیں، چار ٹکڑے کرا گر ان کو کھلانا چاہتا ہے۔ جیسے ہی میں نے چار ٹکڑے کیے چاروں نے ایک ایک لے لیا۔

یا رسول اللہ! تیرے در کی فضاؤں کو سلام
گنبد خضریٰ کی ٹھنڈی چھاؤں کو سلام
والہانہ جو طواف روضۂ اقدس کریں
مست و بے خود وجد میں آتی ہواؤں کو سلام
مسجد نبوی کی صبحوں اور شاموں کو سلام
یا نبی! تیرے غلاموں کے غلاموں کو سلام

اسمائے مدینہ

وفاء الوفاء اور خلاصۃ الوفاء میں شیخ نورالدین نے مدینہ منورہ کے ۹۵ اسمائے مبارکہ ذکر فرمائے ہیں اگر چہ انہوں نے بہت سارے ناموں پر قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے دلائل بھی دیے ہیں مثلاً والذین تبوء الدار والایمان آیۂ قرآنیہ میں ابن زبالہ عثمان بن عبدالرحمٰن اور عبداللہ بن جعفر سے روایت فرماتے ہیں کہ الایمان سے مراد یہاں مدینہ منورہ ہے۔ اسی طرح مدینہ شریف کا نام البلد لا اقسم بھذا البلد میں موجود ہے واسطی نے حضرت عیاض سے روایت کیا۔ ان کے علاوہ دیگر کئی اسماء بھی آیات قرانیہ سے لیے گئے جب کہ دیگر بہت سارے اسماء احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں جن کو دلائل کے ساتھ شیخ سمہودی علیہ الرحمۃ نے خلاصۃ الوفاء میں ذکر فرمایا تفصیل کے لئے اس کا مطالعہ فرمائیں یہاں ہم صرف چند نام لکھنے پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔

ارض اللہ– اُکالۃ البلدان (تمام شہروں پر غالب) اُکالۃ القریٰ– الایمان– البلد– بیت الرسول– جزیرۃ العرب– الجُنّۃ (حدیث میں ہے انا فی جنۃ میں جنہ (ڈھال) میں ہوں یعنی مدینہ میں) الحصینۃ– الحبیبۃ– الحرم– حرم رسول اللہ– حسنۃ الخیرۃ– الدار– دار الابرار– دار الایمان– قبۃ الاسلام– سیدۃ البلدان– الشافیۃ– طابۃ– طیبہ– العاصمہ– العزراء– العراء– العروض– الغراء– غلبہ– القاصمہ– قریۃ الانصار– قریۃ رسول اللہ– المبارکۃ– الموعنہ قلب الایمان– مبین الحلال والحرام– المحبوبہ– المحفوفہ– المحفوظہ مدخل صدق– مدینۃ الرسول– المرحومہ–

المرزوقہ– مضجع الرسول– مہاجر الرسول– المقرّ– المقدسہ– الموفیہ– ذات النخل– دار الفتح– المکنیہ– الناجیہ– المسکینہ– المطیبہ– المختارہ– المحرمہ– وغیرہ وغیرہ۔

پیام لائی ہے بادِ صبا مدینے سے
کہ رحمتوں کی اُٹھی ہے گھٹا مدینے سے
حساب کیسا نکیرین ہو گئے بے خود
جب آئی قبر میں ٹھنڈی ہوا مدینے سے
فرشتے سینکڑوں آتے ہیں اور جاتے ہیں
بہت قریب ہے عرش خدا مدینے سے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مدینہ شریف کے ساتھ کس قدر محبت تھی اس ضمن میں چند ایمان افروز احادیث کا بیان کرنا نہایت ضروری ہے تا کہ ان احادیث کو پڑھنے کے بعد اپنے آقا کے محبوب شہر کی محبت کے جذبات ہمارے دلوں میں بھی پیدا ہوں کیوں کہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوا کرتا ہے۔

مدینہ منورہ احادیث کی روشنی میں

مدنی احادیث

۱- حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے سُنا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا

المدینۃ خیر من مکۃ۔ (وفاء الوفاء ج ۱ ص ۳۲)

مدینہ شریف مکہ شریف سے افضل ہے۔

اس راہ کی خاک پر مجھے مرنا پسند ہے
تخت شہی پہ کس کو نہیں زندگی عزیز

(مولانا حسن رضا)

۲- ان الایمان لیا رز الی المدینة کما تارز الحیة الی جحرھا۔ (بخاری ج۱ص۲۵۲)

(آپ کا فرمان ہے) ایمان مدینہ منورہ میں پناہ لے گا جیسے سانپ اپنی بل میں پناہ لیتا ہے۔

خاک مدینہ پر مجھے اللہ موت دے
وہ مردہ دل ہے جس کو نہ ہو زندگی عزیز

(مولانا حسن رضا)

۳- من مات بالمدینة کنت له شفیعا یوم القیمة۔ (کنز العمال ج۱ص۱۲۵)

جو شخص مدینہ شریف میں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔

کبھی یہاں سے مدینہ کبھی وہاں سے یہاں
میرا خیال مسلسل سفر میں رہتا ہے

۴- من اراد اھل ھذه البلدة بسوء اذابه الله کما یذوب الملح فی الماء۔ (صحاح ستہ)

حضور علیہ السلام نے فرمایا جو اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ اس کو پگھلا دے گا جس طرح پانی میں نمک پگھل جاتا ہے۔

صد غیرت فردوس مدینے کی زمیں ہے
باعث ہے یہی اس کا کہ تو اس کا مکیں ہے

(قمر یزدانی)

۵- اذا قدم من سفر فنظر الی جدرانها ان کان علی دابة حرکها من حبها۔ (بخاری شریف ج۱ص۲۵۳)

جب حضور علیہ السلام سفر سے واپس تشریف لاتے تو مدینہ کے در و دیوار دیکھتے ہی سواری کو تیز چلانا شروع کر دیتے۔

والله اس پہ آتش دوزخ حرام ہے
اک بار جو بھی چوم لے روضے کی جالیاں

۶- اللھم اجعل بالمدینة ضعفی ما جعلت بمکة من البرکة.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ! مدینہ میں مکہ سے دوگنا برکت عطا فرما۔ (بخاری و مسلم)

جنت بھی لینے آئے تو چھوڑیں نہ یہ گلی
منہ پھیر بیٹھیں ہم تیری دیوار کی طرف

۷- ان النبی صلی الله علیه وسلم اذا دخل مکة قال اللھم لا تجعل منایا بمکة حتی تخرجنا۔ (رواہ احمد)

جب حضور علیہ السلام مکہ میں داخل ہوتے تو یہ دعا فرماتے یا اللہ! ہمیں مکہ میں موت نہ دینا (اس میں مکہ سے نعوذ باللہ! بے زاری کا اظہار مقصود نہیں بلکہ مدینہ کی موت کی تمنا مطلوب ہے)۔

جب لوٹ کے آؤں گا مدینے کے سفر سے
میں کیسا لگوں گا میرا گھر کیسا لگے گا

۸- حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ جب مکہ میں حاضر ہوئے تو حضور علیہ السلام نے ان کی مکہ میں موت پر اظہار افسوس فرمایا۔

یرثی له رسول الله ان مات بمکة۔ (بخاری شریف ج۱ص۱۷۳)

اک وار جہاں نے ویکھ لیا اے قائد گنبد خضریٰ نوں
اوہ زائر جیوندے ای مر جاندے جس وقت جدائی ہوندی اے

(قائد شرقپوری)

۹- اللھم بارک لنا فی مدینتنا اللھم اجمع مع البرکة برکتین۔ (خلاصة الوفاء ص۳۱)

(آپ کی دعا ہے) اے اللہ! مدینہ کو برکت دے۔ اے اللہ ایک برکت کے

ساتھ دو برکتیں جمع کر دے۔

۔ جب نصیبوں سے قدم مصطفیٰ لگا ہوا
طیبہ کی ہر گلی میں ہے میلا لگا ہوا

۱۰ - **علی انقاب المدینة ملائکة تحرسونها لا ید خلها الطاعون والدجال۔** (بخاری ج ۱ ص ۲۵۲)

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) مدینہ کے راستوں پہ فرشتے مقرر ہیں اس شہر میں طاعون اور دجال داخل نہیں ہو سکتے (فرشتے ان کو داخل نہ ہونے دیں گے)۔

۔ صدقِ دل سے بیان دیتا ہوں میں مدینے پہ جان دیتا ہوں
کوئی آ جائے دل کی مسجد میں روز اُٹھ کر اذان دیتا ہوں

۱۱ - **المدینة و مکة محفوفتان بالملائکة۔** (خلاصۃ الوفاء)

مدینہ اور مکہ کو فرشتوں نے پروں سے ڈھانپ رکھا ہے (فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم)۔

۔ زہے یہ عزّ و وقار دیارِ رسول
خمیدہ سر یہاں دیکھی ہے خواجگی میں نے

۱۲ - **امرت بقریة تاکل القریٰ یقولون یثرب وھی المدینة.**

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) مجھے ایسی بستی میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے جو تمام بستیوں پر غالب ہو گی لوگ اسے یثرب کہتے ہیں حالانکہ وہ مدینہ ہے۔

(بخاری ج ۱ ص ۲۵۲)

مدینہ شریف کو اب یثرب کہنا گناہ ہے کیوں کہ یثرب کا معنی ہے بیماریوں کا مرکز، ایک جگہ میں نے یثرب میڈیکل سٹور لکھا ہوا دیکھا اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ یہاں سے بیماریاں لگانے والی دوائیں ملتی ہیں (استغفر اللہ) بعض نعتوں میں مدینہ کی بجائے یثرب کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے یہ ناجائز ہے جیسے ۔ یثرب کے والی سارے نبی تیرے در کے سوالی۔ بلکہ یوں کہا جائے ۔ طیبہ کے والی سارے نبی تیرے در کے سوالی! شاہ مدینہ۔ جو غلطی سے ایک بار مدینہ کو

یثرب کہہ بیٹھے وہ کفارے کے طور پر کئی بار مدینہ مدینہ کہے جو قصداً کہے وہ توبہ کرے۔

یادِ خدا ذکرِ نبی حبِ اہل بیت
ناصر نے دل میں پورا مدینہ بسا لیا

(ناصر زیدی)

۱۳ - **ان اللہ امرنی ان اسمّی المدینة طابة۔** (بخاری ج ۱ ص ۲۵۲)

اللہ نے مجھے حکم دیا کہ میں مدینے کا نام طابہ (بھی) رکھوں۔ (فرمان نبوی)

رباعی۔

جب روز ازل حق نے پیدا کیا مظہر کو
ڈالی گئی گردن میں زنجیر مدینے کی
جنت سے نہ کر واعظ تعبیر مدینے کی
جنت بھی ہے دھندلی سی تصویر مدینے کی

(حافظ مظہر الدین)

۱۴ - **والذی نفسی بیده ان فی غبارھا شفاء من کل داء۔**

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے) مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک مدینہ شریف کے غبار میں ہر بیماری کی شفا ہے۔

(خلاصۃ الوفاء ص ۲۸)

۔ میری خاک یا رب نہ برباد جائے
پسِ مرگ کر دے غبارِ مدینہ
ملائک لگاتے ہیں آنکھوں میں اپنی
شب و روز خاکِ مزارِ مدینہ

۱۵ - **غبار المدینة یطفی الجذام۔** (خلاصۃ الوفاء ص ۲۸)

(حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا) مدینے کا غبار کوڑھ پن کو ختم کر دیتا ہے۔

ے اللہ اکبر اپنے قدم اور یہ خاک پاک
حسرت ملائکہ کو جہاں وضع سر کی ہے
(اعلیٰ حضرت)

۱۶۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول للمریض بسم اللہ تربة ارضنا بریقة بعضنا یشفی سقیمنا۔ (صحاح ستہ)

(حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ) حضور علیہ السلام مریض کو ان کلمات سے دعا دیتے "اللہ کے نام سے، ہماری زمین کی مٹی سے، ہم میں سے بعض کے لعاب سے ہمارا مریض تندرست ہوگا"۔

ے ان کا درود کہاں تک پہنچا قلب، جگر اور جاں تک پہنچا
ساری دنیا کعبے پہنچی میں کعبے کی جاں تک پہنچا

۱۷۔ من زار قبری و جبت له شفاعتی۔ (دارقطنی۔ بیہقی)

(حضرت نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ سرکار علیہ السلام نے فرمایا) جس نے میری قبر کی زیارت کی اس پر میری شفاعت لازم ہوگئی۔

ے ہمیں کوچہ تمہارا مل گیا ہے غریبوں کو سہارا مل گیا ہے
تو لے جا چاند اپنی چاندنی کو ہمیں رہبر ہمارا مل گیا ہے

۱۸۔ من جاء نی زائر الا تعمده حاجة الا زیارتی کان حقا علی ان اکون له شفیعا یوم القیمة۔ (دارقطنی۔ راحت القلوب)

(حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا) جو صرف میری زیارت کے لئے میرے پاس آیا تو مجھ پر لازم ہے کہ میں اس کی شفاعت کروں۔

ے جس کو میرے حضور نے دیکھا بنا دیا
جو بے زبان تھا اسے گویا بنا دیا

جس جا قیام فرما ہوا آمنہ کا لعل
اس سر زمیں کو کعبے کا کعبہ بنا دیا
زلفیں بکھیر دیں تو شب قدر بن گئی
سلجھا کے روزِ عید مجلّی بنا دیا

۱۹۔ من حج فزار قبری بعد وفاتی کان کمن زارنی فی حیاتی۔ (طبرانی)

(حضرت مجاہد ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا) جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی وہ ایسے ہے جیسے اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

ے پائے رسول پر ہو میرا سر جھکا ہوا
ایسے میں آ اجل تو کہاں جا کے مر گئی

۲۰۔ من حج فزارنی فی مسجدی بعد وفاتی کان کمن زارنی فی حیاتی۔ (خلاصۃ الوفاء ص ۶۰)

جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری مسجد کی زیارت کر لی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ (فرمان نبوی)

ے مدینے کو سب کچھ دیے جا رہا ہوں
بہارِ مدینہ لیے جا رہا ہوں
مدینے کی باتیں مدینے کے چرچے
یہی کام ہر دم کیے جا رہا ہوں
میں اس مے کشی کے ہوس پر تصدق
پلاتے ہیں جتنا پیے جا رہا ہوں

۲۱۔ من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی۔ (راحت القلوب ص ۲۰۶)

(حضرت نافع ابن عمر رضی اللہ عنھما سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام

نے ارشاد فرمایا) جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا (استغفر اللہ)۔

میرے لیے ہر گلشنِ رنگیں سے بھلی ہے
کانٹے کی ایک نوک جو طیبہ میں پلی ہے
جو تیری گلی ہے وہ در اصل ہے جنت
در اصل جو جنت ہے وہی تیری گلی ہے

۲۲- من زارنی متعمدا کان جواری یوم القیمة. (خلاصۃ الوفاء ص ۶۱)

جو قصداً میری زیارت کو آیا وہ قیامت کے دن میرا پڑوسی ہوگا۔ (فرمان نبوی)

واللیل ان کے گیسوئے خم دار کی قسم
کھائی ہے حق نے خاک دیار کی قسم

۲۳- من زارنی بعد موتی فکانما زارنی و انا حیّ.

(سعید مقبری فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً سنا کہ سرکار نے فرمایا) جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے زندگی میں میری زیارت کی۔ (خلاصۃ الوفاء)

امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں لا فرق بین موته و حیاته صلی الله علیه وسلم کہ حضور علیہ السلام کی موت و حیات میں کوئی فرق نہیں ہے۔

صد شکر اتنا ظرف میری چشم تر میں ہے
دیکھے بغیر سارا مدینہ نظر میں ہے
اس در پہ دعاؤں کی ضرورت نہیں ہوتی
تھوڑا سا سلیقہ اگر چشم تر میں ہے

۲۴- ما من احد من امتی له سعة ثم لم یزرنی فلیس له عذر.

(سمعان بن مہدی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار نے فرمایا) جس نے وسعت، طاقت کے باوجود میری بارگاہ کی حاضری نہ دی اس کی

معافی نہ ہوگی۔ (خلاصہ ص ۶۲)

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا
پوچھا اگر کسی نے کہ نہضت کدھر کی ہے
ان کے طفیل رب نے حج بھی کرا دیے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے
کعبہ بھی ہے انہی کی تجلی کا ایک ظل
روشن انہی کے نور سے تپلی حجر کی ہے
کعبہ دلہن ہے تربت اطہر نئی دلہن
یہ رشکِ آفتاب وہ غیرت قمر کی ہے
دونوں بنیں سجیلی انیلی بنی مگر
جو پی کے پاس ہے وہ سہاگن کنور کی ہے
سر سبز وصل یہ ہے سیاہ پوش ہجر وہ
چمکی دو پٹیوں سے ہے جو حالت جگر کی ہے

(اعلیٰ حضرت)

۲۵- من حج الی مکة ثم قصدنی فی مسجدی کتبت له حجتان مبرورتان۔ (خلاصۃ الوفاء ص ۶۲)

(ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سرکار نے فرمایا) جس نے حج کیا پھر مجھے ملنے میری مسجد میں ارادۃً آیا تو اس کے لیے دو مقبول حج لکھے جاتے ہیں۔

ثابت ہوا ارادۃً سرکار کی بارگاہ میں حاضری مقبول و محبوب ہے۔ عبدی مالکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں المشی الی المدینة لزیارة قبر النبی صلی الله علیه وسلم افضل من الكعبة (خلاصۃ الوفاء ص ۴۴) کہ حضور علیہ السلام کی قبر انور کی زیارت کے لئے مدینہ شریف حاضر ہونا زیارتِ کعبہ سے افضل ہے۔ اس لیے حضرت عمر یہ دعا فرماتے اللهم ارزقنی شهادة فی سبیلک واجعل موتی فی بلد حبیبک (بخاری شریف ج ۱ ص ۲۵۳)

ــ وہ دن خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم
خاکِ درِ رسول کا سرمہ بنائیں ہم

ــ دل درد سے بسمل کی طرح لوٹ رہا ہو
سینے پہ تسلی کو تیرا ہاتھ دھرا ہو
گر وقت اجل سر تیری چوکھٹ پہ پڑا ہو
جتنی ہو قضا ایک ہی سجدے میں ادا ہو

(مولانا حسن رضا)

صدقے اس انعام کے

بڑے سے بڑا شہر ہو اس کی گلیوں بازاروں میں پھرتے رہنا عیب شمار کیا جاتا ہے کہ بلا مقصد پھرنے سے کیا حاصل ہوگا؟ لیکن مکہ اور مدینہ وہ بابرکت شہر ہیں کہ ان شہروں کی گلیوں میں پھرتے رہو تو بھی ثواب ہے کہ پھرنے والا اپنے آقا کی سنت ادا کر رہا ہے۔

عبادت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا
تصور میں تیرے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

پھر مدینہ اور مکہ کی عظمت وشان تو ظاہر بات ہے، مکہ کی کعبہ کی وجہ سے اور مدینہ کی مدنی آقا کی وجہ سے، اور حدیث شریف کی روشنی میں ایک مؤمن کی عظمت وشان کعبہ سے زیادہ ہے چنانچہ ابن ماجہ شریف کی حدیث ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یطوف بالکعبة و یقول ما اطیبک واطیب ریحک ما اعظمک و اعظم حرمتک والذی نفس محمد بیدہ لحرمة المومن اعظم عنداللہ حرمة منک مالہ و دمہ وان نظن بہ الاخیرا۔

(ابن ماجہ ص ۲۹۰)

میں نے حضور علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ کعبہ کا طواف فرما رہے ہیں اور ساتھ ہی

(کعبہ کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں اے کعبہ!) تو کتنا پاکیزہ ہے اور تیری ہوا بھی پاکیزہ ہے تو کتنا عظیم ہے اور تیری بہت عزت ہے لیکن مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اللہ کے نزدیک مومن بندے کی عزت تجھ سے زیادہ ہے اس کے مال کی اس کے خون کی اور ہم اس کے بارے اچھا ہی گمان رکھتے ہیں۔

تو ثابت ہوا کہ مکہ شہر کو جس کعبہ کی وجہ سے عظمت حاصل ہوئی اس کعبہ سے تو سرکار کے ایک امتی کی شان زیادہ ہے، کہاں امتی اور کہاں امام الانبیاء۔

خاک طیبہ از دو عالم خوش تر است
آں خنک شہرے کہ دروے دلبر است

قربان اس اکرام کے

تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔

البقعة التی ضمته صلی اللہ علیہ وسلم فانها افضل البقاع الارضیة والسماویة قیل و بہ اقول انها افضل العرش۔

(زیر آیت انا انزلنه فی لیلة مبارکة – الدخان)

وہ زمین جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں وہ زمین وآسمان سے افضل ہے یہاں تک کہ کہا گیا اور میرا بھی یہی عقیدہ ہے کہ وہ جگہ عرش سے بھی افضل ہے۔

لہٰذا! ہم حجر اسود کو اس لیے چومتے ہیں کہ اس کو حضور کے لب لگے اور روضہ کی جالی کو اس لیے چومتے ہیں کہ یہاں رسول کے لب لگے۔ حجر اسود بھی پتھر، جس کو کنکر مارے جاتے ہیں وہ بھی پتھر، مگر اس کو چوما جاتا ہے، اس کو مارا جاتا ہے، جس کو چوما جاتا ہے وہ چومے جانے کے قابل، جس کو مارا جاتا ہے وہ مارے جانے کے قابل، ہم پتھر اس لیے چومتے ہیں کہ جنت سے آیا ہے اور در رسول کو اس لیے چومتے ہیں کہ جنت سے بھی افضل ہے۔ ہم جنتی حجر کو بھی چومتے ہیں، جنتی بشر کو بھی چومتے ہیں۔ رسول اللہ نے جنتی حجر کو بھی چوما، جنتی بشر (حسن وحسین) کو بھی چوما۔ بلکہ حجر کو اگر ایک بار چوما ہے تو بشر کو سو بار چوما ہے۔ اور اس لیے چومتے ہیں کہ توحید

محفوظ ہو جائے کیوں کہ جو چوما جائے گا وہ خدا نہیں ہو سکتا، جو خدا ہے وہ چوما نہیں جاتا لہٰذا جنتی حجر ملے تو اس کو بھی چومو اور جنتی بشر ملے تو اس کو بھی چومو۔ اگر حجر نہ چوما جا سکے تو چھڑی سے اشارہ کر کے چھڑی کو چوم لو کہ اشارے سے کچھ نہ کچھ تو تعلق ہو گیا لہٰذا چھڑی کو چومنا بھی ثواب تو جالیوں کو چودہ سو سال کا تعلق ہے پھر ان کو چومنا ثواب کیوں نہیں؟ کالا کالا حجر چومتے ہو اور سنہری سنہری جالی چومنا شرک کہتے ہو حالانکہ

؎ آپ کے روضے کی جالی عرش اعظم سے عالی
اس پہ جائے جو سوالی، وہ نہ آئے ہاتھ خالی

اگر کوئی قبر کو چومنے سے قبر کا پجاری بن جاتا ہے تو تم پتہ نہیں محبت و پیار کے پردے میں کس کس کے پجاری بن جاتے ہو کبھی بچے کے پجاری کبھی بیوی کے پجاری۔ معلوم ہوا محبت کا تعلق ہو تو چوما جاتا ہے۔ ایک پتھر کو سرکار نے کعبہ کے اندر لگا کر چوم لیا دوسرے کو کعبہ کے اندر سے نکال کر پھینک دیا حالانکہ دونوں پتھر ہیں لیکن نسبت میں فرق ہے اور

؎ محمد کی نسبت بڑی چیز ہے خدا دے یہ نعمت بڑی چیز ہے

والدین کے قدموں کو کیوں چوما جاتا ہے کہ ان کا ہم پہ احسان ہے انہوں نے ہمیں جنا۔ پالا۔ تربیت کی۔ اور ہم کبھی سبز گنبد کی جالی کو بوسہ دیتے ہیں کبھی صدیق کے قدموں کو چومتے ہیں کبھی حسین و حسن کے مزار کو چومتے ہیں کبھی داتا کی چوکھٹ کو چومتے ہیں کہ والدین کا ہم پر احسان ہے تو ان پر اللہ کا احسان ہے انعم اللہ علیھم من النبین و الصدیقین و الشھداء و الصالحین۔ (اقتباس از خطاب ہاشمی میاں۔ انڈیا) ؎

جیسے بھری دوپہر کو سائباں ملے
ان پر سلام نام سے جن کے اماں ملے
دیکھا نظر اُٹھا کے اگر اہل عشق نے
طیبہ کے راستے میں دونوں جہاں ملے

اس لیے ؎

دنیا کو دیکھنے کا مجھے شوق تھا نہ ہے
بس اِک جھلک حضور کا روضہ دکھائی دے

اور آخر میں ؎

مُدتاں دی آرزو اے سن لے دُعا الٰہی
اوہ دیس تاں وکھا دے جتھے وسدا تیرا ماہی

اہل عشق فرماتے ہیں روضہ پاک سے جُڑے ہوئے مینار پر چار کنڈے چاروں سمتوں سے لوگوں کو بلا رہے ہیں لیتا ہے تو ادھر آؤ اور اوپر والے کنڈے کا رُخ آسمان کی طرف ہے وہ فرشتوں کو بلا رہا ہے تم بھی آؤ تمہیں بھی ملے گا ؎ ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں دکھایا۔



﴿۹۰﴾

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

اَنَا اَقْتُلُکَ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ

میں تجھے قتل کروں گا اگر اللہ نے چاہا

(شفا شریف ص ۱۱۷)

احد کی لڑائی میں جب حضور علیہ السلام کو امیہ بن خلف (جس کا بھائی ابی حضرت بلال کے ہاتھوں غزوۂ بدر میں واصل جہنم ہوا اور امیہ قیدی بنا، فدیہ ادا کرنے کے بعد اس کو حضور علیہ السلام نے رہا کر دیا اس احسان کا بدلہ اس نے اس طرح دیا) نے دیکھا تو یہ کہتا ہوا پھر رہا تھا۔

این محمد لا نجوت ان نجا "کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں اگر وہ آج بچ کر نکل گئے تو سمجھو کہ میں مارا گیا" اور کہنے لگا میرے پاس ایک گھوڑا ہے میں اسے ہر روز ایک ٹوکرا چنے کھلاتا رہوں گا اور اس پر سوار ہو کر اسے (حضور علیہ السلام کو) قتل کروں گا۔ تو اس وقت حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ "تو نہیں بلکہ میں تجھے ان شاء اللہ قتل کروں گا۔ چنانچہ احد کے دن جب اس نے سرکار کو دیکھا تو تیزی سے گھوڑا دوڑاتا ہوا آپ کی طرف بڑھا مسلمانوں نے اسے روکنا چاہا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

هكذا اى خلّوا طريقه۔ اسے آنے دو۔

اس نے سر پر خود اور اپنے چہرے پر آہنی نقاب ڈالا ہوا تھا اور اپنے گھوڑے کو رقص کراتا ہوا آ رہا تھا۔ حضور علیہ السلام نے حارث بن قیمہ سے نیزہ لیا اور بڑے جوش سے میدان میں نکلے۔ کہ صحابہ کرام بھی اس کی تاب نہ لا سکے پھر حضور علیہ السلام نے اکیلے اس کے سامنے کھڑے ہو کر اس نیزے سے اس کی گردن کے اس حصہ میں ضرب لگائی جو خود اور زرہ کے درمیان ننگا رہ گیا تھا۔ پھر کیا تھا اس کے حواس باختہ ہو گئے۔ سر چکرا گیا۔ گھوڑے کی پشت سے غش کھا کر نیچے لڑھکنے لگا۔ جس طرح بیل ڈکارتا ہے اس طرح اس نے ڈکارنا شروع کر دیا۔ اس

ضرب سے بظاہر اس کی گردن پر معمولی سی خراش آئی۔ لیکن بظاہر معمولی چوٹ نے اس کے سینے کی پسلیاں اور جسم کی ہڈیاں چور چور کر دیں۔ سر پیٹتا ہوا، چلاتا ہوا واپس بھاگا، قوم کے پاس پہنچا تو وہ کہہ رہا تھا قتلنی واللہ محمد۔ "بخدا مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قتل کر دیا" جب لوگوں نے اس کی خراش دیکھی تو کہنے لگے تمہاری بزدلی کی بھی کوئی حد ہے؟ کوئی زخم نہیں ہے معمولی سی یہ خراش ہے اور تم نے چیخ چیخ کر آسمان سر پر اُٹھا لیا ہے اگر اس قسم کی خراش ہم میں سے کسی کو آتی (اگرچہ آنکھ میں لگتی) تو قطعاً نقصان دہ نہ ہوتی (ان نادانوں کو کیا معلوم کہ اللہ کے نبی کی چوٹ کا اثر کیا ہوتا ہے اور کہاں تک ہوتا ہے) وہ کہنے لگا۔ لات وعزیٰ کی قسم جو چوٹ مجھے لگی ہے وہ چوٹ اگر ربیعہ اور مضر قبائل کو بھی لگتی تو دونوں قبیلے پورے کے پورے ہلاک ہو جاتے۔ چنانچہ جب کفار قریش کا لشکر واپس آ رہا تھا تو سرف کے مقام پر یہ اسی چوٹ کے اثر سے واصل جہنم ہو گیا۔ (دلائل النبوۃ بیہقی ج ۳ ص ۲۵۸)

شفا میں الفاظ اس طرح ہیں کہ اس نے لوگوں کو کہا۔

لو كان ما بي بجميع الناس لقتلهم أليس قد قال لي انا اقتلك والله لو بصق علي لقتلني۔ (ج ۱ ص ۱۱۸)

جو تکلیف مجھے ہو رہی ہے اگر تمام انسانوں کو ہوتی تو وہ بھی مر جاتے، تمہیں معلوم نہیں کہ اس (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تھا میں تجھے قتل کروں گا۔ خدا کی قسم! اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں ہلاک ہو جاتا۔

حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ بدبخت اور جہنمی ہوتا ہے وہ شخص جو کسی نبی کو قتل کر دے یا کوئی نبی اس کو قتل کر دے۔ حضور علیہ السلام کے ہاتھوں صرف یہی ایک بدنصیب قتل ہوا۔

﴿۹۱﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَعْلَمُکُمْ بِحُدُوْدِ اللّٰہِ وَ اَتْقَاکُمْ

میں تم سب سے زیادہ حدود اللہ کو جاننے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں

(فتح الباری ج ۴ ص ۱۵۱)

اس حدیث کو امام عبدالرزاق نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عطاء بن یسار سے روایت فرمایا اور اس ارشاد کا پس منظر یہ ہے کہ ایک شخص نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا اور پھر اس کو کہا کہ جا حضور علیہ السلام سے مسئلہ پوچھ کر آ کہ کیا روزے کی حالت میں ایسا کرنا جائز ہے؟ جب وہ عورت آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور اس مسئلہ کے متعلق عرض کیا تو سرکار نے ارشاد فرمایا **انی افعل ذلک** ''کہ میں خود ایسا کر لیتا ہوں'' یعنی جواز میں فتویٰ ارشاد فرمایا۔

اس عورت نے آ کر اپنے خاوند کو بتایا تو اس کا خاوند کہنے لگا۔

یرخص اللہ لنبیہ فیما یشاء!

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس معاملہ میں رخصت دی ہوگی۔ (یعنی ہو سکتا ہے حضور کے لئے جائز ہو ہمارے لیے ناجائز ہو)۔

وہ عورت پھر آپ سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور اپنے خاوند کے تاثرات کا ذکر کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا **انا اعلمکم بحدود اللہ و اتقاکم**۔ میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو جاننے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں ائمہ فقہ میں اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے بعض نے مطلقاً روزے کی حالت میں بیوی کا بوسہ جائز فرمایا اور بعض نے صرف اس شخص کے لئے جو اپنے اوپر کنٹرول کر سکتا ہے جائز قرار دیا دوسرے کے لئے مکروہ

فرمایا اس کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں **اما واللہ انی لا تقاکم للہ و اخشاکم لہ**۔ اللہ کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ کے (منہیات سے) بچنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں (فتح الباری) جب کہ الجامع الکبیر میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں **انا اخشاکم للہ و احفظکم لحدودہ**۔ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ حدود اللہ کی حفاظت کرنے والا ہوں۔

حقیقت یہی ہے کہ جتنا کسی کے پاس علم ہوگا اسی قدر ہی اللہ کا خوف اس کے دل میں جاگزیں ہوگا اور حضور علیہ السلام اس کائنات میں سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں لہٰذا آپ سب سے زیادہ متقی بھی ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والے بھی ہوئے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا علماء کو ہی قرار دیا گیا ہے اور مرتبہ اور مقام بھی علم ہی کی وجہ سے ملتا ہے ارشاد ربانی ہے **والذین اوتوا العلم درجٰت**۔ اہل علم کو بلند درجات عطا کیے گئے۔ مناسب ہوگا اس حدیث کے ضمن میں علم نبوت کی وسعتوں کا کچھ تذکرہ ہو جائے اور اس کے بعد اہل علم کی فضیلت کا بیان ہوگا **ان شاء اللہ و ما توفیقی الا باللہ**۔

علم نبوت کی وسعتیں

پوری کائنات کا علم اکٹھا کیا جائے، خواہ اس کا تعلق کسی شعبہ کے ساتھ ہو پھر بھی اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق قلیل ہے **وما اوتیتم من العلم الا قلیلا**۔ اور اپنے حبیب کے علم کے بارے میں فرمایا۔

وعلمک مالم تکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیما۔

جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے اللہ نے آپ کو سکھا دیا اور (یہ) آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔ (النساء)

اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ ساری کائنات کا علم اللہ تعالیٰ کے کسی بھی نبی کے علم کے سامنے ایسے ہے جیسے سمندر کے سامنے قطرہ ہوتا ہے اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا علم مل کر حضور علیہ السلام کے علم کے سامنے ایسے ہی ہے جیسے سمندر کے سامنے قطرہ ہو اور حضور علیہ السلام کا سارا

علم خدا کے علم کے سامنے ایسے بھی نہیں جیسے سمندر کے سامنے قطرے کا کروڑواں حصہ ہو۔ کیوں کہ اللہ کا علم پھر بھی غیر محدود ہے اور حضور علیہ السلام کا علم جتنا بھی ہے بہر حال محدود ہے۔ اللہ کا علم قدیم۔ غیر حادث۔ ذاتی ہے اور حضور علیہ السلام کا علم حادث۔ اور عطائی ہے۔ لہٰذا جب سرکار علیہ السلام کے علم غیب کلی کی بات ہوتی ہے تو اس میں شرک کا تصور اس لیے نہیں ہے کہ مخلوق کے لحاظ سے کلی ہے نہ یہ کہ اللہ کے برابر ہو گیا ہے۔

چند احادیث علم مصطفوی کے متعلق

نمبر۱- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے اور سمجھے کہ میرا آخری وقت آ گیا ہے حضور علیہ السلام عیادت کے لئے تشریف لائے تو حضرت سعد وراثت کے مسائل پوچھنے لگے آپ نے فرمایا اے سعد! تو ابھی نہیں مرے گا **حتی ینتفع بک اقوام و یضربک آخرون۔** جب تک کئی قومیں تم سے نفع اور کئی قومیں تم سے نقصان نہ اُٹھا لیں۔ (ابھی تک اللہ کے سوا کوئی نفع نقصان نہیں دے سکتا کا عقیدہ رکھنے والے پیدا نہیں ہوئے تھے ورنہ جھٹ سے اعتراض کر دیتے) (بخاری ج ۱ص ۱۷۳) چنانچہ آپ ہی فاتح ایران اور قاتل رستم ہوئے اس طرح ایران کو نقصان اور مسلمانوں کو نفع ہوا۔ حضور علیہ السلام نے ان کی زندگی و موت کا بھی بتا دیا اور آئندہ زمانے میں کئی سال بعد ہونے والے واقعات کی خبر بھی دے دی۔

سب توں پہلے حضور دا نور بنیا
لفظ کن کی جدوں فرمایا گیا
اونہوں آکھدے نیں ابر غائب ناہیں
جیہدے سامنے سب کجھ بنایا گیا

نمبر۲- حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سفر میں تھے کہ ان کا بچہ بیمار ہوا پھر فوت ہو گیا واپس تشریف لائے بیوی سے پوچھا بچہ کیسا ہے (نظر نہیں آ رہا) اس نے بات چھپائی کہ ابھی سفر سے آئے ہیں یہ خبر سن کر اور پریشان ہو جائیں گے عرض کیا **قد ھدا نفسہ وارجوا ان یکون قد استراح۔** توریۃً کلام کیا کہ ابھی سکھ کا سانس لیا ہے امید ہے راحت میں ہوگا (وہ سمجھے کہ سویا ہوا ہے جب کہ ان کی مراد تھی کہ فوت ہو گیا ہے) ابو طلحہ رات

سو گئے (اور اسی رات حقوق زوجیت ادا کیے) صبح غسل فرما کر حضور علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھنے چلے تو بیوی نے بچے کی وفات کے بارے بتا دیا (اتنی بڑی صدمہ کی خبر بھی ان کو نماز با جماعت سے نہ روک سکی) حضور کے پیچھے نماز پڑھی اور بچے کی وفات کی خبر دی۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعل اللہ ان یبارک فی لیلتھما.

آپ نے فرمایا اچھا اللہ تعالیٰ تم دونوں کی رات میں (جو حقوق زوجیت ادا کیے ہیں) برکت دے گا۔

فقال رجل من الانصار فرایت تسعة اولاد کلھم قد قرء القرآن۔ (بخاری ج ۱ص ۱۷۳-۱۷۴)

انصار کے ایک شخص (عبایہ بن رفاعہ) فرماتے ہیں میں نے (اس دعا کی برکت سے) ابو طلحہ کے نو بچے دیکھے اور نو کے نو ہی قرآن کے قاری۔

نمبر۳- **عن ابی ھریرہ قال: جاء ذئب الی راعی الغنم فاخذ شاۃ، فطلبہ الراعی حتی انتزعھا منہ، قال: فصعد الذئب علی تل فاقعی واستذفر فقال عمدت الی رزق رزقنیہ اللہ عزوجل انتزعتہ منی، قال الرجل: تاللہ ان رایت کالیوم ذئبا یتکلم قال الذئب: اعجب من ھذا رجل فی النخلات بین الحرتین یخبر کم بما مضی و ما ھو کائن بعد کم، قال فکان الرجل یھودیا، فجاء الی النبی ﷺ فاخبرہ فصدقہ النبی ﷺ۔** (مسند امام احمد: ۸۰۲۰)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ایک بھیڑیا ایک بکریاں چرانے والے کے ریوڑ میں آیا اور ایک بکری لے گیا۔

چرواہے نے اس کا تعاقب کیا اور بکری چھڑا لی۔ تو بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ کر کہنے لگا۔

کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رزق دیا ہے اور میں نے لیا اور تو نے مجھ سے چھڑا لیا، وہ راعی بولا کہ آج تک میں نے بھیڑیا کلام کرتے نہیں دیکھا جیسے آج دیکھا ہے تو بھیڑیا کہنے لگا کہ اس سے زیادہ تعجب تو یہ ہے کہ ایک آدمی مدینہ شریف میں تمہیں خبر دیتا ہے جو کچھ گزر چکا ہے اور جو کچھ تمہارے بعد ہونے والا ہے اور تم اس پر ایمان نہیں لاتے۔

ابوہریرہ کہتے ہیں:

وہ شخص یہودی تھا۔ اس نے آ کر رسول کریم ﷺ کو خبر دی اور مسلمان ہو گیا۔ رسول کریم ﷺ نے اس کی تصدیق کی"۔

اس حدیث کو امام احمد اور ابونعیم نے بسند صحیح روایت کیا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین: ۱۶۳)

پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیوانات بھی رسول کریم ﷺ کو عالم ما کان وما یکون جانتے تھے لیکن آج کل کے انسان کو اس کے ماننے میں تامل ہے۔ یا پھر یوں کہہ لیں کہ مدینے کے بھیڑیے بھی سرکار کا علم مانتے ہیں اور پاکستان کے ذیاب فی ثیاب انکار کرتے ہیں۔

یہی وہ علم ہے علمِ لدُنی جس کو کہتے ہیں
یہی وہ غیب ہے علم غیب سُنی جس کو کہتے ہیں

نمبر۴۔ غزوہ موتہ ملک شام میں لڑائی ہو رہی ہے اور ادھر حضور علیہ السلام مدینہ میں مسجد نبوی شریف کے منبر شریف پر جلوہ گر ہو کر ملک شام میں ہونے والی لڑائی کا اپنے صحابہ کرام کے سامنے آنکھوں دیکھا حال بیان فرما رہے ہیں۔

اخذ الرایۃ زید فاصیب ثم اخذھا جعفر فاصیب ثم اخذھا عبداللہ بن رواحۃ فاصیب و ان عینی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لتذرفان۔

اب جھنڈا زید نے پکڑ لیا ہے پس وہ شہید ہو گئے پھر جعفر (بن ابی طالب) نے لے لیا وہ بھی شہید ہو گئے پھر عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا پکڑ لیا وہ بھی شہید ہو گئے (اور اپنے وفادار و جانثار غلاموں کی شہادت پر) حضور کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

فرمایا **ثم اخذھا خالد بن ولید بغیر امرۃ فتح لہ۔** (صحاح ستہ)

اب خالد بن ولید نے خود ہی جھنڈا پکڑ لیا ہے اور اللہ نے فتح دیدی ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو بعض لوگ کہتے ہیں اگر یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کا علم تھا تو وہ روتے کیوں تھے۔ حضور علیہ السلام دیکھ رہے ہیں، بتا رہے ہیں اس سے بڑھ کر کیا علم ہو گا، مگر رو بھی رہے ہیں۔ لہٰذا جدائی میں رونا عدم علم کی دلیل نہیں ہے۔

اگر کوئی کہے یہ تو کبھی کبھی ہوتا تھا کہ حضور علیہ السلام معجزے کے طور پر اظہار فرماتے تھے حالانکہ اللہ فرماتا ہے **لئن شکرتم لا زیدنکم**۔ اگر تم میرا شکر کرو گے تو میں اور زیادہ دوں گا تو حضور علیہ السلام اللہ کا سب سے زیادہ شکر کرنے والے اور اللہ تعالیٰ آپ کو سب سے زیادہ علم دینے والا ادھر شکر کی انتہا ہو گئی ادھر علم نبوت مکمل ہو گیا اور ہمارا دعویٰ بھی یہی ہے کہ ادھر قرآن مکمل ہوا ادھر حضور کا علم مکمل ہو گیا اس کے بعد کوئی بتائے کہ فلاں بات کا علم نہ تھا۔ اور اس علم کی تکمیل کا نظارہ کرنا ہو تو دیکھو قیامت تک جو بھی مرے گا حضور اس کی قبر میں تشریف لائیں گے کوئی مشرق میں مرے یا مغرب میں ہر ایک کی موت کو بھی جانتے ہیں اور قبر کا بھی علم ہے تبھی تشریف لاتے ہیں اور بروز قیامت اللہ فرمائے گا اے محبوب! (میرے دیے ہوئے علم سے) جس کے دل میں رائی کے دانے بلکہ اس سے بھی کم اور اس سے بھی کم ایمان ہے اس کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دے ایمان دل میں ہے اور دل سینے میں تو اگر اس غیب الغیب کو جانتے نہیں تو دوزخ سے نکال کیسے لائیں گے۔ مولائے روم تو اولیاء کرام کے بارے فرماتے ہیں۔

بندگان خاص علام الغیوب　درمیان شاں جواسیس القلوب
لوح محفوظ است پیش اولیاء　آنچہ محفوظ است محفوظ از خطا

اگر جسم کا طبیب جسم کی ہر خوبی و کمال کو جانتا ہے تو روح کے طبیبوں سے کوئی بات کیسے چھپ سکتی ہے۔

نمبر۵۔ ایک مرتبہ ازواج مطہرات نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا حضور ہم میں سے کون آپ کی بارگاہ میں سب سے پہلے (فوت ہونے کے بعد) حاضر ہو گی فرمایا **اطولکن یدا** جو تم میں سے زیادہ لمبے ہاتھوں والی ہے (اس سے حضور علیہ السلام کی مراد سخاوت تھی جب کہ وہ سمجھیں کہ حقیقتاً جس کے لمبے ہاتھ ہیں وہ سب سے پہلے

فوت ہوگی) چنانچہ انہوں نے کوئی چھڑی وغیرہ لے کر اپنے ہاتھوں کو ناپا تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ لمبے نکلے جب کہ حضور علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے وصال ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ہوا وہ چونکہ زیادہ سخاوت کرتی تھیں اس لیے ہم سمجھ گئیں کہ اس سے مراد سخاوت تھی۔ (بخاری شریف ج ا ص ۱۹۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امہات المومنین کا عقیدہ تھا کہ حضور علیہ السلام کو نہ صرف اپنی وفات کا علم ہے بلکہ ہم میں سے ہر ایک کی موت کے بارے آپ جانتے ہیں ورنہ وہ یہ سوال ہی نہ کرتیں اور اگر کر ہی لیا تھا تو آپ منع فرما دیتے کہ مجھے تو اپنی موت کا پتہ نہیں تمہاری موت کے بارے میں کیا جانتا ہوں۔ **ما تدری نفس ماذا تکسب غدا و ما تدری نفس بای ارض تموت** (لقمٰن) کوئی نہیں جانتا کل کیا کرے گا اور کوئی نہیں جانتا کون کہاں مرے گا۔ جب کہ میدان بدر میں معرکہ سے ایک دن پہلے ہی چھڑی کے ساتھ نشان لگا کر حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام کو بتا دیا کہ کل فلاں کافر یہاں مرے گا اور فلاں یہاں مرے گا چنانچہ صحابہ فرماتے ہیں جس کے بارے حضور علیہ السلام نے جہاں نشان لگایا وہ وہیں مرا نہ اس سے آگے نہ پیچھے۔

نمبر ۶۔ ایک مرتبہ غزوۂ تبوک کے سفر میں حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام کو پہلے ہی بتا دیا

انها ستهب الليلة ريح شديد ولا يقومن احد و من كان معه بعير فاليعقله فعقلناها و هبت ريح شديد فقام رجل فالقته بجبلي طي۔ (بخاری ج ا ص ۲۰۰)

کہ آج رات شدید آندھی آئے گی لہٰذا کوئی بھی نہ اُٹھے اور جس کے پاس اونٹ ہے وہ اس کو باندھ لے چنانچہ رات ہوئی تو شدید آندھی آئی ایک بندہ اُٹھا تو آندھی نے اس کو طی کے پہاڑوں میں اُٹھا کر پھینک دیا۔

ایک دوسرے سفر (غزوۂ خیبر سے واپسی) میں حضور علیہ السلام نے حضرت بلال کو فرمایا ہم سوتے ہیں آپ جاگتے رہنا اور نماز کے وقت ہمیں اُٹھا دینا۔

فصلی بلال ما قدر له و نام رسول الله صلى الله عليه وسلم و اصحابه۔

حضرت بلال کی قسمت میں جتنی عبادت لکھی تھی وہ کرتے رہے اور حضور علیہ السلام بمع صحابہ کرام کے آرام فرما ہو گئے۔

فجر کا وقت قریب آیا تو حضرت بلال بھی کجاوے کے ساتھ ٹیک لگا کر شدت نوم کی وجہ سے سو گئے یہاں تک کہ سورج نکل آیا سب سے پہلے حضور بیدار ہوئے اور نماز کے قضا ہونے پر گھبرائے ہوئے تھے (اس واقعہ میں بھی اللہ نے سنت کو قائم کرنا تھا وگرنہ حضور علیہ السلام نے خود فرمایا میرا دل نہیں سوتا صرف آنکھیں سوتی ہیں جب کہ دل اللہ کے انوار میں مستغرق تھا اور امت کو مسئلہ سمجھانا تھا کہ اگر اس طرح غلبہ نوم میں نماز قضا ہو جائے اور اچانک جاگ آ جائے تو فوراً پڑھ لو گناہ نہیں ہوگا) فرمایا اے بلال یہ تو نے کیا کیا؟ عرض کیا **اخذ بنفسی الذی اخذ بنفسک** جس نے آپ کو سلایا اس نے مجھے بھی سلا دیا چنانچہ حضور علیہ السلام نے تھوڑا آگے جا کر اذان دلوائی اور با جماعت نماز ادا کی۔ (مشکوٰۃ ص ۶۷) ایک دوسری روایت جو مشکوٰۃ شریف کے اسی صفحہ پر ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ نماز کے بعد آپ سرکار نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا (میں تجھے بتاؤں بلال کے ساتھ کیا ہوا) بلال نماز پڑھ رہا تھا شیطان آیا اور جیسے بچے کو تھپکی دے کر سلایا جاتا ہے اس طرح شیطان نے تھپکی دے کر بلال کو سُلا دیا پھر حضور علیہ السلام نے حضرت بلال کو بُلا کر پوچھا کہ کیا معاملہ ہوا تو انہوں نے ویسے ہی عرض کیا جیسے حضور علیہ السلام نے ابو بکر کو بتایا تھا **فقال ابو بکر اشهد انک رسول الله**۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نعرہ بلند کیا اے اللہ کے محبوب! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

وہ کیسا امتی ہے جو خود تو علامہ کہلواتا ہے اور اللہ کے محبوب کے علم کی بات آئے تو کہے دیوار پیچھے کا علم نہیں۔

ذکر رو کے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

جب کہ ہماری حالت تو یہ ہے کہ انسان ہو کر دوسرے علاقے یا دوسرے ملک کے انسان کی زبان نہ سمجھ سکیں اور حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں جانور اپنی فریادیں لے کر حاضر ہوتے اور آپ ان کی دست گیری فرماتے۔ سینکڑوں واقعات کتب سیرت میں موجود ہیں جس کو شوق ہو

الشفا قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کا مطالعہ کر لے۔ یہاں صرف ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔

ایک اونٹ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنی زبان میں کچھ عرض کیا سرکار نے فرمایا انہ شکیٰ کثرۃ العمل و قلۃ العلف کہ یہ کہہ رہا ہے میرا مالک مجھ سے کام زیادہ لیتا ہے چارہ کم ڈالتا ہے ایک روایت میں ہے

انہ شکی الی انکم اردتم ذبحہ بعد ان استعملتموہ فی شاق العمل من صغرہ۔ (الشفاج ا ص ۳۶۲)

کہ یہ شکوہ کر رہا ہے تم نے اس کو ذبح کرنے کا پروگرام بنا رکھا ہے حالانکہ اس سے پہلے تم اس سے بہت کام لیتے رہے۔

اسی طرح ایک باغ میں کوئی داخل ہوتا تو ایک اونٹ اس پر حملہ آور ہو جاتا جب حضور علیہ السلام تشریف لے گئے تو اونٹ آپ کے قدموں میں گر گیا اس وقت آپ نے فرمایا۔

ما بین السماء و الارض الا یعلم انی رسول اللہ الا عاصی الجن و الانس۔ (الشفا ص ۳۶۲)

زمین و آسماں میں جو کچھ بھی ہے سوائے نافرمان جنوں اور انسانوں کے سب جانتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

علمی لطیفہ نمبر ۱

محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ کو اردو بازار لاہور میں ایک مرتبہ ایک بدعقیدہ شخص نے طنزاً تنکا پکڑ کر کہا کہ کیا حضور علیہ السلام کو اس تنکے کا بھی علم ہے؟ آپ نے مذکورہ حدیث پڑھ کر فرمایا کیا اس تنکے کو حضور علیہ السلام کا علم ہے کہ نہیں؟ اس نے کہا؟ ہاں! کیوں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے ہر شے جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں فرمایا شرم نہیں آتی تنکے کو تو حضور علیہ السلام کا علم ہو اور حضور علیہ السلام کو تنکے کا علم نہ ہو۔

شرم سے گڑ جا اگر احساس تیرے دل میں ہے

علمی لطیفہ نمبر ۲

کوئی اگر یہ کہے کہ اونٹ کے بڑبڑانے سے حضور علیہ السلام نے اتنا بڑا جملہ کیسے نکال

لیا کہ یہ کہہ رہا ہے میرا مالک مجھ سے کام زیادہ لیتا ہے اور چارہ کم ڈالتا ہے تو مولانا ابو النور محمد بشیر احمد کوٹلی لوہاراں والے فرمایا کرتے ہیں کہ جب پرانے دور میں ٹیلی فون کی بجائے تار کا نظام ہوتا تو سنتے تھے فلاں کا تار آیا ہے وہ جاتا تو تار سننے والا بتاتا کہ تیرے گھر پوتا ہوا ہے حالانکہ اس بے چارے کو تو صرف ٹپ ٹپ کی ہی آواز آئی تو وہ فرماتے تم ٹپ ٹپ کی آواز سے اتنا بڑا پوتا نکال لیتے ہو تو نبی اونٹ کی بڑبڑاہٹ سے جملہ نکال لے تو ماننے سے انکار کرتے ہو۔

نمبر ۷۔ ترمذی شریف کی طویل حدیث جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے نماز میں اونگھ آئی تو اچانک میں رب العالمین کے سامنے تھا اور میں نے اپنے رب کو بہت اچھی صورت میں دیکھا۔ جب کہ دوسری حدیث میں اونگھ کا ذکر بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا **فیم یختصم الملاء الاعلی** کہ ملاء اعلیٰ میں کس بات پہ جھگڑا ہو رہا ہے میں نے عرض کیا یا اللہ تو ہی زیادہ جانتا ہے **فوضع کفہ بین کتفی فوجد بردھا بین ثدیی فعلمت ما فی السموت و الارض۔** ایک روایت میں ہے **فتجلی لی کل شئی و عرفت۔**

پس اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی تو ہر شے میرے سامنے واضح اور روشن ہو گئی اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں تھا میں نے جان لیا۔ (مشکوۃ ص ۲/۷ ص ۶۹) یہاں پر **کل شئی** کے الفاظ ہیں اور قرآن پاک میں آدم علیہ السلام کے بارے فرمایا **و علم ادم الاسماء کلھا۔** وہاں بھی کلٌ یہاں بھی کُلٌ لوگ کُلّی نہیں مانتے اللہ نے کُلٌ عطا کر دیا۔

(صاحبزادہ افتخار الحسن)

نمبر ۸۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

واللہ ما یخفی علی رکوعکم ولا خشوعکم و انی لا راکم وراء ظھری۔ (بخاری: ۸۳۲۱)

"خدا کی قسم! مجھ پر تمہارا رکوع اور خشوع پوشیدہ نہیں۔ میں پیٹھ کے پیچھے سے بھی تم کو دیکھتا ہوں"۔

یہ معجزہ ہے رسول کریم ﷺ کا کہ آپ آگے پیچھے یکساں دیکھتے تھے، اور ظاہر ہے کہ

خشوع فعل قلب ہے، معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام سے لوگوں کے دلوں کی حالت بھی پوشیدہ نہ تھی۔(اللھم صلِ علی سیدنا محمد)

ہاں! یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ حکم مقتدیوں کو فرمایا، نہ صرف پہلی صف والوں کو بلکہ سب کو۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی اقتداء میں جتنی صفیں ہوتیں سب کے رکوع و خشوع کو آپ دیکھتے تھے۔ فللّٰہ الحمد۔

نمبر۹۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

لا تؤذی امرأۃ زوجھا فی الدنیا الا قالت زوجتہ من الحور العین لا تؤذیہ قاتلک اللہ فانما ھو عندک دخیل یوشک ان یفارقک الینا۔ (ترمذی ج ا ص ۲۲۲)

کوئی عورت جب دنیا میں اپنے خاوند کو ستاتی ہے تو جنت کی موٹی آنکھ والی حور (اس کی جنتی بیوی) کہتی ہے اللہ تجھے مارے اس کو نہ ستا تیرے پاس چند دنوں کا مہمان ہے عنقریب ہمارے پاس آنے والا ہے۔

حالانکہ کبھی میاں بیوی کی لڑائی رات کے اندھیرے میں ہوتی ہے کہ بچوں کو بھی پتہ نہیں چلتا مگر حور جنت میں سات آسمانوں کے اوپر جان لیتی ہے۔ جب حور کا علم یہ ہے تو سراپا نور کا علم کیا ہوگا۔ حور تو حضور کے قدموں کے دھوون کا ایک چھینٹا ہے

یہ علم غیب ہے کہ رسول کریم نے
خبریں وہ دیں کہ جن کی کسی کو خبر نہ تھی

ایک عورت نے عرض کیا حضور دعا فرمائیں میں شہید ہو جاؤں فرمایا انت شھیدۃ تو شہید ہے چنانچہ وہ زندگی میں ہی شہیدہ کے نام سے مشہور ہوگئی۔

۱۰۔ حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک جنگ میں ایک شخص جو مسلمانوں کے لشکر میں تھا بڑی ہمت اور بہادری کے ساتھ کافروں سے لڑ رہا تھا اور کافروں کو فنا فی النار کر رہا تھا میں نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا ما اجزأ منا الیوم احد کما اجزأ فلان کہ یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی بھی اس

کی طرح بہادری کا مظاہرہ نہیں کر رہا (یعنی رشک کی کیفیت پیدا ہوگئی کہ کاش ہم بھی اس کی طرح لڑتے) لیکن حضور علیہ السلام نے فرمایا انہ من اھل النار وہ جہنمی ہے (ہم ڈر گئے اور ساتھ حیران بھی ہوئے) چنانچہ ہم میں سے ایک بندہ اس کے ساتھ ساتھ ہولیا کلما وقف و قف معہ و اذا اسرع اسرع معہ جب وہ کھڑا ہوتا تو یہ بھی کھڑا ہو جاتا جب وہ چلتا تو یہ بھی ساتھ چلتا یہاں تک کہ وہ زخمی ہو گیا اور زخموں کی تاب نہ لا کر

فاستعجل الموت فوضع نصل سیفہ بالارض و ذبابہ بین ثدییہ ثم تحامل علی سیفہ فقتل نفسہ۔

اس نے اپنی تلوار کی نوک سینے پہ رکھی اور اپنا پورا زور لگا کر اس کو سینے میں پیوست کر لیا اور خودکشی کر لی۔

حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں اس کا واقعہ عرض کیا گیا اور عرض کرنے والے نے حضور علیہ السلام کی رسالت کی گواہی دی کہ ایسی بات اللہ کا رسول ہی کر سکتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا

ان الرجل لیعمل بعمل اھل الجنۃ فیما یبدو للناس وھو من اھل النار و ان الرجل لیعمل عمل اھل النار فیما یبدو للناس و ھو من اھل الجنۃ۔ (بخاری ج ا ص ۴۰۲)

بندہ کبھی ہوتا جہنمی ہے لیکن زندگی میں عمل جنتیوں والے کرتا رہتا ہے (اور موت کے وقت بدبختی اس پہ غالب آجاتی ہے) اور کبھی بندہ جنتی ہوتا ہے لیکن عمل زندگی میں جہنمیوں والے کرتا رہتا ہے (جب کہ خاتمہ ایمان پر نصیب ہو جاتا ہے)۔

علم نبوت کو ہم اپنی ناقص عقل کے ترازو پہ تولیں گے تو ایمان کا ستیاناس کر بیٹھیں گے، بھلا منوں وزن سنار کی چھوٹی سی کنڈی پہ کیسے تل سکتا ہے اور علم نبوت بھی ہماری ناقص عقل کے چھوٹے سے ترازو پر تلنا۔ ایں خیال است و محال است و جنون ہے

ان پہ کتاب اتری تبیانا لکل شئی
تفصیل جس میں ما عبر ما غبر کی ہے
(اعلیٰ حضرت)

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ

کوئی جتنے بھی بڑے ادارے یا یونیورسٹی، کالج میں پڑھے اس کی سند پہ نہیں لکھا ہوتا کہ ہم نے ایسا پڑھا دیا ہے کہ کبھی نہیں بھولے گا لیکن خدا نے اپنے محبوب کو یہ گارنٹی دے رکھی ہے۔ سنقرئک فلا تنسیٰ الا ما شاء اللہ اے محبوب! ہم تمہیں ایسا پڑھا رہے ہیں کہ تو کبھی نہیں بھولے گا مگر جو ہم چاہیں گے۔ بلکہ اس سینہ بے کینہ علم کا گنجینہ کے ساتھ جو لگا اللہ نے اس کے لئے بھی علم کے دروازے کھول دیے حضرت عبداللہ بن عباس کو سید المفسرین اور حبر الامۃ کیوں کہا جاتا ہے فرماتے ہیں۔

ضمنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی صدرہ و قال اللھم علمه الکتب۔ (بخاری ج ا ص ۵۳۶)

حضور علیہ السلام نے مجھے سینے سے لگا کر دعا دی یا اللہ! اس کو کتاب کا علم عطا کر دے۔

الغرض علام الغیوب پڑھانے والا ہو اور محبوب خدا پڑھنے والا ہو تو دنیا کا کون سا علم ہو گا جو حاصل نہ ہوگا چاہے اس کا تعلق ما فی الارحام کے ساتھ ہو یا علم الساعۃ ہو یا علوم خمسہ میں سے کوئی علم ہو یہ الگ بات ہے کہ وہ عاجزی کریں اور سب کچھ جاننے کے باوجود فرمائیں میں کچھ نہیں جانتا سب کچھ میرا رب ہی جانتا ہے اور رب ان کی شان ظاہر فرمائے اور کہے و علمک مالم تکن تعلم کہ محبوب تُو تو سب کچھ جانتا ہے۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

بعض باتیں حضور علیہ السلام نے کیوں نہ بتائیں؟

جن بعض باتوں کے بارے سرکار نے خاموشی اختیار فرمائی یا قصداً امت کو نہ بتایا یا اپنی

ذات سے نفی فرمائی ان میں ضرور کوئی نہ کوئی حکمت ہے یا کوئی راز کی بات تھی جس کے بتانے کی اجازت نہ تھی جیسے قیامت کے بارے تفصیلات اور عین وقت نہ بتایا گیا اگر علم اصلاً ہوتا ہی نہ تو بے شمار نشانیاں کیسے بتا دیں۔ افسوس کہ مخالفین ان حقائق کی طرف نہیں جاتے جو سرکار نے طشت از بام فرما دیے اور اس ایک آدھ بات کو خوب اچھالتے ہیں کہ جس کو حضور علیہ السلام نے حکمتاً نہ بتایا۔ دیکھیے علوم خمسہ میں یہ بھی ہے و یعلم ما فی الارحام۔ اور اللہ جانتا ہے جو رحموں میں ہے۔ ان پانچ چیزوں کے بارے میں منکرین علم غیب کہتے ہیں کہ صرف اللہ ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا جب کہ قرآن مجید کی اس آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ اللہ کسی کو بتاتا بھی نہیں ہے بارش کے بارے میں تو مطلقاً علم کا ذکر ہی نہیں صرف اتنا ہے و ینزل الغیث کہ بارش اللہ برساتا ہے اس کا کوئی بھی انکار نہیں کرتا اور جہاں تک بارش کے نزول کا علم ہے تو محکمہ موسمیات والوں کا علم تو قبول ہے اور امام الانبیاء کا قبول نہیں ہے جب کہ "کون کہاں مرے گا" اور "کون کل کیا کرے گا" میں بھی درایت کی نفی ہے علم کی نہیں تو پھر اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے کس قدر ڈھٹائی سے کہا جاتا ہے "کچھ نہیں جانتے"۔

صحیح مسلم کی حدیث ہے حضرت محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ سمجھ کر پوچھا کہ یہ اس واقعہ کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں تو انہوں نے واقعہ بیان کیا کہ ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی کی طرف زنا کی نسبت کی شریک بن سحماء کے ساتھ اور ہلال بن امیہ، براء بن مالک کے مادری بھائی تھے اور اسلام میں انہوں نے سب سے پہلے لعان کیا، چنانچہ راوی کہتے ہیں پھر دونوں میاں بیوی نے لعان کیا تو حضور علیہ السلام نے (صحابہ کو) فرمایا۔

ابصروھا فان جاء ت به ابیض سبطا قضیئی العینین فھو لھلال بن امیة و ان جاء ت به اکحل جعدا حمش الساقین فھو لشریک بن سحماء قال فانبئت انھا جاء ت اکحل جعدا حمش الساقین۔ (ج ا ص ۴۹۰)

اس عورت کو دیکھتے رہو اگر اس کا بچہ سفید رنگ کا، سیدھے بالوں والا، لال آنکھوں والا پیدا ہوا تو ہلال بن امیہ کا ہوگا اور اگر سرمگیں آنکھوں والا گھنگھریالے بالوں

والا پتلی پنڈلیوں والا پیدا ہوا تو شریک بن سحماء کا ہوگا حضرت انس فرماتے ہیں مجھے خبر پہنچی کہ اس عورت کا لڑکا سرگیں آنکھوں والا گھنگھریالے بالوں والا اور پتلی پنڈلیوں والا پیدا ہوا۔

جب کہ دوسری روایت میں صاف الفاظ ہیں کہ جب یہ دونوں میاں بیوی لعان کے لئے حاضر ہوئے، مرد نے لعان کرلیا عورت کرنے چلی تو آپ نے اس کو فرمایا مَـهٔ ٹھہر (اپنے قصور کا اعتراف کرلے) لیکن اس نے انکار کردیا اور لعان کیا۔

فلما ادبرا قال لعلها ان تحبينى به اسود جعدا فجاءت به اسود جعدا۔ (مسلم شریف ج۱ ص۴۹۰)

تو جب دونوں پیٹھ پھیر کر چل دیے تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا ہوسکتا ہے اس عورت کا بچہ کالے رنگ کا گھنگھریالے بالوں والا پیدا ہو (اس شخص کی شکل کا جس کا خاوند کو گمان تھا) چنانچہ جیسے حضور نے فرمایا تھا اس طرح ہی پیدا ہوا۔

یہاں لعلّ شک کے لئے نہیں بلکہ عاجزی کیلئے تاکہ بھروسہ اللہ کی ذات پر ہی رہے۔

اسی طرح ام الفضل حضور علیہ السلام کی چچی کو جب خواب آیا کہ آپ کے جسم کا ایک حصہ میری گود میں آکر گرا ہے آپ نے فرمایا میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر بچہ پیدا ہوگا اور تیری گود میں آئے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور ام الفضل رضی اللہ عنہا کی گود میں آئے۔ (مشکوۃ ص۵۷۳)

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو علم میں اضافے کی دعا سکھائی

اس قدر وسعت علمی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے پھر دعا سکھائی کہ پڑھتے رہا کریں **رب زدنی علما**۔ اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔ ظاہر ہے اللہ نے خود ہی دعا سکھائی تو اضافہ فرمانے کے لئے ہی سکھائی یہ تو عام بندہ بھی نہیں کرسکتا کہ ملازم کو کہے میں تیری تنخواہ میں اضافہ کردوں گا تو درخواست لکھ دے وہ درخواست لے کر جائے تو تنخواہ پہلے سے بھی کم کردے۔ جب کوئی معمولی افسر اپنے ملازم سے ایسا نہیں کرسکتا تو بھلا خدا اپنے محبوب سے ایسا کرے گا؟ نہیں ہرگز نہیں۔

تو گھٹائے سے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے گا
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

بڑی عجیب بات ہے کہ جب بھی حضور علیہ السلام کے علم غیب کے ثبوت میں قرآن و سنت سے کوئی دلیل پیش کی جاتی ہے تو منکرین فوراً کہتے ہیں یہ تو اطلاع علی الغیب ہے اخبار عن الغیب ہے اظہار عن الغیب ہے یہ بات کوئی عقل سے عاری شخص کہے تو سمجھ میں آتی ہے بڑے بڑے صاحبان جبہ و دستار اور بزعم خویش وارثان منبر و محراب بھی یہی کہتے نظر آتے ہیں ان بھلے مانسوں سے بندہ پوچھے کیا خبر بغیر علم کے صادق ہوسکتی ہے اور جو جانتا ہی نہ ہو وہ خبر کیا خاک دے گا پہلے خود اس کے پاس واقع کا علم آئے گا پھر ہی دوسرے کو بتائے گا۔ حالانکہ یہ بھی انکار کا ایک بہانہ ہے ورنہ گذشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ سرکار علیہ السلام نے فرمایا جب اللہ نے اپنا دست قدرت میرے شانوں کے درمیان رکھا **فعلمت ما فی السموٰت** الخ یہاں نہ اطلاع ہے نہ اخبار اور نہ ہی اظہار بلکہ علم کا لفظ ہے اب کہیں گے یہاں غیب کا لفظ نہیں تو کیا زمین و آسمان میں کوئی چیز ایسی نہیں جو تم سے غیب ہو، حضور اس کو بھی جانتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں جب بتا دیا تو غائب کہاں رہی؟ تو اس طرح اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھی کہا جائے گا کیوں کہ اس کے سامنے تو کچھ غائب ہے ہی نہیں تو اللہ کو عالم الغیب کہنے پر بھی اعتراض ہوگا۔

سوال

علمت ماضی ہے صرف ایک بار علم ثابت ہوا ہمیشہ کے لئے نہیں؟

جواب

نمبر۱ ثابت تو ہوگیا اب واپس لینا تم ثابت کردو۔

نمبر۲ نکاح کے وقت بھی قبلت ماضی کا صیغہ بولتے ہو، کیا ایک لمحہ کے لیے نکاح ہوجاتا ہے کہ ساری عمر کے لئے۔

جہاں بھی ''کوئی نہیں جانتا'' کے الفاظ ہوں اس ''کوئی نہیں'' میں نبی کو شامل نہ کیا کرو کیوں کہ ''نبی کوئی نہیں'' اللہ کے محبوب ہیں۔ مفسرین نے تو "یا ایھا الذین امنوا" کے پاکیزہ خطاب میں نبی علیہ السلام کو شامل نہیں کیا اور فرمایا ہے کیوں کہ یہ صرف غلاموں کے لئے ہے حضور

کے لئے الگ خطاب فرمایا گیا ہے یا ایھا النبی - یا ایھا الرسول - یا ایھا المزمل - اورتم ہو کہ نبی کو "کوئی" کہتے ہوئے بھی نہیں گھبراتے ہو۔کوئی میں تمہارے محکمہ موسمیات والے ہو سکتے ہیں جو کہتے ہیں موسلا دھار بارش ہوگی اور آسمان پہ بادل کا نام ونشان بھی نہیں ہوتا۔کبھی کہتے ہیں بارش کا امکان نہیں اور موسلا دھار بارش ہو جاتی ہے۔یا کوئی میں نجومی و کاہن ہوں گے جو دامن نبوت کو چھوڑ کر آئندہ کے حالات جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

علمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مثال

اگر کسی نے سارا لاہور دیکھنا ہو تو ہو سکتا ہے کئی دنوں کے اندر بھی نہ دیکھ سکے لیکن مینار پاکستان پہ چڑھ جائے تو سارا لاہور ایک لمحہ میں دیکھ لے گا اور اوپر چلا جائے جہاز پہ سوار ہو جائے تو کوئی شے پوشیدہ نہ رہے تو جو اللہ کا نبی اتنا اونچا ہو جائے کہ عرش بھی اس کے قدموں کے نیچے ہو جائے اس سے کیا چیز پوشیدہ رہ سکتی ہے۔

اتنا وسیع علم اس لیے دیا کہ باقی انبیاء کرام خاص خاص علاقوں، قبیلوں کی طرف نبی بن کر آئے اور حضور رحمۃ للعالمین اور نذیر للعالمین بن کر تشریف لائے پتہ نہیں وہ کون سی دیوار ہے جس کے پیچھے کا علم نہیں ہو سکتا حضور نے تو قیامت کی دیوار کے پیچھے کا علم بھی اپنی امت کو دے دیا ہے۔حضرت نوح علیہ السلام نے آنے والی نسلوں کے بارے میں بتا دیا انک ان تذرھم یضلوا عبادک و لا یلدوا الا فاجرا کفارا (سورہ نوح) بے شک (اے اللہ) اگر تو انہیں (زندہ) رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور ان کی اولاد بھی بدکار اور بری ناشکری ہوگی۔

فرشتوں کو اللہ نے جب فرمایا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں تو انہوں نے عرض کیا۔کیا تو اس کو بنائے گا جو زمین میں خون ریزی اور فساد کرے گا۔حالانکہ یہ فساد و خون ریزی ہزاروں سال بعد ہونے والی تھی اللہ نے نہ نوح علیہ السلام کو فرمایا اور نہ فرشتوں کو کہ کل کے بارے میں تو کوئی جانتا نہیں ہے اور تم ہزاروں سال بعد کی باتیں کرتے ہو۔پتہ چلا یہ بدبودار عقیدہ اس وقت نہیں تھا بلکہ موجودہ دور انحطاط و زوال کی پیداوار ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح خیبر کے دنوں میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں خراب تھیں (کئی دن گذر گئے خیبر فتح نہ ہورہا تھا آخر کار) حضور علیہ

السلام نے ارشاد فرمایا۔

لا عطین الرأیة اولیا خذن غدار جل یحبه الله و رسوله او قال یحب الله و رسوله یفتح الله علیه فاذا نحن بعلی و ما نرجوه فقالوا هذا علی فاعطاه رسول الله صلی الله علیه وسلم ففتح الله علیه۔ (بخاری ج ۱ ص ۴۱۸)

میں ضرور اس کو جھنڈا دوں گا یا فرمایا کل ضرور وہ بندہ جھنڈا لے گا جس سے اللہ و رسول محبت کرتے ہیں یا فرمایا جو اللہ و رسول سے محبت کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ فتح عطا کر دے گا اچانک علی المرتضیٰ آ گئے، ہمیں نہیں امید تھی کہ جھنڈا ان کو ملے گا (کیوں کہ ان کی آنکھیں خراب تھیں۔حضور نے لعاب دہن سے آنکھوں کو درست کر دیا اور) جھنڈا حضرت علی المرتضیٰ کو دے دیا اللہ نے خیبر فتح فرما دیا۔

اس حدیث میں تو غدا کا لفظ بھی موجود ہے صحابہ میں سے کسی نے اعتراض نہ کیا؟ حضور! قرآن تو فرماتا ہے ماذا تکسب غدا کل کیا ہو گا۔کوئی نہیں جانتا آپ یہ فرما رہے ہیں۔نعوذ باللہ کیا ان کو قرآن نہیں آتا تھا یا توحید و شرک کا معنی نہیں جانتے تھے یا پھر وہ بریلوی تھے۔

ایک دلچسپ شیطانی مکالمہ

ان الشیطین لیوحون الی اولیاؤهم لیجادلو کم. (القرآن)

شیطان اپنے چیلوں کو شیطانی ہدایات دیتا رہتا ہے تا کہ وہ تم سے جھگڑیں۔

اسی سلسلہ میں حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہجہان پوری صاحب نے بخاری شریف مترجم جلد اول کے صفحہ ۲۵۹، ۲۶۰ کے حاشیہ پر ایک لطیفہ تحریر فرمایا ہے لکھتے ہیں:-

ایک دفعہ مدرسہ انوار التوحید میں شرک فروش ٹولے کے دو مولوی صاحبان بیٹھے ہوئے توحید کو پھیلانے اور شرک کو پوری دنیا سے مٹانے کی تدابیر پر غور فرما رہے تھے ایک کا عرفی نام تھا مولانا شرک چھوڑ صاحب اور دوسرے مولانا بدعت توڑ صاحب کے نام سے موسوم تھے۔گفتگو کے دوران مولانا شرک چھوڑ صاحب فرمانے لگے بھائی بدعت توڑ صاحب! دل چاہتا ہے کہ آج

آپ سے اپنے دل کی بات کہہ دوں یار کیا کروں بعض احادیث کو پڑھ کر تو میں حیران رہ جاتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ جن کو ہم پوری امت محمدیہ میں سے بہترین اور مثالی مسلمان شمار کرتے ہیں انہیں ہو کیا گیا تھا (یعنی صحابہ کرام کو) پورا قرآن کریم پڑھ جائیں اس میں کسی جگہ بھی اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کو حکم نہیں دیا تھا کہ جب میرا آخری رسول تھوکے تو تم اسے حاصل کر کے اپنے چہروں اور کپڑوں پر مل لینا جب وہ وضو کریں تو مستعمل پانی کے قطروں کو حاصل کرنے کی خاطر ایڑھی چوٹی کا زور لگا دینا۔ اگر نہ مل سکے تو جس جگہ وہ مستعمل پانی گرا ہو وہاں کی گیلی مٹی کو لے کر اپنے چہروں اور کپڑوں پر مل لینا یا دوسرے کے ہاتھ سے ہاتھ لگا کر چہرے اور سینے پہ مل لینا۔ اگر وہ حجامت بنوائیں تو ایک ایک بال کے لیے ایسے سر توڑ کوشش کرنا کہ دیکھنے والے یہی محسوس کریں کہ گویا یہ آپس میں لڑ پڑے ہیں۔ اگر کسی کو ایک بال بھی مل جائے تو وہ اسے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھے اور حد درجہ اس کا احترام کرے کمال بات تو یہ ہے کہ اپنے گھروں میں نماز بھی اسی جگہ پڑھنا زیادہ پسند کرتے تھے جہاں حضور علیہ السلام سے نماز پڑھوا لیتے تھے۔ لطف تو یہ ہے کہ اللہ کے نبی نے بھی ایسا کرنے کا انہیں حکم نہیں دیا تھا۔ ہم نے حدیث کی تمام کتابیں کھنگال ڈالیں لیکن ہمیں تو ان میں کہیں ایسا حکم نظر نہیں آیا۔ معلوم نہیں پھر صحابہ کرام کس کے حکم سے شب وروز ایسا کرتے تھے اور غضب تو یہ ہے کہ کوئی ایک بھی انہیں اس دھندے سے روکنے والا نہیں تھا۔

بھائی بدعت توڑ (نے ارشاد فرمایا)! اگر یہی بات کہہ دوں تو سارے مسلمان لٹھ لے کر ہمارے پیچھے پڑ جائیں گے۔ جان برادر! حقیقت یہ ہے کہ مجھے تو صحابہ کرام بھی بالکل بریلوی ہی نظر آتے ہیں۔ عقیدت کے پردے میں جو کچھ وہ کرتے رہتے تھے کیا یہ بریلویت نہیں ہے؟ زاویہ نظر ان کا بھی موحدانہ کم اور شرک پسندانہ ہی زیادہ محسوس ہوتا ہے۔ ہائے افسوس! جب امت کی بنیاد ہی غلط رکھی گئی تو ساری عمارت غلط تعمیر نہ ہو گی تو اور کیا ہو گا۔

اس کے بعد تھوڑی دیر تو انہوں نے اپنے منہ پر سکوت کی مہر لگائے رکھی اور پھر ایک سرد آہ بھر کر قفل دہن کھولتے ہوئے یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں۔ مولانا بدعت توڑ صاحب (نے ارشاد فرمایا)! ہو سکتا کہ صحابہ کرام عقیدہ کے پردے میں ایسے کام اس لیے کر رہے ہوں کہ قیامت تک ان کے عاشق رسول ہونے کی شہرت رہے گی اور رہتی دنیا تک ان کے عشق رسول کے ڈنکے بجتے رہیں گے لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ حضور علیہ السلام نے ایسا کرنے سے انہیں منع

کیوں نہ فرمایا۔ یہ کیوں نہ کہا کہ اے مسلمانو! جب ایسا کرنے کا پورے قرآن مجید میں کسی جگہ بھی حکم نہیں دیا گیا علاوہ بریں خود میں نے بھی تمہیں ایسا کرنے کے لئے نہیں کہا اس کے باوجود تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ کیا کہوں مجھے تو یوں لگتا ہے کہ حضور پر بھی بریلی والے مولوی کا شائد جادو چل گیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ حضور بھی اس کی چکنی چپڑی باتوں میں آ گئے ہوں۔ کیوں کہ لاکھ وہ شرک پسند سہی لیکن اس کی باتوں میں مٹھاس بہت ہے۔ مولانا بدعت توڑ صاحب نے (لقمہ دیتے ہوئے) فرمایا کہ بھائی شرک پھوڑ صاحب! بریلی والا مولوی تو ابھی کل، پرسوں پیدا ہوا تھا وہ حضور کے زمانے میں کب تھا۔ مولانا شرک پھوڑ صاحب نے فرمایا کہ بات کچھ بھی ہو لیکن یار میں تو یہی سمجھ سکا ہوں کہ توحید کی علمبرداری کے ساتھ ساتھ بریلویت بھی خود حضور نے ہی پھیلائی تھی۔

اس کے بعد ایک سرد آہ بھرتے ہوئے مولانا شرک پھوڑ صاحب نے دردناک لہجے میں کہا اچھا یار اب سب کچھ جانے دو، صحابہ ایسا کرتے رہے، حضور علیہ السلام بھی اس دھندے کو تعظیم کے پردے میں چھپا کر خوش ہوتے رہے کہ میرا قیصر و کسریٰ سے بڑھ کر احترام کیا جا رہا ہے کیوں کہ یہ احترام دل کی گہرائیوں اور پورے خلوص کے ساتھ ہو رہا تھا لیکن معلوم نہیں ایسے جملہ مواقع پر خدا کو کیا ہو گیا تھا کہ دوسرے ہزاروں احکام تو نازل کرتا رہا لیکن ایک دفعہ بھی یہ وحی نازل نہیں فرمائی کہ تعظیم کے پردے میں جو پوجا پاٹ کا کاروبار کر رہے ہو اسے بند کر دو ساتھ ہی نہ اپنے نبی کو حکم دیا کہ اپنے ساتھیوں کو ایسا کرنے سے روک دو۔ مولانا بدعت توڑ صاحب! مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ خدا خود ہی شرک پسند اور بریلویت کا بانی ہے اور غالباً اسی لیے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آدم علیہ السلام کے لئے سجدہ کرو۔ مولانا شرک پھوڑ صاحب! ابھی یہ جملہ ختم کرنے ہی پائے تھے کہ کسی کے آنے کی آہٹ محسوس ہوئی۔ آنے والے کی صورت تو نظر نہ آئی لیکن بلند آواز سے کوئی یہ کہہ رہا تھا

ے شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجیے

عقیدۂ اہل سُنت اور علم غیب

سب سے پہلے تو یہ جان لیں کہ علم غیب ہوتا کیا ہے اور نبی کا معنی کیا ہے؟

قول جمهور المفسرين ان الغيب و هو الذى يكون غائبا عن الحاسّة۔ (تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ)

جمہور مفسرین کا قول ہے کہ غیب ایسی شے کو کہا جاتا ہے جو حواس خمسہ سے معلوم نہ کی جا سکے یعنی جو باتیں پانچوں حواس (دیکھنے کی حس، سونگھنے کی حس، چکھنے کی حس، سننے کی حس اور چھونے کی حس) سے معلوم نہ کی جا سکیں انہیں علم غیب کہتے ہیں مثلاً دل کی بات جان لینا، قبر کے حالات معلوم کر لینا، کسی کے متعلق جان لینا کہ کب مرے گا، کہاں مرے گا، کیسے مرے گا یا آئندہ کے حالات کی خبر دینا وغیرہ۔

النبوة ما خوذة من النبا بمعنى الخبر اى اطلعه الله على الغيب۔ (مواہب اللدنیہ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ)

(لفظ) نبوت نَبَأٌ سے بنا ہے اور نبا کے معنی ہیں خبر (اطلاع) یعنی اللہ تعالیٰ کا (اپنے بندے کو) غیب پر اطلاع دینا (غیب کی خبریں دینا)۔

النبوة هى الاطلاع على الغيب.

(شفا شریف قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ)۔

نبوت کا معنی ہے غیب پر اطلاع پانا۔

نبوت صفت ہے نبی کی۔ اور نبی کا معنی بھی ملاحظہ فرمائیں۔

النبى المخبر عن الغيب۔ (المنجد عربی کی مشہور لغت)۔

نبی کا معنی ہے غیب کی خبریں دینے والا۔

اللہ رب العزۃ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد فرمایا:-

ذلك من انباء الغيب نوحيه اليك ط (سورۃ آل عمران آیت ۴۴)

یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں۔

اور ارشاد فرمایا:-

وما هو على الغيب بضنين ○ (سورۃ التکویر آیت ۲۴)

اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

دونوں آیات پر غور فرمائیے کہ اللہ رب العزۃ نے اپنے محبوب ﷺ کو غیب کا علم عطا فرمایا ہے اور حضور ﷺ اپنے امتیوں کو غیب کی خبریں بتاتے بھی ہیں۔ ان آیات کے علاوہ بھی بہت سی آیات ہیں جن سے حضور ﷺ کا علم غیب ثابت ہوتا ہے۔ طوالت کی وجہ سے نہیں لکھی گئیں۔ حضور ﷺ کے علم غیب کے اثبات میں اب مزید چند احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

قام فينا النبى ﷺ مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتى دخل اهل الجنة منازلهم و اهل النار منازلهم حفظ ذلك من حفظه و نسيه من نسيه.

(بخاری شریف مترجم جلد دوم کتاب بدء الخلق باب ۲۸۵ ص ۲۰۹)۔

ایک روز نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے تو آپ نے مخلوق کی ابتدائے پیدائش کی خبر دی حتی کہ جنتی اپنی منزلوں میں پہنچ گئے اور جہنمی اپنی منزلوں میں۔ پس جس نے اسے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

عن عبد الله ابن عمر و قال خرج علينا رسول الله ﷺ وفى يديه كتابان فقال اتدرون ما هذان الكتابان قلنا لا يارسول الله ﷺ الا ان تخبرنا فقال للذى فى يده اليمنى هذا كتاب من رب العلمين فيه اسمآء اهل الجنة و اسمآء ابآئهم و قبائلهم ثم اجمل على اخر هم فلا يزاد فيهم ولاينقص منهم ابدا ثم قال للذى فى شماله هذا كتاب من رب العلمين فيه اسمآء اهل النار و اسمآء ابآئهم و قبائلهم ثم اجمل على اخرهم فلا يزاد فيهم ولا ينقص منهم

ابدا ۔(ترمذی شریف مترجم جلد دوم باب ۸ ص ۲۲۔مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول باب الایمان بالقدر ص ۳۳)۔

روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے آپ کے دست مبارک میں دو کتابیں تھیں فرمایا جانتے ہو یہ کتابیں کیا ہیں ہم نے عرض کی یارسول اللہ (ﷺ)! ہم آپ کے بتائے بغیر نہیں جانتے تو داہنے ہاتھ والی کتاب کے متعلق فرمایا یہ کتاب رب العلمین کی طرف سے ہے۔جس میں تمام جنتیوں کے نام ان کے باپ دادا کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں پھر آخر میں میزان کر دیا گیا ہے۔پس ان میں کبھی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔پھر بائیں ہاتھ والی کتاب کے متعلق فرمایا یہ کتاب رب العلمین کی طرف سے ہے اس میں تمام دوزخیوں کے نام ان کے باپ دادا کے نام اور قبیلوں کے نام درج ہیں۔پھر آخر میں میزان کر دیا گیا ہے اب ان میں کبھی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔

بعض احادیث میں یہاں تک بھی ہے کہ فرمایا میں سب سے آخری جنتی کو بھی جانتا ہوں اور جہنمی کو بھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہ کہا کہ عالم الغیب تو میں ہوں اور آپ غیب کی باتیں بتا رہے ہیں میری توحید میں فرق آ رہا ہے کیوں کہ حضور علیہ السلام کے علم غیب سے اللہ کی توحید و شان میں فرق نہیں آتا بلکہ مزید نکھار پیدا ہوتا ہے کہ اللہ نے خود ہی تو عطا فرمایا ہے اگر نبی کے علم کی شان یہ ہے تو عطا کرنے والے خدا کے علم کا حال کیا ہوگا۔مرید اور شاگرد باکمال ہو تو پیر اور استاد کا ہی کمال تصور ہوتا ہے اور نبی کی شان سے بھی خدا کی عظمت ہی کے جلوے نظر آتے ہیں۔

حضور علیہ السلام نے جب فرمایا انا اعلمکم میں تم سب سے زیادہ جاننے والا ہوں ادھر اللہ نے فرمادیا انا فتحنا لک فتحا مبینا (القرآن) اور حدیث میں ہے انی اعطیت مفاتیح خزائن الارض ۔ مجھے زمین کے سارے خزانوں کی چابیاں عطا فرمادی گئیں۔اب کوئی علم نبوت سے کیڑے نکالے تو وہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ میرا قرآن و حدیث پہ ایمان ہے۔جن کا ایمان تھا وہ تو کہہ گئے ۔

لوح محفوظ است پیش اولیاء
آنچہ محفوظ است محفوظ از خطا

کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی جانے تو کیا جانے
دو عالم کی خبر رکھتا ہے دیوانہ محمد کا

لوح محفوظ جس میں ہر خشک و تر چیز کا علم ہے ولا رطب ولا یابس الا فی کتب مبین (القران) اس کا مشاہدہ جب اولیاء کرتے رہتے ہیں یشھد المقربون (القران) تو نبی کا علم کس قدر رہو گا اور نبیوں کے نبی کی علمی وسعت کا عالم کیا ہوگا۔کیوں کہ آپ تو امام الانبیاء بھی ہیں اور سید المقربین بھی ہیں۔

ایک علمی نکتہ

انسان کے ذہن میں مختلف قسم کے جب اپنے ہی بارے میں سوالات پیدا ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ تو کیوں پیدا کیا گیا۔مرنے کے بعد کیا ہوگا۔تجھے کس نے پیدا کیا وغیرہ ان سوالات کے حل کے لئے انسان عقل کے پاس جاتا ہے تو وہاں سے مایوسی کے سوا کچھ نہیں ملتا کیوں کہ وہ کہتی ہے میں تو تیرے پیدا ہونے کے بعد تیرے اندر آئی اور تیرے مرنے کے ساتھ ہی بلکہ "ارزل العمر" میں ہی میں زوال پذیر ہونا شروع ہو جاؤں گی مجھے کیا پتہ مرنے کے بعد تیرے ساتھ کیا ہو گا۔پھر وہ حواس خمسہ ظاہرہ لامسہ، سامعہ، شامہ، باصرہ، ذائقہ سے جواب طلب کرتا ہے وہاں سے بھی مایوسی ہوتی ہے تو حواس باطنہ کا سہارا طلب کرتا ہے جب ہر طرف سے تشفی نہیں ہوتی تو اس وقت وہ دست بدعا ہو جاتا ہے کہ یا اللہ! ان ذرائع سے مجھے کچھ حاصل نہ ہوا پھر اللہ اس کی در نبوت کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور وہاں سے آواز آتی ہے سلونی عما شئتم جو چاہو پوچھو ہر سوال کا تسلی بخش جواب ملے گا۔ (اقتباس از خطاب ڈاکٹر طاہر القادری)

خدا کے بارے پوچھو پھر بھی جواب ملے گا خدائی کے بارے پوچھو تو بھی جواب ملے گا۔قبر، حشر، نشر، جنت، دوزخ الغرض وہ کون سا علم ہے جس کی در رسالت سے بھیک نہیں ملتی۔ ہاں ایک بات ضرور ہے جو حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ نے امداد المشتاق میں لکھی ہے فرماتے ہیں "لوگ حدیبیہ کا واقعہ پیش کر کے حضور علیہ السلام سے علم غیب کی نفی کرتے ہیں (مثلاً یہ کہ اگر آپ کو پتہ ہوتا کہ عثمان غنی شہید نہیں ہوئے تو بیعت کیوں فرماتے؟ حالانکہ ہم اس واقعہ کو علم کی دلیل بناتے ہیں کہ بیعت تو زندہ کی کی جاتی ہے اور آپ نے اپنے ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے بتا دیا میرا عثمان زندہ ہے اور بیعت اس لیے لی کہ اگر عثمان کو کچھ

ہو گیا تو میں اور میرے چودہ سو غلام عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے جانیں قربان کر دیں گے۔ خون کی ندیاں بہا دیں گے) حالانکہ علم کے لئے توجہ کا ہونا ضروری ہے کبھی علم ہوتا ہے توجہ نہیں ہوتی"۔ لہٰذا جہاں کوئی منکر اعتراض کرے کہہ دو توجہ اس طرف نہیں تھی۔ توجہ کہاں تھی خدا کی ذات و صفات کے مشاہدے میں مستغرق تھی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ یوسف علیہ السلام پاس ہی کنوئیں میں رہے تو آپ نے نہ بتایا اور قمیص مصر سے چلی ہے تو آپ کو خوشبو آ گئی ہے اور فرما رہے ہیں **انی لاجد ریح یوسف** (القرآن) کہ میں یوسف علیہ السلام کی خوشبو سونگھ رہا ہوں تو آپ نے فرمایا۔

گہ بر طارم اعلیٰ نشینم   گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

(گلستان سعدی)

کبھی ہم اونچی پرواز پہ ہوتے ہیں کہ ہر شے نگاہوں کے سامنے ہوتی ہے اور کبھی (انوار الٰہیہ کی اس قدر بارش ہو رہی ہوتی ہے کہ ہم اس کے مشاہدے میں ہوتے ہیں) اپنے پاؤں کے اوپر والے حصے پر بھی توجہ نہیں ہوتی۔

اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کبھی مجھ پر ایسا وقت بھی آتا ہے کہ کوئی مقرب فرشتہ اور کوئی نبی مرسل بھی میرے اور خدا کے جلوؤں کے درمیان حائل نہیں ہو سکتا۔

قرآن مجید میں ہے **یسبح للہ ما فی السموٰت وما فی الارض** ۔ زمین و آسمان کی ہر شے اللہ کی تسبیح کہتی ہے۔ **ولکن لا تفقھون تسبیحھم** تم اس تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے لیکن حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم دستر خوان پہ نعمتوں کی تسبیح سُنا کرتے تھے گویا کہ صحابہ علیہ السلام کو اس آیت کے عموم سے نکال لیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جو کھانا کھاتے ہوئے پیالہ صاف کرے **تستغفر لہ القصعة** ۔ پیالہ اس کے لئے استغفار کرتا ہے۔ یہ حکم ہمیشہ کے لئے ہے نہ کہ صرف اس دور کے لئے۔ اور یہی استغفار ہی وہ تسبیح ہے جو ہم نہیں سُن سکتے اور صحبت نبوت کی برکت سے صحابہ سُنا کرتے تھے اگر قرآن کے عموم سے حضور علیہ السلام کی صحبت کی برکت سے صحابہ خصوصیت کے دائرے میں آ جائیں تو کوئی اعتراض نہیں اور **لا یعلم الغیب** کے عموم سے اتنے دلائل کے ہوتے ہوئے خدا کے قرب کی برکت سے حضور خصوصیت کے حصار میں آ جائیں تو اس میں کون سا شرک نظر آتا ہے۔

حضور علیہ السلام نے اگر بعض سوالات کا جواب نہیں دیا تو اس پر اعتراض کرنا ایسے ہی سمجھ لیجیے کہ بچہ کہے میں تو سکول نہیں جاؤں گا کہ ماسٹر کو آتا ہی کچھ نہیں، سارا دن مجھ سے پوچھتا رہتا ہے یہ کیا ہے وہ کیا ہے۔ بچہ ہی ایسا کہہ سکتا ہے بالغ ہوگا تو سمجھ جائے گا میں غلطی پر تھا اور علم و عقل میں کچا ہی حضور علیہ السلام کے علم پہ اعتراض کرے گا کسی کامل کی نگاہ میں آ کر پکے ہوں گے تو سمجھ جائیں گے ہم غلطی پر تھے۔ ایسا محقق تحقیق سے نہیں حقہ سے بنتا ہے اور ایسا فاضل فضل و فضیلت سے نہیں فضول سے بنا ہے جو امام الانبیا کے علم سے بھی کیڑے نکالنے سے باز نہیں آتا (پھر بھلا اس کو کون عالم مانے گا)۔ وگرنہ جن ہزاروں سوالوں کے جوابات آپ نے دیے ان کی طرف نظر کیوں نہیں جاتی اور جس ایک آدھ سوال کا جواب حکمتاً نہ دیا وہاں کیوں سوئی اٹک جاتی ہے۔ ذرا سوالات و جوابات کے انبار ملاحظہ فرمائیں اور اپنی اصلاح کا سامان بھی حاصل کریں۔

دین و دنیا کی بھلائی پر ایک ایمان افروز مکالمہ (25 مسائل کا حل)

عذاب دو قسم کے ہوتے ہیں زمینی اور آسمانی۔ زمینی آفتوں کے لئے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اُصول وضع کئے ہیں، رہی آسمانی آفتیں تو ان کا صرف ایک ہی حل ہے "توبہ"۔ 25 مسائل ہیں۔ فرد ہو یا قوم انہی 25 مسائل کا شکار ہوتے ہیں، ان کا حل اللہ کے رسول ﷺ نے کچھ یوں تجویز فرمایا۔ ایک بدو رسول اللہ ﷺ کے دربار میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا۔ ہاں کہو دربار میں اس وقت حضرت خالد بن ولید بھی موجود تھے۔ انہوں نے حدیث مبارکہ تحریر کر کے اپنے پاس رکھ لی۔ بعد ازاں یہ فرمان۔ کنز العمال، مسند احمد میں منقول ہوا۔

(۱) عرض کیا، "یا رسول اللہ ﷺ! میں امیر (غنی) بننا چاہتا ہوں"۔

فرمایا، "قناعت اختیار کرو، امیر ہو جاؤ گے"۔

(۲) عرض کیا، "میں سب سے بڑا عالم بننا چاہتا ہوں"۔

فرمایا، "تقویٰ اختیار کرو عالم بن جاؤ گے"۔

(۳) عرض کیا، "عزت والا بننا چاہتا ہوں"۔

فرمایا، "مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلانا بند کرو باعزت ہو جاؤ گے"۔

(۴) عرض کیا، "اچھا آدمی بننا چاہتا ہوں"۔

فرمایا، "لوگوں کو نفع پہنچاؤ"۔

(۵) عرض کیا، "عادل بننا چاہتا ہوں"۔

فرمایا، "جسے اپنے لئے اچھا سمجھتے ہو، وہی دوسروں کے لئے پسند کرو"۔

(۶) عرض کیا، "طاقت ور بننا چاہتا ہوں"۔

فرمایا، "اللہ پر توکل کرو"۔

(۷) عرض کیا، "اللہ کے دربار میں خاص (خصوصیت) درجہ چاہتا ہوں"۔

فرمایا، "کثرت سے ذکر کرو"۔

(۸) عرض کیا، "رزق کی کشادگی چاہتا ہوں"۔

فرمایا، "ہمیشہ باوضو رہو"۔

(۹) عرض کیا، "دعاؤں کی قبولیت چاہتا ہوں"۔

فرمایا، "حرام نہ کھاؤ"۔

(۱۰) عرض کیا، "ایمان کی تکمیل چاہتا ہوں"۔

فرمایا، "اخلاق اچھا کرلو"۔

(۱۱) عرض کیا، "قیامت کے روز اللہ سے گناہوں سے پاک ہو کر ملنا چاہتا ہوں"۔

فرمایا، "جنابت کے فوراً بعد غسل کیا کرو"۔

(۱۲) عرض کیا، "گناہوں میں کمی چاہتا ہوں"۔

فرمایا، "کثرت سے استغفار کیا کرو"۔

(۱۳) عرض کیا، "قیامت کے روز نور میں اُٹھنا چاہتا ہوں"۔

فرمایا، "ظلم کرنا چھوڑ دو"۔

(۱۴) عرض کیا، "چاہتا ہوں اللہ مجھ پر رحم کرے"۔

فرمایا، "اللہ کے بندوں پر رحم کرو"۔

(۱۵) عرض کیا، "چاہتا ہوں اللہ میری پردہ پوشی فرمائے"۔

فرمایا، "لوگوں کی پردہ پوشی کرو"۔

(۱۶) عرض کیا، "رسوائی سے بچنا چاہتا ہوں"۔

فرمایا، "زنا سے بچو"۔

(۱۷) عرض کیا، "چاہتا ہوں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا محبوب ترین بن جاؤں"۔

فرمایا، "جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا محبوب ہو اس کو اپنا محبوب بنالو"۔

(۱۸) عرض کیا، "اللہ کا فرمانبردار بننا چاہتا ہوں"۔

فرمایا، "فرائض کا اہتمام کرو"۔

(۱۹) عرض کیا، "احسان کرنے والا بننا چاہتا ہوں"۔

فرمایا، "اللہ کی یوں بندگی کرو جیسے تم اُسے دیکھ رہے ہو یا جیسے وہ تمہیں دیکھ رہا ہے"۔

(۲۰) عرض کیا، "یارسول اللہ ﷺ! کیا چیز گناہوں سے معافی دلاتی ہے"۔

فرمایا، "آنسو، عاجزی اور بیماری"۔

(۲۱) عرض کیا، "کیا چیز دوزخ کی آگ کو ٹھنڈا کرے گی"۔

فرمایا، "دنیا کی مصیبتوں پر صبر"۔

(۲۲) عرض کیا، "اللہ کے غضب کو کیا چیز سرد کرتی ہے"۔

فرمایا، "چپکے چپکے صدقہ اور صلۂ رحمی"۔

(۲۳) عرض کیا، "سب سے بڑی برائی کیا ہے"۔

فرمایا، "بداخلاقی اور بخل"۔

(۲۴) عرض کیا، "سب سے بڑی اچھائی کیا ہے"۔

فرمایا، "اچھا اخلاق، تواضع اور صبر"۔

(۲۵) عرض کیا، "اللہ کے غضب سے بچنا چاہتا ہوں"۔

فرمایا، "لوگوں پر غصہ کرنا چھوڑ دو"۔

ہم اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرتے ہیں، لہٰذا ہم دنیاوی مسائل سے کیسے بچ سکتے ہیں، ہم من حیث القوم اسراف کا شکار ہیں لہٰذا امیر (غنی) کیسے ہو سکتے ہیں؟ اللہ کی مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں لہٰذا ہمارا رزق کیسے کشادہ ہو سکتا ہے؟ توکل اختیار نہیں کرتے، لہٰذا ہم طاقتور کیسے بن سکتے ہیں؟ بد اخلاق ہیں لہٰذا ہمارا ایمان کیسے مکمل ہو سکتا ہے؟ بندوں پر رحم نہیں کرتے لہٰذا اللہ ہم پر رحم کیسے کرے گا؟ صدقات سے پرہیز کرتے ہیں لہٰذا اللہ کے غضب سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ کسی نے پوچھا، حضرت پھر ہمیں اللہ کی رحمت کے لئے کیا کرنا چاہیے؟ فرمایا اللہ سے توبہ کریں اور عوام سے توبہ کی اپیل کریں۔ اللہ آنسو بہانے، گڑگڑانے اور معافیاں مانگنے والوں کو معاف کر دیتا ہے۔ یقین کر لیجئے یہ مسائل زمینی نہیں آسمانی ہیں جب تک اللہ کی مدد، اللہ کی رہنمائی اور اللہ کی رحمت نہیں آئے گی نہ ہی یہ ملک ٹھیک ہوگا اور نہ ہی اس ملک کے مسئلے ختم ہوں گے، اللہ کے نام پر بننے والے ملک میں اللہ کے احکامات کی جس قدر خلاف ورزی کی گئی اب اس کے عذاب سے بچنے اور اس سے معافی مانگنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے "توبہ"۔ اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو کر گڑگڑائیں۔ اس سے اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگیں اس سے توبہ کریں، اس سے پہلے کہ "توبہ" کے سارے دروازے بند ہو جائیں اور اس سے پہلے کہ مہلت ختم ہو جائے۔

ہر علم کی کوئی حد ہوتی ہے کوئی ایک فن کا عالم کوئی دو کتابوں کا عالم۔ کسی نے ایک ملک کی سیر کی تو وہ صرف ایک ملک کے حالات کا عالم۔ جبکہ کہ لاعلمی کی حد نہیں ہوتی۔ اللہ نے فرمایا و علمک مالم تکن تعلم. ما کو عام رکھا کہ اگر لوگوں کے لئے نامعلوم اشیاء کی حد نہیں تو ہم نے تیرے علم کی بھی حد نہیں رکھی کہ کوئی ناپتا پھرے۔

جب علمک مالم ہے پھر علم ہے اول آخر کا
اب کون کہے کیا کیا نہ دیا تیرے علم و عطا کا کیا کہنا

مشرکین مکہ کی ایک خطرناک سازش اور علمِ نبوّت

عمیر بن وہب، مکہ کے اصنام پرست معاشرہ میں بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ اس کی عیاری اور چالاکی کا اس کی اہمیت میں بڑا دخل تھا۔ وہ اپنی دور اندیشی اور معاملہ فہمی کے باعث

مشکل مسائل کو حل کرنے کے لئے اپنی قوم کا مرجع بنا ہوا تھا۔ سب سے پہلے میدان بدر میں جنگ کی چنگاری اسی نے بھڑکائی تھی۔ اور جب مشرکین نے راہ فرار اختیار کی تو یہ ان بھاگنے والوں میں پیش پیش تھا۔ اس کی امیہ بن خلف کے بیٹے صفوان کے ساتھ بڑی گہری دوستی تھی۔ عمیر کے لڑکے کو مسلمانوں نے جنگی قیدی بنا لیا تھا۔ اور صفوان کے باپ امیہ کو مسلمان شمشیر زنوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ دونوں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف عداوت و عناد کے شعلے بھڑک رہے تھے ایک دفعہ دونوں حجر میں جمع ہوئے اور دل کے پھپھولے پھوڑنے لگے عمیر نے کہا: اے صفوان! اگر مسلمانوں نے تیرے سردار باپ کو قتل کر کے تیرے دل کو زخمی کیا ہے تو انہوں نے میرے نوجوان بچے کو جنگی قیدی بنا کر مجھ پر بھی زیادتی کی انتہا کر دی ہے تم جانتے ہو میں بہت مقروض ہوں اور میرے پاس قرض ادا کرنے کے لئے بھی کوئی چیز نہیں نیز میں عیال دار ہوں اور ان کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے میں نے کوئی پس انداز نہیں کر رکھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں چپکے سے مدینہ چلا جاتا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیتا۔ اس طرح اس آتش انتقام کو ٹھنڈا کرنے کی کوئی صورت پیدا ہو جاتی۔ جو میرے اور تیرے بلکہ سارے اہل مکہ کے دلوں میں بھڑک رہی ہے۔ کیوں کہ میں ایسا مقروض ہوں کہ قرض خواہوں کا قرض ادا کرنے سے قاصر ہوں اور میرے پاس کوئی ایسا اندوختہ بھی نہیں کہ اگر اس منصوبہ کو عملی جامہ پہناتے ہوئے قتل کر دیا جاؤں تو میرے بال بچے اس سے اپنی ضروریات پوری کر سکیں۔

اگر میں وہاں جاؤں اور مارا جاؤں تو لوگ یہی کہیں گے کہ قرضہ سے بچنے کے لئے اس نے دانستہ اس خطرہ میں چھلانگ لگائی ہے اور بال بچے کو بھیک مانگنے کے لئے بے یار و مددگار چھوڑ گیا ہے۔

صفوان کے دل میں اپنے باپ، بھائی اور چچا کے قتل کے باعث ایک آگ سی لگی ہوئی تھی اس نے جب عمیر کی باتیں سنیں تو کہا اے عمیر! میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس مہم کو سر کرنے میں اگر تیرے ساتھ کوئی سانحہ پیش آیا تو تیرا سارا قرض میں ادا کر دوں گا اور جب تک میں زندہ ہوں تیرے اہل و عیال کے جملہ اخراجات کا میں کفیل ہوں گا۔ تم ان باتوں کی فکر مت کرو۔

اگر اس منصوبہ کو تم عملی جامہ پہنا سکو تو ساری قوم تمہاری شکر گزار ہوگی دونوں طرف سے مناسب یقین دہانیوں کے بعد ان کے درمیان یہ معاہدہ طے پا گیا۔ دونوں وہاں سے اٹھے

اور صفوان، عمیر کے لئے زادِ سفر تیار کرنے لگا۔ اس نے اسے تلوار دی جو از حد صیقل تھی اور اس کی دھار کو خوب تیز کر دیا گیا تھا اسے کئی بار زہر میں بجھایا گیا تھا چند روز بعد عمیر، صفوان کو الوداع کہنے کے لئے اس کے پاس آیا اور اس سے اس معاہدہ کی تجدید کرنے کے بعد بڑی توقعات دل میں لئے عازمِ مدینہ طیبہ ہوا۔

کئی دن کے سفر کے بعد عمیر مدینہ پہنچا۔ مسجد نبوی کے دروازہ کے پاس اپنا اونٹ بٹھایا اور اس سے اترا۔ اس نے اپنے اونٹ کے پاؤں باندھ دیئے۔ تلوار کو گلے میں لٹکایا۔ اور مسجد میں داخل ہونے کا ارادہ کیا جہاں سرکار دو عالم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ اچانک حضرت فاروق اعظم کی نگاہ اس پر پڑ گئی وہ مسجد سے باہر چند انصار کے ساتھ محو گفتگو تھے عمیر کو دیکھ کر حضرت عمر گھبرا گئے فرمایا قریش کا یہ شیطان کسی اچھی نیت سے یہاں نہیں آیا۔ حضرت عمر، رحمت عالم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! یہ عمیر بن وہب اپنے گلے میں تلوار آویزاں کئے ہوئے مسجد میں داخل ہوا ہے۔ یہ بڑا غدار اور دھوکا باز ہے اس کا خیال رکھئے۔

حبیب کبریاء علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ "ادخلہ علی" عمیر کو میرے پاس لے آؤ۔ حضرت عمر، عمیر کی طرف متوجہ ہوئے اور جس چمڑے کے پٹے کے ساتھ اس نے تلوار باندھ کر گلے میں لٹکائی ہوئی تھی اس کو گریبان سے پکڑا اور گھسیٹ کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں لے آئے۔ عمیر نے آکر کہا۔ "انعموا صباحا" تمہاری صبح خوشی و نعمت سے ہو۔

زمانہ جاہلیت میں یہ مشرکین کا سلام تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قد اکرمنا اللہ بتحیۃ خیر من تحیتک بالسلام تحیۃ اھل الجنۃ.

"اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے دعائیہ جملہ سے بہتر دعائیہ جملہ سکھایا ہے اور اہل جنت کا دعائیہ جملہ بھی یہی ہے۔ یعنی السلام علیکم"۔

اس ارشاد کے بعد حضور نے پوچھا عمیر کیسے آنا ہوا؟ کہنے لگا میں اپنے قیدی بیٹے کی خبر لینے آیا ہوں تا کہ اس کا فدیہ ادا کروں اور اسے آزاد کراؤں۔

میرا آپ سے خاندانی تعلق ہے۔ امید ہے فدیہ کے معاملہ میں آپ میرے ساتھ خصوصی مروت فرمائیں گے عمیر نے یہ خیال کیا کہ میں نے یہ بات کہہ کر حضور علیہ السلام کو مطمئن

کر لیا ہے۔ اب میری آمد کے بارے میں آپ کو اور کسی کو کوئی شک وشبہ نہیں رہا۔ لیکن حضور نے یہ فرما کر اسے ششدر کر دیا کہ تمہارے گلے میں یہ تلوار لٹک رہی ہے اس کی تمہیں کیا ضرورت تھی۔ اس سوال سے ایک مرتبہ پھر گھبرایا لیکن سنبھل گیا۔ اور اپنے ارادہ پر پردہ ڈالنے کے لئے اس نے کہا

قبّحھا اللہ من سیوف و ھل اغنت عنا اغنت شیئا

"ان تلواروں کا ستیاناس ہو ان تلواروں نے پہلے ہمیں کون سا فائدہ پہنچایا تھا"۔

میں اونٹ سے اترا۔ جلدی سے حضور کی خدمت میں آ گیا مجھے اس تلوار کا خیال ہی نہیں رہا۔ درحقیقت یہ فولادی تلواریں نہیں یہ تو کرم خوردہ لکڑی کی بنی ہوئی ہیں جنہوں نے ہمیں معرکہ کارزار میں دھوکا دیا تھا۔

رحمت عالم نے اسے فرمایا مجھے سچی بات بتاؤ تم کیوں آئے ہو۔ اس نے پھر وہی جھوٹ دہرایا کہ میں اپنے قیدی بیٹے کی خیریت دریافت کرنے کے لئے آیا ہوں لیکن حضور علیہ السلام نے یہ پوچھ کر اس کا راز فاش کر دیا کہ تم نے صفوان بن امیہ کے ساتھ حجر میں بیٹھ کر کیا شرطیں طے کیں؟ اب وہ گھبرایا لیکن پھر بھی اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پوچھا کہ میں نے صفوان کے ساتھ کیا شرطیں طے کی ہیں؟ اس پیکر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت سے فرما دیا۔

تم نے مجھے قتل کرنے کی اس شرط پر ذمہ داری قبول کی ہے کہ وہ تمہارے بچوں کے اخراجات کا بھی کفیل ہو گا اور تیرے قرض خواہوں کو تیرا قرض بھی ادا کر دے گا اے عمیر سن! میرے اور تیرے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہے تیری مجال نہیں کہ میرا بال بھی بیکا کر سکے"۔

حضور علیہ السلام کی اس ضربت قاہرہ سے اس کی عیاری، چالاکی اور دانشمندی کے سارے قلعے پیوند خاک ہو گئے بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ.

یا رسول اللہ! ہم آسمانی وحی کے بارے میں آپ کی تکذیب کیا کرتے تھے لیکن یہ راز جس سے آج آپ نے پردہ اٹھایا ہے یہ تو ایک سرِّ مکتوم تھا جس کی ہم دونوں کے بغیر کسی

کوخبر نہ تھی۔ اگر یہاں بیٹھ کر آپ سینکڑوں میل دور وقوع پذیر ہونے والے واقعہ کا مشاہدہ فرمارہے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو اس سرِ مکتوم پر آگاہ فرمادیتا ہے تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ آپ اللہ کے پیارے اور سچے رسول ہیں۔ میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں جو مجھے اس طرح آپ کے قدموں میں لے آیا میں اعلان کرتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آپ کی رسالت پر ایمان لے آیا ہوں۔

ایسے خطرناک دشمن کے مشرف باسلام ہونے سے مسلمانوں کی مسرت کی حد نہ رہی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو فرمایا کہ اپنے بھائی کو دین کے مسائل سمجھاؤ اسے قرآن کریم کی تعلیم دو اور اس کے قیدی بیٹے کو بغیر فدیہ لئے آزاد کردو۔ چنانچہ صحابہ نے اپنے آقا کے فرمان کی تعمیل کی عمیر نے عرض کی یارسول اللہ! پہلے میں اسلام کے چراغ کو بجھانے کے لئے کوشاں رہا اور جو آپ پر ایمان لے آتا میں اس کو اذیت پہنچاتا اب میری خواہش ہے کہ حضور مجھے مکہ جانے کی اجازت عطا فرمائیں تا کہ وہاں جا کر میں تبلیغ اسلام کا کام شروع کردوں شاید اللہ تعالیٰ میری اس کوشش سے، ان گم کردہ راہوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ ورنہ میں ان مشرکوں کو اس طرح اذیت پہنچاؤں جس طرح پہلے میں حضور کے صحابہ کو دکھ پہنچایا کرتا تھا۔ رحمت عالم نے اس پُر جوش نومسلم کو مکہ واپس جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

جب عمیر مکہ سے مدینہ روانہ ہوا تو صفوان لوگوں کو کہا کرتا تھا کہ عنقریب میں تمہیں مدینہ طیبہ سے خوش کن خبر دوں گا۔ اور جو شخص ادھر سے مکہ آتا اس سے پوچھتا کہ یثرب میں کوئی حیران کن واقعہ وقوع پذیر ہوا ہے آخر ایک روز ادھر سے آنے والے ایک مسافر نے اسے بتایا کہ عمیر مسلمان ہوگیا ہے یہ سن کر اس پر بجلی سی گری اس نے اعلان کردیا کہ اب وہ عمیر سے سارے دوستانہ مراسم کو ختم کردے گا اور کبھی اس کی امداد نہیں کرے گا عمیر واپس آئے تو یہاں تبلیغ اسلام کا کام بڑی سرگرمی سے شروع کردیا ان کی کوششوں سے مشرکین کی ایک کثیر تعداد مشرف باسلام ہوگئی۔ (سیرت ابن کثیر، جلد۲ص ۴۸۶ تا ۵۸۹ بحوالہ ضیاء النبی ج ۳ پیر محمد کرم شاہ)

علم نبوت اور علامات الساعۃ (قیامت کی نشانیاں)

اُف بے حیائیاں کہ یہ منہ اور تیرے حضور
ہاں تو کریم ہے تری خو در گذر کی ہے

حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر بیت اللہ کے دروازے کا کنڈا پکڑ کر ارشاد فرمایا: لوگو! کیا میں تمہیں قیامت کی نشانیاں، علامتیں اور شرطیں بتاؤں؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان، ضرور ارشاد فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگ نمازوں کو ضائع کرنے لگ جائیں گے۔ نفسانی خواہشات غالب ہوجائیں گی۔ مالداروں کی تعظیم ان کے مال کی وجہ سے کی جائے گی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے اللہ کے رسول (ﷺ)! یکون ھذا۔ کیا ایسا ہوگا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے ایسا ہو کر رہے گا۔ لوگ زکوٰۃ کو مثل تاوان (ٹیکس) دیں گے۔ جہاد سے آیا ہوا مال غنیمت اپنی دولت سمجھیں گے۔ جھوٹ بولنے والوں کو سچا سمجھا جائے گا۔ سچ بولنے والوں کو جھوٹا کہا جائے گا۔ خائن امین مشہور ہوں گے۔ امین خائن سمجھے جائیں گے۔ جن لوگوں کو بولنے کا سلیقہ نہ ہوگا وہ خطیب اور واعظ بن جائیں گے۔ حق کے دس حصوں میں سے نو کا انکار ہونے لگے گا۔ اسلام صرف نام کا رہ جائے گا۔ قرآن کے فقط حروف رہ جائیں گے (ان پر عمل نہ ہوگا)۔ قرآن کو سنہری جزدانوں سے سجایا جائے گا (حالانکہ وہ عمل کرنے کے لئے آیا ہے نہ کہ سجا کر طاقوں پر رکھنے کے لئے)۔ مردوں میں موٹاپا بڑھ جائے گا۔ لونڈیوں (عورتوں) سے صلاح مشورے ہونے لگیں گے۔ منبروں پر کم عمر نوخیز لوگ خطبے دیں گے۔ کام کی باتیں عورتوں کے ہاتھ میں ہوں گی۔ مسجدیں خوبصورت بنائی جائیں گی اور گرجوں کی طرح سجائی جائیں گی۔ ان کے مینار بلند کئے جائیں گے۔ نمازیوں کی صفیں کافی زیادہ ہوں گی۔ لیکن ان کے دل اور زبانیں الگ الگ ہوں گی (یعنی دلوں میں بجائے اخلاص کے ایک دوسرے کا حسد اور بغض بھرا ہوگا)۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا۔ یارسول اللہ ﷺ! کیا ایسا ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں! خدا کی قسم! ضرور ہوگا۔ (اور سنو) مومن (کامل) اس وقت لونڈیوں کی مانند سمجھا جائے گا۔ مومن اس وقت اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانیاں، برائیاں اور بے حیائیاں دیکھ دیکھ کر دل ہی دل میں کڑھے گا اور پیچ و تاب کھا کھا کر اندر ہی اندر گھلے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے۔ کیوں کہ وہ لوگوں کی اصلاح پر قادر نہ ہوگا۔ مرد، مردوں سے شہوت رانی کریں گے۔ عورتیں عورتوں سے مشغول ہوں گی۔ لڑکوں پر بالکل اسی

طرح نظر ڈالی جائے گی جس طرح کنواری نوجوان لڑکیوں پر۔ اس وقت فاسق لوگ امام (حکمران) بن بیٹھیں گے۔ ان حکمرانوں کے وزیر بدکردار و بدکار ہوں گے۔ (بظاہر) امین لوگ خیانت کریں گے۔ نمازیں (دنیا کے دھندوں میں پھنس کر) برباد کر دی جائیں گی۔ لوگ خواہشات کے پیچھے لگ جائیں گے۔ خبردار! تم نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا۔ ایسا وقت آئے گا کہ لوگ مشرق و مغرب سے تمہیں گمراہ کرنے کے لئے تمہارے پاس آئیں گے۔ ان کی شکلیں تو انسانوں کی ہوں گی لیکن ان کے دلوں میں شیطانیت بھری ہوگی۔ وہ نہ چھوٹوں پر رحم کریں گے اور نہ بڑوں کی عزت و توقیر کریں گے۔ حج تو اس وقت بھی ہوگا لیکن بادشاہوں کا حج سیر و تفریح کے لئے ہوگا۔ مالدار تجارتی مفاد کے پیش نظر حج کریں گے۔ مسکین سوال کرنے کی خاطر حج کو جائیں گے۔ عالموں کا حج ریاکاری اور دکھاوے کے لئے ہوگا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول! کیا اس طرح ہوگا؟ آپ نے فرمایا ہاں! ضرور ایسا ہوگا۔ اس وقت جھوٹ دنیا پر چھا جائے گا۔ دم دار ستارہ نظر آئے گا۔ عورتیں مردوں کے ساتھ تجارت (ملازمت) میں شریک ہوں گی۔ بازاروں کی بہتات ہوگی اور قریب قریب ہوں گے۔ ایسی آندھیاں چلیں گی جن میں زرد سانپ ہوں گے۔ وہ سانپ اس وقت کے سردار علماء کو چمٹ جائیں گے جنہوں نے برائیاں دیکھیں اور ان سے منع نہ کیا۔ (تفسیر درمنثور)



﴿۹۲﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا

میں علم کا شہر ہوں اور علی المرتضیٰ اس کا دروازہ ہے

(کنزالعمال۔ المعجم الکبیر للطبرانی۔ البدایۃ والنھایۃ لابن الکثیر)

ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں۔ انا مدينة الحكمة و علی بابها (لسان المیزان لابن حجر ۴:۳۲۲) ترمذی شریف میں اس طرح ہے انا دار الحكمة و علی بابها ج ۲ ص ۲۱۳ جب کہ دیگر صحابہ کرام میں سے حضرت ابوبکر صدیق کے بارے میں فرمایا انا مدينة العلم و ابو بكر اساسها ۔ میں علم کا شہر ہوں اور ابوبکر اس کی بنیاد ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین للزبیری الفوائد المجموعہ للشوکانی)

اسی طرح انا مدينة العلم و ابو بكر اساسها و عمر جدارها و عثمان سقفها و علی بابها ۔ کے الفاظ بھی بعض کتب میں موجود ہیں۔ انشاءاللہ! خلفائے راشدین کا تذکرہ تو کسی دوسری کتاب میں تفصیلاً کیا جائے گا یہاں پر اہل علم یعنی "علماحق" کی فضیلت و عظمت کے حوالے سے جو کچھ میں نے جمع کیا وہ قارئین کی نظر کیا جاتا ہے جیسا کہ اس سے پہلی حدیث پر بحث کے آغاز میں وعدہ کر چکا ہوں۔

ایک بات مذکورہ حدیث کے بارے ذہن نشیں رہے کہ شہر ہوتا ہی اس لیے ہے کہ اس سے لوگ اپنی ضروریات کا سامان حاصل کریں تو جب حضور علیہ السلام علم کے شہر ہوئے تو اس شہر علم سے علم کی روشنی حاصل کرنے والے "علماء" کو اللہ رسول کی بارگاہ سے کیا مراتب عطا ہوئے اور یہ بات بھی ذہن نشیں رہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کو شہر علم کا دروازہ قرار دیا اور شہر میں داخل ہونے کے لئے دروازے میں داخل ہونا ضروری ہے لہٰذا حضور علیہ السلام سے علم کی خیرات لینی ہو تو شیرِ خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجھہ کی قدم بوسی لازمی ہے۔ علی المرتضیٰ کا بے ادب بارگاہ

نبوت سے علم کی دولت نہیں پا سکتا۔

اہل علم آیات قرآنیہ کی روشنی میں

۱۔ **شهد الله انه لا اله الا هو والملئكة و اولوا العلم قائما بالقسط۔** (ال عمران:۱۸)

گواہی دی اللہ نے (اس بات کی) کہ بے شک کوئی معبود نہیں سوا اللہ کے اور (یہی گواہی دی) فرشتوں نے اور اہل علم نے، (وہ) قائم فرمانے والا ہے عدل وانصاف کو۔

دنیا کی سب سے بڑی اور اہم شہادت توحید کی شہادت ہے اللہ تعالیٰ اپنی وحدانیت کا خود سب سے بڑا گواہ ہے اس کے علاوہ اس کی معصوم مخلوق فرشتے اور علم والے اس سچائی کے سچے گواہ ہیں۔قرآن پاک کی اس آیت میں علم کی عظمت اور اہل علم کی شان کو بیان کر کے اہل ایمان کو علم حاصل کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے اور توحید کے گواہوں میں اپنی اور فرشتوں کی گواہی کے ساتھ علماء حق کی گواہی کو شامل کر کے ان کی عزت افزائی فرمائی جا رہی ہے۔اللہ تعالیٰ کے شہادت دینے کا معنی یہ ہے کہ اللہ نے اس کائنات میں اور خود انسان کی ذات میں الوہیت اور وحدانیت پر دلائل قائم کر دیے اور رسولوں کو اپنی الوہیت و وحدانیت کی خبر دی اور رسولوں نے علماء اور عوام کو خبر دی اس طرح اللہ نے،فرشتوں نے اور علماء نے اللہ کے واحد اور مستحق عبادت ہونے کی خبر دی۔

علم کی اسی عظمت کے پیش نظر ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو تادم واپسیں علم میں اضافہ کی دعا کرتے رہنے کی تلقین فرمائی **و قل رب زدنی علما۔** اور (اے محبوب!) تو کہہ اے میرے پالنے والے! میرے علم میں اضافہ فرما۔امام ابن کثیر فرماتے ہیں۔

قال ابن عيينة لم يزل رسول الله صلى الله عليه وسلم فى زيادة حتى توفه الله عزوجل وقيل هذااشارة الى العلم اللدنى۔ (روح المعانی)

یعنی اس دعا کی برکت سے حضور علیہ السلام کے علم میں آخر تک اضافہ ہوتا رہا اور

یہ بھی کہا گیا کہ علم لدنی کی طرف اشارہ ہے۔

گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زیادتی علم کا سوال کیا تو ان کو حضرت خضر علیہ السلام کے حوالے کر دیا اور ہمارے آقا کو بن مانگے زیادتی علم کی دعا سکھا دی اور اپنے سوا کسی کے پاس نہ بھیجا تاکہ دنیا جان لے کہ وہ ہستی جس نے **ادبنی ربی** کے کتب میں **رب زدنی علما** کا سبق پڑھا ہے وہ ذات **وعلمک مالم تکن تعلم** کی درس گاہ میں حقائق اشیاء کی جستجو کرنے والوں کے گوش ہوش میں **فعلمت علم الاولین والاخرین** کا نکتہ پہنچا سکتا ہے۔
(علامہ اسماعیل حقی بحوالہ رسالہ قشیریہ)

مولائے روم نے کیا خوب فرمایا

علمہائے انبیاء و اولیاء — دردلش رخشندہ چوں شمس الضحیٰ
عالمے کاموز گارش حق بود — علم او بس کاملے مطلق بود

تمام انبیاء و اولیاء کے علوم آپ کے قلب مبارک میں چاشت کے سورج کی طرح چمک رہے ہیں،وہ عالم جس کا استاد خود حق تعالیٰ ہو (**الرحمن علم القران**) اس کے علم کے کمال کا کوئی کیسے اندازہ کر سکتا ہے؟

۲۔ **انما یخشی الله من عباده العلماء۔** (فاطر:۲۸)

اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء ہی (پوری طرح) اس سے ڈرتے ہیں۔

کس عمدگی کے ساتھ حصر کے طریقے پر اہل علم کی عظمت کو خشیت الٰہی کے حوالے سے نمایاں کیا جا رہا ہے کہ اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں جس دقت نگاہ سے علماء نظر کر سکتے ہیں کوئی دوسرا کیا کرے گا اور اس کے نتیجے میں انہیں اللہ کی عظمت و کبریائی کا ایسا علم نصیب ہو گا جو انہیں حق الیقین کی منزل تک پہنچا دے گا۔اس منزل پر پہنچ کر رب ذوالجلال کی معرفت نصیب ہوتی ہے پھر جس خشیت سے ان کے دل معمور ہوتے ہیں اہل دل ہی اس حقیقت سے پردہ اُٹھا سکتے ہیں۔

❁ — حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **لیس العلم عن کثرة الحدیث لکن العلم عن کثرة الخشية۔** زیادہ باتیں بنانا علم نہیں،اللہ سے ڈرنا اصل علم

ہے۔

❁ امام مالک فرماتے ہیں **ان العلم لیس بکثرۃ الروایۃ و انما العلم نور یجعلہ اللہ فی القلب۔** کثرت کے ساتھ روایت کرنے کا نام علم نہیں، علم تو ایک نور ہے جسے اللہ تعالیٰ دل میں ڈالتا ہے۔

❁ مجاہد فرماتے ہیں **انما العالم من خشی اللہ عزوجل۔** عالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔

❁ ربیع بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ **من لم یخش اللہ تعالیٰ لیس بعالم۔** جس کے دل میں اللہ کا خوف نہیں وہ عالم نہیں۔

❁ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **کفی بخشیۃ اللہ تعالیٰ علما و بالاغترار جھلا** اللہ کے ڈر سے بڑھ کر علم کوئی نہیں اور اللہ کے بارے غرور کرنے سے بڑھ کر جہالت کوئی نہیں۔

❁ حضرت سعد بن ابراہیم رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اس شہر میں سب سے بڑا فقیہ کون ہے فرمایا **اتقاھم لربہ عزوجل۔** جو اپنے رب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔

❁ باب مدینۃ العلم علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔

ان الفقیہ حق الفقیہ من لم یقنط الناس من رحمۃ اللہ و لم یرخص لھم فی معاصی اللہ تعالیٰ و لم یؤمنھم عذاب اللہ و لم یدع القران رغبۃ عنہ الی غیرہ۔

صحیح معنوں میں فقیہ اور عالم وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرے اور خدا کی نافرمانی پر انہیں جرأت نہ دے، خدا کے عذاب سے انہیں بے خوف نہ کرے اور قرآن کے بغیر اسے کوئی چیز اپنی طرف راغب نہ کر سکے۔ (قرطبی)

ظاہر ہے اللہ کی شناخت ہو گی تو خشیت الٰہی پیدا ہو گی اور جب خدا کی پہچان کا ذریعہ (علم) ہی نہ ہو گا تو یہ نعمت کیسے نصیب ہو گی اس لیے شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

کہ بے علم نتواں خدا را شناخت۔ بے علم اللہ کو پہچان ہی نہیں سکتا۔

۳۔ **قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولوا الالباب۔** (الزمر:۹)

آپ پوچھیے کہ کیا بھلا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں۔ نصیحت تو صرف عقل مند ہی قبول کرتے ہیں۔

وہ لوگ جن کو علم سے چڑ اور خدا واسطے کا بیر ہے بالخصوص انگریز کی غلامی میں صرف علماء اور ائمہ مساجد سے نفرت و دشمنی، وہ اس آیت میں غور کریں۔ ایک شخص اگر ہر قسم کے گناہوں میں مبتلا ہو تو انہیں برداشت ہے نہ طعن کریں کے نہ تشنیع۔ لیکن اگر دوسرا شخص داڑھی رکھ لے علم دین پڑھنا شروع کر دے اس کا بچپن جوانی کتنا ہی پرہیزگاری میں گذرا ہو تو پھر بھی یہ دوسرا شخص ہی ہمارے قہر وغضب کا نشانہ بنے گا اور اسی کا مذاق اُڑایا جائے گا اگر اس کو اللہ تعالیٰ منبر ومحراب کا وارث بنا دے تو دن رات اللہ کی نافرمانیوں میں گزارنے والا ہمارا دوست بھی ہے اور پیارا بھی ہے اور یہ فرشتہ سیرت صرف علم دین کا حامل ہونے کی وجہ سے پتہ نہیں کیا کیا ہے۔ کیا یہ علم دشمنی نہیں؟

امیر کی عزت دولت کی وجہ سے ہے، تاجر کی تجارت کی وجہ سے، حاکم کی حکومت کی وجہ سے عزت کی جاتی ہے، تو کیا علماء کی عزت علم نبوت کا وارث ہونے کی وجہ سے نہ کی جائے گی۔ کسی کا باپ بے نمازی، شرابی، بدکار ہو تو پھر بھی اس کی عزت کرتا ہے صرف باپ ہونے کی نسبت سے۔ افسر راشی بھی ہو ظالم بھی ہو تو بھی اس کے عہدے منصب کی وجہ سے عزت کی جاتی ہے۔ کسی نہ کسی وجہ سے بہر حال عزت کا پہلو نکل آتا ہے تو کیا دین مصطفیٰ کا مبلغ ہونا منبر ومحراب اور علم نبوت کا وارث ہونا وجہ نہیں بنا سکتا کہ اس کی عزت کی جائے۔ یاد رکھو دنیا دار جتنا بھی دین دار ہو جائے لیکن دین کی پہچان علماء ہی سے ہو گی کیوں کہ اشاعت دین کا یہی ذریعہ ہیں ایک سازش کے تحت لوگوں کو دین سے دور رکھنے کے لئے علماء کے خلاف طرح طرح کا زہر ذہنوں میں پھیلایا جا رہا ہے کہ لوگ ان سے دور رہیں گے تو دین سے دور ہو جائیں گے۔

ہزاروں عیب لوگوں میں ہوں تو پرواہ نہیں لیکن انہی میں سے ایک عیب کسی عالم میں ہو تو اندھے کی لاٹھی کی طرح سب کو عیب دار گرداننا شروع کر دیتے ہیں شاید اس لیے کہ جو کپڑا سیاہ ہو گا اس پہ سینکڑوں داغ بھی ہوں تو فرق نہیں پڑے گا اور عالم پاک وسفید کپڑے کی طرح ہیں کہ

معمولی نشان سے بھی داغدار ہو جاتا ہے۔

۴۔ **یرفع الله الذین امنوا منکم و الذین اوتوا العلم درجت.**

اللہ تعالیٰ اہل ایمان اور اہل علم کے درجات کو بلند فرماتا ہے۔ (المجادلہ:۱۱)

ثابت ہوا کہ اللہ کے نزدیک بلندی درجات اور رفعت مراتب کا معیار ایمان وعلم ہے ایک ایمان دار اور صاحب علم جتنا بھی نادار اور مفلس کیوں نہ ہو اللہ کے ہاں بے علم اور بے ایمان رئیس سے کہیں زیادہ عزت رکھتا ہے۔

قطرۂ آبِ وضوءِ قنبرے — خوب تر از خون ناب قیصرے

(اقبال)

یعنی علی المرتضیٰ کے غلام "قنبر" کے وضو کے پانی کا ایک قطرہ قیصر کے خون سے زیادہ عزت والا ہے۔ اسی طرح صاحب علم، جاہل سے افضل واعلیٰ ہے خواہ وہ جاہل بڑا جاگیر دار اور دولت مند ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ علماء صحابہ کو، اگر چہ عمر میں چھوٹے ہوتے بڑے بزرگوں پر ترجیح دیتے ان کو اپنے قریب بٹھاتے اور ان کی عزت افزائی فرماتے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا **من جاءه الموت وهو یطلب العلم لیحیی به الاسلام فبینه و بین النبین درجة** ۔ جو شخص علم حاصل کرتا رہا تا کہ اس کے ذریعے اسلام کو زندہ کرے اگر اس حالت میں موت آجائے تو اس کے اور نبیوں کے درمیان صرف ایک درجے کا فرق ہوگا۔

آپ نے فرمایا **یشفع یوم القیمة ثلثة الانبیاء ثم العلماء ثم الشهداء** قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے انبیاء، شہدا اور علماء۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو علم، حکومت اور مال میں سے کسی ایک کو پسند کرنے کا اختیار دیا آپ نے علم کو پسند کیا اللہ نے علم کی برکت سے آپ کو حکومت بھی دے دی اور مال بھی دے دیا۔

۵۔ **و تلک الامثال نضربها للناس و ما یعقلها الا العالمون.**

اور یہ وہ مثالیں ہیں جن کو ہم لوگوں کے لئے بیان فرماتے ہیں، ان کو صرف اہل علم ہی سمجھتے ہیں۔ (عنکبوت:۴۳)

بات ساری سمجھنے کی ہے اور سمجھنے والے علماء ہی ہیں ظاہری طور پر اگر ان کی اہمیت کچھ بھی نہ ہو لیکن جب ان کا مولیٰ ان کی ڈھارس بندھا رہا ہے تو کسی کی کیا پرواہ۔ دیکھو اگر کتے کو مالک کی سمجھ آجائے اگر چہ معمولی ہو تو فقہ کا مسئلہ ہے کہ مالک کی بات مان کر شکار کرے تو وہ شکار حلال ہے اور وہ کتا جو مالک کی بات نہ سمجھے اگر چہ جتنا مہنگا ہو اس کا مارا ہوا حرام۔ تو جو انسان اپنے مالک کی پہچان حاصل کرلے اللہ اس کو تمام انسانوں پر فضیلت دے دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل میں فرمایا کہ میرے حبیب کی امت کے علماء وہ ہوں گے **یرضون من الله بالیسر من الرزق و یرضی الله منهم بالیسر من العمل** ۔ میں ان کو دوسرے لوگوں کی بہ نسبت تھوڑا رزق دوں گا وہ مجھ سے راضی رہیں گے اور اگر وہ دوسرے لوگوں سے تھوڑی عبادت بھی کریں گے تو میں ان پر راضی رہوں گا۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔

رضینا قسمة الجبار فینا — لنا علم و للجهال مال

فان المال یفنی عن قریب — وان العلم باق لا یزال

ہم اللہ کی تقسیم پہ خوش ہیں کہ ہمیں اس نے علم دیا اور جاہلوں کو مال دیا پس بے شک مال عنقریب ختم ہو جانے والا ہے اور علم باقی رہنے والا ہے اس کو زوال نہیں، مال فرعون کی وراثت ہے علم نبیوں کی وراثت، مال خرچ کرو کم ہو جائے گا علم جتنا سکھاؤ گے بڑھتا جائے گا۔ فضائل و کمالات کا معیار مال نہیں بلکہ علم ہے مال تو خدا نے اپنے دشمنوں کو بھی دیا مگر علم نافع صرف اپنے پیاروں کو دیتا ہے۔

حضرت عطا بن ابی رباح کا رنگ کالا سیاہ تھا شکل نہایت قبیح۔ امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے ان سے ایک حدیث سُنی۔ جب بھی بات ہوتی فرماتے **ما رایت افضل من عطاء بن ابی رباح** میں نے عطاء بن ابی رباح سے افضل کوئی نہیں دیکھا۔ امام اعظم وہ تھے کہ پانچ کروڑ مالیت کا جہاز ڈوب جانے کی خبر سُن کر بھی صرف الحمد للہ کہہ دیتے یعنی پرواہ نہیں کرتے کہ اتنے نقصان کی خبر سُن کر بھی دل اللہ کی محبت سے غافل نہیں ہوا مگر قدر کرتے ہیں تو اس کی جس

سے ایک حدیث سُنی ۔

اپنا زمانہ آپ بناتے ہیں اہل دل
ہم وہ نہیں کہ جن کو زمانہ بنا گیا!

علماءِ حق احادیث نبویہ کی روشنی میں

کتب احادیث میں اہل علم کی عظمت وشان پر پورے کے پورے ابواب موجود ہیں آپ مشکوٰۃ شریف کتاب العلم ہی دیکھ لیں تو ایک لامتناہی سلسلہ احادیث کا موجود ہے مگر یہاں صرف چند احادیث کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

نمبر۱- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سُنا کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی (فقہ) سمجھ عطا کر دیتا ہے من یرد اللہ بہ خیر ایفقھہ فی الدین۔ (بخاری شریف ج۱ص۱۶)

نمبر۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جوشخص علم کی تلاش میں کسی راستہ پر جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جو قوم کتاب اللہ کی تلاوت کرے اور ایک دوسرے کے ساتھ درس کا تکرار کرے تو ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے، انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے پاس فرشتوں میں فرماتا ہے۔ اور جس شخص کو اس کا عمل پیچھے چھوڑ دے اس کا نسب اس کو آگے نہیں کرسکتا۔ (صحیح مسلم ج۲ص۳۴۵)

وہ صاحبزادگان (جن کے بزرگوں کو خدمت دین اور اشاعت علم دین کی وجہ سے اللہ نے عزت دی) جو اپنے آباء کے راستے سے ہٹ چکے ہیں اور پدرم سلطان بود کا نغمہ آلاپ رہے ہیں ان کے لئے اس حدیث میں سبق ہے جس کو علامہ اقبال نے آسان کر کے سمجھایا۔

تھے تو آباء وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

جس دین نے تمہارے بزرگوں کو عزت دی اور اس کی نسبت سے آج لوگ تمہارے

ہاتھ پاؤں چوم رہے ہیں اور نذرانے دے رہے ہیں اس دین کی دھجیاں تم تو نہ اُڑاؤ مالی کا کام باغ کی حفاظت ہوتا ہے اگر وہ خود ہی باغ کی تباہی کا سبب بن جائے تو نگہبانی کون کرے گا۔ دنیا کا مال اکٹھا کرنے کی بجائے اس دولت کو سنبھالو جس کی وجہ سے تمہیں مال بھی ملا ہے اور عزت بھی ملی ہے۔

نمبر۳- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا ایک عالم (فقیہ) ہزار عبادت گذاروں سے زیادہ شیطان پر بھاری ہے۔ (جامع ترمذی ص۳۸۴)

نمبر۴- حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے قرآن مجید پڑھا اور اس کو حفظ کرلیا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا اور اس کے گھر کے اُن دس افراد کی شفاعت کرنے کا اس کو اذن دے گا جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔ (سنن ابن ماجہ ص۱۹)

نمبر۵- حضرت ابوامامہ باہلی بیان فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا ایک عابد تھا دوسرا عالم، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جس طرح میری فضیلت تم میں سے کسی ادنیٰ شخص پر، پھر آپ نے فرمایا کہ تمام فرشتے اور تمام آسمانوں اور زمینوں والے حتیٰ کہ چیونٹی بھی اپنے سوراخ میں لوگوں کو نیکی کی تعلیم دینے والے (عالم) کیلئے دعا کرتی ہے۔ (ترمذی ص۳۷۷)

ایک روایت میں ہے: جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستے پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستے پر چلاتا ہے اور بے شک طالب علم کی رضا جوئی کے لئے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں اور آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزیں حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی عالم کی مغفرت کے لئے دعا کرتی ہیں اور عالم کی عابد پر ایسی فضیلت ہے جیسے چاند کی ستاروں پر اور بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کرام کسی کو دینار اور درہم کا وارث نہیں بناتے وہ صرف علم کا وارث بناتے ہیں سو جس شخص نے علم کو حاصل کرلیا اس نے عظیم حصے کو حاصل کرلیا۔ (ترمذی ص۳۸۴)

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ فرماتے ہیں کہ امام ابوجعفر نے فرمایا عالم کی موت شیطان پر ستر عابدوں کی موت سے زیادہ محبوب ہے۔ (شعب الایمان ج۲ص۲۶۷)

مقام غور وفکر

قرآن پاک میں مجاہدین کا ذکر فرمایا گیا **فضل الله المجاهدين على القعدين اجرا عظيما**۔ (النساء) اللہ نے جہاد کرنے والوں کو نہ کرنے والوں پر بہت زیادہ فضیلت عطا فرمائی ہے اور اہل ایمان واہل علم کے بارے فرمایا **يرفع الله الذين امنوا منكم والذين اوتوا العلم درجت**۔ کہ ان کو کئی درجے فضیلت دی۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مجاہد کافر کا خاتمہ کرتا ہے اور عالم کفر کا خاتمہ کر دیتا ہے اور کافر کو ختم کرنے کی بجائے اس کا کفر ختم کر کے اسلام کی شمع اس کے دل میں روشن کر دینا زیادہ فضیلت کا کام ہے جیسا کہ حضرت سہل بن سعد بیان فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اگر اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے کسی ایک آدمی کو ہدایت دے دے تو تمہارے لیے سُرخ اونٹوں (ساری دنیا) سے بہتر ہے۔

(سنن ابی داؤد ج۲ ص۱۵۹)

اور اس لیے بھی کہ مجاہد اپنے زمانے کے کافر کو ختم کرتا ہے اور عالم اپنی تحریر کے ذریعے ہر دور کے کفر کے خاتمے کا سبب بنتا ہے۔ وہ اگرچہ خدا کی گواہی کے لئے تلوار بھی چلاتا ہے سر بھی کٹاتا ہے مگر جب توحید کی گواہی کی بات آئی تو اس میں مجاہدین کا ذکر نہیں اہل علم کو اپنی گواہی کے ساتھ ذکر کیا **شهد الله انه لا اله الا هو والملائكة و اولوا العلم**۔ (آل عمران)۔

انبیاء کرام کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے علم کی وجہ سے فضیلت کا ذکر فرمایا ہے حالانکہ جہاد وعبادت ہر نبی کرتا۔ **و اخترنهم على علم على العالمين** اور ہم نے علم کی وجہ سے ان کو تمام جہانوں پر پسند فرمالیا۔ کوئی زمانہ **اولوا العلم** سے خالی نہیں رہا۔ قارون کے دور میں جب اس کی شان وشوکت کو دیکھ کر دنیادار ہلکان ہو کر کہہ رہے تھے **انه لذو حظ عظيم** یہ تو بڑا نصیب والا ہے تو قرآن فرماتا ہے **وقال الذين اوتوا العلم ويلكم ثواب الله خير لمن امن و عمل صالحا** اہل علم نے کہا تمہارا بُرا ہو! نصیب والا تو وہ ہے جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کمایا جیسے اولوا العلم ہر دور میں رہے اسی طرح علم سے محروم طبقہ بھی ہر دور میں اہل علم کا مذاق اُڑاتا رہا جو دراصل ننگ قوم اور ننگ وطن کا کردار ادا کرتے ہیں ان کو اگر کچھ علم حاصل ہو بھی جائے تو ان کے لئے بربادی کا باعث بنتا ہے یہ کون لوگ تھے؟ وہی جو حضور علیہ السلام کے دور میں صحابہ کرام (اہل علم) کو بے وقوف کہتے اور ان کا مذاق اُڑاتے۔

و اذا قيل لهم امنوا كما امن الناس قالوا انؤمن كما امن السفهاء۔ کہ جب ان کو کہا جاتا ہے ایمان لاؤ جیسے لوگ (صحابہ کرام۔ علم والے) ایمان لائے تو وہ کہتے ہیں ”کیا ہم ان بے وقوفوں کی طرح ایمان لائیں“ اللہ نے ان کی بے وقوفی کو طشت از بام کرتے ہوئے ارشاد فرمایا **الا انهم هم السفهاء ولكن لا يعلمون** حقیقت میں تو بے وقوف یہی لوگ ہیں لیکن یہ جانتے نہیں ہیں (البقرہ)۔

و منهم من يستمع اليك و جعلنا على قلوبهم اكنة ان يفقهوه و في اذانهم وقرا۔ (الانعام)

اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو تیری بارگاہ میں کان لگا کر سُنتا ہے (مگر پلّے کچھ نہیں پڑتا کیوں کہ) ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کر دیے ہیں کہ اسے نہ سمجھیں اور کانوں میں بوجھ رکھ دیا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا کہ جب آپ کی بارگاہ سے سُن سُنا کر نکلتے ہیں

قالوا للذين اوتوا العلم ماذا قال انفا. اولئك الذين طبع الله على قلوبهم واتبعوا اهواء هم۔ (محمد)

تو علم والوں سے کہتے ہیں ابھی (حضور نے) کیا فرمایا ہے (یہ کیوں ہے اس لیے کہ) اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور وہ اپنی خواہشوں کے تابع ہوئے۔

اور اس دور میں یہ لوگ جو روپ دھار کر آتے ہیں اور ”فقیہ شہر قاروں ہے لغتہائے حجازی“ کا کردار ادا کر رہے ہیں ان کی پہچان یہ ہے۔

بن عشق محمد کے جو پڑھتے ہیں بخاری
آتا ہے بخار ان کو نہیں آتی بخاری

جو رسول سے سُن کر بغلیں جھانکتے رہے اور ہاتھ ملتے رہے وہ کتابوں سے کیا حاصل کریں گے اور اگر مغز ماری کر کے کچھ حاصل کر بھی لیں تو حاصل کرنا اور ہے اور **و علمنه من لدنا علما** عطا کیا جانا اور ہے۔

اپنا جانا اور ہے اُن کا بلانا اور ہے

اور اولوالعلم اور ان کے دشمن کب تک رہیں گے یہ بھی قرآن سے سُن لیں

ثم یوم القیمۃ یخزیھم و یقول این شرکاء ی الذین کنتم تشاقون فیھم قال الذین اوتوا العلم ان الخزی الیوم والسوء علی الکفرین۔ (النحل)

پھر قیامت کے دن اللہ انہیں (علم دشمنوں کو) رسوا کرے گا اور فرمائے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جن میں تم جھگڑتے تھے علم والے (اولوالعلم) کہیں گے آج ساری رسوائی اور برائی کافروں پر ہے۔

علماء حق کی قربانیاں

قرآن پاک سے پوچھا اوتوا العلم کی مزید پہچان کیا ہے تو فرمایا بل ھو ایت بینت فی صدور الذین اوتوا العلم۔ جنہوں نے قرآن کی آیات کے ساتھ اپنے سینوں کو سجا رکھا ہے۔

جو اسی کلام اللہ کی طاقت سے کبھی فرعون کے مقابلہ میں موسیٰ بن کر آیا کبھی نمرود کے سامنے خلیل بن کر آیا۔ یزید کے سامنے حسین بن کر نکلا اور آج بھی ہزاروں فرعونوں کے مقابلہ میں نظام مصطفیٰ کا جھنڈا تھام کر امام حسین کی سنت کو زندہ کرتے ہوئے وقت کے یزیدوں سے ٹکرا رہے ہیں۔ ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

کہا جاتا ہے مولوی صرف حلوہ کھانے والے ہوتے ہیں۔ یہ کہنے والوں نے مولوی کو پڑھا ہی نہیں تاریخ انڈیا پڑھ کر دیکھو ستاون ہزار علماء ہی تو تھے جن کو خنزیر کے چمڑوں میں بند کر کے جلا دیا گیا۔ ان کی کھوپڑیوں میں انگریز شراب پیتا رہا۔ علامہ فضل حق خیر آبادی نے جان دے دی مگر انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ واپس نہ لیا۔ احمد بن حنبل کو خلق قرآن کے مسئلہ پر معتصم باللہ روزانہ دس کوڑے مارتا۔ ابوحنیفہ کا جنازہ جیل سے نکل رہا ہے۔

قرآن کا فارسی میں ترجمہ کرنے والے عالم کے ہاتھ کاٹے جا رہے ہیں۔ یہ کون تھے؟ علماء ہی تو تھے۔

علماء کی ضرورت

علماء کے بغیر عوام ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے بھیڑیں بغیر چرواہے کے۔ پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک جن سے تمہیں واسطہ پڑتا ہے اور واسطہ بھی ایسا کہ مولوی نہ آئے تو ساری بارات بیٹھی رہے ان کو پانی تک نہ پلایا جائے، مولوی نہ آئے تو جنازہ کوئی نہ پڑھا سکے، بچہ پیدا ہو تو اذان تک نہ پڑھ سکو۔ ایک آدمی کہنے لگا بچہ پیدا ہوا تھا مولوی صاحب نہ مل سکے میں نے ٹی وی پر اذان ہو رہی تھی اس کا کان ساتھ لگا دیا کیا یہ جائز ہے یا ناجائز؟ میں نے کہا جائز ناجائز تو بعد کی بات ہے پہلے یہ بتا تو جو ساری عمر اذان نہ یاد کر سکا یہ تو نے جائز کیا یا ناجائز؟

اب اس طرح کے لوگ علماء کے خلاف زبان کھولیں تو یہ قیامت کی نشانی نہیں تو اور کیا ہے۔

میں کہوں گا پوری کوشش کرلو علماء کو بدنام کرنے کی ان شاء اللہ! حضور کے نام لیواؤں کا مخالف جب کتے کی موت مرے گا تو جان لے گا کہ میں ہی غلط تھا۔

اگر تم علماء کو دشمن سمجھتے ہو تو اپنے جنازے، نکاح، ایکٹروں، اداکاروں اور مسخروں سے پڑھایا کرو مگر ایسے موقعوں پر پھر علماء ہی یاد آتے ہیں۔ بے شک جس عالم کو شراب پیتا، زنا کرتا، ڈاکہ مارتا دیکھو گولی مار دو لیکن جو علماء اسمبلی کی دیوار اور مسجد کی دیوار ایک کرنا چاہتے ہیں۔ جو چاہتے ہیں اذان ہو تو ممبران اسمبلی سیٹیں چھوڑ کر وضو کرنا شروع کر دیں ان کا ساتھ تو دو۔ بے شک کسی عالم کو شراب خانے کے دروازے پر دیکھو ذبح کر دو، کوئی شاہی محلے کی سیڑھیاں چڑھتا نظر آجائے گولی مار دو لیکن اہل حق علماء کی تو قدر کرو جب طالب علم کے قدموں کے نیچے فرشتے پر بچھاتے ہیں تو ان طلباء کو علماء بنانے والے اساتذہ کا مقام کون بیان کر سکتا ہے۔

اس دور میں قرآن و حدیث کی بات کرنے والا اور دنیاداروں کی خوشامد نہ کرنے والا بُرا لگتا ہے گویا حق بات کرنا تلوار کی دھار، نیزے کی نوک اور انگاروں پر چلنے کے مترادف ہے لیکن یہ وقت ہر امت پہ آیا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں کو آروں سے چیر دیا گیا، لوہے کی کنگھیوں سے ان کے جسم کا گوشت نوچ لیا گیا لیکن وہ دین سے نہ ہٹے۔ یہ امت تو سب سے افضل امت ہے اور اس امت کے علماء کو بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح کہا گیا ہے یہ فضیلت گھر بیٹھے رہنے سے تو نہیں ملتی بلکہ "نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری" سے ملتی ہے۔

علماءِ حق کا مذاق اڑانے والوں کیلئے لمحہ فکریہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولقد استھزئ برسل من قبلک ۔ آپ سے پہلے رسول کا مذاق اڑایا جاتا رہا تو جب علماء انبیاء کے وارث ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے تو ان کا مذاق اڑانے والے ان کافروں کے وارث کیوں نہیں ہیں جو رسولوں کا مذاق اڑاتے تھے لہٰذا راہ حق میں ستایا جانا یہ بھی علماء کو انبیاء کی طرف سے وراثت میں ملا ہے۔اور پھر خالی قرآن کا مذاق اڑانا کفر ہے تو جس کے سینے میں قرآن ہو وہ تو ساتھ مسلمان بھی ہے۔ اس کا مذاق اُڑانے والا شیطان نہیں ہوگا تو کون ہوگا؟ جب اہل علم خدا کی توحید کے گواہ ہیں تو گواہ کو کمزور کرنے والے دعویٰ توحید سے ہاتھ دھو کر شیطان کے نمائندے نہیں بنیں گے تو کیا بنیں گے؟ قرآن مجید میں کسی کا بھی مذاق اڑانے سے منع کیا گیا لا یسخر قوم من قوم ہوسکتا ہے جس کا مذاق اُڑایا جارہا ہے وہ مذاق اُڑانے والے سے اچھا ہو۔یہ تو امکان کی بات تھی تبھی عسیٰ کا لفظ ارشاد فرمایا اور جہاں یقینی طور پر والذین اوتوا العلم درجت فرمادیا ان کی توہین کرنے والا کس قدر شیطان کو راضی کرتا ہوگا۔

اب ہمارے دور میں تو باقاعدہ علماء کی توہین کرنے والوں کی عزت افزائی حکومت کی طرف سے ہوتی ہے جو وزیر علماء کے خلاف زیادہ زبان درازی کرے اس کو وزیر اعظم اور صدر کی طرف سے زیادہ بھاری انعام ملتا ہے مگر یاد رکھو! سینکڑوں مضبوط کرسیاں ٹوٹ گئیں لیکن منبر و مصلے کو علماء سے کوئی نہ چھین سکا۔دو سال وزیر پھر سابق وزیر مگر علماء وفات کے بعد بھی سابق نہیں ہوتے انما یتذکر اولوا الالباب۔

محمد بن قاسم ۷۱۱ء یا ۷۱۲ء میں آئے تب سے لے کر ۱۸۵۷ء تک جتنے حکمران آئے کچھ نہ کچھ خوف خدا ان کے دلوں میں موجود تھا اور لطف کی بات یہ ہے کوئی چشتی کوئی قادری۔ مغلوں کا آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر سلسلہ چشتیہ اور قادریہ میں مجاز تھا۔کوئی میاں میر کا عقیدت مند، تو کوئی مجدد پاک کا ارادت مند، کوئی حافظ، کوئی عالم، کوئی صوفی، کوئی درویش، کسی نے فتاویٰ تاتارخانی جمع کرایا، تو کسی کی کوششوں سے فتاویٰ عالمگیری وجود میں آیا، کوئی اپنے ہاتھوں سے قرآن لکھ کر، کوئی ٹوپیاں بنا کر گذارا کرتا لیکن مسجدیں ایسی بنا گیا کہ آج ترقی کے دور میں بھی اس طرح کی نہیں بن سکتیں۔

پھر انگریز کی حکومت آئی ایف اے، بی اے کا وقار ہوگیا مگر عالم دین دفتر میں چپڑاسی بھی نہیں لگ سکتا، سکول میں عربی پڑھانے والے کے لئے لازم ہے کہ میٹرک پاس ہو حالانکہ اس کو میٹرک کی کیا ضرورت ہے مگر انگریزی پڑھانے والے کو پہلا کلمہ بھی نہ آئے تو کوئی ضروری نہیں۔

لیکن قربان ان کی عظمت پر انہوں نے ساری عزتیں ٹھکرا کر مسجد کی ٹوٹی پھوٹی چٹائیوں پہ بیٹھ کر روکھی سوکھی کھا کر بھی دین مصطفیٰ کے جھنڈے کو بلند رکھا کیوں کہ دراصل اس تعلیم کا مقصد کلرکی یا افسری نہیں بلکہ رضائے خدا اور خوشنودئ مصطفیٰ ہے، اشاعت دین اور لوگوں کی اصلاح ہے۔

ایک بادشاہ اور ایک عالم ربانی

اخبار الاخیار میں ہے کہ ایک بادشاہ نے ایک عالم دین کو کہا میرے دربار میں آ کر میرے بیٹے کو پڑھا جایا کریں انہوں نے بڑی بے نیازی سے فرمایا دوسروں کے بچے میرے پاس پڑھنے آتے ہیں میں تیرے بچے کے لئے تیرے دربار میں کیوں چل کے جاؤں اگر پڑھانا چاہتے ہو تو یہیں مسجد میں بھیج دیا کرو چنانچہ بچہ مسجد جانے لگا چند دن گذرے بادشاہ دیکھنے گیا کہ کیسے پڑھ رہا ہے دیکھا تو بیٹا استاد کو وضو کرا رہا تھا لوٹا پکڑ کر پاؤں پہ پانی ڈال رہا تھا بادشاہ نے اپنے بچے کا کان مروڑ کے کہا! ایک ہاتھ میں تو لوٹا ہے دوسرا خالی کیوں ہے اس سے استاد کے پاؤں صاف کر۔

ے وہ تھے کس منزل میں اور تو کون سی منزل میں ہے
شرم سے گڑ جا اگر احساس تیرے دل میں ہے

امام مالک اور ہارون الرشید

علامہ اقبال نے بھی اپنی فارسی کتاب اسرار و رموز میں ہارون الرشید اور امام مالک، کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ ہارون الرشید نے مدینہ حاضر ہو کر امام مالک سے عرض کیا کہ آپ میرے ساتھ چلیں اور دار الخلافہ (بغداد) جا کر مجھے حدیث کی تعلیم دیں ۔

گفت مالک مصطفیٰ را چا کرم
نیست جُز سودائے او اندر سرم
بہر تعلیم تو آیم بر درت
خادمِ ملت نہ گر در چاکرت
بہرۂ خواہی اگر از علم دیں
درمیانِ حلقۂ درسم نشیں

امام مالک نے فرمایا میں اپنے حضور کا نوکر ہوں اور ان کے عشق کے سوا میرے سر میں کسی کا عشق نہیں ہے۔ کیا تیرے دربار میں تجھے پڑھانے جاؤں اور تیری نوکری کروں اگر تجھے علم پڑھنے کا شوق ہے تو میرے حلقہ درس میں آ کر بیٹھ میں درِ مصطفیٰ کسی قیمت پہ نہیں چھوڑ سکتا۔

بے نیازی ناز ہا دارد بسے
ناز او انداز ہا دارد بسے
تختِ سکندری پر وہ تھوکتے نہیں ہیں
بستر لگا ہوا ہے جن کا تری گلی میں

یہ لوگ علم کے قدردان تھے اسی لیے انہوں نے کامیاب حکومتیں کی ہیں اور ان کے ادوارِ حکومت سُنہری دور شمار ہوتے ہیں۔ ہماری بدبختی کہ ہمیں علماء کی تذلیل کا دور ملا ہے۔ برکات ختم ہو گئیں اور کنز العمال شریف کی حدیث کے مطابق آپ نے فرمایا جب لوگ علماء سے دور بھاگیں گے تو ان پر تین قسم کی لعنتیں مسلط کی جائیں گی۔

نمبر۱ کسب سے برکت اُٹھالی جائے گی۔
نمبر۲ ظالم حکمران مسلط ہو جائیں گے۔
نمبر۳ (علماء سے دوری کی وجہ سے) بے ایمان ہو کر مریں گے۔

اللھم ارزقنا حبک و حب احباء ک

علماء حق اللہ کے دین کے سفیر ہوتے ہیں ایک حکومت کے سفیر کی شان دیکھ کر اندازہ ہو

جاتا ہے سفیر کی کیا شان ہوتی ہے تو اللہ کے دین کے سفیر کیا مقام رکھتے ہوں گے۔

لوگ حکمرانوں کی تعریف کرتے نہیں تھکتے لیکن علماء حق کو اللہ نے اپنی اور اپنے محبوب کی تعریف کے لئے پسند کر لیا ہے۔ دنیا دار کا نام آئے تو بے چین ہو جاتے ہیں اور مدینے کی گلی کے کتے کا نام آئے تو وجد کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

پارۂ دل بھی نہ نکلا تم سے تحفہ میں رضاؔ
ان سگانِ کو سے اتنی جاں پیاری واہ واہ

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سے جب فرمانروائے ریاست نان پارہ کی تعریف کے لئے کہا گیا تو آپ نے فی البدیہہ فرمایا۔

کرے مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

یہ وہ پاکیزہ جذبہ ہے کہ ہزاروں حکومتیں اس پر قربان کی جا سکتی ہیں اور یہ جذبہ صرف علماء حق کو دیا گیا ہے۔

بزرگانِ دین اور علم شریعت

بعض لوگ بزرگوں کے کلام سے غلط مفہوم نکال لیتے ہیں۔ بے نمازی و بے روزہ حضرت سلطان العارفین کا یہ شعر پڑھ دیں گے۔

نفل نمازاں کم زنانے روزے صرفہ روٹی ہو

اور علم دشمن حضرت بابا بلھے شاہ کا شعر پڑھ دیں گے۔

عِلموں بس کریں اوے یار
بُہتا علم شیطان نے پڑھیا چُگا اوہدا سارا سڑیا
اِکّو الف تینوں درکار علموں بس کریں اوئے یار

حالانکہ حضرت سلطان العارفین خود فرضی نماز کے علاوہ روزانہ ہزار ہزار نفل پڑھتے اور سال کے اکثر دن روزے سے رہتے تو جب یہ عورتوں کے کام ہیں تو وہ خود کیوں کرتے رہے یقیناً ان کے کلام کا مفہوم عوام الناس نہیں سمجھ سکتے اور میاں محمد بخش عارف کھڑی نے کیا خوب

فرمایا۔ خاصاں دی گل عاماں اگے نئیں مناسب کرنی
مٹھی کھیر پکا محمد، کتیاں اگے دھرنی

یقیناً حضرت بلھے شاہ کا یہ عقیدہ نہیں تھا کہ "بُہتا علم شیطان نے پڑھیا" اور نہ ہی انہوں نے الف تک پڑھ کر بریک لگا دی تھی اور کہہ دیا ۔ اکو الف تینوں درکار۔

بلکہ انہوں نے حضرت شاہ عنایت قادری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں کئی سال گذارے اور علم کے سمندر اپنے سینے میں انڈیل لیے کوئی ولی اللہ جاہل نہیں ہے بلکہ ہر عالم کسی نہ کسی ولی اللہ کا مرید ہے اور ہر ولی اللہ کسی نہ کسی عالم کا شاگرد ہے۔ یہ ملنگ اینڈ کمپنی کا نظریہ ہے شریعت اور ہے طریقت اور ہے حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں ۔

ہر مراتب از شریعت یافتم
پیشوائے خود شریعت ساختم

میں نے تمام مراتب شریعت سے حاصل کیے ہیں اور شریعت کو ہی اپنا پیشوا بنایا ہے۔

مجھے ایک شخص نے حضرت بلھے شاہ کا یہی شعر پڑھ کر یہ ثابت کرنا چاہا کہ علم نہیں پڑھنا چاہیے میں نے کہا بلھے شاہ ولی اللہ ہیں اور ۔ ولی را ولی می شناسد۔ بہر حال تو میرے ساتھ بات کر کہ "بُہتا علم شیطان نے پڑھیا کہ اللہ دے رسول نے پڑھیا" جن کے بارے میں خدا فرماتا ہے الرحمٰن علم القرآن ۔ یہ تو وہابیوں گستاخوں کا عقیدہ ہے کہ شیطان کا علم حضور کے علم سے زیادہ ہے۔ (براہین قاطعہ) لہٰذا شعر یوں ہونا چاہیے ۔

علم توں پڑھدا رہیں اوئے یار علم توں پڑھدا رہیں اوئے یار
بُہتا علم حضور نے پڑھیا سئیں جوڑیاں عرشاں تے چڑھیا
علم تو پڑھدا رہیں اوئے یار

بزرگوں کے کلام میں کچھ اشعار جن کی صحیح تاویل ہوسکتی ہے وہ تو مانے جاسکتے ہیں انہیں کے ہوں گے وگرنہ جب احادیث میں موضوع، من گھڑت، ضعیف کی آمیزش موجود ہے تو بزرگوں کا کلام نبی کے کلام سے آگے تو نہیں ہے کئی لوگ عقیدت کی وجہ سے کوئی شعر کہہ کر بزرگ کے نام سے مشہور کر دیتے ہیں۔ مذکورہ اشعار کی توجیہ یہ ہوسکتی ہے وہ نماز جس میں ریا ہو وہ روزہ جس میں خودستائی ہو یہ عورتوں کا کام ہے (ورنہ کیا اللہ کے نبی ساری عمر نماز نہ پڑھتے پڑھاتے

رہے تھے؟) اور وہ علم جو پڑھ کر تکبر و سرکشی آ جائے اور بندہ اہل اللہ اور انبیاء کرام کی توہین کرنا شروع کر دے ایسے ۔ علموں بس کریں اوئے یار۔ جاہل پیر جو نذرانے سارے جہان کے اکٹھے کر لیتے ہیں اور قرآن کی ایک آیت بھی صحیح نہ پڑھ سکنے کی وجہ سے جب کہا جائے نماز پڑھاؤ تو کہتے ہیں یہ ہمارا کام نہیں مولوی صاحب کا ہے کیا تمہارا کام صرف لوگوں کی جیبیں خالی کرنا ہی رہ گیا ہے قرآن مجید میں مناصب نبوت میں سے تعلیم کتاب و حکمت بھی ایک منصب بیان فرمایا گیا ہے۔ جو یہ نہیں کر سکتا وہ اپنا تزکیہ بھی نہیں کر سکتا دوسروں کا کیا کرے گا مولائے روم فرماتے ہیں

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
بس بہر دستِ نباید داد دست
کار شیطاں می کند نامش ولی
گر ولی ایں است لعنت بر ولی

جب نماز پڑھنے کی بات آئے تو یا دل کی نماز پڑھتے ہیں یا پھر مدینے میں جا کر بھوک لگے تو کھانا مدینے سے ان کو نہیں ملتا اور نہ ہی دل کا کھانا کھانے پر اکتفاء کرتے ہیں بلکہ مریدوں کی جیبیں خالی کرتے ہیں۔ استنجاء کرنے کا طریقہ آتا نہیں اور دلوں کا تزکیہ کرتے پھرتے ہیں

ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے

مقام افسوس ہے کہ انگلش پڑھانے والا تو معاشرے پر بوجھ نہ ہو۔ وکلا برادری جو ساری عمر جان بوجھ کر جھوٹے مقدمات کو سچا اور سو فیصد سچے کو جھوٹا ثابت کرنے پر لگے رہتے ہیں اور اس طرح حرام کی کمائی سے محلات کوٹھیاں اور بینک بیلنس بناتے رہتے ہیں وہ تو معاشرے پر بوجھ نہ ہوں اور طبقۂ علما جو قرآن و حدیث کی تعلیم دیتا ہے اللہ کے گھروں کو آباد رکھے ہوئے ہے۔ مدارس میں دینی تعلیم کا نظام قائم کیے ہوئے ہے اس کے بارے کہا جا رہا ہے یہ معاشرے پہ بوجھ ہیں۔ یہ مسلمانوں کی بدقسمتی نہیں تو اور کیا ہے کہ ایسی سوچیں ذہنوں میں پیدا ہو رہی ہیں۔ ڈاکٹرز اگر ہزاروں لے کر ظاہر کو شفا دیتا ہے تو وہ معاشرے پہ بوجھ نہیں تو عالم دین قرآن و سنت کے نور سے باطن کو شفا دے کر اور بغیر کسی فیس اور اخراجات کے ہزار ہزار طلباء مدرسہ میں لے کر ان کو قرآن و سنت کا نور عطا کرتا ہے ان کو کھانا مفت، رہائش مفت، کپڑے مفت، صابن، تیل مفت مہیا

کرتا ہے تو وہ عالم معاشرے پہ بوجھ سمجھا جاتا ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد

کتاب الرؤیا میں ہے امام ابن کثیر سے کسی نے خواب بیان کیا کہ میں عرشِ الٰہی کو کندھا دے رہا ہوں فرمایا اس کی تعبیر یہ ہے کہ تو عالم دین کے جنازے کو کندھا دے گا ایک عالم کے مرنے سے اللہ کی رحمت کے چالیس دروازے بند ہو جاتے ہیں اسی لیے فرمایا گیا موت العالِم موت العالَم ۔ عالم کی موت پورے جہان کی موت ہے اور فرمایا گیا من صار بالعلم حیا لم یمت ابدا جو علم سے زندہ ہو گیا وہ کبھی نہ مرے گا (ہدایہ اولین خطبہ حاشیہ ص ۱)

حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں وقت آئے گا لوگ علماء کا احترام نہیں کریں گے ان کی ضروریات کا خیال نہیں کریں گے نتیجتاً علماء اپنا پیٹ پالنے کے لئے کاروبار کرنا شروع کر دیں گے اس طرح علم اُٹھ جائے گا اور قیامت برپا ہو جائے گی (تفسیر نعیمی پارہ نمبر ۸ ص ۶۸۱) ۔

حضرت مفتی احمد یار نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ جس ولی نے اپنی ولایت کو چھپانا ہو وہ مولوی بن جائے لوگ کبھی ولی نہیں مانیں گے کیوں کہ عالم دین جتنا بھی پرہیز گار اور غوثیت کے مقام پہ بھی فائز ہو جائے لوگ کہیں گے یہ مولوی ہے اس کے پاس شریعت ہے اس کو طریقت کا کیا پتہ۔

لطیفہ

علماء سے دور رہ کر ہماری حالت یہ ہو گئی ہے کہ ایک بار میں نے ایک پڑھے لکھے نوجوان شادی شدہ سے پوچھا کہ غسل کے فرائض معلوم ہیں؟ فوراً بولا! ہاں جی! تین ہیں۔ میں خوش ہوا کہ واقعی آتے ہیں۔ میں نے پوچھا کون کون سے؟ جھٹ سے کہنے لگا۔ صابن، تیل اور تولیہ۔

اسی طرح ایک نوجوان عصر کے وقت آیا بڑا پریشان تھا، رمضان کا مہینہ تھا میں نے پوچھا کیا بات ہے کیوں اتنے پریشان ہو۔ کہنے لگا کیا بتاؤں سارا دن روزے کو سنبھالتا رہا، بس عصر کی اذان ہوئی ہے تو مجبوراً توڑ دیا۔ میں نے سوچا شاید بھول کر کھا پی لیا ہوگا یا تے وغیرہ آ گئی ہو گی اور یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ روزہ ٹوٹ گیا۔ جب اُس نے بتایا تو میں حیران رہ گیا۔ کہنے لگا "ہوا خارج ہو گئی ہے" میں نے عرض کیا! اوئے بھلے مانس! ہوا خارج ہونے سے وضو ٹوٹتا ہے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

حضرت محدّث اعظم پاکستان کا تقویٰ

کیسے کیسے پرہیز گار علماء ہوئے ہیں آپ حیران ہوں گے حضرت محدث اعظم پاکستان ابوالفضل مولانا سردار احمد صاحب فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ بیمار ہو گئے پانی مانگا شاگرد نے لا کر دیا تو پوچھا کہاں سے لائے ہو؟ عرض کیا مسجد کے نلکے سے فرمایا یہ واپس وہیں ڈال کے آؤ یہ تو وضو کے لئے وقف ہے پینے کے لئے تو نہیں ہے پھر وہ گھڑے سے لایا جو پینے کے لئے تھا تو آپ نے فرمایا مجھے سہارا دے کر مسجد سے باہر لے جاؤ مسجد میں صرف معتکف اور مسافر کھا پی سکتا ہے میں نہ معتکف ہوں نہ مسافر۔ آپ فرمایا کرتے تھے قیامت والے دن میرے یہ ہاتھ رسول اللہ کے سامنے وجد کریں گے کہ ساری عمر کسی گستاخ کے ساتھ میں نے ہاتھ نہیں ملایا۔ پوچھا گیا آپ کو کیسے پتہ چل جاتا ہے فلاں گستاخ ہے اس سے ہاتھ نہیں ملانا فرمایا! مجھے اس کی گستاخی کی بدبو آ جاتی ہے۔

یہ لوگ ولی نہیں تو کون ولی ہوگا۔ ولی کے لئے عالم لازمی امر ہے یہ نہیں کہ جب علم نہ ہو تو ولی رہے اور علم پڑھتے ہی ولایت غائب ہو جائے کتب تصوف میں ایک حدیث ملتی ہے کن عالما او متعلما او مستمعا ولا تکن رابعا یا عالم بن یا طالب علم بن یا عالم کی باتیں سننے والا بن (یعنی علماء کے پاس بیٹھا کر ان سے محبت کیا کرتا کہ خوش ہو کر تمہیں دین کی باتیں بتائیں) اس کے علاوہ چوتھا کوئی درجہ تلاش نہ کر۔

علماء حق کے متعلق ہی فرمایا گیا۔ من صافح عالما فکانما صافحنی و من جلس عند عالم فکانما جلس عندی اجلسه الله تعالیٰ یوم القیمة تحت العرش و من صلیٰ خلف عالم فکانما صلی خلف نبیا من الانبیاء. (نزہۃ المجالس)

(حضور علیہ السلام نے فرمایا) جس نے عالم (باعمل صحیح العقیدہ) سے مصافحہ کیا گویا کہ اس نے مجھ سے مصافحہ کیا، جو عالم دین کی صحبت میں بیٹھا گویا وہ میرے پاس بیٹھا اور اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس کو عرش معلّی کے سائے میں بٹھائے گا اور جس نے کسی عالم کے پیچھے نماز پڑھی گویا کہ اس نے نبیوں میں سے کسی نبی کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کا ولی جو تختِ بلقیس آنکھ جھپکنے سے پہلے

سینکڑوں میلوں سے اتنا بھاری ہونے کے باجود لے آیا اور قرآن پاک میں سورۂ نمل کے اندر اللہ نے اس کا تعارف علم کے حوالے سے کرایا قال الذی عندہ علم من الکتب (النمل) وہ جس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا۔ ثابت ہوا کہ علم اور ولایت لازم وملزوم ہیں یہ علیحدہ بات ہے کہ اگر کسی مدرسے سے نہ پڑھا ہو تو اللہ تعالیٰ پھر بھی ولی کو جاہل نہیں رہنے دیتا بلکہ جس کو ولی بنانا ہو اس کو علم لدنی عطا کر دیتا ہے تاہم ولی علم اور علماء کا قدر دان ہوتا ہے، ان سے محبت کرنے والا ہوتا ہے ان کا مخالف نہیں ہوتا۔ جو علم وعلماء سے بیر رکھتا ہو اور پھر ولی بنتا پھرے سمجھ لو کہ اس کا اپنا برتن علم سے خالی ہے۔

پاکستان کی مختصر سی تاریخ گواہ ہے کہ یہاں جب بھی علماء کی تذلیل کی گئی ہمارا نقصان ہوا کیا یہ نقصان کم ہے کہ ملک پاکستان پوری دنیا میں واحد ملک ہے جو اسلام کے نام پر وجود میں آیا لاکھوں جانیں دی گئیں، راوی دریا مسلمانوں کے خون سے رنگین ہو گیا پوری ٹرین لاشوں سے بھری ہوئی آ کر لاہور رکتی تو صرف ڈرائیور زندہ ہوتا۔ گِدھوں نے انسانوں کا گوشت کھانا چھوڑ دیا یہ علماء کی مخالفت کی نحوست ہے کہ آج تک اس ملک میں اتنا نقصان اُٹھا کے بھی اسلام کا نفاذ نہ ہوسکا۔ ۱۹۷۱ء میں علماء کی داڑھیاں نوچی گئیں ملک دو ٹکڑے ہو گیا، ستر ہزار بچیاں نیلام ہوئیں چار لاکھ بچے یتیم ہوئے۔ عصمتیں لوٹی گئیں اسی طرح ۱۹۷۷ء میں ہوا۔ اگر نجات کی ضرورت ہے تو دینی علوم کی حامل قیادت کو آگے لانا ہو گا جو یہود ونصاریٰ کی سازشیں بھی ناکام بنائے اور ملک میں دین اسلام کا نفاذ بھی کرے اور ان شاء اللہ یہ کام علماء ہی سرانجام دیں گے

؎ حقیر جان کر بجھا دیا جنہیں تم نے
یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہو گی

ایک ایمان افروز حدیث

یؤتی بعالم یوم القیمة من علماء امة محمد صلی الله علیه وسلم فیقول الله عزوجل یا جبرائیل خذبیده و اذهب به الی النبی صلی الله علیه وسلم فیاخذ جبرائیل بیده ویاتی به الی النبی صلی الله علیه وسلم وهو علی شاطیٔ الحوض

یسقی الناس بالانیة فیقوم النبی صلی الله علیه وسلم و یسقی العالم بکفه فیقول الناس یا رسول الله تسقینا بالانیة و تسقی العالم بکفک فیقول نعم لان الناس کانوا مشتغلین فی الدنیا بالتجاراة و العالمون مشتغلین بالعلم۔ (دقائق الاخبار۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ)

بروز قیامت حضور علیہ السلام کی امت کے علماء میں سے ایک عالم کو (بڑی شان و شوکت سے) لایا جائے گا، وہ عالم اللہ کی بارگاہ میں آ کر کھڑا ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ جبرئیل امین علیہ السلام (فرشتوں کے سردار) کو فرمائے گا اس عالم کا ہاتھ پکڑ کر میرے محبوب کی بارگاہ میں لے جا، جبریل علیہ السلام اس عالم کا ہاتھ پکڑ کر حضور علیہ السلام کے پاس لے جائیں گے اس وقت حضور علیہ السلام حوض کوثر کے کنارے پہ جلوہ گر ہوں گے اپنی پیاسی امت کو جام بھر بھر کے پلا رہے ہوں گے۔ جب اس عالم کو پیش کیا جائے گا تو حضور علیہ السلام (جن کے استقبال کو شب معراج مسجد اقصیٰ میں سارے نبی کھڑے ہو جائیں۔ آسمان پہ تشریف لے جائیں تو فرشتے کھڑے ہو جائیں اس عالم کی عزت افزائی کے لئے) کھڑے ہو جائیں گے اور اس عالم دین کو اپنے ہاتھ سے حوض کوثر کا جام پلائیں گے۔ لوگ سوال کریں گے حضور ہمیں آپ برتنوں سے پلاتے رہے اور اس کو ہاتھ سے؟ فرمایا اس لیے کہ دنیا میں تم تجارتیں کر کے اپنا مال بڑھانے کی فکر میں لگے رہے اور یہ میرا دین پھیلانے میں لگا رہا اس لیے تمہیں برتن سے پلا رہا ہوں اور اس کو ہاتھ سے

؎ یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

ایک عظیم نکتہ

آدم علیہ السلام کو اللہ نے اپنا خلیفہ بنایا چونکہ عبادت کرنا بندوں کا کام ہے اور علم اللہ کی صفت ہے اس لیے اللہ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صفت علم عطا فرمائی فرمایا و علم ادم الاسماء کلھا۔ علم نام ہے چیزوں کے اسماء کو جاننے کا کسی چیز کے نام زیادہ ہوں تو جتنے اسماء زیادہ جانتے جائیں گے اس شے کی معرفت زیادہ ہوتی جائے گی۔ مثلاً زید کو آپ جانتے ہیں مگر وہ عالم

بھی ہے حافظ وقاری بھی ہے تو ان ساری صفات کو جانیں گے تو زید کے بارے تفصیلی علم ہوگا۔اور علم کی زیادتی فضیلت کی زیادتی کو مستلزم ہے یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے بارے فرمایا و علمک مالم تکن تعلم کہ جو آپ نہیں جانتے تھے سب کچھ سکھا دیا اس کو اطلاع علی الغیب کہو اظہار عن الغیب کہو یا اخبار عن الغیب یہ سارے ذریعے علم ہی کے ہیں وگرنہ جس کو اطلاع نہیں یا تعلیم نہیں وہ بھی نہ جانے اور اظہار عن الغیب والا بھی نہ جانے تو دونوں میں فرق کیا ہوا پھر کلی جزی کی بحث میں پڑنا بے فائدہ ہے کیوں کہ کلی کی سات قسمیں ہیں نمبر ۱- پایا جانا محال، ہو جیسے لا شئی نمبر۲-ممکن ہو مثل عنقاء نمبر۳-صرف ایک ہی پائی جائے جیسے واجب الوجود نمبر۴-ایک کے علاوہ دوسرے فرد کا پایا جانا ممکن تو ہو مگر پایا نہ جائے۔جیسے شمس وقمر نمبر۵-سات فرد پائے جائیں جیسے کواکب سبعہ نمبر۶-اتنے افراد ہوں کہ گنے جائیں۔جیسے انسان نمبر۷-لا متناہی ہوں جیسا کہ معلومات الٰہیہ۔یہ ساتویں کلی اللہ کی صفت ہے اور ہم حضور علیہ السلام کے لئے کلی علم کی چھٹی قسم کے قائل ہیں وہ بھی ذاتی نہیں بلکہ عطائی الغرض علم ہی کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو خلافت کا حق دار ٹھہرایا گیا اور مسجود ملائکہ بنایا گیا۔لہٰذا معیار فضیلت علم ہے نہ جاہ وحشمت، نہ مال و زر، نہ حسن وجمال۔

ایک ضروری بحث

جب عبادت بندے کی صفت ہے اور علم خدا کی صفت، تو بے علم عبادت گذار جتنی بھی عبادت کرے عالم کا مقابلہ نہ کر سکے گا کہ عابد پھر بھی بندے ہی کی صفت سے متصف رہے گا اور عالم میں بہر حال صفت علم ہے جو خدا کی صفت ہونے کی وجہ سے عالم کو افضل رکھتی ہے جیسا کہ احادیث اس بارے گذر چکی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اگر اللہ اپنی کوئی صفت بندے کو عطا کر دے اور بندے پر وہ صفت بولی جائے تو یہ کوئی شرک والی بات نہیں ہے بلکہ اشتراک لفظی ہے اور خدا کی صفات بہر حال مستقل۔ذاتی۔غیر فانی، غیر حادث ہیں اور بندے کی صفات غیر مستقل۔ عطائی۔فانی اور حادث ہیں۔قرآن وسنت کی روشنی میں ایک فہرست ملاحظہ فرمائیں تاکہ مسئلہ نکھر کر سامنے آجائے۔اور جو لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو کر بات بات پر مسلمانوں کو مشرک بنا دیتے ہیں ان کی اصلاح کی کوئی صورت نکل آئے۔

بعض اوقات یوں ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کی جو صفات ہیں لفظی طور پر وہ مخلوق کے لیے

بھی بول دی جاتی ہیں پس اس طرح بھی شرک ثابت نہیں ہوتا مثلاً اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔

۱- اللہ لآ الٰہ الا ہو الحی القیوم۔ (سورۃ بقرہ آیت ۲۵۵)

اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آپ زندہ ہے اور اوروں کا قائم رکھنے والا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت کی صفت ''زندگی'' بیان کی گئی ہے۔اب شرک کا فتویٰ لگانے والوں سے پوچھ لیں کہ تم خود اور تمہارے سارے علماء وعوام اور مولوی کیا مردے ہیں۔یقیناً جواباً یہی کہیں گے کہ ہم زندہ ہیں تو اللہ بھی زندہ ہوا اور یہ لوگ بھی زندہ ہوئے تو کیا خود کو زندہ کہہ کر، اللہ تعالیٰ کی صفت اپنے اوپر بول کر مشرک نہ ہوئے؟ اللہ تعالیٰ کی مخلوق جن کے جسم میں روح ہے وہ تو زندہ ہوئی اب دیکھیں کہ رب تعالیٰ کی ایک ایسی مخلوق بھی ہے جس کے جسم سے لوگوں کے سامنے روح نکلی تلوار سے گھائل کیے گئے گولیاں لگیں پھر ان کا انتقال ہوا رب تعالیٰ فرماتا ہے ان کو بھی مردہ نہ کہو۔

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ط بل احیآء ولکن لاتشعرون O (سورۃ البقرہ آیت ۱۵۴)

جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں۔

۲- ان اللہ سمیع بصیر O (سورۃ لقمان آیت ۲۸)

بے شک اللہ سنتا، دیکھتا ہے۔

اس آیت مبارکہ کو پڑھیں اب پوچھیں ذرا اپنے علماء سے کیا تم خود اور تمہارے سارے مولوی اندھے اور بہرے ہیں۔پھر اللہ رب العزت انسان کے متعلق ارشاد فرماتا ہے فجعلنہ سمیعا بصیرا O (سورۃ دہر آیت ۲) تو اسے سنتا دیکھتا کر دیا۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ

۳- منہا خلقنکم۔ (سورۃ طٰہٰ آیت ۵۵) ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرمایا۔

انی اخلق لکم من الطین کھیئة الطیر فانفخ فیه فیکون طیرا باذن اللہ۔ (سورۃ آل عمران آیت ۴۹)

میں تمہارے لیے مٹی سے پرندے کی صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرندہ ہو جاتا ہے اللہ کے حکم سے۔

دونوں آیات مبارکہ پر غور فرمائیں اللہ تعالیٰ نے انسان کو مٹی سے بنایا اور عیسیٰ علیہ السلام نے بھی مٹی سے پرندہ بنایا۔

۴۔ **فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم** ط (سورۃ البقرہ آیت ۲۴۳)

تو اللہ نے ان سے فرمایا مر جاؤ پھر انہیں زندہ فرما دیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا

و احی الموتی باذن اللہ۔ (سورۃ آل عمران ایت ۴۹)

اور میں مردے زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

۵۔ **و کفی باللہ علیما** O (سورۃ النساء آیت ۷۰) اور اللہ کافی ہے جاننے والا

اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جاننے والا۔ کیا انسانوں میں کوئی جاننے والا نہیں سارے کے سارے جاہل ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی جاننے والا اور اپنے مولویوں کو بھی جاننے والا کہتے ہیں پھر اپنے ہی فتوی کے مطابق خود مشرک نہ ہوئے؟ حضور ﷺ کو رب تعالیٰ نے فرمایا **و علمک مالم تکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیما** (سورۃ النساء آیت ۱۱۳) اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو کائنات کی ہر شے کا علم ہے کہ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ محبوب جو کچھ تم نہ جانتے تھے وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھا دیا اب کوئی بات ایسی نہیں جسے تم نہیں جانتے۔ اب اگر کوئی شخص کہے کہ حضور ﷺ کو فلاں بات کا علم نہیں تو وہ اس آیت مبارکہ کا انکار کر رہا ہے، رب کے قول کو جھٹلا رہا ہے۔

۶۔ **وھو العزیز الحکیم** O (سورۃ الحشر آیت ۲۴)

اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

انک انت العلیم الحکیم O (سورۃ البقرہ آیت ۳۲)

بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔

غور فرمائیں کہ اللہ رب العزت کی صفت بھی "حکیم" اور یہ اپنے معالج کو بھی "حکیم" کہیں تو مشرک بھلا کیوں کر نہ ہوئے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔ عبرت پکڑو اے نگاہ والو!

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو رب تعالیٰ نے خطاب فرمایا:-

و انزل اللہ علیک الکتب و الحکمة۔ (سورۃ النساء ۱۱۳)

اور اللہ نے تم پر کتاب و حکمت اتاری۔

غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بھی حکمت والا اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام بھی حکمت والے اسی طرح قرآن بھی حکمت والا کہ اسے قرآن حکیم کہا جاتا ہے۔

۷۔ **و ان اللہ رء وف رحیم** O (سورۃ نور آیت ۲۰)

اور یہ کہ اللہ تم پر مہربان، رحم والا ہے۔ اور حضور ﷺ کے متعلق ارشاد فرمایا:-

بالمؤمنین رء وف رحیم O (سورۃ التوبہ ۱۲۸)

مسلمانوں پر کمال مہربان، رحیم۔

۸۔ **ان العزة للہ جمیعا** ط (سورۃ یونس آیت ۱۲۸)

بے شک عزت ساری اللہ کے لیے ہے

و للہ العزة و لرسوله وللمؤمنین O (سورۃ المنافقون ایت ۸)

اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور اہل ایمان ہی کے لیے ہے۔

۹۔ **علم الغیب و الشھادة** ج (سورۃ الحشر ۲۲) ہر نہاں و عیاں کا جاننے والا۔

ذلک من انبآء الغیب نوحیه الیک ط (آل عمران آیت ۴۴)

یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں۔

وما هو على الغيب بضنين O (سورۃ التکویر آیت ۲۴)

اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

اللہ رب العزت بھی غیب جاننے والا اور نبی کریم ﷺ بھی رب تعالیٰ کی عطا سے غیب جاننے والے کیوں کہ غیب کا علم ہوگا تو تب ہی بتائیں گے اور رب تعالیٰ فرماتا ہے یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

۱۰- الله نور السموٰت والارض ط (سورۃ النور آیت ۳۵)

اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق فرمایا:-

قد جآء کم من الله نور و کتب مبین O (سورۃ مائدہ ۱۵)

بے شک اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب

قد جآء کم من الله نور رسول یعنی محمدا ﷺ.

قد جاء کم من الله نور سے مراد اللہ کے رسول یعنی محمد ﷺ ہیں۔ تفسیر ابن عباس۔ اس کے علاوہ مخالفین اہل سنت بھی فرشتوں کو نور مانتے ہیں۔

۱۱- اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔

و کفی بالله شهیدا O (سورۃ النساء آیت ۷۹) اور اللہ کافی ہے گواہ۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ارشاد فرمایا:-

ویکون الرسول علیکم شهیدا ط (سورۃ البقرۃ آیت ۱۴۳)

اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ ہیں۔

۱۲- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کرتے ہوئے عرض کی۔

انت ولینا (سورۃ الاعراف آیت ۱۵۵)

تو ہمارا ولی (والی) ہے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:-

الله ولی الذین امنوا (سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۷)

اللہ والی ہے مسلمانوں کا۔

انما ولیکم الله و رسوله والذین امنوا (سورۃ المائدہ آیت ۵۵)

تمہارے ولی (دوست) نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے۔

۱۳- و کفی بالله ولیا و کفی بالله نصیرا O (سورۃ النساء ۴۵)

اللہ کافی ہے والی اور اللہ کافی ہے مددگار۔

مکہ شریف کے مسلمان جو ہجرت نہ کر سکے تھے کمزور وضعیف مرد، عورتیں اور بچے انہوں نے دعا کی:-

واجعل لنا من لدنک ولیا، واجعل لنا من لدنک نصیرا O (سورۃ النساء آیت ۷۵)

اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے۔

عن عمران ابن حصین ان النبی ﷺ قال ان علیا منی و انا منه وهو ولی کل مومن۔ (رواہ الترمذی)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور وہ ہر مومن کے مددگار ہیں۔

(مشکوٰۃ شریف مترجم جلد سوئم باب مناقب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ص ۳۴۶
ترمذی شریف جلد دوم باب مناقب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ص ۷۱۰)

۱۴- انت مولنا (سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۶) تو ہمارا مولیٰ ہے۔

اور ارشاد فرمایا۔

فان الله هو مولٰه و جبریل و صالح المؤمنین ج والملئکة بعد ذلک ظهیر O (سورۃ التحریم آیت ۴)

تو بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل امیں اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

جولوگ مولا علی کہنے پر شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں کہ مولا تو صرف اللہ ہے اور دلیل دیتے ہیں "انت مولنا" پھر اپنے ہر مولوی کے نام کے ساتھ "مولنا" کا سابقہ لگاتے ہیں اور بے چارے خود ہی اپنے فتوے کی زد میں آجاتے ہیں۔ مولیٰ علی کہنے کے متعلق بھی حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

عن زید بن ارقم ان النبی ﷺ قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ (رواہ احمد والترمذی)۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔

(مشکوۃ شریف مترجم جلد سوئم باب مناقب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ص ۳۴۶۔ ترمذی شریف جلد دوم ابواب المناقب ص ۷۱۰)۔

۱۵ — **و انت احکم الحکمین O** (سورہ ھود آیت ۴۵)

اور تو سب سے بڑھ کر حکم والا۔

اور حضور ﷺ کو خطاب فرمایا:-

فلا و ربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت و یسلموا تسلیما O (سورۃ النساء آیت ۶۵)

تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ ایمان نہ لائیں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرماؤ اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

۱۶ — **الحمد للہ رب العلمین O** (سورۃ الفاتحہ آیت ۱)

سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا۔

اور حضور ﷺ کو ارشاد فرمایا:-

عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا O (سورۃ بنی اسرائیل

آیت ۷۹)

قریب ہے تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

۱۷- حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم سے فرمایا:-

و ذا مرضت فھو یشفین O (سورۃ الشعراء آیت ۸۰)

اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرمایا:-

و ابرئ ء الا کمہ والابرص (سورۃ آل عمران آیت ۴۹)

اور میں ہی شفا دیتا ہوں پیدائشی اندھے اور سفید داغ والے کو۔

۱۸ - **اللہ یتوفی الانفس حین موتھا** (سورۃ الزمر آیت ۴۲)۔

اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت۔

اور حضرت عزرائیل کے متعلق ارشاد فرمایا:-

قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم (سورۃ السجدہ آیت ۱۱)

تم فرماؤ! تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔

اس کے علاوہ انسان بھی ایک دوسرے کو قتل کرنے والے، جج قتل کی سزا میں قتل کا حکم جاری کرنے والا وغیرہ۔

۱۹ - **واللہ غنی حمید O** (سورۃ التغابن آیت ۶)

اور اللہ بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا اور حضور ﷺ کو ارشاد فرمایا:-

ووجدک عائلا فاغنی O (سورۃ الضحیٰ آیت ۸)

اور تمہیں حاجت مند پایا پھر غنی کر دیا۔

اور ارشاد فرمایا:-

وما نقموا الا ان اغنھم اللہ ورسولہ من فضلہ

(سورۃ التوبہ آیت ۷۴)

اور انہیں کیا برا لگا یہی نہ کہ اللہ اور رسول نے اپنے فضل سے انہیں غنی کر دیا۔

علاوہ ازیں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا لقب غنی ہے اور اصطلاح شرع میں ہر اس شخص کو غنی کہا جاتا ہے جو صاحب نصاب ہو (جس پر زکوٰۃ فرض ہو)۔

اللہ رب العزۃ نے اپنے متعلق ارشاد فرمایا:-

۲۰- **و نحن اقرب الیه من حبل الورید○** (سورۃ ق آیت ۱۶)

اور ہم دل کی رگ سے بھی اس کے زیادہ قریب ہیں۔

اور حضور ﷺ کے متعلق ارشاد فرمایا:-

النبی اولی بالمؤمنین من انفسهم (سورۃ الاحزاب آیت ۶)

نبی مسلمانوں کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

حضور ﷺ مسلمانوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں اس سلسلہ میں ایک فرقے کے بانی فرقہ کی کتاب کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

النبی اولی بالمومنین من انفسهم کو بعد لحاظ صله من انفسهم کے دیکھئے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں کیوں کہ اولیٰ کا معنیٰ اقرب (قریب تر) ہے۔

(تحذیر الناس مصنفہ قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند، بھارت مطبوعہ دارالاشاعت کراچی ص ۱۴)۔

۲۱- **یهب لمن یشآء اناثا و یهب لمن یشآء الذکور○**

(سورۃ الشوریٰ آیت ۴۹)

اللہ جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے

جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بی بی مریم رضی اللہ عنہا سے کہا۔

لاھب لک غلاما زکیا○ (سورۃ مریم آیت ۱۹)

تا کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔

۲۲- **وما من دآبة فی الارض الا علی الله رزقها** (سورۃ ھود آیت ۶)

زمین پر ہر چلنے والے کا رزق اللہ کے ذمہ ہے۔

و علی المولود له رزقهن و کسوتهن بالمعروف ط

(سورۃ البقرۃ آیت ۲۳۳)

اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا اور پہننا حسب دستور۔

و اذا حضر القسمة اولوا القربی و الیتمٰی و المساکین فارزقوهم منه۔ (سورۃ النساء آیت ۸)

پھر بانٹتے وقت اگر رشتہ دار اور یتیم اور مسکین آ جائیں تو اس میں سے انہیں بھی رزق دو۔

علاوہ ازیں تمام مسلمان جانتے ہیں کہ حضرت میکائیل علیہ السلام کا کام مخلوق میں رزق تقسیم کرنا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

انما انا قاسم و الله یعطی.

(بخاری شریف مترجم جلد اول کتاب العلم باب ۵۵ ص ۱۲۷)

بے شک میں تقسیم کرنے والا ہوں جب کہ اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔

۲۳- **الملک القدوس السلام المؤمن۔** (سورۃ الحشر آیت ۲۳)

بادشاہ نہایت پاک سلامتی دینے والا امان بخشنے والا۔

ملک الناس○ (سورۃ الناس آیت ۲) سب لوگوں کا بادشاہ

اور ارشاد فرماتا ہے۔

ان الله قد بعث لکم طالوت ملکا ط (سورۃ البقرۃ آیت ۲۴۷)

بے شک اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے۔

ان الله له ملک السموت و الارض (سورۃ البقرۃ آیت ۱۰۷)

بے شک اللہ ہی کے لیے ہے آسمان و زمین کی بادشاہی۔

اور فرماتا ہے۔ **و الله یؤتی ملکه من یشآء ط** (سورۃ البقرۃ آیت ۲۴۷)

اور اللہ اپنا ملک (بادشاہی) جسے چاہے دے۔

۲۴- اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام سے فرمایا:-

وقل رب انزلنی منزلا مبارکا و انت خیر المنزلین0

(سورۃ المومنون آیت ۲۹)

اور یوں عرض کر وائے میرے رب! مجھے برکت والی جگہ اتار اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔اور حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

الا ترون انی اوفی الکیل و انا خیر المنزلین0

(سورۃ یوسف آیت ۵۹)

کیا نہیں دیکھتے کہ میں پورا ماپتا ہوں اور میں سب سے بہتر اتارنے والا ہوں۔

۲۵- اللہ تعالیٰ کی صفت ہے **رب العلمین** (سورۃ الفاتحہ آیت ۱)

سارے جہانوں کا رب۔

حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام نے بی بی زلیخا سے فرمایا۔

انه ربی احسن مثوای ط (سورۃ یوسف ۲۳)

وہ (عزیز مصر) تو میرا رب ہے (یعنی پرورش کرنے والا) اس نے مجھے اچھی طرح رکھا۔

اور فرمایا **یصاحبی السجن اما احد کما فیسقی ربه خمرا**

(سورۃ یوسف آیت ۴۱)

اے قید خانہ کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے رب (بادشاہ) کو شراب پلائے گا۔

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا **اذکرنی عند ربک**

سورۃ یوسف آیت ۴۲

اپنے رب کے پاس میرا ذکر کرنا

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا **فانسه الشیطن ذکر ربه** (سورۃ یوسف آیت ۴۲)

تو شیطان نے اسے بھلا دیا کہ اپنے رب (بادشاہ) کے سامنے یوسف کا ذکر کرے۔

قال ارجع الی ربک۔ (سورۃ یوسف آیت ۵۰) فرمایا (یوسف علیہ السلام نے) اپنے رب (بادشاہ) کے پاس پلٹ جا۔

معزز قارئین! آپ نے گزشتہ آیات میں پڑھا کہ:-

۱- خالق بھی زندہ اور مخلوق بھی زندہ۔

۲- خالق بھی دیکھتا، سنتا ہے اور مخلوق بھی دیکھتی، سنتی ہے۔

۳- اللہ رب العزت بھی تخلیق فرمانے والا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام نے بھی مٹی سے پرندہ بنایا۔

۴- اللہ تعالیٰ بھی مردے زندہ فرمانے والا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام بھی مردے زندہ کرنے والے ہیں۔

۵- رب تعالیٰ بھی جاننے والا ہے اور اس کی مخلوق بھی جاننے والی ہے۔

۶- رب تعالیٰ بھی حکیم ہے اور مخلوق بھی حکیم ہے۔

۷- اللہ تعالیٰ بھی رؤف ورحیم ہے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام بھی رؤف ورحیم ہے۔

۸- خالق بھی عزت والا ہے اور مخلوق بھی عزت والی ہے۔

۹- خالق بھی غیب جاننے والا ہے اور مخلوق بھی غیب جاننے والی ہے۔ (النبی المخبر عن الغیب۔ عربی لغت "المنجد" میں نبی کا معنی ہے غیب کی خبریں دینے والا)

۱۰- اللہ رب العزت بھی نور ہے اور اس کی مخلوق بھی نور ہے۔

۱۱- خالق بھی شہید ہے اور مخلوق بھی شہید ہے۔

۱۲- خالق بھی ولی ہے اور مخلوق بھی ولی ہے۔

۱۳- خالق بھی مددگار ہے اور مخلوق بھی مددگار ہے۔

۱۴- خالق بھی مولا ہے اور مخلوق بھی مولا ہے۔

۱۵- خالق بھی حاکم اور مخلوق بھی حاکم۔

۱۶- خالق کی بھی تعریف ہے اور مخلوق کی بھی تعریف ہے۔

۱۷- خالق بھی شفاء دینے والا ہے اور مخلوق بھی شفاء دینے والی ہے۔

۱۸- خالق بھی موت دینے والا ہے اور مخلوق بھی موت دینے والی ہے۔

۱۹- خالق بھی غنی ہے اور مخلوق بھی غنی ہے۔

۲۰- اللہ تعالیٰ بھی شہ رگ سے زیادہ قریب ہے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام بھی مومنوں کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں۔

۲۱- اللہ تعالیٰ بھی بیٹے اور بیٹیاں دینے والا ہے اور جبریل علیہ السلام بھی بیٹا دینے والے ہیں۔

۲۲- اللہ رب العزت بھی رزق دینے والا ہے اور مخلوق بھی رزق دینے والی ہے۔

۲۳- خالق بھی بادشاہ ہے اور مخلوق بھی بادشاہ ہے۔

۲۴- اللہ تعالیٰ خیر المنزلین ہے (سب سے بہتر اتارنے والا) اور حضرت یوسف علیہ السلام بھی سب سے بہتر اتارنے والے ہیں۔

۲۵- خالق بھی رب ہے اور مخلوق بھی رب ہے۔

علاوہ ازیں خالق کائنات کی دیگر صفات ملاحظہ فرمائیں جن کو لفظی طور پر مخلوق پر بھی بول دیا جاتا ہے۔

۲۶- اللہ تعالیٰ پاک ہے اور کسی مسلمان کے بدن پر نجاست نہ لگی ہو تو اس کا بدن بھی پاک ہے، اس کا لباس بھی پاک ہے اسی طرح قرآن پاک، رسول پاک ﷺ۔

۲۷- اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے "المومن" اور حضور ﷺ کے غلام بھی مومن ہیں۔

۲۸- اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے "العزیز" اور اپنے رشتہ داروں کو بھی عزیز کہا جاتا ہے یا کسی شخص کے متعلق یوں کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص مجھے بڑا عزیز ہے۔

۲۹- "السلام" اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے اور مسجد نبوی کے دروازے کو بھی "باب السلام" کہتے ہیں۔

۳۰- رب تعالیٰ کا صفاتی نام ہے "المصور" اور تصویر بنانے والے کو بھی مصور کہا جاتا

ہے۔

۳۱- اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے "العظیم" اور رب تعالیٰ کے عرش کو بھی عظیم (عرش عظیم) کہا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ شرک بھی ظلم عظیم، ان الشرک لظلم عظیم (لقمٰن ۱۳) حضور ﷺ کے اخلاق کو بھی اللہ تعالیٰ نے خلق عظیم کہا۔ انک لعلیٰ خلق عظیم (القلم:۴)

۳۲- اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے "الکریم" اور حضور ﷺ کو بھی نبی کریم کہا جاتا ہے۔

۳۳- اللہ رب العزۃ کی صفت ہے "المجید" اور قرآن پاک کو بھی قرآن مجید کہا جاتا ہے۔

۳۴- اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے "الوکیل" اور سیشن کورٹ، ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے بھی وکیل۔

۳۵- اللہ تعالیٰ کی صفت ہے "القوی" اور مخالفین اہل سنت کے خلاف علماء اہل سنت کے دلائل بھی قوی۔

۳۶- "الحمید" اللہ رب العزۃ کا صفاتی نام ہے اور قرآن مجید کو فرقان حمید بھی کہا جاتا ہے۔

۳۷- "المقسط" (عدل کرنے والا) اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے اور موجودہ دور میں بھی کئی جج صاحبان ایسے ہیں جو کہ عدل کرنے والے ہیں۔

۳۸- "المانع" اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے یعنی منع کرنے والا اور علماء بھی برائیوں سے منع کرنے والے۔

۳۹- "الضار" (ضرر دینے والا) رب تعالیٰ کا صفاتی نام ہے اور بہت سی جڑی بوٹیاں اور پتھر بھی ضرر دینے والے مثلاً نیلا تھوتھا، کچلا وغیرہ اسی طرح دیگر زہر حتیٰ کہ بلڈ پریشر کے مریض کو نمک ضرر دینے والا، معدے کے السر کے مریض کو مرچ ضرر دینے والی۔

۴۰- "النافع" (نفع دینے والا) اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے اور علم بھی نفع دینے والا تجارت

بھی نفع دینے والی، شہد بھی نفع دینے والا وغیرہ۔

حق کو جاننے کے لئے ہدایت کے متلاشی کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

؎ شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق میں بھی پائی جاتی ہیں تو پھر شرک فی الصفات کیا ہوا؟ علماء جو یہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی اور کو بعینہ شریک ٹھہرایا تو یہ عقیدہ شرک کہلائے گا۔ اللہ رب العزۃ کی ذات میں شریک ٹھہرانے کی تعریف گزشتہ اوراق میں تحریر کردی گئی اب شرک فی الصفات کے متعلق پڑھیں۔

"جو صفات خالق کی ہیں بعینہ (ان کو ہی) صفات مخلوق کے لئے ماننا شرک کہلائے گا"۔

لیکن کوئی بھی مسلمان اللہ رب العزۃ کی عین وہی صفات مخلوق میں کسی کے لئے بھی نہیں مانتا کیوں کہ خالق اور مخلوق کی صفات کے درمیان اس قدر فرق ہے کہ ہم اسے زمین و آسمان کا فرق نہیں کہہ سکتے۔ آیئے دیکھیں کہ خالق اور مخلوق کی صفات میں کیا فرق ہے؟

۱- خالق کائنات اللہ رب العزۃ کی صفات ذاتی ہیں جب کہ مخلوق کی صفات اللہ رب العزۃ کی عطا کردہ ہیں۔

۲- اللہ تعالیٰ کی صفات غیر محدود ہیں جب کہ مخلوق کی صفات محدود ہیں۔

۳- اللہ تعالیٰ کی صفات غیر متناہی ہیں یعنی انہیں گنا نہیں جا سکتا جب کہ مخلوق کی صفات متناہی ہیں۔

۴- اللہ تعالیٰ کی صفات واجب ہیں یعنی اس کی ذات کے ساتھ لازم جب کہ مخلوق کی صفات واجب نہیں ہیں۔

۵- خالق کائنات کی صفات ازلی، ابدی، قدیم ہیں یعنی ان کی نہ کوئی ابتداء اور نہ ہی انتہاء جب کہ مخلوق کی صفات حادث ہیں (یعنی پہلے نہ تھیں) بعد میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی صفات کو پیدا فرمایا۔

۶- خالق کائنات اللہ رب العزۃ کی صفات کا باقی رہنا واجب ہے جب کہ مخلوق کی صفات

اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہے کہ جب چاہے فنا کردے۔

۷- اللہ تعالیٰ کی صفات تغیر وتبدل سے پاک ہیں یعنی ان میں تبدیلی نہیں آسکتی جب کہ مخلوق کی صفات کو اللہ تعالیٰ جب چاہے تبدیل فرمادے۔

حاصل کلام یہ کہ جو صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں بعینہ وہ مخلوق میں سے کسی کے لئے مان لی جائیں تو شرک لازم آئے گا اور اگر اوپر تحریر کئے گئے فرق کو مانا اور اللہ تعالیٰ کی صفت لفظی طور پر مخلوق پر بول دی تو شرک نہیں کہلائے گا۔ بلکہ صرف اشتراک لفظی کہلائے گا۔

شرک کی مذکورہ تعریف کو اچھی طرح ذہن نشیں کرلیں اور اب اس تعریف کی روشنی میں دیکھیں کہ مسلمانوں پر جن وجوہات کی بنا پر مخالفین اہل سنت شرک کے فتوے لگاتے ہیں آیا واقعی یہ باتیں شرک ہیں یا محض افتراء ہے۔

ثابت ہوا جو واقعتاً اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ ہیں اگر قرآن وحدیث میں ان کا استعمال مخلوق پر کیا گیا ہے تو شرک نہیں۔ تو داتا۔ گنج بخش۔ غوث اعظم۔ غریب نواز وغیرہ تو الفاظ ہی عربی نہیں نہ قرآن وحدیث میں ان کا استعمال اللہ پر ہوا ہے اگر چہ معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں لیکن ثبوت شرک کے لئے جب بعینہ وہی الفاظ جو اللہ نے اپنے لیے فرمائے جب وہ الفاظ بندوں کے لئے بولنا شرک نہیں تو جو الفاظ (مذکورہ) اللہ نے اپنے لیے بولے ہی نہیں وہ بندوں پر بولنا کیسے شرک ہوسکتا ہے۔ (آمدم برسرِ مطلب)

ائمہ مساجد اپنے آپ کو احساسِ کمتری کا شکار ہونے سے بچائیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اللہ کی طرف سے آزمائشوں میں سو فیصد کامیابی حاصل کرلی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو انعام عطا فرمایا کہ انی جاعلک للناس اماما۔ اے ابراہیم! میں نے تجھے لوگوں کا امام بنادیا ہے۔ کیا امامت کوئی معمولی چیز ہے کہ آج مسجد کا امام شرم سے منہ چھپاتا پھرے اور اپنے آپ کو امام مسجد کہنے سے شرماتا پھرے، یہ امامت نبیوں کے سردار نے زندگی کے آخری لمحات تک کرائی۔ ابوبکر صدیق نے مرتے دم تک امامت کرائی حضرت عمر مصلے امامت پہ شہید کردیے گئے، عثمانِ غنی آخری دم تک لوگوں کے امام رہے علی المرتضیٰ کو نماز پڑھاتے ہوئے شہید کیا گیا۔ مسجد اقصیٰ میں تمام نبیوں میں سے صرف ہمارے آقا کو امامت کے لئے چنا گیا۔

الغرض اللہ کا ہر پیارا یہ کام کرتا رہا۔ کیا کوئی مسلمان بھی کہلائے اور امامت جیسے مقدس کام کو حقیر بھی جانے اس کا ایمان کب یہ گوارا کرے گا۔ وہ لوگ ان حقائق سے سبق حاصل کریں جو بچوں کو اس لیے دینی مدارس میں داخل نہیں کراتے کہ ہمارا بیٹا پڑھ کر امامت کرے گا؟ اگر تیرا بیٹا امام مسجد بن گیا تو کیا یہ تیری کم خوش نصیبی ہے کہ نبیوں کے مشن پر چل پڑا ہے امامت کرانا کوئی معمولی لوگوں کا کام ہے؟ یہ نبیوں کا طریقہ ہے اور ولیوں کی ولایت کا راز ہے۔

آج کسی چوہدری یا افسر کی تعریف اس کا نوکر کردے تو پھولا نہیں سماتا جب کہ مسجد میں امامت کا فریضہ ادا کرنے والا وہ ہے کہ خدا اور رسول نے اس کی تعریف فرمائی ہے۔

ان الارض لا تاکل اجساد الانبیاء والعلماء والمؤذنین المحتبسین و حملة القران۔ (قرطبی)

بے شک زمین انبیاء، علماء، مؤذن اور حفاظ قرآن کے جسموں کو (موت کے بعد بھی) نہیں کھاتی۔

دنیا تڑپتی ہے کہ حضور علیہ السلام ہم پر ایک نگاہ کرم فرما دیں امام مسجد خوش نصیب ہے کہ اس کی مظلومیت حضور نے چودہ صدیاں پہلے ملاحظہ فرمائی (مسجد کی ٹوپی ٹوٹ گئی امام کو جواب دے دیا۔ امام دیکھتا کیسے ہے نکال دو۔ ایک امام کو پچیس سال امامت کے بعد معمولی بات پہ نکالا گیا کہ محلہ میں نو وارد ایک شخص کرائے دار آیا اس سے امام کی بات ہوگئی تو لوگوں کو بہانہ مل گیا کہ محلے دار نہیں مانتے یعنی پچیس سال امامت کرنے والا محلے دار نہیں بنا اور جس کو محلہ میں آئے دو مہینے ہوئے اور کرائے دار ہے وہ محلہ دار ہوگیا؟ بدبختو! وہ کون سی یونیورسٹی ہے جس سے محلے دار ہونے کی ڈگری ملتی ہے، ہمیں بھی تو بتاؤ۔ کیا یہ کردار ان کوفیوں کا نہیں جنہوں نے امام مسلم بن عقیل سے غداری کی۔ کاش حُر جیسی ایک نماز ہی پڑھ لو کہ ایک بار "پیچھے اس امام کے" کہا اور جان قدموں میں قربان کردی)۔

سرکار نے فرمایا **اللھم ارشد للائمة واغفر للمؤذنین** (ترمذی صفحہ ۵۱) اے اللہ! میری امت کے اماموں کو ہدایت پر قائم رکھ (کہ سب کچھ سہہ کے بھی امامت کراتے رہیں اور صبر کرتے رہیں) اور میری امت کے مؤذنوں کو بخش دے۔ بلکہ جو شخص امام کے بالکل پیچھے کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے حضور علیہ السلام نے اس کے لئے تین بار دعا فرمائی (ترمذی ص ۵۳)

نیز ارشاد فرمایا جو شخص امام کے مصلے سے دور ہوا وہ جنت سے دور ہوگیا (مشکوۃ ص ۱۲۴) کیا یہ ساری نعمتیں اور باجماعت ایک نماز کا ثواب ستائیس کے برابر امام ہی کی وجہ سے نہیں ملتا؟ پھر کیا وجہ ہے معمولی دنیوی فائدے کی وجہ سے دنیا داروں کا احترام تو کرتے ہو اور اس قدر دینی فائدے جس کی وجہ سے نصیب ہیں اس کا احترام تمہاری نگاہوں میں کیوں نہیں؟ یہ بدبختی نہیں تو کیا ہے؟

حضور علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ (جو ان تین مخلص افراد میں شامل ہیں جو غزوۂ تبوک کے موقع پر پیچھے رہ گئے اور اللہ نے ان کی توبہ کی قبولیت کا سورۂ توبہ میں خصوصیت سے ذکر فرمایا) کے بیٹے فرماتے ہیں کہ میرے والد کی عادت کریمہ یہ تھی **کان اذا سمع النداء یوم الجمعة ترحم لا سعد بن زرارة فقلت له اذا سمعت النداء ترحمت لا سعد بن زراة** کہ جب بھی جمعہ کی اذان سنتے تو حضرت اسعد بن زرارہ (صحابی رسول) کے لئے دعا کرتے ان کے بیٹے فرماتے ہیں میں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمانے لگے میں کیوں نہ اس کے لئے دعا کروں کہ اس نے ہمیں سب سے پہلا جمعہ پڑھایا تھا (ابوداؤد صفحہ ۱۵۳، ابن ماجہ ص ۷۷) ایک جمعہ پڑھ کر ساری عمر دعا کرتے رہے اور آج کے نمازی ساری عمر نمازیں پڑھ کر بھی اپنے امام کی غیبت کرتے ہیں۔

وہ تھے کس منزل میں اور تو کون سی منزل میں ہے
شرم سے گڑ جا اگر احساس تیرے دل میں ہے

علماء سے دوری اور نفرت کا نتیجہ

جیسے رافضیوں نے قرآن مجید کے متعلق عقیدہ بنالیا ہے کہ یہ اصل قرآن نہیں ہے۔ اور صحابہ کرام جنہوں نے قرآن پاک کو جمع فرمایا ان کے متعلق بدزبانی کی تو ان پر ایسی لعنت برسی کہ حفظ قرآن کی دولت سے محروم کردیے گئے اسی طرح جو لوگ علماء کے بارے بدگمانیاں پھیلاتے ہیں کبھی کہتے ہیں امام حسین کو حافظوں، قاریوں نے ہی تو شہید کیا تھا، کبھی کہتے ہیں داڑھیاں تو سکھوں کی بھی ہیں کبھی یوں کہیں کہ مولوی بخشے گئے تو ہم سب بخشے جائیں گے، کبھی یوں بکیں کہ بھیڑیے نے یعقوب علیہ السلام کو کہا کہ اگر میں نے یوسف علیہ السلام کو کھایا ہو تو چودھویں صدی کے مولویوں میں سے ہو جاؤں یعنی علماء کے بارے میں اللہ و رسول نے جو فضائل بتائے ان کی

طرف نہیں آتے اور بھیڑیوں کی بولیاں بولتے ہیں۔ بھیڑیے نے اگر کہا بھی ہو تو وہ بھیڑیے کا ہی عقیدہ ہوسکتا ہے تو نے خدا اور رسول کا دیا ہوا عقیدہ چھوڑ کر بھیڑیے والا عقیدہ اپنایا اور طرح طرح کے من گھڑت لطیفے علماء کے بارے میں گھڑے اللہ کی ایسی لعنت پڑی کہ نماز سے محروم، مسجد سے دور دین سے دور اور شکل وصورت محمدی سے نفرت کی تو یہود ونصاریٰ کی شکل وصورت نصیب ہوگئی، آپ دس عیسائی یہودی کھڑے کریں ان میں ایک اس طرح کا مسلمان بھی کھڑا کر لیں تو پہچان نہیں سکیں گے ان میں مسلمان کون ہے وہی شکل وصورت جو بش وشیرون کی ہے اسی کو مسلمانوں نے اپنایا ہوا ہے۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

نتیجتاً دین کے معاملے میں حالت یہ ہوگئی کہ جنازہ لے کر جا رہے ہوں تو ہر کندھا دینے والا بلند آواز سے ''کلمہ شہادت'' کا لفظ تو بول لیتا ہے آگے کلمہ شہادت آتا ہی نہیں پڑھے کون؟ نماز جنازہ تو کیا آئے گی ساری عمر امام صاحب ہر جنازے کے ساتھ نیت بتاتے ہیں وہ ساری زندگی یاد نہیں ہوتی اور جنازہ پڑھ آتے ہیں یعنی زندہ سے بھی دھوکہ اور مُردوں سے بھی فراڈ۔ جو کبھی عید کی نماز بھی نہیں پڑھتا اس کو جنازہ پڑھنے سے کیا کام صرف لوگوں کو دکھانے کے لئے ورنہ پنج گانہ نماز تو فرض عین ہے وہ کبھی پڑھی نہیں جنازہ تو نہ بھی پڑھے گا تو کوئی گناہ نہیں۔ لیکن خدا کی ناراضگی کی پرواہ نہیں صرف یہ کہ برادری خاندان ناراض نہ ہوجائے۔

ایک مرتبہ ٹی وی کے معلوماتی پروگرام نیلام گھر میں میں نے خود سُنا جب سوال ہوا کہ قرآن پاک کی سب سے چھوٹی سورت کا نام بتاؤ تو کسی یونیورسٹی کے طالب علم نے جواب دیا کہ سورۂ بقرہ۔ اور سب سے پہلا جمعہ اسلام میں کس نے پڑھایا؟ تو جواب آیا کہ محمد بن قاسم نے۔ تین طلاق بیوی کو دے کر پھر مولوی کے پاس بھاگتے ہیں جی غصے میں دی تھی۔ بھلا کوئی پیار میں بھی طلاق دیتا ہے کہ بیگم آج تو نے کھانا بہت اچھا پکایا ہے جا میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔

نکاح میں جب مولوی صاحب نوجوان کو کلمہ پڑھنے کے لئے کہتے ہیں تو اس وقت اس نوجوان پڑھے لکھے کی کیا حالت ہوتی ہے؟ یا مولوی صاحب جانتے ہیں یا پھر دولہا جانتا ہے پہلے کلمے میں ہی بے چارہ پھنس جاتا ہے پھر ساتھ والے یہ کہہ کر جان چھڑاتے ہیں جی بے چارہ شرما

رہا ہے آپ خود ہی پڑھ دیں ہمیں آپ پر اعتبار ہے۔ یہ ظالم شراب پیتے، جھوٹ بولتے نہیں شرماتا کلمہ پڑھتے شرماتا ہے۔

پھر نکاح کے بعد بیوی چونکہ ایم اے پاس ہوتی ہے اور بابو میٹرک سے دو دفعہ فیل ہوتا ہے لنڈے بازار سے پانچ روپے کی پینٹ پہن کر بابو بنا ہوا ہوتا ہے جھگڑا ہو جائے تو بیوی انگریزی میں گالیاں دیتی ہے اور بابو پنجابی میں معافی مانگتا ہے وہ کہتی ہے ''بیڈ فول'' یہ کہتا ہے ''جی حضور''۔

لطائف

❁ ایک بابو کی دو بیویاں تھیں ایک اوپر رہتی تھی دوسری نیچے بابو جی دوپہر کی گرمی میں دفتر سے گھر آیا اوپر والی کے پاس جانے لگا تو نیچے والی نے ٹانگوں سے پکڑ لیا اوپر والی کو پتہ چلا تو اس نے ٹائی سے پکڑ لیا (کیوں کہ سر تو انہوں نے جوتے مار مار کے پہلے ہی گنجا کر دیا تھا) اب نیچے والی نیچے کھینچ رہی ہے اوپر والی اوپر باؤ جی پھنس گئے غصے میں کہا اوپر تیرے پاس آؤں تو تجھے طلاق نیچے تیرے پاس آؤں تو تجھے طلاق اب کہہ تو بیٹھے مگر پھنس گئے کہ جدھر گیا طلاق ہو جائے گی اور دونوں بیویاں ہاتھ سے گئیں اور ایسی گئیں کہ پھر واپس نہ آئیں۔ اب مولوی یاد آیا۔ جب پھنس جاتے ہیں تو پھر مولوی یاد آتا ہے (جو پیدا ہونے سے مرنے تک کان میں اذان، نکاح، جنازہ، قل، چالیسواں اور سالانہ ختم تک تیرے کام آتا ہے۔ اگر وہ وفادار نہیں تو تُو بھی تو دلدار نہیں) مولوی صاحب کے پاس بندہ بھیجا کہ باؤ جی کی بیویاں بچائیں اور ساتھ باؤ جی کو بھی، انہوں نے فرمایا سیڑھی لگا کر نیچے والی کو اوپر لے جاؤ اوپر والی کو نیچے لے آؤ دونوں بمعہ باؤ جی کے بچ جائیں گی۔

مُلاں بتاتا ہے تجھے جنت کا راستہ
گر مانتے نہیں تو جہنم میں جائیے
گر چاہتے ہیں آپ کہ بچے ہوں با ادب
تو پہلے اپنے بچوں کو قرآن پڑھائیے

انگریز بننے کی اگر تمنا ہے آپ کی
تو پہلے اپنے چہرے پہ چونا پھرایئے
اسلام چاہتا ہے کہ نمازی بنایئے
اور آپ کا ہے شوق کہ کرکٹ کھلایئے
قرآن خواں کو دیکھ کے منہ پھیر لیجئے
عمران خاں کے نام پہ قربان جایئے

(مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب)

❁— ایک صاحب مجھے کہنے لگے کہ آپ نماز جنازہ نہ آنے کی بات کرتے ہیں مجھے تو نماز جنازہ کی دعاؤں کا ترجمہ بھی آتا ہے میں نے کہا سبحان اللہ! سنائیں اللھم اغفر لحینا کا معنی کیا ہے کہنے لگے حیۃ کا معنی سانپ۔ یعنی اے اللہ ہمارے سانپ کو بخش دے۔ باپ کو سانپ کہہ رہا ہے۔

❁— اسی طرح ایک صاحب ڈبل ایم اے کہنے لگے مولویوں کی ضرورت کیا ہے قرآن کا ترجمہ مل جاتا ہے ہر بندہ خود سمجھ سکتا ہے میں نے کہا پھر تمہیں نمازیں کون پڑھائے گا۔ تمہارے نکاح کون پڑھے گا۔ جنازے کون پڑھے گا کہنے لگا ہم خود پڑھ لیں گے میں نے کہا پھر تم خود مولوی بن جاؤ گے پھر مولویوں سے جان تو نہ چھوٹی۔

پھر تم نے بڑے دعوے سے قرآن فہمی کی بات کی ہے ذرا بتاؤ تو بسم اللہ کا ترجمہ کیا ہے، بڑا لال پیلا ہوا، میں اتنا ہی جاہل ہوں کہ مجھے بسم اللہ کا ترجمہ نہ آئے میں بھی سمجھ گیا کہ اگر آتا ہوتا تو اتنا غصے میں نہ آتا۔ میں نے عرض کیا اگر آتا ہے تو سنا دیں ثواب ہوگا، کہتا ہے سنو! شروع کرتا ہوں، ابھی اتنا ہی کہہ پایا تھا تو میں نے روک کر کہا یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے "شروع کرتا ہوں" ب کا معنی ساتھ اسم کا معنی نام اللہ اسم جلالت ہے الرحمٰن بہت مہربان الرحیم بہت رحم کرنے والا ہے۔ یہ شروع کرتا ہوں کس لفظ کا ترجمہ کیا ہے ڈبل ایم اے صاحب اب لگا بغلیں جھانکنے۔ گویا کہ، یعنی کہ، چونکہ، چنانچہ، اگرچہ، میرا مطلب ہے وغیرہ۔

❁— ایک صاحب فرمانے لگے یہ مولوی نے ایسے ہی فرقے بنا رکھے ہیں کوئی وہابی کوئی سُنی کوئی کچھ میں صرف مسلمان ہوں میں نے کہا اچھا ذرا صرف مسلمانوں والی نماز پڑھ

کر دکھاؤ جیسی نہ وہابی پڑھتے ہوں نہ سُنی نہ شیعہ۔ پھر یہی ہوسکتا ہے ایک ٹانگ کھڑی کر دو اور ایک بازو اُٹھا لو۔

پچھلے دنوں ناظمین کے الیکشن کے موقع پر اخبارات میں بڑے عجیب عجیب لطائف آتے تھے۔

❁— کسی ناظم کے امیدوار سے نماز جنازہ کے بارے سوال کیا گیا تو اس نے کہا چار رکعتیں ہر رکعت میں دو دو سجدے۔ کسی کو دعائے قنوت یاد نہیں تو کوئی تیسرا کلمہ نہ سُنا سکا یہ بی اے پاس ہیں یا بی پاس۔ کوئی وزیر مرجائے تو ماتحت عملہ بے وضو ہی جنازہ میں شامل ہو جاتا ہے کہ ہم نے اللہ کی نماز تو نہیں پڑھنی ہم نے تو وزیر کی پڑھنی ہے وضو کی کیا ضرورت۔

ایصال ثواب کے لئے فاتحہ پڑھنی ہو تو ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں کوئی منہ پر ہاتھ پھیرے تو ہم بھی پھیریں اور خلاصی ہو۔

❁— کہتے ہیں ایک چوہدری صاحب کا وصال ہوگیا، مولوی صاحب نہیں تھے لوگ ایک درویش کو لے آئے کہ جنازہ پڑھاؤ انہوں نے مصلے پہ کھڑے ہو کر ایک بار جنازے کو دیکھا پھر نمازیوں کو دیکھا اور آدھا گھنٹہ جنازہ پڑھانے پہ لگا دیا لوگ سلام پھیرتے ہی درویش کو مارنے لگے اتنی دیر لگا دی، انہوں نے فرمایا وجہ تو پوچھ لو، مارتے کیوں ہو، در اصل میں نے تو ابھی جلدی پڑھا دیا ہے، کیوں کہ ایک نہیں پڑھایا بلکہ سب کا پڑھا دیا ہے ایک مردہ آگے تھا تین سو مردے پیچھے تھے کیوں کہ تم خدا کے لئے تھوڑا آئے ہو! تم تو چوہدری کے لئے آئے ہو۔ خدا کے لئے آتے ہوتے تو پانچ وقت مسجد میں بھی گئے ہوتے۔

جو جنازگاہ میں جنازہ پڑھنے سے پہلے جنازہ کی نیت پوچھ رہا ہے اس کو نماز جنازہ تو ضروری آتی ہوگی۔

❁— روزہ ایک نہیں، تراویح کبھی نہیں، نماز کی گیارہ مہینے چھٹی اور چاند رات کو اسپیشل پوچھا جاتا ہے جی عید کتنے بجے ہوگی۔ تمہیں کیا تیرے لیے تو روزانہ ہی عید ہے۔

❁— مردے کو جس صابن سے نہلایا جاتا ہے وہ مولوی کو دے دو مردے کے کپڑے، جوتی

مولوی کو دے دو۔ مردے کا کھانا مولوی کو دے دو، پھر کہتے ہیں مولوی میں بڑی آکڑ ہے، کیوں نہ ہو ہر چیز جو آکڑ خاں کی بے چارہ استعمال کرتا ہے۔

اپنی طرف سے مسئلے گھڑے جا رہے ہیں جیسے گھر کی شریعت ہو، جی دو خطبے بھاری ہوتے ہیں، تمہیں کیا لگے، بھارے ہوں گے تو مولوی پر ہوں گے جس نے دینے ہیں اگر بھار اتارنا چاہتے ہو تو اس بے چارے کو کہو مولوی صاحب ایک آپ دے دیں ایک ہم دے دیتے ہیں تا کہ آپ کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔ لیکن ہر وقت گالیاں دینے والا خطبہ کیا دے گا۔

❁ ایک بخیل صاحب مر رہے تھے کسی نے کہا خدا کے نام پہ بھی کچھ دو تو کہنے لگے جان تو دے رہا ہوں اور کیا دوں۔

❁ ایک بخیل صاحب کو دل کا دورہ پڑ گیا تو لوگوں نے پوچھا کیا کچھ خرچ کر بیٹھے ہیں؟ تو جواب ملا نہیں بلکہ کسی کو خرچ کرتے ہوئے دیکھ لیا ہے۔

پچھلے دنوں ٹی وی پہ ڈرامے میں دکھایا گیا ایک چوہدری صاحب نوت ہو گئے تو ان کے بیٹوں نے مولوی صاحب کو کہا کہ روزانہ اس کی قبر پہ جا کر پڑھا کرو۔ مولوی صاحب گئے آدھ گھنٹے کے بعد واپس آئے، پوچھا گیا اتنی جلدی آ گئے ہو، عرض کیا ایک پارہ پڑھ آیا ہوں، پاس ہی ایک مسخرہ بیٹھا ہوا تھا کہنے لگا مولوی صاحب! یہ بڑے لوگ ہوتے ہیں ان کے گناہ بھی بڑے ہوتے ہیں ان کا ایک پارے سے کچھ نہیں بنتا۔

؎ جب میں کہتا ہوں کہ اے اللہ میرا حال دیکھ
حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامۂ اعمال دیکھ

❁ میاں محمد اکرم مرحوم نے مجھے بتایا کہ عبدالخالق نامی ایک شخص جس کو وہ ذاتی طور پر جانتے تھے، دبئی سے آ رہا تھا ایک سکھ کے ساتھ جہاز میں سیٹ ملی، اب عبدالخالق کلین شیو ہے اور سکھ کی داڑھی ہے۔ بجائے اس کے کہ سکھ پوچھتا تو نے داڑھی کیوں نہیں رکھی، جھٹ سے اس نے سکھ سے پوچھ لیا کہ سردار جی! یہ داڑھی کیوں رکھی ہوئی ہے۔ سردار نے جواباً کہا! تیرے ہی نبی کی سُنت ہے۔ جس کی مجھے توفیق مل گئی تجھے نہ ملی۔ بس پانی پانی ہو گیا اللہ نے ہدایت دے دی آج اس کی مشت بھر داڑھی ہے اور بس چلا رہا ہے۔

❁ حضرت پروفیسر محمد اکرام صاحب (مرید خاص حضرت قبلہ سید ابو البرکات علیہ الرحمۃ) بیان فرماتے ہیں کہ ایک انگریز کو حضرت پیر کرم شاہ الازہری علیہ الرحمۃ نے میرے حوالے کیا، میں اس کو داتا صاحب لے گیا اور عرض کیا آپ گنج بخش ہیں اپنے خزانے سے اس کو بھی بھیک عطا ہو۔

اللہ نے مہربانی فرمائی مسلمان ہو گیا، اذان ہوئی تو ہمیں غور سے دیکھتا اور پوچھتا۔ Are You Muslim? کیا تم مسلمان ہو؟ تو پھر بیٹھے ہوئے کیوں ہو کیا اللہ تعالیٰ نماز کے لئے نہیں بلا رہا؟

❁ اخباری رپورٹ کے مطابق بیس افراد کا وفد پاکستان سے لندن گیا انہوں نے سور کا گوشت پیش کیا انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا کہ ہمارے مذہب میں حرام ہے، انہوں نے حلال کھلا دیا کھانے کے بعد شراب خود طلب کر لی اور شراب نوشی کرتے رہے۔

عیسائی لوگ کہ جن کو نفرت سے چُوڑھا کہا جاتا ہے ان کی حالت یہ ہے کہ ملکہ الزبتھ بھی اپنے مذہبی راہنما کو فادر کہے گی اور اگر ملکہ الزبتھ کسی کو پھانسی کی سزا سُنا دے اور پوپ اس سزا کو معاف کرنا چاہے تو سزا نہ ہوگی اور ملکہ بھی سر جھکا کر پوپ کی بات مانے گی۔

ہم خود اپنی زبان سے اپنے مذہبی راہنماؤں کی تذلیل کرتے ہیں کہ مولوی ایسے ہیں ایسے ہیں میں نے کہا اس لیے کہ تمہارے والدین کا نکاح مولوی نے پڑھایا ہے جس کے نتیجے میں تیرے جیسی سوغات آئی چونکہ تو آپ ایسا ہے لہٰذا "المرء یقیس علی نفسہ" ہر کوئی دوسرے کو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے۔

ہم اس قدر احساس کمتری کا شکار ہو گئے ہیں کہ ایک طرف عالم اپنی تقریر میں پورا قرآن پڑھ جائے عربی فارسی پہ مہارت تامہ رکھتا ہو تو کوئی حیرانگی نہیں ہوتی دوسری طرف قرآن و سنت سے ناواقف تقریر میں ایک جملہ انگریزی کا بول دے تو حیران ہو رہے ہیں کہ بڑا پڑھا لکھا بندہ ہے یعنی قرآن و حدیث نہ آئے تو پرواہ نہیں لیکن انگریزی نہ آئے تو بڑی کمی محسوس کرتے ہیں، انگریز نے ہم سے انتقام لیا اور ہماری معیشت کو بھی انگریزی کے ساتھ مشروط کر دیا انگلش آئے گی تو ملازمت ملے گی چاہے پہلا کلمہ بھی نہ آئے اور انگریزی نہیں آتی تو کسی کام کے نہیں ہو

چاہے پورا قرآن آتا ہو نہ ہماری کوئی اپنی سوچ ہے نہ تہذیب نہ تمدن ۔

آدمی بس آدمی ہیں بات کے
در حقیقت بیل ہیں گجرات کے

انگریز اور انگریزی کو اپنا قبلہ و کعبہ بنا رکھا ہے ایک بات قرآن وسنت کے اندر ہو تو توجہ ہی نہیں کرتے وہی بات انگریزی میں کوئی انگریز مفکر کہہ دے تو جھومتے رہتے ہیں

ے طاقِ دل میں چراغ انگریزی
سر کے اندر دماغ انگریزی
چال انگریزی ڈھال انگریزی
جسم کا بال بال انگریزی
گلا چھلتا ہے گر تو چھل جائے
لہجہ "صاحب" سے اپنا مل جائے

دو ایمان افروز روایات ملاحظہ فرمائیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ یحییٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے اللہ مجھے ایسا بنادے کہ کوئی شخص مجھ پر کیچڑ نہ اچھالے۔ اللہ نے فرمایا ھذا شیئی لم استخلصه لنفسی کیف افعله بک ۔ اے یحییٰ علیہ السلام یہ چیز تو میں نے اپنے لئے بھی نہیں رکھی تمہارے لئے کیسے رکھوں۔ پھر حضرت انس نے یہ آیت پڑھی کہ یہود عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں، عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو اور یہ کہ یہود نے اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا قرار دیا۔
(درمنثور بروایت دیلمی فی مسند الفردوس جلد ۳ صفحہ ۱۱۳)

امام ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ فرمایا: اگر تجھے تمہارے مسلمان سے کوئی ناپسندیدہ بات پہنچے تو غم نہ کرو اگر وہ بات درست ہے تو تمہاری غلطی پر تمہیں دنیا میں تنبیہ ہوگئی اور اگر غلط ہے تو تمہیں ایک نیکی کا بن کیے ثواب مل گیا۔ (درمنثور حوالہ مذکورہ)

مسلمانوں کو قرآن وسنت کے حاملین سے وہ معاملہ نہیں کرنا چاہیے جو اہل کتاب نے

اپنی کتابوں سے کیا: چنانچہ حضرت جبیر بن نضیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یوشک ان یرفع العلم ۔ قریب ہے کہ علم اٹھ جائے۔ زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ علم کیسے اٹھ جائے گا جب کہ ہم قرآن پڑھتے اور بچوں کو پڑھاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے ابن لبید تجھے تیری ماں روئے میں تجھے اہل مدینہ میں فقیہ تر سمجھتا تھا۔ کیا یہود و نصاریٰ کے ہاتھوں میں تورات و انجیل نہیں ہے؟ مگر جب انہوں نے اللہ کا حکم چھوڑ دیا تو انہیں یہ چیز بچا نہ سکی پھر آپ نے آیت پڑھی۔ و لو انهم اقاموا التوراة والانجیل الخ۔ (تفسیر ابن کثیر بروایت ابن ابی حاتم جلد ۲ صفحہ ۷۹)

علماءِ سوء

تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ ایک ہی مچھلی سارا جال خراب کرتی ہے دیکھنے میں دونوں موتی ہوتے ہیں مگر جوہری جانتا ہے ہیرا کون سا ہے اور عام پتھر یا شیشہ کون سا، ہوتے دونوں کاغذ ہیں ایک قرآن مجید میں لگ کر عزت پاجاتا ہے اگر چہ ظاہراً سستا ہی ہو دوسرا اگرچہ قیمتی ہو مگر اس پر پکوڑے کھائے جاتے ہیں۔ بعض نام نہاد علماء دنیا داروں، حکمرانوں کے خوشامدی، ان کی کوٹھیوں کا طواف کرنے والے جن کی زبانوں سے بظاہر قال اللہ اور قال الرسول ہوتا ہے مگر ذئاب فی ثیاب کی شان رکھتے ہیں، ایسے بازی گروں کو دیکھ کر علماء حق کی قدر نہ کرنا اور ان کے پردے میں دین کے سچے وفا شعاروں کو کوسنا عقل مندی نہیں ہے اتنی پہچان تو جانور بھی کرتا ہے کہ میرا مالک کون ہے اور میرے مالک کا دشمن کون ہے، ایسے علماءِ سوء کی اللہ رسول کی بارگاہ میں کوئی قدر و قیمت نہیں بلکہ حدیث کی روشنی میں ایسا عالم، ریا کار سخی اور غازی سب سے پہلے دوزخ میں جائیں گے

ے اس طرف بھی آدمی ہیں اس طرف بھی آدمی
ان کے جوتوں پر چمک ہے اُن کے چہرے پر نہیں
(ساحر لدھیانوی)

اگرچہ حکمرانوں اور دنیا داروں جن کی یہ لوگ خوشامد کرتے ہیں ان کے نزدیک بھی اصل علماء حق ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ سارے ایسے ہی ہو جائیں لیکن کردارِ حسینی کے حامل ہر دور میں اپنا فرض ادا کرنے سے نہیں رُکتے ۔

جو ظلم پہ لعنت نہ کرے آپ لعین ہے
جو صبر کا منکر ہے وہ منکرِ دیں ہے

اس کے باجود اِن علماء سو کی وجہ سے دین کو ہی چھوڑ دینا اور دین کا مذاق اُڑانا کسی شریف آدمی کا شیوہ نہیں ہوسکتا۔

دین کا مذاق اُڑانا کفار و مشرکین کا کام ہے

اس سے پہلے حدیث گذر چکی ہے کہ بعض صحابہ کو کفار نے ازراہِ مذاق کہا کہ عجیب تمہارا نبی ہے علمکم نبیکم کل شئی حتی الخِراۃ۔ تمہیں اس طرح کی باتیں بھی بتاتا ہے کہ استنجا کیسے کرنا ہے۔ اگر ہمیں کوئی ایسی بات کردے تو ہم ایسے نام نہاد عاشق رسول ہیں کہ اس کی ہاں میں ہاں ملا کر خود بھی دین کا مذاق اُڑانا شروع کردیں کہ واقعی یار یہ تو کوئی مہذب بات نہیں ہے لیکن تہذیب حاضر کے دلدادہ کو کیا معلوم تہذیب و تمدن سرکار دو عالم کی ہی تعلیمات کا نام ہے۔

آج کا مسلمان مفکر بھی احساس کمتری کا شکار ہے کہ آج سے چودہ سو سال پہلے حضور علیہ السلام نے فرمایا مکھی اگر پینے والی شے میں گر جائے تو اس کو ڈبو کے نکال دو اور پینا چاہو تو پی لو، یہ آپ نے کیا فرمادیا، غیر مسلم یہ پڑھ کر مذاق اُڑاتے ہوں گے، تہذیب کے منافی ہے وغیرہ وغیرہ۔

آج غیر مسلموں کے سائنس دانوں کی بھی آنکھیں کھل گئیں جب لیبارٹری میں جا کر دیکھا کہ واقعی مکھی کے ایک پر میں بیماری کے جراثیم ہوتے ہیں جو خود ڈبوتی ہے اور دوسرا ڈبویا گیا تو اس میں شفا کے جراثیم تھے جنہوں نے بیماری کے جراثیموں کو ماردیا۔

پھر حضور علیہ السلام صرف امیروں کے رسول تو نہیں کہ جن کو وافر مقدار میں ہر نعمت مہیا ہوجاتی ہے ان غریبوں کے بھی رسول ہیں کہ جن کو ہوسکتا ہے سال بعد دودھ کا پیالا ملے۔ جب حسرت کے مارے پینے لگیں تو مکھی گر جائے۔ اگر انڈیل دینے کا حکم دیا جاتا تو ان بے چاروں کے دل پہ کیا گذرتی۔ اس لیے اجازت دے دی جو نہ پینا چاہے اس کی مرضی کسی کو پلادے لیکن چاہے تو پی بھی سکتا ہے کیوں کہ دودھ اللہ کا نور ہے اور حضور بھی نور خدا ہیں نور خدا نور نبوت سے جان گیا کہ کہ اب اس مشروب میں کوئی خرابی نہیں لہٰذا احترام کا تقاضا ہے پی ہی لیا جائے۔

اور اگر حکم ہوتا کہ مکھی والی شے کو ہرگز نہ کھاؤ پیو تو آج بے چارے حلوائی، گوالے، مشروبات والے، گوشت والے کہاں جاتے کہ جہاں ہروقت مکھیوں کا ہجوم ہوتا ہے وہ تو سارا دن مکھیاں ہی مارتے رہتے۔

الغرض ان گنت حکمتیں بیان کی جاسکتی ہیں آمدم برسر مطلب! جب صحابہ پر کافروں نے اعتراض کیا تو وہ سچے عاشق تھے ایسا جواب دیا کہ لاجواب کردیا فرمایا ڈوب کے مرجاؤ تمہارا بھی کوئی دین ہے تمہیں تو استنجاء کرنے کا کسی نے نہیں بتایا۔ ہمارے نبی نے تو ہمیں استنجاء تک کا طریقہ بتادیا ہے۔

نهانا النبی صلی الله علیه وسلم ان نستقبل القبلة بغائط او بول و ان لا نستنجی بالیمین و ان لا یستنجی احدنا باقل ثلثة احجار او یستنجی برجیع او عظم.

ہمیں ہمارے آقا و مولا نے قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب پاخانہ کرنے سے اور دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے سے اور تین ڈھیلوں سے کم کے ساتھ استنجاء کرنے سے اور گوبر، لید، ہڈی کے ساتھ استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد شریف ص ۴)

طالب علم کے لئے

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کتنے قدر دان لوگ تھے جو حضور علیہ السلام کی زبان سے نکلنے والے الفاظ کتنی محنت سے حاصل کرتے (صحیح بخاری ص ۸۷) پہ ہے رحل جابر ابن عبد الله مسیرة شهر الی عبد الله بن اُنیس فی حدیث واحد۔ حضرت جابر بن عبداللہ کو پتہ چلا کہ حضرت عبداللہ بن انیس کے پاس حضور علیہ السلام کا ایک فرمان ہے جو میرے پاس نہیں انہوں نے سپیشل سواری خریدی اور مہینہ سفر کرنے کے بعد حضور علیہ السلام کا فرمان حاصل کیا۔

میزبان رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث حضور علیہ السلام سے سُنی کچھ عرصہ بعد صرف الفاظ میں شبہ پڑ گیا (مفہوم معلوم تھا) اس وقت ان کے علاوہ صرف ایک صحابی (عقبہ بن عامر) زندہ تھے اور وہ بھی مصر میں تھے چنانچہ آپ سپیشل مصر گئے، لق و دق صحراؤں اور سفر کی صعوبتوں کو برداشت کیا ایک مہینہ پورا لگ گیا مصر پہنچے تو ان کا ٹھکانہ معلوم

نہ تھا، امیر مصر مسلمہ بن مخلد کے پاس گئے اور کہا جلدی کرو (مرنے سے پہلے میں حدیث کے الفاظ توصیح کرنا چاہتا ہوں) مجھے عقبہ کے پاس پہنچاؤ۔ چنانچہ اس کا انتظام کیا گیا۔ آپ جب حضرت عقبہ کے ہاں گئے ان کو معلوم ہوا کہ میزبان رسول آئے ہیں فرطِ شوق میں گلے لگالیا، آنے کی وجہ پوچھی، فرمایا مومن کی پردہ پوشی کے متعلق سرکار کے فرمان کا مفہوم یہ ہے الفاظ کیا ہیں؟ میں صرف یہی تصدیق کرنے آیا ہوں انہوں نے الفاظ پڑھے **سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ستر مؤمنا فی الدنیا علی عورۃ سترہ اللہ یوم القیمۃ** (عینی، فتح الباری) "میں نے اپنے آقا سے سُنا کہ جو شخص دنیا میں کسی کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کو اس کی پردہ پوشی فرمائے گا) حضرت ابوایوب کی جان میں جان آئی فرمایا **الحمد للہ** مجھے بھی ایسے ہی یاد تھی شبہ دور ہوگیا۔

اور وہ حدیث یہ ہے **یحشر الناس یوم القیمۃ فینا دیھم بصوت یسمعہ من بعد کما یسمعہ من قرب انا الملک الدیان لا ینبغی لا ھل الجنۃ ان یدخل الجنۃ و واحد من اھل النار یطلبہ بمظلمۃ حتی اقتصہ منہ حتی اللطمۃ۔**

(فتح الباری بحوالہ ضیاء النبی ج ۷ ص ۸۰)

قیامت کے دن لوگوں کو جمع کیا جائے گا اور ان کو آواز دی جائے گی جس کو دور والا بھی ایسے ہی سُنے گا جیسے قریب والا، میں بادشاہ ہوں، بدلہ دینے والا ہوں۔ جنت والے جنت میں نہ جائیں جب تک کہ کسی دوزخی کا اس کے ذمے کسی ظلم کا حساب باقی ہو اور وہ قصاص نہ دے لے۔ حتی کہ ایک تھپڑ کا حساب بھی نہ چکا دے۔ (اس طرح کے بے شمار واقعات تاریخ اسلام میں آپ کو پڑھنے کے لئے ملیں گے، اصحابہ صفہ نے ہر لذت کو ٹھکرا کر درِ حبیب پہ اسی لیے ڈیرے ڈال دیے کہ جب حبیب خدا کی زبان سے موتی نکلیں تو انہیں اپنے دامن میں سمیٹ لیا جائے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را)

اہل علم کے لئے ایک علمی بحث

حضور علیہ السلام نے فرمایا **منھو مان لا یشبعان منھوم فی العلم لا یشبع منہ و منھوم فی الدنیا لا یشبع منہ** (مشکوۃ کتاب العلم فصل ثالث) دو حریص (لالچی) کبھی سیر نہیں ہوتے ایک علم کا حریص دوسرا دنیا کا حریص۔ یعنی حرص اچھی بھی ہوتی ہے بُری بھی،

قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کے بارے فرمایا گیا "**حریص علیکم**" تم پر حریص ہیں۔ مگر باقی ہر کوئی اپنے لیے حریص اور حضور علیہ السلام امت کے لئے۔

اس حدیث میں علم سے دینی علم مراد ہے کہ یہی دراصل علم ہے باقی سب فنون ہیں، یہی وجہ ہے علم دین چھوڑ کر دوسرے علوم وفنوں حاصل کرنے والے دین کے معالے میں بالکل بے بہرہ اور جاہل کی طرح ہوتے ہیں لہٰذا جتنا بڑا سائنس دان ہو یا کسی بھی شعبہ میں مہارت حاصل کرلے مگر دین کے معاملہ میں نابلد ہو تو اس کو مفکر کہا جاسکتا ہے فنکار کہا جاسکتا ہے لیکن عالم نہیں کہہ سکتے۔

علمے کہ راہِ حق نہ نماید جہالت است

اگر تو فنون، علم کے معین یعنی مددگار رہوں تو علم کی صف میں شامل ہوسکتے ہیں جیسے لکڑی اگرچہ کھائی نہیں جاتی مگر چونکہ کھانے کی معین ہے لہٰذا کھانے کے اخراجات میں شامل کرلیا جاتا ہے کہ ماہانہ کھانے کا خرچہ پوچھا جائے تو لکڑیوں یا سوئی گیس وغیرہ کا خرچہ بھی اس میں ڈال کر بتایا جاتا ہے کہ کھانے کا اتنا خرچہ ہوا۔ لہٰذا کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ کیا لکڑیاں اور سوئی گیس بھی کھانے میں شامل ہے کیوں کہ یہ چیزیں کھانے کے لئے معین ہیں۔ تابع ہو کر معین بھی مقصود میں شامل ہوجاتا ہے۔ اس لیے جو فن نہ معین ہو نہ خود مقصود ہو وہ جہل ہے اسی لیے فرمایا گیا **ان من العلم جھلا** (مشکوۃ صفحہ ۴۱۰)۔

اسی طرح وہ علم دین بھی جس پر عمل نہ ہو، خاص اس جہت (بے عملی) کے اعتبار سے جہالت ہے کہ اس سے پناہ مانگی گئی ہے۔ (**اللھم انی اعوذبک من علم لا ینتفع بہ**) اسی طرح علم دنیا بھی، جب کہ وہ علم دین کا ذریعہ نہ بنے۔ اصطلاحاً اگرچہ ان کو بھی علوم کہہ دیا جاتا ہے مگر شارع کی نگاہ میں علم نہیں ہیں۔ اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ بہت سے علوم خبیثہ اہل دنیا کی نگاہ میں بھی علوم ہیں مثلاً غلاظت کی صفائی باقاعدہ ایک علم ہے کہ ہر بندہ جمعدار کی طرح صفائی نہیں کرسکتا اگرچہ بالمعنی الاعم علم ہے مگر فن خسیس ہونے کی وجہ ہے اس کو علم کی فہرست سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ کیوں کہ باتفاق عقلاء علم وہی ہے جس میں کوئی وجہ شرف ہو اور جس میں وجہ شرف نہ ہو وہ شارع کی نگاہ میں علم نہیں اور یہ کوئی تعصب پر مبنی بات نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہے جیسا کہ بیان ہوا کہ کوئی بھی جمعدار کو صفائی کا ماہر ہونے کی وجہ سے عالم نہیں کہ

مذکورہ حدیث کے الفاظ اگرچہ خبر ہیں مگر ہر خبر سے مقصود انشاء ہی ہوتا ہے کیوں کہ فقط واقعہ بیان کر دینا مقصد نہیں ہوتا نہ ہی اس سے کچھ حاصل ہوگا اور شارع علیہ السلام کا دامن اس سے پاک ہے کہ محض حکایت بیان کر دیں اور اس میں عبرت یا سبق نہ ہو۔ یہ ایک کلیہ ہے جو ہر جگہ پایا جاتا ہے تو جتنے جمل خبر یہ قرآن وحدیث میں پائے جاتے ہیں وہ "من حیث ھو خبر" مقصود نہیں بلکہ ہر خبر یہ سے کوئی انشائیہ مقصود ہوتا ہے مثلاً "قل ھو اللہ احد" یا اللہ الذی لا الہ الا ھو یا الھکم الہ واحد ۔ سب خبر یہ ہیں مگر ان سے انشاء مقصود ہے کہ "اعتقاد رکھو اللہ ایک ہے"۔

جیسے طبیب کا مریض کو یہ کہنا کہ "تمہیں فلاں بیماری ہے" اس سے مقصود صرف یہ خبر دینا نہیں بلکہ علاج کراؤ (انشاء) مقصود ہے۔ یہی قانون پورے قرآن وحدیث میں جاری ہوگا پہلی امتوں کے واقعات بیان کیے گئے مقصد خبر دینا نہیں بلکہ یہ حکم دینا ہے کہ تم ان گناہوں سے بچو تا کہ ان عذابوں سے بچ جاؤ۔

حضور علیہ السلام بھی ہمارے دلوں کے طبیب ہیں آپ نے اگر کسی شے کی تعریف فرمائی ہے یا مرض کی خبر دی ہے تو مراد دونوں سے انشاء ہے۔ لیکن یہ عقل منداور جاننے والے کو ہی معلوم ہوگا کہ اس خبر سے کون سا انشاء مراد ہے۔ مذکورہ حدیث (منھو مان) میں بعد انضمام مقدمات خارجیہ حرص دنیا کو مذموم کہا گیا اور حرص علم کو محمود لہٰذا دنیا کی حرص کے ساتھ اترکوا پوشیدہ ہوگا اور حرص علم کے ساتھ اطلبوا جملہ انشائیہ مذکور ہوگا۔

دنیا کا مذموم ہونا ظاہر و باہر ہے مثلاً قرآن پاک میں فرمایا گیا الھاکم التکاثر مال کی کثرت طلبی نے تمہیں غافل کر دیا۔ جب کہ حدیث میں فرمایا گیا لا یملأ جوف ابن ادم الا التراب۔ ابن آدم کے پیٹ کو مٹی ہی بھر سکتی ہے (نہ کہ سونا چاندی)

گفت چشم تنگ دنیا دار را   یا قناعت پُر کند یا خاک گور

خاص کر اس دور میں تو تعلیم بھی حرص دنیا کے لئے حاصل کرتے ہیں اور اس کا نام ترقی رکھا ہوا ہے جب کہ خود مدینۃ العلم کو پہاڑ سونا چاندی کے بنا کر ساتھ چلانے کی پیش کش فرمائی گئی اور آپ نے قبول نہ کی۔ پھر یاد رکھو طلب دنیا منع ہے نہ کہ کسب دنیا الدنیا جیفۃ و طالبھا کلاب۔ الدنیا زور لا یحصل الا بالزور ۔ حب الدنیا راس کل خطیئۃ وغیرہ

تمام احکام طلب دنیا سے متعلق ہیں جب کہ کسب دنیا کے بارے ارشاد ہے کسب الحلال فریضۃ بعد فریضۃ۔

اور علم کا محمود ہونا بھی ظاہر ہے کہ اس کی طلب کو فرض قرار دیا گیا طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ ۔ اطلبوا العلم من المھد الی اللحد لہٰذا اُس کی حرص مذموم اور اس کی حرص محمود ٹھہری۔

اور جیسے حرص مذموم ختم نہیں ہوتی کہ دنیا دار چاہتا ہے میرا مال بڑھتا رہے فرمایا گیا کہ اگر ابن آدم کو سونے کی پوری وادی (دو پہاڑوں کے درمیان جگہ) بھر کر دی جائے اور پوچھا جائے کافی ہے؟ تو کہتا ہے ایک اور ہو جائے۔ اسی طرح حرص محمود (طلب علم کی) بھی ختم نہیں ہوتی کہ بندہ جتنا بڑا عالم بن جائے لیکن طلب علم کی حرص بڑھتی رہے گی کیوں کہ یہ بھی ایک حکم کے تحت ہے کہ کہیں ایسا نہ ہوا ہو کہ فرض ادھورا رہ گیا ہو۔

مذاق (تمسخر) اور مزاح میں فرق

مذاق اڑانا یا تمسخر کرنا ممنوع و مذموم ہے قرآن پاک میں فرمایا کوئی کسی کا مذاق نہ اُڑائے ہوسکتا ہے جس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہ مذاق اڑانے والے سے بہتر ہو (الحجرات) حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جب بنی اسرائیل نے سوال کیا (قاتل کے بارے) آپ نے فرمایا گائے ذبح کرو تو وہ کہنے لگے اتتخذنا ھزوا آپ ہمیں مذاق کرتے ہیں فرمایا اعوذ باللہ ان اکون من الجاھلین میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔ ثابت ہوا مذاق کرنا جاہلوں کا کام ہے۔

کیوں کہ مذاق میں جھوٹ ہوتا ہے۔ دوسرے کی تذلیل مقصود ہوتی ہے اور اس کی عزت مجروح ہوتی ہے اس لیے یہ گناہ ٹھہرا۔

جب کہ مزاح میں یہ قباحتیں نہیں ہوتیں صرف خوش طبعی مقصود ہوتی ہے اس لیے یہ محمود ہے کہ خود اللہ کے نبی علیہ السلام نے مزاح فرمایا۔ چنانچہ

❁—— حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے چھوٹے بھائی نے چڑیا رکھی ہوئی تھی جس کے ساتھ وہ کھیلتا تھا وہ مرگئی تو حضور علیہ السلام اس سے مزاح فرماتے یا ابا عمیر ما

فعل النغیر (بخاری ومسلم) اے ابوعمیر! (یہ ان کی کنیت تھی نام کبشہ تھا) چڑیا کا کیا بنا۔

❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص نے حضور علیہ السلام سے سواری (اونٹ) طلب کی فرمایا اونٹنی کا بچہ ہے اس پہ سواری کرلو اس نے عرض کیا ما اصنع بولد الناقة۔ میں بچے کو کیا کروں گا فرمایا هل تلد الابل الا النوق (ترمذی، ابو داؤد) ہر اونٹ کسی اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔

❁ ایک شخص کو سرکار علیہ السلام نے مزاحاً یا ذا الاذنین (اے دو کانوں والے) فرمایا۔ دیکھو نہ اس میں جھوٹ ہے؟ (ہر کسی کے دو ہی کان ہوتے ہیں) نہ دل آزاری (ترمذی)

ایک عورت آپ کے پاس آئی آپ نے فرمایا لا تدخل الجنة عجوز جنت میں کوئی بوڑھی نہ جائے گی اس نے (پریشان ہوکر) عرض کیا، کیوں یارسول اللہ! فرمایا اما تقرئین القران انا انشانا هن انشاء فجعلنا هن ابكارا. (مشکوٰۃ ص۴۱۶) کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا کہ ہم بوڑھیوں کو قیامت کے دن جوان کردیں گے۔ (چنانچہ وہ خوش ہوگئی)۔

❁ حضرت عوف بن مالک اشجعی فرماتے ہیں غزوہ تبوک کے موقع پر حضور علیہ السلام چمڑے کے ایک (چھوٹے سے) خیمے میں تشریف فرما تھے، میں نے سلام کیا آپ نے جواب دیا اور فرمایا آجاؤ خیمہ میں داخل ہوجاؤ (چونکہ خیمہ چھوٹا تھا گنجائش کم تھی) میں نے عرض کیا اکلی یا رسول اللہ۔ یارسول اللہ! سارا آجاؤں۔ فرمایا ہاں پورے ہی آجاؤ (ابوداؤد) اس حدیث میں صحابی کا حضور علیہ السلام کے ساتھ مزاح بھی بیان ہوگیا۔

صحابہ کرام نے عرض کیا حضور آپ ہم سے دل لگی بھی فرماتے ہیں (ان باتوں کو کیا سمجھا جائے) فرمایا انی لا اقول الا حقا (رواہ الترمذی) میں (جس حالت میں بھی) جو کچھ کہوں وہ حق ہی ہوتا ہے۔

مزاح اور مذاق میں فرق سمجھ لینے کے بعد اب یہ سمجھیے کہ شریعت کے کسی معمولی مسئلہ کا مذاق اُڑانا بھی کفر ہے۔ (بہار شریعت ج۳) میں ہے کہ اگر کوئی اس لیے ننگے سر نماز پڑھتا ہے

کہ ٹوپی، عمامہ کو حقیر جانے کہ ٹوپی کیا ہوتی ہے؟ چھوڑو اس کو، تو ایسا کفر ہے۔ جب، ہمارا دین ہماری بے عزتی برداشت نہیں کرتا بلکہ ہماری شرمندگی بھی ہمارے آقا کو پسند نہیں۔ سرکار علیہ السلام نے فرمایا دوران نماز اگر کسی کی ہوا خارج ہوجائے تو ناک پر ہاتھ رکھ کر صف سے باہر آجائے۔

(تاکہ لوگ سمجھیں کہ نکسیر کی وجہ سے جارہا ہے اور اس کو شرمندگی نہ ہو)۔ (مشکوٰۃ)

اسی طرح شرعی مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص رات کو وتر نہ پڑھ سکا تو اگر دن کو لوگوں کے سامنے ان کی قضا کرے تو تیسری رکعت میں دعائے قنوت سے پہلے رفع یدین نہ کرے تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ اس کے وتر رات کو رہ گئے تھے اور اس کی عزت نفس مجروح نہ ہو۔ (بہار شریعت)

جب اسلام مسلمان کا مذاق اڑانے کی اجازت نہیں دیتا۔ تو پھر مسلمان کیوں اسلام کا مذاق اڑاتا ہے؟

یہاں تو شعار اسلام کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور مذاق اڑانے والے اُپنے آپ کو مسلمان بھی کہلاتے ہیں غالباً اس دور میں سب سے مظلوم ترین سنت داڑھی ہے جو صرف ہمارے نبی کی نہیں تمام نبیوں کی سنت ہے۔ لیکن یہ سنت دیکھو کتنی پردہ پوش ہے کہ اس دور میں بھی، بندہ کتنا گنہ گار کیوں نہ ہو پھر بھی اسی سنت سے اس کے گناہوں کی پردہ پوشی ہوتی ہے اور یہ سنت کتنے گناہوں سے روک لیتی ہے بشرطیکہ سنت سمجھ کر رکھی ہوئی ہو نہ کہ فیشنی۔ داڑھی والا شراب خانے جواخانے سینمے جاتا ہوا شرمائے گا لوگ کیا کہیں گے داڑھی منہ پہ ہے اور کہاں جارہا ہے۔

جب اسلام مسلمان کا مذاق اڑانے کی اجازت نہیں دیتا تو اے مسلمانو! تم کیوں پھر اسلام کا مذاق اڑاتے ہو؟

حضور علیہ السلام نے فرمایا جماہی آئے تو روکنے کی کوشش کرو سارا منہ کھول کر ھاھانہ کرو کہ شیطان ہنستا ہے (اور ایک مسلمان پر شیطان کا ہنسنا مجھے پسند نہیں) جب ایک مسلمان اس نبی علیہ السلام کی سنت پہ ہنستا ہے تو اس نبی پر کیا گذرتی ہوگی۔

ایک صحابی جماعت میں شامل ہونے کے لئے مسجد میں تیز چلا اور دور سے ہی جھک کر تکبیر تحریمہ کہہ کے شامل ہوگیا آپ نے سلام کے بعد فرمایا علیکم الوقار و السکینة عزت

وسکون سے آؤ جو جماعت سے ملے ساتھ پڑھ لو جو رہ جائے بعد میں پڑھ لو۔ (تا کہ تمہاری کسی بھی حرکت کی لوگ ہنسی نہ اُڑائیں) (مشکوۃ) اسلام بلند دین ہے اور اپنے ماننے والوں کو بھی سر بلند دیکھنا چاہتا ہے۔

وہی سر بلند ہوگا جو اسلام کی سر بلندی چاہے گا ورنہ بڑے بڑے ابوجہلوں نے اسلام کا تو کچھ نہ بگاڑا اپنے ہی گلے میں لعنت کا طوق ڈالا، اسلام کسی کا مرہون منت نہیں، سب پر اس کا احسان ہے، میری تمہاری کیا حیثیت ہے بڑے بڑے مٹ گئے اسلام کا مذاق اڑاتے ہوئے اس کا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکا۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

خدا اگر چاہے تو ولید بن مغیرہ کے بیٹے کو خالد بن ولید کو سیف من سیوف اللہ بنا دے اکبر جیسے متکبر کی اولاد سے اورنگزیب جیسے درویش کو پیدا کردے۔ الاسلام یعلو ولا یعلیٰ علیه.

کتے کی پسندیدہ خصلتیں

دین کے دشمنوں کے انجام بد سے عبرت پکڑو ہمارے آقا نے تو کوئی اچھی خصلت اگر کتے میں بھی ہو تو اس کو اپنانے کا حکم دیا ہے ہر اچھائی اسلام کے دامن میں ہے اور کسی بُرائی سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں۔ سنیے! امام غزالی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں۔

و قال النبی صلی الله علیه وسلم ینبغی للمؤمن ان یکون اخلاقه کا خلاق الکلب و فیه خمسة اخلاق الاول یکون جائعا ابدا و هذا من اخلاق الصالحین والثانی لا یکون موضع و هذا من اثر الصالحین والثالث انه لا ینام باللیل و هذا من افعال الصالحین. والرابع لا یکون له مال حتی یرثه الوارث و هذا معیشة الصالحین والخامس ان لا یفارق من باب صاحبه و ان طرده فی یوم مائة مرة و هذا

من وفاء الصالحین.

اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مناسب ہے کہ مومن کے لئے چند عادتیں کتے کی عادتوں جیسی ہوں اور وہ یہ پانچ خصلتیں ہیں۔ اول یہ کہ ہمیشہ بھوک برداشت کرتا رہے اور یہ صالحین کی عادت سے ہے ثانی یہ کہ اس کے پاس مکان نہ ہو اور یہ صالحین کی علامت ہے تیسری یہ کہ رات کو بیدار رہے اور یہ صالحین کے کاموں سے ہے چوتھی یہ کہ اپنے پاس جمع نہ رکھے کہ کوئی وارث مالک ہو اور یہ صالحین کی معیشت ہے پانچویں یہ کہ اپنے مالک کا دروازہ نہ چھوڑے اگرچہ دن میں اسے وہ سو بار دھکے دے اور یہ صالحین کی وفاء سے ہے۔

و قال علی کرم الله وجهه طوبی لمن کان عیشه کعیش الکلب و فیه عشر خصال الاول لیس له مال والثانی لیس له قدر والثالث الارض کلها بیت له والرابع فی اکثر الاوقات یکون جائعا والخامس فی غالب او قاته یکون ساکتا والسادس یحول حول بیت صاحبه باللیل والنهار والسابع یقنع بما یدفع الیه والثامن لو ضرب صاحبه مائة جلدة لا یترک باب دار صاحبه والتاسع یاخذ عدو صاحبه ولا یاخذ صدیقه، والعاشر اذا مات لم یترکه من المیراث شیئاً.

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا خوشی وخوبی ہے اس شخص کے لئے جس کی زندگی گزارنا کتے کی مانند ہو اور کتے میں دس عادتیں اچھی ہیں اول اس کے پاس مال نہیں ہوتا دوم وہ کچھ قدر نہیں رکھتا سوم سب زمین اس کا گھر ہے چہارم وہ اکثر اوقات بھوکا رہتا ہے پنجم وہ اکثر اوقات خاموش رہتا ہے ششم وہ رات و دن اپنے مالک کے گھر کے گرد گھومتا رہتا ہے ہفتم وہ اس پر قناعت کرتا ہے جو لقمہ مالک اسے ڈالتا ہے ہشتم اگر اس کا مالک اسے سو ڈنڈے مارے وہ مالک کا دروازہ نہیں چھوڑتا نہم وہ اپنے مالک کے دشمن کو کاٹتا ہے مالک کے دوست کو نہیں کاٹتا۔ دہم جب وہ مرتا ہے تو اپنی

کچھ میراث نہیں چھوڑتا۔

اس کے بعد امام غزالی علیہ الرحمۃ نے حضرت مقاتل سے دس جانوروں کے جنتی ہونے کی نشاندہی فرمائی جس کو بیان کرنا فائدے سے خالی نہیں ہے۔

قال مقاتل عشرة من الحيوان في الجنة ناقة صالح و عجل ابراهيم و كبش اسماعيل و بقرة موسىٰ و حوت يونس و حمار عزير و نملة سليمان و هد هد بلقيس و ناقة محمد صلى الله تعالىٰ عليهم اجمعين و كلب. اصحاب الكهف يصوره الله تعالىٰ على صورة كبش و يدخله في الجنة الاترى ان الكلب اذا دخل وسط الاحيآء فلم يطردوه والعاصي اذا دخل في كهف التوحيد مدة خمسين سنة فكيف اطرده عن الرحمة يوم القيمة و اسم الكلب زائل عنه و يسمونه، فراون و قيل حرمان و قيل قطمير و يكون لونه، اصفر۔ (دقائق الاخبار: امام غزالی)

حضرت مقاتل فرماتے ہیں کہ دس جانور قیامت کے دن جنت میں جائیں گے۔

۱ صالح علیہ السلام کی اونٹنی۔ (جو پتھر سے نکالی گئی اور آپ کا معجزہ تھی) سورۃ الشمس

۲ ابراہیم علیہ السلام کا بچھڑا (جب فرشتے مہمان بن کر آپ کے پاس آئے تھے تو آپ نے وہ بچھڑا روسٹ کر کے ان کے سامنے رکھا تھا) سورۃ الذاریات

۳ اسمٰعیل علیہ السلام کا دنبہ (جو آپ کی قربانی کے وقت جنت سے آیا تھا) سورۃ الصافات

۴ موسیٰ علیہ السلام کی گائے (جس کے نام پر سورۂ بقرہ کا نام ہے)

۵ یونس علیہ السلام کی مچھلی (جس کے پیٹ میں آپ رہے) سورۃ الانبیاء

۶ عُزیر علیہ السلام کا گدھا (جس کا ذکر قرآن کے تیسرے پارے میں ہوا)

۷ سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی (جس کے نام پہ سورۂ نمل کا نام رکھا گیا)

۸ بلقیس (ملکہ) کا ھدھد (پرندہ) جو سلیمان علیہ السلام کا خط لے کر ملکہ بلقیس کے پاس گیا۔ سورۂ نمل میں اس کا ذکر ہے اور نام ہے۔

۹ حضور ﷺ کی اونٹنی

۱۰ اصحاب کہف کا کتا کہ اللہ تعالیٰ اس کی شکل دنبے کی صورت پر کر دے گا اور اس کو جنت میں داخل فرمائے گا کیا تو نہیں دیکھتا کہ تحقیق کتا جب دوستوں میں داخل ہوا تو انہوں نے اسے نہ بھگایا اور گنہگار جب داخل رہا توحید کی پناہ گاہ میں عرصہ پچاس سال تو اللہ روز قیامت اسے اپنی رحمت سے کیسے بھگائے گا اور اس کا نام کتا اس سے زائل ہو گیا اور اس کا نام فروان رکھا گیا ہے اور حرمان بھی کہا گیا ہے اور قطمیر بھی کہا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ رنگ اس کا زرد ہوگا۔

ہر بندے کو کسی نہ کسی نیکی میں ضرور کوئی نہ کوئی کمال حاصل کرنا چاہیے کیوں کہ قیامت کے دن ہر نیکی کرنے والے کو اس کی نیکی کے مطابق اس نیکی کے علمبردار کے جھنڈے کا سایہ نصیب ہوگا جیسا کہ امام غزالی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب دقائق الاخبار میں ایک روایت درج فرمائی ہے۔

قیامت کے دن! کون کس کے جھنڈے کے نیچے ہوگا؟

الخبر اذا كان يوم القيمة ينصب لوآء الصدق لابى بكرن الصديق و كل صديق تحت لوآئه و لوآء العدل لعمر و كل عادل تحت لوآئه ولوآء السخاوة لعثمان و كل سخى تحت لوآئه ولوآء الشهادة لعلى كرم الله وجهه و كل شهيد تحت لوآئه ولوآء الفقه لمعاذ بن جبل و كل فقيه تحت لوآئه ولو آء الزهد لابى ذر و كل زاهد تحت لوآئه و لوآء الفقر لابى الدرداء و كل فقير تحت لوآئه ولو آء

القرآئة لابی بن کعب و کل قاری تحت لوآئه ولوآء الاذان لبلال و کل موذن تحت لوآئه ولوآء المقتول ظلما لحسین بن علی و کل مقتول ظلما تحت لوآئه فذلک قوله تعالی یوم ندعوا کل اناس بامامهم و فی الخبر اذا کان یوم القیمة یقوم الخلائق و یشتدبهم العطش و یهجمهم العرق و یکون فی.

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب روز قیامت ہوگا تو لوائے صدق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے نصب کیا جائے گا اور ہر صدیق اس کے جھنڈے کے نیچے ہوگا اور عدل کا جھنڈا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے نصب کیا جائے گا اور ہر عادل ان کے جھنڈے کے نیچے ہوگا اور سخاوت کا جھنڈا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے نصب کیا جائے گا اور ہر سخی ان کے جھنڈے کے نیچے ہوگا اور شہادت کا جھنڈا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے نصب کیا جائے گیا اور ہر شہید اس جھنڈے کے نیچے ہوگا اور فقہ کا جھنڈا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے لئے نصب کیا جائے گا اور ہر فقیہ ان کے جھنڈے کے نیچے ہوگا اور زہد کا جھنڈا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے لئے نصب کیا جائے گا اور ہر زاہد ان کے جھنڈے کے نیچے ہوگا اور فقر کا جھنڈا حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے لئے نصب کیا جائے گا اور ہر فقیر اس کے جھنڈے کے نیچے ہوگا اور قرات کا جھنڈا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے لئے نصب کیا جائے گا اور ہر قاری ان کے جھنڈے کے نیچے ہوگا اور اذان کا جھنڈا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے لئے نصب کیا جائے گا اور ہر مؤذن ان کے جھنڈے کے نیچے ہوگا اور ظلماً مقتول کا جھنڈا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے نصب کیا جائے گا اور ہر ظلماً مقتول ان کے جھنڈے کے نیچے ہوگا پس یہ بیان اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مصداق ہے کہ جس دن ہم ہر گروہ کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب روز قیامت کا ہوگا تو سب مخلوق کھڑی ہوگی تو پیاس ان کو سخت ہوگی اور پسینہ ان کے گرد جمع ہوگا اور وہ حیرت میں ڈوبے ہوں گے۔

حیرة فیبعث الله تعالیٰ جبرآئیل الی محمد صلی الله علیه و اله وسلم فیقول الله تعالی لجبرآئیل یا جبرآئیل قل لمحمد یقول لامته حتی یدعوننی بالاسم الذی کانوا یدعوننی به فی الدنیا عند الشدائد فینادی الامة المحمدیة بلسان واحد و یقولون بسم الله الرحمن الرحیم و یقضی الله القضآء بین الخلائق ثم یقول الله تعالی لسآئر الامم لو لم یکن ذکر الامة المحمدیة لی بهذا الاسم لا بقیت القضاء علیکم الف عام ثم یقضی الله تعالیٰ بین الوحوش والطیور والبهآئم حتی انه یقتص للجمآء من ذات القرن ثم یقول الله تعالی للوحوش والطیور والبهآئم کونوا ترابا فیکونوا ترابا فعند ذلک یقول الکفر یلیتنی کنت ترابا۔ (دقائق الاخبار ص ۱۸۰)

اور پھر اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام کو حضرت محمد ﷺ کے پاس بھیجے گا پس اللہ تعالیٰ جبریل سے فرمائے گا کہ اے جبریل! محمد ﷺ کو کہہ دو کہ وہ اپنی امت سے فرما دیں کہ مجھے میرے اس نام سے پکاریں جس سے مجھے دنیا میں سختیوں کے وقت پکارتے تھے تو امت محمد یہ سب ایک ہی زبان بولیں گے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھیں گے اور اس وقت اللہ تعالیٰ مخلوق کے درمیان فیصلہ فرما دے گا اس کے بعد اللہ تعالیٰ سب امتوں سے فرمائے گا اگر امت محمد یہ مجھے اس نام سے نہ پکارتی تو میں تم پر ہزار سال تک فیصلہ نہ کرتا۔ پھر اللہ تعالیٰ وحشی جانوروں اور پرندوں اور چوپاؤں سے فرمائے گا مٹی ہو جاؤ تو اس وقت مٹی ہو جائیں گے اور کفار کہیں گے کاش! کہ ہم مٹی ہوتے۔

لواء الحمد کیسا ہوگا؟

اور حضور علیہ السلام کے جھنڈے لواء الحمد کی عظمت بھی ملاحظہ فرمائیں اس کے بعد اگلی

حدیث درج کی جاتی ہے۔

(لوائے حمد کی صفت) پس رسول اللہ ﷺ سے لوائے حمد کی صفت اور طول کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس کا طول ہزار برس چلنے کی راہ ہے اور اس پر لکھا ہے۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ و عرضہ ما بین السمآء والارض سنانہ، من یاقوت حمرآء و قبضتہ من فضة بیضآء و زبرجد خضرآء ولہ ثلثة ذو آئب من النور ذائبة فی المغرب و ذائبة فی المشرق و ذآئبة فی وسط الدنیا و مکتوب علیها ثلث اسطر السطر الاول بسم اللہ الرحمن الرحیم والسطر الثانی الحمد للہ رب العلمین والسطر الثالث لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ و کل سطر مسیرة الف سنة و عندہ سبعون الف لوآء تحت کل لوآء سبعون الف صف من الملئکة و فی کل صف خمسماة الف ملک یسبحون اللہ و یقدسونہ و قال محمد ن الجرجانی فی معنی لواء الحمد بیدی اذا کان یوم القیمة کان اللواء مضروبا والمؤمنون حول لوآئہ من لدن ادم الی قیام الساعة و یکون الکفار فی ناهیة من النار ما دام لوآء الحمد مضروبا واذا حول اللواء فح یساق الکفار الی النار۔ (دقائق الاخبار: امام غزالی علیہ الرحمۃ)

"لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اور اس کا عرض آسمان وزمین کے درمیان کی خلاء کے برابر ہے۔ اور اس کی نوک سرخ یاقوت سے ہے اور اس کا قبضہ سفید چاندی اور سبز زبرجد سے ہے اور اس کے تین گیسو نور سے ہیں ایک گیسو جانب مغرب اور دوسرا جانب مشرق اور تیسرا وسط دنیا میں اور اس پہ تین سطریں لکھی ہیں سطر اول پر بسم اللہ الرحمن الرحیم اور دوسری سطر پر الحمد للہ رب العلمین اور تیسری سطر پر

لکھا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور ان میں ہر سطر ایک ہزار سال چلنے کی مسافت کے برابر ہوگی اور اس کے قریب ستر ہزار جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے کے نیچے ستر ہزار ملائکہ کی صفیں ہوں گی اور ہر صف میں پانچ لاکھ فرشتے ہوں گے جو سب اللہ کی تسبیح و تقدیس بیان کرتے ہوں گے اور امام محمد جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے نبی پاک ﷺ کے اس ارشاد کہ لواء حمد میرے ہاتھ میں ہوگا، کی شرح میں فرمایا جب روز قیامت ہوگا تو لوائے حمد نصب کیا جائے گا اور آدم علیہ السلام سے قیامت تک کے تمام مومنین جھنڈے کے ارد گرد جمع ہوں گے اور کفار آگ کے کنارے رہیں گے جب تک جھنڈا نصب رہا اور جب لوائے حمد گھمایا جائے گا تو کفار دوزخ کی طرف چلائے جائیں گے۔



﴿۹۳﴾

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

اَنَا اَعرَفُکُم بِاللّٰہِ وَ اَشَدُّ کُم لَہٗ خَشیَۃً

میں تم سب سے زیادہ اللہ کا عرفان رکھتا ہوں اور اس سے ڈرنے والا ہوں

(کشف الخفاء للعجلوانی ج۱ ص۲۳۱)

جیسے حضور علیہ السلام سب سے زیادہ اپنے رب کے حامد ہیں اسی طرح آپ تمام مخلوق سے زیادہ اپنے رب کے عارف بھی ہیں اور عالم بھی ہیں۔

معرفتِ الٰہی

معرفت وہ نورِ الٰہی ہے جس کے ذریعے ذات وصفات الٰہی کی پہچان حاصل ہوتی ہے۔ جب کسی خوش نصیب کو یہ نور نصیب ہو جاتا ہے تو پھر وہ دلائل و براہین، وسائط و شواہد حتی کہ ذات وصفات کی تفریق سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

یہ مرتبہ کائنات انسانی میں صرف حضور علیہ السلام کو حاصل ہے، شب معراج اسی معرفت کا علی ظہور ہوا۔

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

(اعلیٰ حضرت)

دیگر کائنات کو جتنی جتنی معرفت ملی وہ اسی کی خیرات سمجھ لیجیے۔ یہی اصل دولت ہے جس کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے و فی ذلک فلیتنافس المتنافسون (المطففین) "اور اسی پر چاہیے کہ للچائیں للچانے والے"۔

جس دنیا کی طرف ہم بھاگتے ہیں وہ تو سائے کی مانند ہے اُس کے پیچھے پیچھے بھاگو تو وہ آگے آگے دوڑتی ہے اور اس سے دور بھاگو تو پیچھے پیچھے آتی ہے۔ اسی لیے فرمایا ففروا الی

اللہ (القرآن) (دنیا کی طرف نہیں) رب کی طرف بھاگو۔ ورنہ ہاتھوں سے دین بھی جائے گا۔

کشتی پانی میں رہے تو تیرتی رہتی ہے اور اگر پانی کشتی میں آجائے تو ڈوب جاتی ہے یہ دنیا بھی کشتی کی مانند ہے انسان اس پر سوار رہے تو محفوظ رہے گا اس کو اپنے اوپر سوار کر لے تو ہلاکت ہے۔ حدیث میں ہے

فواللہ ما الفقرا خشی علیکم ولکنی اخشی علیکم ان تبسط الدنیا علیکم کما بسطت علی من کان قبلکم فتنافسوا کماتنافسوھا فتھلککم کما اھلکتھم۔

مجھے تم سے غریبی (دنیا نہ ہونے) کا خطرہ نہیں بلکہ اس بات کا ڈر ہے کہ دنیا (کی دولت) وافر ہو جائے، جس طرح پہلوں پر ہوئی پھر وہ تمہیں اسی طرح ہلاک کر دے جس طرح پہلوں کو ہلاک کیا۔ (ابن ماجہ ص ۲۹۷)

بلکہ ایک شخص نے جب حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں تو آپ نے فرمایا انظر ما تقول دیکھ لے کیا کہہ رہا ہے؟ عرض کیا واللہ انی احبک، اللہ کی قسم میں آپ سے محبت کرتا ہوں (تین مرتبہ عرض کیا) تو آپ نے فرمایا ان کنت تحبنی فاعد للفقر تجافا۔ اگر مجھ سے محبت کرتا ہے تو فقیری کے لئے تیار ہو جا۔

(الشفاء ۲ ص ۲۸)

فالفقرا سرع الی من یحبنی من السیل الی منتھاھا۔

(مشکوۃ ص ۴۴۸)

فقیری میرے محب کی طرف ایسے دوڑتی ہے جیسے سیلاب اپنی منزل کی طرف۔

اسی لیے ہر وقت اس دعا کی تلقین فرمائی گئی اھدنا الصراط المستقیم۔ اے اللہ! ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت فرما اور ظاہر ہے راستے کی تو مسافر کو ہی ضرورت ہوتی ہے تو دنیا میں انسان کو چاہیے کہ اپنے آپ کو مسافر ہی سمجھے اور جب حضور علیہ السلام جن کے لئے ساری کائنات کو بنایا گیا وہ اپنے آپ کو مسافر سمجھتے تھے تو ہم کہاں کے مقیم ہو گئے اور اس کے نتیجے میں خدا سے غافل ہو بیٹھے۔ اور تکبر و غرور کے پیکر بن کر ہر جائز و ناجائز طریقے سے دنیا اکٹھی

کرنے کو مقصدِ حیات بنالیا۔

یہ کوٹھی جو تم کو نظر آ رہی ہے
یہ اپنی اداؤں پہ اترا رہی ہے
ذرا اس کے گملے کے پھولوں کو سونگھو
تو خونِ غریباں کی بو آ رہی ہے
(اکبرالہ آبادی)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک بڑا مالدار بندہ حضور علیہ السلام کے پاس سے گذرا تو آپ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص سے پوچھا **ما رایک فی ھذا** اس کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟ اس نے عرض کیا

رجل من اشراف الناس ھذا واللہ حری ان خطب ان ینکح و ان شفع ان یشفع۔

بہت بڑا آدمی ہے اللہ کی قسم اگر کسی کو نکاح کا پیغام بھیجے تو اس لائق ہے کہ وہ اس سے نکاح کرے، اگر سفارش کرے تو قبول کی جائے۔

آپ خاموش رہے پھر ایک کنگال شخص کا گذر ہوا تو آپ نے پھر اسی بندے سے فرمایا اس کے بارے کیا رائے دیتے ہو اس نے عرض کیا

ھذا رجل من فقراء المسلمین۔

یہ بے چارہ تو غریب مسلمان ہے۔

اگر کسی کو نکاح کا پیغام بھیجے تو کوئی قبول نہ کرے، کسی کی سفارش کرے تو نہ مانی جائے۔

آپ نے فرمایا۔

ھذا خیر من ملأ الارض مثل ھذا۔ (متفق علیہ۔ مشکوۃ ص ۴۴۶)

یہ اُس سے بہت بہتر ہے اگر چہ اس پہلے کی طرح کے لوگوں سے زمین کو بھر دیا جائے (تو بھی اس اکیلے کی شان کے برابر نہیں ہو سکتے)۔

ایک مرتبہ سرکار علیہ السلام چٹائی پہ تشریف فرما تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حاضر

ہوئے تو دیکھا جسم پہ چٹائی کے نشان پڑے ہیں۔ عرض کیا حضور اللہ سے دعا فرمائیں کہ اللہ آپ کی امت پر وسعت پیدا فرمائے **فان فارس والروم قد وسع علیھم و ھم لا یعبدون اللہ۔** ''روم وایران والے دشمن خدا ہو کر عیش کر رہے ہیں'' آپ نے فرمایا اے خطاب کے بیٹے! تو ایسی بات کر رہا ہے؟ **اولئک قوم عجلت لھم طیباتھم فی الحیوۃ الدنیا۔** وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کو یہ نعمتیں دنیا میں دے دی گئی ہیں۔ ایک روایت میں ہے **اما ترضی ان تکون لھم الدنیا ولنا الاخرۃ** (متفق علیہ) کیا تو اس بات پہ راضی نہیں کہ ان کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت۔ (مشکوۃ ص ۴۴۷)

ابن مسعود کی روایت میں ہے یارسول اللہ اگر آپ فرمائیں تو ہم آپ کے لیے گدے کا انتظام کر دیں؟ آپ نے فرمایا **مالی وللدنیا وما انا والدنیا الا کراکب استظل تحت شجرۃ ثم راح و ترکھا** (ترمذی۔ مشکوۃ ص ۴۴۲) مجھے دنیا سے کیا کام میں تو اس مسافر کی طرح ہوں جو تھوڑی دیر ستانے کے لئے کسی درخت کے نیچے بیٹھ جائے اور پھر سفر پر روانہ ہو جائے۔

دل کی امیری

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

تونگری بدل است نہ بہ مال بزرگی بعقل است نہ بہ سال

امیری دل سے ہے نہ کہ مال سے بزرگی عقل سے ہے نہ کہ لمبی عمر سے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک کے موقع پر سب کچھ حضور علیہ السلام کے قدموں میں لا کر رکھ دیا، جب آپ نے پوچھا گھر میں کیا چھوڑ کر آئے ہو تو عرض کیا اللہ و رسول کو چھوڑ آیا ہوں یعنی گھر میں سب کچھ ہے اور ایک دوسرے شخص نے سونے کی ایک ڈلی پیش کی تو قبول نہ فرمائی (ابوداؤد ص ۲۳۵) کہ صدیق کا دل غنی تھا سب کچھ لٹا کر بھی کہہ رہے ہیں سب کچھ ہے اور اس کے دل میں غنا نہیں تھا۔ لہٰذا دل غنی ہو تو خالی جھولی بھی بھری ہوئی ہوتی ہے اور دل غنی نہ ہو تو سب کچھ ہونے کے باوجود دامن خالی ہوتا ہے۔

سرکار نے فرمایا اگر احد پہاڑ جتنا سونا میرے پاس آ جائے تو میں تین دن گذرنے سے

پہلے راہ حق میں خرچ کر دوں۔ ایک صحابی نے عرض کیا کوئی ایسا عمل بتائیں کہ آپ سے محبت ہو جائے فرمایا دل کو دنیا کی محبت سے پاک کر لے۔ یہی تعلیم اپنے گھر والوں کو بھی دی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس دو لاکھ درہم کی تھیلیاں آئیں افطاری سے پہلے پہلے سب خرچ کر دیا اور پانی اور کھجوروں سے روزہ افطار کر لیا۔

حضور علیہ السلام کی ایک دعا ہے **اللھم اجعل رزق ال محمد قوتا** (متفق علیہ) اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر والوں کا رزق گذارے کے مطابق کر دے۔

اور دعا کی **اللھم احینی مسکینا و امتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین** (مشکوۃ ص ۴۴۷) اے اللہ! مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھ، مسکین بنا کر موت دے اور قیامت کو مسکینوں کے گروہ سے حشر فرما۔

نیز فرمایا **لیس الغنی عن کثرۃ العرض ولکن الغنی غنی النفس** یعنی تونگری بدل است نہ بمال۔ (متفق علیہ۔ مشکوۃ ص ۴۴۰)

علم و معرفت

علم و معرفت میں فرق یہ ہے کہ علم بغیر عقل، سہارے کے حاصل نہیں ہوتا اور معرفت عقل کی بیساکھی توڑے بغیر حاصل نہیں ہوتی کیوں کہ عقل عموماً تکبر سکھاتی ہے اور معرفت کے لئے تواضع ضروری ہے عقل والے کو تھوڑا سا بھی مل جائے تو دعویٰ کرتا ہے ۔ ہمچوں ما دیگرے نیست اور معرفت جتنی زیادہ ہوتی جاتی ہے بندہ جھکتا جاتا ہے ۔

نہد شاخ پُر میوہ سر بر زمیں

مشہور ہے سو عالم (جن کے پاس معرفت نہ تھی) بادشاہ کے پاس آئے۔ بادشاہ نے ایک ایک سے پوچھا تم میں سے بڑا کون ہے ہر ایک نے کہا مجھ سے بڑا کوئی نہیں۔ پھر اس نے سو عارفوں سے باری باری پوچھا تو ہر ایک نے کہا میرے بعد جو آ رہا ہے وہ سب سے بہتر ہے اور جب آخری سے پوچھا تو اس نے کہا سب سے بہتر تو پہلے والا تھا۔

کیوں کہ عقل و علم کو کسی کے آگے جھکنا نہیں آتا اور معرفت بغیر جھکے نصیب نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ علم و عقل کا تعلق ماسوی اللہ سے ہے اور معرفت کا تعلق صرف اللہ سے ہے ۔

اللہ بس باقی ہوس ۔

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
بس جان گیا میں تیری پہچان یہی ہے

جو عقل میں آ جائے وہ خدا نہیں اور جو خدا ہے وہ عقل میں آ نہیں سکتا **و لا یحیطون بشئی من علمه**۔ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے فرمایا ۔

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر ایمان کی بنیاد رکھ

شیخ اکبر کے اس قول کا "**العلم حجاب الاکبر**" ۔ علم بہت بڑا پردہ ہے، کا بھی یہی مطلب ہے ورنہ تو کسی عارف کا یہ بھی قول ہے **العجز عن درک الادراک ادراک**۔ یہ جان لینا کہ میں نہیں جانتا یہ بھی جاننا ہی ہے

ہر ایک بات پہ کہتا تھا من نمی دانم
یہ بات سچ ہے اکبر بہت ہی عالم تھا

اسی لیے علم کا امام اعظم بھی جب معرفت کی بات ہوتی تو حضرت بہلول کے پاس حاضر ہو جاتا۔ اور امام احمد بن حنبل بھی معرفت کا مسئلہ جا کر حضرت بشر حافی سے پوچھا کرتے۔ مولائے روم فرماتے ہیں ۔

محرم ایں ہوش جز بے ہوش نیست
مر زبان را مشتری چوں گوش نیست

حصول معرفت کا سبب اہل اللہ کثرت عبادت اور گریہ کو قرار دیتے ہیں عقل کہتی ہے خوش رہ اور ہنس کر زندگی گذار اور معرفت کہتی ہے دنیا کے چار دن رب کی محبت میں رو دھو لے پھر آخرت میں خوشیاں ہی خوشیاں ہوں گی ۔

اقبال ہو رومی ہو غزالی ہو کہ رازی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی
(اقبال)

اور رونا بھی رات کا کہ جس کے لئے رو رہے ہو اس کے سوا کوئی نہ جانے اور معرفت کے دریا پی کر بھی هل من مزید کا نعرہ لگاتا رہے اور یہ وظیفہ پڑھتا پھرے ما عرفناک حق معرفتک و ما عبدنٰک حق عبادتک ہم تیری معرفت وعبادت کا حق نہیں ادا کر سکے۔

کیوں کہ۔ دانہ خاک میں مل کر گل وگلزار ہوتا ہے۔

اور معرفت کی علامت استقامت حال کو قرار دیا گیا ہے کہ بڑے بڑے طوفانوں سے بھی اس کے حال کو بدلا نہیں جا سکتا اللہ اس کو جس حال میں رکھے راضی رہتا ہے بیماری۔ غربت پر بھی خوش رہتا ہے اور عرض کرتا ہے یا اللہ! اگر تو مجھے بچا کر راضی ہے تو میں بچ کر راضی ہوں اور اگر تو مجھے کٹا کر راضی ہے تو میں خون کی ندیاں بہا کر راضی ہوں

راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو
جاں تیری دی ہوئی ہے لینے میں کیا گِلہ ہو

جس طرح پانی کو جس رنگ کے برتن میں ڈالو اسی رنگ کا نظر آتا ہے لیکن حقیقت اس کی نہیں بدلتی اسی طرح عارف کامل اگرچہ دیکھنے والوں کو کبھی ہنستا کبھی روتا نظر آتا ہے مگر اس کے تعلق باللہ میں فرق نہیں آتا۔

علم میں دولت بھی ہے قدرت بھی ہے لذت بھی ہے
ایک مشکل ہے کہ ہاتھ آتا نہیں اپنا سُراغ

فرمایا گیا الرحمٰن فسئل به خبیرا (القران) رحمٰن کے بارے کسی خبر والے سے پوچھ۔ اور فرمایا و لا ینبئک مثل خبیر۔ تجھے خبر والے کی طرح کوئی نہیں بتا سکتا۔ خبیر دونوں جگہ نکرہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بے شمار خبیر ہر دور میں ہوتے ہیں لیکن ان کو تلاش کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے کہ دنیا راستوں کا جنکشن ہے ریلوے لائنوں کا جنکشن ہو تو تلاش ضروری ہے ورنہ کراچی کی بجائے پشاور چلے جاؤ گے ایسے ہی راہ حق کے مسافروں پر لازم ہے کہ کسی خبیر سے پوچھ کر راستہ طے کریں ورنہ

لباس خضر میں ہزاروں راہزن بھی پھرتے ہیں

ارشاد ربانی ہے و اذا سالک عبادی عنی فانی قریب کہ جب بھی میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو فرما دیں میں تو قریب ہوں۔ قریب

ہونے کے لئے رسول سے پوچھنا مشروط قرار دیا جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ سے تعلق مضبوط رہے تو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل رہتا ہے۔ پھر دعائیں بھی قبول ہیں اور ایمان بھی سلامت ہے۔

عقل والا تیری دنیا سے پریشان گیا
عشق والا تجھے ہر رنگ میں پہچان گیا

خوفِ خدا

مذکورہ حدیث میں خشیت الٰہیہ کا تذکرہ بھی آیا ہے جتنی اللہ کی معرفت ہوگی اتنا ہی اس کا خوف ہوگا۔ خوف خدا سے بے نیازی بھی کفر ہے اور رحمتِ الٰہی سے مایوسی بھی کفر ہے الایمان بین الخوف و الرجاء۔ ایمان نام ہے خوف وامید کی درمیانی کیفیت کا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا و فی روایة ما تلذذتم بالنساء علی الفروش ولخرجتم الی الصعدات تجارون الی الله۔ (شفا شریف ج ۱ص ۱۴۵)

جو میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو کم ہنستے اور زیادہ روتے ایک روایت میں ہے عورتوں سے بستروں پر لذت حاصل کرنا چھوڑ دیتے اور جنگلوں میں نکل جاتے، رو رو کر اپنے رب سے دعائیں کرتے رہتے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ یہ احادیث بیان کر کے فرماتے

لو ددت انی شجرة تعضد.

کاش میں درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔

حضور علیہ السلام کی خوف خدا سے یہ حالت تھی کہ رات اتنی عبادت کرتے کہ حتی ترم قدماه قدم مبارک سوج جاتے اور جب عرض کیا جاتا یا رسول اللہ! اس قدر تکلیف کیوں فرماتے ہیں تو ارشاد ہوتا افلا اکون عبدا شکورا کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے حضور علیہ السلام کی راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر لمبی نماز پڑھنا بھی خوف خدا کے باب میں بیان کیا ہے کہ ایک ایک رکعت میں سورۃ بقرہ، ال عمران، نساء اور مائدہ پڑھی جا رہی ہیں اور فلا یمر بایة رحمة الا وقف سال ولا یمر باية عذاب الا وقف فتعوذ رحمت کی آیت آتی تو رحمت کا سوال کرتے عذاب کی آیت آتی تو پناہ طلب کرتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رات کو سرکار دو عالم علیہ السلام تین تین مرتبہ اٹھتے ہر دفعہ تازہ وضو فرماتے، مسواک کرتے، سورۃ ال عمران کے آخری رکوع کی تلاوت فرماتے اور نماز پڑھتے۔ (مشکوۃ ص ۱۰۶)

اور نسائی شریف میں ہے یہ عمل سرکار کا صرف گھر میں ہی نہ ہوتا بلکہ سفر میں تشریف لے جاتے تو بھی اسی طرح ہی کرتے۔ (مشکوۃ ص ۱۰۷)

زندگی کا ماحَصَل

سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں آپ کی سنت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

المعرفة راس مالی والعقل اصل دینی والحب اساسی والشوق مرکبی وذکر الله انیسی والثقة کنزی والحزن رفیقی والعلم سلاحی والصبر ردائی والعجز فخری والزهد حرفتی والیقین قوتی والصدق شفیعی والطاعة حسبی والجهاد خلقی و قرة عینی فی الصلوة و فی حدیث آخر و ثمرة فؤادی فی ذکره و غمی لا جل امتی و شوقی الی ربی عز و جل۔ (الشفا بتعریف حقوق المصطفی ج ۱ ص ۱۴۶)

معرفت میری اصل پونجی ہے، عقل میرے دین کی بنیاد ہے، محبت میری اساس ہے، شوق میری سواری ہے، اللہ کا ذکر میرا مونس و غم خوار ہے، اس پر بھروسہ میرا خزانہ ہے، غم میرا رفیق ہے، علم میرا ہتھیار ہے، صبر میری چادر ہے، رضا میرا مال غنیمت ہے، عاجزی میرے لیے باعث فخر ہے، زہد میرا پیشہ ہے، یقین میری قوت ہے، صدق میرا

شفیع ہے، بندگی میری طینت ہے، جہاد میرا اخلاق ہے، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ "میرے دل کا میوہ اللہ کے ذکر میں ہے، میرا غم اپنی امت کے لئے ہے، اور میرے اندر شوق صرف اپنے رب کے لیے ہے۔

آپ علیہ السلام نے (باوجود یہ کہ گناہوں سے معصوم اور امام الانبیاء ہونے کے) ارشاد فرمایا انی لا ستغفر الله فی الیوم مائة مرة (شفا ص ۱۴۶) میں ایک دن میں اپنے رب سے سو مرتبہ معافی مانگتا ہوں (ہم تو پھر گناہوں میں لتھڑے ہوئے ہیں یہ ہماری تعلیم کے لئے ہے کہ تمہیں تو بہت زیادہ استغفار کرنی چاہیے)۔

حدیث نمبر ۹۳ مختلف کتب میں مختلف الفاظ سے آئی ہے مفہوم تقریباً ملتا جلتا ہے مثلاً

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

اَنَا اَخْشَاکُمْ لِلّٰہِ وَاَحْفَظُکُمْ لِحُدُوْدِہٖ

(الجامع الکبیر المخطوط الجز الثانی۔ الحیئۃ المصریۃ ص ۷۸۶)

اَنَا اَعْلَمُکُمْ بِحُدُوْدِ اللّٰہِ وَ اَتْقَاکُمْ

(فتح الباری ج ۴ ص ۱۵۱)

اَنَا اَتْقَاکُمْ لِلّٰہِ وَ اَعْلَمُکُمْ بِحُدُوْدِہٖ

(مسند احمد بن حنبل ۵:۴۳۴)

لفظ اَنَا کی مناسبت سے مذکورہ احادیث کو لکھنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔

﴿۹۴﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰهِ وَالْخَلْقُ كُلُّهُمْ مِّنْ نُّوْرِیْ

''میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری مخلوق میرے نور سے ہے''

(مدارج النبوۃ)

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

کائنات کا افتتاح حضور علیہ السلام ہی کے نور سے ہوا یہ نور نہ ہوتا تو چمن دہر میں نہ مہرو انجم کی ضیاء ہوتی، نہ بہاروں کی شمیم جانفزا، نہ کلیوں کا تبسم، نہ غنچوں کی چٹک، نہ پھولوں کی مہک، نہ ہواؤں کی دل افروزی، نہ بلبل کا ترنم، نہ گل خنداں کی بہار دلکشا، یہ مہکتے گلبن یہ مسرت کے لمحات اور خوشی کی شہنائیاں سب اسی نور پاک کا صدقہ ہے۔

خیمۂ افلاک کا اِستادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

قرآن مجید کی آیہ کریمہ قد جاء کم من اللہ نور و کتب مبین (المائدہ آیت ۱۵) میں مفسرین نے بالاتفاق نور مبین سے حضور علیہ السلام کی ذات انور کو مراد لیا ہے (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۹۵، تفسیر ابن عباس ص ۷۲، خازن ج ۱ ص ۴۱۷، مدارک ج ۱ ص ۴۷۰، روح المعانی ج ۶ ص ۸۷، روح البیان ج ۱ ص ۵۴۸، معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۳، درمنثور ج ۳ ص ۲۳۱، جلالین ابن جریر۔ اسی طرح دیکھیے مدارج النبوۃ۔ مواہب اللدنیہ۔ زرقانی۔ شفا ص ۱۰، امداد السلوک ص ۱۸۵ از رشید احمد گنگوہی۔ نشر الطیب ص ۷ از اشرف علی تھانوی)۔

اسی نور مصطفیٰ کے بارے فرمایا گیا یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون (سورۃ الصف) اور (کفار) ارادہ رکھتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے

مونہوں کی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے خواہ کافر برا ہی مانیں

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیوں بجھے جسے روشن خدا کرے
نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

چند روایات ملاحظہ ہوں

آیات کے بعد احادیث کی طرف آئیں تو ایک معتد بہ روایات کا ذخیرہ آپ کو ملے گا۔

۱۔ عن ابی ہریرة رضی اللہ عنه ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم سأل جبریل علیه السلام فقال یا جبریل کم عمرت من السنین؟ فقال یا رسول اللہ لست اعلم غیر ان فی الحجاب الرابع نجما یطلع فی کل سبعین مرة رایته اثنین وسبعین الف مرة فقال یا جبریل و عزة ربی جل جلاله انا ذلک الکوکب۔ (السیرۃ الحلبیہ ۱:۳۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت جبریل امین سے پوچھا اے جبریل! بتاؤ تمہاری عمر کتنی ہے؟ جبریل نے عرض کیا آقا عمر کا تو مجھے کوئی اندازہ ہی نہیں بس اتنا یاد ہے کہ (کائنات بننے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حجابات عظمت میں سے) چوتھے پردۂ عظمت میں ایک (نورانی) ستارہ ستر ہزار سال کے بعد ایک مرتبہ چمکا کرتا تھا اور میں نے وہ ستارہ بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے سرکار علیہ السلام نے (مسکرا کے) فرمایا مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم اے جبریل! وہ ستارہ تو میں ہی تھا۔

اک ستارہ عرش کی تعمیر سے پہلے بھی تھا
کملی والا خاک کی تعمیر سے پہلے بھی تھا

ے فرشتے تھے نہ آدم تھا نہ ظاہر تھا خدا پہلے
بنے ساری خدائی سے محمد مصطفیٰ پہلے

نمبر۲- امام ابن القطان اور امام حلبی روایت فرماتے ہیں کہ امام زین العابدین نے اپنے والد امام حسین رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اپنے والد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے نقل فرمایا

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کنت نورا بین یدی ربی قبل خلق ادم علیہ السلام با ربعة عشر الف عام.

(احکام ابن القطان،۱:۱۰-السیرۃ الحلبیہ،۱:۳۰ نشر الطیب:۱۷)

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے رب کی بارگاہ میں نور کی صورت میں موجود تھا۔

بظاہر مذکورہ دو روایات میں ٹکراؤ نظر آتا ہے کہ پہلی روایت کے لحاظ سے مدت زیادہ بنتی ہے دوسری میں صرف چودہ ہزار سال اس کا جواب نشر الطیب میں اشرف علی تھانوی نے یوں دیا کہ "چودہ ہزار والی روایت میں کم کی نفی ہے زیادہ کی نفی نہیں لہٰذا شبہ نہ رہے، رہ گئی بات کہ تخصیص کیوں فرمائی گئی تو ممکن ہے جس مجلس میں حضور علیہ السلام نے یہ فرمایا اس میں کوئی تذکرہ ہی ایسا چل رہا ہو۔ یعنی کسی حوالہ سے چودہ ہزار سال کی مدت کا ذکر یا سوال ہوا ہو اور حضور علیہ السلام نے اس ضمن میں یہ جواب ارشاد فرمایا ہو۔ (نشر الطیب:۱۷)

۳- عن میسرۃ قال قلت یا رسول اللہ متی کنت نبیا قال لما خلق اللہ تعالیٰ الارض واستویٰ الی السماء فسواھن سبع سموت.

حضرت میسرہ سے منقول ہے کہ میں نے سرکار کی بارگاہ میں عرض کیا، حضور! آپ کب سے شرف نبوت کے ساتھ مشرف ہو چکے تھے۔

و خلق العرش، کتب علی ساق العرش: محمد رسول اللہ خاتم الأنبیاء، و خلق اللہ تعالیٰ الجنة التی اسکنھا ادم

وحوا، فکتب اسمی علی الأبواب، والأوراق، والقباب، والخیام، و ادم بین الروح والجسد، فلما أحیاہ اللہ تعالیٰ نظر الی العرش فرأی اسمی، فأخبرہ اللہ تعالی انه سیّد ولدک، فلما غرھما الشیطان تابا واستشفعا باسمی الیه. (الوفاء باحوال المصطفیٰ،۱:۳۳)

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا اور آسمانوں کی طرف قصد فرمایا اور ان کو سات طبقات کی صورت میں تخلیق فرمایا اور عرش کو ان سے پہلے بنایا تو عرش کے پائے پر محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء لکھا اور جنت کو پیدا فرمایا جس میں بعد ازاں حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کو ٹھہرایا تو میرا نام نامی جنت کے دروازوں پر اس کے درختوں کے پتوں اور اہل جنت کے خیموں پر لکھا حالانکہ ابھی آدم علیہ السلام کے روح وجسم کا باہمی تعلق نہیں ہوا تھا پس جب ان کی روح کو جسم میں داخل فرمایا اور زندگی عطا فرمائی تب انہوں نے عرش معظم کی طرف نگاہ اُٹھائی تو میرے نام کو عرش پر لکھا ہوا دیکھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ یہ تمہاری اولاد کے سردار ہیں۔ جب ان کو شیطان نے دھوکہ دیا انہوں نے بارگاہ الٰہی میں توبہ کی اور میرے نام سے ہی شفاعت طلب کی۔

۳- و یروی، انه لما خلق اللہ تعالیٰ ادم الھمه ان قال یا رب لم کنیتنی ابا محمد قال اللہ تعالیٰ یا ادم أرفع رأسک فرفع رأسه فرای نور محمد ﷺ فی سرادق العرش فقال یا رب ما ھذا النور قال ھذا نور نبی من ذریتک اسمه فی السماء احمد و فی الأرض محمد لولاہ ما خلقتک ولا خلقت سماء ولا أرضا. (المواھب اللدنیه،۱:۱۹)

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو آپ کو نام محمد کے ساتھ ابو محمد کی کنیت سے بلایا۔ آپ نے عرض کیا باری تعالیٰ! میری یہ کنیت کیسے ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنا سر اٹھاؤ۔ آپ نے اوپر دیکھا تو عرش پر نور محمدی ﷺ جلوہ گر تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا باری تعالیٰ یہ نور کس کا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ محمد ﷺ کا نور ہے۔ یہ تیری اولاد میں سے ہوں گے ان کا نام آسمانوں میں احمد ﷺ ہے اور زمین پر محمد ﷺ ہے اگر میں اسے پیدا نہ کرتا تو نہ تمہیں پیدا کرتا اور نہ زمین و آسمان کو پیدا کرتا۔

۴۔ عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: لما اصاب ادم الخطيئة رفع رأسه فقال: رب بحق محمد الا غفرت اليه. فاوحىٰ الله تعالىٰ اليه: و ما محمد و من محمد؟ فقال: رب، انک لما اتممت خلقي رفعت رأسي الى عرشک، فاذا عليه مكتوب لا اله الا الله محمد رسول الله، فعلمت انه أكرم خلقک عليک اذ قرنت أسمه مع أسمک قال: نعم قد غفرت لک، وهو أخر الانبياء من ذريتک، ولو لاه ما خلقتک۔ (الوفاء باحوال المصطفیٰ، ۱: ۳۳)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام سے بھول ہوئی تو انہوں نے بارگاہ باری تعالیٰ میں عرض کیا کہ اے پروردگار! میں تجھ سے بواسطہ حضرت محمد ﷺ درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما دیجئے۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم! تم نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا حالانکہ ابھی میں نے ان کو (دنیا میں) پیدا بھی نہیں کیا؟ عرض کیا اے رب! میں نے اس طرح پہچانا کہ جب تو نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی طرف سے روح میرے اندر پھونکی میں نے سر جو اٹھایا تو عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا دیکھا۔ لا اله الا الله محمد رسول الله سو میں نے معلوم کرلیا کہ تو نے اپنے نام پاک کے ساتھ ایسے ہی شخص کے نام کو ملایا ہے جو تیرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہوگا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا! اے آدم! تم سچے ہو۔ واقعی محمد ﷺ میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں اور جب تم نے ان کے واسطہ سے مجھ سے درخواست کی ہے تو میں نے تمہاری مغفرت کی اور اگر محمد نہ ہوتے تو میں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔

۵۔ عن كعب الأحبار قال: لما أراد الله تعالى ان يخلق محمد ﷺ أمر جبرئيل عليه السلام ان يأتيه فأتاه بالقبضة البيضاء التى هى موضع قبر رسول الله ﷺ، فعجنت بماء التسنيم، ثم غمست فى أنهار الجنة، و طيف بها فى السموات والأرض، فعرفت الملائكة محمدا و فضله قبل ان تعرف ادم، ثم كان نور محمد ﷺ يرى فى غرة جبهة ادم. و قيل له: يا ادم هذا سيّد ولدک من الأنبياء والمرسلين فلما حملت حواء بشيث انتقل عن ادم الى حواء، و كانت تلد فى كل بطن ولدين الا شيثا، فانها ولدته وحده، كرامة لمحمد ﷺ ثم لم يزل ينتقل من طاهر الى طاهر الى ان ولد ﷺ و لما توفى ادم كان شيث عليه الصلوة والسلام و صيا على ولده ثم أوصى شيث ولده بوصية ادم ان لا يضع هذا النور الا فى المطهرات من النّساء و لم تزل هذه الوصية جارية تنقل من قرن الى قرن الى ان ادّى الله النّور الى عبد المطلب و ولده عبد الله۔ (المواهب اللدنیہ، ۱: ۲۳، الوفاء باحوال المصطفیٰ، ۱: ۳۴-۳۵)

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے محمد عربی ﷺ کے پیکر بشری کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو حکم دیا کہ ایسی مٹی میرے پاس لے آؤ جو میرے محبوب پاک کے جسم اقدس اور جسد اطہر کی تخلیق کے لائق ہو تو وہ سفید مٹی کی ایک مٹھی روضہ اطہر والی جگہ سے لے کر بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوئے تو امر خداوندی سے اس کو تسنیم کے پانی سے گوندھا گیا پھر نور نبوت اس میں رکھ کر اس کو عرش و کرسی لوح و قلم اور آسمانوں اور زمینوں میں ہر جگہ پھرایا گیا تا کہ ہر شے حضور ﷺ کے شرف و کمال کو پہچان لے۔ آپ ہی سے مروی ہے کہ تخلیق

آدم علیہ السلام کے بعد نورِ محمدی ﷺ کو ان کی پشت میں ودیعت کیا گیا جو کہ آدم علیہ السلام کی پیشانی سے جھلکنے والے انوار سے محسوس ہوتا تھا اور ان سے کہا گیا اے آدم یہ تیری نسل میں پیدا ہونے والے انبیاء و مرسلین کے سردار ہیں۔ جب حضرت حواء رضی اللہ عنہا کے بطنِ اطہر میں حضرت شیث علیہ السلام منتقل ہوئے تو وہ نور بھی حضرت حوا کے بطنِ اقدس کی طرف منتقل ہو گیا وہ ہر دفعہ دو جڑواں بچوں کو جنم دیتی تھیں ماسوائے حضرت شیث علیہ السلام کے کیوں کہ وہ آنحضرت ﷺ کے جدِ امجد ہونے کی برکت سے تنہا پیدا ہوئے اور سب بھائیوں سے مرتبہ و کمال کے لحاظ سے یکتا بنے پھر نبی الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نورِ انور یکے بعد دیگرے پاک پشتوں اور پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہا تا آنکہ آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ تمہاری پشت میں حضرت محمد ﷺ کا نورِ مبارک ہے اسے پاکیزہ رحم میں منتقل کرنا سوائے پاک عورتوں کے کسی کا رحم اس نور کا مسکن اور ٹھکانہ نہیں بن سکے گا۔ سو یہ وصیت نسلاً بعد نسل حضور ﷺ کے نسب مبارک کا ہر فرد اپنے بیٹے کو کرتا رہا تا آنکہ یہ نور تمام زمانوں میں پاکیزہ پشتوں اور پاکیزہ رحموں سے منتقل ہوتا ہوا حضرت عبدالمطلب کے بیٹے حضرت عبداللہ کی پشت مبارک تک آن پہنچا۔

؎ اللہ نے اپنے نور کا جلوہ دکھا دیا
سب نور کو ملا کے محمد بنا دیا (ﷺ)

امام ابن جوزی اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ ابن جوزی اپنی کتاب "المیلاد النبوی" میں لکھتے ہیں۔

فسبحان من اصطفیٰ ادم بمحمد و اجتباه و تاب علیه و عفرله و هداه ولا زال نور نبینا محمد صلی الله علیه وسلم فی صلب ادم حتی حملت حواء بشیث فانتقل ذلک النور عن ادم الی حواء و کانت قبله تلد فی بطنها توامین

ای الاثنین الا فی شیث علیه السلام فانها ولدته و حده کرامة لسید الثقلین و جد الحسنین فلما ایقن ادم بالموت اخذ بید ولده شیث و قال یبنی ان الله تبارک و تعالیٰ امرنی ان اخذ علیک عهد من اجل هذا النور الذی اریٰ فی وجهک ان لا تضعه الا فی الاطهرین من النساء.

(المیلاد النبوی لابن الجوزی المحدث)

پاک ہے وہ ذات جس نے آدم علیہ السلام کو حضور علیہ السلام کے وسیلہ سے برگزیدہ اور مقبول بنایا اور ان کی توبہ قبول کر کے اپنی رحمت و مغفرت کے دامن میں ڈھانپا اور اس کی انہیں ہدایت بخشی۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو رکھا پھر حضرت حواء اپنے فرزند حضرت شیث سے حاملہ ہوئیں تو وہ نور صلب آدم سے بطن حواء کی طرف منتقل ہو گیا، حالانکہ اس سے قبل حضرت حواء سے دو بچے پیدا ہوتے تھے مگر حضرت شیث علیہ السلام اکیلے پیدا ہوئے صرف حضور علیہ السلام جو دونوں جہان کے سردار اور حسن و حسین کے نانا ہیں کی عزت و کرامت کی وجہ سے۔ پھر جب حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی موت کا یقین ہو گیا تو آپ نے اپنے فرزند حضرت شیث علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے میرے بیٹے! مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ میں اس نور مبارک کے بارے میں تم سے عہد لوں جو تمہاری جبیں سعادت میں جلوہ گر ہے کہ تم اسے پاکیزہ ترین عورتوں کی طرف منتقل کرنا۔

پھر اس کے بعد آدم علیہ السلام نے آسمان کی طرف منہ کر کے عرض کیا اے اللہ! جس نور کے بارے میں تو نے مجھ سے عہد لیا تھا وہ میں نے اپنے بیٹے کو منتقل کر دیا ہے تو اس پر گواہ ہو جا اور اس کی حفاظت فرما پھر حضرت جبریل علیہ السلام فرشتوں کے جھرمٹ میں اترے اور حضرت آدم علیہ السلام سے عرض کیا اللہ آپ کو سلام فرماتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ آپ اپنے فرزند حضرت شیث علیہ السلام کو ان فرشتوں کی گواہی کے ساتھ ایک عہد نامہ تحریر فرما دیں کیوں کہ یہ فرشتے آسمان کے عبادت گذار بندے ہیں چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اس وقت

حضرت شیث علیہ السلام کو دو جنتی سبز حُلّے پہنائے گئے اور اللہ نے ان کو بی بی "مخوائلہ البیضاء" جو قد و قامت اور حسن و جمال میں حضرت حواء کی مانند تھیں بیاہ دیا۔ چنانچہ وہ "انوش" سے حاملہ ہوئیں اور دورانِ حمل ان کو آوازیں آتی تھیں تمہیں مبارک ہو اللہ نے تمہارے بطن میں نورِ محمدی کو ودیعت کر دیا ہے۔

محدث ابن جوزی نے نورِ مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے متعلق متعدد ایمان افروز روایات نقل فرمائی ہیں لیکن میں یہاں مزید صرف ایک روایت درج کرنے پر اکتفا کروں گا۔

وروی عن ادم انه لما تاب قال اللهم بحق محمد اغفرلی خطیئتی و تقبل توبتی فقال سبحنه من این عرفت محمدا فقال یا رب انی رایت فی کل موضع من الجنة مکتوبا علیه لا اله الا الله محمد رسول الله فعلمت انه اکرم الخلق عندک و قال صلی الله علیه وسلم کنت نبیا و ادم بین الماء و الطین۔ (المیلاد النبوی لابن جوزی)

سیدنا آدم علیہ السلام کے بارے مروی ہے کہ جب انہوں نے توبہ کی تو عرض کیا اے اللہ! اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے مجھے معاف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا اے آدم! تو نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیسے پہچانا؟ عرض کیا میں نے جنت میں ہر جگہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا دیکھا ہے تو اس سے میں نے جان لیا کہ تیری بارگاہ میں یہ ہستی ساری مخلوق سے زیادہ مکرم ہے چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے (جدوں آدم گارے وچ سی محمد اودوں تارے وچ سی)۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

مولوی اشرف علی تھانوی اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب (جو انہوں نے بغرض ازدیادِ محبت یعنی حضور علیہ السلام کی محبت میں اضافہ کرنے کے لئے) لکھی ہے میں مذکورہ

روایت امام بیہقی کے حوالہ سے کچھ اضافے کے ساتھ لکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فرمایا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو اے آدم! میں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔ (ص۲۰، ص۲۱)

اس کے بعد مولانا تھانوی نے وہ مشہور روایت ابن جوزی کے حوالے سے لکھی ہے کہ نکاح کے بعد جب آدم علیہ السلام مائی حواء کے قریب گئے تو انہوں نے مہر طلب کیا آدم علیہ السلام نے دعا کی اے اللہ! اس کو مہر کیا دوں تو اللہ نے فرمایا حق مہر یہ ہے کہ بیس دفعہ میرے حبیب پہ درود بھیجو۔ (ص۲۱)

جب کہ بعض دیگر روایات میں ہے کہ اللہ نے فرمایا **ان تصلی علی صاحب هذا الاسم مرة عشرا**۔ اے آدم! میرے محبوب پہ دس مرتبہ درود بھیج یہ حق مہر ہے۔
(المیلاد النبوی لابن جوزی)

حیرت ہے کہ مولانا تھانوی نے اپنی مذکورہ کتاب کے پہلے باب کا نام ہی یہ رکھا ہے "نورِ محمدی کا بیان" اور اس میں چھ روایات معتبر کتابوں سے حضور علیہ السلام کے نور ہونے پر درج کی ہیں لیکن آج انہی کے ماننے والے سب سے زیادہ حضور علیہ السلام کے نور ہونے پر جھگڑا کرتے ہیں اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو وہ پانچوں روایات یہاں درج کرتا جو حضرات شوق رکھتے ہوں وہ نشر الطیب صفحہ نمبر ۱۳ تا ۱۹ کا ضرور مطالعہ کریں۔ میں فی الحال اسی کتاب کے اس باب کی چوتھی فصل سے تین روایات درج کر رہا ہوں مولانا تھانوی کے الفاظ میں ہی ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی روایت

حافظ ابو سعید نیشاپوری ابی بکر بن ابی مریم سے اور انہوں نے سعید بن عمرو انصاری سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے کعب الاحبار سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک جب عبد المطلب میں منتقل ہوا اور وہ جوان ہو گئے تو ایک دن حطیم میں سو گئے جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آنکھ میں سرمہ لگا ہوا ہے، سر میں تیل پڑا ہوا ہے اور حسن و جمال کا لباس زیب بر ہے ان کو سخت حیرت ہوئی کہ کچھ معلوم نہیں یہ کس نے کیا ہے ان کے والد ان کا ہاتھ پکڑ کر کاہنانِ قریش کے پاس لے گئے اور سارا واقعہ بیان کیا، انہوں نے جواب دیا کہ معلوم کر لو کہ رب السمٰوات نے اس نوجوان کو نکاح کا حکم فرمایا ہے چنانچہ انہوں نے اول "قیلۃ" سے نکاح کیا

اور ان کی وفات کے بعد فاطمہ سے نکاح کیا اور وہ عبداللہ آپ کے والد ماجد سے حاملہ ہوگئیں اور عبدالمطلب کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ان کی پیشانی سے چمکتا تھا اور جب قریش میں قحط ہوتا تھا تو عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر ''جبل ثبیر'' کی طرف لے جاتے تھے اور ان کے ذریعے سے حق تعالیٰ کے ساتھ تقرب ڈھونڈتے اور بارش کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ ببرکت نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے باران عظیم مرحمت فرماتے الخ کذانی المواہب۔

دوسری روایت

ابو نعیم اور خرائطی اور ابن عساکر نے طریق عطاء سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب عبدالمطلب اپنے فرزند عبداللہ کو نکاح کرنے کی غرض سے لے کر چلے تو ایک کاہنہ پر گذرے جو یہودی ہوگئی تھی اور کتب سابقہ پڑھی ہوئی تھی اس کو فاطمہ خثعمیہ کہتے تھے اس نے عبداللہ کے چہرے میں نور نبوت دیکھا تو عبداللہ کو اپنی طرف بلایا۔ مگر عبداللہ نے انکار کر دیا۔ کذانی المواہب۔

اس روایت کو محدث ابن جوزی نے قدرے تفصیل سے لکھا ہے کہ جب حضرت عبداللہ کا نکاح حضرت آمنہ سے ہوگیا اور نور نبوت حضرت آمنہ میں منتقل ہوگیا تو اس کے بعد پھر حضرت عبداللہ کا گذر فاطمہ خثعمیہ کے پاس سے ہوا تو اس نے کوئی توجہ نہ کی، آپ نے فرمایا میں وہی عبداللہ ہوں کیا آج تیری وہ خواہش نہیں جو پہلے تھی، اس نے کہا

واللہ انی لست بصاحبۃ ریبۃ و لکنی رایت نور النبوۃ فی وجھک فاردت ان یکون ذلک النور فی بطنی فابی اللہ ان یجعلہ فیّ الاحیث کان ولکن یا عبد اللہ اخبر زوجتک انھا حملت بخیر اھل الارض و نبیھا صلی اللہ علیہ وسلم۔ (المیلاد النبوی لابن جوزی)

خدا کی قسم میں نہ حسد کرنے والی عورت ہوں اور نہ حرام کار مگر چونکہ آپ کی پیشانی میں میں نے نور نبوت کو دیکھا تھا اس بنا پر خواہش پیدا ہوئی کہ وہ نور میرے بطن میں ہو لیکن خدا کی رضا اس میں نہ تھی کہ وہ نور میرے شکم میں آئے بجز اس جگہ کے

جہاں اب موجود ہے مگر اے عبداللہ! تم اپنی بی بی کو خوشخبری دے دو کہ وہ روئے زمین کے سب سے بہترین شخص اور ان کے نبی سے حاملہ ہوگئی ہیں۔

تیسری روایت

جب ابرہہ بادشاہ اصحاب فیل خانہ کعبہ کے منہدم کرنے کو مکہ پر چڑھ آیا عبدالمطلب چند آدمی قریش کے ساتھ لے کر جبل ثبیر پر چڑھے اس وقت نور مبارک عبدالمطلب کی پیشانی میں گول بطور ہلال کے نمودار ہو کر خوب درخشاں ہوا یہاں تک کہ شعاع اس کی خانہ کعبہ پر پڑی۔ عبدالمطلب نے یہ بات دیکھ کر قریش سے کہا کہ پھر چلو یہ نور اس طرح میری پیشانی میں جو چمکا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ہم لوگ غالب رہیں گے اور عبدالمطلب کے اونٹ ابرہہ کے لشکر کے لوگ پکڑ لے گئے اور عبدالمطلب ان کے چھڑانے کو ابرہہ کے پاس گئے ان کی صورت دیکھتے ہی اس نے بایں جہت کہ عظمت اور مہابت نور شریف کی ان کے چہرے سے نمایاں تھی ان کی نہایت تعظیم کی اور تخت سے اتر بیٹھا اور ان کو اپنے برابر بٹھالیا بالجملہ ایسی عظمت نور مبارک کی تھی کہ بسبب اس کے بادشاہ ہیبت میں آجاتے اور تعظیم و تکریم کرتے۔ کذانی تواریخ حبیب الٰہ المولیٰ عنایت احمد۔ (نشر الطیب ص ۲۸)

نبی خود نور اور قرآں ملا نور　　نہ ہو پھر مل کے کیوں نور علیٰ نور

(از مولانا تھانوی، رسالہ النور)

امام ابن جوزی لکھتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا فرما کر زمین کو فرش اور آسمان کو بلندی بخشی تو اللہ نے اپنے پرتو نور جمال سے ایک مٹھی لے کر فرمایا تو محمد ہو جا تو مشت نور ستون بن کر اتنا بلند ہوا کہ حجاب عظمت تک پہنچ گیا پھر اس نور نے سجدہ کیا اور الحمدللہ کہا اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نور! اسی وجہ سے میں نے تجھے پیدا کیا اور تیرا نام محمد رکھا لہٰذا تجھی سے خلق کی ابتداء کرتا ہوں اور تجھی پر رسولوں کو ختم کرتا ہوں اس کے بعد اللہ نے اس نور کو چار حصوں میں تقسیم فرمایا پہلے حصے سے لوح اور دوسرے سے قلم کو پیدا فرمایا پھر قلم کو حکم دیا لکھ تو قلم ایک ہزار سال ہیبت الٰہی سے کانپتا رہا پھر قلم نے عرض کیا کیا لکھوں فرمایا میری توحید میں لکھ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' چنانچہ قلم نے یہ لکھ دیا۔

پھر قلم مختلف انبیاء کرام کی امتوں کے بارے لکھتا رہا کہ جو اطاعت کرے گا جنت میں

جائے گا اور نافرمان دوزخ میں جب حضور علیہ السلام کی امت کے بارے قلم نے یہ لکھنا چاہا کہ جو نافرمانی کرے گا جہنم جائے گا تو اللہ کی طرف سے ندا آئی اے قلم! ادب کر اس پر قلم شق ہو گیا اور دست قدرت سے اس میں قط لگا (شگاف پڑ گیا) پھر قلم نے عرض کیا یا رب کیا لکھوں تو حکم ہوا

اکتب امة مذنبة و رب غفور لکھ! امت گنہ گار ہے اور اللہ بخشنہار ہے۔

(المیلاد النبوی)

امام ابن جوزی نے ایک روایت یہ بھی نقل فرمائی ہے کہ جب حضرت عبداللہ سن بلوغ کو پہنچے صنادید قریش میں سے ہر طرف سے نکاح کے پیغام آنے لگے اور ہر جگہ آپ کا تذکرہ ہونے لگا تو حضرت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کو فرمایا بیٹا تم بغرض شکار کچھ عرصہ کے لئے یہاں سے چلے جاؤ تا کہ عورتوں سے نجات پاسکو چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہب زہری کے ساتھ شکار کو چلے گئے۔ حضرت وہب فرماتے ہیں ہم جب جنگل میں پہنچے تو اچانک ستر یہودیوں کا لشکر گھوڑوں پر سوار تلواریں سونتے ہوئے ہمارے سامنے نمودار ہو گیا اور بولے ہم عبداللہ کو قتل کریں گے حضرت وہب نے پوچھا ان کا قصور کیا ہے تو انہوں نے کہا قصور تو کوئی نہیں لیکن ان کی پشت میں آخر الزماں نبی کا نور ہے جس کا دین تمام دینوں کو ختم کر دے گا اور جس کی ملت تمام ملتوں کو ختم کر دے گی حضرت وہب کہتے ہیں ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ آسمان سے ایک لشکر اترا اور تمام یہودیوں کو قتل کر دیا۔ (المیلاد النبوی۔ امام ابن جوزی) یہی ابن جوزی آخر کار فرماتے ہیں۔ ولد الحبیب و مثله لا یولد خدا کا محبوب بے مثال پیدا ہوا۔

۔ سجی ہے محفل کونین مصطفیٰ کے لئے
بنے ہیں دونوں جہاں شاہِ انبیاء کے لئے

یہی نور جس کی دھوم عرش و فرش پہ مچی رہی بارہ ربیع الاول کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں آمنہ کی گود سے ظاہر ہوا تو آپ فرماتی ہیں میں نے اس نور کی روشنی میں قیصر و کسریٰ کے محلات کو دیکھ لیا اور دنیا پکار اُٹھی ۔

آ گیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے

حضور علیہ السلام نور ہیں، نظر آتے ہیں مگر کس کو......؟

حیرانگی ہے کہ عقل کے بارے کہا جاتا ہے نور فی بدن الادمی (نور الانوار) کہ عقل ایک نور ہے جو انسان کے جسم میں ہے اور جب امام الانبیاء کی نورانیت کی بات ہو کہ عقل جس کے گھر کی لونڈی ہے، تو شیطان ذہن میں کئی وسوسے ڈال دیتا ہے مثلاً یہ کہ عقل تو نظر نہیں آتی ثابت ہوا کہ جو نور ہو وہ نظر نہیں آتا میں عرض کروں کہ معترض میں عقل ہو تو کچھ نظر آئے بعض نور نظر آتے ہیں بعض نہیں آتے کیا چاند، سورج نور نہیں؟ مگر نظر آتے ہیں۔

ایمان، ہدایت، عقل بھی نور ہیں مگر نظر نہیں آتے حضور چونکہ سب سے اعلیٰ نور ہیں نظر آتے بھی ہیں نہیں بھی آتے، ابو بکر کو نظر آتے ہیں ابو جہل کی آنکھ نہیں دیکھ سکتی کیوں کہ ۔

انداز حسینوں کو سکھائے نہیں جاتے
امی لقبی ہوں پڑھائے نہیں جاتے
ہر ایک کا حصہ نہیں دیدار کسی کا
بو جہل کو محبوب دکھائے نہیں جاتے

واقعہ ہجرت پر غور کرو حضور کافروں کے جھرمٹ سے سورۂ یٰسین کی تلاوت باآواز بلند کرتے ہوئے گذر رہے ہیں مگر ابو جہل اینڈ کمپنی کو نظر نہیں آ رہے جب بڑوں کو نظر نہ آئے حالانکہ جانتے تھے گذر رہے ہیں تو چھوٹوں کو آج کیسے نظر آ سکتے ہیں۔

ہاں مگر نظر آتے ہیں پوچھ لو امام سیوطی سے کہ بیداری میں بہتر مرتبہ زیارت کر رہے ہیں اور پوچھ لو مولائے روم سے کہ فرماتے ہیں ۔

شب کہ چشم بر جمال یار بود   من بخوابم بختِ مَن بیدار بود

نور تھے تو کھاتے کیوں تھے؟

اسی طرح کبھی کہتے ہیں اگر حضور نور تھے تو کھاتے کیوں تھے؟

حالانکہ جانتے ہیں ہیئت بدل جائے تو نہ کھانے والے بھی کھانا شروع کر دیتے ہیں دیکھو! ڈنڈا نہیں کھاتا مگر جب وہی ڈنڈا سانپ بن جائے تو قرآن فرماتا ہے فاذا هی تلقف ما یافکون۔ رسیوں کو کھا گیا۔ بے شک نور نہیں کھاتا مگر جب بشریت کی صورت میں آیا اور ستر

ہزار بشریت کے پردوں میں آیا تو کھانا پڑ گیا۔ اگرچہ ان کے کھانے اور ہمارے کھانے میں بھی فرق ہے کہ جتنا انہوں نے ساری عمر کھایا ہم اتنا ناشتہ کر جاتے ہیں اور پھر سرکار فرماتے ہیں انـی ابیـت عند ربی یطعمنی و یسقینی ۔ میں تو اپنے رب کے پاس رات گذارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے پلاتا بھی ہے۔

لہٰذا ہم کھانے پینے کے محتاج ہوئے اور حضور نے اس لیے کھایا تا کہ کھانا ہمارے لیے سنت بن جائے اور کھاتے بھی رہیں ساتھ ثواب بھی حاصل کرتے رہیں۔ ان ساری باتوں کے باوجود حقیقت نور ہی رہے گی اور۔ ایسا نور کہ۔

ظلمت کو ان کے نور نے کافور کر دیا
جس پر نگاہ اُٹھائی اسے نور کر دیا

نور تھے تو شادی کیوں کی؟

کبھی کہا جاتا ہے کہ اگر نور تھے تو شادیاں کیوں کیں؟

حالانکہ قرآن پڑھتے ہیں اور بہت زیادہ پڑھتے ہیں لیکن کیا کیا جائے حلق سے نیچے نہیں اترتا۔ کیا قرآن میں نہیں ہے وزوجنـا هـم بحور عين کہ ہم نے اہل ایمان کا نکاح گوری گوری، موٹی موٹی آنکھوں والی جنتی حوروں سے کر دیا ہے تو اگر اللہ خاکیوں کا نکاح نوری مخلوق سے کر دے تو ان کے نور میں فرق نہ آئے تو امام الانبیاء سے تمہیں کیا دشمنی ہے ان کا نکاح بھی تو اللہ نے کیا ہے قرآن پاک میں ہے زوجنکها (الاحزاب) اے حبیب! ہم نے آپ کا نکاح زینب سے کر دیا۔

ہمارا ڈنکے کی چوٹ پر یہ عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی بشریت کا انکار بھی کفر ہے نورانیت کا انکار بھی کفر ہے یعنی ہم حضور علیہ السلام کو نور بھی مانتے ہیں بشر بھی مگر اپنے جیسا بشر نہیں مانتے بلکہ سراپا نور اور مکمل بشر مانتے ہیں۔ بشر ایسے ہیں کہ کوئی بشر ان جیسا نہیں اور نور ایسے کہ جبریل امین بھی ان کی نورانیت کا مقابلہ نہیں کر سکتا ورنہ سدرہ پہ جا کر ساتھ نہ چھوڑ دیتا۔

صد ہزاراں جبرئیل اندر بشر   بہر حق سوئے غریباں یک نظر

کیا بشر نور نہیں ہو سکتا؟

جب حضور علیہ السلام کی نورانیت کی بات کی جاتی ہے تو فوراً انکار پہ انکار کیا جاتا ہے اور بڑے بڑے صاحبان جبہ و دستار کہتے ہوئے سُنے گئے کہ نور نہیں وہ تو بشر ہیں یہ تو بالکل ایسے ہے کہ کوئی کہے مثلاً پانی پیا نہیں جاتا بلکہ اس سے غسل کیا جاتا ہے کیوں کہ یہ دونوں کام اس سے لیے جاتے ہیں ان میں منافات نہیں ہے نہ یہ کام آپس میں متضاد ہیں نہ کوئی ان میں منافات ہے یا یہ کہا جائے کہ زید ہنستا نہیں بلکہ لکھتا ہے تو ہنسنے کی نقیض رونا ہے نہ کہ لکھنا؟ ہو سکتا ہے ہنستا بھی ہو لکھتا بھی ہو جیسے اجتماع ضدین نہیں ہو سکتا اسی طرح ارتفاع نقیضین بھی نہیں ہو سکتا تو جو عالم ہونے کا دعویٰ کرے اور پھر کہے حضور علیہ السلام نور نہیں بشر ہیں اس سے بڑا جاہل کون ہے؟ کہ نور کی ضد بشر نہیں بلکہ ظلمت ہے ایسا ظالم صرف نورانیت کا انکار نہیں کر رہا بلکہ آپ سرکار میں ظلمت ثابت کر رہا ہے۔

ظالمو! محبوب کا تھا حق یہی   عشق کے بدلے عداوت کیجیے

ان سے پوچھو ایمان کیا ہے؟ کہیں گے نور۔ عقل کیا ہے؟ هـو نـورٌ فـي بـدن الادمـی ۔ ہدایت کیا ہے؟ نور۔ تمہاری آنکھ میں کیا ہے؟ نور۔ جانور کی آنکھ میں کیا ہے؟ نور یہاں تک کہ کتے اور خنزیر کی آنکھ کی روشنی کو نور کہتے ہیں لیکن انکار ہے تو نورانیت مصطفیٰ کا۔

شرم سے گڑھ جا اگر احساس تیرے دل میں ہے

اور افسوس کہ یہ لعنتیں ان کے حصے میں ہی آئی ہیں کہ جو اپنے آپ کو وارثان منبر و محراب کہتے ہیں۔ اجی ہم بھی بشر، حضور بھی بشر تو فرق کیا ہوا؟ انہیں کہو تم بھی بشر بوجہل و بولہب بھی بشر، فرق کیا ہوا؟ یہی فرق وہاں بھی مان لو۔ کتے خنزیر کی آنکھ میں نور تمہاری آنکھ میں بھی نور فرق کیا ہوا؟

جانوروں کو بھی قرآن میں امـم امثالکم "کہ وہ بھی تمہاری طرح امتیں ہیں" فرمایا گیا کیا کبھی کسی نے اپنے آپ کو جانور کی طرح کہا ہے حالانکہ وہی مثل کا لفظ وہاں بھی موجود ہے بلکہ اس کی جمع امثال ہے۔ ایک نبی کی ذات ہی رہ گئی مثل بننے کے لئے، جن کا نبیوں میں بھی مثل نہیں، تو کس کھیت کی مولی ہے۔

شبلی نعمانی نے سیرت النبی میں اول ما خلق الله نوری حدیث کا صرف اس لیے

انکار کیا کہ صحاح ستہ میں نہیں ہے اور جس کتاب میں ہے وہ کتاب ہی نہیں ملتی یعنی مصنف عبدالرزاق جو کہ امام بخاری کے بھی استاد کی کتاب ہے اور آج کل ملتی بھی ہے عجیب بات ہے کہ شاگرد کی اتنی اہمیت کہ اس کی کتاب اصح الکتب بعد کتاب اللہ (بخاری شریف) ہو جائے اور استاد ایک حدیث بیان کرے تو صرف اس لیے انکار کیا جائے کہ کتاب نہیں ملتی پھر آپ نے حدیث کو تو نہ مانا بلکہ اپنی ضد کو منوایا اور شخصیت پرستی کی اور مولانا ادریس کاندھلوی نے سیرۃ المصطفیٰ میں شبلی کا رد کرتے ہوئے لکھا کہ یہ کیا قرآن وسنت میں قانون ہے کہ جس حدیث کو صحاح والے لیں صرف وہی مانو اور اس کے علاوہ نہ مانو؟ کیا صحاح ستہ سے پہلے حدیث کا وجود نہیں تھا یا بیان کرنے والے نہیں تھے اس طرح تو وہ ہزاروں صحابہ کرام جو بقول امام بخاری احادیث لکھا کرتے تھے ان کے مجموعے بھی بے کار گئے۔ (نعوذ باللہ)

نور کے متعلق اہم نکتہ

کبھی ارشاد ہوتا ہے اول ما خلق اللہ نوری میں حضور علیہ السلام کے نور کی اولیت ہے تو اوّل ما خلق اللہ القلم میں قلم کی اولیت ہے اس طرح کچھ کتب میں اول ما خلق اللہ العرش ہے بعض میں اول ما خلق اللہ اللوح بھی ہے تو کس کو اول مانو گے میں عرض کروں گا ہاں اول ما خلق اللہ العقل بھی ہے اگر اللہ نے عقل دی ہے تو ان میں تطبیق دے دو کہ عنوان مختلف ہیں معنون ایک ہے صفات مختلف ہیں موصوف ایک ہے یعنی لوح بھی حضور ہیں قلم بھی حضور ہیں عرش بھی حضور ہیں عقل بھی حضور ہیں۔ کیسے؟ تو سنیے! قلم کا کام فیض دینا ہے اور لوح کا کام فیض لینا ہے یعنی قلم لکھ کر فیض دیتی ہے اور لوح اپنے اوپر لکھوا کر فیض لیتی ہے تو حضور علیہ السلام اللہ سے لوح کی طرح فیض لیتے ہیں اور مخلوق کو قلم کی طرح فیض دیتے ہیں اور یہ بات تو علامہ اقبال کی سمجھ میں بھی آگئی جس نے کہا۔

لوح بھی تُو قلم بھی تُو تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

اسی طرح عرش کا معنی اونچا اور عرش کو عرش اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ زمینوں سے اونچا ہے آسمانوں سے اونچا ہے۔ انسانی اعضا میں دل سب سے افضل ہے حدیث میں ہے کہ اگر دل ٹھیک رہے تو سارا جسم ٹھیک رہتا ہے دل خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ پھر

مومن کا دل سبحان اللہ۔ جس کے بارے صوفیاء نے فرمایا قلب المومن عرش اللہ۔ کہ مومن کا دل اللہ کا عرش ہے لہٰذا جب عرش وہ ہے جو ساری مخلوق سے اونچا ہے تو جب معراج کی رات عرش نیچے رہ گیا اور سرکار کے قدم عرش کے اوپر چلے گئے تو پھر عرش تو حضور ہو گئے کیونکہ عرش کو اونچا ہونے کی وجہ سے ہی تو عرش کہا جاتا تھا تو جب سرکار اس سے اوپر ہو گئے تو عرش کون ہوا۔

جبرائیل امیں رہ گئے راہ میں عرش اعلیٰ پہ پہنچا ہمارا نبی

اسی طرح عقلاء کے نزدیک عقل کل جبریل امین کو کہا گیا اور معراج کی رات وہ عقل کل حضور علیہ السلام کے قدموں کو بوسے دے کر عقل کل ہونے سے استعفیٰ دے رہا ہے اور یہ منصب بھی حضور ﷺ کے سپرد کر رہا ہے لہٰذا مذکورہ پانچوں احادیث مان لی جائیں تو کوئی حرج نہیں کہ یہ سب حضور کی شانیں ہیں۔ یعنی لوح و قلم، عرش و عقل کے مسلمہ معانی کا انکار کیے بغیر بھی یہ تمام روایات عظمت مصطفیٰ کی آئینہ دار ہیں۔

ایک ہی بندہ باپ بھی ہو سکتا ہے بیٹا بھی۔ استاد بھی شاگرد بھی۔ پیر بھی مرید بھی مگر باپ اپنے بیٹے کا ہو گا اور بیٹا اپنے باپ کا ہو گا۔ استاد اپنے شاگرد کا ہو گا اور شاگرد اپنے استاد کا ہو گا جہتیں مختلف ہو جائیں تو کوئی تضاد نہیں رہتا کیوں کہ ۔ در تناقض ہشت وحدت شرط داں۔ تو ابتدائی طالب علم بھی جانتا ہے اگر بزعم خویش درس نظامی کے ماہرین نہ سمجھیں تو ان کو اللہ ہی سمجھائے۔

حضور علیہ السلام کو نور ہم اہل سنت نے نہیں بنایا بلکہ اللہ نے فرمایا کہ تمہارے پاس نور آیا اور آیا بھی اللہ کی طرف سے۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ جو جہاں سے آئے وہاں کی صفات لے کر آتا ہے تو حضور اللہ کی طرف سے آئے اور اللہ کی صفات لے کر آئے۔ وہ بھی سمیع، یہ بھی سمیع، وہ بھی بصیر، یہ بھی بصیر، وہ بھی رؤف ورحیم، یہ بھی رؤف ورحیم، وہ بھی نور، یہ بھی نور۔

مگر وہ بنانے والا، یہ بننے والا، وہ بھیجنے والا، یہ آنے والا، وہ بخشنے والا، یہ بخشوانے والا، وہ جنت بنانے والا، یہ اپنی امت سے جنت کو بسانے والا، وہ جہنم بھڑکانے والا یہ اپنی رحمت سے جہنم کو ٹھنڈا فرمانے والا۔

تعجب کی جا ہے کہ فردوسِ اعلیٰ بنائے خدا اور بسائے محمد
تماشا تو دیکھو کہ نارِ جہنم لگائے خدا اور بجھائے محمد

اسی آقا کریم کے نور کے جلووں سے ابوبکر، صدیق اکبر، بن رہا ہے۔ عمر، فاروق اعظم بن رہا ہے۔ عثمان، ذوالنورین بن رہا ہے۔ علی، حیدر کرار بن رہا ہے، بے ذر بوذر بن رہا ہے اور بلال حبشی، رشکِ قمر بن رہا ہے۔

ظلمت کو ان کے نور نے کافور کر دیا
جس پہ نگاہ اُٹھائی اسے نور کر دیا

پتہ اس دن چلے گا یوم یقول المنفقون والمنفقت للذین امنوا انظرونا نقتبس من نورکم۔ (الحدید) قیامت کے دن منافق مرد اور عورتیں اہل ایمان کو (ملنے والا نور دیکھ کر) کہیں گے۔ ہماری طرف نگاہ کرو تھوڑا سا نور ہمیں بھی دو۔

(ایمان والے کہیں گے دنیا میں نبی کو نور نہیں مانتے تھے اور یا رسول اللہ انظر حالنا کو شرک کہتے تھے آج یہ دونوں باتیں ہمارے لیے مان رہے ہو) قیل ارجعوا وراء کم فالتمسوا نورا۔ واپس جاؤ (دنیا میں اور صحیح عقیدہ اپنا کر) نور تلاش کرو۔

تو بھائیو! جہنم میں جل کر ذلیل ہو کر جو کہتے پھرو گے انظرونا آج دنیا میں ہی کہہ لو

یا رسول اللہ انظر حالنا یا حبیب اللہ اسمع قالنا

کرم کی اک نظر ہم پر خدارا یا رسول اللہ
ہمیں تو آسرا بس ہے تمہارا یا رسول اللہ

لیکن وہاں سے واپسی ممکن نہیں اس لیے امام اہل سنت کی نصیحت پر عمل کرو اور

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے
کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

آگے قرآن کی اسی آیت میں ہے باطنه فیه الرحمة کہ اندر رحمت ہوگی یعنی جنت میں رحمۃ للعالمین ہوں گے ظاهره من قبله العذاب اور باہر عذاب ہوگا۔

خدا بھی نور اللہ نور السموٰت والارض۔ مصطفیٰ بھی نور قد جاء کم من اللہ نور تیری نیت میں کیوں آگیا فتور۔

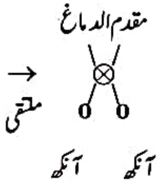
خدا بھی حق فتعلی اللہ الملک الحق۔ مصطفیٰ بھی حق قد جاء کم الحق۔

(القرآن) محمد حق (البخاری) یعنی بھیجنے والا بھی حق۔ آنے والا بھی حق۔ تو تمہیں کیوں پڑ گیا ہے شک

تیرے نور دی ویکھی جھلک جنہے اونہے رب دا نظارہ ویکھ لیا
اونہوں بھل گئے سوہنیا غم سارے جنہے تیرا دوارہ ویکھ لیا

ایک علمی نکتہ

مبدی بحث البصر فصل فی الحیوان ص ۱۱۲ پہ بصر کی تعریف یہ کی گئی ہے هو قوة فی ملتقی عصبتین نا بتین من مقدم الدماغ یعنی قوت باصرہ کا مقام پیشانی کو بتایا گیا جس کی شکل کچھ یوں بنتی ہے۔



اس ملتقی کو مجمع النور کہا جاتا ہے تو جب یہ روایات بائیبل کے اندر بھی ملتی ہیں اور ہماری کتابوں میں بھی کہ آدم علیہ السلام کی پیشانی میں اولاً نور مصطفیٰ رکھا گیا پھر انہوں نے دعا کی یا اللہ! یہ نور ایسی جگہ ہونا چاہیے کہ میں اس کی زیارت بھی کر سکوں تو اللہ نے انگوٹھوں کے ناخنوں میں منتقل فرما دیا چنانچہ آپ نے نور مصطفیٰ اپنے انگوٹھوں میں جلوہ گر دیکھ کر محبت سے چوم کر آنکھوں سے لگا لیا اور آج بھی ان کی اولاد ان کی سنت کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔ تو ہم کیوں نہ کہیں کہ چونکہ حضرت آدم کی پیشانی اولاً نور مصطفیٰ کا ٹھکانہ بنی تو اللہ نے اس جگہ کو مجمع النور بنا دیا۔

کسی عاشق رسول نے کیا وجد آفرین اشعار فرمائے

اسم نور و جسم نور و جان نور — ذکر نور و فکر نور، عرفان نور
دست نور و پائے نور و قد نور — ولد نور و اب نور وجد نور
روئے نور و خوئے نور و بوئے نور — سوئے نور و کوئے نور و موئے نور
باز گویم آل نور اصحاب نور — اکل نور و شرب نور و خواب نور

اہل نور و بیت نور و بلد نور   جائیکہ آمد محمد کرد نور

اور مولائے روم نے فرمایا

ایں خورد گر پلیدی زُو جُدا   واں خورد گرد دھمہ نور خدا

حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ علیہ الرحمۃ ،الابریز میں فرماتے ہیں ان مجموع نورہ صلی اللہ علیہ وسلم لو وضع علی العرش لذاب ۔ کہ اگر حضور علیہ السلام کا سارا نور عرش پہ رکھا جائے تو عرش الٰہی (باوجود اس قدر شان وکمال کے) پگھل جائے (لوگوں نے جو دیکھا وہ تو صرف ایک جزو تھا ورنہ کس میں تاب تھی کہ دیکھ سکے اسی لیے فرمایا جمالی مستور کہ میرا حُسن چُھپا ہوا ہے اور رومی فرماتے ہیں ۔

احمد ار بکشاید آں پر جلیل   تا ابد بے ہوش ماند جبرائیل)

مواہب لدنیہ، امام قسطلانی شارح بخاری، سیرت حلبیہ ۔ نسیم الریاض ۔ مدارج النبوۃ تفسیر عزیزی اور اس کے علاوہ بہت ساری کتب میں ہے و لم یکن لہ صلی اللہ علیہ وسلم ظل فی شمس ولا قمر لانہ نور ۔ کہ سرکار کا نہ سورج کی روشنی میں سایہ تھا اور نہ چاند کی چاندنی میں کیوں کہ آپ نور تھے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جب تہمت لگائی گئی تو حضرت عثمان غنی نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں یہی عرض کیا تھا کہ آقا! جب اللہ نے آپ کا سایہ نہیں بنایا تا کہ کوئی گستاخ آپ کے سائے پہ اپنا پاؤں نہ رکھ دے تو آپ کے نکاح میں غلط عورت کیسے آنے دے گا اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا مشہور فرمان ہے

کہ سایہ ہمیشہ جسم سے لطیف ہوتا ہے اور جسم سائے سے کثیف ہوتا ہے تو جب امام الانبیاء علیہ السلام کے جسم مبارک سے لطیف شے ہے ہی کوئی نہیں تو آپ کا سایہ بھی نہیں۔

حضرت عمر فاروق ایک مرتبہ تشریف لے جا رہے تھے تو پیچھے ایک یہودی آپ کے سائے کو اپنے پاؤں میں روند کر اپنی بھڑاس نکال رہا تھا (یہودی صفت لوگ آج بھی عمر رضی اللہ عنہ کا نام سُن کر جلتے رہتے ہیں) آپ فرماتے ہیں فوراً میرے ذہن میں آیا کہ اللہ نے اسی لیے حضور علیہ السلام کا سایہ نہیں بنایا کہ کوئی گستاخ آپ کے سایہ کی بھی توہین نہ کر سکے۔

(ایک حدیث میں حتی رایت ظلی و ظلکم کے الفاظ سے غلطی فہمی نہ ہو کہ

وہاں ظل اپنے اصل معنی پر محمول نہیں ہے کیوں کہ یہ دوزخ کی بات ہو رہی ہے اور دوزخ کی آگ حدیث کے مطابق سفید نہیں بلکہ سیاہ ہے لہٰذا سیاہی میں ظل (سایہ) کہاں؟ (ترمذی ج ۲ ص ۱۳، مشکوۃ باب صفۃ النار ص ۵۰۳)

یاد رہے: کہ قرآن مجید میں ہر جگہ بشر مثلکم کے ساتھ یوحی الی آیا ہے حالانکہ نماز زکوۃ حج وغیرہ احکام کی بات بھی ہو سکتی تھی مگر متعین فرمایا کہ مثلیت صرف عدم الوہیت میں ہے نہ کہ کسی اور شے میں وگرنہ صحابہ فرماتے ہیں ہم نے ہر طرح کے قد والے شخص کو حضور علیہ السلام کے ساتھ کھڑے دیکھا تو حضور ہمیں اونچے ہی نظر آئے حالانکہ سرکار کا قد درمیانہ تھا نہ کہ لمبا مگر یہ بھی معجزہ تھا۔

کہ کوئی قد کے لحاظ سے بھی میرے حبیب سے اونچا ہونے کی بات نہ کرے جب قد کی حد نہیں تو شان کی حد کیا ہوگی۔

مرزائی بد بخت کہتے ہیں ہمارا مرزا سبحان اللہ (لا بل علیہ لعنۃ اللہ) بس حضور علیہ السلام کی فوٹو کاپی ہی سمجھ لو (نعوذ باللہ) میں کہوں گا سمجھ تو لیں مگر پہلے یہ تو بتاؤ یہ فوٹو کاپی کرائی کہاں سے ہے پوری آنکھ ہی غائب ۔ اور آنجہانی کا بیٹا کہتا ہے فوٹو گرافر آیا، بڑا زور لگایا آنکھ کھل جائے مگر نہ کھلی (شاید یہ معجزہ ہو کہ ہر کسی کو ایک ہی آنکھ سے دیکھتے ہیں)۔

ہمارے آقا کا حسن و جمال سبحان اللہ ۔

حسف القمر بجمالہ   عجز البشر بکمالہ

(اخبار الاخیار)

دیکھنے والے کہا کرتے ہیں اللہ اللہ
یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

اولیاء امت نے اپنے اشعار میں بھی حضور علیہ السلام کی نورانیت کا ذکر فرمایا حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ۔

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجھک المنیر لقد نور القمر

حضرت جامی نے کہا۔

و صلی اللہ علی نور کز و شد نورھا پیدا
زمیں از حب او ساکن فلک از عشق او شیدا

حضرت سعدی فرماتے ہیں۔

ہمہ نور ہا پر تور نور اُو (بوستان)

سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عربی اشعار بمعہ اردو ترجمہ پر یہ موضوع مکمل کرتے ہیں یہ اشعار آپ نے سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں حضور علیہ السلام کی اجازت سے پڑھے۔اور آپ نے دعا دی

و قال العباس: یا رسول اللہ انی أریدان أمدحک. فقال له:
قل لا یفضض اللہ فاک، فانشا یقول:

من قبلها طبت فی الظلال وفی　　مستودع حیث یخصف الورق
ثم هبطت البلاد لا بشر انت　　ولا مضغة ولا علق
بل نطفة ترکب السفین و قد　　ألجم نسرا وأهله الغرق
وردت نار الخلیل مکتما　　تجول فیها و لست تحترق
تنقل من صلب الی رحم　　اذا مضی عالم بدأ طبق
حتی احتوی بیتک المهیمن من　　خندق علیاء تحتها النطق
و انت لما وردت اشرقت الارض　　و ضائت بنورک الأفق
فنحن فی ذاک الضیاء و فی النور　　و سبل الرشاد تخترق

(الوفاء باحوال المصطفیٰ، ۱:۳۵)

جب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام اپنے اپنے جسموں کو (جنت میں) پتوں سے ڈھانپ رہے تھے۔اس وقت سے بہت پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسرت و شادمانی کے ساتھ ذکر الٰہی میں مصروف تھے۔

ان کے جنت سے زمین پر اتارے جانے کے بعد آپ بھی ان کے ہمراہ زمین پر

تشریف لے آئے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو قبل ازیں بشری صورت میں تھے اور نہ ہی گوشت اور علق کی حالت میں۔

(بشریت کے) ظہور کے بعد آپ احسن صورت میں محفوظ مقامات کے اندر ایک سوار کی طرح جلوہ فرما رہے۔گھوڑے کو لگام لگا کر تیار رکھا ہوا تھا جس کی اگلی منزل پر پہنچتے اور پچھلی روپوش ہو جاتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر مسکن (ہر قسم کی آلودگی اور خطرات سے) محفوظ تھا۔جیسے خندقوں اور بلند چٹانوں سے گھرا ہوا ہو۔لیکن آپ ان مقامات میں بھی اس کائنات کی زبان بنے رہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقدس اصلاب سے پاکیزہ ارحام کی جانب منتقل ہوتے رہے۔

جب ایک دور گزرتا تو دوسرا شروع ہو جاتا۔

جب آپؐ (سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی گود میں) بزم آرائے جہاں ہوئے تو تشریف آوری کے باعث زمین پُرنور ہو گئی اور فضا جگمگا اٹھی۔

ہم آپ کی ضیا پاشی اور نورانیت کے صدقے ہی تو راہ ہدایت پر گامزن ہیں۔

(سیرۃ الرسول۔پروفیسر طاہر القادری ج۲ ص ۲۱۷-۲۱۸)

ایک غلط فہمی کا ازالہ

مذکورہ حدیث کے الفاظ انا من نور اللہ پہ بعض احباب بہت شور مچاتے ہیں کہ دیکھو جی حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے نور کا جُو بنا دیا ہے اسی طرح درود تاج میں نور من نور اللہ پر بھی یہی اعتراض کیا جاتا ہے ایک بہت بڑے عالم صاحب کی میں نے تقریر سُنی تو وہ اپنے سامعین کو اس طرح بے وقوف بنا رہے تھے کہ دیکھو دس فٹ اگر دھاگہ ہو اور اس سے چھ انچ کاٹ لیا جائے تو باقی کتنا رہ گیا؟ انہوں نے جواباً کہا ساڑھے نو فٹ۔تو فرمانے لگے کہ حضور کو نور من نور اللہ کہنے کا یہی تو مطلب ہے کہ جتنا حضور کا نور ہے اتنا اللہ کا نور کم ہو گیا اور حضور علیہ السلام اللہ کے نور کا جز بن گئے۔ایسے نام نہاد، پڑھے لکھے جاہل کی خدمت میں عرض ہے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ نور کے اجزاء ہو بھی سکتے ہیں یا نہیں اگر نور کے اجزاء ہو سکتے ہیں تو روح کے بھی ہو سکتے

ہیں دونوں کا تعلق مقولہ کیف سے ہے جب کہ روح کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و نفخت فیہ من روحی کہ میں نے آدم علیہ السلام میں اپنی روح پھونکی۔ تو کیا یہاں بھی جزئیت ثابت کرو گے؟ کہ آدم علیہ السلام بھی اللہ کا جزو بن گئے۔ (نعوذ باللہ)۔

دوسری بات یہ ہے کہ بات نور کی ہو رہی ہے اور مثال دھاگے کی کیوں دی جا رہی ہے؟ کیا یہ مثال نہیں ہوسکتی کہ ایک چراغ جل رہا ہو اس سے لاکھوں چراغ جلا لیں تو کیا پہلے چراغ کی روشنی میں کمی آئے گی؟ وہ لاکھوں چراغ کیا پہلے چراغ کا جُز ہو گئے؟ یا یوں کہا جائے گا کہ اس کے فیض سے ہیں؟ تو کیا یہاں نور من اللہ یا انا من نور اللہ کا معنی یہ نہیں ہوسکتا کہ حضور اللہ کے نور کے فیض سے ہیں۔ دیگر انبیاء صفاتی نور کے فیض سے ہیں ہمارے آقا ذاتی نور کے فیض سے ہیں اور پھر کیا اس طرح کے الفاظ احادیث کی کتب میں جابجا نہیں ملتے؟ کیا وہاں بھی اس قسم کے سوال کرتے ہو یا صرف نور مصطفیٰ سے ہی چڑھ ہے؟ مثلاً دیکھئے

۱۔ انا من اللہ و المومنون منی۔
(اسرار المرفوعہ لعلی القاری۔ کشف الخفا للعجلونی۔ الدرر المنتثرۃ فی احادیث المشتھرۃ للسیوطی۔ تنزیہ الشریعہ لابن عراق۔ الفوائد المجموعہ للشوکانی)

۲۔ انا من نور اللہ و المؤمنون منی۔ (تذکرۃ الموضوعات للفتنی)

۳۔ انا من المؤمنین و المومنون منی۔ (احادیث القصاص لابن تیمیہ)

۴۔ انا من حسین۔ (السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی)

۵۔ حسین منی و انا من حسین۔ (مشکوۃ)

۶۔ انا من عثمان و عثمان منی۔ (الجامع الکبیر۔ المخطوط الجزء الثانی)

۷۔ انا منک و انت منی۔ انا منکم و انتم منی۔ انا منہ وھو منی۔ انا منھم و ھم منی۔
(مسند احمد۔ المعجم الکبیر للطبرانی۔ دلائل النبوۃ۔ الفوائد المجموعہ للشوکانی۔ لسان المیزان لابن حجر۔ میزان الاعتدال۔ البدایہ والنھایہ لابن کثیر)

چونکہ مذکورہ حدیث علماء اہل سنت محافل میلاد النبی میں اکثر بیان کرتے ہیں اور

منکرین میلاد اپنے ہر کام کو سنت اور عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدعتی اور محفل میلاد کو بدعت کہہ کر اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے ہیں۔ جدید مصنوعات جن سے زیادہ استفادہ یہی حضرات کرتے ہیں یہ تو اس لیے بدعت نہیں کہ دین کا حصہ نہیں جب کہ جو کام دین سمجھ کر کیے جاتے ہیں وہ بھی کچھ کم نہیں ہیں۔ تو یہ کیوں بدعت کے زمرے میں نہیں آتے؟ اس سلسلہ میں ہمارے ایک دوست انجم سعید صاحب کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

دیوبندی فرقہ کے شیخ الاسلام تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:-

"ایک اور بات عرض کروں جس کے بارے میں لوگ بکثرت پوچھا کرتے ہیں وہ یہ ہے جب ہر نئی بات گمراہی ہے تو یہ پنکھا بھی گمراہی ہے یہ ٹیوب لائٹ بھی گمراہی ہے یہ بس بھی، یہ موٹر بھی گمراہی ہے اس لئے یہ چیزیں تو حضور ﷺ کے زمانے میں نہیں تھیں بعد میں پیدا ہوئی ہیں ان کے استعمال کو بدعت کیوں نہیں کہتے؟ خوب سمجھ لیجئے اللہ تعالیٰ نے بدعت کو جو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے یہ وہ بدعت ہے جو دین کے اندر کوئی نئی بات نکال لی جائے، دین کا جز اور دین کا حصہ بنا لیا جائے کہ یہ بھی دین کا حصہ ہے"۔ (بدعت ایک سنگین گناہ ص ۲۶)

موصوف نے یہ تو کہہ دیا کہ دنیاوی کاموں میں بدعت نہیں اور نہ گمراہی ہے دینی کاموں میں بدعت گمراہی کہلائے گی لیکن قرآن پاک کی کسی آیت مبارکہ کا حوالہ نہیں دیا۔ حالانکہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بدعت کو ناجائز اور حرام قرار دیا۔ اور نہ ہی کسی حدیث مبارکہ کا حوالہ دیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہو کہ دنیاوی کاموں میں بدعت جائز ہے اور دینی کاموں میں بدعت جائز نہیں۔ ابلیس کی تمام روحانی اولاد کو چیلنج ہے کہ کوئی قرآن پاک کی آیت یا کوئی ایک حدیث اگرچہ ضعیف ہی ہو دکھا دیں کہ کہاں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ دنیاوی کاموں میں بدعت جائز ہے اور دینی کاموں میں بدعت جائز نہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے با جماعت نماز تراویح کو اچھی بدعت کہا۔ اب ان وہابیوں دیوبندیوں سے پوچھیں کہ کیا نماز تراویح دین کا کام نہیں؟ کیا نماز تراویح با جماعت پڑھنا بے دینی ہے؟ اور تم با جماعت نماز تراویح پڑھ کر بے دین ہوئے یا نہیں؟

مخالفین اہل سنت جب بدعت کے خلاف بولتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ اب لفظ "ہر" میں دینی اور دنیاوی دونوں قسم کی بدعتیں آجاتی ہیں۔ پھر بھی اگر کوئی شخص بضد

ہو کہ دینی کاموں میں کچھ ایسے کام بتاؤ جن کو لوگ دین کا کام سمجھ کر کرتے ہوں اور وہ حضور ﷺ کے زمانہ مبارک میں بھی نہ ہوں تو ملاحظہ فرمائیں۔

۱- چھ کلمے: پہلا کلمہ طیب، دوسرا کلمہ شہادت، تیسرا کلمہ تمجید، چوتھا کلمہ توحید، پانچواں کلمہ استغفار، چھٹا کلمہ ردکفر یہ تمام کلمے، ان کے نام ان کی ترتیب بدعت، کہ حضور ﷺ کے ظاہری زمانہ مبارک میں ثابت نہیں۔ تمام دیوبندی وہابی قرآن پاک کی کسی سورت سے یا احادیث مبارکہ کی کسی کتاب سے مذکورہ چھ کلمے، ان کے نام اور ان کی ترتیب نہیں دکھا سکتے لیکن پھر بھی دین کا کام سمجھ کر اپنے بچوں کو یاد کرواتے ہیں۔

۲- ایمان کی صفتیں: ایمان مفصل، ایمان مجمل یہ دونوں صفات، ان کے نام اور ان کی ترتیب بدعت، لیکن پھر بھی دین کا کام سمجھ کر یاد کی جاتی ہیں۔

۳- قرآن پاک کی موجودہ کتابی صورت، اس کے تیس پارے بنانا، ان میں رکوع قائم کرنا، اس کے رموز واوقاف، اس پر اعراب لگانا اور آیات کے نمبر لکھنا، سب بدعت۔

۴- احادیث مبارکہ کو کتابی شکل میں جمع کرنا، حدیث کی اقسام بنانا کہ یہ صحیح ہے یہ حسن ہے یہ ضعیف ہے پھر ان کے احکام مقرر کرنا، سب بدعت۔

۵- اصول حدیث اور اصول فقہ کے تمام قوانین بدعت۔

۶- فقہ اور علم کلام جن پر آج دین کا دارومدار ہے یہ بھی تمام بدعت۔

۷- نماز کی زبان سے نیت کرنا بدعت، موجودہ طرز کی مساجد بدعت، موجودہ طرز کی جائے نماز اور مصلوں پر نماز پڑھنا بدعت۔

۸- شریعت کے چار طرق حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی بدعت۔

۹- طریقت کے چار سلسلے قادری، نقشبندی، سہروردی، چشتی بدعت۔

۱۰- روزہ کی زبان سے نیت کرنا بدعت۔

۱۱- بیس تراویح باجماعت پڑھنا بدعت۔

۱۲- کاروں، بسوں اور جہازوں کے ذریعے حج کو جانا بدعت، میدان عرفات میں انہی سواریوں پر آنا جانا بدعت، صفا ومروہ کے درمیان ایئر کنڈیشنڈ کوریڈور یا میں سعی کرنا

بدعت۔

۱۳- ریال، ڈالر اور روپیہ وغیرہ میں زکوٰۃ اور صدقہ فطر ادا کرنا بدعت کہ حضور ﷺ کے زمانہ مبارک میں سونا، چاندی یا درہم ودینار میں زکوٰۃ ادا کی جاتی تھی۔

۱۴- تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی، مجلس احرار، مجلس تحفظ ختم نبوت، حزب التحریر، الدعوۃ والارشاد، جماعت اہل حدیث، سپاہ صحابہ، جمعیت علماء اسلام، جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ، لشکر جھنگوی سب جماعتیں بدعت۔

۱۵- رائے ونڈ کا اجتماع، جماعت اسلامی کا اجتماع، سیرۃ النبی کانفرنس، محمد رسول اللہ کانفرنس، سید البشر کانفرنس، ختم بخاری، دورہ حدیث، دورہ تفسیر سب بدعت۔

۱۶- چالیس روزہ، سہ روزہ پر بستر باندھ کر لوٹا، مصلیٰ، چائے دانی، چولہا، اور نسوار کی ڈبیہ لے کر اہل خانہ کے حقوق کو پس پشت ڈال کر، گھر سے نکلنا بدعت۔

ان بدعات کے علاوہ اور بہت سی بدعات ہیں جو ان حضرات میں یوں سرایت کئے ہوئے ہیں جیسے کتے کے کاٹے کا اثر پورے بدن میں سرایت کئے ہوئے ہو۔ لیکن پھر بھی یہ لوگ اپنے گریبان میں منہ نہیں ڈالتے۔ دوسرے کی آنکھ کا تنکا بھی ان کو دکھائی دیتا ہے جب کہ اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نہیں دیکھ سکتے۔ بقول شاعر:-

ٹھہر فقیرا کالہیا پھولیں عیب کسے دے فیر
پہلوں اپنی منجی دے ہیٹھ ڈنگوری پھیر

گزشتہ صفحات میں جتنے اعمال کا ذکر کیا گیا ہے یہ حضرات انہیں دین کا کام اور دین کا حصہ سمجھ کر کرتے ہیں حالانکہ یہ کام حضور ﷺ کے ظاہری زمانہ مبارک میں نہ تھے پھر یہ خود بدعتی گمراہ اور جہنمی کیوں نہ ہوئے؟ **فاعتبروا یاأولی الابصار** ۔ عبرت پکڑو اے نگاہ والو! پھر اگر کوئی ابلیس کا چیلہ آپ کے ذہن میں یہ وسوسہ ڈالے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ مبارک میں کوئی ایسی مثال ہے کہ حضور ﷺ نے جو کام نہیں کیا، صحابہ کو معلوم بھی تھا کہ یہ کام حضور ﷺ نے نہیں کیا پھر بھی صحابہ کرام نے وہ کام کیا ہو تو بخاری شریف کی حدیث مبارکہ پیش کرتا ہوں کیوں کہ کچھ لوگوں کو معلوم نہیں کیا مسئلہ درپیش ہے کہتے ہیں کہ بخاری سے دکھاؤ۔

احادیث در بیان بدعت

حدیث ۱

عن السآئب بن یزید قال کان النداء یوم الجمعة اوله اذا جلس الامام علی المنبر علی عهد النبی ﷺ و ابی بکر و عمر فلما کان عثمان و کثر الناس زاد النداء الثالث علی الزوراء قال ابو عبد الله الزوراء موضع بالسوق بالمدینة.

(بخاری شریف مترجم جلد اول کتاب الجمعہ باب ۵۷۵ الاذان یوم الجمعۃ جمعہ کے روز اذان ص ۴۰۹)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جمعہ کے روز نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) کے عہد میں پہلی اذان اس وقت کہی جاتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا۔ جب حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے زمانے میں لوگ بڑھ گئے تو زوراء پر تیسری اذان کا اضافہ کردیا گیا۔ امام ابوعبداللہ (محمد بن اسمٰعیل بخاری) نے فرمایا مدینہ منورہ کے بازار میں زوراء ایک جگہ کا نام ہے۔

شرح

خطبہ کے وقت جو اذان دی جاتی ہے یہ اذان اول ہے اس کے بعد اقامت کہی جاتی ہے یہ اذان ثانی ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اذان بڑھی یہ اذان ثالث ہے۔ اذان عثمانی باعتبار وجود کے اول ہے یعنی آج کل جو جمعہ کی اذان ہوتی ہے یہ پہلی ہے اور خطبہ کی اذان دوسری ہے (اور اقامت تیسری) لیکن اذان عثمانی باعتبار اپنی مشروعیت کے تیسری ہے۔ (فیوض الباری شرح صحیح بخاری جلد دوم پارہ چہارم ص ۶۱)

حدیث ۲

ان السآئب بن یزید اخبره ان التاذین الثانی یوم الجمعة امر به عثمان حین کثر اهل المسجد و کان التاذین یوم

الجمعة حین یجلس الامام۔

(بخاری شریف مترجم جلد اول کتاب الجمعہ باب ۵۷۸ الجلوس علی المنبر عند التاذین۔ اذان کے وقت منبر پر بیٹھنا۔ ص ۴۱۰)

حضرت سائب بن یزید سے روایت ہے کہ جمعہ کے روز دوسری اذان کہنے کا حکم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دیا جب کہ مسجد میں آنے والوں کی تعداد بڑھ گئی ورنہ جمعہ کے روز صرف اسی وقت اذان ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا۔

حدیث نمبر ۱ کو ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ حضور اقدس ﷺ کے عہد مبارک میں اور صدیق اکبر اور فاروق اعظم کے زمانہ مبارکہ میں جمعہ کی ایک ہی اذان (جو کہ خطبہ کے وقت دی جاتی ہے) ہوتی تھی۔ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے زمانہ مبارکہ میں جب لوگ متفرق مقامات پر آباد ہوگئے تو آپ نے ایک اور اذان کا اضافہ فرمادیا اور اس اضافہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین نے آپ کی موافقت کی اور اس پر اجماع ہوگیا جیسا کہ بخاری شریف میں ہے:-

امر عثمان یوم الجمعة بالاذان الثالث فاذن به علی الزوراء فثبت الامر علی ذلک۔ (بخاری شریف مترجم جلد اول کتاب الجمعہ باب ۵۷۹ التاذین عند الخطبة۔ خطبہ کے وقت اذان کہنا۔ ص ۴۱۰)

حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے جمعہ کے روز تیسری اذان کہنے کا حکم فرمایا پس وہ زوراء کے مقام پر کہی جاتی اور یہی ہمیشہ کے لئے معمول قرار پاگیا۔

حدیث ۳

ان زید بن ثابت رضی الله عنه قال ارسل الی ابو بکر مقتل اهل الیمامة فاذا عمر ابن الخطاب عنده قال ابو بکر رضی الله عنه ان عمر اتانی فقال ان القتل قد استحر یوم الیمامة بقرآء القران و انی اخشی ان یستحر القتل بالقرآء بالمواطن فیذهب کثیر من القران و انی اری ان

تامر بجمع القران قلت لعمر كيف تفعل شيئا لم يفعله رسول الله ﷺ قال عمر هذا والله خير فلم يزل عمر يراجعني حتى شرح الله صدري لذالك و رايت في ذلك الذي راى عمر قال زيد قال ابو بكر انك رجل شآب عاقل لا نتهمك و قد كنت تكتب الوحي لرسول الله ﷺ فتتبع القران فاجمعه فو الله لو كلفوني نقل جبل من الجبال ما كان اثقل علي مما امرني به من جمع القران قلت كيف تفعلون شيئا لم يفعله رسول الله ﷺ قال هو و الله خير فلم يزل ابو بكر يراجعني حتى شرح الله صدري للذي شرح له صدر ابي بكر و عمر رضي الله عنهما.

(بخاری شریف مترجم جلد دوم کتاب التفسیر باب ۹۷۵ جمع القرآن قرآن مجید کا جمع کرنا۔ ۹۸۸)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے مجھے بلایا جب کہ یمامہ والوں سے لڑائی ہو رہی تھی اور اس وقت حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) بھی ان کے پاس تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) میرے پاس آئے اور کہا کہ جنگ یمامہ میں قرآن پاک کے کتنے ہی قاری شہید ہو گئے ہیں اور مجھے خدشہ ہے کہ قاریوں کے مختلف مقامات پر شہید ہو جانے کے باعث قرآن مجید کا اکثر حصہ جاتا رہے گا لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کے جمع کرنے کا حکم فرمائیں۔ میں نے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ میں وہ کام کس طرح کروں جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! یہ کام پھر بھی اچھا ہے اگرچہ حضور علیہ السلام نے نہیں کیا۔ پس حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) اس بارے میں برابر مجھ سے بحث کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ کھول دیا اور میں بھی حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ متفق ہو گیا۔ حضرت زید (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ تم نوجوان آدمی اور صاحب عقل ہو اور تمہاری قرآن فہمی پر کسی کو کلام بھی نہیں

اور تم رسول اللہ ﷺ کو وحی بھی لکھ کر دیا کرتے تھے پس سعی بلیغ کے ساتھ قرآن کریم کو جمع کر دو۔ پس اللہ کی قسم! اگر مجھے پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیا جاتا تو اسے اس سے بھاری نہ سمجھتا جو مجھے حکم دیا گیا کہ قرآن مجید کو جمع کروں میں عرض گزار ہوا کہ آپ وہ کام کیوں کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟ انہوں نے فرمایا کہ اللہ کی قسم یہ کام پھر بھی اچھا ہے اگرچہ حضور علیہ السلام نے نہیں کیا۔ پس میں برابر حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے بحث کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی اسی طرح کشادہ فرما دیا جس طرح حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا سینہ کھولا تھا۔

آپ حضرات نے غور فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک جو کام اچھا ہو اگرچہ حضور ﷺ کے ظاہری زمانہ مبارک میں نہ ہو، اگرچہ وہ کام حضور ﷺ نے نہ کیا ہو پس وہ کام کرنا جائز ہے۔ اگر کوئی شخص واقعی حق بات سمجھنا چاہتا ہو تو اس کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ قل، تیجہ (سوئم)، ساتہ، چہلم، عرس، برسی، چھٹی، گیارھویں، رجب کے کونڈے، محرم کا کھچڑا وغیرہ ایصال ثواب ہی کے مختلف نام ہیں اور ایصال ثواب از روئے قرآن و حدیث و اجماع و اثر جائز ہے اگرچہ ان ناموں سے حضور ﷺ نے ایصال ثواب نہیں کیا تھا پھر بھی اللہ کی قسم یہ کام اچھے ہیں۔ دیگر اچھے کاموں کو بھی اسی طرح قیاس کریں۔ اور یہ بات بھی یاد رکھئے کہ جب ثابت ہوا کہ فلاں عمل نیکی ہے پھر اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں کہ فلاں نے فلاں وقت یہ نیکی کی تھی یا نہیں؟ جیسا کہ جب درود پاک پڑھنا نیکی ثابت ہے تو اب اس بات کی کوئی حاجت نہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان سے پہلے درود و سلام پڑھا تھا یا نہیں۔ نیکی ہر وقت کی جا سکتی ہے سوائے ان اوقات میں جن سے شریعت مطہرہ نے منع کیا۔ جیسا کہ ستر کھلا ہو، رفع حاجت کے لئے بیٹھا ہو یا نہا رہا ہو تو ایسی صورتوں میں ذکر کرنا منع ہے لیکن جب اذان پڑھنے لگے تو اب شریعت میں درود پاک پڑھنے کی کوئی ممانعت نہیں۔ جو لوگ ایسے خیر کے کاموں سے روکتے ہیں وہ دین کی خدمت نہیں کر رہے بلکہ لوگوں میں فساد و فتنہ کی آگ کو ہوا دے رہے ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور منافقوں کے درمیان ایک خاص فرق واضح فرمایا۔

اس مقام پہ مناسب ہوگا کہ بدعت کی حقیقت و اقسام اور اس کے بارے ایک مختصر

تحقیق قارئین کرام کی خدمت میں پیش کردی جائے تاکہ تشنگی باقی نہ رہ جائے۔

بدعت کالغوی معنی

۱- لغت میں نئی چیز کو بدعت کہتے ہیں۔ (محققانہ فیصلہ مصنفہ مفتی جلال العین احمد امجدی ص۵)

۲- بدعت:- نیا دستور، نیا رسم و رواج، دین میں نئی بات یا نئی رسم نکالنا۔ (فیروز اللغات ص۱۸۸)

۳- بدعت:- قال النووی البدعة كل شيء عمل على غير مثال سبق۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ) امام نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ہر وہ شے جس کی مثال زمانہ سابق میں نہ ہو، اس کو بدعت کہتے ہیں۔

بدعت کی تعریف

۱- اصطلاح شرع میں ہر اس چیز (عمل ہو یا عقیدہ یا کوئی اور شے) کو بدعت کہتے ہیں جو حضور ﷺ کے ظاہری زمانہ مبارک میں نہ تھی۔ (محققانہ فیصلہ اور دیگر کتب)

۲- و في الشرع احداث مالم يكن في عهد رسول الله ﷺ۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ) اور شرع میں بدعت یہ ہے کہ کسی ایسی شے کا ایجاد کرنا جو رسول اللہ ﷺ کے ظاہری زمانہ مبارک میں نہ تھی۔

بدعت کی اقسام

بدعت کی بنیادی طور پر دو اقسام ہیں۔ اچھی بدعت اور بری بدعت۔

۱- اچھی بدعت:- اسے بدعت حسنہ بھی کہتے ہیں اور بدعت محمودہ بھی۔

۲- بری بدعت:- اسے بدعت سیئہ بھی کہتے ہیں، بدعت مذمومہ بھی اور بدعت ضلالہ بھی۔

چنانچہ دونوں اقسام کا ذکر احادیث مبارکہ میں بھی ملتا ہے اور دیگر مستند کتب میں بھی۔

میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

فقال رسول الله ﷺ من سن في الاسلام سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها من بعده من غير ان ينقص من اجورهم شيء و من سن في الاسلام سنة سيئة كان عليه وزرها و وزر من عمل بها من بعده من غير ان ينقص من اوزارهم شيء۔ (رواہ مسلم۔ مشکوۃ شریف مترجم جلد اول کتاب العلم ص۶۲)

پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اسلام میں اچھا طریقہ رائج کرے گا تو اس کو (اسے رائج کرنے کا) ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کرنے کا بھی جو اس کے بعد اس طریقے پر عمل کرتے رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی اور جو اسلام میں کسی برے طریقے کو رائج کرے گا تو اس شخص پر (اس کے رائج کرنے کا) گناہ ہوگا اور ان لوگوں کے عمل کرنے کا بھی گناہ ہوگا جو اس کے بعد اس طریقے پر عمل کرتے رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ اسے امام مسلم نے روایت کیا۔

اس حدیث مبارکہ کے تحت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

قال العلماء هذه احاديث من قواعد الاسلام و هو ان كل من ابتدع شيئا من الشر كان عليه مثل وزر من اقتدى به في ذلك و كل من ابتدع شيئا من الخير كان له مثل اجر كل من يعمل الى يوم القيامة۔ (ردالمختار جلد اول ص۴۰)

علماء نے فرمایا یہ احادیث اسلام کے قوانین میں سے ہیں۔ جو شخص کوئی بری بدعت ایجاد کرے گا اس پر اس کام میں پیروی کرنے والوں کا سارا گناہ ہے اور جو شخص کہ اچھی بدعت نکالے اس کو قیامت تک کے سارے پیروی کرنے والوں کا ثواب ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:-

من ابتدع بدعة ضلالة لا يرضها الله ورسوله كان عليه من

الاثم مثل اثام من عمل بها لاينقص ذلك من اوازهم شيئا .

(رواه الترمذی و ابن ماجة۔ مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول باب الاعتصام ص ۵۴)

جو گمراہی کی بدعت ایجاد کرے جس سے اللہ (عزوجل) اور رسول (ﷺ) راضی نہیں اس پر ان سب کے برابر گناہ ہوگا جو اس پر عمل کریں گے اور ان کے گناہوں میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ اسے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

مذکورہ حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ نے لفظ بدعت ضلالہ فرما کر بدعت حسنہ کو مُستثنیٰ فرما دیا۔ اب دیکھئے کہ مفسرین، محدثین اور فقہاء کرام نے اچھی اور بری بدعت کی کیا تعریف فرمائی۔ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:-

ما احدث و خالف كتابا او سنتا او اجماعا او اثرا فهو البدعة المذمومة و ما احدث من الخير و لم يخالف من ذلك فهو البدعة المحمودة.

(فتح الباری شرح بخاری جلد ۲۹ ص ۶۴۹)

ایسی نئی بات جو قرآن وسنت اور اجماع واثر کے خلاف ہو پس وہ بری بدعت ہے اور جو اچھی بات اگرچہ نئی ہو ان چیزوں کے خلاف نہ ہو وہ اچھی بدعت ہے۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:-

آنچہ موافق اصول وقواعد سنت اوست وقیاس کردہ شد برآں، آں را بدعت حسنہ گویند۔ وآنچہ مخالف آں باشد بدعت ضلالۃ گویند۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۳۵)

جو (نئی بات) کہ (حضور ﷺ کی) سنت کے اصول وقواعد کے مطابق ہو اور اس پر قیاس کی گئی ہو اسے بدعت حسنہ (اچھی بدعت) کہتے ہیں اور جو بدعت کہ (حضور ﷺ کی) سنت کے خلاف ہو اسے بدعت ضلالۃ (گمراہ کرنے والی بری بدعت) کہتے ہیں۔

حضرات محترم! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ بدعت اچھی بھی ہوتی ہے اور بری بھی۔ اب یہ بھی جان لیں کہ دو اقسام اچھی بدعت کی ہیں اور دو بری بدعت کی۔

اچھی بدعت کی اقسام

۱- بدعت واجبہ۔ ۲- بدعت مستحبہ۔

۱- بدعت واجبہ

وہ نئی چیز جو شرعاً منع نہ ہو اور اس کے چھوڑنے سے دین میں حرج واقع ہو مثلاً قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لئے صرف ونحو کا علم سیکھنا اور گمراہ فرقوں کے رد میں دلائل قائم کرنا، اصول فقہ اور اسماء الرجال کے فن کو مرتب کرنا وغیرہ۔

۲- بدعت مستحبہ

وہ نئی چیز جو شریعت میں منع نہ ہو اور اس کو عام مسلمان ثواب کا کام جانتے ہوں۔ اس کا کرنے والا ثواب پائے اور نہ کرنے والا گنہگار نہیں۔ مثلاً مدرسے، ہسپتال، ڈسپنسری وغیرہ تعمیر کرنا، لوگوں کو پانی پلانے کے لئے کولر یا سبیل وغیرہ لگانا۔

بری بدعت کی اقسام

۱- بدعت محرمہ۔ ۲- بدعت مکروہہ

۱- بدعت محرمہ

وہ نئی چیز جس سے دین کو نقصان پہنچے جیسا کہ اہل سنت وجماعت کے خلاف نئے نئے عقائد کے مذاہب ہیں احادیث مبارکہ میں جن بدعتوں کی برائی بیان کی گئی ہے وہ یہی بدعت ہے۔ اور حضور ﷺ کا فرمان "كل بدعة ضلالة" کہ ہر بدعت گمراہی ہے اسی قسم کی بدعتوں کے متعلق ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۷۹، اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۲۵) اور ایسے عقائد رکھنے والے کو ہی بدعتی کہا گیا ہے۔ چنانچہ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:-

المبتدع من اعتقد شيئا مما يخالف اهل السنة۔ (فتح الباری شرح بخاری جز ثالث ص ۳۸۸)

بدعتی اسے کہتے ہیں جس کا کوئی عقیدہ اہل سنت کے خلاف ہو۔

بدعتی کے متعلق وعید بھی ملاحظہ فرمائیں کہ اللہ رب العزۃ نے ارشاد فرمایا:۔

یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ۔ (سورۃ آل عمران آیت ۱۰۶)

جس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں سید المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

تبیض وجوه اهل السنة والجماعة و تسود وجوه اهل البدع والضلالة۔ (تفسیر درمنثور جلد۲ ص۶۳، تفسیر ابن کثیر جلد اول ص۳۹۰۔ تفسیر فتح القدیر (قاضی شوکانی غیر مقلد وہابی) جلد اول ص۳۷۱)

روشن چہرے اہل سنت و جماعت کے ہوں گے اور کالے منہ بدعتیوں اور گمراہوں کے ہوں گے۔

موجودہ دور کی یہ حالت ہے کہ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ مخالفین اہل سنت خود بدعتی ہیں اور فتوے بدعت کے اہل سنت پر لگاتے ہیں۔ **لا حول و لا قوة الا بالله۔**

۲- بدعت مکروہہ

وہ نئی چیز جس سے کوئی سنت چھوٹ جائے۔ جیسے جمعہ وعیدین کا خطبہ غیر عربی میں پڑھنا اور جمعہ کی دوسری اذان مسجد کے اندر دینا۔ اچھی اور بری بدعت کی اقسام کے درمیان ایک قسم ہے بدعت مباحہ۔

بدعت مباحہ

وہ نئی چیز جس کے کرنے یا نہ کرنے پر ثواب وعذاب نہ ہو جیسے کھانے میں کشادگی اختیار کرنا یعنی اچھی قسم کے کھانے کھانا، ہوائی جہاز، ریل گاڑی، بس، ویگن، رکشا، موٹر سائیکل، سائیکل وغیرہ پر سفر کرنا۔ بدعت کی مذکورہ اقسام کا ذکر مستند کتب کے حوالہ سے ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

قال الشیخ عز الدین بن عبدالسلام فی اخر کتاب القواعد البدعة اما واجبة کتعلم النحو لفهم کلام الله و رسوله و

کتدوین اصول الفقه والکلام فی الجرح والتعدیل و اما محرمة کمذهب الجبریة والقدریة والمرجئة والمجسمه والرد علی هوء لاء من البدع الواجبة لان حفظ الشریعة من هذه البدع فرض کفایة و اما مندوبة کاحداث الربط والمدارس و کل احسان لم یعهد فی الصدر الاول و کا التراویح ای بالجماعة العامة والکلام فی دقائق الصوفیة و اما مکروهة کز خرفة المساجد و تزویق المصاحف یعنی عند الشافعیة و اما عند الحنفیة فمباح و اما مباحة کالمصافحة عقب الصبح والعصر والتوسع فی لذائذ لما کل والمشارب والمساکن و توسیع الاکمام۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد اول ص۱۷۹)

حضرت شیخ عزیز الدین بن عبدالسلام نے کتاب القواعد کے آخر میں فرمایا کہ بدعت یا تو واجب ہے جیسے اللہ (عزوجل) اور اس کے رسول (ﷺ) کے کلام کو سمجھنے کے لئے علم نحو کا سیکھنا اور جیسے اصول فقہ اور اسماء الرجال کے فن کو مرتب کرنا۔ اور بدعت یا حرام ہے جیسے جبریہ، قدریہ، مرجیہ اور مجسمہ کا مذہب اور ان مذاہب کا رد کرنا بدعت واجبہ ہے اس لئے کہ ان کے عقائد باطلہ سے شریعت کی حفاظت فرض کفایہ ہے۔ اور بدعت یا مستحب ہے جیسے مسافر خانوں اور مدرسوں کی تعمیر کرنا۔ اور ہر وہ نیک کام جس کا رواج اسلام کے ابتدائی دور میں نہ تھا۔ اور جماعت کے ساتھ تراویح اور صوفیاء کرام کے باریک و دقیق مسائل میں گفتگو کرنا۔ اور بدعت یا مکروہ ہے جیسے شافعیہ کے نزدیک مساجد کے نقش ونگار اور قرآن مجید کی تزئین اور حنفیہ کے نزدیک بلا کراہت جائز۔ اور بدعت یا مباح ہے جیسے صبح اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا۔ اور لذیذ کھانے پینے اور رہنے کی جگہوں میں کشادگی اختیار کرنا۔ اور کرتے کی آستینوں کو لمبا رکھنا۔

شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

بعض بدعتہا ست کہ واجب ست چنانچہ تعلیم تعلم صرف ونحو کہ بداں معرفت آیات و احادیث حاصل گردد وحفظ غرائب کتاب وسنت ودیگر چیزہا یکہ حفظ دین وملت برآں موقوف بود و بعض مستحسن مستحب مثل بنائے رباطہا ومدرسہا وبعض مکروہ مانند نقش ونگار کردن مساجد ومصاحف بقول بعض وبعض مباح مثل فراخی در طعام ہائے ولباس ہائے فاخرہ بشرطیکہ حلال باشند وباعث طغیان وتکبر ومفاخرت نہ شوند ومباحات دیگر کہ درزماں آں حضرت ﷺ نبودند چناں کہ غربال و مانند آں وبعض حرام چناں کہ مذہب اہل بدع واہوا بر خلاف سنت و جماعت وآنچہ خلفاء راشدین کردہ باشند اگرچہ بآں معنیٰ کہ درزماں آں حضرت ﷺ نبودہ بدعت ست ولیکن بدعت حسنہ خواہد بود بلکہ درحقیقت سنت ست ۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۳۵)۔

بعض بدعتیں واجب ہیں جیسا کہ علم صرف ونحو کا سکھانا کیوں کہ اس سے آیات و احادیث کریمہ کے مفہوم ومطالب کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔اور قرآن وسنت کے غرائب کا محفوظ کرنا اور دوسری چیزیں کہ دین وملت کی حفاظت ان پر موقوف ہے۔اور بعض بدعتیں مستحسن و مستحب ہیں جیسے سرائے اور مدرسوں کی تعمیر۔اور بعض بدعتیں مکروہ ہیں جیسا کہ بعض کے قول پر مساجد کے نقش ونگار اور قرآن مجید کی تزئین۔اور بعض بدعتیں مباح ہیں جیسا عمدہ کپڑوں اور کھانوں میں کشادگی اختیار کرنا بشرطیکہ حلال ہوں تکبر وفخر کا باعث نہ ہوں۔اور دوسری مباح چیزیں جو حضور ﷺ کے ظاہری زمانہ مبارک میں نہ تھیں جیسے چھلنی وغیرہ۔اور بعض بدعتیں حرام ہیں جیسے کہ اہل سنت و جماعت کے خلاف نئے عقیدے والوں اور نفسانی خواہشات والوں کے مذاہب۔اور جو بات خلفاء راشدین نے کی ہے اگرچہ اس طرح کی بات حضور ﷺ کے زمانہ مبارک میں نہ تھی بدعت ہے،لیکن بدعت حسنہ کی اقسام میں سے بلکہ حقیقت میں سنت ہے۔

حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ ردالمحتار میں نقل فرماتے ہیں:-

قد تكون (البدعة) واجبة كنصب الادلة للرد على اهل الفرق الضالة و تعليم النحو لفهم الكتاب والسنة و مندوبة كاحداث نحو رباط و مدرسة و كل احسان لم يكن في الصدر الاول و مكروهة كزخرفة المساجد و مباحة كالتوسع بلذيذ الماكل والمشارب والثياب كما

في شرح الجامع الصغير للمناوي عن تهذيب النووي و مثله في الطريقة المحمدية للبركلي۔ (ردالمحتار جلد اول ص ۳۷۶)

بدعت کبھی واجبہ ہوتی ہے جیسے گمراہ فرقوں کے رد میں دلائل قائم کرنا۔قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لئے علم نحو کا سیکھنا۔اور بدعت کبھی مستحب ہوتی ہے جیسے مدرسوں اور مسافر خانوں کو تعمیر کرنا اور ہر وہ نیک کام جو اسلام کے ابتدائی دور میں نہ تھا۔اور بدعت کبھی مکروہ ہوتی ہے جیسے (بعض کے نزدیک) مسجد کو آراستہ کرنا۔اور بدعت کبھی مباح ہوتی ہے جیسا کہ لذیذ کھانے پینے اور کپڑے میں کشادگی اختیار کرنا۔جیسا کہ مناوی کی شرح ''جامع صغیر'' میں تہذیب النووی سے منقول ہے اور اسی کی مثل برکلی کی کتاب ''طریقہ محمدیہ'' میں ہے۔

گزشتہ حوالہ جات سے بدعت کی اقسام روز روشن کی طرح واضح ہوئیں۔پھر بھی اگر کوئی شخص تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھ رکھے تو سمجھ لیجئے کہ ایسے شخص کی کھوپڑی میں دماغ نہیں بلکہ بھس بھرا ہوا ہے۔کچھ لوگ مسلمانوں میں افتراق وانتشار کو ہوا دیتے ہوئے یوں فتویٰ دیتے ہیں کہ کوئی بدعت اچھی نہیں ہوتی۔مسلمانو! للہ انصاف،کیا ہمارے لئے صحابی کا قول قابل حجت ہے یا وہابی کا؟ یقیناً اگر آپ کے سینے میں ایمان کی چھوٹی سی چنگاری بھی ہوگی تو آپ یہی جواب دیں گے کہ عام لوگوں کے مقابلے میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہمارے لئے دلیل وحجت ہیں۔چنانچہ اچھی بدعت کے متعلق بخاری شریف کی حدیث مبارکہ پیش کی جاتی ہے۔

عن عبد الرحمن بن عبدالقاری انه قال خرجت مع عمر بن الخطاب ليلة في رمضان الى المسجد فاذالناس او زاع متفرقون يصلي الرجل لنفسه و يصلي الرجل فيصلي بصلوته الرهط فقال عمر اني ارى لو جمعت هوء لآء على قارىء واحد لكان امثل ثم عزم فجمعهم على ابى ابن كعب ثم خرجت معه ليلة اخرى والناس يصلون بصلوة قارئهم قال عمر نعم البدعة هذه ۔ (بخاری شریف مترجم جلد اول

کتاب الصیام باب ۱۲۵۲ فضل من قام رمضان ۔ رمضان میں قیام کی فضیلت ۔ ص ۷۵۶)

حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے روایت ہے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات مسجد کی طرف نکلا تو لوگ متفرق تھے ایک آدمی تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور ایک آدمی گروہ کے ساتھ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے خیال میں انہیں ایک قاری کے پیچھے جمع کر دیا جائے تو اچھا ہے۔ پس حضرت ابی بن کعب کے پیچھے سب کو جمع کر دیا گیا۔ میں ایک دوسری رات ان کے ساتھ نکلا اور لوگ اپنے قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ اچھی بدعت ہے۔

حضور ﷺ کے جلیل القدر صحابی، خلیفہ راشد جن کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل پر حق جاری فرمایا (ابوداؤد، مشکوٰۃ) وہ باجماعت نماز تراویح کے بارے میں فرمائیں کہ یہ اچھی بدعت ہے اور بدمذہب کہیں کہ کوئی بدعت اچھی نہیں پھر اپنی اپنی مساجد میں نماز تراویح باجماعت بھی پڑھیں تو ان سے بڑھ کر اور بدعتی بھلا کون ہوگا سچ فرمایا علماء کرام نے ولکن الوھابیۃ قوم لا یعقلون وہابیوں کی قوم کو عقل نہیں ہوتی۔

پھر کچھ لوگ یوں کہتے ہیں کہ جو کام رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا وہ ہم کیوں کریں ایسا عمل بدعت کہلائے گا، ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔ اس سوال کے دو جواب ہیں۔ ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ تحقیقی جواب تو آپ نے ملاحظہ فرما لیا ایک الزامی جواب بھی سنتے جائیے:۔

کیا حضور ﷺ نے سائیکل، موٹر سائیکل، رکشا، کار، بس، ویگن، ریل گاڑی، بحری جہاز، ہوائی جہاز وغیرہ پر سواری فرمائی تھی؟ کیا حضور ﷺ نے کوٹھیوں، بنگلوں اور پختہ مکانات میں رہائش اختیار فرمائی تھی؟ کیا حضور ﷺ نے اپنے گھر میں فریج، ایئر کنڈیشنر، روم کولر، واٹر کولر، استری، ٹیوب لائٹ، بلب، پنکھے، واشنگ مشین وغیرہ استعمال فرمائے تھے؟ کیا حضور ﷺ نے اسلامیات، عربی، فارسی، پنجابی، انگلش، ریاضی، نفسیات، صحافت، زوالوجی، باٹنی اور انفارمیشن ٹیکنالوجی وغیرہ میں ماسٹر ڈگری حاصل کی تھی؟ کیا حضور ﷺ نے کسی مدرسہ،

سکول، کالج، یونیورسٹی اور ٹریننگ سنٹر وغیرہ میں تعلیم حاصل کی تھی؟ کیا حضور ﷺ نے کسی سرکاری، نیم سرکاری یا غیر سرکاری ادارے میں کام کیا تھا؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیا ہمارا تمہارا ان کاموں کو کرنا بدعت اور گناہ ہوگا یا جواز کے زمرے میں آئے گا۔ (ماخوذ از بدعت کیا ہے، انجم سعید)

قیام تعظیمی (کسی کی تعظیم کی خاطر کھڑے ہونا)

چونکہ قیام تعظیمی پر بھی مخالفین اہل سنت شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں اس لیے ضروری سمجھا کہ اس موضوع پر بھی تھوڑی سی بحث ہو جائے۔

عن ابی سعید ن الخدری رضی اللہ عنہ ان اناسا نزلوا علی حکم سعد ابن معاذ فارسل الیہ فجآء علی حمار فلما بلغ قریبا من المسجد قال النبی ﷺ قوموا الی خیر کم او سید کم ۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۲۴۶ مناقب سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ ص ۴۲۹-۴۳۰)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ۔۔۔ کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم پر (بنی قریضہ کے یہودی) قلعہ سے باہر نکل آئے پھر انہیں (حضرت سعد بن معاذ کو) بلایا گیا تو آپ گدھے پر سوار ہو کر آئے جب مسجد کے قریب پہنچے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنے بہترین آدمی (کی تعظیم) کے لئے کھڑے ہو جاؤ یا فرمایا اپنے سردار کے لئے۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے:۔

قال رسول اللہ ﷺ قوموآ الی سید کم ۔ اسے امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا۔ (مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم باب حکم الاسراء، قیدیوں کا حکم، ص ۳۵۰)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے سردار (کی تعظیم) کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

مشکوٰۃ شریف ہی میں ہے:۔

قال رسول اللہ ﷺ للانصار قوموا الی سید کم ۔ (امام بخاری اورامام مسلم نے روایت کیا۔مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم باب القیام کھڑے ہونے کا باب ص ۵۰۸)

رسول اللہ ﷺ نے انصار سے فرمایا اپنے سردار (کی تعظیم) کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

ابوداؤد شریف میں ہے:۔

فقال النبی ﷺ قوموا الی سید کم او الی خیر کم ۔

(ابوداؤد شریف مترجم جلد سوم باب ۲۷۵ تعظیماً کھڑے ہونے کا بیان ص ۶۳۸)

تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنے سردار یا اپنے بہترین فرد کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

اس حدیث پر حضرت پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ کا علمی نکتہ یاد آیا جو دورۂ حدیث شریف کے دوران استاد محترم حضرت مفتی عبدالقیوم خان مدظلہ نے بیان فرمایا اور اس عاجز نے نہایت مفید پا کر اس حدیث کے تحت حاشیہ پہ ہی نوٹ کرلیا۔اور وہ نکتہ یہ ہے کہ مذکورہ حدیث میں قیام تعظیمی ہی مراد ہے۔

نمبر ۱ جن لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ حضرت سعد چونکہ بیمار تھے لہٰذا حضور علیہ السلام نے ان کی بیماری کے پیش نظر کھڑے ہونے کا اور ان کو اٹھ کر سنبھالنے کا حکم دیا اگر ایسی بات ہوتی تو قوموا جمع کا صیغہ بولنے کی ضرورت نہ تھی ایک بندے کو یا پھر زیادہ سے زیادہ دو کو حکم دے دیا جاتا سب کو کھڑا ہونے کا حکم صرف تعظیم کی بنا پر دیا گیا۔

نمبر ۲ یہ کہ اگر بیماری کے باعث قیام کا حکم ہوتا تو سیدکم کی بجائے مریضکم زیادہ مناسب تھا۔

نمبر ۳ منطق کا مسلمہ قانون ہے کہ جب موضوع اور محمول دونوں مشتق ہوں، قضیہ خواہ کوئی بھی ہو تو محمول کا مادۂ اشتقاق، موضوع کے مادۂ اشتقاق کے لئے سبب بنتا ہے۔ یہاں قوموا (موضوع) بھی مشتق ہے قیام سے اور سیدکم (محمول) بھی مشتق ہے

سیادت سے تو قیام کا باعث سیادت ہوا نہ کہ مرض۔ جیسا کہ کل کاتب متحرک الاصابع ما دام کاتبا ۔ کہ ہر لکھنے والا جب تک لکھتا رہتا ہے اس کی انگلیاں حرکت کرتی رہتی ہیں اس میں تحرک اصابع کا سبب کتابت ہے نہ کہ کوئی اور۔حضرت پیر صاحب علیہ الرحمۃ نے یہ تقریر اپنے استاد محترم کے سامنے طلباء کو خطاب کرتے ہوئے حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ کی موجودگی میں فرمائی اور یاد رہے کہ طلباء کا تعلق اس فرقے سے تھا کہ جس فرقے کے لوگ قیام تعظیمی کو شرک کہتے ہیں اگرچہ ان سب کے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں کہ میں محفل میلاد میں خود قیام کرتا ہوں اور لذت پاتا ہوں۔

و عن عائشة قالت ما رایت احدا کان اشبه سمتا و هدیا و دلا و فی روایة حدیثا و کلاما برسول اللہ ﷺ من فاطمة کانت اذا دخلت علیه قام الیها فاخذ بیدها فقبلها واجلسها فی مجلسه و کان اذا دخل علیها قامت الیه فاخذت بیده فقبلته و اجلسته فی مجلسها ۔ (رواہ ابوداؤد)۔

(مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم باب المصافحۃ والمعانقۃ۔ مصافحہ کرنے اور گلے لگنے کا باب۔ص ۵۰۷)

روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو رسول اللہ ﷺ سے ہیئت، عادت اور صورت میں ۔ایک روایت میں ہے بات و گفتگو میں پورا مشابہ ہو سوائے فاطمہ کے آپ جب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو حضور ﷺ ان کے لئے کھڑے ہو جاتے ان کا ہاتھ پکڑتے چومتے اور اپنی مجلس میں بٹھاتے اور جب حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لاتے تو وہ ان کے لئے کھڑی ہو جاتیں حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑتیں اسے بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ بٹھا لیتیں۔اسے ابوداؤد نے روایت کیا۔

گزشتہ چاروں احادیث سے پیارے آقا ﷺ کا قول اور فعل ثابت ہوا کہ آپ نے تعظیماً کھڑے ہونے کا حکم بھی دیا اور خود بھی کھڑے ہوئے۔اس کے باوجود جن لوگوں کو بڑا شوق

ہے کہ امت مسلمہ کو مشرک کہا جائے وہ قیام تعظیمی کرنے والے پر بھی شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں اور بطور اعتراض یہ حدیث مبارکہ پیش کرتے ہیں:-

اعتراض

عن ابی امامة قال خرج رسول الله ﷺ متكئا على عصا فقمنا فقال لا تقوموا كما يقوم الاعاجم يعظم بعضها بعضا. (رواہ ابوداؤد مشکوۃ شریف مترجم جلد دوم باب القیاس ص ۵۰۹)

روایت ہے حضرت ابواُمامہ سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لاٹھی پر ٹیک لگائے تشریف لائے ہم کھڑے ہو گئے فرمایا ایسے کھڑے نہ ہوا کرو جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کو کھڑے ہوتے ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ تعظیماً کھڑے ہونا منع ہے۔

جواب

سب سے پہلے یہ جان لیں کہ عجمی تعظیماً کس طرح کھڑے ہوتے ہیں۔

تاریخ پاک و ہند میں ہے کہ غیاث الدین بلبن کے دربار کا یہ عالم تھا کہ اس کے دربار میں کسی کو بیٹھنے کی اجازت نہ تھی۔ بادشاہ خود تو بیٹھا رہتا اور تمام درباری حتیٰ کہ وزراء امراء اور دوسرے ممالک کے سفیر اور شہزادے بھی کھڑے رہتے۔ ان کو بھی بیٹھنے کی اجازت نہ تھی۔ جب تک دربار لگا رہتا بادشاہ کے سوا تمام لوگ اس کی تعظیم کو باادب کھڑے رہتے۔

پس ایسی تعظیم سے پیارے آقا ﷺ نے منع فرمایا۔ اب قیام سے ممانعت والی حدیث مبارکہ کی شرح حضور ﷺ کی حدیث مبارکہ سے ملاحظہ فرمائیں۔

عن معوية قال قال رسول الله ﷺ من سره ان يتمثل له الرجال قياما فليتبوا مقعده من النار - (رواہ ترمذی وابوداؤد مشکوۃ شریف مترجم جلد سوم باب القیام ص ۵۰۹)

روایت ہے حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جسے یہ پسند ہو کہ لوگ اس کے لئے سر و قد کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانہ آگ سے بنائے۔

اس حدیث مبارکہ کی شرح میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:-

ازیں جا معلوم شود کہ مکروہ منھی عنہ دوست داشتن بر پا ایستادن مردم بخدمت بطریق تعظیم و تکبر و آنچہ بریں وجہ نبود مکروہ نباشد۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۴ ص ۲۹)

اس (حدیث شریف) سے معلوم ہوا کہ تعظیم و تکبر کے طریقے پر خدمت میں لوگوں کے کھڑے ہونے کو چاہنا مکروہ و منع ہے اور جو اس طریقے پر نہ ہو وہ مکروہ نہیں۔

اب دیکھئے کہ اکابر امت یعنی صحابہ کرام تابعین محدثین و مفسرین اور فقہا کرام کے نزدیک کون سا قیام منع ہے اور کون سا قیام جائز ہے۔

خلیفہ ہشام بن عبدالملک جب مدینہ منورہ میں پہنچا تو اس نے حکم دیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم میں سے کسی کو میرے پاس لاؤ۔ لوگوں نے عرض کیا کہ تمام صحابہ کرام انتقال فرما چکے ہیں۔ کہا کہ تابعین میں سے کسی کو میرے پاس لاؤ چنانچہ حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ کے پاس لے گئے۔ انہوں نے اندر جا کر جوتا اتارا اور کہا السلام علیکم یا ہشام! ہشام سخت غضب ناک ہوا اور انہیں قتل کر ڈالنے کا عزم بالجزم کر لیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ جگہ حرم رسول ﷺ ہے اور یہ شخص اکابر علماء میں سے ہے۔ اس ارادے سے باز آ۔ اس نے حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا اے طاؤس! تم نے یہ کیا دلیری اور گستاخی کی؟ فرمایا میں نے کیا کیا؟ یہ سن کر ہشام اور بھی برافروختہ ہوا اور کہنے لگا تم نے چار بے ادبیاں کی ہیں۔

۱- جوتا لب فرش اتارا۔ (ہشام کے نزدیک یہ امر معیوب تھا۔ بلکہ اس کے سامنے موزہ اور جوتا پہنے ہوئے بیٹھنا چاہیئے تھا)۔

۲- مجھے امیر المومنین نہ کہا۔

۳- میرا نام لے کر پکارا۔ میری کنیت نہ کہی (اس بات کو بھی عرب معیوب سمجھتے ہیں)۔

۴- میری اجازت کے بغیر بیٹھ گئے۔

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے چار باتوں کا یہ جواب دیا۔

۱- تیرے سامنے جوتا اتارنے کا سبب یہ ہے کہ میں ہر روز پانچ مرتبہ اس رب العزۃ کے

سامنے جو سب کا مالک اور احکم الحاکمین ہے، جوتا اتار کر ہی جاتا ہوں اور اس حرکت سے وہ کبھی مجھ سے خفا نہیں ہوتا۔

۲- تجھے امیر المومنین اس لئے نہیں کہا کہ تیری امارت پر سب لوگ راضی نہیں اسی لئے قول الزور سے محترز رہا۔

۳- تجھے نام لے کر پکارا اور کنیت سے نہیں پکارا اس کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو نام لے کر پکارا ہے۔ یا داؤد، یا یحییٰ، یا عیسیٰ وغیرہ اور اپنے دشمنوں کو کنیت سے پکارا ہے جیسے تبت یدآ ابی لھب۔

۴- تیرے سامنے جو بغیر اجازت کے بیٹھ گیا ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی کسی دوزخی کو دیکھنا چاہے تو اسے کہہ دو کہ ایسے شخص کو دیکھ لے جو خود تو بیٹھا ہو اور بندگان خدا اس کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوں۔ ہشام کو یہ باتیں بے حد پسند آئیں۔ کہا مجھے نصیحت کیجئے۔ فرمایا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ دوزخ میں پہاڑ کے برابر سانپ اور اونٹ کے برابر بچھو ہیں وہ سب ایسے امیر کی راہ دیکھا کرتے ہیں جو رعایا پر عدل نہ کرے۔ یہ فرمایا اور چلے گئے۔ (سچی حکایات حصہ سوم ص ۲۳۷ بحوالہ مغنی الواعظین ص ۳۱۷)

امام یحییٰ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے قوموا الی سید کم کی شرح میں تحریر فرمایا:-

فیہ اکرام اھل الفضل و تلقیھم بالقیام لھم اذا قبلوا ھکذا احتج به جماھیر العلماء لاستحباب القیام قال القاضی و لیس ھذا من القیام المنھی عنه و انما ذاک فیمن یقومون علیه و ھو جالس و یمثلون قیاما طول جلوسه قلت القیام للقادم من اھل الفضل مستحب و قد جاء فیه احادیث و لم یصح فی النھی عنه شیء صریح۔ (نووی شرح مسلم جلد دوم ص ۹۵)

اس حدیث شریف سے بزرگوں کی تعظیم اور ان کے آنے پر کھڑے ہو کر ان سے

ملنا ثابت ہے اور قیام تعظیمی کے مستحب ہونے پر جمہور علماء نے اس سے دلیل پکڑی ہے حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ قیام، ممنوع قیاموں میں سے نہیں ہے۔ منع اس شخص کے بارے میں ہے کہ جس کے پاس لوگ کھڑے ہوں اور وہ بیٹھا ہوا ہو اور لوگ اس کے بیٹھے رہنے تک کھڑے رہیں (امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ بزرگوں کی آمد پر کھڑا ہونا مستحب ہے اور اس کے بارے میں احادیث ہیں لیکن ممانعت میں صراحتاً کوئی حدیث نہیں آئی۔

قیام مکروہ بعینہ نیست بلکہ مکروہ محبت قیام ست از کسیکہ قیام کردہ شدہ است برائے وے۔ واگر وے محبت قیام نہ دارد قیام برائے وے مکروہ نبود۔ قاضی عیاض مالکی گفتہ کہ قیام منہی عنہ در حق کسے ست کہ نشستہ باشد وایستادہ باشند پیش وے مردم تا نشستن وے۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۴ ص ۲۸)

کھڑا ہونا مکروہ نہیں بلکہ کھڑا ہونے کو چاہنا مکروہ ہے۔ اگر کوئی شخص کھڑا ہونے کو نہ چاہتا ہو تو اس کے لئے کھڑا ہونا مکروہ نہیں حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کھڑا ہونا اس شخص کے لئے منع ہے جو کہ خود تو بیٹھا ہوا اور لوگ اس کے سامنے بیٹھے رہنے تک کھڑے رہیں۔

یجوز بل یندب القیام تعظیما للقادم کما یجوز القیام ولو للقاری بین یدی العالم۔ درمختار

آنے والے کی تعظیم کو کھڑا ہونا جائز بلکہ مستحب ہے جیسا کہ قرآن پڑھنے والے کو عالم کے سامنے کھڑا ہونا جائز ہے۔

قیام قاریٔ القران لمن یجیء تعظیما لا یکرہ اذا کان ممن یستحق التعظیم۔ (ردالمحتار)

قرآن پڑھنے والے کا آنے والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا مکروہ نہیں جب کہ وہ تعظیم کے لائق ہو۔

حاصل کلام یہ کہ پہلے دو درجے تعظیم کے (سجدہ اور رکوع) حرام اور دوسرے دو درجے (باادب بیٹھنا اور تعظیماً کھڑے ہونا) جائز بلکہ مستحب ہیں۔

الانحناء للسلطان او لغيره مكروه ۔ (فتاویٰ عالمگیری مطبوعہ مصر جلد پنجم ص ۳۲۱)

بادشاہ ہو یا کوئی اور اس کے لئے جھکنا مکروہ ہے۔

يكره الانحناء للسلطان و غيره۔ (ردالمحتار جلد پنجم ص ۲۴۶)

بادشاہ ہو یا کوئی دوسرا اس کے لئے جھکنا منع ہے۔

بعض لوگ سلام کرتے وقت جھک بھی جاتے ہیں یہ جھکنا اگر حد رکوع تک ہو (یعنی اتنا جھکنا کہ ہاتھ بڑھائے تو گھٹنوں تک پہنچ جائیں) تو حرام ہے اور اس سے کم ہو تو مکروہ ہے۔

(بہار شریعت جلد دوم حصہ ۱۶ ص ۶۷ سلام کا بیان)

باادب بیٹھنا

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا:۔

اتيت النبي ﷺ و اصحابه حوله كانما على رء وسهم الطير۔ (شفا شریف جلد ۲ ص ۳۱)

میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (کو دیکھا کہ وہ) گھیرا ڈالے ہوئے (حضور ﷺ کی بارگاہ میں اس طرح ادب سے) بیٹھے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔

اپنے ماحول پر نظر دوڑائیں تو آپ دیکھیں، کہ مساجد و مدارس میں طلباء اپنے اساتذہ کے سامنے باادب بیٹھے ہوتے ہیں اسی طرح مریدین اپنے مرشد کے آگے باادب بیٹھتے ہیں یونہی اولاد کو والدین کے سامنے باادب بیٹھنے کا حکم ہے۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم رسول
اس برے مذہب پہ لعنت کیجیے

﴿۹۵﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ وَاللّٰهُ أَغْيَرُ مِنِّي

میں اس (حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ) سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۹۱ کتاب اللعان)

حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ بمطابق فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہی غیرت والے صحابی ہیں جب حضور علیہ السلام نے زنا کے ثبوت پر چار گواہ پیش کرنے کا حکم سُنایا تو انہوں نے عرض کیا حضور کیا کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو (حالت غیر میں) پائے تو اب وہ گواہ تلاش کرتا پھرے (یقیناً ایسے موقع پر بندہ آؤٹ آف کنٹرول ہو جائے گا اور چاہے گنہ گار ہی ہو جائے مگر برداشت نہ کرتے ہوئے اس کا کام تمام کردے گا اور اگر میرے ساتھ یہ صورت حال پیش آجائے میں تو تلوار کے ساتھ اس کا کام تمام کردوں گا۔

فرمایا ہاں وہ گواہ لائے عرض کیا بلى والذى اكرمك بالحق جس ذات نے آپ کو حق کے ساتھ عزت دی میں تو اپنے جذبات پہ قابو نہ پاسکوں گا اور ایسا کر گذروں گا اس پر حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا اسمعوا الى ما يقول سيد كم سنو تمہارا سردار کیا کہہ رہا ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں حضرت سعد نے حضور علیہ السلام کی بات کو معاذ اللہ رد نہیں فرمایا بلکہ انسانی فطرت کے تقاضے کی بات کی۔

اور ابن انبازی فرماتے ہیں کیوں کہ حضرت سعد اپنی قوم کے سردار تھے اور عرب کے ماحول کے مطابق انہوں نے ایسا عرض کیا اور حضور علیہ السلام نے صحابہ کو فرمایا کہ تم کو اپنے سردار کی بات پہ تعجب ہو رہا ہوگا۔ انه لغيور و انا اغير منه والله اغير مني۔

اور اللہ نے غیرت ہی کی وجہ سے ظاہری و باطنی بے حیائی کو حرام فرمایا ہے تو جب اللہ علی کل شئی قدیر ہو کر اسی وقت نہیں پکڑتا بلکہ گواہ لانے کا حکم دیتا ہے تو بندے کو بھی حدود میں رہ کر کارروائی کرنا ہوگی۔ حالانکہ اگر اللہ اسی وقت بدکار کو پکڑ لے تو یہ اس کا عدل ہی ہو گا۔ فکذا لا ینبغی للعبد ان یبادر بالقتل اسی طرح بندے کو بھی قتل کرنے میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔

غیرتِ نبوی

حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر غیرت دینی اور حمیت اسلامی سے نوازا کہ احکامات الٰہیہ میں آپ صبر واستقامت کے کوہِ وقار نظر آتے ہیں کہ اللہ کے فرشتے بھی منظر دیکھ کر عش عش کر اُٹھتے ہیں سفر طائف میں بیان ہو چکا کہ طائف والوں کی حضور علیہ السلام سے بد سلوکی پر ملک الجبال (پہاڑوں کا فرشتہ) حاضر ہوا اور عرض کیا آپ حکم دیں تو پہاڑوں کو اُٹھا کر طائف شہر پر پھینکوں اور ان کا نام ونشان مٹا دوں فرمایا نہیں مجھے اللہ نے رحمت بنا کر بھیجا ہے (میں راہ حق میں اس سے زیادہ بھی برداشت کرسکتا ہوں)۔

اور ادھر جب مکہ کے کافر اکٹھے ہو کر جناب ابو طالب کے پاس آئے کہ اپنے بھتیجے کو روکو ہمارے بتوں کو کچھ نہ کہا کرے تو میرے آقا نے ڈنکے کی چوٹ پر بانگ دہل اور علی الاعلان فرمایا چچا! اگر تو بھی میرا ساتھ چھوڑنا چاہتا ہے تو چھوڑ دے میرا اللہ میرے ساتھ ہے باقی اگر تیرا یہ خیال ہے کہ میں اپنا مشن کسی خوف یا لالچ میں آ کر چھوڑ دوں گا تو

ایں خیال است و محال است و جنوں۔

لو وضعت الشمس فی یمینی والقمر فی یساری ما ترکت هذا الامر حتی یظهره الله تعالیٰ او اهلک فی طلبه.

اگر میرے دائیں ہاتھ پہ سورج اور بائیں پہ چاند بھی رکھ دیں تو میں اپنا مشن جاری رکھوں گا یہاں تک کہ اللہ اس دین کو غالب کردے یا پھر میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کردوں۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج۲ ص۱۸۷)

اس غیرت کے مظاہرے پر چچا کو بھی سرکار ہی کی ہاں میں ہاں ملانے کے سوا کوئی

راستہ نظر نہ آیا۔ اور کہا "جو چاہے کر میں تیرا ساتھ نہیں چھوڑوں گا"۔

ہم لوگ سیرت طیبہ کا یہ رُخ تو بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے اپنے دشمن کے قدموں میں چادر بچھا دی، کوڑا پھینکنے والوں کو دعائیں دیں لیکن یہ تصویر کا ایک رُخ ہے دوسرا رُخ یہ ہے کہ میرے آقا نے میدان بدر میں ابوجہل کی ٹھکائی بھی فرمائی ہے اس کے بغیر سیرت مکمل نہیں ہوتی۔ کیوں کہ جس اللہ نے حضور علیہ السلام کو رحمۃ للعلمین بنایا اور انک لعلی خلق عظیم کا تاج عطا فرمایا۔ اسی نے یہ بھی فرمایا جب ایک بار ابوجہل نے کہا کہ میں نے اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو (حرم میں) نماز پڑھتے دیکھ لیا تو لاطئن علی رقبته ولا عفرن وجهه فی التراب اس کی گردن کچل دوں گا اور چہرے کو مٹی سے لتھڑ دوں گا (العیاذ باللہ) چنانچہ ایک مرتبہ جب حضور علیہ السلام نماز ادا فرما رہے تھے تو اپنے مذموم ارادے کو پورا کرنے کے لئے ابوجہل آگے بڑھا تو ینکص علی عقبیه و یتقی بیدیه۔ پچھلے پاؤں دوڑا اور ہاتھوں سے اپنے آپ کو بچا رہا تھا فقیل له مالک۔ اس سے پوچھا گیا کیا ہوا؟ تو بولا ان بینی و بینه لخندقا من النار و هولا و اجنحة۔ میرے اور ان کے (حضور علیہ السلام) کے درمیان آگ کی خندق تھی اور خوف اور پَر۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا لو دنا منی لا ختطفته الملائكة عضوا عضوا۔ اگر میرے قریب آجاتا تو فرشتے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے اس موقع پر اللہ نے فرمایا

كلا ان الانسان ليطغى...... ......فليدع ناديه سندع الزبانية۔ (العلق)

ہاں ہاں بے شک آدمی (ابوجہل) سرکشی کرتا ہے اس پر کہ اپنے آپ کو مالدار سمجھ لیا بے شک تمہارے رب کی طرف پھرنا ہے بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو جب وہ نماز پڑھے۔ بھلا دیکھو تو اگر وہ (ابوجہل) ہدایت پر ہوتا یا نیکی کا حکم دیتا (تو کیا خوب تھا)۔ بھلا دیکھو تو اگر اس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا تو کیا حال ہو گا۔ کیا اس نے نہ جانا کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ ہاں ہاں اگر وہ باز نہ آیا تو ضرور ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے کیسی پیشانی جھوٹی مکار۔ اب پکارے اپنی مجلس کو ابھی ہم اپنے سپاہیوں کو بلاتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک شخص مکہ میں آیا اور ابوجہل نے اس سے اونٹ خریدا لیکن قیمت کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنے لگا وہ شخص مجبور ہوکر مسجد حرام میں کفار مکہ کی بھری مجلس میں جا کر دُہائی دینے لگا یا معشر قریش من رجل یؤدینی اے مکہ والو! ہے کوئی اس بندے (ابوجہل) کو سمجھانے والا جو (میری رقم نہ دے کر) مجھے ستا رہا ہے۔ اہل مجلس نے ازراہِ مذاق (تماشہ دیکھنے کے لئے) کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ وہ تجھے رقم لے دے گا۔

چنانچہ وہ شخص حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں گیا۔ جا کر سارا معاملہ عرض کیا (یاد رہے کہ مکی زندگی میں ان دنوں حضور علیہ السلام کافروں کے ظلم و ستم برداشت کر رہے تھے اور جواباً صبر کا مظاہرہ فرما رہے تھے مگر ایک مظلوم کی آواز پر اللہ کا نبی لبیک نہ کہے تو کون کہے) حضور علیہ السلام اس کے ساتھ چل پڑے۔ جب ابوجہل کے گھر کے دروازے پر تشریف لے گئے (ادھر بھیجنے والے سارا منظر دیکھ رہے ہیں کہ ابھی پردہ ہٹے گا تو ہم کھِل کھلا کر ہنسیں گے) حضور علیہ السلام نے دروازہ کھٹکھٹایا فقال من هذا؟ ابوجہل نے پوچھا کون ہے؟ فرمایا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

فاخرج الی (باہر آ) فخرج الیه (وہ باہر آیا) (و ما فی وجهه بائحة) ای وما فی وجهه قطرة دم (البدایہ) چہرے کا رنگ فق یعنی ایک قطرہ خون بھی چہرے پہ نہیں ہے اس حالت میں ابوجہل باہر آیا۔ فرمایا اعط هذا الرجل حقه۔ اس بندے کی رقم ادا کرو۔ ابوجہل اندر گیا رقم لا کر اس کو دی وہ شخص پھر واپس اس مجلس میں گیا اور حضور علیہ السلام کو دعا دی جزاه الله خیرا فقد اخذ الذی لی۔ اہل مجلس نے ابوجہل سے پوچھا۔ یہ تُو نے کیا کیا (آج تو تیرے پاس خوب موقع تھا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بے عزتی کرنے کا) اس نے کہا (کیا بات کرتے ہو مجھے تو اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے) جب انہوں نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور میں نے ان کی آواز کو سُنا فملئت رعبا میں رُعب سے بھر گیا میں باہر نکلا تو دیکھا کہ ان کے سر کے اوپر ایک بہت بڑا اونٹ ہے میں نے کبھی کسی اونٹ کا نہ اتنا بڑا سر دیکھا نہ قد اور نہ دانت فواللہ لو ابیت لا مکن (دلائل النبوۃ للبیہقی۔ ذکرہ ابن اسحاق فی السیرۃ، ونقلہ ابن کثیر فی البدایہ والنہایہ ۳/۴۵) اگر میں رقم دینے سے انکار کر دیتا تو وہ اُونٹ مجھے کھا جاتا۔

غضب سے اُن کے خدا بچائے   عتاب باری حجاب میں ہے

غیرت ایمانی اور صحابہ کرام

ایک مرتبہ کفار نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو، آپ کے والد یاسر کو اور آپ کی والدہ سمیہ کو پکڑ لیا۔ انھیں طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں تا کہ اسلام سے دستبردار ہو جائیں لیکن ان کی کوشش بے سُود رہی۔ آخر انھوں نے حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی ایک ٹانگ ایک اُونٹ سے اور دوسری ٹانگ دوسرے اونٹ سے باندھ دی اور ابوجہل نے اُن کے اندام نہانی میں نیزہ مارا اور دونوں اونٹوں کو مختلف سمتوں میں دَوڑا دیا۔ یہاں تک کہ چِر کر آپ کے بدن کے دو حصے ہو گئے۔ یہ پہلی شہیدہ ہیں جنھوں نے اپنی جان راہِ خدا میں دی۔ پھر حضرت یاسر کو پکڑا اور ان کو بھی بڑی بے دردی سے قتل کر دیا۔ یہ تاریخ اسلام کے دوسرے شہید ہیں جن کے خونِ پاک سے زمین لالہ گوں ہوئی۔ اس کے بعد ان ظالموں نے حضرت عمار کو پکڑا اور انھیں مجبور کیا کہ اسلام کو چھوڑ دیں۔ آپ کی والدہ اور والد کے لاشے سامنے تڑپ رہے تھے۔ اُنھوں نے بادلِ نخواستہ زبان سے کلماتِ کفریہ کہہ دیئے۔ بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی کہ عمار تو کافر ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: كلا! ان عمارًا ملئی ایمانا من قرنه الی قدمه و اختلط الایمان بلحمه و دمه ہرگز نہیں عمار تو سر سے لے کر قدموں تک ایمان سے لبریز ہے۔ ایمان اس کے گوشت اور خون میں سرایت کیے ہوئے ہے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ وہاں سے چھٹکارا پا کر روتے ہوئے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا عرض کیا۔ حضور علیہ السلام نے پوچھا کیف و جدت قلبک اے عمار! اس وقت تیرے دل کی کیا کیفیت تھی عرض کی مطمئنًا بالایمان وہ تو ایمان سے مطمئن تھا۔ اس بندہ پرور آقا نے اپنے غلام کی اشک بار آنکھوں کو اپنے دستِ کرم سے پونچھا اور فرمایا ان عادو الک فعد لهم لما قلت۔ اگر پھر کبھی ایسا موقع آئے تو ایسا ہی کرنا (مظہری) اس سے معلوم ہوا کہ اپنی جان بچانے کے لیے اگر کوئی شخص کفریہ کلمہ زبان پر لائے بشرطیکہ اس کے دل میں یقین اور ایمان موجود ہو تو اس کی اجازت ہے لیکن افضل اور عزیمت یہ ہے کہ جان دے دے اور کلمۂ کفر سے اپنی زبان کو آلودہ نہ کرے والافضل والاولیٰ ان ثبت علی دینه ولو افضی الی قدره (ابن کثیر)

جس طرح بیشتر صحابۂ کرام نے اپنی جان دے دی لیکن تختہ دار پر بھی اپنے اسلام کا اعلان کرتے رہے۔ علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن حذیفہ کا ایک ایمان افروز

واقعہ لکھا ہے۔ آپ بھی پڑھیے اور غلامانِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی جان بازی اور سر فروشی کی داد دیجیے۔

حضرت عبداللہ بن حذیفہؓ کو رومیوں نے قید کر لیا۔ اور اپنے سردار کے پاس لے آئے۔ اس نے آپ کو کہا کہ عیسائی بن جاؤ۔ میں تمھیں اپنی حکومت میں سے بھی حصہ دوں گا۔ اور اپنی بیٹی کا رشتہ بھی دوں گا۔ آپ نے فرمایا لو اعطیتنی جمیع ماتملک و جمیع ما تملکه العرب علی ان ارجع عن دین محمد طرفة عین ما قبلت یعنی تو مجھے اپنی ساری دولت اور جائداد اور سارے اہلِ عرب کی دولت اس شرط پر دے کہ میں ایک لمحہ کے لیے بھی اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے دست کش ہو جاؤں تو پھر بھی میں قبول نہیں کروں گا۔ اس نے دھمکی دی کہ میں تمھیں قتل کر دوں گا آپ نے فرمایا بصد خوشی۔ اس نے آپ کو سُولی پر لٹکانے کا حکم دیا۔ اور تیر انداز کو کہا کہ ان کے ہاتھوں اور پاؤں پر آہستہ آہستہ چوٹیں لگاؤ۔ انھوں نے ایسا کرنا شروع کیا۔ اور اس نے پھر عیسائیت قبول کرنے کی پیش کش کی۔ آپ نے انکار کر دیا۔ پھر اس نے سُولی سے اتارنے کا حکم دیا۔ پھر ایک تانبے کی دیگ کو آگ پر تپایا گیا۔ اور ایک مسلمان قیدی کو حضرت عبداللہ کے سامنے اس میں پھینک دیا گیا اور اس نے وہیں تڑپ کر جان دے دی۔ اس دھمکی کے بعد پھر اس نے کوشش کی کہ یہ عیسائیت کو قبول کریں۔ آپ انکار کرتے رہے۔ آخر انھیں دیگ میں پھینکنے کا حکم دیا۔ جب جلاّد انھیں اُٹھا کر اس تپتی ہوئی دیگ کی طرف لے جا رہے تھے تو ثبات واستقامت کے اس پہاڑ میں اضطراب کی ہلکی سی جھلک بھی نہ تھی۔ جب دیگ کے کنارے تک پہنچے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ بادشاہ کو خیال آیا کہ شاید اب اسلام کو چھوڑ کر میرا مذہب قبول کر لیں گے۔ اس لیے واپس لانے کا حکم دیا۔ رونے کی وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس لیے رو پڑا تھا کہ میری ایک جان ہے جسے رضائے الٰہی کے لیے اس دیگ میں ڈالا جا رہا ہے۔ کاش! میرے پاس اتنی جانیں ہوتیں جتنے میرے جسم پر بال ہیں، اور میں سب کو اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس عذاب میں ڈال دیتا۔ بادشاہ نے آپ کو قید کر دیا اور کھانا پینا بند کر دیا۔ کافی دن بھوکا اور پیاسا رکھنے کے بعد کچھ شراب اور کچھ خنزیر کا گوشت ان کی طرف بھیجا لیکن آپ نے ہاتھ تک نہ لگایا۔ بادشاہ نے پھر اپنے دربار میں طلب کیا اور نہ کھانے کی وجہ پوچھی، آپ نے فرمایا حالتِ اِضطرار میں اگر چہ اس کا استعمال حرام

نہیں۔ لیکن میں تجھے یہ موقع نہیں دینا چاہتا تھا کہ تو میرے ایمان کی کمزوری کے باعث اظہار خوشی کرے۔ بادشاہ نے کہا اس طرح کرو کہ میرے سر کو بوسہ دو اور میں تمھیں آزاد کر دوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ سارے مسلمان اسیروں کو آزاد کر دو گے۔ اس نے کہا ہاں۔ چنانچہ آپ نے اُس کے سر کو چُوما۔ اُس نے آپ کو اور تمام مسلمان قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ جب یہ سب حضرت فاروق اعظم کے پاس پہنچے اور آپ کو یہ ماجرا سنایا تو آپ نے فرمایا حق علی کل مسلم ان یقبّل راس عبد الله بن حذیفة و انا ابدأ فقام فقبل راسه رضی الله عنهما۔ کہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ عبداللہ کا سر چُومے اور ابتداء میں کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے کھڑے ہو کر اُن کے سر کو بوسہ دیا۔

جن سے مل کر زندگی سے پیار آ جائے وہ لوگ
آپ نے شاید نہ دیکھے ہوں مگر ایسے بھی ہیں



﴿۹۶﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا بَیْنَ خِیَرَ تَیْنِ

میں دونوں کاموں میں اختیار رکھتا ہوں

(بخاری شریف ج ۱ص ۱۶۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما فرماتے ہیں کہ جب رئیس المنافقین ابن ابی مرا تو اس کا بیٹا (جو کہ صاحب ایمان، صحابی رسول تھے) حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کناں ہوا اعطنی قمیصک اکفنه فیه و صل علیه و استغفر له.

یا رسول اللہ! اپنی قمیص عطا فرمائیں تاکہ میں اپنے باپ کو اس میں کفن دوں اور نماز جنازہ آپ پڑھائیں اور اس کے لئے دعائے مغفرت بھی فرمائیں۔ حضور علیہ السلام نے قمیص عطا فرمائی اور فرمایا کہ جنازہ تیار ہو جائے تو مجھے مطلع کر دینا میں پڑھا دوں گا۔ جب حضور علیہ السلام جنازہ پڑھانے کے لئے بڑھے تو حضرت عمر فاروق نے سرکار کا دامن پکڑ کر عرض کیا الیس اللہ نھاک ان تصلی علی المنافقین کیا حضور کو اللہ نے منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع نہیں فرمایا تو سرکار نے فرمایا انا بین خیر تین کہ مجھے اللہ نے ہر دو کام کا اختیار دیا ہے اور فرمایا ہے استغفر لھم او لا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرة فلن یغفر اللہ لھم ۔ کہ آپ ان (منافقین) کے لئے بخشش کی دعا کریں یا نہ کریں اگر ستر بار بھی کریں تو اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ چنانچہ آپ نے نماز پڑھائی تو اس کے بعد اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی و لا تصل علی احد منھم مات ابدا و لا تقم علی قبره ۔ اگر منافقین میں سے کوئی مر جائے تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور اس کی قبر پر (دعا کے لئے) کھڑے نہ ہوں۔ (بخاری شریف ج ۱ص ۱۶۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام ابن ابی کے دفن ہونے

کے بعد تشریف لائے اس کو نکالا۔ اس کے منہ میں لعاب دہن ڈالا اور قمیص پہنائی۔

(بخاری شریف)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں غزوۂ بدر کے موقع پر جب قیدیوں کو حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں لایا گیا تو حضرت عباس پر کپڑا نہیں تھا تو حضور علیہ السلام نے ابن ابی سے قمیص لے کر حضرت عباس کو پہنائی۔ ابن ابی کے مرنے پر حضور علیہ السلام نے بدلے کے طور پر اس کو قمیص پہنا دی۔ (بخاری شریف ج ۱ص ۴۲۲)

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ ابن ابی کا طریقہ یہ تھا کہ جب حضور علیہ السلام خطبہ ارشاد فرماتے تو کھڑا ہو جاتا اور حضور علیہ السلام کی خوشامد کرتے ہوئے کہتا ھذا رسول اللہ و اکرمه اللہ و اعزه و نصره ۔ کہ یہ اللہ کے سچے رسول ہیں اللہ تعالیٰ انہیں عزت و نصرت سے نوازے۔

اور جب احد کے بعد اس کی منافقت ظاہر ہو گئی تو پھر اس نے کسی موقع پر کھڑے ہو کر یہی الفاظ دہرائے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیٹھ جا اے دشمنِ خدا! تیرا کفر اب چھپ نہیں سکتا۔ دوسرے لوگوں نے بھی اس کو ملامت کی چنانچہ نماز پڑھے بغیر غصہ سے بل کھاتا ہوا مسجد سے نکل گیا۔ راستے میں کسی نے اس کو کہا کدھر بھاگے جا رہے ہو، حضور کی بارگاہ میں جا کر اپنی بخشش کی دعا کراؤ۔ تو اس بدبخت نے کہا ما ابالی استغفر لی او لم یستغفر ۔ مجھے پرواہ نہیں چاہے وہ میرے لیے بخشش چاہیں یا نہ چاہیں تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ استغفر لھم او لا تستغفر لھم الخ۔

منافقین نے غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کر کے جب اپنے آپ کو ظاہر کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو حکم دیا کہ اب آپ بھی ان سے پہلی سی نرمی کا معاملہ نہ فرمائیں بلکہ ان کو ننگا ہونے دیں تاکہ دوسروں کے لئے عبرت کا سبب بنیں۔ اسی لیے ان کو جہاد سے روک دیا گیا۔ ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے روک دیا گیا اور ان کی قبر پر تشریف لے جانے سے منع کر دیا گیا۔ ان کی گمراہی نے انہیں اس قابل ہی نہ چھوڑا کہ رحمت خداوندی ان کی طرف مائل ہو چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما سے مروی ہے کہ جب عبداللہ بن ابی مرض الموت میں مبتلا ہوا تو حضور علیہ السلام اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اس نے التماس کی کہ جب وہ مر

جائے تو حضور اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور اس کی قبر پر بھی تشریف فرما ہوں۔ پھر اس نے ایک آدمی بھیجا اور عرض کی کہ کفن کے لیے اسے قمیص مرحمت فرمائی جائے۔ حضور نے اوپر والی قمیص بھیجی اس نے پھر گزارش کی کہ مجھے وہ قمیص چاہیے جو آپ کے جسدِ اطہر کو چھو رہی ہے۔ حضرت عمرؓ پاس بیٹھے تھے۔ عرض کرنے لگے یا رسُول اللہ! آپ اس ناپاک اور گندے کو اپنی پاک قمیص کیوں مرحمت فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حقیقت سے نقاب اُٹھایا اور فرمایا اَے عُمر! ان قمیصی لا یغنی عنہ من اللہ شیئًا فلعل اللہ ان یدخل بہ الفافی الاسلام (کبیر) اَے عُمرؓ! اس کافر اور منافق کو میری قمیص کچھ نفع نہیں پہنچائے گی۔ بلکہ اس کے دینے میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے ہزار آدمیوں کو مشرف با سلام کرے گا۔ منافقوں کا ایک انبوہِ کثیر ہر وقت عبداللہ کے پاس رہتا تھا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ یہ نابکار ساری عمر مخالفت کرنے کے بعد اپنی بخشش اور نجات کے لیے آپ کی قمیص کا سہارا لے رہا ہے تو ان کی آنکھوں سے غفلت کے پردے اُٹھ گئے اور یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ اس رحمت عالمیان کی بارگاہِ بے کس پناہ کے بغیر اللہ تعالیٰ کے ہاں منظوری ناممکن ہے تو بجائے اس کے کہ حالت یاس میں ان کا دامن پکڑنے کی ناکام کوشش کریں اب ہی کیوں نہ ان پر ایمان لے آئیں اور سچے دل سے اپنی گزشتہ خطاؤں کی معافی مانگ لیں اور اس کی شفاعت کے مستحق ہو جائیں۔ چنانچہ اسی دن ایک ہزار منافق اس قمیص کی برکت اور قمیص والے کے حُسنِ خلق سے مشرف باسلام ہوا اسلم منھم یومئذ الف جو ڈوب چکا تھا وہ تو ڈوب چکا تھا لیکن ہزاروں ڈوبتے ہوؤں کو تو بچالیا۔ جب وہ مر گیا تو اس کا بیٹا جو مخلص مسلمان تھا حاضر ہوا اور اپنے باپ کی موت کی اطلاع دی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا جاؤ اور اس کا جنازہ پڑھ کر اسے دفن کر آؤ۔ اس نے عرض کی حضور خود کرم فرما دیں۔ اس پیکرِ عفو و عنایت نے نہ نہ کی۔ اُٹھے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے روانہ ہونے لگے۔ حضرت عمرؓ نے پھر گزارش کی یا رسُول اللہ، اللہ اور رسُول کے اس دشمن کی نماز جنازہ نہ پڑھیے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہُوئی اور جبریلؑ نے حضور کا دامن پکڑ لیا اور اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سنایا ولا تصلِ علیٰ احد الخ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے قمیص کیوں عطا فرمائی۔ مفسرین نے اس کی کئی ایک وجہیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب جنگ بدر میں (حضرت) عباسؓ جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے گرفتار کیے گئے تو ان کی اپنی قمیص پھٹ گئی

تھی۔ حضور علیہ السلام نے انھیں قمیص پہنانا چاہی کیوں کہ حضرت عباس دراز قامت تھے۔ عبداللہ بن اُبی کا قد بھی بڑا لمبا تھا اس لیے اس کی قمیص کے سوا اور کوئی قمیص انھیں پُوری نہ آئی۔ اللہ کے رسول نے چاہا کہ اس کا یہ احسان دُنیا میں ہی اُتار دیا جائے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے رسُول کو یہ تعلیم دی کہ اما السائل فلا تنھر کہ کسی سائل کو نہ جھڑکیے۔ اس لیے حضورؐ نے اس کے سوال کو رد نہ کیا اور سب سے بڑی وجہ وہی تھی جو حضور علیہ السلام نے خود بیان فرمائی کہ اس قمیص کی وجہ سے اللہ ایک ہزار منافقوں کو دولت ایمان سے مالا مال فرمائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس سے بڑی برکت اور کیا ہوسکتی ہے۔ یہاں ایک چیز خوب ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ وہ بد نصیب جس کا خاتمہ کفر پر ہوتا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہے کہ اس کی بخشش نہیں ہوگی اور اس کے لیے کسی کی شفاعت قبول نہیں کی جائے گی۔ لیکن صاحبِ ایمان کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو اس کے لیے اگر اللہ کے محبوب کے ہاتھ دعا کے لئے اُٹھ جائیں تو مغفرت یقینی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر
لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما.

مناسب ہوگا کہ اس مقام پر چند مشہور اعتراضات جو علم نبوت پر کیے جاتے ہیں ان کے اختصار کے ساتھ جواب بھی دے دیے جائیں کیوں کہ علم نبوت پر اعتراض کرنا بھی منافقین ہی کا کام ہوسکتا ہے۔

علمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے بارے میں سوالات و جوابات

سوال: منافقین نے جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عصمت کو داغدار کرنے کی کوشش کی تو نبی کریم علیہ السلام کئی دن تک اس معاملہ میں پریشان رہے تو اگر حضور علیہ السلام کو علم غیب ہوتا تو وہ اپنی بیوی کے معاملہ میں کیوں پریشان ہوتے؟

جواب: (بخاری شریف جلد اول صفحہ نمبر ۳۶۴) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عصمت و پاک دامنی کے متعلق کملی والے آقا نے قرآن پاک کی آیات نازل ہونے سے پہلے ارشاد فرمایا — فواللہ ما علمت علے اھلی الا خیرا — کہ خدا کی قسم میں اپنی بیوی کے متعلق سوائے اچھائی کے اور پاک دامنی کے اور کچھ نہیں

[illegible]

[illegible] اس وقت تک اپنا فیصلہ

[illegible] حضرت عائشہ صدیقہ کی پاک

[illegible] کہ اپنے گھر کا

[illegible] علیہ السلام نے صحابہ کرام کو بلایا

[illegible]

[illegible] علیہ السلام نے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے [illegible]

[illegible]

رضی اللہ عنہا میں کوئی عیب ہوتا تو خدا تعالیٰ [illegible]

غور کرو کہ حضرت عائشہ صدیقہ کی پاک [illegible]

بعد کملی والے نے بھی قسم کھا کر فرمایا کہ [illegible]

تیسری بات یہ ہے کہ اگر کملی والا [illegible] حضرت عائشہ [illegible] آپ

کی عصمت و پاک دامنی کے لئے قرآن پاک کی آیات [illegible]

یہودیوں نے جب حضرت مریم پر الزام لگایا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے [illegible] عصمت کی

گواہی دی اور حضرت یوسف علیہ السلام پر جب زلیخا نے الزام لگایا تو [illegible]

حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کی شہادت دی۔ مگر جب [illegible] نے حضرت عائشہ کی

عزت پر الزام لگایا تو آپ کی عصمت و پاک دامنی کی گواہی خدا نے [illegible] قرآن [illegible]

کئی آیات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں نازل فرمائیں۔ [illegible]

اس کے محبوب پاک علیہ السلام کی حرم پاک تھیں۔

سوال: فرشتے اللہ تعالیٰ کا لشکر ہیں اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے — وما یعلم جنود ربک الا ھو — کہ اللہ کے لشکر کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

جواب: ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی — اس میں کوئی شک نہیں کہ فرشتے اللہ کا لشکر ہے اور تمام فرشتے نبی کریم علیہ السلام پر براہ راست درود شریف پڑھتے ہیں اور یہ ناممکن ہے کہ اللہ کے لشکر کا درود شریف تو آپ سنتے ہوں مگر [illegible] علم [illegible]۔

(مشکواۃ شریف صفحہ ۵۴۶) حضرت کعب فرماتے ہیں —— ما من یوم یطلع الا نزل سبعون الفا من الملٰئکۃ —— کہ کوئی دن ایسا طلوع نہیں ہوتا مگر اس میں ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور کملی والے آقا کے روضۂ اقدس پر حاضر ہوکر درودِ پاک پڑھتے ہیں اور جو ایک دفعہ آ گیا قیامت تک پھر ان کی باری نہیں آئے گی۔

اک وار فرشتے روضے تے جو آون فیر نہ آوندے نیں
سرکار دے امتی نے جیہڑے مُڑ مُڑ کے بلائے جاندے نیں

؎ گنبدِ خضریٰ خدا تجھ کو سلامت رکھے
دیکھ لیتے ہیں تجھے پیاس بجھا لیتے ہیں

سوال: اگر حضور علیہ السلام کو علم غیب ہوتا تو خیبر والے دن زہر والا گوشت کیوں کھاتے؟ (جیسا کہ مشہور واقعہ ہے)

جواب: معترض جس حدیث پاک کو حضور علیہ السلام کے علمِ غیب کی نفی کی دلیل پیش کر رہا ہے وہ حدیثِ پاک تو کملی والے آقا علیہ السلام کے علمِ غیب کی ایک روشن دلیل ہے۔

(بخاری شریف جلد اوّل صفحہ نمبر ۴۴۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگِ خیبر کی فتح کے بعد یہودیوں نے ایک عورت کے ذریعے نبی کریم علیہ السلام کو گوشت میں زہر ملا کر دینے کی کوشش کی تو کملی والے نے تمام یہودیوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ جو کچھ میں تم سے پوچھوں سچ سچ بتاؤ گے۔ تو انہوں نے کہا کہ ہاں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا —— من ابوکم قالوا فلان فقال کذبتم بل ابوکم فلان —— کہ تمہارے باپ کون ہیں تو انہوں نے کہا کہ فلاں فلاں مگر کملی والے نے فرمایا کہ تم نے جھوٹ بولا ہے بلکہ تمہارے باپ فلاں فلاں ہیں غور کرو کہ جس نبی کو یہودیوں کے باپوں کا علم تھا اسے یہ علم نہیں تھا کہ گوشت میں زہر ملا ہوا ہے اور جب حضور علیہ السلام نے ان کے باپوں کے نام بتائے تو انہوں نے کہا کہ صدقت کہ تو نے سچ کہا ہے اور پھر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا —— ھل جعلتم فی ھذا الشاۃ سما قالوا نعم —— کہ کیا تم نے اس گوشت کے ٹکڑے میں زہر ملایا ہوا ہے تو انہوں نے کہا کہ ہاں —— اس سے بڑی علمِ غیب کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے پہلے ہی بتا دیا۔ مگر یہ بدعقیدہ لوگ اس کو علم غیب کی نفی میں پیش کرتے ہیں اور دوسری بات یہ

ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس گوشت کو کھا کر اپنی نبوت کی صداقت پیش کر دی۔ کیوں کہ یہودیوں نے زہر ملانے کی وجہ یہ بتائی۔

و ان کنت نبیا لم یضرک —— کہ اگر تو سچا نبی ہوگا تو تمہیں یہ زہر کوئی نقصان نہ پہنچائے گا۔ تو جب انہوں نے اس زہر والے گوشت کو کھانا نبوت کی صداقت کا معیار بنایا تھا تو کملی والا کھا کر اپنی نبوت کی دلیل کیوں نہ بناتا۔

(مشکوۃ شریف صفحہ ۵۴۱-۵۴۲) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خیبر کی فتح کے بعد ایک یہودیہ عورت نے گوشت کے ایک ٹکڑے میں زہر ملا دیا اور نبی کریم علیہ السلام کو بھیج دیا۔ جب تمام کھانے لگے تو کملی والے آقا نے فرمایا ارفعوا ایدیکم —— کہ اپنے ہاتھ اٹھا لو۔ یعنی اس گوشت کو نہ کھاؤ۔ اور پھر حضور علیہ السلام نے اس یہودیہ عورت کو بلایا اور فرمایا —— سممت ھذہ الشاۃ فقالت من اخبرک فقال اخبرتنی ھذہ فِی یدی الذراع —— کہ کیا تو نے اس گوشت میں زہر ملایا ہوا ہے۔ تو اس عورت نے کہا کہ تجھے کس نے بتایا ہے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اس گوشت کے ٹکڑے نے بتایا ہے۔ کملی والے نے پوچھا کہ تُو نے ایسا کیوں کیا تو اس نے کہا ان کان نبیا لن یضرک کہ اگر تو سچا نبی ہے تو تجھے یہ زہر کوئی نقصان نہ دے گا۔ تو امام الانبیاء علیہ السلام نے وہ زہر آلود گوشت کا ٹکڑا اس لئے کھایا کہ مخالفین کو یہ یقین ہو جائے کہ میں اللہ تعالےٰ کا سچا نبی ہوں۔

سوال: مشکواۃ شریف صفحہ ۴۸۳ اور مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۳۸۴ میں ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن ان ناسا من اصحابی یؤخذ بھم ذات الشمال فاقول اُصَیْحَابِیْ اُصَیْحَابِیْ فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک —— کچھ لوگ میرے صحابہ میں سے پکڑے جائیں گے اور فرشتے ان کو پکڑ کر جہنم کی طرف لے جا رہے ہوں گے۔ تو میں کہوں گا اے میرے رب! یہ تو میرے صحابی ہیں۔ تو خدا تعالیٰ فرمائے گا کہ اے میرے محبوب علیہ السلام! آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد یہ لوگ کیا کرتے رہے؟ تو اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو منافقین کا علم نہیں تھا۔ کیوں کہ خدا تعالیٰ فرمائے گا کہ لا تدری کہ تو نہیں جانتا۔

جواب: اعتراض کرنے والے جس حدیث پاک کو نبی کریم علیہ السلام کے علمِ غیب کی نفی میں پیش کرتے ہیں وہی حدیث پاک کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کی ایک روشن دلیل ہے کیوں کہ اعتراض کرنے والوں سے پوچھا جائے کہ یہ جو سب کچھ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کیا یہ واقعہ گزر چکا ہے یا آئندہ قیامت کے دن ہونے والا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ کہیں گے کہ یہ سب کچھ قیامت کے دن ہونے والا ہے تو پھر نبی کریم علیہ السلام کے علمِ غیب کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ جو واقعہ ابھی قیامت کے دن ہونے والا ہے وہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اب بتا رہے ہیں۔ رہی یہ بات کہ حضور علیہ السلام کو منافقین کا علم نہیں تھا جیسا کہ اس مضمون کے شروع میں بیان کر دیا گیا ہے مثلاً

(تفسیر خازن جلد اول صفحہ ۴۲۹) **و علمک مالم تکن تعلم** کے تحت کہ تمام علوم غیبیہ کے ساتھ ساتھ **و علمک احوال المنافقین و کیدھم** کہ تجھے خدا نے تمام منافقین اور ان کے مکر و فریب کا علم بھی عطا کر دیا ہے۔

رہی یہ بات کہ وہ بخشش کے قابل کیوں نہیں تھے؟ تو یہ صرف اس لئے تھا کہ اگر چہ وہ حضور علیہ السلام کے ساتھ بھی رہتے تھے اور کملی والے کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتے تھے اور خدا اور قیامت پر ایمان بھی رکھتے تھے مگر وہ امام الانبیاء علیہم السلام کے بے ادب اور گستاخ تھے اس لئے وہ لائق بخشش نہیں تھے۔

سوال: حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کا علم نہیں تھا۔ اسی لئے وہ اپنے بیٹے کے فراق میں چالیس سال روتے رہے۔

جواب: (پارہ ۱۳ سورۂ یوسف آیت ۹۶) **قال انی اعلم من اللہ مالا تعلمون** حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میرے فرزندو! اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں بیان فرماتے ہیں۔

(تفسیر کبیر جلد ۵۔ صفحہ ۱۶۸) **والمراد علمہ بحیات یوسف** —— کہ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی کا علم رکھتے تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ

بفرض محال ایک وقت کے لئے اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹے کا علم نہیں تھا تو پھر یہ ٹھیک ہی سہی مگر حضرت یوسف علیہ السلام کو تو علم تھا کہ میرا باپ کنعان میں ہے۔ وہی کوئی خط لکھ دیتے یا کوئی قاصد ہی بھیج دیتے اور اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کو تسلی دے دیتے مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے علم ہونے کے باوجود بھی اپنی خبر نہیں دی اس لئے کہ نہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اظہار کرنے کی اجازت تھی اور نہ ہی حضرت یوسف علیہ السلام کو۔

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۲۰ **و غلقت** کے تحت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **عن ابن عباس انہ تمثل لہ یعقوب فراھا عاضا اصابعہ و یقول لہ انت مکتوب فی زمرۃ الانبیاء۔**

کہ زلیخا کے محل کے ساتویں کمرے میں آدھی رات کے وقت حضرت یعقوب علیہ السلام پہنچ گئے اس حالت میں کہ انگلی منہ میں تھی اور (اشارہ) فرمایا کہ اے میرے بیٹے! تو تو انبیاء کے گروہ میں داخل ہو چکا ہے۔ اس لئے اگر زلیخا کی طرف دیکھا بھی تو نبوت جاتی رہے گی۔ اور اس کی تصدیق کرنے والے مندرجہ ذیل صحابۂ کرام اور مفسرینِ عظام ہیں۔

حضرتِ ابنِ عباس۔ حضرتِ عکرمہ۔ حضرتِ مجاہد۔ حضرتِ حسن۔ حضرت سعید بن جُبیر۔ حضرتِ قتادہ اور حضرت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔ تو اگر حضرتِ یعقوب علیہ السلام کو علم نہیں تھا تو پھر زلیخا کے محل میں کیسے پہنچ گئے۔

(تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۴۷) **و قال یا بنی لا تدخلوا من باب واحد** کے تحت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **انہ علیہ السلام کان عالما بان ملک مصر و ھو ولدہ یوسف الا ان اللہ تعالٰی ما اذن لہ فی اظھار ذالک** —— کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ علم تھا کہ اس کا بیٹا حضرتِ یُوسفؑ مصر کا بادشاہ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے اظہار کی اجازت نہیں دی تھی۔ اور پھر جب فرزندوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے حضرتِ یُوسف علیہ السلام کو شکار کے بہانے ساتھ لے جانے کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا تھا —— **و اخاف ان یاکلہ الذئب** —— کہ مجھے خوف ہے کہ اسے بھیڑیا نہ کھا جائے۔ بھیڑیا کا لفظ اس لئے فرمایا کہ ان کو یہ علم تھا کہ بیٹوں نے شام کو آ کر یہی کہنا ہے کہ اس کو بھیڑیا کھا گیا ہے

چنانچہ قرآن پاک گواہ ہے کہ انہوں نے یہی کہا۔

قالوا یآبانا انا ذھبنا نستبق و ترکنا یوسف عند متاعنا فا کلہ الذئب.

کہ اے ابا! ہم شکار کے لئے ایک دوسرے سے آگے نکلنے کے لئے دوڑے اور یُوسف علیہ السلام کو چھوڑ گئے سامان کے پاس پس اس کو بھیڑیا کھا گیا ہے تو وہ بات جو بیٹوں نے بعد میں کہی تھی وہ بات حضرتِ یعقوب علیہ السلام پہلے ہی بتا رہے ہیں۔ تو یہ غیب نہیں تو اور کیا ہے۔

سوال: بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام صحابۂ کرامؓ سے پوچھتے کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ یا کہاں گیا تھا۔ مثلاً

مشکواۃ شریف صفحہ ۴۹ اور بخاری شریف جلد اول صفحہ ۴۲ میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں جنابت کی حالت میں تھا کہ نبی کریم علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی اور کملی والے نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میں حضور علیہ السلام کے ساتھ چلنے لگا اور پھر نبی کریم علیہ السلام بیٹھ گئے اور پس میں اٹھا اور غسل کر کے پھر واپس آ گیا تو حضور علیہ السلام نے پوچھا **این کنت یا ابا ھریرۃ** کہ اے ابو ہریرہ! تو کہاں گیا تھا۔ تو اگر حضور علیہ السلام کو علم ہوتا تو پوچھتے کیوں کہ تو کہاں گیا تھا۔

جواب: اس کا تفصیلی جواب تو بعد میں بتا دیا جائے گا پہلے میں اعتراض کرنے والوں سے پوچھتا ہوں کہ تمہیں اس حدیث پاک سے کملی والے آقا کے علمِ غیب کی نفی تو نظر آ گئی مگر حضرتِ ابو ہریرہؓ کا ادب واحترام۔ توقیر۔ عقیدہ اور ایمان نظر نہ آیا جب حضور علیہ السلام نے پوچھا کہ اے ابو ہریرہ! تو کہاں گیا تھا تو انہوں نے عرض کی کہ **کنت جنبا فکرھت ان اجالسک** — کہ کملی والے آقا میں جنبی تھا اور ناپاکی کی حالت میں تھا اس لئے میں نے پسند نہ سمجھا کہ ایسی حالت میں آپ کو ملوں۔

دوسری بات یہ ہے کہ کسی بات کا پوچھنا اس بات کی دلیل نہیں کہ پوچھنے والے کو اس کا علم نہیں ہے مثلاً۔

(پارہ ۱۶ سورۃ طٰہٰ۔ آیت ۱۷) خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا **و ما**

تلک بیمینک یا موسی کہ اے موسیٰ! تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟

پارہ ۲۳ سورۃ ص۔ آیت ۷۵ **یا ابلیس ما منعک** — خدا تعالیٰ نے شیطان سے پوچھا کہ اے ابلیس! تجھے کس نے روکا ہے کہ تو نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا۔

(مشکواۃ شریف صفحہ ۱۹۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب کسی اچھی مجلس سے خدا کے فرشتے واپس آسمانوں پر جاتے ہیں تو خدا اُن سے پوچھتا ہے کہ **من این جئتم** — کہ اے فرشتو! تم کہاں سے آئے ہو۔ اور **کیف ترکتم عبادی** — کہ میرے بندوں کو کس حالت میں چھوڑ آئے ہو۔

تو اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ کسی چیز کا پوچھنا عدم علم کی دلیل ہے تو پھر نعوذ باللہ اللہ کے علم کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔ کیوں کہ قرآن وحدیث میں اکثر خدا تعالیٰ کا پوچھنا اور سوال کرنا ثابت ہے حالانکہ وہ علیم بذات الصدور ہے اور سمیع بصیر ہے۔

تو جس طرح اللہ تعالیٰ کے پوچھنے پر اس کے علم میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں کیا جا سکتا اسی طرح نبی کریم علیہ السلام کا کسی چیز کے متعلق پوچھنا بھی آپ کے علم کی نفی کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ کسی وقت ایسا ہوتا تھا کہ حضور علیہ السلام کی کسی بات پر توجہ نہیں ہوتی تھی۔ پاکستان کا مولوی تو انبیاء علیہم السلام کے علمِ غیب کو نہیں مانتا حالاں کہ علمِ غیب تو صحابۂ کرام۔ اولیائے عظام۔ صالحین اور دوسرے بزرگانِ دین کو بھی عطائے الٰہی کے طور پر حاصل تھا۔ مثلاً

(مستدرک شریف جلد ۳ صفحہ ۴۱۸) حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں حُضور علیہ السلام سے ایک آدمی ملا۔ اس نے ہم سے پُوچھا — **او فیکم رسول اللہ علیہ السلام قالوا نعم** — کہ کیا تم میں اللہ کا رسُول ہے۔ تو تمام نے کہا کہ ہاں تو اس اعرابی نے کہا — **فان کنت رسول اللہ فاخبرنی ما فی بطن ناقتی ھذہ** — کہ اگر تو اللہ کا رسُول ہے تو مجھے بتا کہ میری اس اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے۔

راوی فرماتے ہیں کہ حضرت سلمہ ابن سلامۃ جو کہ ابھی بچے تھے انہوں نے اس اعرابی سے کہا — **لا تسئل رسول اللہ انا اخبرک. نزوت علیہ ففی بطنھا......** ......کہ تو حضور علیہ السلام سے یہ بات نہ پوچھ بلکہ میں بتاتا ہوں کہ تیری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے۔ تو نے خود اس سے وطی کی ہے اور اس کے پیٹ میں تیرا ہی نطفہ ہے

؎ عالِم علم دو عالم ہیں حضور
آپ سے کیا عرضِ حاجت کیجیے

(تفسیر روح البیان جلد ۴ صفحہ ۱۰۵) **ان علیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ صعد المنبر یوما فقال سلونی عما دون العرش"**

ایک دن حضرت علی منبرِ مبارک پر بیٹھ گئے اور آپؓ نے فرمایا کہ آج علیؓ سے جو پُوچھنا ہو پُوچھو۔ یہ اعلان کرنے والا نہ خُدا ہے نہ نبی بلکہ یہ اعلان کرنے والا علیؓ ہے اور پھر ولی ہے اور پھر ولیوں کا بھی ولی ہے۔ اور یہ اسی منبرِ پاک پر اپنے عُلومِ غیبیہ کا اعلان کر رہا ہے جس منبرِ پاک پر کھڑے ہو کر کملی والے آقا نے اعلان فرمایا تھا —— سلونی عما شئتم کہ آج مجھ سے جو کچھ پوچھنا ہے پُوچھو۔ آخر کار ایک آدمی نے پُوچھا ھل رایت ربک یا علی —— کہ اے علی! کیا تُو نے کبھی اپنے رب کو دیکھا؟ تو حضرتِ علیؓ نے جواب دیا کہ ما کنت اعبد ربا لم اریٰ —— کہ میں اس وقت تک نماز میں سجدہ نہیں کرتا جب تک کہ میں خدا کو دیکھ نہ لُوں۔ اگر چہ یہ روایت بصری تھی لیکن تھا تو غیب الغیب۔ آخر لوگوں کے پُوچھنے پر کہ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تمہیں ایسا علم کہاں سے حاصل ہوا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا —— ھذا لعاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی فمی ھذا —— کہ یہ میرے کملی والے آقا کے لعابِ دہن کا فیض ہے۔

(اشعۃ اللمعات جلد ۲ صفحہ ۳۳۱) حضرت شیخ عبدالحق محقق ومحدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔ "پُرسیدہ شُد از علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، از سبب فہم وحفظ وے گفت چوں غسل دادہ شد آنحضرت را جمع شد آب در پلکہائے وے پس داشتم من بزبان خود آں را فرو بردم پس میدانم قوت حفظ از دوے"۔

کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا سبب پُوچھا گیا کہ آخر آپ میں اتنا علم کہاں سے آگیا تو آپ نے فرمایا کہ جب میں حضور علیہ السلام کو آخری غُسل دے رہا تھا تو پانی کے چند قطرے نبی کریم علیہ السلام کی پلکوں پر ٹھہر گئے اور میں نے ان قطروں کو چُوس لیا۔ بس پھر کیا تھا۔ علم وادراک کا سمندر میرے اندر ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ تو جس نبی کے غُسل کے پانی کے چند قطروں میں یہ کمال تھا کہ ان کو چوس کر حضرت علی کے سینے میں علم وادراک کا سمندر موجزن

ہو گیا اس نبی کے علومِ غیبیہ کی انتہا کون جانے۔

مثنوی میں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

؎ گفت پیغمبر صباحے زید را
کیف اصبحت اے رفیقِ با صفا

کہ ایک صُبح کو نبی کریم علیہ السلام نے حضرتِ زید سے فرمایا کہ تو نے آج رات کیسے گزاری تو حضرتِ زید رضی اللہ نے جواب دیا۔

گفت تشنہ بودہ ام من روز ہا
شب نخفت استم ز عِشق و سوز ہا

کہ سارا دن تو روزہ سے رہا اور ساری رات آپ کے عشق کی آگ میں جلتا رہا تو حضُور علیہ السلام نے فرمایا اس کے صلے میں جو تجھے انعام ملا ہے وہ بیان کر تو حضرتِ زید نے عرض کی

؎ گفت خلقاں چُوں بہ بینند آسماں
من بہ بینم عرش را با عرشیاں

کہ میں نے تمام مخلوقات کو ایسے دیکھا جیسے کہ آسمان کو بے حجاب دیکھا جاتا ہے اور میں نے عرش اور عرش والوں کو بھی دیکھا۔ اور

ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من
کہ بہشتی کیست و بیگانہ کے است

آٹھوں جنت اور ساتوں دوزخ بھی دیکھے۔ اور

میں نے جان لیا کہ دوزخی کون ہے اور جنتی کون ہے؟ اور یا رسول اللہ بگوئم سر حشر" کہ اے کملی والے آقا؟ اگر اجازت دو تو میں قیامت کے تمام راز کھول دوں۔ اگر اجازت دو تو حوضِ کوثر کے تمام پردے ہٹا دوں۔

"لب گزیدش مصطفیٰ یعنی کہ بس"

لیکن کملی والے آقا نے حضرت زید کو منع فرما دیا۔ تو نبی کریم علیہ السلام نے حضرت زیدؓ کی زبان سے یہ سب کچھ کہلوایا کہ میرے علم غیب پر اعتراض کرنے والے لوگوں کو یہ پتہ چل

جائے کہ جس نبی کے غلاموں میں اتنا کمال ہے اس نبی کے علومِ غیبیہ کے کمال کو خدا ہی جانتا ہے۔ اور مندرجہ بالا حقائق کو مولانا اشرف علی صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

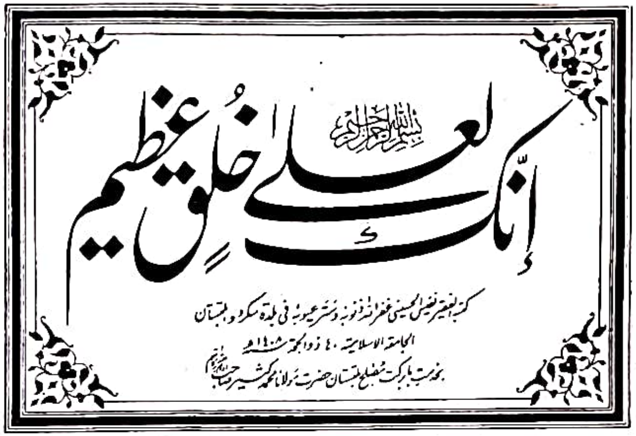
امداد المشتاق صفحہ ۱۱۹ —— کہ عارف جنتی اور دوزخی کو اس عالم میں جان لیتا ہے۔

امداد المشتاق صفحہ ۷۶ —— لوگ کہتے ہیں کہ علمِ غیب انبیاء اور اولیاء کو نہیں ہوتا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اہلِ حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت و ادراک غیبیات کا ان کو ہوتا ہے۔ اصل میں یہ علم حق ہے۔

نبی کریم علیہ السلام کے علم غیب پر اعتراض کرنے والوں سے پوچھا جائے کہ کیا حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک میں کسی صحابی نے بھی آپؐ کے علم پر اعتراض کیا تھا۔ تو حقیقت یہ ہے کہ جواب نفی میں ہوگا۔ اور وہ اعتراض کر ہی کیسے سکتے تھے کیوں کہ ان کا ایمان تھا کہ کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے نکلی ہوئی ہر بات وحیٔ الٰہی ہوتی ہے اور واجب الاطاعت ہے اور آپ کی زبان مبارک سے کبھی جھوٹی بات نہیں نکلتی۔ اب اس عقیدے اور ایمان کے ہوتے ہوئے جب نبی کریم علیہ السلام نے فرمادیا —— **علمت ما فی السموت والارض** —— اور —— **سلونی عما شئتم** —— کہ زمین اور آسمانوں کی ہر چیز کا مجھے علم ہے اور مجھ سے جو پوچھنا چاہو پوچھو تو پھر وہ کملی والے آقا کے وفادار امتی اور جانثار ساتھی آپ کے علم غیب پر کیسے شک کر سکتے تھے۔ اعتراض یا شک کرنا تو درکنار صحابہؓ کرامؓ کی تو عادت یہ تھی کہ حضور علیہ السلام جب بھی کبھی ان سے کسی بات کے متعلق دریافت فرماتے تو وہ عرض کرتے **اللہ و رسولہ اعلم** کہ اللہ اور اس کا رسُول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ لوگ جو حضور علیہ السلام کے علم غیب پر اعتراض کرتے ہیں وہ کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک پہ اعتبار نہیں کرتے ہیں اور حضور علیہ السلام کی زبانِ پاک سے نکلی ہوئی بات کو سچی ہی نہیں مانتے۔

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام





﴿۹۷﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اَنَا اَمِيْنُ مَنْ فِى السَّمَآءِ يَاتِيْنِىْ خَبَرُ السَّمَآءِ صَبَاحًا وَّ مَسَآءً

میں اس کا امین ہوں جو آسمانوں میں ہے، میرے پاس صبح وشام آسمانی خبریں آتی ہیں

(مسلم شریف ج ۱ ص ۳۴۱)

حضرت قتیبہ بن سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی نعیم نے حدیث بیان کی اور انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں یمن سے ایک رنگے ہوئے چمڑے میں سونا بھیجا جس سے ابھی تک مٹی الگ نہیں کی گئی تھی۔ آپ نے وہ سونا چار آدمیوں میں تقسیم فرمادیا۔ عینیہ بن بدر، اقرع بن حابس، زید خیل اور چوتھے علقمہ بن علاثہ تھے یا عامر بن طفیل۔ آپ کے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا کہ ان لوگوں کی بہ نسبت اس مال کے ہم زیادہ حق دار تھے، حضور علیہ السلام تک یہ بات پہنچ گئی آپ نے فرمایا الا تـامنونی کیا تم مجھے امین نہیں سمجھتے حالانکہ میں تو اُس کا امین ہوں جو آسمانوں میں ہے اور میرے پاس صبح وشام آسمانی خبریں آتی ہیں۔

فقال رجل غائر العينين مُشرف الوجنتين ناشر الجبهة كث اللحية محلوق الراس مشمر الازار فقال يا رسول الله اتق الله فقال ويلك او لست احق اهل الارض بان يتقى الله قال ثم ولى الرجل فقال خالد بن الوليد رضى الله عنه يا

رسول الله الا اضرب عنقه فقال لا لعله ان يكون يصلى قال خالد و كم من مصل يقول بلسانه ما ليس فى قلبه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انى لم اومر ان انقب عن قلوب الناس ولا اشق بطونهم قال ثم نظر اليه و هو مقف فقال انه يخرج من ضئضئى هذا قوم يتلون كتاب الله رطبا ولا يجاوز حناجرهم يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرميه قال اظنه قال لئن انا ادركتهم لا قتلنهم قتل ثمود۔ (مسلم شریف کتاب الزکوۃ)

ایک آدمی کھڑا ہوا جس کی دونوں آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں اور دونوں گال پھولے ہوئے تھے، پیشانی ابھری ہوئی تھی، داڑھی گھنی، سر منڈا ہوا تھا، اور تہہ بند پنڈلیوں سے اُونچا تھا۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول! اللہ سے ڈر! آپ نے فرمایا تجھے عذاب ہو کیا روئے زمین پر میں اللہ سے ڈرنے کا سب سے زیادہ حق دار نہیں ہوں؟

پھر وہ شخص پشت پھیر کر چل دیا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! میں اس کی گردن نہ اڑادوں؟ آپ نے فرمایا شاید وہ نمازی ہو! عرض کیا حضور! کتنے ہی نمازی بھی ایسے ہیں جو ایسی بات کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتی آپ نے فرمایا مجھے اس کا مکلّف نہیں کیا گیا کہ میں لوگوں کے دل چیر کر دیکھتا پھروں، یا ان کے پیٹ پھاڑ کر دیکھوں، پھر آپ نے اس شخص کی طرف دیکھا جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر جارہا تھا اور فرمایا اس کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اللہ کی کتاب کو اچھی طرح پڑھیں گے لیکن وہ ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گی اور دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانے سے نکل جاتا ہے راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ آپ نے فرمایا اگر میں ان کو پالیتا تو قوم ثمود کی طرح قتل کر دیتا۔

گستاخ رسول کو قتل نہ کرنے کی وجوہات

نبی اکرم علیہ السلام کی توہین کرنا بالاجماع کفر ہے اور توہین کرنے والا بالاتفاق واجب القتل ہے اور اس کی توبہ کے قبول ہونے میں ائمہ مذاہب کے مختلف اقوال ہیں خواہ توہین کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ ہو یا آپ کے نسب کے ساتھ، آپ کے دین کے ساتھ ہو یا آپ کی صفات کے ساتھ، اور یہ توہین خواہ صراحۃً ہو یا کنایۃً، تعریضاً ہو یا تلویحاً۔ اسی طرح کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بددعا دے، آپ پر لعنت کرے یا آپ کا برا چاہے، آپ کے عوارض بشریہ یا آپ سے متعلق اشیاء یا اشخاص کا آپ کی طرف نسبت کرتے ہوئے بطریق طعن یا مذمت ذکر کرے۔ غرض جس شخص سے کوئی ایسا کلام صادر ہو جس سے آپ کی اہانت ظاہر ہو وہ کفر ہے اور اس کا قائل واجب القتل ہے چنانچہ علامہ قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں۔

قال محمد بن سحنون اجمع العلماء على ان شاتم النبي صلى الله عليه وسلم المنقص له كافر والوعيد جار عليه بعذاب الله له و حكمه عند الامة القتل و من شك في كفره و عذابه كفر۔ (الشفاج ۲ ص ۱۹۰)

محمد بن سحنون فرماتے ہیں علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حضور علیہ السلام کی توہین کرنے والا اور آپ کی شان میں کمی کرنے والا کافر ہے اور اس پر عذاب الٰہی کی وعید جاری ہے اور امت کے نزدیک اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو قتل کیا جائے اور جو شخص اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

اس کے باوجود حضور علیہ السلام نے بعض گستاخوں کو قتل نہ کرنے کا حکم دیا اس کی علماء نے متعدد وجوہات بیان فرمائیں مثلاً

نمبر۱۔ لوگ اس کے قتل کو اسلام میں طعن کا ذریعہ نہ بنالیں اور تبلیغ اسلام میں رکاوٹ اور دشواری پیدا نہ ہو۔

نمبر۲۔ امر تکوینی کی وجہ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں یہ بات تھی کہ اس گستاخ کی نسل سے کچھ لوگوں کا پیدا ہونا اللہ تعالیٰ مقدر فرما چکا ہے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضور علیہ السلام نے ان منافقین کو کیوں نہ قتل کیا جو عموماً آپ کو ایذاء پہنچاتے رہتے اور اسی طرح اس یہودی کو قتل نہ فرمایا جس نے آپ سے کہا تھا **السام علیک** (تم پر موت واقع ہو) حالانکہ یہ بددعا تھی اور اس شخص کو بھی قتل نہ کیا جس نے مال غنیمت کی تقسیم پر اعتراض کرتے ہوئے کہا "اس تقسیم سے اللہ کی رضامندی کا ارادہ نہیں کیا گیا اور ایک موقع پر کہا "اے محمد! عدل کر"۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اسلام کا ابتدائی دور تھا اس وقت آپ لوگوں کے ایمان کی خاطر ان کی تالیف قلب فرماتے تھے اور اسلام کو ان کے دلوں میں مزین فرماتے اور اس وقت مسلمانوں کی کثرت کی ضرورت تھی تبھی آپ صحابہ کو فرماتے تم آسانی کے لئے بھیجے گئے ہو مشکلات کے لئے نہیں، اور فرماتے کہ لوگوں کو مالوف کرو، متنفر نہ کرو اور اس وقت اللہ کا حکم بھی یہی تھا **ادفع بالتی هی احسن**۔ احسن طریقے سے مدافعت کیجیے۔

اور آپ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ نے مجھے ان لوگوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ایذاء رسانیوں کو برداشت کرتے رہے یہی وجہ ہے کہ جب دین اسلام پھیل گیا اور تمام ادیان پر غالب آگیا تو آپ جن گستاخوں پر قادر ہوئے ان کے قتل کا حکم دیا اور ان کے خون کو مباح کر دیا جیسے کعب بن زہیر اور ابن زبعری۔

منافقین کو قتل نہ کرنے کا دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کا شمار بظاہر مسلمانوں میں ہوتا تھا اور ان کی گستاخیاں حضور کی بارگاہ میں جب پہنچتی تھیں تو کوئی ایک صحابی گستاخی کے کلمات سرکار تک پہنچاتا جس پر وہ قسمیں کھا کر اپنی برأت ظاہر کر دیتے تھے۔ علاوہ ازیں حضور علیہ السلام ان کے ایمان قبول کرنے کے خواہش مند تھے اس لیے صبر فرماتے یہاں تک کہ ان میں سے کئی لوگوں نے اسلام قبول کیا جس کی وجہ سے دین کو تقویت پہنچی۔

یا یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان کی گستاخی کے کلمات کو نقل کرنے والے نصاب شہادت یعنی دو مردوں کی گواہی پر پورا نہ اترتے تھے کبھی کسی بچے کسی غلام یا عورت نے آ کر بتا دیا کہ فلاں شخص ایسی بات کر رہا تھا اور اسلام میں دو مردوں کی گواہی کے بغیر خون بہانا جائز نہیں ہے اور حضور علیہ السلام نے علم نبوت سے اس کا فیصلہ اس لیے نہیں فرمایا کہ بظاہر وہ مسلمانوں میں شمار ہوتے تھے اس طرح مخالفین و معاندین کو آپ کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کا موقع مل جاتا کہ

آپ جس کو چاہتے ہیں نفاق کی تہمت لگا کر قتل کر دیتے ہیں اس سے اسلام کی اشاعت و تبلیغ پر اثر پڑتا۔ اسی لیے آپ نے (اعـــدِل۔ عدل کر) کہنے والے کو قتل کرنے سے منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ لوگ کہیں گے ان محمد ایقتل اصحابه ''کہ محمد تو اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے''۔

ابن معاذ اور ابن قصار کے مطابق کہ جب منافقین اپنا نفاق ظاہر کرتے تو حضور علیہ السلام ان کو قتل بھی کرتے باقی رہا (السام علیک) کہنے والے یہودی کو قتل نہ کرنا، تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ مسلمانوں کی حفاظت میں تھا اور اسلام کی ابتداء تھی اور یہ بھی کہ آپ کو اس وجہ سے کچھ لوگوں کے ایمان لانے کی توقع تھی۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۱۹۲ امام ابو عبداللہ دستانی مالکی بحوالہ شرح مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی)

ایک غلط فہمی کا ازالہ

عموماً یہ بات مشہور ہے کہ جس کلام میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال اسلام کا ہو تو اس کلام کو اسلام پر محمول کیا جائے گا اور قائل کی تکفیر نہ کی جائے گی یہ اس وقت ہے کہ واقعی کلام میں متعدد احتمالات ہوں بعض کفریہ اور بعض غیر کفریہ ایسی صورت میں مفتی، قائل کے کلام کو غیر کفریہ معنی پر محمول کرے گا لیکن اگر متعدد احتمالات نہ ہوں بلکہ صرف ایک ہی معنی ہو اور وہ خدانخواستہ کفریہ ہے تو اب مفتی کے لئے قائل کی تکفیر کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں۔

چنانچہ ردالمحتار ج ۲ ص ۳۹۹ پہ ہے۔

و فی الدرر و غیرها اذا کان فی المسئلة وجوه توجب الکفر و احد یمنعه فعلی المفتی المیل لما یمنعه ثم لو نیته ذلک فمسلم و الا لم ینفعه حمل المفتی.

درر و غیرہ میں ہے کہ جب کسی مسئلہ میں کچھ وجوہ کفر کو واجب کرتی ہوں اور ایک وجہ کفر سے روکتی ہو تو مفتی پر واجب ہے، کہ اس کو منع عن الکفر پر محمول کرے بشرطیکہ قائل کی نیت بھی وہی ہو ورنہ مفتی کے منع عن الکفر پر محمول کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

اسی طرح جو شخص گستاخانہ لفظ بولتا ہے اور جب اس کی تکفیر کی جاتی ہے تو وہ اپنے دفاع کے لئے کہتا ہے کہ میری نیت اس سے توہین نہ تھی۔ اس سلسلہ میں تحقیق یہ ہے کہ جس لفظ کے متعدد معانی ہوں اس کے متعلق قائل یہ کہہ سکتا ہے کہ میری نیت میں فلاں گستاخانہ معنی نہ تھا بلکہ فلاں معنی تھا لیکن جس لفظ کا لغت، عرف یا شرع کے اعتبار سے ایک ہی معنی ہو اور وہ معنی گستاخانہ ہو تو اب قائل کی نیت کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

مثلاً طلاق کا عرف وشرع میں ایک ہی معنی ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو انت طالق کہہ دے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی اب اگر کوئی شخص بیوی کو یہ لفظ بول کر کہے کہ میری نیت اس کا لغوی معنی تھا کہ ''وہ کھلی ہوئی ہے یعنی بندھی ہوئی نہیں ہے'' یا یہ کہ میں نے یہ لفظ یونہی کہہ دیا ہے اس سے میری نیت طلاق نہیں ہے تو اس کی نیت کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ کیوں کہ صریح لفظ میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا۔ بخلاف اس کے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو ماں کہہ دے تو یہ لفظ چونکہ طلاق کے لئے نہیں ہے لہٰذا اس کی نیت پوچھی جائے گی اگر طلاق کا ارادہ کرے گا تو طلاق ہو گی اور اگر عزت وحرمت کا ارادہ تھا تو اس معنی کا اعتبار ہوگا اسی طرح اگر کوئی کسی کو ولد الحرام یا حرام زادہ کہتا ہے تو پھر تاویل کرتا ہے کہ میری نیت مسجد حرام والے حرام یعنی حرمت وعزت کی تھی تو نیت کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ اس کو تعزیر لگائی جائے گی۔ کیوں کہ عرب میں یہ لفظ ناجائز اولاد کے لئے متعین ہے۔ علامہ شامی نے لکھا ہے

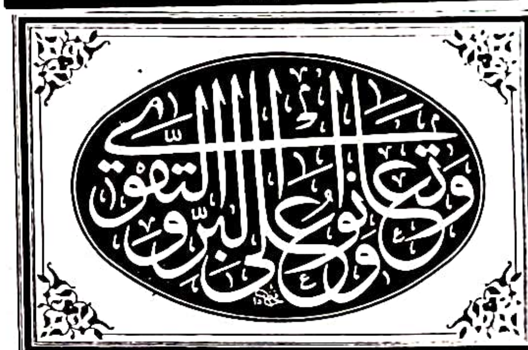
ان ما کان دلیل الاستخفاف یکفر به و ان لم یقصد الاستخفاف۔ (ردالمحتار ج ۳ ص ۳۹۲)

جو چیز توہین کی دلیل ہو اس پر تکفیر کی جائے گی خواہ اس نے توہین کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔

اس سلسلہ میں آخری بات وہ ہے جو قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے فرمائی اور پاک و ہند کے پانچ سو علماء نے فیصلہ فرمایا من قال لشعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم شعیرۃ یکفر۔ اگر کسی نے حضور علیہ السلام کے موئے مبارک کو حقارت وتضحیک، استخفاف و اہانت کے انداز میں بطور تصغیر شعیرۃ (معمولی بال) کہہ دیا تو اس گستاخی کی وجہ سے وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ (الشفاء ۲:۳۸۶۔ عالمگیری)

بہت سادہ سا ہے اپنا اصولِ زندگی کوثر
جو ان سے بے تعلق ہو ہمارا ہو نہیں سکتا





﴿۹۸﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا وَضَعْتُ الرُّکْنَ بِیَدِیْ

میں نے حجرِ اسود کو اپنے ہاتھ سے رکھا
(جب قریش اس کے رکھنے میں اختلاف کررہے تھے)
(دلائل النبوۃ: امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی ج ا ص ۵۶)

کعبۃ اللہ

کعبۃ اللہ ساری زمین کا افضل ترین ٹکڑا ہے جسے ساری زمین کی ماں ہونے کا شرف حاصل ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

والارض بعد ذلک دحھا۔ (النازعات)

اور اللہ تعالیٰ نے آسمان بنانے کے بعد زمین کو بچھایا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

کان البیت قبل الارض بالفی سنۃ (و اذا الارض مدت) قال من تحتہ مدت۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ۲:۴۴)

بیت اللہ شریف زمین سے دو ہزار سال پہلے موجود تھا فرمایا (قیامت کے دن جب زمین کو پھیلایا جائے گا) اس کی ابتداء بھی اسی خطہ زمین کے نیچے سے ہوگی۔

یعنی یہ خطہ ابتداء ہی سے حج و زیارۃ کے لئے منتخب کرلیا گیا تاکہ انسانیت کو ایک مرکز نصیب ہو جس سے وہ فیوض و برکات پائیں۔ سورۂ بقرہ میں اس کی مرکزیت کو یوں بیان کیا گیا۔

و اذ جعلنا البیت مثابۃ للناس و امنا۔ (۱۲۵:۲)

ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لئے مرکز اور امن کا گہوارہ بنایا۔

اس عظمت وشان والے گھر کی تعمیر کس شان سے ہوئی اس کا ذکر حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں یوں ہے۔

بعث الله جبريل الى ادم و حواء فقال لهما ابنيا في بناء فخط لهما جبريل فجعل ادم يحفر و حواء تنقل حتى اجابه الماء نودى من تحته حسبك يا ادم فلما بنياه اوحى الله تعالىٰ اليه ان يطوف به و قيل له انت اول الناس و هذا اول بيت ثم تناسخت القرون حتى حجه نوح ثم تناسخت القرون حتى رفع ابراهيم القواعد منه.

(دلائل النبوۃ للبیہقی ۲:۴۵ البدایہ والنہایہ ۲:۲۹۹)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور مائی حوا علیہما السلام کی طرف جبریل امین کو بھیجا اور فرمایا کہ میرے لیے ایک گھر بناؤ چنانچہ حضرت جبریل امین نے حد بندی کر دی اور حضرت آدم علیہ السلام نے مٹی کھودنا شروع کر دی اور حضرت حوا مٹی کو دوسری جگہ منتقل کرنے لگیں، یہاں تک کہ وہ پانی کی سطح تک پہنچ گئے، نیچے سے آواز آئی اے آدم! اب بس کرو اتنی گہری کافی ہے۔ جب انہوں نے تعمیر مکمل کر لی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ اب اس کا طواف کرو۔ انہیں بتایا گیا کہ آپ پہلے انسان ہیں اور یہ پہلا گھر ہے۔ اس کے بعد صدیاں بیت گئیں یہاں تک کہ نوح علیہ السلام نے اس کا حج کیا پھر صدیاں بیت گئیں یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو بنیادوں سے اُٹھایا۔

پھر زمانہ گذرتا گیا اور یہ عمارت منہدم ہو گئی تو "قوم عمالقہ" نے اس کو تعمیر کیا اس کے بعد "بنو جرہم" نے تعمیر کیا پھر جب عمارت بوسیدہ ہوئی تو قریشِ مکہ نے اسے ازسرِ نو تعمیر کرنے کا منصوبہ بنایا اس وقت حضور علیہ السلام کی عمر مبارک تقریباً ۳۵ سال تھی۔

ہوا یوں کہ ایک عورت کی بے احتیاطی کی وجہ سے آگ بھڑک اُٹھی جس کی وجہ سے نئی تعمیر کی ضرورت پیش آئی۔ لیکن مسئلہ یہ تھا کہ پہلی عمارت کو ڈھانے کی کون جرأت کرے، ہو سکتا ہے اللہ کو یہی عمارت زیادہ پسند ہو جو اگرچہ مٹی کا تودہ ہے لیکن مرمر کی سلوں سے زیادہ پیارا

ہو، بقول اقبال ؎

میں نا خوش و بے زار ہوں مَر مَر کی سلوں سے
میرے لیے مٹی کا حرم اور بنا دو

تمام سردار سر جوڑ کر بیٹھے اور مشورہ کرنے لگے ولید نے کہا ہماری نیت صحیح ہے لہٰذا کچھ نہیں ہوگا۔ ہمارا ارادہ اصلاح و تعمیر کا ہے نہ کہ شکست و تخریب کا، اس لیے کام شروع کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے تعمیر کعبہ کے اسباب یوں مہیا فرما دیے کہ روم کے ایک تاجر کا جہاز سمندر نے ساحل جدہ پر لا پھینکا اور وہ ٹوٹ پھوٹ گیا، قریش مکہ نے کعبہ پر چھت ڈالنے کے لئے اس کے تختے حاصل کر لیے۔ جب انتظام مکمل ہو گئے تو وہ نازک لمحہ آ گیا جس سے سارے ڈر رہے تھے اور وہ یہ تھا کہ کہیں کعبہ کو گراتے ہوئے ہم پر عذاب نازل نہ ہو جائے آخر حضور علیہ السلام کے والد ماجد کے ماموں حضرت ابو وھب نے جرأت کی جو بڑے پاک باز اور شریف تھے۔

فتناول من الكعبة حجرا فوثب من يده حتى رجع الى موضعه۔ (الروض الانف ۱:۱۳۰)

آپ نے کعبہ کا ایک پتھر اُکھاڑا تو وہ ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر دوبارہ اپنی جگہ پہ جا لگا۔

سب کے رنگ فق ہو گئے، متوقع عذاب نے ان کے اوسان خطا کر دیے، کیوں کہ اسی بات کا انہیں ڈر تھا ابو وھب بڑے حقیقت شناس اور دور اندیش تھے انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا "اے قریشیو! وعدہ کرو کہ کعبہ کی تعمیر پر تم بالکل پاکیزہ اور حلال کمائی ہی خرچ کرو گے، سود، غصب، غارت گری کا مال نہیں لگاؤ گے"۔

سب نے وعدہ کر لیا اور کعبہ معظمہ کے ایک ایک حصے کی تعمیر ایک ایک قبیلے نے اپنے ذمہ لے لی۔ اب جناب ابو وھب نے آگے بڑھ کر ایک پتھر اکھیڑا تو وہ آسانی سے اُکھڑ گیا اور کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہ آیا، باقی قریش بھی بڑھے اور عمارت گرانے میں مصروف ہو گئے۔

جب ابراہیمی بنیادوں تک پہنچے تو انہیں بڑے بڑے پتھر نظر آئے جیسے اونٹوں کی کوہانیں ہوتی ہیں اور ایک دوسرے میں پھنسے ہوئے تھے، ایک نوجوان نے انہیں اپنی جگہ سے اُکھاڑنا چاہا تو ایک بجلی کوندی جس سے سب کی نظریں چندھا گئیں سب کو ایک زبردست جھٹکا لگا

جیسے زلزلہ آ گیا ہو، وہ ڈر گئے اور مزید پتھر اُکھاڑنے کا ارادہ ترک کر کے انہی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کا فیصلہ کرلیا۔

حضور علیہ السلام نے خود بھی بنفس نفیس اس کام میں حصہ لیا آپ پتھر لا لا کر دیتے رہے یہاں تک کہ قد آدم کے برابر دونوں دیواریں تعمیر ہو گئیں۔

اب وہ مرحلہ آ گیا کہ جب کعبہ کی دیوار کے کونے میں "حجرِ اسود" نصب کرنا تھا اچانک اندھی عصبیت کے سوئے ہوئے فتنے انگڑائی لینے لگے۔ اور پُرسکون فضا بادِ سموم کے تند و تیز جھکڑوں میں تبدیل ہو گئی۔ ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ یہ سعادت اسے حاصل ہو اور دوسرے قبائل اگر بخوشی یہ سعادت اس کے حوالے نہ کریں گے تو بزورِ شمشیر بھی وہ یہ اعزاز حاصل کر کے رہے گا۔ تلواریں نیاموں سے نکل آئیں ہر قبیلے کے اجلاس ہو گئے اور خون سے بھرے پیالوں میں ہاتھ ڈبو کر قسمیں کھانے لگے کہ کٹ مریں گے مگر یہ اعزاز کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہونے دیں گے

فمكثوا على ذلك ليالي ثم تشاوروا فقال ابو امية ابن المغيرة وهو راس قريش اجعلوا بينكم اول من يدخل من باب هذا المسجد يقضي بينكم فيه۔ (الوفا باحوال المصطفیٰ ص ۱۴۶
السیرۃ النبویہ، ابن کثیر ج ۱ ص ۲۸۰)

چند روز تک یہی صورت حال رہی پھر انہوں نے باہم مشورہ کیا ابو امیہ بن مغیرہ جو قریش کا سردار تھا، نے کہا تم لوگ آپس میں فیصلہ کرلو کہ اس مسجد میں جو سب سے پہلے داخل ہوگا اسے اپنا حاکم تسلیم کرلو گے اور وہ اس تنازعہ کے لئے جو بھی تجویز پیش کرے گا تم سب اس کو مانو گے۔

اگلی صبح سب سے پہلے حرم شریف کے اس دروازے سے جسے باب بنی شیبہ کہا جاتا تھا حضور علیہ السلام حرم مسجد میں داخل ہوئے، آپ کو دیکھ کر لوگوں کی خوشی کی انتہا نہ رہی ان میں جو بزرگ ترین تھا اس نے کہا۔

هذا الامين رضينا به حكما هذا محمد.

(السیرۃ النبویہ: ابن ہشام ج ۱ ص ۲۱۴)

یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں ہم سب ان کے فیصلے پر راضی ہیں۔

جب حضور علیہ السلام وہاں پہنچے تو انہوں نے سارا ماجرا عرض کیا آپ نے ان کی درخواست قبول فرماتے ہوئے فرمایا هلم الی ثوبا۔ میرے پاس ایک چادر لاؤ۔

وہ چادر لائے آپ نے چادر کو زمین پہ بچھایا، اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو چادر کے درمیان رکھا اور ہر قبیلہ کے سردار کو بلا کر ایک ایک کونہ پکڑا دیا اور فرمایا اس کو اُٹھا کر لے چلو جب وہ اس مقام پر پہنچے جہاں حجر اسود نصب ہونا تھا تو میرے آقا نے اپنے نورانی اور گورے گورے ہاتھوں سے اس بابرکت کالے کالے پتھر کو اس کے مقام پر رکھ دیا۔

کہاں یہ مرتبے اللہ اکبر سنگِ اسود کے
یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے ہیں محمد کے

اس طرح اس مقدس کام میں شرکت کا فخر بھی سب کو حاصل ہو گیا اور فتنہ و فساد کے بھڑکتے ہوئے شعلے بھی اپنی موت آپ مر گئے اور سب کے دلوں میں مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی۔ یہ حسن تدبر کی ایسی مثال اور حکمت و بصیرت کا ایسا مظاہرہ تھا جس نے بڑے بڑے سرداروں کو حیران کر دیا اور عدل و انصاف پر مبنی اس فیصلے سے سب خوش ہو گئے اور تسلیم کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آتش فشاں کے دہانے پر کھڑی قوم کو نئی زندگی عطا کر دی ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علی قلبہ الطاهر الذکی و یدہ الطاهرة الزکیة المیمونة و علی الہ و صحبہ و سلم۔ اس واقعہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے آپ نے فرمایا

انا وضعت الركن بيدي.

میں نے حجرِ اسود اپنے ہاتھ سے رکھا۔

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

جناب ابوطالب نے اس موقع پر کہا

ان لنا اولہ و اخرہ — فی الحکم والعدل الذی لا ننکرہ
وقد جهدنا جهدنا لنعمرہ — وقد عمرنا خیرہ و اکثرہ

فان یکن حق ففینا اکثره

ہمارے پاس اس (محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا کعبۃ اللہ) کا پہلا اور پچھلا زمانہ حکمت و عدل میں ایسا ہے جس کا انکار ممکن نہیں۔

ہم نے کعبہ کی تعمیر میں پوری کوشش کی اور اس کا بہتر اور اکثر حصہ ہم نے تعمیر کیا۔

اگر یہ بات حق ہے تو اس کا وافر حصہ ہم (بنو ہاشم) کو ملا ہے۔

(ترجمہ اشعار: استاذی المکرم قاری محمد طیب نقشبندی)

حضور علیہ السلام کی حکمت و بصیرت اور راہنمایان عالم

عموماً ناسمجھی کی وجہ سے کبھی دوسروں کی نقلی چیز اپنی اصلی سے زیادہ اچھی معلوم ہونے لگتی ہے یا یوں کہو کہ غیروں کی مٹی میں کشش محسوس ہونے لگتی ہے اور اپنا خالص سونا بھی دل کو نہیں بھاتا آج کل کا پڑھا لکھا، دین سے دور نوجوان بھی اسی مرض میں مبتلا ہے، اس کو دین اسلام کی یا پیغمبر اسلام کی بات سُناؤ تو بدکتا ہے اور بغلیں جھانکتا ہے کہ کوئی مجھے بنیاد پرست نہ کہہ دے قرآن سننے سے کتراتا ہے اور انگریزوں سے نہ شرماتا ہے نہ گھبراتا ہے۔

ان کی بات اللہ رسول سے بھی زیادہ پسند کرتا ہے، وجہ ترجیح بیان کرتے ہوئے فوراً حوالہ دیتا ہے، اجی دیکھو انگریز تو چاند پہ پہنچ گیا وہاں سے خاک لایا ہے تم نے کیا کیا؟ ارے خدا کے بندے! جو خاک سے اُٹھا اور چاند پہ جا کر بھی خاک ہی لایا وہ تجھے کیا خاک دے گا ذرا اپنا گھر بھی دیکھ تیرے نبی نے اسی چاند کو ٹکڑے کر کے قدموں میں لا کر بتا دیا ہے کہ چاند پہ جانا کمال نہیں چاند کو قدموں میں لانا کمال ہے۔

امریکہ و یورپ والے اگر آج ٹیلی فون، فیکس، انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعے دور دور بات کرنے اور سننے کے قائل ہوئے ہیں تو ہمارے آقا نے تو اپنی والدہ ماجدہ کے بطن اقدس میں رہ کر لوح محفوظ پر چلتے قلم کی آواز کو سُنا ہے۔ دوسروں کے پیچھے تو وہ چلے جس کا اپنا ماضی تاریک و شرمناک ہو، تیرا ماضی تو اتنا تابناک اور قابل رشک ہستیوں سے بھرپور ہے کہ دشمن بھی تیرے نبی کے قصیدے پڑھتے نظر آتے ہیں۔ پڑھ کے دیکھ لو انگریز کی کتاب "ہنڈرڈ اینڈ ون"، "ایک سو ایک" اس میں پہلا نام ہمارے آقا کا ہے کہ انگریز ہو کر لکھتا ہے مجھے کائنات میں ان جیسا نظر ہی نہیں آیا

اس لیے میں نے اپنے نبی عیسیٰ علیہ السلام کو بعد میں رکھا اور پہلے نمبر پہ محمد رسول اللہ کو رکھا۔

"وال ٹیر" کہتا ہے محمد سے بڑا انسانیت نواز انسان دنیا کبھی نہ پیدا کر سکے گی (صلی اللہ علیہ وسلم) "آرنلڈ ٹوائن بی" لکھتا ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دنیا سے رنگ اور نسل کا طبقاتی امتیاز یکسر ختم کر دیا اور کسی مذہب نے اتنی کامیابی حاصل نہ کی جتنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مذہب نے حاصل کی آج کی دنیا جس ضرورت (مساوات، انصاف، جہالت و غربت کا خاتمہ وغیرہ) کے لئے رو رہی ہے اسے صرف اور صرف مساوات محمدی کے ذریعے ہی پورا کیا جا سکتا ہے۔

"ایچ پارنین" نے لکھا کہ انسانی دنیا میں ایک وسیع خلا تھا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو عالمی برادری کو پیغام دیا اس نے اس خلا کو پُر کر دیا، انسان انسان کے قریب آ گیا، آج ہم عالمی برادری کی جو اصطلاح استعمال کرتے ہیں اس کا تصور پیغمبر اسلام کی عطا ہے۔

(رسول اکرم کا وسیلہ جلیلہ از جسٹس محمد اقبال)

ہم پاگل نہیں ہیں جو تمہیں بار بار اسلام و پیغمبر اسلام کی طرف بلاتے ہیں اگر کسی عالم کا انداز گفتگو پسند نہیں تو اس وجہ سے اسلام سے دور تو نہ بھاگو خود پڑھو اسلام کو اور سیرت مصطفیٰ کو، ہم نہیں کہتے تم ماز وے تنگ، چرچل، ہٹلر اور لینن کو نہ پڑھو، پڑھو اور ضرور پڑھو لیکن پھر آمنہ کے لعل کو اور عبداللہ کے در یتیم کو بھی پڑھو یقیناً کہو گے ؎

اب میری نگاہوں میں جچتا نہیں کوئی
جیسے میری سرکار ہیں ویسا نہیں کوئی

کیا یہ تھوڑا فرق ہے کہ ان سب کا استاد جتنا بھی بڑا ہو گا زمین پہ ہی ہو گا اور میرے مصطفیٰ کا استاد عرش والا ہے "الرحمن علم القران"۔

یہ مساوات کے دعوے دار بقول اقبال ؎ پیتے ہیں لہو، دیتے ہیں تعلیم مساوات

صرف نعرے کی حد تک ہے بڑے سے بڑا سرمایہ دار سوشلزم کی بات کرنے لگے تو ایسی احمق قوم ہے اس کی جائیداد و عیش پرستی کو نظر انداز کر دیتی ہے اور کوئی مساوات کا دشمن نظر آتا ہے تو مسجد کا مولوی بے چارہ ساری زندگی مسجد کے حجرے میں گذار دینے والا کیوں کہ یہی لوگوں کو

مساواتِ محمدی کی باتیں سُنا کر نام نہاد مساوات کے دعوے داروں کو ننگا کرتا ہے۔ غریب کے حالات تو وہی جان سکتا ہے جو خود غربت کی چکی میں پسا ہوا اور جس کے کتے بھی ریشمی کپڑے پہنتے ہوں اس کو کیا معلوم غریب بغیر بستر کے سردی کی رات سڑک پر کس طرح ٹھٹھر کر گذارتا ہے، مولوی تو تمہیں صرف یہی عرض کرتا ہے کہ مساوات دیکھنی ہے تو دیکھو آمنہ کا لعل کس طرح چند کھجوریں اپنے صحابہ کرام کو کھلا رہے ہیں اور خود پاس بھوکے کھڑے ہو کر دیکھ رہے ہیں۔

یا وہ واقعہ پڑھو کہ دودھ کا ایک پیالا کس طرح ستر صحابہ کو پلایا جا رہا ہے اور اللہ کے نبی خود آخر میں نوش فرماتے ہیں۔

ایک جنگ کے موقع پر جب کسی کے پاس توشہ کم تھا کسی کے پاس زیادہ کسی کے پاس بالکل نہیں تھا آپ نے سب کو حکم دیا کہ جو کچھ کسی کے پاس ہے لے آؤ سارا ملا کر سب کو اکٹھا بٹھا کے سب کا پیٹ بھر دیا اسی نبی کے غلاموں کے متعلق سورہ دھر کی آیت **و یطعمون الطعام علی حبه الخ** اور سورہ حشر کی آیت **ویؤثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة** اتریں ان کا شانِ نزول پڑھو اور پھر فیصلہ خود ہی کر لو اگر فیصلہ انصاف سے کرو گے تو اس کے سوا کچھ نہ کہو گے

ے یہ انتخاب ہمارا ہی انتخاب نہیں
خدا کے گھر میں بھی آقا ترا جواب نہیں

بدر کے سفر میں سواریاں کم ہونے کی وجہ سے ایک ایک سواری تین تین افراد کو ملی باری باری بیٹھتے ہمارے آقا نے اپنے آپ کو بھی اسی قانون کا پابند فرمایا آپ کے ساتھ حضرت علی اور حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہما تھے ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام کی پیدل چلنے کی باری آئی تو دونوں ساتھیوں نے عرض کیا۔

یقولان له ارکب حتی نمشی فیقول انی لست باغنی عن الاجر منکما ولا انتما با قویٰ علی المشی منی۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۳۹)

حضور آپ سوار ہو جائیں ہم پیدل چلتے جائیں گے فرمایا میں تم سے اجر و ثواب کا زیادہ طالب ہوں اور تم مجھ سے چلنے کی زیادہ طاقت نہیں رکھتے۔

یعنی نہ ان کو اپنی برتری کا احساس دلایا بلکہ ان کے ذہن میں جو احساس پیدا ہوا تو اس کی بھی توجہ دوسری طرف پھیر دی۔ یہی جلوہ آپ کے غلاموں میں بھی نظر آتا ہے عمر فاروق بیت المقدس فتح کرنے گئے تو زمانے نے دیکھا ۔

دیکھئے کس شان سے امت کا امام آتا ہے
خود تو پیدل ہے سواری پہ غلام آتا ہے

یہی تو وجہ ہے کہ جو محمد عربی کے سچے غلام ہوئے آج شاہانِ وقت بھی ان کے قدموں میں حاضری دیتے ہیں کون نہیں جانتا کہ پاکستان کے ہر حکمران نے داتا گنج بخش کی چوکھٹ کو بوسہ دیا ہے یقیناً یہ کمال ان کا نہیں بلکہ مدینہ والے کی سچی غلامی کا کمال ہے ۔

محبوب دو عالم ہیں ادھر آ کے تو دیکھو
مشتاق نگاہیں ہیں ادھر آ کے تو دیکھو

معمولی سی پذیرائی مل جائے تو اپنے خلاف بات سُننا گوارہ نہیں کیا جاتا لیکن ہمارے آقا پتھر کھا رہے ہیں گالیاں سن رہے ہیں اور اللہ کی پیش کش کے باوجود قوم کو تباہ کرانے کی بجائے دعاؤں سے نواز رہے ہیں **اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔** والیل کی زلفوں پہ کوڑا پھینکنے والی مائی بیمار ہوتی ہے تو بمع صحابہ اس کی بیمار پرسی فرمانے جا رہے ہیں۔ اگر خود کو تکلیف میں ڈال کر کسی کو آرام ملتا دیکھتے ہیں یا کسی کی تکلیف ختم ہوتی دیکھتے ہیں تو اس کو بھی قبول فرما لیتے ہیں "میری خیر ہے تیرا کام ہو جائے" اے دورِ حاضر کے مغربی تعلیم کے دلدادہ نوجوان! تجھے کہاں سے ملے گا اس لیے میری التجا ہے ۔

تم شوق سے کالج میں پلو پارک میں پھولو
جائز ہے غباروں میں اُڑو عرش پہ جھولو
اک بات بندۂ عاجز کی رہے یاد
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

دوسرے لیڈر تو غریب آدمی سے الیکشن کے لالچ میں ہاتھ ملا لیں تو صابن سے ہاتھ دھوتے ہیں ہمارے حضور کی عظمت یہ ہے۔

كان النبى صلى الله عليه وسلم اذا استقبله الرجل فصافحه لا ينزع يده من يده حتى يكون الرجل ينزع ولا يصرف وجهه عن وجهه حتى يكون الرجل هو يصرفه.

کہ جب حضور علیہ السلام کے سامنے کوئی شخص آتا تو آپ خود اس سے مصافحہ فرماتے اور پھر ہاتھ نہ کھینچتے جب تک کہ وہ خود نہ کھینچتا اور چہرہ اس سے نہ ہٹاتے جب تک کہ وہ خود چہرہ نہ پھیرتا (صلی اللہ علیہ والہ وسلم)۔ (ترمذی ج۲ ص۷۵)

مدینہ کی ایک پاگل بوڑھی مائی حضور علیہ السلام کو لے کر مدینہ کی گلیوں میں گھوم رہی ہے (اور زمانہ مائی کے مقدر پہ گھوم رہا ہے) حضور علیہ السلام اس کو احساس کمتری سے بچانے کے لئے فرما رہے ہیں جہاں چاہے لے چل میں تیری باتوں سے تنگ دل نہیں ہوں گا (کہ اگر میں بھی تیری نہ سنوں گا تو پھر کون سُنے گا)۔

دنیا میں احترام کے قابل ہیں جتنے لوگ
میں سب کو مانتا ہوں مگر مصطفیٰ کے بعد

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبر بھی کیا تُو نے؟

آپ مجھے بتائیں کسی کے پاس ایسا ہادی ہوسکتا ہے سوائے امت مسلمہ کے، ان کے قدموں کو چھوڑ کر ان کے دشمن کی غلامی پہ نازاں ہونا حماقت نہیں تو کیا ہے؟ ہمارا نوجوان اپنی وضع قطع، اپنا لباس وحلیہ، اپنے طور طریقے، اپنی حرکات وسکنات انگریز کے مطابق بنا کر فخر محسوس کرتا ہے۔ ہماری حکومتوں کے قانون انگریز کے وضع کردہ ہیں جن میں نہ شرم وحیاء ہے اور نہ ادب و احترام ہے، ہماری عورتیں سیرت فاطمہ اپنانے کی بجائے مغربی عورتوں کی تقلید میں ہلکان ہو رہی ہیں یعنی پورا معاشرہ بجائے مکہ ومدینہ کی طرف جانے کے لندن وامریکہ کی جانب رواں دواں ہے جہاں سے ذلت ورسوائی کے علاوہ کچھ نہ ملے گا۔

دوستو! پیاسے شخص کے گھر کے دروازے پر نہر بہہ رہی ہو تو اس کا جنگل کو بھاگنا حماقت کے سوا کچھ نہیں، کلمہ اسلام کا پڑھ کر پروگرام سارا دشمنانِ اسلام کا اپنانا کہاں کی مسلمانی ہے؟ عزت چاہتے ہو، شہرت چاہتے ہو تو تمہیں امریکہ کی غلامی میں نہیں مدینہ کی خاک سے ملے

گی اور جس کو جو ملا ہے حضور کے قدموں ہی سے ملا ہے لہٰذا۔

درِ نبی پہ پڑے رہو تم "کیونکہ" پڑے ہی رہنے سے کام ہوگا۔

ہر نعمت بار بار ملتی ہے دولت، تندرستی کبھی آتی ہے کبھی جاتی ہے لیکن زندگی صرف ایک بار ہی ملی ہے اور جو لمحہ گذر گیا قیامت تک نہ آئے گا اسی لیے اللہ نے زمانے کی قسم اُٹھائی ہے اور جب زندگی کے لمحات ختم ہو جاتے ہیں تو ایک لمحہ کی مہلت بھی نہیں ملتی ارشاد باری تعالیٰ ہے لا يستاخرون ساعة ولا يستقدمون۔ نہ ایک لمحہ پیچھے ہوسکتے ہیں نہ آگے بڑھ سکتے ہیں بچپن تو والدین کے ہاتھ میں ہوتا ہے اگر ضائع ہو جائے تو والدین پر ہی افسوس کرنا چاہیے کہ انہوں نے اپنی ذمہ داری کو صحیح طریقے سے نہیں نبھایا، اور بڑھاپا ویسے ہی دردِ سر اور بے کار ہوتا ہے اس میں کیا ہوسکتا ہے؟ آ جا کے ایک جوانی ہی رہ جاتی ہے اگر اس کو سنبھال لیا تو

؎ در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری

لیکن افسوس! ان جوانوں پر جو اپنی حسین جوانی کو چوکوں اور تھڑوں کی نذر کر دیتے ہیں اور ایک روپیہ ضائع ہونے پر تو افسوس کرتے ہیں مگر اتنی قیمتی چیز ضائع ہونے پر ذرا ندامت نہیں ہوتی۔

جوانو! تم نے بڑے بڑے نشے کیے، سوائے ذلت کے کیا ملا، آؤ! محبت رسول کے نشہ کا ایک گھونٹ بھی پی کر دیکھو، دنیا کے غلیظ نشوں نے تمہیں قوم پر بوجھ بنا دیا ہے سرکار کی محبت کا نشہ تمہیں قوم کا امام بنا دے گا

؎ طیبہ کے گدا دیکھے ہیں دنیا کے امام اکثر
بدل دیتے ہیں تقدیریں محمد کے غلام اکثر

تم نے بڑے بڑے رنگوں کو اپنایا اپنے آپ کو حسین بنانے کے لئے، ذرا سرکار کی سنت کا رنگ اپنے اوپر چڑھا کر دیکھو حُسن خود تمہارے سامنے ہاتھ باندھ کے کھڑا ہو جائے گا، وہ لذت دنیا کے کسی نشہ میں نہیں جو سرکار کی محبت میں ہے اور وہ حسن دنیا میں کہیں نظر نہ آئے گا جو سرکار کی اداؤں میں چھلکتا ہے اگر خبر ہو جائے تو کہتے پھرو

؎ غلام مصطفیٰ بن کر میں بک جاؤں مدینے میں
محمد نام پہ سودا سرِ بازار ہو جائے

اپنی مجلسوں کو ہنسی مذاق، گالی گلوچ، بے ہودہ گوئیوں سے پاک کر کے ذکرِ الٰہی اور درود شریف سے سجاؤ تا کہ وہ مجلس وبال جان بننے کی بجائے باعث نجات بن جائے کیوں کہ حدیث شریف میں آتا ہے جس مجلس میں ذکر الٰہی، نہ ہو قیامت کے دن وہ مجلس، بیٹھنے والوں پر مردار، بد بودار گدھے کی طرح (حسرت وندامت) ہوگی۔

یہی وہ نوجوان ہیں کہ جن کے ایک ہاتھ میں قرآن دوسرے میں تلوار ہوتی تھی اور محمد بن قاسم کا کردار ادا کرتے ہوئے ملکوں کے ملک فتح کرتے چلے جاتے، آج انہوں نے ایک ہاتھ میں گیند اور دوسرے میں بلا پکڑ رکھا ہے اور گھروں میں ڈیک پر فحش گانے چل رہے ہوتے ہیں ماں بھی سُن رہی ہے اور بہن بھی۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

ہمارے آقا کا ایک ایک فرمان بالخصوص نوجوان نسل کے لئے ایسا بابرکت اور نافع ہے کہ اس کے مقابلے میں ساری دنیا بھی ہیچ نظر آتی ہے، اگر ایک فرمان پر بھی کماحقہ عمل کرلیا جائے تو زندگی سنور سکتی ہے اور آخرت بھی بن سکتی ہے۔ فضولیات میں وقت ضائع کرتے رہنا اور اللہ کی عبادت کے لئے وقت نہ ملنے کے بہانے بناتے رہنا جیسی لعنتوں سے دامن بچایا جاسکتا ہے۔ سینما اور وی سی آر کے آگے گھنٹوں بیٹھے رہنا اور خدا کی عبادت کو چند منٹ نہ دینا، بازاروں اور چوکوں پہ دوستوں کے ساتھ وقت ضائع کرتے رہنا، کبھی فلاں ہوٹل میں کھانا کبھی فلاں جگہ کی سیر کبھی فلاں گیم کیا یہ پروگرام تیری زندگی کی قیمتی گھڑیوں کے لئے زہر قاتل نہیں ہیں کاش اے نوجواں! تیری زندگی کی یہ تمام فضول مصروفیات ختم ہو جائیں اور یہی وقت فرائض کی ادائیگی اور نبی علیہ السلام کی غلامی میں صرف ہونے لگے۔

حضور علیہ السلام نے چند لفظوں میں ہمیں کیا کچھ نہیں عطا کردیا، ارشاد فرمایا

من حسن اسلام المرٗ ترکه مالا یعنیه

بندے کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ ہر بے فائدہ کام چھوڑ دے۔

وقت ضائع کرنے سے صرف تیرا ایک فرد کا ہی نقصان نہ ہوگا بلکہ پوری ملت اور قوم کا نقصان ہوگا، ہزاروں نوجوان جو اپنا قیمتی وقت فضولیات میں ضائع کر رہے ہیں یہ پوری قوم کی

امانت ہے جو ضائع ہو رہی ہے افسوس کہ اتنی قیمتی متاع ضائع ہونے پر قوم ٹس سے مس نہیں ہو رہی، کیا دوسرے ملکوں کے نوجوان ہمارے ملک کے جوانوں سے زیادہ قابل ہیں یا ان کے دو دو دل و دماغ ہیں کہ نئی نئی ایجادات کر رہے ہیں، بات صرف یہ ہے کہ ان کی زندگیوں میں انجماد نہیں وہ ہر وقت متحرک رہتے ہیں۔

حضور علیہ السلام کے فرمان سے معلوم ہوا کہ ہمارا دین ہمیں نکما اور بے کار نہیں بناتا کہ ہڈ حرام بن کر گھروں میں پڑے رہیں بلکہ جہد مسلسل کا حکم دیتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ جس کے دو دن یکساں ہوں (یعنی جہاں آج ہے کل بھی وہیں ہو اپنے اندر میں کوئی نیا کمال پیدا نہیں کیا یا اپنے علم میں اضافہ نہیں کیا) وہ سخت خسارے میں ہے۔ وہی ملک و قوم ترقی کرتے ہیں جس کے نوجوان اپنا قیمتی وقت ملک و قوم کی خدمت کے لئے لگائیں ان کو وقت ضائع ہونے پر اتنا ہی افسوس ہو جتنا کہ کسی کا جوان بیٹا مرنے پر افسوس ہوتا ہے

غافل یہ گھڑیال تجھے دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

حکمت و دانائی جہاں سے ملے حاصل کرلو

حدیث شریف میں ہے الکلمة الحکمة ضالة المؤمن دانائی کی بات مومن کی گم شدہ پونجی ہے جہاں سے ملے لے لے کہ مؤمن ہی اس کا زیادہ حق دار ہے۔ لہٰذا علم حاصل کرنا تو کمال ہی کمال ہے لیکن غیروں کا رنگ اپنے اوپر چڑھا لینا یہ بُری بات ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جن کے لئے حضور علیہ السلام نے یوں دعا فرمائی اللهم فقهه فی الدین. اللهم علمه الکتب یا اللہ! اس کو دین کی سمجھ دے، اے اللہ! اس کو کتاب کا علم دے۔

آپ نے لوگوں کو ایک مرتبہ فرمایا

یا معشر المسلمین کیف تسئلون اهل الکتب عن شئی و کتابکم الذی انزل الله علی نبیکم احدث الاخبار محضالم یشب و قد حد ثکم الله ان اهل الکتب قد بد لوا من کتب

الله و غيروا فكتبوا بايديهم الكتب قالوا هو من عند الله ليشتروا به ثمنا قليلا اولا ينها كم ما جاء كم من العلم عن مسالتهم ولا والله ما راينا رجلا منهم يسألكم عن الذى انزل عليكم۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۱۲۲)

اے مسلمانو! تمہیں کیا ضرورت ہے یہود و نصاریٰ سے سوال کرنے کی حالانکہ تمہاری کتاب (قرآن مجید) جو اللہ نے تمہارے نبی پر نازل فرمائی جس کی باتیں سچی ہیں (اہل کتاب کی طرح) اس میں خلط ملط نہیں ہوا اور اللہ نے تمہیں فرمایا بھی ہے کہ اہل کتاب نے اپنی کتابیں بدل ڈالیں اور اپنے ہاتھوں سے لکھ کر پیسہ کمانے کے لئے کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے، جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ تمہیں ان سے سوال کرنے سے کیوں نہیں روکتا؟ حالانکہ خدا کی قسم وہ تو تم سے نہیں پوچھتے اس کے بارے جو تمہارے اوپر نازل کیا گیا۔

اس فرمان پہ غور کرو کہ ہم نے اپنے ہر کام میں یہود و نصاریٰ کو شامل کیا ہوا ہے وہ لوگ تو ہمارے نبی پر ایمان نہ لائیں اور ہم مکمل طور پر ان کی ہر بات اپناتے جائیں کبھی کسی انگریز نے ہمارے نبی کا طریقہ نہیں اپنایا اور ہم ان کی تقلید میں داڑھیاں منڈا رہے ہیں پتلون پہن رہے ہیں ٹائیاں لگا رہے ہیں۔ اللہ رسول کو ناراض کر لیں تو پرواہ نہیں مگر ان دین کے دشمنوں کی ناراضگی برداشت نہیں ہے۔ اقبال کہتے ہیں۔

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو

حضور علیہ السلام نے فرمایا خالفوا الیھود والنصریٰ یہود و نصاری کی (موافقت نہیں) مخالفت کرو اور خود آپ نے عمل کر کے دکھا دیا كان رسول الله ﷺ اذا تبع

الجنازة لم يقعد حتى توضع فى اللحد فعرض له حبر فقال هكذا نصنع يا محمد فجلس رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال خالفوهم (ترمذی ج ۱ ص ۱۹۸) حضور علیہ السلام کا طریقہ تھا کہ جب جنازہ کے ساتھ تشریف لے جاتے تو لحد میں میت رکھنے تک بیٹھتے نہیں تھے ایک دفعہ ایک اہل کتاب کے عالم نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں، سرکار فوراً بیٹھ گئے اور فرمایا ان کی مخالفت کیا کرو۔

ے چیتے کا جگر چاہیے شاہیں کا تجسس
جی سکتے ہیں بے روشنی دانش و فرنگ
کر بلبل و طاؤس کی تقلید سے توبہ
بلبل فقط آواز ہے طاؤس فقط رنگ

امام ترمذی فرماتے ہیں فيه اشارة الى ان كل سنة (اى طريقة) تكون شعار اهل البدعة فتركها اولىٰ۔

اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف ہے، کہ ہر وہ طریقہ جو اہل بدعت کی علامت ہو اس کا چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔

ہر قوم کا کوئی نہ کوئی شعار اور علامت ہے جس سے وہ پہچانی جاتی ہے جیسے سکھوں کا کنگا، کیس، کرپان، کڑا جو یہ نہ رکھے وہ اس کو سکھوں سے نکال دیتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا اہل کتاب داڑھی منڈاتے ہیں مونچھیں بڑھاتے ہیں تم ان کا الٹ کرو اور اپنا شعار یہ بناؤ داڑھی بڑھاؤ مونچھیں پست کراؤ۔ افسوس کہ سکھوں۔ یہودیوں عیسائیوں نے اپنے شعار نہ چھوڑے مگر پچانوے فیصد مسلمان اپنے نبی کا عطا کیا ہوا شعار چھوڑ چکے ہیں کیا بوڑھے اور کیا جوان۔ پانچ پانچ عیسائی، یہودی کھڑے کر دو ساتھ پانچ مسلمان بھی کھڑے کر دو بتا نہیں سکو گے کہ مسلمان کون کون ہے اور عیسائی یہودی کون ہیں۔

اندازِ بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ ترے دل میں اتر جائے میری بات

ایک حدیث میں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

لتتبعن سنن من قبلكم باعا بباع و زراعا بلذراع و شبرا بشبر حتى لو دخلوا حجر ضب لد خلتم فيه قالوا يا رسول الله اليهود و النصرىٰ قال فمن اذا۔ (ابن ماجہ ص ۲۹۷)

تم ضرور ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کی من وعن پیروی کرو گے ایک بالشت بھی آگے پیچھے نہ ہو گے یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے بل میں داخل ہوئے تو تم بھی (بے سوچے سمجھے ان کی تقلید میں) بل میں گھس جاؤ گے عرض کیا گیا حضور! آپ کی مراد ہے یہودیوں عیسائیوں کی پیروی؟

فرمایا اور کون؟ یعنی انہی کی کہہ رہا ہوں۔

افسوس کہ مسلمان آج کہہ رہے ہیں کہ داڑھی کا کیا ہے یہ تو سکھ بھی رکھتے ہیں، ارے عقل کے اندھو! پھر کلمہ پڑھنا بھی چھوڑ دو کہ کلمہ تو یزید بھی پڑھتا تھا، نماز بھی چھوڑ دو کہ یہ تو منافقین بھی پڑھتے تھے تو نے ضرور داڑھی سکھوں جیسی رکھنی ہے؟ تو نے ضرور نماز یزید جیسی پڑھنی ہے تجھے تلواروں کے سائے میں امام حسین کی نماز نظر نہ آئی۔ ایک عمل نہ کرنا دوسرا اس طرح کی بات کر کے خدا کے غضب کو دعوت دینا انہی باتوں کی سزائیں تو اس دور کا مسلمان بھگت رہا ہے۔

جب میں کہتا ہوں کہ اے اللہ میرا حال دیکھ
حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامۂ اعمال دیکھ!

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

ان الرجل ليتكلم بالكلمه لا يرىٰ به باسا فيهوى فى نار جهنم سبعين خريفا. (مشکوٰۃ)

بندہ کبھی ایسی بات کر دیتا ہے کہ جس میں اس کو کوئی حرج نہیں دکھائی دیتا مگر اس بات کی وجہ سے ستر سال جہنم کی آگ میں جلنا پڑے گا۔

من كان يومن بالله واليوم الاخر فليقل خيرا اوليسكت هل يكب الناس على وجوههم فى النار الاحصائد السنتهم.

(مشکوٰۃ)

جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اچھی بات کرے یا پھر خاموش رہے لوگوں کو فضول باتوں کی وجہ سے ہی جہنم کی آگ میں اوندھے منہ گرایا جائے گا۔

جوانوں کو مری آہِ سحر دے
پھر ان شاہیں بچوں کو بال و پر دے
خدایا آرزو میری یہی ہے
میرا نور بصیرت عام کر دے
(اقبال)

ایک حدیث شریف میں ہے کہ حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی نے عرض کیا

يا رسول الله حدثنى بامر اعتصم به قال قل ربى الله ثم استقم قلت يا رسول الله ما اكثر ما تخاف على فاخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم بلسان نفسه ثم قال هذا.

(مشکوٰۃ)

حضور! مجھے ایسی بات بتائیں کہ اس کو لازم پکڑ لوں (نجات کے لئے ایک بات ہی کافی ہو) فرمایا تو کہہ میرا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم ہو جا عرض کیا آپ میرے لیے زیادہ کس بات کا خطرہ محسوس کرتے ہیں (کیا عمل یا چیز میرے لیے زیادہ نقصان دہ ہے؟) آپ نے اپنی زبان پکڑ لی اور فرمایا "اس کا"۔

اس کی تشریح ہے جس میں فرمایا تمام اعضاء زبان کے سامنے التجا کرتے ہیں کہ ٹھیک ٹھیک رہنا اچھا لفظ بولے گی تو لوگ ہماری عزت کریں گے اور ناجائز بولے گی تو تو بول کے چھپ جائے گی پٹائی ہماری ہوتی رہے گی۔

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے
مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے

صفیں کج دل پریشاں سجدہ بے ذوق
کہ جذب اندروں باقی نہیں ہے
(اقبال)

حضور علیہ السلام ہی معیارِ حق ہیں

مانگتے پھرتے ہیں اغیار سے مٹی کے چراغ
اپنے خورشید پہ پھیلا دیے سائے ہم نے

حجرِ اسود کے نصب کرنے پر سردارانِ قریش کا نبی اکرم علیہ السلام کی ذاتِ بابرکات پر متفق ہونا کتنی بڑی دلیل ہے کہ اعلانِ نبوت سے پہلے سردارانِ قریش بھی ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو معیارِ حق و صداقت قرار دیتے تھے اور جب اعلانِ نبوت کے بعد قرآن مجید نے اسی حقیقت کو بیان فرمایا تو قریش حسد کی آگ میں جل گئے اور انکار کرنے لگے۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا **من یطع الرسول فقد اطاع اللہ**۔ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔ اس پر کوئی اگر یہ کہے کہ رسول بننے یعنی جب اعلان نبوت فرمایا تو اس کے بعد معیارِ حق بنے نہ کہ پہلے، تو حضور علیہ السلام نے اس کا خود ہی جواب عطا فرمادیا۔

من اطاع محمدا فقد اطاع اللہ و من عصا محمدا فقد عصی اللہ و محمد فرق بین الناس۔ (بخاری شریف)

جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں میں (حق اور باطل کا) فرق کرنے والے ہیں۔

لہٰذا جب سے محمد ہیں تب سے ہی معیارِ حق ہیں۔ نہ صرف پیدائش سے بلکہ اس سے پہلے بھی آپ محمد ہیں اور "محمد حق" ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضور علیہ السلام کو سیرت ہی وہ عطا کی گئی جو ہر دور کے لئے حق کا معیار ٹھہری، اسی لیے تو جب اللہ کی وحدانیت کا آپ نے کوہ صفا پہ اعلان فرمایا تو دلیل کے طور پر اللہ نے نہ چاند کے ٹکڑے ہونے کا اس وقت حکم دیا نہ ہی ڈوبا سورج

واپس کرنے کا حالانکہ یہ معجزات بعد میں جب دکھائے جاسکتے ہیں تو اس وقت بھی دکھائے جاسکتے تھے لیکن دلیل کے طور پر اپنی سیرت ماقبل اعلان نبوت پیش کرنے کا حکم ہوا تو آپ نے فرمایا۔

فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون۔

گویا اللہ کے ایک ہونے پر میرے آقا نے اپنی یکتائی اور بے مثالی کو دلیل کے طور پر پیش کردیا۔

فرمایا لاؤ میری زندگی کی سی کوئی زندگی اگر پیدا ہونے سے لے کر آج تک میری زندگی میں تمہیں کوئی عیب یا نقص نظر آئے تو نہ مانو میری بات، یہ بہت بڑی بات تھی اور اس طرح کی بات کرتے ہوئے بڑے بڑے پاکباز بھی لرز جاتے ہیں، ہر کسی کو معلوم ہوتا ہے کہ بچپن اور جوانی میں وہ کن کن حالات سے گذرتا ہے لیکن جو حریم قدس کے سائے میں پلا بڑھا ہو وہ ایک ایک لحہ کی ضمانت دے سکتا ہے۔

ماہرین نفسیات تو کہہ دیں گے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے ایک بچہ ایسے ماحول میں پیدا ہو جہاں شراب کا دور دورا ہو، کھانے کے دوران شراب ہر محفل میں شراب اور وہ شراب کی بو بھی نہ سونگھے۔ بچیوں کو زندہ درگور کرنے والے معاشرے میں بچیوں کے حقوق کی بات کرے۔ بازار عکاظ اس کے دور میں ہر سال سجے اور یہ اس کی تابانیوں کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھے۔ بے جان خربوزہ بھی کہتے ہیں خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑ لیتا ہے مگر انسان ہو کر اس پر معاشرے کا رنگ نہ چڑھ سکا بلکہ پورے معاشرے کو اپنے ہی رنگ میں رنگ دیا، شرابی صحابی بن رہے ہیں، راہزن راہنما بن رہے ہیں، تو ایسے ماہرین کی خدمت میں عرض ہے کہ جس نے معیارِ حق بننا ہو وہ ایسا ہی ہوا کرتا ہے اس کی جوانی اور بچپنا شیشے کی طرح صاف و شفاف ہوتا ہے۔

پھر یہ تو وہ زندگی ہے جو اعلان نبوت سے پہلے کی ہے ابھی آپ نے چاند توڑا نہ ڈوبا ہوا سورج موڑا، پتھروں کو کلمہ پڑھایا نہ درختوں کو چلایا، جب یہ زندگی اتنی پاکیزہ ہے تو عرشِ معلیٰ سے واپس آکر جو زندگی گذاری اس کی لطافتوں اور پاکیزگیوں کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔

اندھیرا مٹتا جاتا ہے اجالا ہوتا جاتا ہے
محمد مصطفیٰ کا بول بالا ہوتا جاتا ہے

محمد جانِ عالم، فخرِ آدم، ہادیٔ اکرم
امام الانبیاء خیر البشر پیغمبرِ اعظم
(حفیظ)

دینِ اسلام کسی کا مرہونِ منت نہیں ہے

اسلام سے بڑھ کر انسانیت کا ہمدرد کون ہوسکتا ہے کہ دس لاکھ مربع میل یعنی پورے یورپ کے آدھے حصے کے برابر یا یوں کہہ لیں کہ پاکستان، بنگلہ دیش اور پورے ہندوستان کے برابر علاقے کو اہلِ اسلام نے فتح کیا اور صرف دو سو مسلمان شہید اور سوا دو سو کافر مارے گئے، یہ سرکار کی مدنی زندگی کے دس سالوں کی بات ہے، اسلام کی ترقی اور اس کے خلاف غیر مسلموں کی سازشوں اور پھر پیغمبرِ اسلام کے عفو و کرم کا مطالعہ کرو تو معلوم ہوگا کہ آج احترامِ انسانیت کے دعوے دار اور حقوقِ انسانی کے نام نہاد محافظ ایک ہی بم سے لاکھوں انسانوں کی زندگی کا خاتمہ کر دیتے ہیں اسلام کا پیغام یہ ہے کہ کسی بچے، بوڑھے، عورت، مریض پر ہاتھ نہ اُٹھاؤ اور دشمن ہونے کے باوجود جو تمہارے مقابلے میں نہیں آتا اس کو کچھ نہ کہو بلکہ درختوں کو بھی بلا ضرورت نہ کاٹو حضور علیہ السلام سے لے کر ماضی قریب تک آنے والے تمام نیک سیرت حکمرانوں نے انہی زریں اصولوں کو اپنایا تبھی تو آج ہر جگہ اسلام کے گلشن کھلے ہوئے ہیں وگرنہ بزعم خویش نام نہاد مسلمان حکمرانوں نے اسلام کو مٹانے کی کون سی کسر باقی چھوڑی۔

کون نہیں جانتا کہ کمال پاشا نے ترکی کے مسلمانوں پر دین میں مداخلت کرتے ہوئے بلا جواز پابندیاں لگائیں کہ اذان، نماز، قرآن عربی میں نہ پڑھا جائے لیکن اسلام کوئی نوالہ نہیں ہے کہ اس کو ہڑپ کرلیا جائے گا یہ اپنے بدخواہوں کے لئے لوہے کے چنے بن جاتا ہے اس کو نگلنا اتنا آسان نہیں جتنا آج امریکہ اور برطانیہ نے سمجھ رکھا ہے اس کو مٹاتے مٹاتے کئی خود مٹ گئے اور آئندہ بھی مٹتے رہیں گے ۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

دیکھ قرآن، اذان، نماز آج بھی عربی میں ہے بلکہ اس کو ختم کرنے والے کی قبر کے سرہانے بھی آج عربی میں ہی قرآن پڑھا جاتا ہے اور اس کی روح کو جھنجھوڑ کر کہا جاتا ہے ۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

دینِ اسلام کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کرنے والے اور اس کو کوڑوں، سزاؤں اور ہاتھ کاٹنے کا مذہب قرار دینے والے اسلام کے نظامِ عفو و درگذر سے ناواقف ہیں، دینِ اسلام کی سزائیں بھی برائی کے خاتمے کے لئے ہیں ڈاکٹر اگر مریض کا اپریشن کرے تو اس کو ظالم کہنا ناانصافی ہے وہی تو اصل میں اس کا سچا خیر خواہ ہے۔ ایک چور، ڈاکو یا زانی کو قرآنی حکم کے مطابق مجمع عام میں سزا دی جائے تو ہزاروں مجرم موقع پر توبہ کر جاتے ہیں پھر سزاؤں سے تو وہ ڈریں جو خود چور ڈاکو ہیں کہ ان کو خطرہ ہوتا ہے ہم چوری کریں گے تو ہاتھ کٹ جائیں گے جو شریف ہے وہ کیوں ڈرے گا کیوں کہ اس نے چوری کرنی ہی نہیں۔

بڑے بڑے پاپی اس شمع کو بجھانے کی کوشش کرتے رہے، ہلاکو جیسا ظالم اسلام کے لئے پیغامِ موت بن کر آیا بغداد کی سرزمین پر تین لاکھ پچاس ہزار مسلمان شہید کر دیے گئے۔ دجلہ کا دریا خون کا دریا بن گیا اور اس نے ظالمانہ حکم نافذ کیا کہ کہیں بھی قرآن کا نسخہ ملے تو میرے پاس لے آؤ ورنہ خیر نہیں ہوگی لاکھوں نسخے اکٹھے کر کے آگ لگا کر خاک دجلہ میں بہا دی اور متکبرانہ انداز میں کہنے لگا اب میں دیکھوں گا کون قرآن پڑھتا ہے اور کون اسلام کا نام لیتا ہے؟ تاریخ بغداد میں ہے کہ ابھی یہ بات کر ہی رہا تھا کہ انہی شہیدوں کی لاشوں میں سے ایک چھ سال کا زخمی بچے اُٹھا اور اس نے زبانی قرآن پڑھنا شروع کر دیا اور کہا تو کاغذوں سے قرآن مٹا سکتا ہے دلوں سے کیسے نکالے گا ۔ جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون؟

ہلاکو ہلاک ہوگیا اسلام اب بھی زندہ ہے اور خدا کی شان کہ ذرا یہ بھی دیکھیں کہ اللہ اپنے دین کی حفاظت کس کس انداز سے فرماتا ہے ۔

چراغے را کہ ایزد بر فروزد　کسے کو تُف زند ریشش بسوزد

تاتاریوں کا قبولِ اسلام

تاتاریوں کے قبولِ اسلام کا واقعہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں، کتبِ تاریخ میں لکھا ہے کہ تاتاریوں کے غلبے کے بعد سلسلۂ عالیہ قادریہ کے ایک خراسانی بزرگ اشارۂ غیبی کے تحت ہلاکو خان کے بیٹے تگودار خان کے پاس پہنچے۔ وہ شکار سے واپس آرہا تھا اور اپنے محل کے دروازے پر

اس درویش کو دیکھ کر باندازِ تمسخر و حقارت کہنے لگا کہ "اے درویش! تمہاری داڑھی کے بال اچھے ہیں یا میرے کُتّے کی دُم"؟ آپؒ نے جواباً فرمایا کہ "میں بھی اپنے مالک کا کُتا ہوں۔ اگر میں اپنی جاں نثاری و وفاداری سے اُسے خُوش کر پاؤں تو میری داڑھی کے بال اچھے ہیں، ورنہ آپ کے کُتّے کی دُم اچھی ہے جو آپ کی فرمان برداری کرتا ہے اور آپ کے لیے شکار کی خدمت انجام دیتا ہے"۔ تگودار خان پر اس اندازِ گفتگو کا بہت اثر ہوا اور اس نے آپؒ کو اپنا مہمان رکھ کر آپؒ کی تعلیم و تبلیغ کے زیرِ اثر در پردہ اسلام قبول کر لیا۔ مگر اسے اس خیال سے ظاہر نہ کیا کہ ناسازگار حالات کے پیشِ نظر کہیں اپنی قوم کی مخالفت کا سامنا نہ کرنا پڑے بعد ازاں اُنکو یہ کہہ کر رُخصت کر دیا کہ کُچھ عرصہ بعد تشریف لائیے گا تا کہ میں اس دوران اپنی قوم کو ذہنی طور پر یہ نیا مذہب قبول کرنے کے لیے تیار کر سکوں۔ وہ درویش واپس وطن تشریف لے گئے، مگر چونکہ وقت پُورا ہو گیا تھا۔ اس لیے بقضائے الٰہی داعیِ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ بمصداق ہر چہ پدر نتوانست، پسر تمام کند" کچھ عرصے بعد اُن کے صاحب زادے باپ کی جگہ حسبِ وصیت تگودار خان کے پاس پہنچے تو اس نے کہا کہ باقی سردارانِ قوم تو قریباً مائل ہو گئے ہیں، مگر ایک سردار جس کے پیچھے کافی جمعیت ہے، آمادہ نہیں ہو رہا ہے۔ حضرتؒ نے تگودار خان کے مشورے سے اُسے بُلوایا اور تبلیغ فرمائی، مگر اُس نے کہا، میں ایک سپاہی ہوں، جس کی ساری عُمر جنگ میں گُزری ہے۔ میں صرف طاقت پہ ایمان رکھتا ہوں، اگر آپ میرے پہلوان کو کُشتی میں پچھاڑ دیں تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ یہ بات سُن کر آپؒ نے تگودار خان کے منع کرنے کے باوجود اس سردار کا چیلنج منظور کر لیا اور مقابلے کے لیے تاریخ و وقت کا تعین کر کے اجتماعِ ناظرین کے خیال سے اعلانِ عام کرا دیا۔ تگودار خان نے بہتیرا کہا کہ ایک تاتاری نوجوان پہلوان سے ایک سن رسیدہ و کمزور جسم درویش کا مقابلہ ناانصافی اور قتلِ عمد کے مترادف ہے، مگر مخالف سردار نے کہا کہ یہ مقابلہ ہو کر رہے گا۔ اول تو اس لیے کہ اس درویش کے قتل سے اس قسم کے دوسرے دخل در معقولات کرنے والوں کو عبرت ہو گی اور دوم اس لیے کہ خانِ اعظم یعنی تگودار خان آئندہ اس قسم کے چلتے پھرتے لوگوں کی باتوں کو درخورِ اعتناء نہ سمجھا کریں گے۔

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

چنانچہ مقررہ دن ہزار ہا مخلوق کی موجودگی میں مقابلہ ہوا۔ حضرتؒ نے جاتے ہی ایک

طمانچہ اس زور کا اُس تاتاری پہلوان کے مُنہ پر رسید کیا کہ اُس کی کھوپڑی ٹوٹ گئی اور لوگوں میں شور مچ گیا۔ سب لوگ حیران تھے کہ یہ کیا ہو گیا ہے۔ انہیں کیا معلوم کہ یہ منحنی قسم کا درویش کس کا پہلوان تھا۔

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قُوتِ حیدریؓ

چنانچہ اس کا یہ اثر ہوا کہ نہ صرف اُس سردار نے حسبِ وعدہ میدان میں نکل کر آپؒ کے ہاتھ کو بوسہ دے کر اپنے قبولِ اسلام کا اعلان کیا، بلکہ اکثر حاضرین بھی اسلام لے آئے اور تگودار خان نے بھی اپنے اسلام کا اظہار کر کے اپنا نام 'احمد' رکھا۔ تاریخ میں اس کا یہی نام (۱۲۸۱ء تا ۱۲۸۴ء) تحریر ہے۔ اپنے دورِ اقتدار میں اس نے سلاطینِ مصر سے بھی تعلقات استوار کرنے کی کوشش کی۔ لیکن تاتاری جرنیلوں نے بالعُموم اُس کے اسلام لانے کو پسند نہ کیا اور بغاوت کی۔ احمد باوجود مقابلہ کے کامیاب نہ ہو سکا اور شہید ہوا۔ مورخین نے اس واقعہ کو قدرت کی ایک عجیب ستم ظریفی قرار دیا کہ باپ، یعنی ہلاکو خان تو اسلام اور عرب تہذیب کو تباہ کرے اور بیٹا احمد (یعنی تگودار خان) اُسی تہذیب اور اسلام کے تحفظ کے لیے اپنی جان قُربان کر دے۔

اگر چہ اس واقعہ سے تاتاریوں میں اشاعتِ اسلام کی رفتار قدرے سُست پڑ گئی، مگر چونکہ دوسری طرف ہلاکو خان کا ایک چچازاد بھائی "برکہ" (۱۲۵۶ء تا ۱۲۶۶ء) بھی حضرت شیخ شمس الدین باخوریؒ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کر چکا تھا اور پھر احمد (یعنی تگودار خان) کے بھتیجے کے بیٹے غزن محمود (۱۲۹۵ء تا ۱۳۰۴ء) نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اس لیے وسط ایشیا کی تاتاری حکومت، تاتاری اسلامی حکومت میں بدل گئی۔ اس غزن محمود کے خلاف بھی اس کے جرنیلوں نے تبدیلِ مذہب کے باعث بغاوت کی، مگر وہ سب کو شکست دے کر غالب آنے میں کامیاب ہو گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تقریباً تمام تاتاری قبائل اسلام لے آئے۔

ہر بنائے کہنہ کآباداں کنند   اول آں بُنیاد را ویراں کنند

ایک وہ وقت تھا کہ تاتاری کفار کے ابتدائی حملے کے وقت سلطان علاؤ الدین محمد خوارزم شاہ نے بقول مشہور یہ کہہ کر اپنا گھوڑا لوٹا لیا تھا کہ اسے ملائکہ اور اولیاء اللہ کی ارواح

چنگیزی لشکر کے سروں پر سایہ فگن یہ کہتی نظر آئی ہیں ایھا الکفرۃ اقتلوا الفجرۃ (اے کافرو! ان فاجروں کو قتل کرو) جس کے نتیجے میں لاکھوں اور کروڑوں مسلمانوں کا خون بہایا گیا۔ اور ایک وقت یہ آیا کہ ایک تنہا درویش نے اپنی قوت ید اللٰہی کا مظاہرہ کر کے لاتعداد تاتاریوں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ گویا ہر دو صورتوں میں بمشیت ایزدی، حسب تقاضائے وقت واحوال اسی تجلی کی شان تدبیر کارفرما تھی۔ سچ ہے ؎ 'از ماست کہ بر ماست'۔ آیاتِ ذیل:-

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم۔ (رعد:11)

بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلے۔

وما کان ربک لیھلک القری بظلم و اھلھا مصلحون۔ (ھود:117)

اور تیرا رب ہرگز ایسا نہیں ہے جو بستیوں کو زبردستی ہلاک کر دے اور وہاں کے لوگ نیک ہوں۔

اولم یھد للذین یرثون الارض من بعد اھلھا ان لو نشآء اصبنھم بذنوبھم۔ (الاعراف:100)

کیا اُن لوگوں پر جو زمین کے وارث ہوئے ہیں، وہاں کے لوگوں کے ہلاک ہونے کے بعد یہ ظاہر نہیں ہوا کہ اگر ہم چاہیں، تو انہیں ان کے گناہوں کے سبب سے پکڑلیں۔

و کذلک اخذ ربک اذا اخذ القری و ھی ظالمۃ ان اخذہ الیم شدید۔ (ھود:102)

اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ ظالم بستیوں کو پکڑتا ہے اور اس کی پکڑ سخت تکلیف دہ ہے۔

اس کو ثابت کرتی ہیں کہ جب کوئی قوم بداعمالیوں کے باعث صراط مستقیم سے ہٹ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے ہلاک کر کے اس کی جگہ کوئی دوسری قوم دین کی خدمت کے لیے لا

کھڑی کرتے ہیں۔

جب احیائے دین کے ظہور کامل کا وقت آتا ہے تو غلاموں سے سلاطین تک پاکیزہ زندگی کے نمونے بن جاتے ہیں۔ سلطان قطب الدین ایبکؒ ارکان دین کی پابندی کے ساتھ ساتھ غریب پروری و مسکین نوازی کے سبب ''لکھ دا'' مشہور ہوتا ہے۔ سلطان شمس الدین التمشؒ جناب قطب الدین بختیار کاکیؒ کے حسب وصیت اُن کی نماز جنازہ پڑھا کر عصر کی سُنتوں اور تہجد کے نوافل کا ہمیشہ ادا کرنے والا اور جنسی پاکیزگی کا مرقع ثابت ہوتا ہے اور سلطان ناصر الدین محمودؒ سرکاری خزانے کو پبلک کی امانت سمجھتے ہوئے کتابت قرآن کو اپناتا ہے اور اپنے اہل خانہ کا ذریعۂ معاش بناتا ہے۔ اُمراء وسلاطین تبلیغ اسلام میں خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ، خواجہ غریب نوازؒ، حضرت گنج شکرؒ اور غوث بہاؤالحقؒ کے احکام کی خُدام خانہ زاد کی طرح تعمیل کرتے ہیں اور ان خدمات کے صلے میں ہندوچین جیسے کُفرستانوں کے تخت وتاج سات سات اور آٹھ آٹھ سو سال کے لیے اپنے خاندانوں کے لیے وقف کرالیتے ہیں۔ (مہر منیر)

انہی کی اولاد سے شاہ جہاں اور اورنگزیب آئے جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے کلام الٰہی لکھا، کوئی جَلا رہا ہے، کوئی لکھ رہا ہے۔ ولید بن مغیرہ دشمن اسلام اور گستاخ رسول ہے اور اس کا بیٹا خالد بن ولید **سیف من سیوف اللہ** ہے۔ ابوجہل، **فرعون ھذہ الامۃ** ہے اور اس کا بیٹا عکرمہ صحابی رسول بن رہا ہے، ادھر جلال الدین اکبر کو دیکھ لیں ابتداء اچھی تھی مگر بعد میں ایسا بگڑا کہ ہلاکو کی پوری تصویر بن گیا مجدد الف ثانی کی نظر اس پر بجلی بن کر گری فرمایا اگر تو ہلاکو کی اولاد ہے تو میری رگوں میں بھی فاروق اعظم کا خون ہے تیرا علاج میں کروں گا، خدا ہی جانتا ہے اگر فاروقی کی شان یہ ہے تو فاروق اعظم کا جلال کیا ہوگا اور اسی کا بیٹا جہانگیر اس کی ابتداء اچھی نہ تھی کہ اکبر کے دین الٰہی کا اثر ہو گیا مگر انتہا اچھی ہوگئی کہ مجدد پاک کا دامن مل گیا۔ نظر ایک ہے باپ پہ بجلی بن کر پڑ رہی ہے اور بیٹے کے لئے رحمت کا جھونکا بن رہی ہے

؎ نظر کی جولانیاں نہ پوچھو — نظر حقیقت میں وہ نظر ہے
اُٹھے تو بجلی پناہ مانگے — گرے تو خانہ خراب کر دے

انگریز نے دی گریٹ اکبر کو کہا ہے شاہ جہاں، اورنگزیب کو نہ کہا کہ وہ انہی کا نمائندہ تھا اور یہ کفر کے لئے پیغام موت تھے۔

اسلام کے دشمن کا حشر دیکھنا ہے تو یزید کو دیکھ لو اور اسلام کے حامی کا انجام دیکھنا ہے تو حسین کا روضہ دیکھ لو، فرق صاف ظاہر ہے۔ اسلام کا دامن رحمت چھوڑ کر جن کی طرف ہم للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے ہیں وہاں تو والدین کو اولاد کا پتہ نہیں اور اولاد کو والدین کا علم نہیں، بیوی بیٹی اور بہن کی تمیز اُٹھ چکی ہے ان سب رشتوں کو تقدس دیتا ہے تو اسلام، اور ان کے تقدس کی حفاظت کرتا ہے تو اسلام۔

چند مسلمان بادشاہ

❁ اورنگزیب عالمگیر نماز عید میں دیر سے آیا۔ جگہ جوتیوں میں ملی، لوگ ہٹنے لگے تو کہا میں یہیں پہ نماز پڑھوں گا کہ یہ کسی دنیا کے بادشاہ کا دربار نہیں دربارِ خداوندی ہے جہاں گدا و بادشاہ ایک ہی صف میں کھڑے ہوتے ہیں۔

❁ دہلی کی جامع مسجد کا سنگ بنیاد رکھنا تھا اعلان کیا گیا وہ آگے آئے جس کی عصر وعشاء کی سنتیں نہ قضا ہوئی ہوں اور نماز تہجد نہ قضا ہوئی ہو کوئی آگے نہ بڑھا آخر کار خود شاہ جہاں آنسو پونچھتا ہوا آگے آیا اور سنگ بنیاد رکھا اور کہا مجبوری تھی ورنہ قیامت تک یہ راز فاش نہ کرتا۔

❁ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ وہ پڑھائے جس کی عصر و عشاء، کی سنتیں اور نماز تہجد قضا نہ ہوئی ہو کوئی آگے نہ ہوا، شمس الدین التمش جو آپ کا ہی مرید تھا تیسری مرتبہ اعلان کے بعد اُٹھا اور پیر کے پاؤں کو بوسہ دیا اور کہا حضرت آپ نے تو راز فاش کر دیا ہے اور پیر کا جنازہ پڑھایا۔ ان کے نیک ہونے کی وجہ کیا تھی کہ نیکوں سے تعلق و نسبت رکھتے۔ شمس الدین التمش، خواجہ قطب الدین کا مرید اور اورنگزیب پہ میاں میر کی نگاہ تھی۔ کسی کے سر پہ مجدد الف ثانی کا سایہ اور اللہ کو اپنے محبوبوں کی نسبت کا بڑا لحاظ ہوتا ہے۔ گرچہ من ناپاک ہستم دل بہ پاکاں بستہ ام۔
اسی شمس الدین التمش کو حضرت خواجہ معین الدین نے دیکھ کر شہاب الدین غوری سے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا غلام زادہ ہے، حمید الدین غوری نے کہا قطب الدین ایبک کی فوج کا سپاہی ہے فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو لیکن میری نظر دیکھ رہی ہے یہ پورے ہندوستان کا بادشاہ بننے والا ہے،

جس کے غلاموں کی نگاہ یہ ہے ان کے آقا کی نگاہ کا عالم کیا ہوگا۔

❁ شاہ جہاں نے تختِ طاؤس بنایا سترہ کروڑ کا خرچہ آیا افتتاحی تقریب میں بڑے بڑے شاہان وقت آئے، سب کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب دیکھا کہ شاہ جہاں تخت کے اوپر وضو کر رہا ہے اور وضو کا پانی سیڑھیوں سے بہہ رہا ہے انجینئر پریشان ہو گئے کہ ہماری محنت پہ پانی بہہ رہا ہے آپ نے تسلی دی کہ تمہارا کام بنانا تھا تم نے بنا دیا گھبراؤ نہیں وضو کر کے نماز شروع کر دی۔ سلام پھیرا اور کہا مجھے یہ تخت دیکھ کر فرعون ونمرود کا تخت یاد آ گیا کہ انہوں نے تخت کے نشے میں کہا تھا **انا ربکم الاعلی** میں نے سجدے میں عرض کیا ہے **سبحان ربی الاعلی**۔ یہ شاہ جہاں میاں میر کے حجرے میں آ کر بیٹھتا اور کہتا کہ جتنا سکون مجھے اس ٹوٹی چھت والے حجرے کی ٹوٹی صفوں پہ آتا ہے سترہ کروڑ کے تخت پر نہیں آتا

؎ شاہ بود و شاہ بس آگاہ بود   خاص بود و خاصۂ اللہ بود
؎ تخت کو تھا نازان پر مفتخران پر سریر
تخت پہ شاہ تھے مصلائے عبادت پر فقیر

❁ ہمایوں بادشاہ محل سے اتر رہا ہے اذان کی آواز آئی اور ادباً ہیں بیٹھنے لگا کہ چھڑی پھسل گئی اور گر کر شہید ہو گیا۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

❁ خاندان مغلیہ کا درویش صفت شہزادہ اورنگزیب عالمگیر تاریخ میں راسخ العقیدہ مسلمان بادشاہ کے نام سے جانا جاتا ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ شہزادے کو بچپن میں جو اتالیق ملا وہ ایک نہایت دین دار اور پاکیزہ صفات درویش تھا جب شہزادے کی عمر چار سال، چار ماہ، چار دن ہوئی تو شاہ جہاں نے بعد از تلاشِ بسیار جناب ملا عبداللطیف سلطان پوری (ریاست کپورتھلہ) کو دہلی طلب کیا تا کہ ان کو شہزادہ کا اتالیق مقرر کیا جائے۔ جناب ملا نے جواب دیا کہ "تشنہ بنزد چاہ می رود نہ چاہ بنزد تشنہ" (پیاسا کنویں کے پاس جاتا ہے نہ کہ کنواں پیاسے کے پاس) شاہ جہاں استاد کا مقام پہچان گیا اور شہزادہ کو سلطان پور بھجوا دیا۔ شہزادے کے لئے تعلیم کا کوئی علیحدہ انتظام نہ تھا۔ ایک دن سبق نہ سُنا سکا تو ملا صاحب نے زور سے طمانچہ جڑا تو شہزادے کی نکسیر پھوٹ پڑی، ڈاری

نولیس نے خون آلود اوراق شاہی محلات میں پہنچا دیے، بیگمات اور ہمشیرگان تڑپ اُٹھیں اور مُلا کو سزا دینے کے لئے شاہ جہاں پر زور دیا بادشاہ نے سزا کا حکم نامہ یوں لکھا ''بعوض طمانچہ زدن ہزار بیگھہ زمین از رقبہ سلطان پور بنام ملا عبداللطیف تفویض نمودیم'' ہزار بیگھہ زمین موضع سلطان پور کے رقبہ سے ایک طمانچے کے عوض ملا عبداللطیف کے نام ہم نے لگا دی جناب ملا صاحب کی بے نیازی ملاحظہ ہو کہ اسی حکم نامہ پر یہ شعر لکھ کر واپس لوٹا دیا

شاہ مارا دِہہ مِنت نہد — رازق ما رزق بے مِنت دھد

بادشاہ مجھے جاگیر دے کر احسان جتا رہا ہے حالانکہ میرا رب مجھے بے طلب اور بے احسان جتائے رزق دے رہا ہے، بالآخر بادشاہ کو وہ اراضی درس کے نام لگانی پڑی۔

ایک حکایت مشہور ہے کہ حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شہزادہ آیا اور چند اشرفیوں کی تھیلیاں نذر گذاریں کہ یا حضرتؒ میں نے دُنیا ترک کر دی ہے۔ اور میری دُنیا کی یہ سب پُونجی آپؒ کی خدمت میں حاضر ہے۔ اِسے جہاں چاہیں خرچ کریں۔ اور مجھے اپنا طالب بنا کر اللہ تعالیٰ کا راستہ دکھائیں اور اس محبوب حقیقی تک پہنچائیں۔ شیخ صاحبؒ نے وہ تھیلیاں اس شہزادہ کے سر پر لاد کر ایک اپنا درویش ساتھ کر کے فرمایا کہ جاؤ اسے دریائے دجلہ میں ڈال آؤ۔ جب وہ تھیلیاں دریا میں ڈال کر شیخ صاحبؒ کے پاس واپس آئے اور عرض کیا کہ حضرتؒ وہ اشرفیاں ہم دریا میں ڈال آئے ہیں۔ اب مجھے حضور حلقۂ ارادت میں داخل فرمائیں اور اپنی غلامی میں منظور فرمائیں۔ شیخ صاحبؒ نے اپنے درویش سے دریافت فرمایا کہ شہزادہ نے اشرفیاں کس طرح اور کیوں کر دریا میں ڈالیں۔ درویش نے عرض کیا کہ جناب شہزادہ ایک ایک تھیلی کا منہ کھولتا جاتا اور مٹھیاں بھر بھر کر دریا میں ڈالتا جاتا تھا۔ اس طرح سب دریا میں ڈال دیں۔ آپؒ نے شہزادے کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر بجائے اشرفیوں کے ان تھیلیوں میں گندگی بھری ہوتی تو اُنہیں کس طرح دریا میں ڈالتا۔ شہزادے نے کہا کہ جنابؒ سب کو تھیلیوں سمیت یک دم دریا میں پھینک دیتا۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ تیرے دل میں ابھی تک دُنیا کی محبت جاگزیں ہے۔ اس لیے تو نہیں چاہتا تھا کہ وہ

ایک دم تجھ سے جدا ہو۔ تو مٹھیاں بھر بھر کر اس واسطے انہیں دریا میں ڈالتا تھا کہ وہ ایک لمحہ کے لئے تیرے پاس اور بھی رہے۔ اور جب وہ تجھ سے جدا ہوتی جائے۔ تیرا ہاتھ آخری بار محبوبۂ دنیا سے چھوتا جائے تیرے لئے یہ سزا مقرر کرتا ہوں کہ ایک سال تک بغداد کی گلیوں میں بھیک مانگتا پھر۔ چنانچہ شہزادہ زنبیل لے کر بغداد میں گداگری کرتا رہا۔ تقریباً ایک سال گذرا ہوگا کہ شہزادہ ایک روز خالی زنبیل لے کر شیخؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جناب آج سارا بغداد پھرا ہوں۔ کسی نے ایک ٹکڑا نہیں ڈالا۔ سب یہی کہتے رہے کہ تو بڑا بے حیا اور کم چور ہے ہٹا کٹا موچھ ڈنڈا ہے۔ کام نہیں کرتا۔ ہر روز دروازے پر آ دھمکتا ہے۔ سارے شہر کو گندہ کر رکھا ہے۔ شیخ صاحبؒ نے فرمایا کہ بس اب تیرا امتحان پُورا ہو گیا ہے۔ اب تجھے دنیا والوں کی بے مروتی بھی معلوم ہو گئی ہے۔ کہ اللہ کے نام پر روٹی کا ایک ٹکڑا بھی دینا گوارا نہیں کرتے۔ اب امید ہے کہ اگر تیرے پاس اللہ کے نام کی دولت آ گئی تو تو اس کی قیمت جانے گا۔ اور اس دُرِّ گراں مایہ کو آوارہ کتوں کے منہ میں نہ ڈالے گا۔ اس کے بعد شیخ صاحبؒ نے اس شہزادہ کو حلقۂ ارادت میں داخل کر لیا۔ اور وہ واصلانِ حق میں سے ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ حضرت میاں میر صاحبؒ ایک دن اپنے درویشوں کے ساتھ اپنے حُجرے کی چھت پر صبح کے وقت رونق افروز تھے۔ اُس وقت آپ ایک درویش کی ران پر سر مبارک رکھ کر آرام فرما رہے تھے۔ اور باقی درویش اپنی گودڑیوں میں سے جوئیں نکالنے میں مصروف تھے کہ اتنے میں آپؒ کے ایک درویش نے شہنشاہِ ہندوستان یعنی شاہ جہان بادشاہ کو مع اُن کے بڑے فرزند دارا شکوہ کے حضرت میاں میر صاحبؒ کی زیارت کے لئے آتے دیکھا تو ہنس دیا۔ آپؒ نے اس درویش سے ہنسی اور خوشی کی وجہ پوچھی۔ تو اس نے عرض کیا۔ کہ جناب بادشاہ شاہجہان اور دارا شکوہ آپؒ کی زیارت کے لئے آ رہے ہیں۔ اس پر آپؒ نے فرمایا کہ ارے نادان! میں تو یہ سمجھا کہ تجھے اپنی گودڑی میں کوئی بڑی موٹی جوں مل گئی ہے۔ جس سے تو خوش ہو رہا ہے۔ بے وقوف تو بادشاہ کے آنے سے دانت دکھا رہا ہے۔ غرض ان لوگوں کی نظروں میں بادشاہ دُنیا کی حقیقت جُوں اور پسُو سے بھی کم تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ کے نام کی ہیبت اور حشمت اور

عزت وعظمت اُن کے وجُودِ مسعُود میں اس قدر تھی کہ بادشاہ ان کے رُعب وجلال سے تھر تھر کانپتے تھے اور اُن کی کفش برداری کو اپنے لیے سعادت اور فخر سمجھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت میاں میر صاحبؒ کی قدم بوسی سے فارغ ہو کر جب شاہجہان اور دارا شکوہ ایک طرف کونے میں مسکینوں کے ساتھ بیٹھ گئے تو حضرت میاں میر صاحب اس وقت الائچی خوردمنہ میں چبا رہے تھے۔ اور اس کا فُضلہ اپنے مُنہ سے نکال کر تھوکتے جاتے تھے اور شاہ جہان بادشاہ اُسے بطور تبرک اپنی شاہی چادر کے ایک کونے میں ہیروں اور جواہرات سے زیادہ قیمتی سمجھ کر جمع کرتے جاتے تھے۔

قدم بروں مگذر از سرائے درویشی
کہ مارِ گنج بود بوریائے درویشی
اگر زسیلِ حوادث جہاں شود ویراں
خلل پذیر نگر دد بنائے درویشی
زباں درازئ تیغ و سناں بود چنداں
کہ از نیام نیاید عصائے درویشی
بکار ہر کہ فتد عقدۂ دریں عالم
شود کشادہ زدستِ دُعائے درویشی
بہشت اگرچہ مقاماتِ دلنشیں دارد
نمے رسد بمقامِ رضائے درویشی
ہمائے فقر بہر کس نمے کند اقبال
وگرنہ نیست سرے ہوائے درویشی
دو عالم از نظرش چوں دو قطرہ اشک فتد
بدیدہ ہر کہ کشد توتیائے درویشی

منہ چوں مرکز ازیں حلقہ پا بروں صائبؔ
کہ دل بوجد در آرد نوائے درویشی

(عرفان)

کتاب تذکرۃ الاولیاء میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ ایک رات خلیفہ ہارُون الرشید نے فضل برمکی سے کہا کہ آج ہمیں کسی مردِ خدا کے پاس لے چلو۔ کیوں کہ اس دنیوی طمطراق اور سلطنت کی سردردی سے دل بےزار ہو گیا ہے۔ شاید قلب کو ذکر اللہ تعالےٰ کے ساتھ کچھ سکون اور اطمینان حاصل ہو۔ فضل اُنہیں سفیانؒ بن عینیہ کے دروازے پر لے گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا تو سفیانؒ نے پوچھا کون ہے؟ کہا! امیر المومنین دروازے پر تشریف لے آئے ہیں۔ سفیانؒ نے کہا۔ مجھے کیوں نہ پہلے اطلاع دی۔ کہ میں خود حاضر ہو جاتا۔ جب ہارون الرشید نے یہ سنا تو کہا یہ وہ مرد نہیں ہے جسے میں طلب کرتا ہوں۔ سفیان نے یہ سن کر کہا کہ اگر مردِ خدا کی طلب ہے تو انہیں فضیل بن عیاضؒ کے پاس لے چلو۔ چنانچہ ہر دو وہاں سے شیخ فضیل بن عیاضؒ کی کُٹیا پر گئے۔ شیخ صاحبؒ اُس وقت یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے۔ ام حسب الذین اجترحوا السیات ان نجعلھم کالذین امنوا ۔ ہارُون نے کہا! کہ اگر میں پند چاہتا تو یہی آیت میرے لئے کافی تھی۔ اس آیت کے معنی ہیں۔ ’’جن لوگوں نے بدکاری کو اپنا شیوہ بنالیا ہے۔ کیا انہوں نے سمجھ رکھا ہے کہ ہم اُنہیں نیکو کار مومنوں کے برابر کر دیں گے‘‘ اس آیت نے ہارُون کے دل پر تازیانۂ عبرت کا کام کیا۔ پھر دروازے پر دستک دی تو شیخ صاحب نے پُوچھا کون ہے! کہا امیر المؤمنین! جواب دیا۔ امیر المومنین کا میرے پاس کیا کام اور مجھے اس سے کیا مطلب؟ مجھے اپنے کام سے نہ نکالو۔ اور میرا وقت ضائع نہ کرو۔ اس پر فضل برمکی نے کہا کہ بادشاہ اسلام کا بھی لوگوں پر کچھ حق ہوا کرتا ہے۔ فرمایا مجھے پریشان نہ کرو۔ فضل برمکی نے کہا اور اصرار کیا کہ اجازت سے اندر آئیں یا حکم سے۔ فرمایا! اجازت نہیں ہے حکم سے آؤ تو تم جانو۔ ہارُون اندر آئے تو شیخ صاحبؒ نے اپنا چراغ گُل کر دیا تا کہ ہارون کے چہرے پر نظر نہ پڑے۔ ہارُون اندھیرے میں آگے بڑھتے جاتے تھے یہاں تک کہ ان کا ہاتھ شیخ

صاحبؒ کے ہاتھ پر جا پڑا۔ تو آپؒ نے فرمایا ما الین ھذا الکف لو نجآ من النار ۔ "یعنی یہ ہاتھ کس قدر نرم ہے۔ کاش دوزخ کی آگ سے بچ جائے"۔ یہ فرما کر نماز کی نیت باندھ لی اور نماز پڑھنے لگ گئے۔ ہارُون رونے لگ گیا۔ اور عرض کی کہ آخر کچھ تو ارشاد فرمایئے۔ شیخ صاحب نے جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ تمہارے دادا نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم سے کسی علاقے کی امارت طلب کی تھی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آپ کو اپنے نفس پر حاکم اور امیر بننے کی تلقین کرتا ہوں۔ یعنی اپنے نفس کو اللہ تعالےٰ کی اطاعت کا امر کرتا رہ، یہ ہزار سال تک خلقت کی امارت اور عدالت سے تیرے لئے بہتر ہے۔ ان الا مارة ندامة یوم القیامة یعنی امیری اور حکومت قیامت کے روز جملہ حاکموں اور امیروں کے حق میں موجب ندامت اور باعث شرمندگی ثابت ہوگی۔ ہارُون نے کہا کہ کچھ مزید ارشاد فرمایئے۔ فرمایا۔ جب عُمر بن عبدالعزیز تخت پر بٹھائے گئے۔ تو اُنہوں نے سالم بن عبداللہ اور احیاء بن حیواۃ اور محمد بن کعب وغیرہ کو بُلا کر کہا کہ میں ایک سخت آزمائش اور بڑے امتحان کے معاملے میں اپنے آپ کو گھِرا ہوا پاتا ہوں۔ مجھے نجات کا کوئی مختصر سا راستہ اور اس پر چلنے کی آسان ترین تدبیر بتاؤ۔ ان میں سے بوڑھے بزرگ نے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین! تدبیر یہ ہے کہ اپنی رعیت کے بُوڑھوں کو اپنے باپ اور جوانوں کو مثل بھائیوں کے اور چھوٹوں کو اپنے بچوں کی طرح سمجھو۔ ہارُون زار زار رونے لگا اور کہا کہ کچھ مزید ارشاد فرمایئے۔ فرمایا! میں تیرے اس خوب صورت چہرہ پر ڈرتا ہوں کہ قیامت کے روز بُرے اعمال کے سبب بدنما اور خراب نہ ہو جائے۔ کیوں کہ بہت سارے امیر وہاں اسیر ہو جائیں گے ہارُون چلاّ چلاّ کر رونے لگا۔ اور پھر عرض کیا۔ کہ کچھ مزید ارشاد فرمایئے۔ فرمایا۔ خدا تعالیٰ سے ڈرو اور روزِ قیامت کے حساب کے لئے مستعد اور تیار رہو۔ کیوں کہ قیامت کے روز حق تعالےٰ تم سے ایک ایک مسلمان کی باز پُرس کرے گا۔ اور ہر ایک کا انصاف طلب کرے گا۔ اگر رات کو تیری اس طویل اور عریض سلطنت کے اندر ایک بوڑھی عورت بھی بھُوکی سوئے گی۔ تو کل تیرا دامن پکڑے گی۔ ہارُون روتے روتے بے ہوش ہو گئے۔ اس پر فضل برمکی نے عرض کیا کہ

اے شیخ! بس کرو۔ آپؒ نے امیر المومنین کو مار ڈالا ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ اے ہامان! خاموش رہ۔ کہ تُو نے اور تیرے ہم نواؤں نے اسے ہلاک کر دیا ہے۔ ہارُون کا گریہ ان الفاظ سے اور زیادہ ہو گیا۔ بعدہٗ کہا کہ سچ ہے۔ اے فضل! تُو ہامان ہے اور میں فرعون۔ پھر ہارُون نے پُوچھا۔ کہ میں نے سُنا ہے آپ پر کچھ قرضہ ہے۔ جواب دیا کہ ہاں! اپنے مالک کا میں بڑا مقروض ہوں۔ اگر اس قرضے سے میں زندگی میں سبکدوش نہ ہوا تو مجھ پر افسوس ہے۔ ہارُون نے کہا۔ میں مخلوق کے قرضے کی بابت پُوچھتا ہوں۔ آپؒ نے جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ اس کی نعمت اور دولت میرے پاس بہت ہے۔ ہارُون نے ہزار دینار کی تھیلی سامنے رکھ کر عرض کی کہ یہ چیز مجھے بطور میراث ماں سے ملی ہے۔ یہ حلال طیب ہے۔ اگر آپؒ اسے اپنے اخراجات میں استعمال فرمائیں تو حرج نہ ہوگا۔ شیخ نے آہِ سرد کھینچ کر فرمایا کہ افسوس! میری اتنی نصیحت اکارت گئی اور تجھ پر کچھ اثر نہ ہوا۔ یہاں بھی تم نے ظلم شروع کر دیا ہے اور بے دادگری کرنے لگ گئے ہو۔ میں تجھے نجات اور مغفرت کی طرف لاتا ہُوں۔ اور تُو میری ہلاکت اور تباہی کے سامان تیار کر رہا ہے۔ میں تمہیں کہتا ہوں کہ جو تم رکھتے ہو وہ اپنے حق داروں کو دے دو۔ اور تم پرایا مال ایسے آدمی کو دے رہے ہو جس کے لینے کا وہ کسی طرح حق دار نہیں ہے۔ اے ہارُون! کچھ شرم کر! اور خدا سے ڈر۔ یہ کہہ کر شیخ صاحبؒ ہارُون کے سامنے سے اُٹھے۔ اور دروازہ بند کر دیا۔ ہارُون روتے ہوئے روانہ ہوئے اور فضل برمکی سے کہا۔ کہ مردانِ خُدا اس طرح ہوا کرتے ہیں جس طرح فضل بن عیاض ہیں۔ ابیات جمالیؒ

لنگئ زیر و لنگئ بالا　　نے غم رزق و نے غم کالا
گز کے بوریا و پوستکے　　دِلکے پُر ز درد دوستکے
اِیں قدر بس بود جمالی را　　عاشق رندِ لا اُبالی را

ترجمہ:- درویش کے لئے احرام کی صُورت میں صرف ایک چادر اُوپر اور ایک چادر نیچے چاہیے۔ اس کا دل روزی اور کپڑوں کے غم اور فکر سے فارغ ہو۔ بچھونے کے لئے ایک چٹائی یا چمڑے کا ٹکڑا کافی ہے۔ اور اس کا دل دوست کے درد سے پُر ہو۔ یعنی

خانہ ویران اور دل معمور ہو۔ جمالیٔ کے لئے اور ہر عاشق رندِ لاابالی کے لِئے دُنیا میں اسی قدر سرمایہ اور سازو سامان کافی ہے۔

اسلام کا دامنِ رحمت ہی ہمارا آخری سہارا ہے

ہم نے جب سے اسلام کو اپنے کردار سے جدا کیا ہے نقصان ہی ہوا ہے مصر والوں نے اسلام کو چھوڑ کر اور "ازم" اپنایا ان کے ہاتھوں سے صحرائے سینا گیا ہزاروں عورتوں کی عصمت لوٹی گئی، مصر کی ناک کٹ گئی شام والوں نے اسلام کا جنازہ نکالا ان کا اپنا نکل گیا۔ اردن والوں نے اسلام کا مذاق اڑایا ان کے ہاتھوں بیت المقدس گیا۔ **1971**ء میں پاکستان میں اسلام مردہ باد کے نعرے لگائے گئے، قرآن جلائے گئے، علماء کی داڑھیاں نوچی گئیں، آدھا پاکستان ہاتھوں سے نکل گیا، ہماری ستر ہزار بہنوں کا کلکتہ کے بازاروں میں نیلام ہوا اور ہندو ڈھول پہ رقص کر کے اعلان کرتے کہ مسلمانوں کی بہنیں ستر ستر روپے میں خرید لو، چار لاکھ بچے یتیم ہو گئے، اگر باقی آدھے پاکستان میں بھی اسلام کا مذاق اڑایا جائے گا تو یہاں بھی ہماری عزتیں محفوظ نہیں رہیں گی۔

یہ اسلام ہی ہے جس کے دامن میں سب کی عزتیں محفوظ ہیں، مسلمان تو مسلمان غیر مسلم بادشاہ تک اپنی حکومتوں کو بچانے کے لئے پیغمبر اسلام کے قدموں کا سہارا لیتے رہے۔

صحیح بخاری کے شروع میں ہے، ہرقل شاہ روم کے پاس جب حضور علیہ السلام کا خط پہنچا تو اس نے تمام ارکان سلطنت کو بلا کر کہا! اگر فلاح و ملک کی بقا چاہتے ہو تو اس کا ایک ہی راستہ ہے فبعایعوہ اس خط والے کی غلامی کرلو۔ (اگر عیسائیوں کا ملک بھی حضور کا غلام بنے بغیر نہیں بچ سکتا تو ہم عیسائیوں کی غلامی کر کے اپنا ملک کیسے بچا سکتے ہیں)۔

دونوں عالم میں تمہیں مقصود گر آرام ہے
ان کا دامن تھام لو جن کا محمد نام ہے

اسلام کو بُرا کہنے والو! تمہیں کیا معلوم کہ تیرا دادا یا پردادا اسلام کی عظمت کو بچانے کے لئے ہندوؤں سکھوں کے ساتھ ٹکراتا رہا ہو اور تو جب اسلام کے خلاف زبان کھولتا ہے اس کی قبر کانپ جاتی ہو گی۔

جو حکمران آتا ہے اس کے چاہنے والے شور مچا دیتے ہیں اسلام آ گیا اسلام آ گیا۔

اسلام آئے گا تو سینمے اور ہیرا منڈیاں یوں آباد اور مسجدیں اور مدرسے یوں برباد نہ ہوں گے، یہ اسلام محمد مصطفیٰ والا نہیں ہے کیوں کہ محمد رسول اللہ کے اسلام سے چور، ڈاکو، شرابی یوں بھاگتے ہیں جیسے سورج کی شعاعوں سے اندھیرا بھاگتا ہے اسلام صرف یہ نہیں کہ بس نماز پڑھ لی اور ساتھ یزید کی طرح ظلم بھی جاری رہے اسلام مکمل ضابطۂ حیات ہے مسلمانوں کو دیکھنے سے پتہ چل جائے کہ یہ مصطفیٰ کا غلام آ رہا ہے غیر مسلم تیرے کردار کو دیکھ کر کلمہ پڑھتے نظر آئیں۔ جو حکمران اپنے چہرے پر سنت مصطفیٰ کی حفاظت نہیں کر سکتا وہ پورے اسلام کا کبھی تحفظ نہیں کر سکتا ایسا حکمران ملک کی حفاظت بھی نہیں کر سکتا پھر وہ کبھی عیسائیوں کے آگے کاسۂ گدائی پھیلاتا ہے تو کبھی یہودیوں کے قرضوں پہ خوش ہوتا رہتا ہے۔ کسی عربی شاعر کے دو شعر ملاحظہ فرمائیں جو ہماری غیرت ایمانی کو جھنجھوڑنے کے لئے کافی ہوں گے۔

کن غنی القلب واقنع بالقلیل
مُت ولا تطلب معاشا من لئیم
لا تکن للعیش مجروح الفؤاد
انما الرزق علی اللہ الکریم

"دل کا غنی ہو جا اور تھوڑے پر قناعت کر
مر جانا گوارا کر لے مگر کسی کمینے کے سامنے ہاتھ نہ پھیلا
زندگی کی آسائش کے لئے اپنی عزت نفس کو مجروح نہ کر
رزق کا ذمہ تو اللہ کریم نے لیا ہوا ہے"۔

❁ آخر مرنا ہے جو رات قبر میں آنی ہے باہر نہیں آئے گی تو کیوں یزید کی موت مرا جائے حسین کے غلام بن کر مرو۔ موت کا پیالہ ہر ایک نے پینا ہے ہر سفر ملتوی ہو سکتا ہے، سیٹ ریزرو کی ریزرو رہ سکتی ہے لیکن موت کے پُل کو ہر ایک نے عبور کرنا ہے، اللہ کے ہاں ظالم کا انجام بہت بُرا ہے اور ظلم و بغاوت کا آغاز دولت و حکومت سے ہی عموماً ہوتا ہے نمرود خلیل اللہ کے مقابلے میں کیوں آیا؟ کہ ان اتٰہ اللہ الملک ۔ کہ

اس کو حکومت مل گئی تھی۔ قارون خدا کا باغی کیوں ہوا؟ کہ و اتینٰہ من الکنوز کہ اس کو خزانے مل گئے تھے یزید نے نواسۂ رسول کے خون سے ہاتھ کیوں رنگے؟ کہ حکومت ہاتھ آ گئی تھی۔ اس لیے غریب پھر خوش نصیب ہے کہ ان کے پاس غریبی تو ہے لیکن نبی کا دامن بھی ہاتھ میں ہے حدیث میں ہے بدا الاسلام غریبا و سیعود غریبا و طوبی للغرباء (او کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم) اسلام غریبوں سے نکلا غریبوں میں رہے گا اور غریبوں کو مبارک ہو۔ بادشاہ نے بھی مرنے کے بعد زمین کا لقمہ بننا ہے غریب نے بھی، ہم اپنی خوراک زمین سے لیتے ہیں زمین ہمیں اپنا لقمہ بناتی ہے، ہم اپنی غذا کی فکر میں ہیں زمین ہمیں ہضم کرنے کی فکر میں، حقیقی امیر وہ ہے جس کا جسم قبر کے کیڑوں مکوڑوں سے محفوظ رہے گا اگرچہ دنیا میں غریب ہی رہا ہو اور جو بادشاہ ہو کر قبر کے کیڑوں مکوڑوں کی غذا بن جائے اس سے بڑا غریب کون ہو سکتا ہے حدیث میں ہے ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے اپنے صحابہ سے پوچھا مفلس کون ہے عرض کیا ہم تو مفلس اس کو کہتے ہیں جس کے پاس نہ درہم ہو نہ دینار فرمایا نہیں بلکہ قیامت کے دن اللہ کے پاس نیک اعمال کے انبار لے کر جانے والا جب دنیا میں دوسروں پر ظلم کرتا رہا ہو گا تو اس کے نیک اعمال مظلوموں میں بانٹ دیے جائیں گے اور جب نیک اعمال نہ رہیں گے تو پھر جن کے دنیا میں حقوق مارے تھے وہ اللہ کی بارگاہ میں درخواست گزار ہوں گے یا اللہ! ہمارا حق بھی ملنا چاہیے تو اللہ فرمائے گا حق داروں کے گناہ اس کے نامہ اعمال میں ڈالتے جاؤ تو نیکیوں کے انبار لے کر آنے والا اب گناہوں کے پہاڑ میں دب گیا ہے اور کوئی پرسان حال نہیں ہے۔

حضور نے فرمایا یہ ہے درحقیقت "مفلس" ثم طرح فی النار پھر اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ (رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۴۳۵)

اے غم گساران شب، خدا حافظ - دن نکل آیا اب، خدا حافظ
فرصت کے یہ لمحات غنیمت ہیں - کون کہہ جائے کب؟ خدا حافظ

وہ تھے کس منزل میں اور تو کون سی منزل میں ہے؟

حضرت ابو عبیدہ ابن الجراح العامری امین الامۃ، بیت المقدس کو فتح کرتے ہیں۔ خالد بن ولید شام کو فتح کر رہے ہیں۔ حضرت عمرو بن العاص مصر کو فتح کرتے ہیں اور جناب سعد بن ابی وقاص ایران پہ اسلام کا جھنڈا لہرا رہے ہیں کیا وجہ ہے کبھی کسی غیر مسلم کو مدینہ فتح کرنے کا خیال نہ آیا۔ ایران کا مال غنیمت مسجد نبوی میں رکھا گیا، ڈھیر لگا ہوا تھا حضرت عمر رو رہے ہیں حضرت علی نے پوچھا رونے کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا اس لیے کہ جو سامان آیا ہے فہرست کے مطابق آیا ہے "حتی الابرۃ" ایک سوئی بھی آگے پیچھے نہیں ہوئی اور یہ وہی لوگ لے کر آئے ہیں جو کھجوروں پہ گزارا کرتے تھے، کتنے امانت دار ہیں (لہٰذا یہ خوشی کے آنسو ہیں) حضرت علی نے کہا اس لیے کہ اوپر تو بیٹھا ہوا ہے الناس علی دین ملوکھم۔ اوپر صفائی ہو تو نیچے بھی صفائی ہو گی آج ہمارے اوپر غلاظت ہے تو نیچے بھی فساد و بربادی ہے۔

حضرت طارق بن زیاد اندلس فتح کرنے گئے تو عیسائیوں کی تعداد ستر ہزار تھی جب کہ مسلمان صرف سترہ ہزار، آپ نے دریا عبور کر کے فرمایا کشتیاں جلا دو عرض کیا واپس جانے کا ارادہ نہیں کیا؟ فرمایا یہی تو بتانا چاہتا ہوں کہ مسلمان جہاں قدم رکھتا ہے واپس جانے کے لئے نہیں بلکہ وہاں اسلام کا جھنڈا گاڑھنے کے لئے اترتا ہے۔ اب واپس نہیں بلکہ آگے آگے ہی جانا ہے، درندوں کو حکم دیا صبح سے پہلے علاقہ خالی کر دو مصطفیٰ کے غلام آ گئے ہیں، سارے جانور چیختے چلاتے بھاگ رہے ہیں صبح سے پہلے سارا جنگل خالی ہو گیا سمندر نے راستہ دے دیا۔ پہاڑ نرم ہو گئے۔ اپنے بچوں کے نام پرویز، فیروز، رستم، سہراب قیصر رکھنے والے مسلمانو! یہ جلوے تمہیں ان دشمنان اسلام کے پاس نظر نہیں آ سکتے بلکہ مصطفیٰ کے غلاموں کی سیرت میں ہی مل سکتے ہیں۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

اسلام کا جھنڈا ہاتھ میں لے پھر ساری خدائی تیری ہے

یہودی چند لاکھ ہیں اور مسلمان ارب سے زیادہ۔ یہودی بیت المقدس پہ قابض ہیں اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ وہ مسلمان نہیں رہے جو تین سو تیرہ ہو کر سارے کفر کو ملیا میٹ

کرسکتے تھے۔آیت حق ہے و انتم الا علون ''تم ہی بلند رہو گے''لیکن ان کنتم مؤمنین کا اسلحہ ان کے پاس نہیں یہ صرف کعبہ کا دیدار کرنے والے ہیں کعبہ کے کعبہ محمد رسول اللہ کی تعلیمات پر ان کا عمل نہیں یہ وہ مسلمان نہیں ہیں جو کہتے تھے ہم آروں سے چر تو سکتے ہیں دین سے پھر نہیں سکتے ۔

بدن پہ حج کا احرام دل میں بغض نبی
یہ کعبے کے پھیرے تو ہیں طواف نہیں

کافر بگڑے تو فرعون بنتا ہے مسلمان بگڑے تو یزید و شمر بنتا ہے فرعون و نمرود قوم کے بچے ذبح کرتا ہے یزید و شمر قوم کے اماموں کو قتل کرتے ہیں، جن بچوں کو فرعون و نمرود نے قتل کیا سب کا خون بھی ملاؤ، ایک سمندر تو بن سکتا ہے مگر حسین کے بیٹے علی اصغر کے خون کے ایک قطرے کا مقابلہ نہ ہو سکے گا کیوں کہ یہ خاندانِ نبوت کا فرد اور گلستانِ رسالت کا پھول تھا۔اور دین کے تحفظ کے لیے اپنی ننھی سی جان دے گیا۔

دیکھو سکھوں کا بچہ بچہ اپنے مذہب کی پابندی کر رہا ہے ورنہ ان کے مذہب میں اس کے رہنے کی گنجائش نہیں ہے حالانکہ اس کی بے وقوفی ضرب المثل ہے کہ ان کے گرو نے کہا بالوں کی یعنی (بچوں کی) حفاظت کرنا۔اور یہ غلط فہمی سے آج تک جسم کے بالوں کی حفاظت کیے ہوئے ہیں اس کو سکھ ہی نہیں مانتے جو پیدائش سے موت تک جسم کا کوئی بال کاٹے۔ایک اپنے جیسے انسان کی بات کی اس قدر پابندی، ادھر ہم ہیں کہ ایک ہی حکم اللہ تعالیٰ سو بار فرمائے ''نماز قائم کرو'' تو کتنے مسلمان اس پر عمل کر رہے ہیں۔دنیا کو فتح کرنے کی بات تو بعد کی ہے پہلے اپنی تو خبر لینی چاہیے

؎ تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات .

یہ ''جرم ضعیفی'' اگر فرد میں ہو تو وہ تباہی سے نہ بچ سکے گا اگر قوم قبیلہ میں ہو تو وہ ہلاک ہو گا حکمران میں ہو تو ملک ویران ہو گا۔اقبال علیہ الرحمۃ نے شیر کی مثال دی ہے کہ بوڑھا ہو گیا لیکن روزانہ ایک بکری پھر بھی اس کو دینا پڑتی تھی، بکریوں نے اپنی جان بچانے کا مشورہ کیا اور ایک بکری کو سیاسی مشیر کا لباس پہنا کر بھیج دیا، صدر محترم اس کی باتوں میں آ گئے اور گھاس کھانے

کی عادت ڈال لی اب نہ اس کی گھن گرج رہی نہ رعب و دبدبہ رہا، شان و شوکت بھی گئی طاقت و قوت بھی نہ رہی، مسلمان حکمرانوں کو بھی دشمنوں نے دہشت گردی، دراندازی اور بنیاد پرستی کی گردانیں پڑھا پڑھا کر جہاد سے دور کر دیا ہے اور اب یہ شیر اپنے ہی لوگوں کو پکڑ پکڑ کے ان کے حوالے کر رہے ہیں کہ یہ بھی دہشت گرد ہے اور وہ بھی بنیاد پرست ہے نتیجہ یہ نکلا کہ ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں قرآن پکڑنے والا نوجوان اب ایک ہاتھ میں گیند اور دوسرے میں بلّا پکڑ کر بیٹھ گیا اور مرد میدان بن کر دھاڑنے والا اب ایک رَن دو رَن اتنے رَن، ''رنوں'' کی تسبیح پڑھنے لگا ۔

ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

لفظ ''جہاد'' میں ''جیم'' سے جرأت و جذبہ، ''ھا'' سے ہمت ''الف'' سے اعلاء کلمۃ اللہ اور ''دال'' سے دفاع مراد ہے مسلمانوں کی ساری قوت تو جہاد میں مضمر ہے۔اگر مسلمان خود ہی اس کو بدنام کر دیں گے تو شوکت اسلام کہاں نظر آئے گی۔

مسلمان جب کلمہ پڑھتا ہے تو اللہ رسول کی غلامی میں آ جاتا ہے خدا سے ہم کلامی چاہے تو نماز میں کھڑا ہو جاتا ہے، شوق اور بڑھتا ہے کہ جس کی غلامی میں آیا ہوں اس پہ سب کچھ لٹا دوں تو زکوٰۃ و صدقہ و خیرات پہ عمل شروع ہو جاتا ہے، شوق میں مزید تلاطم پیدا ہوا تو محبوب کا گھر دیکھنے کی حاجت ہوئی تو احرام باندھ کر حج کو چلا گیا، اب جذبات کا سمندر اور موج میں آیا تو سوچا کہ یہ تو صرف گھر ہے گھر والا بھی دیکھنا چاہیے، جہاد کا راستہ نظر آیا جان، جاں آفریں کے سپرد کی تو خون کے پہلے قطرے پر دیدار الٰہی بھی نصیب ہوا تو جہاد تمام عبادات کا نچوڑ ہے، اس سے بھاگ کر ملک فتح نہیں ہوتے بلکہ پہلے بھی، محفوظ نہیں رہتے۔ ۔

ترے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے؟
خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے؟
عبث ہے شکوۂ تقدیر یزداں
تو خود تقدیر یزداں کیوں نہیں ہے؟

اسلام کی خیر خواہی کی عبادت میں چند مثالیں

بڑے بڑے انسانیت کے خیر خواہ وقت آنے پر انسانیت کے سب سے بڑے قاتل دکھائی دیتے ہیں۔ دین اسلام کی خیر خواہی کی عبادات میں جھلک ملاحظہ فرمائیں

۱- سخت دھوپ ہو ایک ہی درخت ہو اور ایک ہرن اس کے سائے میں آرام کر رہا ہو تو وہ حاجی جو حج کر کے تمام گناہ معاف کرا چکا ہے اس کو اجازت نہیں کہ ہرن کو اُٹھا کر خود درخت کے سائے میں بیٹھ جائے۔ (بہار شریعت ح۶ ص۴۰)

۲- مضطر (جس کو جان کا خطرہ ہو) زبان پہ کفریہ کلمات لا سکتا ہے جب کہ دل میں ایمان موجود ہو۔

۳- جان جانے کا خطرہ ہو تو حرام کھانے کی اجازت دے دی گئی الا ما اضطررتم الیه.

۴- میدان جہاد میں کافر نے اگرچہ جان بچانے کے لئے ہی کلمہ پڑھ لیا تو اجازت نہیں کہ اس کو اس لیے مارا جائے کہ ڈر کر کلمہ پڑھا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے ھلا شققت قلبه کہ دل کی بات اللہ پہ چھوڑ دو۔

۵- کسی نے نفلی روزہ رکھا کوئی مہمان آ گیا یا کسی عزیز کے ہاں چلا گیا پتہ ہے اگر اسکے ساتھ مل کر نہ کھائے گا تو اسکا دل ٹوٹ جائیگا تو اجازت ہے اسکا دل نہ توڑے روزہ توڑ دے بعد میں قضا کر لے کہ روزہ ٹوٹ گیا تو قضا ہے دل ٹوٹ گیا تو کوئی قضا نہیں۔

۶- ایک بوڑھا یا کمزور روزے دار بھول کر روزے کی حالت میں کھا رہا ہے تو فقہی مسئلہ ہے اس کو کھانے دو، یاد نہ کراؤ کہ تیرا روزہ ہے کیوں کہ اس کو خدا کھلا رہا ہے جس کے لئے اس نے روزہ رکھا ہے، تم کون ہوتے ہو اس کے رنگ میں بھنگ ڈالنے والے؟

۷- کسی کے وتر قضا ہو گئے دن کو پڑھنا چاہتا ہے تو فقہی مسئلہ ہے اگر لوگوں کے سامنے قضا کرے تو دعائے قنوت کے وقت رفع یدین نہ کرے تا کہ لوگوں کے سامنے شرمندہ نہ ہو کہ لوگ کہیں گے دیکھ کیسا آدمی ہے رات کو وتر نہیں پڑھ سکا۔ (بہار شریعت)

الغرض کون سا دین کا مسئلہ ہے جو انسان کی بھلائی کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا اگر ہم خود

ہی دین دار نہ بنیں تو ہمیں برکات کیسے حاصل ہوں۔

اسلام کسی کا حق مارنے کی تو کیا اجازت دے گا اسلام تو مرنے والوں کے حقوق بھی ادا کرنے کا حکم دیتا ہے یہ جنازہ، کفن دفن، وصیت، ادائے قرض اور ایصال ثواب یہ کیا ہے مردوں کے حقوق ہیں جن کی ادائیگی زندوں پر لازم قرار دی گئی۔

بلکہ اسلام تو کافروں کے حقوق بھی چھیننے کی اجازت نہیں دیتا۔ کس قدر انصاف ہے کہ کسی کافر (ذمی) کی چوری ہو جاتی ہے تو چوری کرنے والا مسلمان بھی ہو تو جس طرح مسلمان کی چوری پہ چور کے ہاتھ کاٹے جاتے ہیں اسی طرح کافر کی چوری کرنے پر مسلمان کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔

صد افسوس! ایسا سراپا رحم و کرم نظام حیات جو ہمیں خدا نے عطا فرمایا خدا کی زمین اس نظام کے لئے ترس گئی ہے۔ زمین اللہ کی آسمان اللہ کا، انسان اللہ کا مگر مسلمانوں کے ملک میں نظام اللہ کے دشمن کا چل رہا ہے۔

اے اللہ! ہمیں مرنے سے پہلے اسلام کی بہاریں ملک پاکستان میں دیکھنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین بحرمۃ سید الانبیاء والمرسلین الذی من اسمائہ طٰہٰ ویٰسین۔



﴿۹۹﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا رَعَیْتُھَا لِاَھْلِ مَکَّۃَ بِالْقَرَارِیْطِ

میں نے مکہ والوں کی بکریاں قراریط پر چرائی ہیں

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج۱ص۳۳۶، الطبقات الکبریٰ لابن سعد)

یہ حدیث بخاری شریف میں اس طرح ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ما بعث اللہ نبیا الا رعی الغنم اللہ تعالیٰ کے ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں فقال اصحابہ و انت صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا! حضور آپ نے بھی؟ فقال نعم کنت ارعاھا علی قراریط فرمایا ہاں! میں بھی قراریط پر چراتا رہا ہوں۔ (ج۱ص۳۰۱ کتاب الاجارہ)

اسی طرح السنن الکبریٰ للبیہقی میں ہے انا کنت ارعاھا لاھل مکۃ بالقراریط. (ج۶ص۱۱۸)

جب کہ دلائل النبوۃ لابی نعیم میں اس طرح ہے۔

انا کنت ارعاھا لاھلی مکۃ۔ (ج۱ص۵۵)

اور تاریخ بغداد میں اس طرح ہے -

انا قد رعیت الغنم ج۳ص۳۱۰ ترجمہ تقریباً ایک ہی ہے۔

نبی اکرم علیہ السلام کی حیات مبارکہ محنت، جفاکشی اور خودداری سے عبارت ہے آپ علیہ السلام نے بچپن سے ہی کسی پر بوجھ بننا پسند نہ فرمایا۔ جب آپ جناب ابو طالب کی کفالت میں تھے تو ان کی مالی حالت اتنی اچھی نہ تھی اس لیے آپ نے ان پر بوجھ بننے کی بجائے ان کی بھرپور مدد فرمائی اور بکریاں چرانے کا شغل اپنایا جس کا آغاز حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں ہو چکا تھا۔ (اسی طرح ہجرت کی رات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اصرار کے

باوجود قیمت کی ادائیگی کے بعد ان کی اونٹنی کے اوپر آپ نے سواری فرمائی)۔

چنانچہ اس کے ساتھ ساتھ حضور علیہ السلام نے چونکہ بندوں کی راہنمائی، کتاب الٰہی کی تعلیم کا فریضہ ادا کرنا تھا لہٰذا جتنے جائز کام بندے کرتے ہیں اللہ کے نبی نے ان کاموں کے کرنے میں کبھی شرم اور عار محسوس نہ فرمائی۔ آپ نے گھر کا کام کاج بھی کیا، نعلین مبارک بھی سیئے، کپڑوں کو خود پیوند بھی لگائے، جھاڑو تک دیا تاکہ میرا امتی جس درجہ کا بھی ہو یہ کام کرتے ہوئے خفت محسوس نہ کرے بلکہ سعادت سمجھے کہ میں وہ کام کر رہا ہوں جو میرے آقا نے کیا ہے۔

ان کاموں میں ایک کام گلہ بانی بھی ہے جو آپ نے بچپن سے لے کر جوانی تک وقتاً فوقتاً جاری رکھی اور محنت سے روزی کمانے کو سنت کا درجہ دے دیا اور امت کو بتادیا کہ محنت میں ہی عزت ہے اور معمولی کام کرنے میں بھی کوئی عار نہیں ہے کہ یہی رزق حلال کی بنیاد ہے۔ بلکہ شرم اور عار اس میں ہونی چاہیے کہ انسان اچھا بھلا سالم الاعضاء ہو کر دوسروں کے اوپر بوجھ بن جائے اور محنت سے جی چُراتا پھرے۔

حضور علیہ السلام نے ایک بار نہیں کئی مرتبہ اپنے صحابہ کرام کو اس حقیقت سے آگاہ فرما کر اس شعبے میں اپنی امت کے لئے راہیں آسان فرمادیں کہ معمولی کام کرنے والا بھی جب رزق حلال کما رہا ہے تو اپنا جائز کاروبار بتانے میں کیوں خفت محسوس کرے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور علیہ السلام کے ساتھ کھجوریں اتار رہے تھے تو آپ نے فرمایا سیاہ کھجوریں اتارو وہ زیادہ اچھی ہوتی ہیں، ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا آپ بکریاں چراتے رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ما بعث اللہ نبیا الاراعی غنم کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں (صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین)۔

آپ کی سیرتِ مبارکہ کے اس پہلو میں مزدوروں، محنت کشوں، کسانوں، چرواہوں اور یتیموں کے لئے کتنا بڑا درس عمل ہے اور کام چوروں، محنت سے روزی کمانے کو عار سمجھنے والے ہڈحراموں کے لئے کس قدر عبرت کا سامان ہے۔

قراریط کی تحقیق

محدثین کی اس کے بارے دو آراء ہیں

۱- ھو نصف د انق - نصف دانق۔ دینار کا بیسواں حصہ یعنی املی کے دانے کے برابر چاندی کے ایک سکے کو کہا جاتا ہے۔ یعنی ایک دن کی اس قدر اجرت پر حضور علیہ السلام نے بکریاں چرائیں۔ اس رائے کو اگر درست مان لیا جائے تو کسی طرح بھی منصب نبوت کے منافی نہیں ہے بلکہ یہ ثابت کرتا ہے کہ محنت کر کے اجرت لینا خودداری کی علامت ہے۔ اس کو مقام نبوت کے منافی سمجھنا نادانی ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کے ہاں ملازمت اختیار فرمائی اور اجرت یہ ٹھہری کہ صرف کھانا ملے گا اور آٹھ یا دس سال کی خدمت کے بعد آپ کی شادی کریں گے۔

قال انی ارید ان انکحک احدی ابنتی ھاتین علی ان تاجرنی ثمانی حجج فان اتممت عشرا فمن عندک۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں اپنی ایک بیٹی کی شادی آپ سے کر دوں اس شرط پر کہ آپ آٹھ سال میری خدمت کریں۔ اگر دس سال پورے کر دیں تو یہ اور بھی اچھی بات ہے۔ (القصص،۲۸:۲۷)

حضرت عقبہ بن منذر فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

ان موسیٰ اجر نفسہ ثمانی سنین او عشرا علی عفۃ فرجہ و طعام بطنہ۔ (سنن ابن ماجہ:۱۷۸)

بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (حضرت شعیب علیہ السلام کی) ملازمت اختیار فرمائی اس شرط پر کہ مدت گزرنے کے بعد ان کی شادی ہو جائے گی اور کھانا پینا چلتا رہے گا۔

۲- **و قال بعضھم ھو موضع بمکۃ۔** (کذافی العینی والکرمانی)

دوسری رائے یہ ہے کہ قراریط مکہ شریف میں ایک جگہ ہے (جیسا کہ عینی و کرمانی میں ہے)۔

اس رائے پر سیرت الرسول جلد نمبر ۳ سے ایک مختصر مگر جامع اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

دوسرے گروہ کا خیال ہے "قراریط" سے دینار کا بیسواں حصہ مراد لینا غلط ہے، کیوں کہ عرب کی سرزمین پر اس نام کا کوئی سکہ رائج نہیں تھا البتہ مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقہ میں ایک غیر معروف جگہ کا نام "قراریط" ضرور ہے اور یہاں وہی مراد ہے۔ یہ جگہ موضع اجیاد کے قریب ہی تھی چنانچہ نبی اکرم ﷺ کبھی قراریط میں، اور کبھی اجیاد میں، بکریاں چرایا کرتے تھے حدیث پاک میں اجیاد کا ذکر صراحتاً موجود ہے۔

ابو اسحاق کہتے ہیں ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

بعث موسی علیہ السلام و ھو راعی غنم و بعث داؤد علیہ السلام و ھو راعی غنم و بعثت و انا ارعی غنم اھلی با جیاد۔ (الطبقات الکبری،۱:۱۲۶)

موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے اور وہ بکریاں چرایا کرتے تھے اور داؤد علیہ السلام مبعوث ہوئے وہ بھی بکریاں چرایا کرتے تھے اور ہم بھی مقام اجیاد میں اپنے گھر والوں کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔

اس حدیث پاک میں دو باتیں خاص طور پر قابل غور ہیں۔

(۱) ایک تو اجیاد کا ذکر ہے جو قراریط کے قریب ہی تھا اور حضور ﷺ ان دونوں جگہوں پر بکریاں چرایا کرتے تھے۔ علامہ بدرالدین عینی نے اسی معنی کو ترجیح دی ہے ان کے ہاں اس موقف کی علمی دلیل یہ ہے۔

ان کلمۃ علیٰ فی اصل وضعھا للاستعلاء والاستعلاء حقیقۃ لا یکون الاعلیٰ القراریط الذی ھو اسم موضع و علیٰ القراریط من النقد یکون بطریق المجاز فلا یصار الی المجاز الا عند تعذر الحقیقۃ و لا تعذر ھنا۔

حدیث پاک میں لفظ "علیٰ قراریط" آیا ہے اور لفظ علیٰ اصل وضع کے اعتبار سے استعلاء کے لئے آتا ہے اور استعلاء کا معنی بصورت حقیقت اسی وقت متعین ہو سکتا ہے جب اس سے جگہ مراد لیں اور اگر اس سے "سکہ" مراد لیں تو یہ مجازی معنی بن جاتا ہے

اور مجازی معنی اس وقت مراد لیتے ہیں جب حقیقت متعذر ہو اور یہاں کوئی تعذر نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری،۱۲:۸۰)

(۲) دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

ہم گھر والوں کی بکریاں چرایا کرتے تھے اور جو شخص اپنے گھر کا کام کاج کرے اور اپنے بزرگوں کا ہاتھ بٹائے وہ کوئی اجرت نہیں لیتا۔

یہ اس دور کی بات ہے جب حضور نبی اکرم ﷺ اپنے چچا ابو طالب کے ہاں قیام فرما تھے اور آپ نے اس کی مالی کمزوری کے پیش نظر یہ کام اپنے ذمہ لے لیا تھا تاکہ چچا کا معاشی بوجھ ہلکا ہو اس میں عیب یا عار والی کوئی بات نہیں۔

مگر کیا کیجئے اس بد بخت تعصب وعناد کا جو خاصے دانش وبینش والے آدمی کو بھی اعتدال کی پٹڑی سے اتار دیتا ہے اور وہ جان بوجھ کر حقائق مسخ کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

فرانس کے ایک مورخ کے ساتھ یہی حادثہ پیش آیا ہے وہ بڑی ڈھٹائی سے آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے لکھتا ہے۔

''ابو طالب ''محمد'' کو قابل عزت نہیں سمجھتے تھے۔ اسی لئے ان کو چرانے کے لئے بکریاں دے دی تھیں''۔

اس بے چارے کو اتنا بھی احساس نہیں کہ جس دور کی یہ بات ہے اس وقت حضور ﷺ جوانی کی عمر میں قدم رکھ چکے تھے اور اس وقت اولاد کو اپنے کمزور والدین کی امداد واعانت کا احساس ہوتا ہے اور وہ ان کا بوجھ ہلکا کرنے اور ہاتھ بٹانے کے لئے میدان میں آجاتی ہے اس عمر میں انہیں ذلیل سمجھنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جب کہ انسان خود ان کی توجہ، دستگیری اور مدد کا محتاج ہوتا ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے بکریاں چرانے میں کارفرما حکمت

اب ایک سوال پیدا ہوا ہے آخر قدرت نے نبوت جیسے منصب رفیع کے لئے بکریاں چرانے کے عمل کو کیوں منتخب فرمایا؟ محنت ومشقت کا کوئی اور کام بھی سونپا جا سکتا تھا۔ اس کام میں کیا حکمت تھی کہ برگزیدہ اور صاحب نبوت کے ہاتھ میں چھڑی تھما دی کہ بکریوں کو ہانکتا رہے۔

اس کی ایک خاص وجہ یہ ہے جس کی اکثر علماء وعرفاء نے نشاندہی کی ہے۔

بکریوں کی ایک خاص عادت ہے وہ مجتمع رہ کر چرنا پسند نہیں کرتیں اطراف وجوانب میں پھیل جاتی اور دور دور نکل جاتی ہیں نگہبان کے لئے انہیں یکجا رکھنا ایک مسئلہ ہوتا ہے۔ وہ کبھی ایک کے پیچھے بھاگتا ہے اور کبھی دوسری کے پیچھے۔ اتنے میں تیسری کہیں کی کہیں پہنچ جاتی ہے۔ وہ اسے گھیر کر لاتا ہے تو چوتھی بھاگ جاتی ہے۔ غرض چرواہے کو ہر وقت ان کے پیچھے دوڑنا پڑتا ہے اور کڑی نظر رکھنا پڑتی ہے۔

اس کے علاوہ اس بھولی مخلوق کی حفاظت کا سلسلہ بھی اس کے پیش نظر ہوتا ہے، کوئی بکری نہیں جانتی کہ ریوڑ سے بچھڑنے کی صورت میں کوئی چور اسے اٹھا کر لے جا سکتا ہے، کوئی بھیڑیا چیر پھاڑ سکتا ہے۔

یہ ساری فکر چرواہے کو ہوتی ہے وہ چوکس رہتا ہے کہ کسی طرف سے دشمن نہ نکل آئے۔ وہ ہر آفت اور موذی دشمن سے انہیں بچا کر رکھنا چاہتا ہے۔

چونکہ یہ ایک جان جوکھم کام ہے۔ اس قسم کی مسلسل تگ ودو اور دوڑ دھوپ سے چرواہے میں صبر واستقامت اور تحمل وبردباری اور محبت وشفقت کی شان پیدا ہو جاتی ہے اور وہ ان بھولی بکریوں پر ناراض ہونے کی بجائے ان کی حفاظت کا عادی ہو جاتا ہے اسی لئے نبی علیہ السلام کو سب سے پہلے یہ کام سونپا جاتا ہے تاکہ وہ انسانوں کی مختلف طبائع سے پریشان ہونے کی بجائے صبر وتحمل سے ان کی ہر زیادتی سہنے کا عادی ہو جائے اور انہیں رشد وھدایت سے بدکتا دیکھ کر ناراض ہونے کی بجائے انہیں پیار ومحبت سے سمجھائے نفس وشیطان کے مکر سے بچائے اور صراط مستقیم کی طرف لائے اور ہر کام حکمت عملی اور تدبر سے کرے۔ ان سے رنجیدہ ہو کر انہیں دھتکار نہ دے بلکہ دامن کرم بچھائے رکھے تاکہ وہ جب چاہیں اس کے خنک سائے تلے آجائیں۔

منصب نبوت کی عظمت ورفعت کے پیش نظر حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کو گلہ بانی کا کام سونپا جاتا ہے اور اس لئے بھی کہ وہ امت کو بتا دیں انسان خواہ کتنا بڑا ہو اسے متواضع ہی رہنا چاہیے اسی میں اس کی بڑائی اور شان ہے۔ (فتح الباری لابن حجر عسقلانی،۴:۴۴۱)

محنت کی عظمت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ

رزق حلال کے لئے تگ و دو اور اہل و عیال کی بہتر پرورش کے لئے محنت و مشقت عبادت ہے۔ ایک مزدور اور محنت کش جتنی محنت کرتا ہے وہ محنت کی اجرت کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اتنا ہی زیادہ اجر و ثواب حاصل کر لیتا ہے اور عنایات و انصاف کا مورد ٹھہرتا ہے۔

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من امسی کالا من عمل یدیه امسی مغفور اله۔ (طبرانی)

جو شخص محنت مزدوری کی وجہ سے تھک کر چور ہو گیا اس کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(۲) حضرت مقداد بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

ما اکل احد منکم طعاما احب الی اللہ عزوجل من عمل یدیه۔ (مسند احمد بن حنبل، ۷: ۱۳۱)

کسی شخص نے کوئی ایسا کھانا نہیں کھایا جو اس کے ہاتھوں کی محنت سے زیادہ خیر و برکت والا ہو۔

(۳) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قیل یا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ای الکسب اطیب قال عمل الرجل بیده و کل بیع مبرور۔

(مسند احمد بن حنبل، ۷: ۱۷۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے اچھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اپنے ہاتھ سے کام کرے اور دھوکہ فریب سے پاک بیع کرے۔

گویا جان مار کر محنت کرنا اور مزدوری کے دوران تھک کر چور ہو جانا کوئی عیب یا باعث شرم بات نہیں کہ انسان منہ چھپاتا پھرے اور احساس کمتری کا شکار ہو جائے بلکہ یہ ایک فخر کی بات ہے جس سے انسان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا مقبول بن جاتا ہے اور اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں گویا اس کی جسمانی خستگی اور ذہنی تھکاوٹ اُس کے لئے نوید مغفرت اور پروانہ مقبولیت بن جاتی

ہے اور وہ کارکنان قضاء و قدر کی نگاہ میں محبوب ہو جاتا ہے۔

محنت دلیل عظمت اور قومی افتخار کا نشان ہے۔ یہ عادت نوجوان کی جانفشانی مہم جوئی فرض شناسی اور احساس ذمہ داری پر دلالت کرتی ہے اور اسلامی تعلیمات کا ایک ایسا حصہ ہے جو قابل فخر بھی ہے اور قابل ستائش بھی۔ جس پر اسلام نے بطور خاص زور دیا ہے اور محنت مزدوری کرنے والوں کو عزیز جہاں ہونے کے ساتھ اللہ کا حبیب ہونے کا مژدہ جانفزا بھی سنایا ہے۔

محنت و مزدوری کے دائرے میں چھوٹے سے چھوٹے کام سے لے کر بڑے سے بڑا کام آ جاتا ہے اور جو شخص جو کام بھی کرتا ہے وہ اپنی جگہ بڑا اہم ہوتا ہے خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا ہو۔ کوئی بھی اس کام کی وجہ سے چھوٹا نہیں ہوتا۔ اس سنہری اصول کی روشنی میں چھوٹے پیشہ ور لوگ، محنت کش، مزدور، مزارع، ملازم سب قابل عزت ٹھہرتے ہیں اور اپنی اپنی جگہ اہم ہیں ان کا وہ کام بھی اہم ہے جس کے ذریعے وہ روزی کماتے اور اہل و عیال کو پالتے ہیں۔

المیہ یہ ہے کہ عزت و وقار کے معیار بدل گئے ہیں ان چھوٹے پیشہ ور ہنر مندوں اور کاریگروں کو اپنی محنت و مشقت سے اتنی محدود آمدن حاصل ہوتی ہے جس سے وہ زندگی کی آسائشیں حاصل نہیں کر سکتے بمشکل اپنی ضروریات ہی پوری کرتے ہیں اس لئے معاشرے میں نمایاں نہیں ہوتے اس وجہ سے بعض نفسیاتی طور پر احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں اور اپنے پیشوں کو چھوٹا تصور کر کے ان سے آنکھیں چُراتے ہیں۔ (سیرت الرسول ج نمبر ۳)

جب کہ اللہ کے نبی علیہ السلام نے محنت کو وجہ شرف قرار دیا ہے اور خود محنت فرما کر معاشرتی ترقی کا راز ہمیں بتا دیا ہے آج ہمارے ملک کی ترقی میں ایک بہت بڑی رکاوٹ یہ بھی ہے کہ بہت سارے لوگ اچھے بھلے تندرست و توانا ہو کر کام چور بنے ہوئے ہیں اور دوسروں کی کمائی پر نظر رکھے ہوئے ہیں اور خود محنت کرنے کو اپنی توہین سمجھ رہے ہیں جس کے نتیجے میں چوری، ڈکیتی، اغوا برائے تاوان، اور قتل و غارت گری اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے اور سمجھتے ہیں کہ ہاتھ سے کمائی کریں گے تو کتنا کمائیں گے جب کہ ایک ہی ڈکیتی میں لاکھوں مل جاتے ہیں اور ایک ہی قتل میں چاندی ہو جاتی ہے اور ظالم یہ نہیں سمجھتے کہ حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی بھی کچھ اہمیت ہے۔ اسی طرح گداگری بھی ہمارے ملک کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہے اور گداگروں کی اکثریت کچھ نہ کچھ کرنے کی اہل ہوتی ہے لیکن محنت کرنے کو مشکل کام سمجھ کر جان بوجھ کر معذور

بن جاتے ہیں اور ساری عمر بلکہ اپنی اولاد کو بھی اسی مکروہ دھندے پر لگا دیتے ہیں اور نسلاً بعد نسل یہ سلسلہ جاری ہو جاتا ہے ہم نے خود دیکھا ہے حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کے دربارِ پُر انوار پہ کئی گداگروں کو تہجد کے وقت بہترین گاڑیوں سے اتارا جاتا ہے اور سارا دن کمائی کرنے کے بعد رات کو وہی گاڑیاں ان کو لے جاتی ہیں اور ان کے سرپرستوں کے (جو بنگلوں میں رہتے ہیں) بڑے لمبے ہاتھ ہوتے ہیں۔

ایک خبر کے مطابق باپ نے خود اپنے بیٹے کے بازو پہ بلیڈ سے زخموں کے سترہ نشانات لگائے اور بھیج دیا کہ جاؤ مانگ کر لاؤ وہ رات کو دو سو روپیہ لایا تو دوسرے دن دوسرے بازو پہ بھی سترہ نشانات لگا دیے کہ آج چار سو لے کر آئے گا۔

ایک اطلاع کے مطابق تحفظ اطفال کے ادارے روزانہ اوسطاً چالیس بچے اغوا کرتے ہیں ایک ادارے کے سربراہ کو پکڑ لیا گیا اور وہ صرف پندرہ منٹ میں چھوٹ کر گھر واپس آ گیا۔

مجھے ایک بڑی سیاسی جماعت کی ذمہ دار عہدے دار نے بتایا کہ فلاں ہسپتال والوں نے مجھے آفر کی ہے کہ ہمیں ہر ماہ کینسر کے چار مریض دیا کرو اور دو لاکھ روپیہ ہم سے لے لیا کرو فی مریض پچاس ہزار اور اس سے زیادہ بھی ہو سکتا ہے تو میں نے معذرت کی یہ کہہ کر کہ میں انسانیت کا سودا نہیں کر سکتی۔

ایک پروفیسر صاحب نے مجھے بتایا کہ لاہور کے پنجاب کارڈیالوجی ہسپتال میں مَیں گیا تو میرے ایک شاگرد ڈاکٹر نے بتایا کہ ابھی ایک لینڈ کروزر پہ "غریب" آیا تھا اور زکوۃ فارم پُر کر کے زکوۃ فنڈ سے علاج کروا رہا ہے اور مجھے بھی ایک بیگ مہنگی دوائیوں کا بھر کر دینا چاہتا تھا مگر میں نے اس کو ڈانٹا کہ تجھے پتہ ہے میں مستحق زکوۃ نہیں ہوں اور اگر میں لے بھی جاؤں تو کیا مجھے من جانب اللہ شفا ملے گی؟

سرکاری افسران اپنا ہر نقصان حکومتی خزانے پر ڈال دیتے ہیں گاڑی تباہ ہو گئی ہے تو جمع کرا کے نئی نکلوا لو۔ قرضہ لے کر واپس نہ کرو۔ اسمبلیوں کے ایک ایک ممبر پر جتنے اخراجات ہو رہے ہیں الامان والحفیظ۔ یہ سب بھکاری ہیں اور ملکی ترقی میں رکاوٹ ہیں۔

؎ مانگنے والا گدا ہے صدقہ مانگے یا خراج
کوئی مانے یا نہ مانے میر و سلطاں سب گدا

اور خزانہ خالی ہے کی رٹ بھی لگاتے رہتے ہیں اور اسی خالی خزانے سے جیبیں بھی بھرتے رہتے ہیں ان حالات میں ملکی ترقی اور معاشی استحکام کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔

ان حالات میں ضرورت ہے کہ نبی رحمت علیہ السلام کی تعلیمات کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا جائے اور قوم میں خوف خدا کے ساتھ ساتھ محنت کی اہمیت و فضیلت کو اجاگر کیا جائے، مذکورہ مکروہ دھندوں کی سرپرستی کی بجائے حوصلہ شکنی کی جائے تا کہ قوم کا بچہ بچہ اپنے آقا کی سنت کے مطابق محنتی، جفاکش اور غیرت مند و خوددار ہو جائے اور بقول اقبال برائے جاوید اقبال

؎ میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

تعمیر ملت، اصلاحِ امت، تعمیل سنت اور تکمیل ہدایت و نعمت کیلئے چند مفید باتیں

❁ ہمارے معاشرے کی بہت سی برائیوں کی تار آ کر بچوں کے بہانے پہ ٹوٹتی ہے یہ وی سی آر، کیبل کی لعنتیں کیوں ہیں بہانہ بچوں کا ہے، فحش فلمی گانوں کی کیسٹیں اچھے بھلے حاجی نمازی لوگوں کی گاڑیوں میں دیکھی گئیں پوچھنے پر یہی جواب ملتا ہے کہ بچوں کا شوق ہے، ہم تو نہیں سنتے۔ جب تمہارے بچے سنتے ہیں تو تم ہی سنتے ہو الولد سر لابیہ۔ یہ بسنت، نیو ائیر کی عریاں تقریبات اور دیگر فضول خرچیوں اور بے حیائیوں سے بھرپور تقریبات کے بارے بھی یہی کہا جاتا ہے کہ ہمارا تو کوئی شوق نہیں بچوں کا شوق تھا اسی طرح شادی بیاہ کی فضول رسمیں بھی بچوں کے بہانے کی جاتی ہیں۔ کوئی ان پارساؤں سے پوچھے جو کام تم خود برا سمجھتے ہو اس جہنم میں بچوں کو کیوں پھینکتے ہو۔ کیا تمہیں ان کے بارے میں پوچھا نہ جائے گا قرآن پاک میں ہے۔

قوا انفسکم و اھلیکم نارا.

اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ۔

حدیث شریف میں ہے

کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته.

تم میں سے ہر ایک محافظ ہے اور اپنے ماتحتوں کے بارے میں اس سے

پوچھا جائے گا۔

کوئی دولت کے نشے میں مست ہے تو کوئی حسن و جوانی کی مستی میں اپنے رب کی نافرمانی کر رہا ہے اور جانتا نہیں کہ اپنا کتنا نقصان کر رہا ہے۔ ایک آدمی شیر کی کھال پہن کر بڑی متکبرانہ چال چل رہا تھا تو ایک اللہ والے نے دیکھ کر عبرت ناک جملہ بولا اور اس کی کایا کو پلٹ کے رکھ دیا فرمایا "بھائی یہ کھال جس کی تھی جب اس کے پاس نہ رہی تو تیرے پاس کیا رہے گی" اور ساتھ ہی ایک قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

کیسے حسین کی قبر پہ کانٹوں کی بار ہے
وہ پھول سا بدن وہ نزاکت کہاں گئی

فضیل بن عیاض بغداد کا مشہور ڈاکو تھا ایک رات کسی کے گھر ڈاکہ ڈالنے گیا تو اندر سے تلاوت کی آواز آ رہی تھی الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ۔ "کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کو یاد کر کے ڈر جائیں"؟ بس آواز کان میں پڑی کہ گر پڑے ہوش آیا تو ولیوں کی سرداری مل چکی تھی پھر بادشاہ وقت کو بھی خاطر میں نہ لاتے تھے فرماتے میری جھونپڑی کے دو دروازے ہیں اگر تو ادھر سے آیا تو میں ادھر نکل جاؤں گا اور اگر ادھر سے آیا تو ادھر نکل جاؤں گا۔

۞—— ہر شخص مسائل کی بات کرتا ہے تاجر ہو کہ مزدور، عورت ہو کہ مرد، غریب ہو یا امیر۔ اگر مسائل ہیں تو ہر ایک کے کچھ فرائض بھی تو ہیں ان کی بات کوئی نہیں کرتا شاید مسائل کا حل، فرائض کی ادائیگی میں ہی ہو۔ ہم نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کو نظر انداز کر کے دامن نبوت کو چھوڑ دیا اللہ نے ہمیں مسائل میں الجھا دیا۔ وہ اللہ جو جانوروں اور پتھر میں رہنے والے کیڑوں کے مسائل کو بھی حل فرماتا ہے کیا اشرف المخلوقات کے مسائل کو حل نہ کرے گا۔ یقیناً کرے گا، مگر کب؟ جب غلامیٔ مصطفیٰ میں اپنے آپ کو رنگ لیں گے۔ کیوں کہ حضور نے تو بندوں سے خدا کے حقوق ادا کروا دیئے (نماز، روزہ، حج زکوٰۃ، قربانی وغیرہ) حالانکہ بندوں سے کچھ لینا مشکل ہے خدا سے لینا تو بہت آسان ہے اور پھر حضور کا خدا سے لینا، اللہ اللہ! ادھر ہاتھ اُٹھتے ہیں اُدھر قبول ہو جاتی ہے۔

بخشش کہاں اے صاحب قرآن تیرے بغیر
ملتی نہیں ہے دولتِ ایمان تیرے بغیر
لا ریب ہر بشر نے تسلیم کر لیا
انساں نہ بن سکا کبھی انسان تیرے بغیر

۞—— ہمارے معاشرے بلکہ قانون میں بڑے سے بڑے گناہ کا لائسنس بنوا لو تو جو چاہے کرتے پھرو سینما، شراب، خنزیر، جوا، حتیٰ کہ عورت بنوا لے تو جسم فروشی بھی کر سکتی ہے کیا یہ لائسنس خدا نے دے دیا ہے (نعوذ باللہ) خدا اور رسول نے تو ان کاموں کو حرام کیا ہوا ہے ستم بالائے ستم یہ کہ کوئی عورت اگر کسی کے گھر کے سامنے ناچنا شروع کر دے تو کوئی صاحب اولاد ہرگز برداشت نہ کرے گا، غیرت مند ہے تو یا اس کو مار مار کے بھگا دے گا یا کم از کم اپنا دروازہ تو بند کر ہی لے گا۔ مگر اسی غیرت مند کے گھر میں کیبل وانٹر نیٹ پہ سینکڑوں عورتیں ننگی ناچ رہی ہیں اور یہ غیرت مند اپنی جوان بیٹیوں کے ساتھ دیکھ رہا ہے اور خوش بھی ہو رہا ہے۔

سن لو! جو ہنستا ہوا گناہ کرے گا وہ کل روتا ہوا جہنم میں جلے گا۔

معاشرہ ایسا ہونا چاہیے کہ جان جاتی ہے تو جائے مگر اپنے عقیدے و ایمان کے خلاف کوئی بات نہ ہونے پائے۔ صحابۂ کرام کی اذیتیں یاد کرو کہ ان کوانٹوں پہ باندھ کر چیر دیا جاتا مگر اپنے عقیدے و عمل پر قائم رہتے۔ ہم چند ٹکوں پہ اپنے ایمان کو بیچ دیتے ہیں۔

۞—— اس دور میں اچھی صحبتوں کی سخت ضرورت ہے، بدکردار کے ساتھ چلو گے تو جہاں وہ خود گرے گا تمہیں بھی گرائے گا۔ پھر ساری عمر سکون نہ مل سکے گا، ہمارا حال تو اس بے وقوف کا سا ہے جس کے گھر میں سوئی گم ہو گئی تو گھر میں اندھیرا ہونے کی وجہ سے باہر جا کر بلب کی روشنی میں تلاش کر رہا ہے، سکون کی دولت ہم کلبوں، سینماؤں اور برائی کے اڈوں میں تلاش کرتے ہیں حالانکہ یہ دولت ہمیں اگر ملے گی تو یا مسجد میں خدا کی یاد کر کے ملے گی یا خاک مدینہ کو آنکھوں کا سرمہ بنا کے ملے گی۔

یہ خدا کا کرم نہیں تو کیا ہے؟ کہ اس نے تمہیں اشرف المخلوقات بنا کر اپنے نبی کا امتی بنا دیا وگرنہ کیا اللہ تمہیں جانور یا کتا یا سؤر نہیں بنا سکتا تھا؟

❁—— خدارا! اپنے ایمان کی حفاظت کرو اس سے بڑی کوئی دولت نہیں ہے۔ یہاں تو دو تولے سونے کی حفاظت کے لئے چوکیدار مقرر کیے جاتے ہیں پھر بھی ہر وقت دھڑ کا لگا رہتا ہے کوئی لے نہ جائے۔ تیرے ایمان پہ ہر طرف سے تابڑ توڑ حملے ہو رہے ہیں کبھی فحاشی وعریانی کا، کبھی خدا کی نافرمانی کا، اپنے آپ کو بچایا اقبال کے الفاظ میں اپنی خودی کو بچا، اپنی کھوئی ہوئی ایمانی غیرت کو واپس لا، گندے ماحول کو بدل کر نیکی کو پھیلا، شراب خانوں اور سینماؤں کو گرا، اور ان کی جگہ اللہ کا گھر مسجد بنا، ظالم کا پنجہ مروڑ کر اس کے دست تظلم سے مظلوم کو بچا اور اپنے آپ کو دوزخ سے نجات دلا۔

خودی کی جلوتوں میں مصطفائی
خودی کی خلوتوں میں کبریائی
زمین و آسمان و عرش و کرسی
خودی کی زد میں ہے ساری خدائی

❁—— پورے محلے میں ایک گھر کے اندر آگ لگ جائے تو کوئی بالٹی میں پانی لے کر دوڑتا ہے کوئی ڈول بھر کے دوڑ رہا ہے یہاں تو گھر گھر میں دوزخ بھڑک رہا ہے اس آگ پہ سارے مل کر رحمتِ الٰہی کا پانی ڈالو ان شاء اللہ ضرور بجھ جائے گی، سینے مدینے بنیں گے اور گھر گھر سے تلاوت قرآن کی آوازیں آئیں گی (انشاء اللہ)۔

❁—— ایک ہی مچھلی سارے تالاب کو گندا کرتی ہے ایک محمد شاہ رنگیلے نے صدیوں کی محنت ضائع کر دی۔ یہاں تو ایسے ہزاروں رنگیلے پھر رہے ہیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہندو و سکھ جب بارات لے کر جاتے تھے اگر راستے میں مسجد آ جاتی تو گاجے باجے بند کر دیتے تھے، کیا اب مسلمان بھی ایسا کرتے ہیں؟ سارا دن مسجد کے آس پاس اونچی آواز سے میوزک سننے والے کیا ان کو ہندو کہا جائے یا برائے نام مسلمان یا بقول اقبال

یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

اگر ہماری اس حالت کے باوجود بھی اللہ ہمیں نہیں پکڑ رہا تو ہم بجائے اللہ کی قدرت و پکڑ کا انکار کرنے کے غور کریں کہ کہیں وہ ہمارے آقا کی غارِ حرا میں کی گئیں دعاؤں کا حیا تو نہیں فرما رہا اس نے تو مشرکین مکہ کو بھی فرما دیا تھا ما کان اللہ لیعذبھم و انت فیھم۔ کہ میرا

محبوب بھی تم میں ہو اور تم پہ عذاب بھی آئے، میری غیرت یہ گوارا نہیں کرتی، ہم تو پھر اس کے محبوب کے امتی ہیں۔

عصیاں سے کبھی ہم نے کنارا نہ کیا
تو نے دل آزردہ ہمارا نہ کیا
ہم نے تو جہنم کی بہت کی تدبیر
لیکن تیری رحمت نے گوارا نہ کیا

❁—— ساری رات نوجوان فلمیں دیکھتے رہتے ہیں اور اس رب کی عطاؤں کا وقت آتا ہے اور اہل اللہ تہجد کے لئے اُٹھتے ہیں تو فلمی نوجوان سوجاتا ہے۔

وہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا

پہلے فلم دیکھنے کے لئے سینما میں جانا پڑتا تھا اب گھر گھر میں سینما کھل گیا ہے جو اس رش میں نہیں جاسکتے وہ سکون کے ساتھ گھر میں بیٹھ کر اپنے آپ کو یہ بیماری لگا سکتے ہیں، گھر گھر شیطان ناچ رہا ہے، اس ماحول میں جو بچہ پیدا ہوگا وہ باپ کی قبر پہ جا کر گانا تو گا سکے گا مگر قرآن نہیں پڑھے گا۔ اور شادی بیاہ کے موقع پر تو اس قسم کی بے حیائیاں عروج پر ہوتی ہیں اور بڑا ہی ''معقول بہانہ'' ہوتا ہے کہ ''جی خوشی کا موقع ہے'' کیا ایسے موقع پر ہم دین کی قید سے آزاد ہو جاتے ہیں؟ سنو! شادی سنت رسول ہے اگر اس کی بنیاد ہی ناچ گانے اور خدا کی نافرمانی پر ہوگی تو شادی نہ رہے گی بلکہ بربادی ہوگی اور ہم نے ہزاروں ایسے رشتوں کو ٹوٹتے دیکھا اور لاکھوں گھروں کو اجڑتے دیکھا کیوں کہ اللہ کو سنت رسول کی توہین ہرگز برداشت نہیں ہے، کم از کم مسلمان اور کافر کی شادی میں تو فرق ہونا چاہیے کہ اگر کافر کی شادی ناچ گانے سے شروع ہو تو مسلمان کی شادی ذکر خدا سے شروع ہو اور ذکر مصطفیٰ پہ ختم ہو۔ ورنہ۔

اس دن آکڑ تے مغروری نکل جاوے گی تیری
جس دن کہیا سرورِ عالم ایہہ نئیں امت میری

اور جو ایسا کر چکے ہیں اگر واقعی وہ اپنے کیے پر شرمندہ ہیں تو کم از کم میرے ناقص ذہن کے مطابق اس گناہ کا کفارہ یہ ہے کہ جتنی دولت ایسے مواقع پر بُرے کاموں میں خرچ کر چکے ہیں

اتنی ہی دولت اچھے کاموں میں خرچ کریں ۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے غافل مسلمانو!
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

✿ اس دنیا پہ مغرور نہ ہونا چاہیے یہاں جس شے سے پیار کرو گے مرنے کے بعد تمہارا ساتھ چھوڑ دے گی گھر کی تمام چیزیں جو بڑے شوق سے جمع کرتے ہو گھر میں ہی رہ جاتی ہیں آپ کے ساتھ نہیں جاتیں یہاں تک کہ گھر کی لیٹرین بھی گھر میں رہتی ہے مگر تیری قبر کو گھر میں بنانا گوارا نہیں کیا جاتا حالانکہ یہی گھر تو نے خون پسینے کی کمائی سے بنایا تھا۔

جہاں بادشاہ کی قبر ہے وہیں ایک گداگر کی قبر بھی ہے ۔

بڑے بڑے شاہ زور ہزاراں دنیا اندر آئے
جد پیغام اجل دا آیا بستر جھاڑ اُٹھائے

✿ ایک مسلمان اپنے کاروبار، دُکان میں لڑتا جھگڑتا بھی ہے گالی گلوچ بھی ہو جاتی ہے مگر اس وجہ سے اپنی دُکان یا کاروبار نہیں چھوڑتا کہ یہاں تو گالیاں سننی پڑتی ہیں کل سے دُکان بند، نہیں مگر نیکی کا کام ہو تو معمولی بات پہ لوگوں کو مسجدیں چھوڑتے دیکھا ہے اس لیے کہ یہ اللہ کا معاملہ تھا یہاں سے ٹکے نہیں ثواب ملتا تھا دُکان سے تو پیسے ملتے ہیں اور ۔ ایہہ جہاں مٹھا اگلا کنے ڈِٹھا۔ اپنا کام ہو تو فضول خرچیوں پہ لاکھوں روپے ضائع کر دیتے ہیں اور مسجد و مدرسہ کے لئے کہا جائے تو گن گن کر، حالانکہ اللہ مفت نہیں مانگتا وہ اپنے ہی دیے ہوئے سے قرض حسنہ مانگتا ہے مــن ذالــذی یقــرض اللہ قــرضا حسنـا ۔ اور بڑھا چڑھا کر واپس دینے کا بھی وعدہ کرتا ہے فیضعفہ لہ اضعافا کثیرۃ ۔ کیوں کہ انسان عزت وشہرت کا طالب ہے حالانکہ خدا کا طالب ہو جائے تو عزت وشہرت خود اس کی طالب ہو جائے گی۔ کیوں کہ اللہ بھی ایسے بندے کے لئے زمین وآسماں کو مسخر کر دیتا ہے ۔

نہ تُو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے
جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے

حکایت

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ جا رہے ہیں کہ دو بندوں کو زمین کے لئے جھگڑتے دیکھا ایک کہتا میری ہے، دوسرا کہتا میری ہے، آپ کو دیکھ کر کہنے لگے بایزید سے فیصلہ کروا لیتے ہیں کس کی ہے؟ فرمایا ٹھہرو زمین سے ہی پوچھ لیتے ہیں کس کی ہے؟ زمین کو حکم دیا اس نے بول کر کہا میں ان دونوں میں سے کسی کی نہیں بلکہ یہ دونوں میرے ہیں کہ میرا لقمہ بنیں گے۔

قابل رشک ایمان

قرآن مجید کی جب یہ آیت نازل ہوئی

ولو انا کتبنا علیھم ان اقتلوا انفسکم۔ (النساء)

(اگر ہم ان پر فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر دو) تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور "آپ اگر حکم دیں تو میں ابھی اپنے ہاتھوں سے اپنا سر اُتار کر آپ کے سامنے رکھ دوں" حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا صدقت یا ابا بکر "اے ابوبکر! تم نے سچ کہا" (الصواعق المحرقہ)

علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ۔

چو می گویم مسلمانم بلرزم   کہ دانم مشکلات لا الہ را

کہ جب میں اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہوں تو لرز جاتا ہوں کیوں کہ جانتا ہوں صحیح مسلمان ہونا کس قدر مشکل ہے۔

مسلمان ایسا ہوتا ہے کہ اپنے بچوں کو بھوکا پیاسا سُلا کر اپنا اور اپنے بچوں کے حصے کا کھانا، چراغ بجھا کر حضرت ابوطلحہ کی طرح مہمان کو کھلا دے۔

(بخاری ومسلم بحوالہ روح المعانی ج ۲۸ ص ۵۳ زیر آیت ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ)

اور مسلمان ایسا ہونا چاہیے کہ اس کے گھر میں بکری کی سری آئے تو وہ اپنے پڑوسی کے گھر میں بھیج دے کہ شاید انہیں ہم سے زیادہ ضرورت ہو اور وہ پڑوسی اسی جذبہ کے تحت اپنے پڑوسی کو بھیج دیتا ہے کہ شاید انہوں نے کب سے گوشت نہ کھایا ہو حتیٰ کہ سات گھروں میں گردش کرنے کے بعد وہ سری واپس پہلے گھر میں آ جاتی ہے۔ (حاکم، بیہقی)

کس قدر قابلِ رشک ایمان تھا ہمارے اسلاف کا کہ ایک جنگ کے موقع پر زخمی مجاہد نے پانی مانگا جب اس کو پانی دیا گیا اور اُس نے مُنہ کے ساتھ لگایا ہی تھا کہ دوسرے زخمی مجاہد کی آواز آئی ''پانی'' پہلے نے خود نہ پیا اور دوسرے کی طرف بھیج دیا دوسرا پینے لگا تو تیسری جگہ سے آواز آئی ''پانی'' اس نے بغیر پیئے آگے بھیج دیا پیالہ اسی طرح گردش کرتا رہا اور واپس پہلے کے پاس آگیا پانی کا پیالہ کوئی نہ پی سکا سب نے جام شہادت نوش کرلیا۔

صرف توحید کا شیطان بھی ہے قائل یوں تو
شرطِ ایمان ہے محمد کی غلامی یہ نہ بھول
ان سے نسبت نہ ہو گر تو محاسن بھی گناہ
وہ شفاعت پہ ہوں مائل تو جرائم بھی قبول

ہمارے ایمان کی خامیاں

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو احکام بیان فرمائے ہیں ان کی تسلیم کا مدار اس چیز پر ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت دونوں پر کامل ایمان ہو۔ مثلاً جب ہم اللہ تعالیٰ کے کسی حکم پر عمل نہیں کرتے اس وقت یا تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری اس نافرمانی کا علم نہیں ہے۔ اس شکل میں اللہ تعالیٰ کے علم پر ہمارا ایمان نہیں ہوگا۔ اور اگر ہم علم مانتے ہیں اور اس کے باوجود اس کی حکم عدولی کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ باوجود علم کے ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ اس صورت میں ہمارا اس کی قدرت پر ایمان نہ ہوگا۔

ٹریفک کے قانون کے تحت بعض سڑکوں پر ون وے ٹریفک ہوتی ہے۔ جب ہمیں معلوم ہو کہ سڑک پر اس وقت ٹریفک کا کوئی سپاہی موجود نہیں ہے تو بسا اوقات ہم قانون کے خلاف غلط سمت بھی اپنی سواریوں کو لے جاتے ہیں کیوں کہ ہمیں یقین ہوتا ہے کہ ٹریفک کے سپاہیوں کو اس وقت ہماری اس قانون شکنی کا علم نہیں ہوگا اور جب ہم دیکھ رہے ہوں کہ سڑک پر سپاہی تو ہیں لیکن وہ ٹریفک کے سپاہی نہیں ہیں اور انہیں اس قانون شکنی پر گرفت کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ تب بھی ہم ٹریفک کے قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بے دھڑک گزر جاتے ہیں کیوں کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ان سپاہیوں کو ہماری اس خلاف قانون حرکت کا تو علم ہے لیکن ان کو اس قانون شکنی پر ہم سے مواخذہ کرنے کی قدرت نہیں ہے اور جب ہم دیکھ رہے ہوں کہ سڑک پر

ٹریفک کے سپاہی موجود ہیں تو ہم ٹریفک کے کسی قانون کی خلاف ورزی کرنے کی جرأت نہیں کرتے، کیوں کہ ہمیں یقین ہوتا ہے کہ ٹریفک کے اس سپاہی کو ہماری قانون شکنی کا علم بھی ہے اور سزا دینے کا اختیار اور اس پر قدرت بھی ہے۔ اب سوچیئے کہ جب ہم اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کرتے ہیں تو کیا سمجھ کے کرتے ہیں یا تو ہمارا خیال یہ ہوتا ہے کہ اس کو ہماری اس نافرمانی کا علم نہیں ہوگا۔ یا ہم یہ سمجھتے ہیں کہ علم تو ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو ہمیں سزا دینے پر قدرت نہیں ہے کیا یہ ستم کی انتہا نہیں ہے کہ ہم دنیا کے ایک ادنیٰ ٹریفک کانسٹیبل کے علم اور قدرت پر جس قدر یقین رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی قدرت پر ہمیں اتنا یقین اور ایمان بھی نہیں ہے۔

ایک اور انداز سے سوچیئے کہ ایک چھ ماہ کا ناسمجھ بچہ آگ کے جلتے ہوئے انگاروں میں بے خطر ہاتھ ڈال دیتا ہے کیوں کہ اس کو یہ علم اور یقین نہیں ہوتا کہ یہ آگ اس کو جلا دے گی اور ہم اس جلتی ہوئی آگ میں ہاتھ اس لیے نہیں ڈالتے کیوں کہ ہم کو یقین ہے کہ یہ آگ ہمارے ہاتھ جلا دے گی۔ پس معلوم ہوا کہ ہم اس دنیاوی آگ کے جلانے پر جتنا ایمان اور یقین رکھتے ہیں۔ آخرت میں دوزخ کی آگ کے جلانے پر ہم اتنا بھی یقین نہیں رکھتے ورنہ ہم کبھی علی الاعلان فحاشی، معاصی اور منکرات کے ان کاموں میں ہاتھ نہ ڈالتے جو دوزخ کی آگ میں جلنے کا موجب ہوتے ہیں۔

اس مثال سے یہ واضح ہوگیا کہ ہمارے ایمان میں خامی اور کمزوری ہے کیوں کہ ہم دنیاوی عذاب پر تو یقین رکھتے ہیں، اور آخرت کے عذاب پر ایمان ہمارے اعمال سے ظاہر نہیں ہوتا۔

ایمان کامل کی ایک مثال

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور جب سے میں نے آپ سے یہ سُنا ہے کہ قبر میت کو دباتی ہے، اس دن سے میری راتوں کی نیند اُڑ گئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دباتی تو ضرور ہے مگر نیکوکار کو اس طرح دباتی ہے، جیسے ماں بچے کا سر دباتی ہے۔ کیا اس سے اس کو تکلیف ہوتی ہے؟ ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گنہگار کو قبر اس طرح دباتی ہے کہ دائیں پسلیاں بائیں پسلیوں میں اور بائیں پسلیاں دائیں پسلیوں میں گھس جاتی ہیں۔ (نبراس)

غور کیجئے کہ ہم نے عذابِ قبر کے بارے میں بارہا احادیث میں وارد شدہ یہ وعیدیں سُنی ہیں۔ کیا اس خوف سے کوئی رات ہم نے بھی بے چینی میں گزاری ہے؟ کیا کسی رات ہم بھی عذاب قبر کے خوف سے بستر پر کروٹیں بدلتے رہے ہیں؟ اور اگر اس قسم کی احادیث بار بار سُننے کے باوجود بھی ہم رات کو بے فکری سے گھوڑے بیچ کر سوئے رہتے ہیں تو کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ حضور کی خبروں کے ساتھ جو تصدیق حضرت عائشہ کو حاصل تھی آپ کی ان احادیث کے ساتھ وہ تصدیق ہمیں حاصل نہیں ہے؟ پس معلوم ہوا کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ برحق کے احکام کے ساتھ تصدیق اور ان کو تسلیم کرنے میں بے اندازہ خامیاں اور کمزوریاں رکھتے ہیں۔

ایمان کامل کا ایک معیار

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایمان کے کمال اور اس کے نقصان کی ایک کسوٹی بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- **انها لكبيرة الا على الخاشعين الذين يظنون انهم ملقوا ربهم و انهم اليه راجعون.**

(بلاشبہ نماز کا پڑھنا دشوار ہے۔ سوا ان لوگوں کے جو یقین رکھتے ہیں کہ انہوں نے ایک دن اپنے رب سے ملاقات کرنی ہے اور آخرت میں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے)۔

اس آیت کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو لوگ نماز پڑھنے کو دشوار اور بھاری سمجھتے ہیں ان کا نہ تو اللہ تعالیٰ سے ملاقات پر ایمان ہے اور نہ ہی ان کا آخرت پر کوئی یقین ہے۔ ایمان کے نہ ہونے کا معیار اور کسوٹی میری یا آپ کی بیان کردہ نہیں ہے۔ بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے ایمان کا یہ معیار بیان فرمایا ہے۔ آیئے اب ہم اپنا جائزہ لیں، آیا نماز کا پڑھنا ہم پر گراں اور دشوار ہے یا سہل اور آسان۔ اب اپنی زندگی کا تجزیہ کر لیجئے اور فیصلہ کیجئے کہ اللہ تعالےٰ کے بیان کردہ اس معیار پر ہمارا اور آپ کا ایمان کس حد تک پورا اترتا ہے۔

کمزور اور ناقص ایمان کے نتائج

جب انسان کا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کمزور ہوتا ہے تو وہ بظاہر عبادت کرتا ہے، احکامِ الٰہی کی اتباع بھی کرتا ہے اور منہیات سے اجتناب بھی کرتا ہے، لیکن اگر ہم اس کی عبادت کا

تجزیہ کریں تو اس کی عبادت درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے جذبے اور اس فرماں برداری کی نیت سے خالی ہوتی ہے۔ غور فرمایئے جب محلہ میں کسی بااثر شخصیت یا خاندان کے کسی عزیز فرد کا انتقال ہو جاتا ہے، تو اس کی نماز جنازہ میں اس قدر کثیر افراد جمع ہو جاتے ہیں کہ جنازگاہ میں جگہ نہیں ملتی اور یہی تمام لوگ جو اس نماز جنازہ کو پڑھنے کے لیے اس جوش وخروش سے جمع ہوتے ہیں۔ کیا یہ سب لوگ پانچ وقت کی فرض نمازیں بھی اسی جوش وخروش سے پڑھتے ہیں اور اگر نہیں پڑھتے اور فی الواقع نہیں پڑھتے تو آخر اس فرق کی کیا وجہ ہے؟ کیا نماز جنازہ کسی اور خدا نے فرض کی ہے اور روزمرہ کی پانچ فرض کرنے والا کوئی اور خدا ہے۔ جب کہ روزمرہ کی پانچ نمازیں، فرض عین ہیں اور نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت کا جذبہ ہمارے دلوں میں موجزن ہوتا تو نماز جنازہ کی نسبت روزمرہ کی پانچ نمازوں کو ہم زیادہ جوش و خروش سے پڑھتے اور جب ایسا نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میں ہماری یہ کثرت، اژدہام اور جوش وخروش محض خاندانی رسم ورواج اور محلّہ داری کے روابط قائم رکھنے کے لیے ہوتا ہے اور ہمارے اس عمل میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا کوئی جذبہ کارفرما نہیں ہوتا۔

اسی طرح عید کی نماز میں لوگوں کا زبردست ہجوم ہوتا ہے۔ زرق برق کپڑے پہن کر خوشبوؤں میں مہکتے ہوئے لوگ جوق در جوق کھلے میدانوں، عیدگاہوں اور شہر کی تمام چھوٹی بڑی مسجدوں میں جوش وخروش سے نماز عید پڑھنے کے لیے پہنچتے ہیں۔ حتیٰ کہ مساجد تنگ ہو جاتی ہیں اور لوگ سڑکوں پر چادریں بچھا کر نماز پڑھتے ہیں۔ اس موقع پر لوگوں کی کثرت اور اژدہام کا یہ عالم ہوتا ہے کہ بعض جگہوں پر ٹریفک کا نظام بھی متاثر ہوتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ عید کی نماز جس جذبہ اور شوق سے لوگ پڑھتے ہیں وہ ذوق وشوق اور کثرت واژدہام روزمرّہ کی پانچ نمازوں میں کیوں نظر نہیں آتا۔ کیا عید کی نماز کسی اور خدا نے مشروع کی ہے اور روزمرہ کی پانچ نمازوں کو مشروع کرنے والا کوئی اور خدا ہے؟ جب کہ پنج گانہ نمازیں فرض عین ہیں اور عید کی نماز زیادہ سے زیادہ واجب یا سُنت مؤکدہ ہے۔ کیا ہمارے پیدا کردہ اس فرق سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ عید کی نماز میں ہماری یہ کثرت واژدہام، یہ اہتمام اور احتشام یہ ذوق وشوق اور جوش وخروش اطاعت الٰہی اور اس کی عبادت کے جذبے سے نہیں ہوتا بلکہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ عید کا دن ہمارے لیے ایک تہوار کی حیثیت اختیار کر چکا ہے اور اس دن کی نماز ہماری معاشرت، ثقافت اور

تہذیب وتمدن کا ایک جزو بن چکی ہے۔

ایمان کی کمزوری جس طرح احکامات الٰہی کی تعمیل پر اثر انداز ہوتی ہے اسی طرح اس کمزوری کا اثر منہیات اور ممنوعات سے اجتناب پر بھی پڑتا ہے مثلاً مسلمانوں کا ایک عام وطیرہ ہے کہ وہ مردار اور خنزیر نہیں کھاتے، لیکن کیا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کھانے کو حرام قرار دیا ہے۔ اگر یہ سبب ہے تو پھر شراب، رشوت اور ناجائز ذرائع سے آمدنی کھانا ہم کیوں نہیں چھوڑتے۔ آخر ان چیزوں کے حرام کرنے والا بھی تو وہی خدا ہے۔ جس نے مردار اور خنزیر کو حرام کیا ہے۔ اشیاء خوردنی میں مُضر اشیاء کی ملاوٹ، سود، ذخیرہ اندوزی، قمار بازی، بداخلاقی، گفتگو میں جھوٹ، چغلی اور غیبت یہ سب چیزیں بھی تو اسی خدا نے حرام کی ہیں۔ جس نے مُردار، خنزیر اور غلاظت کو حرام کیا ہے، لیکن مردار، خنزیر اور غلاظت کو تو ہم بالکل نہیں چھوتے اور باقی حرام چیزوں کے ساتھ بلاخوف وخطر مشغول رہتے ہیں تو کیا ہماری اس روش سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ مُردار، خنزیر اور دیگر نجس اور ناپاک چیزوں کا کھانا ہم نے خوفِ خدا سے نہیں چھوڑا بلکہ اس کا اصل سبب یہ ہے کہ یہ چیزیں ہم کو طبعاً ناپسند اور مکروہ ہیں اور ان سے اجتناب کا اصل محرک خوف خداوندی نہیں بلکہ ہماری اپنی طبیعت کا تقاضا ہے۔ (مقالات سعیدی، از علامہ غلام رسول سعیدی)

بگڑا ہی جا رہا ہے ہمارا معاشرہ
کس سمت جا رہا ہے ہمارا معاشرہ
سود و شراب و جوا و قتل و زنا فساد
کیا رنگ لا رہا ہے ہمارا معاشرہ

قبول اسلام کا ایک انقلاب آفریں واقعہ

سہیل بن عمرو کو کسی نے بتایا:

"تمہارے دو بیٹوں ابو جندل اور عبداللہ نے اسلام قبول کرلیا ہے"۔

یہ سنتے ہی ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ وہ فوراً بیٹوں کے پاس پہنچے، پہلے تو انہیں خوب مارا، پھر زنجیروں سے جکڑ دیا۔

کچھ وقت بعد انہیں ایک اور اطلاع ملی۔

"تمہاری دو شادی شدہ بیٹیوں سہلہ اور ام کلثوم نے بھی اپنے شوہروں سمیت اسلام قبول کرلیا ہے"۔

اب تو وہ آگ بگولا ہو گئے۔ ان سب پر مظالم ڈھانے لگے۔ یہاں تک کہ ظلم سے تنگ آ کر ان کے بیٹے عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ موقع پا کر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ ابو جندل رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ تک باپ کی سختیاں برداشت کرتے رہے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی کچھ عرصہ بعد حبشہ سے واپس آ گئے اور پھر باپ کے شکنجے میں پھنس گئے۔

سہیل بن عمرو کو نہ اپنے بیٹوں کی کوئی پروا تھی نہ بیٹیوں کی۔ اسلام دشمنی کا جو راستہ انہوں نے اپنایا تھا، اسی پر چلتے رہے، بلکہ جوں جوں وقت گزرتا جارہا تھا، وہ اسلام دشمنی میں اور زیادہ سخت ہوتے جارہے تھے۔ دن رات اسی دشمنی میں بسر کرتے تھے۔ کچھ مدت بعد مدینہ منورہ سے کچھ لوگ حج کی غرض سے مکہ آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ ان میں خزرج قبیلے کے رئیس حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بھی تھے اس بیعت کو بیعت عقبہ کبیرہ کہا جاتا ہے۔ یہ حضرات جب واپس مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ مشرکین کے ہاتھ لگ گئے۔ انہیں پکڑنے والوں میں سہیل بن عمرو بھی شامل تھے۔ انہوں نے مل کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو مارنا شروع کردیا۔ پھر انہیں باندھ دیا گیا۔ سر کے بال پکڑ کر گھسیٹنے لگے۔ خود حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ لوگ مجھے بری طرح مار پیٹ رہے تھے تو ایک سرخ وسفید رنگ کا خوب صورت آدمی میری طرف آتا نظر آیا میں نے خیال کیا، یہ شخص معقول ہے، ضرور مجھ سے ہمدردی کرے گا مجھے ان کے ظلم سے نجات دلائے گا، لیکن میرا خیال غلط نکلا، وہ بھی انہی کا ساتھی تھا، بلکہ ان سے زیادہ سخت ظالم تھا۔ اس نے آتے ہی میرے منہ پر اس قدر زوردار تھپڑ رسید کیا کہ میرا منہ گھوم گیا۔ ایک روایت میں منہ پر گھونسہ مارنے کے الفاظ ہیں۔ اب میں نے جان لیا کہ ان لوگوں میں کوئی خیر نہیں ہے۔ آخر ایک مشرک ابوالبختری بن ہشام کو میری حالت پر کچھ ترس آیا، اس کی مدد سے میں اس ظلم وستم سے نجات پاسکا، لیکن جس کے بارے میں، مَیں نے یہ گمان کیا تھا کہ وہ مجھ پر ترس کھائے گا، اس نے تو الٹا اور ظلم کیا تھا اور یہ تھے سہیل بن عمرو۔

2 ہجری میں غزوہ بدر پیش آیا۔ سہیل بن عمرو بڑے جوش کے عالم میں دوسرے مشرکوں

کے ساتھ مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے گئے، لیکن بدر کے میدان میں قریش کو شکست فاش ہوئی تو اب یہی سہیل حضرت مالک بن دخشم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ قید ہو گئے۔ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائے گئے تو انہیں دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خون کھول اٹھا۔ آج وہ شخص ان کے قبضے میں تھا جس نے سالہا سال مسلمانوں پر ظلم کے تیر برسائے تھے، زبان سے بھی آگ کے شعلے اگلے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

"اللہ کے رسول! اگر اجازت ہو تو میں سہیل کے اگلے دو دانت توڑ دوں تاکہ اس کی تقریر کی قوت جاتی رہے"۔

دراصل یہ زبردست قسم کے مقرر تھے، اپنی تقریر سے لوگوں کے جذبات میں آگ لگا دیتے تھے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بات سن کر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"نہیں عمر! ایسا نہ کرو، اللہ نے اسے خطابت کی جو صلاحیت عطا فرمائی ہے، شاید کبھی تمہیں اس سے فائدہ پہنچ جائے اور تم خوش ہو جاؤ"۔

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل سے فدیہ لے کر انہیں آزاد کر دیا۔

غزوۂ بدر کے بعد سہیل غزوہ احد اور غزوہ احزاب میں بھی قریش کے ساتھ مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے آئے، لیکن ہر بار انہیں منہ کی کھانا پڑی۔ مسلسل ناکامیوں کا بھی ان پر کوئی اثر نہ ہوا، بدستور اسلام دشمنی میں لگے رہے۔

6 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرے کا احرام باندھ کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ قریش کو معلوم ہوا تو انہوں نے مسلمانوں کو روکنے کی تیاریاں کرلیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے ارادوں کی خبر ملی تو آپ نے مکہ سے ایک منزل ادھر حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ ڈال دیا اور قریش کو پیغام بھیجا کہ ہم جنگ کے ارادے سے نہیں آئے، ہم تو صرف عمرہ کرنے آئے ہیں، اس مقام پر کفار سے ایک صلح نامہ لکھا گیا۔ اسی کو صلح حدیبیہ کہتے ہیں۔ اس صلح نامے کے لیے قریش نے سہیل بن عمرو کو بھیجا۔ سہیل بن عمرو نے اس موقع پر بھی بہت سخت رویہ اختیار کیا۔ ان کے بیٹے ابو جندل رضی اللہ عنہ خود کو کسی طرح زنجیروں سے چھڑا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے، سہیل بن عمرو نے صلح نامہ لکھنے کی

شرط لگا دی کہ پہلے ابو جندل کو ان کے حوالے کیا جائے۔ اس طرح انہیں واپس ان کے حوالے کرنا پڑا۔ اس موقع پر ابو جندل رضی اللہ عنہ دھاڑیں مار مار کر روئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صبر کی تلقین کی اور فرمایا:

"بہت جلد بہتر نتیجہ ظاہر ہوگا، فکر نہ کرو"۔

غرضیکہ اس وقت تک بھی سہیل بن عمرو کا ظلم اسی طرح جاری رہا۔ آخر 8 ہجری میں مکہ فتح ہوا۔ اس وقت سہیل بن عمرو، عکرمہ بن ابو جہل اور صفوان بن امیہ نے قریش کے ایک گروہ کے ساتھ مل کر مسلمانوں پر حملہ کیا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے دستے نے انہیں اپنی تلواروں کی باڑ پر رکھ لیا۔ بہت سے کافر قتل ہوئے، باقی بھاگ نکلے۔ بھاگنے والوں میں سہیل بن عمرو بھی تھے... یہ اپنے گھر جا چھپے۔ اب وہ اپنے بیٹے ابو جندل رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ اسی ابو جندل کے پاس جن پر کئی سال سے برابر ظلم کرتے رہے تھے۔ ان سے کہا:

"اے میرے بیٹے! جیسے بھی ہو، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے میری سفارش کرو، میری جان بخشی کراؤ"۔

ابو جندل رضی اللہ عنہ باپ کا ظلم بھول گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور التجا کی:

"اللہ کے رسول! میرے والد کو امان دیجیے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابو جندل رضی اللہ عنہ کی قربانیوں سے خوب آگاہ تھے، لہٰذا فرمایا:

"سہیل اللہ کی امان میں ہیں، کسی مسلمان کو اجازت نہیں کہ انہیں نقصان پہنچائے، سہیل باشعور انسان ہے، ایسا شخص اسلام کی نعمت سے محروم نہیں رہ سکتا"۔

ابو جندل رضی اللہ عنہ نے یہ خبر والد کو سنائی۔ وہ سنتے ہی پکار اٹھے:

"اللہ کی قسم! محمد بچپن میں بھی نیک تھے، اس عمر میں بھی نیک ہیں"۔

پھر سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لے آئے۔ آپ نے انہیں سو اونٹ عطا فرمائے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد ان کی زندگی بالکل بدل گئی۔ کثرت سے عبادت کرنے

لگے۔ اپنا مال اللہ کے راستے میں خرچ کرنے لگے، پہلے اسلام کے دشمن تھے، اب اسلام سے دشمنی کرنے والوں کے دشمن بن گئے۔ غزوہ حنین میں حصہ لیا۔ اپنے گذشتہ گناہوں اور مظالم کو یاد کر کے روتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب لوگ دھڑا دھڑ مرتد ہونے لگے تو یہ ثابت قدم رہے۔ ان کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ میں حصہ لیا اور شہادت پائی تو کہا کرتے تھے:

"میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ شہید قیامت کے دن اپنے خاندان کے ستر افراد کی سفارش کریگا۔ مجھے امید ہے عبداللہ سب سے پہلے میری سفارش کریگا"۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں روم کے خلاف جہاد کا اعلان ہوا تو سہیل بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے خاندان سمیت اسلامی لشکر میں شریک ہو گئے۔

مورخ واقدی کی روایت کے مطابق انہوں نے شام کی بہت سی لڑائیوں میں حصہ لیا۔ جانبازی اور سرفروشی کا مظاہرہ کیا۔ رات کو عبادت کرتے، دن کو جہاد کرتے۔ گویا خود کو دین کے لیے وقف کر دیا تھا۔

شام کی سب سے خوفناک لڑائی جنگ یرموک تھی۔ اس میں حضرت سہیل رضی اللہ عنہ اسلامی فوج کے ایک دستے پر سالار مقرر تھے۔ جنگ کے پہلے دن ساٹھ ہزار عیسائی مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ اس موقع پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ صرف ساٹھ مجاہدین ساتھ لے کر ان کے مقابلے پر نکلے۔ یعنی ایک مسلمان کے مقابلے پر ایک ہزار کافر تھے اور دنیا میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی کہ ایک ہزار کے مقابلے پر ایک آدمی آیا ہو، پھر آسمان نے یہ نظارہ دیکھا کہ ان کے ساٹھ مجاہدین نے ساٹھ ہزار کا مقابلہ بڑی بے جگری سے کیا۔ ان میں سے ایک سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ تھے۔ رات کی تاریکی پھیلنے تک یہ ساٹھ مجاہد دشمن سے لڑتے رہے۔ اس دوران انہوں نے سینکڑوں کو قتل کیا۔ جب کہ مسلمانوں کے صرف دس آدمی شہید ہوئے۔

آخر جنگ یرموک شروع ہوئی اور اس جنگ کے دوران ہی سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

حافظ ابن عبدالبر نے لکھا ہے:

"سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ! زخموں سے چور ہو کر زمین پر گر گئے۔ اس حالت میں انہوں نے کہا:

"پانی... پانی"۔ ایک مجاہد دوڑ کر پانی لے آیا۔ انہوں نے پیالہ منہ سے لگایا تھا کہ اسی وقت نزدیک سے ایک زخمی مجاہد کی آواز سنائی دی:

"پانی..."

انہوں نے فوراً پیالہ منہ سے ہٹا لیا اور فرمایا:

"پہلے میرے اس بھائی کو پانی پلاؤ"۔

ان کے پاس پانی لے جایا گیا تو تیسری آواز سنائی دی، انہوں نے بھی کہا:

"پہلے میرے اس بھائی کو پلاؤ"۔

پانی جب تیسرے کے پاس لایا گیا تو وہ دم توڑ چکا تھا، پانی پلانے والے ساتھی جلدی سے واپس پلٹے تا کہ دوسروں کو پلا دیں۔ وہاں پہنچے تو وہ دم توڑ چکے تھے۔ یہ سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو ان کی روح بھی پرواز کر چکی تھی۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ پانی اس طرح سات آدمیوں تک لایا گیا... اور ساتوں دم توڑ گئے۔ یعنی پانی پانی کرتے دنیا سے رخصت ہو گئے، لیکن مرتے وقت بھی دوسروں کو ترجیح دیتے رہے۔ یہ اسلامی اخوت کی ایسی مثال ہے جسے پوری دنیا پیش نہیں کر سکتی۔

آپ کی شہادت کے بارے میں مشہور روایت وہی ہے جو اوپر ذکر کی گئی تاہم مؤرخ ابن سعد کے مطابق حضرت سہیل رضی اللہ عنہ نے 18 ہجری میں طاعون سے وفات پائی تھی۔

اللہ کی ان پر ہزار بار رحمتیں ہوں۔ آمین۔ (مختلف کتب احادیث وسیر)

محمد کی محبت دینِ حق کی شرطِ اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نا مکمل ہے
محمد کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی

محمد کی محبت آن ملّت شان ملّت ہے
محمد کی محبت روح ملّت جان ملّت ہے
محمد کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے
یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے
محمد ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، مال جان اولاد سے پیارا
(حفیظ)

اصلاحِ احوال کیلئے علم وحکمت کے چند درخشندہ موتی

بہترین عمل

کثرت سکوت، لزوم البیوت، قناعت بالقوت الی ان یموت۔

(مراۃ شرح مشکوۃ ج۵ ص۱۸۳)

زیادہ چُپ رہنا۔ گھر میں رہنا، جتنا مل گیا اس پر صبر کرنا، یہاں تک کہ موت آجائے۔

شکر

الشکر قید للموجود و صید للمفقود و موجبُ تقرب الی المعبود و ثواب فی دار الخلود (ضیاء القرآن) شکر موجودہ چیز کو باقی رکھتا ہے گم شدہ کو واپس لاتا ہے اللہ کا قرب بخشتا ہے اور جنت میں ثواب کا باعث بنتا ہے۔

علم دین

تدارس العلم ساعة من الليل خير من احياء ها.

(عن ابن عباس۔ دارمی۔ مشکوۃ)

رات کا تھوڑا سا حصہ علم پڑھنا پڑھانا ساری رات کی عبادت سے کہیں بہتر ہے۔

جنت کی چابی

عن وهب بن منبه قيل له اليس لا اله الا الله مفتاح الجنة قال بلىٰ ولكن ليس مفتاح الاوله اسنان فان جئت بمفتاح له اسنان فتح لك و الا لم تفتح لك.

(رواہ البخاری فی ترجمۃ الباب، مشکوۃ ص۱۶)

حضرت وہب بن منبہ سے کہا گیا لا اله الا الله جنت کی چابی نہیں؟ (سائل کا مقصد یہ تھا کہ پھر اعمال صالحہ کی کیا ضرورت ہے) فرمایا کیوں نہیں لیکن کیا کوئی ایسی چابی بھی ہے جس کے دندانے ہی نہ ہوں، چابی کے دندانے ہوں گے تو تالا کھل جائے گا ورنہ نہیں کھلے گا (اسی طرح جنت کے دروازے کا تالا بھی کلمہ کی اسی چابی سے کھلے گا جس کے ساتھ اعمال صالحہ کے دندانے ہوں گے)۔

نفاق

انما النفاق على عهد رسول الله (صلى الله عليه وسلم) فامّا اليوم هو الكفر والايمان۔ (عن حذیفہ۔ رواہ البخاری، مشکوۃ ص۱۸)

نفاق کا تعلق صرف حضور علیہ السلام کے دور سے تھا آج یا ایمان ہے یا کفر (یعنی اب کسی کو منافق نہ کہا جائے گا ہاں نفاق کی علامات ہو سکتی ہیں)۔

بدعت

ما ابتدع قوم بدعة في دينهم الا نزع الله من سنتهم مثلها ثم لا يعيدها اليهم الى يوم القيامة (حضرت حسان۔ مشکوۃ ص۳۱) جس قوم نے بھی دین میں بدعت ایجاد کی اللہ نے اسی طرح کی سنت ان سے چھین لی اور پھر قیامت تک اس قوم کو اس سنت سے محروم کر دیا۔

قرآن پر عمل کرنا

من تعلم كتاب الله ثم اتبع ما فيه هداه الله من الضلالة في

الدنیا و وقاہ یوم القیمۃ سوء الحساب و فی روایۃ من اقتدیٰ بکتاب اللہ لا یضل فی الدنیا ولا یشقٰی فی الاخرۃ ثم تلا ھذہ الایۃ فلا یضل ولا یشقی"۔ (ابن عباس۔ مشکوۃ ص ۳۱)

جو قرآن مجید سیکھے پھر جو اس میں ہے اس پر عمل کرے تو اللہ اس کو گمراہی سے ہدایت دے گا دنیا میں، اور قیامت کے دن بُرے حساب سے بچائے گا۔

دوسری روایت میں ہے، جو قرآن پاک پہ عمل کرے گا اللہ اس کو دنیا میں گمراہ نہ کرے گا اور آخرت میں بد بخت نہ ہوگا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی "نہ گمراہ ہوگا نہ بد بخت"۔

تکلم نبوی

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا تکلم بکلمۃ اعادھا ثلاثا حتی تفھم عنہ و اذا اتی علی قوم سلم علیھم ثلثا۔

حضور علیہ السلام جب کلام فرماتے تو تین مرتبہ دہراتے یہاں تک کہ مخاطب سمجھ جاتا اور جب کسی قوم کے پاس تشریف لاتے تو تین مرتبہ سلام کہتے (احد بالاستیذان والثانی عند الدخول والثالث عند الوداع۔ پہلا سلام اجازت لینے کا دوسرا داخل ہونے کا اور تیسرا الوداعی سلام)۔ (عن انس۔ رواہ البخاری۔ مشکوۃ ص ۳۳)

علم و علماء

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا من ارباب العلم کہ علم والے کون ہیں؟ قال الذین یعملون بما یعلمون۔ انہوں نے عرض کیا جو علم پر عمل کرتے ہیں حضرت عمر نے فرمایا فما اخرج العلم من قلوب العلماء۔ کون سی چیز علماء کے سینوں سے علم نکالنے والی ہے قال الطمع۔ عرض کیا لالچ۔

(رواہ الدارمی۔ مشکوۃ ص ۳۷)

خیر و شر

حضور علیہ السلام سے شر (برائی) کے بارے میں سوال کیا گیا آپ نے فرمایا مجھ سے

شر کے بارے میں نہ پوچھو بلکہ خیر کے بارے میں پوچھو (تین مرتبہ فرمایا) پھر فرمایا

الا ان شر الشر شرار العلماء و ان خیر الخیر خیار العلماء۔ (دارمی)

خبردار! سب سے بڑا شر علما کا ہے اور سب سے اچھی خیر بھی علماء کی ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ان امن شر الناس عند اللہ منزلۃ یوم القیمۃ عالم لا ینتفع بعلمہ۔ (دارمی)

لوگوں میں سب سے زیادہ بُرا شخص مرتبہ کے لحاظ سے قیامت کے دن اللہ کے نزدیک وہ عالم ہوگا جس نے اپنے علم سے کسی کو فائدہ نہ پہنچایا۔

حضرت زیادہ بن حدیر فرماتے ہیں۔ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

ھل تعرف ما تھدم الاسلام قلت لا۔

کیا تو جانتا ہے کون سی شے اسلام کو گرا دے گی؟ میں نے کہا نہیں۔

قال یھدمہ زلۃ العالم و جدال المنافق بالکتاب و حکم الأئمۃ المضلین۔ (دارمی)

فرمایا عالم کی لغزش، منافق کا کتاب اللہ کے بارے جھگڑا اور گمراہ راہنماؤں کے احکامات۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں

العلم علمان فعلم فی القلب فذلک العلم النافع و علم علی اللسان فذلک حجۃ اللہ علی ابن آدم۔ (دارمی)

علم دو طرح کے ہیں ایک علم دل میں ہے یہی علم نافع ہے دوسرا صرف زبان پر ہے یہ اللہ کی حجت ہے انسان کے اوپر۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور علیہ السلام سے دو علم یاد کیے

(سیکھے) ایک علم تو تمہیں بتا رہا ہوں۔

و اما الاخر فلو بثثته قطع هذا البلعوم يعني مجرى الطعام۔ (رواہ البخاری۔ مشکوۃ ص ۳۷)

لیکن دوسرا علم اگر بتا دوں تو میری اس شہ رگ کو کاٹ دیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جس شے کا علم ہو وہ بتادو اور جس کا علم نہ ہو کہہ دو الله اعلم یہ بھی علم ہے کیوں کہ اللہ نے اپنے حبیب کو تکلف میں نہ پڑنے کا حکم دیا ہے و ما انا من المتكلفين۔ (مشکوۃ ص ۳۷)

برے لوگوں کو استاد نہ بناؤ۔ امام ابن سیرین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

ان هذا العلم دين فانظروا عمن تاخذون دينكم۔ (رواہ مسلم۔ مشکوۃ ص ۳۷)

بے شک یہ علم، دین ہے پس دیکھو کس سے دین لے رہے ہو۔

عن حذيفة قال يا معشر القراء (المراد بهم علماء القرآن والسنة) استقيموا فقد سبقتم (بفتح السين والباء والمشهور بضم السين و كسر الباء والمعنىٰ على الاول يعني اسلكوا طريق الاستقامة) سبقا بعيدا (لانكم ادركتم اوائل الاسلام) و ان اخذتم يمينا و شمالا لقد ضللتم ضللا بعيدا۔ (رواہ البخاری۔ مشکوۃ ص ۳۷)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اے علماء کرام! تم قائم رہو کیوں کہ تم آگے بڑھے ہوئے ہو بہت زیادہ اور اگر تم نے دائیں بائیں سے لینا شروع کر دیا تو بہت دور کی گمراہی میں بھٹک جاؤ گے۔ (یعنی استقامت اختیار کرو اور مضبوط ذرائع سے دین اخذ کرو)۔

تعصب:

طلیحہ النمری جو بنی نمر قبیلے کا سردار تھا اس نے جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کو جھوٹا

جانتے ہوئے بھی محض قبائلی عصبیت کی بناء پر بمعہ اپنے قبیلے کے مسیلمہ کا ساتھ دیا چنانچہ تفاسیر میں سورۂ الفتح کے تحت مفسرین نے لکھا کہ یہ شخص پوچھ رہا تھا مسیلمہ کہاں ہے؟ مسیلمہ کے عقیدت مندوں نے جواب دیا! نام لے کر کیوں پوچھتے ہو؟ یوں کہو کہ رسول اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا میں جب تک اس سے مل نہ لوں اس کو رسول نہیں کہوں گا چنانچہ جب ملاقات ہوئی تو طلیحہ نے پوچھا! تیرے پاس کون آتا ہے؟ مسیلمہ نے جواب دیا "رحمان" طلیحہ نے کہا افی نور ام ظلمة؟ اندھیر میں آتا ہے یا تاریکی میں؟ اس نے کہا تاریکی میں۔ طلیحہ نے کہا:

اشهد انک كذّاب و ان محمدا صادق۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو جھوٹا ہے اور محمد (ﷺ) سچے ہیں۔ کسی نے پوچھا اس کے باوجود بھی تو مسیلمہ ہی کا ساتھ دے رہا ہے؟ تو طلیحہ نے جواب دیا لكن كذّاب ربيعة احب الينا من صادق مضر۔ ربیعہ قبیلے کا جھوٹا بھی مجھے مضر (حضور علیہ السلام کا قبیلہ) کے سچے سے زیادہ محبوب ہے۔ ثابت ہوا تعصب بندے کو اندھا کر دیتا ہے۔

شرم وحیاء

عن علي رضي الله عنه كنت رجلا مذاء (كثير المذى) فكنت استحي ان اسئل النبي صلى الله عليه وسلم لمكان ابنته فامرت المقداد فسأله فقال يغسل ذكره و يتوضأ۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کثیر المذی تھا اور شرماتا تھا کہ یہ مسئلہ حضور سے کیسے پوچھوں؟ کیوں کہ میں آپ کا داماد ہوں چنانچہ میں نے حضرت مقداد کی ڈیوٹی لگائی کہ تم یہ مسئلہ حضور علیہ السلام سے پوچھو کہ ایک شخص کو زیادہ مذی آتی ہو تو غسل کرے یا کیا کرے؟ انہوں نے پوچھا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا شرم گاہ کو دھولے اور وضو کر لے (غسل کی ضرورت نہیں)۔ (متفق علیہ۔ مشکوۃ ص ۴۰)

من المذى الوضوء و من المني الغسل۔ (ترمذی۔ مشکوۃ ص ۴۰)

مذی سے وضو لازم آتا ہے اور منی سے غسل۔

منی: هو سائل مبيض، غليظ، يخرج من القضيب اثر جماع ۔ مرد کی منی سفید

رنگ کی گاڑھی ہوتی ہے جو شرم گاہ سے جماع یا احتلام کے وقت نکلتی ہے۔

اما منی المراۃ فھو اصفر، رقیق و قد یبیض.

عورت کی منی زرد، پتلی اور کبھی سفید بھی ہوتی ہے۔

مذی: خرج منه المذی عند الملاعبة و التقبیل.

مذی وہ لیس دار مادہ ہے جو پیار و محبت اور بوس و کنار کے وقت شرم گاہ سے نکلتا ہے۔

ودی: الماء الرقیق الابیض الذی یخرج فی اثر البول. و قد یخرج عند حمل شئی ثقیل۔ (القاموس الفقہی۔سعدی ابو حبیب)

ودی وہ سفید پتلا پانی ہے جو پیشاب کے بعد نکلتا ہے اور کبھی کوئی بھاری چیز اُٹھانے سے بھی نکلتا ہے۔ (اس سے بھی وضو ٹوٹتا ہے غسل کی ضرورت نہیں ہوتی)۔

چار چیزیں چار چیزوں سے ملتی ہیں

امام یافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

طلبنا ضیاء القبور فوجدناہ فی صلوۃ اللیل و طلبنا حواب منکر و نکیر فوجدنا فی قراۃ القرآن و طلبنا عبور الصراط فوجدناہ فی الصوم والصدقہ و طلبنا ظل العرش فوجدناہ فی الخلوۃ.

ہم نے قبروں کی روشنی تلاش کی تورات کی نماز میں ملی اور ہم نے منکر نکیر کے جواب طلب کیے۔تو قرآن کی تلاوت میں ملے اور ہم نے پل صراط سے گذرنا تلاش کیا تو روزے اور صدقے میں ملا۔ اور ہم نے عرش کا سایہ تلاش کیا تو ہمیں تنہائی میں ملا۔

قبر کے چار پیغامات

مجھ میں اندھیرا ہے روشنی لے کر آ۔ منکر نکیر کے سوالوں کے جوابات تیار کر کے آ۔ پل

صراط سے گذرنا ہے انتظام کر کے آ۔ سورج سوا نیزے پہ ہوگا اس سے بچاؤ کا سامان کر کے آ۔

حضور علیہ السلام کی نماز

نماز میں جب آپ کھڑے ہوتے تو ہنڈیا کے ابلنے کی سی آواز آتی۔ (احمد۔نسائی)

چکی کے چلنے کی سی آواز آتی رو رو کر۔ (عن مطرف بن الشخیر عن ابیہ مشکوۃ ص ۹۱)

وفاداری

کتا اگر اپنے مالک کا وفادار ہو جائے تو مالک اس کو بھی فری ہینڈ دے دیتا ہے اگر بندہ اپنے مولا کی وفاداری میں کامل ہو جائے تو اس کا اختیار کس قدر بڑھ جاتا ہوگا۔

قیامت کے دن انسان کے چار گواہ

نمبر۱ زمین۔ یومئذ تحدث اخبارھا زمین اپنی خبریں نشر کرے گی (گویا کہ ٹیپ ریکارڈر چل گیا ہے)۔

نمبر۲ اعضاء۔ یوم تشھد علیھم السنتھم و ایدیھم و ارجلھم بما کانوا یعملون— الیوم نختم علی افواھھم و تکلمنا ایدیھم و تشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون ۔ قیامت کے دن بندے کے اعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے۔

نمبر۳ اعمال نامہ: اذا الصحف نشرت. اقرا کتابک کفیٰ بنفسک الیوم علیک حسیبا. وضع الکتب فتریٰ المجرمین. فاما من اوتی کتبه بیمنه. و اما من اوتی کتابه بشماله۔

نمبر۴ کراماً کاتبین: کراما کاتبین یعلمون ما تفعلون۔

مولانا روم علیہ الرحمۃ نے اس بات کو اشعار میں یوں بیان فرمایا

چشم گوید کردہ ام غمزہ حرام
گوش گوید چیدہ ام سوء الکلام

لب بگوید من چنیں بوسیدہ ام
دست گوید من چنیں دزدیدہ ام

لیکن توبہ ایسا سپرے ہے کہ گناہوں کا نام ونشان ہی مٹا دیتی ہے بلکہ گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیتی ہے۔ حدیث میں ہے۔

التائب من الذنب کمن لا ذنب له.

گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسے ہو جاتا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

اور قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

فاولئک یبدل الله سیاتهم حسناتٍ۔ (الفرقان)

توبہ کرنے والوں کے گناہ نیکیوں میں تبدیل کر دیے جائیں گے۔

جامع صغیر میں ایک حدیث ہے

اذا تاب العبد انسی الله الحفظة ذنوبه و انسی ذلک جوارحه و معالمه من الارض حتی یلقی و لیس علیه شاهد من الله بذنب.

جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ (گناہ لکھنے والے) فرشتوں کو (اس کا گناہ) بھلا دیتا ہے اور اسی طرح اس کے اعضا کو (جنہوں نے اس کے خلاف قیامت کو گواہی دینا تھی) اور زمین کو بھی، اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے خلاف کوئی گواہ نہ ہوگا۔

توحید و رسالت کی گواہی اور ایک گنہ گار

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

ان الله سیخلّص رجلا من امتی علی رؤس الخلق یوم القیمة فینشر علیه تسعة و تسعین سجلا کل سجل مثل مد البصر ثم یقول اتنکر من هذا شیئا اظلمک کتبتی

الحافظون فیقول لا یا رب فیقول افلک عذر قال لا یا رب فیقول بلی ان لک عندنا حسنة و انه لا ظلم علیک الیوم فتخرج بطاقة فیها اشهد ان لا اله الا الله و ان محمدا عبده و رسوله فیقول احضر زنک فیقول یا رب ما هذه البطاقة مع هذه السجلات فیقول انک لا تُظلم قال فتوضع السجلات فی کفة و البطاقة فی کفة فطا شت (خفت) السجلات و ثقلت البطاقة فلا یثقل مع اسم الله شئی۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ۔ مشکوۃ ص ۴۸۶) (البطاقۃ الرقعۃ الصغیرۃ)

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے میری امت میں سے ایک بندے کو علیحدہ کر دے گا اور ننانوے رجسٹر اس کے گناہوں کے اس کے سامنے کھول دے گا کہ ایک رجسٹر اتنا بڑا ہوگا جہاں تک نگاہ جاتی ہے اور اللہ اس سے پوچھے گا کیا تو ان گناہوں میں سے کسی گناہ کا انکار کر سکتا ہے یا میرے فرشتوں نے تجھ پر ظلم تو نہیں کیا کہ ایسے ہی تیرے گناہ لکھ دیے ہوں، وہ کہے گا یا اللہ! نہ انکار کی گنجائش ہے اور نہ ہی فرشتوں (کراماً کاتبین) نے ظلم کیا ہے (واقعی میں نے یہ سارے گناہ کیے ہیں) اللہ فرمائے گا تیرے پاس کوئی عذر ہے جو پیش کرنا چاہے؟ وہ کہے گا مولیٰ کوئی عذر نہیں، اللہ فرمائے گا اچھا تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے آج تجھ پہ ظلم نہیں کیا جائے گا پھر ایک کاغذ کا پرزہ نکالا جائے گا جس پر لکھا ہوگا میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ فرمائے گا اسے میزان پر پیش کیا جائے وہ کہے گا اے اللہ اتنے اتنے بڑے گناہوں کے رجسٹروں کے سامنے اس پرزے کا کیا وزن ہوگا اللہ فرمائے گا آج تجھ پہ ظلم نہیں کیا جائے گا چنانچہ ترازو کے ایک پلے میں تمام رجسٹر رکھے جائیں گے اور دوسرے میں کاغذ کا پرزہ، رجسٹر ہلکے ہو جائیں گے پرزہ بھاری ہو جائے گا۔ پس اللہ کے نام سے وزنی کوئی شے نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم اور حضرت عزرائیل علیہما السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک مرتبہ حضرت عزرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ جب کفار کی روح قبض کرتے ہو تو کس شکل میں آتے ہو انہوں نے عرض کیا آپ میری وہ شکل دیکھ کر برداشت نہیں کر سکیں گے آپ نے اصرار فرمایا تو عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا دوسری طرف منہ کریں۔ لو اب دیکھ لو، آپ نے دیکھا ایک کالا سیاہ انسان ہے پاؤں زمین پر سر آسمان کے ساتھ لگا ہے، منہ سے کانوں سے اور ناک اور آنکھوں سے بلکہ جسم کے ہر حصے سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں۔ آپ یہ منظر دیکھ کر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو آپ نے فرمایا اے عزرائیل اگر کافر کو کوئی اور عذاب نہ بھی دیا جائے تو اس کے لئے اتنی سزا ہی کافی ہوگی۔

پھر آپ نے فرمایا اہل ایمان کی جان نکالنے کس شکل میں میں آتے ہو؟ عرض کیا منہ دوسری طرف فرمائیں، اب دیکھیں، آپ نے دیکھا ساری دنیا سے حسین چہرہ، لباس اعلیٰ اور خوشبودار، سفید رنگ کا۔ آپ نے فرمایا اگر مومن کو مرنے کے بعد کوئی نعمت نہ بھی ملے تو تجھے اس حالت میں دیکھنا ہی اس کے لئے بہت بڑی نعمت ہے۔

(ابن جریر بحوالہ تفسیر بینات القرآن پارہ ۳ زیر آیت و اذ قال ابراهیم رب ارنی کیف تحی الموتیٰ)

اقسام ہدایت بمعہ امثلہ

۱- طبعی: جو ہر جاندار کو حاصل ہے۔ ربنا الذی اعطیٰ کل شیء خلقه ثم هدیٰ. (طٰهٰ)

۲- عقلی: الم نجعل له عینین ولسانا وشفتین وهدینٰه النجدین۔ (البلد)

۳- شرعی: وجعلنا منهم ائمة یهدون بامرنا لما صبروا۔ (السجدہ)

۴- توفیقی: والذین اهتدوا زادهم هدی و اتٰهم تقوٰهم۔ (محمد)

۵- اخروی: و قالوا الحمدلله الذی هدانا لهٰذا۔ (الاعراف)

وقالوا الحمدلله الذی صدقنا وعده و اورثنا الارض۔ (الزمر)

اسی ہدایت میں حضور علیہ السلام کی پہچان وشفاعت بھی آتی ہے۔

گانے سننا منافقت ہے

الغناء تنبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء الزرع.

(مشکوٰۃ ص ۴۱۱)

گانے دل میں ایسے نفاق (منافقت) پیدا کرتے ہیں جیسے پانی کھیتی کو اُگاتا ہے۔

رحمت حق بہانہ می جوید بہا، نہ می جوید

بخاری شریف ج ۱ ص ۴۹۱ پہ ہے کہ ایک بندہ جب اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو بلا کر کہا کہ جب میں مر جاؤں تو تم مجھے آگ میں جلا کر راکھ کر دینا پھر کچھ راکھ ہوا میں اُڑا دینا اور کچھ سمندر میں بہا دینا، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا **فجمعه الله** اللہ نے اس کو جمع کر دیا اور پوچھا **لم فعلت ذلک؟** تو نے ایسا کیوں کیا؟

قال من خشیتک فغفر الله له.

یا اللہ! تیرے ڈر سے، اللہ نے اس کو بخش دیا۔

حضرت عقبہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حذیفہ سے یہ بھی سُنا کہ یہ مرنے والا شخص کفن چور تھا۔

ایک گنہ گار نے راستے سے کانٹا اُٹھایا تو اللہ نے اس کو بخش دیا۔ (ترمذی ج ۲ ص ۱۷)

حضرت میاں عمر بیربلوی (خلیفہ مجاز حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمہ) سے کسی نے پوچھا کہ نیک لوگ تو بلا روک ٹوک جنت میں چلے جائیں گے ہم بُروں کا کیا بنے گا فرمایا تم جب فصل کو پانی لگاتے ہو تو پانی کھولتے ہی جو گندا، تنکوں والا پانی ہوتا ہے وہ سب سے پہلے کھیت میں نہیں جاتا؟

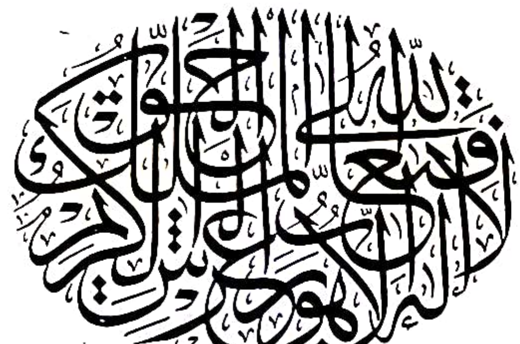
عرض کیا ایسا ہی ہوتا ہے فرمایا پھر ایسا ہی ہوگا کہ جب جنت کا دروازہ کھلے گا تو گندے مندے ہو سکتا ہے پہلے ہی ہلّے میں نکل جائیں اور نیکوکار دیکھتے ہی رہ جائیں۔

حضرت بابا فرید مسعود گنج شکر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو جب فرعون کے پاس بھیجا تو فرمایا قولا له قولا لینا. (طٰهٰ)

کہ ذرا بات نرمی سے کرنا حالانکہ وہ انا ربکم الاعلی کہا کرتا تھا۔ جب اللہ اس سے نرمی کا حکم دے رہا ہے تو جو پانچ وقت سبحان ربی الاعلی کا ورد کرتا رہتا ہے اس پر اللہ کتنی نرمی فرمائے گا۔ (اسرار الاولیاء ص ۱۶۴)

بندہ ایک بار یا ربی کہے ادھر سے ستر بار یا عبدی کا جواب آتا ہے بندہ تڑپ کے کہتا ہے اذنبت (یا اللہ! میں گناہ کر بیٹھا ہوں) اس کی رحمت بے چین ہو کر ستر بار کہتی ہے غفرت (میں معاف کر چکا ہوں) اگر تمہیں گناہ کرنا آتا ہے تو مجھے معاف کرنا بھی آتا ہے، بعض لوگ رحمت و بخشش الٰہی، شفاعت مصطفیٰ کے یہ صحیح واقعات بھی بیان نہیں کرتے (حالانکہ خدا نے بھی بیان فرمائے اور خدا کے محبوب نے بھی) کہ اس طرح لوگ گناہوں پہ دلیر ہو جاتے ہیں اگر ایسا ہوتا ہے تو ان کی حماقت ہی کہا جا سکتا ہے عقل مند تو پہلے سے زیادہ عبادت میں مصروف ہوگا اور گناہوں کو چھوڑے گا کہ جب رب اتنا کریم ہے تو میں اس کریم کا باغی کیوں بنوں اور اگر کسی کی عقل میں رب کی رحمت کی اس قدر وسعت نہ آئے تو عشق پر ایمان کی بنیاد رکھے۔

صبح ازل یہ مجھ سے کہا جبریل نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول



﴿۱۰۰﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا وَهُوَ كُنَّا اِلٰى غَيْرِ هٰذَا مِنْكَ اَحْوَجُ يَا عُمَرُ

اے عمر! میں اور وہ اس سے زیادہ دوسری بات کے طلب گار تھے

(الشفاج ۱ ص ۱۰۹)

زید بن سعنہ (یہودیوں کا ایک عالم تھا) ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا کہ ایک مرتبہ اپنے قرض کا تقاضا کرنے حضور علیہ السلام کے پاس آیا اور آپ کی چادر مبارک کو شانہ مبارک سے کھینچ کر آپ کے کپڑے کو سمیٹ لیا اور نہایت بدتمیزی سے بولا

انکم یا بنی عبدالمطلب مطل.

اے عبدالمطلب کی اولاد! تم لوگ بڑے نادھندہ ہو (قرض دینے کے معاملے میں ٹال مٹول کرتے ہو)۔

حضرت عمر فاروق جو پاس ہی تھے انہوں نے اس کو سختی سے جھڑکا جب کہ حضور علیہ السلام مسکرا رہے تھے اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا، اے عمر! میں اور یہ اس سے زیادہ دوسری بات کے طلب گار تھے اور وہ بات یہ کہ

تامرنی لحسن القضا و تامره بحسن التقاضی.

تم مجھے قرض کی اچھی طرح ادائیگی کا کہتے اور اس کو حسن تقاضا کی نصیحت کرتے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ ابھی تو قرض کی ادائیگی کی مدت میں تین دن رہتے ہیں (یعنی تین دن پہلے ہی اُس نے اس انداز سے ادائیگی کا مطالبہ کیا اس کے باوجود آپ نے مسکرا کر جواب دیا) اور حضرت عمر فاروق کو فرمایا کہ اس کا سارا قرض بھی ادا کرو اور مزید بیس (گویا جھڑکنے کے جرمانے کے طور پر) دے دو۔ یہ دیکھ کر زید بن سعنہ اس قدر متاثر ہوا کہ اسلام قبول

کرلیا۔اوراس لیے کہ زید کہا کرتے تھے کہ نبوت کی ساری علامتیں میں نے حضور علیہ السلام کے چہرۂ مبارکہ سے دیکھ لی تھیں لیکن دو باتیں ایسی تھیں جن کا مجھے پتہ نہیں چل رہا تھا۔(اور میں نے تورات میں پڑھا تھا کہ وہ دو باتیں آپ میں موجود ہوں گی) ایک تو یہ کہ آپ کا حلم آپ کی نادانی پر غالب ہوگا اور دوسری یہ کہ کوئی جس قدر بھی آپ سے جاہلانہ برتاؤ کرے گا اسی قدر آپ برداشت کرنے والے ہوں گے تو میں نے ان دونوں خوبیوں کو بھی آزمالیا ہے (جو آپ میں بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں لہٰذا مسلمان ہوگیا)۔

دلائل النبوت میں امام حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی (المتوفی ۴۳۰ھ) علیہ الرحمۃ نے یہی واقعہ اس انداز سے لکھا ہے۔(اگرچہ اس سے ملتا جلتا ایک واقعہ اس سے پہلے بھی لکھا جاچکا ہے تاہم حدیث اَنا نمبر ۱۰۰ کے ضمن میں اس کو تفصیل سے لکھنا ضروری سمجھا گیا)۔

زید بن سعنہ کا عجیب ترین واقعۂ قبول اسلام

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ یوں ہے کہ وہ کہا کرتے تھے میں نے رخِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں جملہ علامات نبوت دیکھ لی تھیں۔البتہ ابھی تک دو علامتیں نہ دیکھ پایا تھا۔کتابوں میں ہے کہ آخرالزماں رسول کے پاس جہالت کی جگہ علم ہوگا۔اور جاہلوں کی سختیوں سے اس کا علم مزید بڑھے گا۔

زید بن سعنہ کا بیان ہے کہ میں آپ کے قریب رہنے لگا تا کہ یہ دو علامات بھی دیکھ سکوں۔ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کے ساتھ اپنے حجروں سے باہر تشریف لائے۔ اتنے میں ایک بدوی جو اونٹ پر سوار تھا آپہنچا۔اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! فلاں قبیلہ اسلام لے آیا ہے۔میں نے انہیں بتلایا تھا کہ اسلام لانے سے رزق میں بے حد برکت ہوگی۔مگر وہ تو (اسلام لانے کے بعد) شدت وقحط میں مبتلا ہو گئے ہیں۔یا رسول اللہ! مجھے ڈر ہے کہ وہ بددل ہو کر اسلام چھوڑ دیں گے کیوں کہ وہ ایک طمع پر اسلام میں آئے تھے اگر آپ ان کی کچھ مالی معاونت کریں تو یہ بہتر رہے گا۔آپ نے حضرت علی المرتضیٰ کی طرف دیکھا وہ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! اب تو کچھ مال باقی نہیں رہا۔

زید بن سعنہ کہتے ہیں میں یہ سن کر قریب ہوا اور عرض کیا۔اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا ایسے ممکن ہے کہ آپ فلاں قبیلہ کے باغ میں مجھے کھجوریں بیچ دیں۔رقم اب لے لیں؟ آپ

نے فرمایا اے یہودی! میں ایک مدت تک کھجوریں دینے کا وعدہ کر کے تم سے بیع کرلوں گا مگر فلاں قبیلے کے باغ والی شرط نہ ہوگی۔

میں نے کہا ٹھیک ہے بیچ دیں۔چنانچہ میں نے اپنی پیسوں والی تھیلی کا منہ کھولا اور سونے کے اسی (۸۰) مثقال گن کر پیش کر دیئے۔آپ نے وہ رقم اس بدوی کو تھماتے ہوئے فرمایا لو جلدی جاؤ اور انہیں جا کر تقسیم کردو۔

زیدؓ کہتے ہیں ابھی مدت مقررہ ختم ہونے میں دو تین دن رہتے تھے کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنھم کے ساتھ ایک انصاری مرد کے جنازہ کے لئے نکلے اور صحابہ بھی ساتھ تھے۔جنازہ پڑھ کر آپ ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھنے لگے کہ اوپر سے میں آ گیا۔اور آتے ہی آپ کے پہلو میں ہاتھ ڈال کر تہبند اور قیص کو پکڑ لیا اور آپ کی طرف شدت وغضب سے دیکھتے ہوئے بولا۔اے محمد (ﷺ)! میرا حق کب دو گے؟ بخدا میں تم بنی عبدالمطلب کو شروع سے جانتا ہوں تم وقت پر وعدہ وفا نہیں کرتے! عمر فاروق نے میری طرف دیکھا ان کی آنکھیں شدت غضب سے گھوم رہی تھیں اور وہ کہنے لگے او دشمنِ خدا! ہمارے سنتے دیکھتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سلوک کر رہا ہے؟ اس خدا کی قسم جس نے ان جیسا رسول بھیجا اگر مجھے پاس ادب نہ ہوتا تو تیرا وجود اب تک سر سے بے نیاز ہو چکا ہوتا۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم بڑے وقار وطمانیت سے عمر فاروق کی طرف متوجہ ہوئے اور مسکراتے ہوئے گویا ہوئے، اے عمر! مجھے اور اس یہودی کو تمہاری اس گفتگو کی ضرورت نہ تھی۔تمہیں چاہیے تھا کہ مجھے جلد وعدہ وفا کرنے اور اسے نرم برتاؤ کرنے کے لئے کہتے۔اب جاؤ اور اسے اس کا حق دے دو۔اور تم نے جو اسے عتاب کیا ہے اس کے عوض میں بیس صاع کھجور مزید دو۔

زید کہتے ہیں عمرؓ مجھے ساتھ لے گئے میرا حق دیا اور بیس صاع * مزید ڈال دیئے۔میں

* نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور زید بن سعنہ کے درمیان جو بیع ہوئی تھی اسے فقہ کی زبان میں بیع سلم کہا جاتا ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ خریدار مجلس عقد میں ہی رقم ادا کر دے جب کہ بائع (بیچنے والا) کہہ دے کہ میں فلاں وقت تک مال خرید ادا کر دوں گا۔چنانچہ گندم کی فصل اگنے سے پہلے معاہدہ ہو جاتا ہے خریدار رقم ادا کر دیتے ہیں اور فصل آنے پر مقررہ گندم خریداروں کو دے دی جاتی ہے۔صحیح بخاری اور مسلم کی روایات کے مطابق صحابہ کرام بکثرت بیع سلم کرتے تھے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قواعد بھی مقرر فرما دیئے ہیں۔جو کتب احادیث میں مذکور ہیں۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نے کہا یہ اضافہ کس لئے؟ کہنے لگے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ تا کہ تم پر میرے عتاب کا عوض ادا کیا جائے۔ میں نے کہا آپ مجھے جانتے ہیں؟ کہنے لگے نہیں۔ تم کون ہو؟ میں نے کہا زید بن سعنہ۔ پوچھنے لگے یہودی عالم؟ میں نے کہا ہاں یہودی عالم۔ کہنے لگے پھر تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا رویہ کیوں اختیار کیا؟ میں نے کہا اے عمر! دراصل میں نے آپ کے چہرے کو دیکھتے ہی تمام علامات نبوت پہچان لی تھیں صرف دو علامتوں کی تحقیق باقی تھی۔ جہالت کی جگہ علم۔ اور جاہلوں کی ایذا رسانی پر حلم میں مزید اضافہ۔ اب میں نے یہ دونوں دیکھ لی ہیں۔ اور آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں خدا کی ربوبیت۔ اسلام کے سچا دین ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر ایمان لے آیا۔ اور آپ کو گواہ بنا کر یہ بھی کہتا ہوں کہ میرے مال کا آدھا حصہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقف ہے۔ کیوں کہ میرے پاس مال کافی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کچھ امت کا لفظ کہو کیوں کہ تمہارا یہ صدقہ ساری امت کو پورا نہ آئے گا۔ میں نے کہا ہاں کچھ امت۔ اس کے بعد ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور میں نے کہا۔ **اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده و رسوله۔**

راوی کہتا ہے اس کے بعد حضرت زیدؓ نے کئی جنگوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔ اور غزوۂ تبوک میں داد شجاعت دیتے ہوئے جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ خدا ان پر کروڑوں رحمتیں برسائے۔

آخری نبی اور آخری امت کی شان بزبان اشعیاء علیہ السلام

وھب بن منبہؓ سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔ جس میں یہ زائد مضمون بھی ہے۔

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ):

بیع سلم میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ خریدار یہ شرط نہیں لگا سکتا کہ مجھے فلاں کھیت کی گندم یا فلاں باغ کا پھل دیا جائے گا۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے اس سال اس باغ یا کھیت میں کچھ پیدا نہ ہو۔ یوں بھی بیع سلم کا مقصد تو یہ ہے کہ مقررہ وقت پر طے شدہ غلہ یا پھل وغیرہ ادا کر دیا جائے اس لئے کھیت یا باغ کے مقرر کرنے کا کوئی معنی نہیں۔ دیکھئے درمختار، ردالمحتار، عالمگیری وغیرہ۔

زید بن سعنہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ "مگر فلاں قبیلے کے باغ والی شرط نہ ہوگی"۔ مذکورہ مسئلہ کی اصل قرار دی جا سکتی ہے۔ مترجم غفرلہ۔

اللہ فرماتا ہے۔ میں اس کام کے لئے نبی امی کو مبعوث فرمانے والا ہوں۔ جس کے ذریعے بہرے کان، مقفل دل اور اندھی آنکھیں کھول دی جائیں گی۔ اس کی ولادت مکہ میں ہوگی ہجرت سوئے مدینہ اور حکومت شام میں ہوگی۔ یہ میرا بندہ متوکل برگزیدہ عظیم المرتبت محبوب سے محبوب تر اور پسندیدہ سے پسندیدہ تر ہے۔ برائی کا بدلہ عفو و درگزر سے دے گا۔ مومنوں پر رحیم ہو گا۔ طاقت سے زیادہ بوجھ تلے دبے ہوئے جانوروں کو دیکھ کر دستگیر ہو جایا کرے گا۔ بے سہارا عورت کی گود میں کسی یتیم کو دیکھ کر اس کی آنکھیں پرنم ہو جائیں گی۔ درشت مزاج اور بدخلق نہ ہو گا۔ بازاروں میں شور وغل کرنے سے کوسوں دور اور بدکلامی سے پاک ہوگا۔

میں اسے اعمال حسنہ اور اخلاق کریمانہ سے آراستہ کروں گا۔ طمانیت و وقار اس کا لباس، نیکی اس کا شعار، تقویٰ اس کا ضمیر حکمت اس کی فراست، صدق و وفا اس کی طبیعت، عفو و در گزر اور بھلائی اس کا خلق، عدل اس کی سیرت، حق اس کی شریعت، ہدایت اس کی کتاب، اسلام اس کا دین، اور احمد اس کا نام ہوگا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

میں اس کی برکت سے جاہلوں کو علم، ناقصوں کو عظمت، گمناموں کو شہرت، کم تعداد والوں کو کثرت، فقیروں کو تونگری اور نفرت و عداوت کی وجہ سے بکھرے اور پراگندہ دلوں کو دولت اتحاد و اتفاق دے دوں گا۔ اس کی امت کو سب سے بہتر امت بناؤں گا جو لوگوں کو نیکی کرنے برائی سے رکنے، مجھے ایک ماننے میرے لئے ایمان و اخلاص رکھنے اور سب رسولوں پر ایمان لانے کی تبلیغ کرے گی۔ پابندی وقت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے لئے ان کی نگاہیں سورج پر لگی رہیں گی۔ ایسے دلوں چہروں اور جانوں کو مبارک ہو جو میرے لئے اخلاص رکھتے ہوں گے۔

میں انہیں توفیق دوں گا کہ اپنی مساجد مجالس آرام گاہوں کاروباری اداروں اور گزر گاہوں میں میری تسبیح و تکبیر اور تحمید و توحید کے ڈنکے بجائیں گے۔ اور مسجدوں میں یوں صف آراء ہوں گے جیسے فرشتے میرے عرش کے گرد صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ میرے دوست اور مدد گار ہوں گے۔ میں ان کے ذریعے اپنے بت پرست دشمنوں سے بدلہ لوں گا۔ قیام و قعود اور رکوع وسجود سے نماز ادا کیا کریں گے۔ اپنے شہروں اور مال و متاع کو چھوڑ کر میری رضا کے لئے (ہجرت اور جہاد کی راہ پر) لشکر در لشکر نکل پڑا کریں گے۔ اور میدان جنگ میں دشمن کے آگے سیسہ پلائی دیوار بن جایا کریں گے۔ ان کی کتاب سے پہلی کتابیں، ان کی شریعت سے پہلی شریعتیں اور ان

کے دین سے پہلے سب ادیان منسوخ ہو جائیں گے۔ جو شخص ان کا زمانہ پائے اور ان کی کتاب و شریعت پر ایمان نہ لائے اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں وہ مجھ سے بری ہے۔ میں انہیں امت وسطیٰ بناؤں گا۔ تا کہ وہ (روز قیامت) لوگوں پر گواہ بنے۔

وہ حالت غضب میں میری تہلیل، حالت ابتلاء وامتحان میں میری تکبیر اور حالت تنازع میں میری تسبیح بلند کیا کریں گے۔ چہرے اور اعضاء دھویا کریں گے۔ (وضو کیا کریں گے) کمر پر تہبند باندھے نشیب وفراز میں میری تکبیر وتہلیل کرتے پھریں گے (حالت احرام کی طرف اشارہ ہے) خون سے قربانی کریں گے اللہ کی کتاب سینوں میں محفوظ رکھیں گے رات کو عبادت اور دن کو جہاد کرنا ان کا شیوہ ہوگا۔ ان کی صدائے اذان سے فضاء آسمان کا سینہ چاک ہو جایا کرے گا۔ مسجدوں میں ذکر الٰہی کرتے ہوئے شہد کی مکھی جیسی بھنی بھنی آواز ہوگی۔ مبارک ہے اس کے لئے جو ان میں سے ہوگیا۔ ان کا دین اور ان کی شریعت وطریقت اپنالی۔ یہ میرا فضل ہے جسے چاہوں دے دیتا ہوں۔ میں بڑے فضل والا ہوں۔

کعب بن لوئی* اور شوق دیدار نبی

ابو سلمہ بن عبدالرحمان بن عوفؓ سے روایت ہے کہ کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک روز جمعہ کو جسے قریش عروبہ کہتے تھے اپنی قوم کو جمع کیا کرتا اور ان سے یوں خطاب کیا کرتا تھا۔

اے قوم! سنو اور جان لو، سمجھو اور خبردار ہو جاؤ، رات تاریک ہے اور دن روشن، زمین بچھونا ہے اور آسمان چھت، پہاڑ اس زمین کی میخیں اور ستارے راہ نما ہیں، پہلے لوگ پچھلوں کی طرح تھے۔ مرد عورت اور ہر جوڑا فنا کی راہ پر گامزن ہے۔ صلہ رحمی کرو۔ قرابت کی حفاظت کرو۔ اپنے مال بڑھاؤ۔ کیا کبھی مرنے والا پلٹا ہے۔ کوئی مردہ قبر سے اٹھا ہے؟ آخرت تمہارے سامنے ہے جس کے متعلق تمہارا گمان حقیقت پر مبنی نہیں۔ اپنے حرم کو مزین کرو۔ اس کی تعظیم کرو۔ بہت جلد حرم کے لئے ایک عظیم خبر آنے والی ہے اور نبی کریم کی ذات تشریف لانے والی ہے۔ پھر وہ یہ

* یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک میں آٹھویں نمبر پر آتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب اس طرح ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ آگے عدنان چند واسطوں سے اسماعیل علیہ السلام سے جاملتے ہیں۔

شعر پڑھتا۔

نهار وليل كل اوب بحادث   سوآء علیها لیلها و نهارنا

دن اور رات کا ہر چکر پہلے سے مختلف ہے۔ اس میں دن اور رات ایک ہی جیسے ہیں۔

لؤوبان بالاحداث حين تأوبا   وبالنعم الضافي عليناستورها

ان کا ہر پھیرا نئے سے نئے حادثات رونما کر رہا ہے۔ مگر ہم پر زمانے نے عظیم الشان نعمتوں کے پردے ڈال رکھے ہیں۔

على غفلة ياتي النبي محمد   فيخبر اخبارا صدوق خبيرها

اچانک نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لانے والے ہیں۔ جو ایک نہایت سچے مخبر کی طرح ہمیں خبر پہنچائیں گے۔

پھر وہ کہتا۔ بخدا! اگر میں اس وقت تک سننے دیکھنے اور چلنے پکڑنے کی صلاحیت رکھتا (زندہ رہتا) تو ان کی امت کے لئے اونٹ کی طرح مشقت برداشت کرتا اور ایک جلد منزل مقصود پر پہنچنے والے نوجوان کی طرح تیزی دکھاتا پھر وہ یہ شعر کہتا۔

ياليتنى شاهدافحوآء دعوته   حين العشيرة تبغى الحق خذلانا

اے کاش میں ان کی دعوت کے وقت موجود ہوتا۔ جب قبیلہ (قریش) حق کو سرنگوں چاہے گا۔

قیس بن طلقؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے آپ کی بیعت کی اور آپ کے ساتھ نمازیں پڑھیں۔ ہم نے آپ کو بتلایا کہ ہمارے ہاں ایک گرجا ہے۔ پھر ہم نے آپ سے آپ کے وضو کا دھون حاصل کرنا چاہا۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا وضو فرمایا اس سے کلی کا پانی لیا اور ایک برتن میں پانی ڈال کر فرمایا یہ پانی لے جاؤ۔ واپس وطن پہنچ کر وہ گرجا گرا کر جگہ صاف کر دو۔ اور وہاں اس پانی کا چھڑکاؤ کرو۔ پھر وہاں مسجد تعمیر کرو۔ ہم نے عرض کیا وطن بہت دور ہے۔ گرمی سخت ہے اس لئے پانی خشک ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا اور پانی ڈال لو کیوں کہ اس طرح برکت بھی مزید ہو جائے گی۔ چنانچہ ہم روانہ

ہوئے۔ تو پانی والا برتن اٹھانے میں ہم نے (بوجھ کی وجہ سے) دقت محسوس کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری باری مقرر کر دی ہر شخص کے ذمہ ایک دن رات پانی اٹھانا لازم کر دیا۔ یوں ہم وطن پہنچے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پورا کیا ان دنوں گرجے کا راہب بنی طے تھا۔ ہم نے وہاں اذان دی راہب نے اذان سن کر کہا بخدا یہ دعوت حق ہے۔ یہ کہہ کر وہ پہاڑوں کی طرف روپوش ہو گیا اور پھر کبھی نظر نہ آیا۔

(گذشتہ آسمانی کتابوں اور سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی زبانی اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ پاک پڑھنے کا شوق ہو تو امام ابونعیم علیہ الرحمۃ کی کتاب دلائل النبوۃ کا مطالعہ فرمائیں جس کا ترجمہ میرے استاد محترم حضرت مولانا قاری محمد طیب نقشبندی نے فرمایا ہے اور پروف ریڈنگ کی سعادت مجھے نصیب ہوئی۔ اسی دوران مذکورہ واقعات محفوظ کر لیے گئے تھے۔ ان کے علاوہ بہت سارے ایمان افروز واقعات طوالت کے خوف سے چھوڑ دیے گئے ہیں۔ یہاں پر صرف ایک حوالے کے بعد مختصر سی گفتگو مذکورہ حدیث کے حوالے سے اخلاقیات پر کی جاتی ہے اور موقع محل کے مطابق سب سے پہلے حضور علیہ السلام کا حلم اور بردباری عنوانِ گفتگو ہوگا)۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زبور شریف میں حضور علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔

> یا احمد فاضت الرحمة علی شفتیک من اجل ذلک ابارک علیک فتقلد السیف فان بهاء ک و حمدک الغالب (الی قوله الامم) یخیرون تحتک کتاب حق جاء الله بمه من الیمن والتقدیس من جبل فاران او امتلأت الارض من تحمید احمد و تقدیسه و ملک الارض و رقاب الامم. (تحفہ اثنا عشریہ بحوالہ احکام شریعت ص۱۰۹، ۱۱۰، اعلیٰ حضرت)

اے احمد! تیرے لبوں پر رحمت نے جوش مارا، اس لیے تجھے برکت دیتا ہوں۔ تو اپنی تلوار حمائل کر کہ تیری چمک اور تیری تعریف ہی غالب ہے سب امتیں تیرے قدموں میں گریں گی۔ تو سچی کتاب اللہ لایا برکت و پاکی کے ساتھ مکہ کے پہاڑ سے۔

بھر گئی زمین احمد کی حمد اور اس کی پاکی بولنے سے۔ احمد مالک ہوا ساری زمین اور تمام امتوں کی گردنوں کا۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔

صاحبِ خلقِ عظیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور علیہ السلام کے اخلاق کے بارے فرمایا کان خلقه القرآن کہ حضور علیہ السلام کا خُلق قرآن (کی عملی تفسیر) ہے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام سے بڑھ کر کسی کا اخلاق بہتر نہ تھا، جب بھی آپ کا کوئی صحابی یا گھر کا فرد آپ کو بلاتا تو آپ فرماتے لبیک (میں حاضر ہوں) اسی لیے اللہ نے فرمایا "انک لعلی خلق عظیم"۔

حضرت خارجہ بن زید سے روایت ہے کہ کچھ لوگ میرے والد حضرت زید بن ثابت (حضرت حسان بن ثابت کے بھائی) کے پاس آئے اور کہا کہ ہمیں حضور علیہ السلام کے اخلاق کے متعلق کچھ بتایا جائے آپ نے فرمایا میں حضور علیہ السلام کا پڑوسی تھا، جب بھی آپ پر وحی اترتی آپ مجھے بلاتے، میں حاضر ہوتا اور وحی لکھ لیتا۔

اور جب ہم آپ سے دنیا کی بات کرتے آپ بھی دنیا کی بات کرتے، اگر ہم آخرت کی بات کرتے تو آپ بھی آخرت کا ذکر چھیڑتے، اگر کھانے کا ذکر چلتا تو بھی آپ ہمارے ہمنوا ہوتے اور میں ان سب معاملات میں آپ کی احادیث تمہیں بتلا سکتا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام کا دریائے لطف و کرم اپنی جولانیوں پر تھا، اس خنک ترصبح میں کوئی غلام، لونڈی یا بچہ آپ کو کہیں سے پانی لانے کے لئے کہتا تو آپ اس کے لئے پانی لے آتے اور اس کا چہرہ اور ہاتھ دھلواتے، کوئی شخص آپ سے سوال کرتا تو آپ اس کی طرف کان لگا لیتے اور جب تک وہ اپنی بات مکمل نہ کر لیتا آپ اس سے توجہ نہ ہٹاتے اور اگر کوئی آپ کا ہاتھ پکڑنا چاہتا تو آپ بلا تکلف پکڑا دیتے اور جب تک وہ خود نہ چھوڑتا آپ نہ چھڑواتے۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم)

حضرت جعفر بن محمد اپنے باپ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام جب آئینہ دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے۔

الحمد لله الذی حسّن خلقی و خلقی و زان منی ما شان من غیری۔ (مشکوۃ ص۴۳۲)

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے میری تخلیق و اخلاق کو بہت اچھا بنایا اور وہ چیز جو دوسروں کو عیب لگائے وہ میرے لیے باعث حُسن بنادی۔

؎ تمہاری زلف پہ آئی تو حُسن ٹھہرائی
وہ تیرگی جو میرے نامۂ سیاہ میں تھی

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

خدمت النبی صلی الله علیه وسلم عشر سنین فما قال لی اُف ولا لم صنعت ولا الا صنعت۔ (متفق علیہ۔ مشکوۃ ص۵۱۸)

میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں دس سال رہا کبھی ایک بار بھی مجھے حضور علیہ السلام نے "اُف" تک نہ کہا (اور اگر کبھی بچپنے کی وجہ سے کوئی کام خراب کر بیٹھتا تو کبھی نہ فرمایا کہ یہ کام) تو نے کیوں کیا، (اور اگر کبھی کوئی کام نہ کر سکتا تو کبھی نہ فرمایا) تو نے فلاں کام کیوں نہ کیا۔

حضرت انس کا واقعہ پیچھے بھی گذر چکا ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام سب سے اچھی عادات و اخلاق والے تھے ایک مرتبہ آپ نے مجھے کسی کام بھیجا تو (بچپنے کی وجہ سے) میں نے کہہ دیا واللہ لا اذھب و فی نفسی اذھب خدا کی قسم میں نہیں جاؤں گا مگر دل میں تھا کہ ضرور جاؤں گا لما امرنی به رسول الله صلی الله علیه وسلم کیوں کہ حضور علیہ السلام کا حکم ہے میں وہاں سے نکلا تو بچوں کے ساتھ کھیلنے لگا اچانک حضور علیہ السلام نے میرے پیچھے سے آکر میری گردن سے پکڑ لیا، میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا۔

یا اُنیس ذھبت حیث امرتک قلت نعم انا اذھب یا رسول الله۔ (رواہ مسلم۔ مشکوۃ ص۵۱۸)

(پیار سے انس کی بجائے فرمایا) اے انیس! جہاں میں نے بھیجا تھا گیا نہیں؟ میں نے عرض کیا اچھا حضور جا رہا ہوں۔

گالیاں دیتا ہے کوئی تو دعا دیتے ہیں

حدیث شریف میں ہے

لما کسرت رباعیته و شج وجهه یوم احد شق ذلک علی اصحابه شقا شدیدا و قالوا لو دعوت علیهم فقال انی لم ابعث لعانا ولکنی بعثت داعیا و رحمة، اللهم اهد قومی فانهم لا یعلمون۔ (الشفاج ا ص۱۰۵)

جب احد کی لڑائی میں آپ کے دانت مبارک شہید ہوئے، سر مبارک زخمی ہوا تو صحابہ کرام کو بہت دکھ ہوا انہوں نے عرض کیا حضور ان کے خلاف بددعا فرمائیں، فرمایا میں بددعائیں کرنے نہیں آیا بلکہ داعی اور باعث رحمت بن کے آیا ہوں، اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے یہ جانتے نہیں ہیں۔

؎ سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سُن کر دعائیں دیں

جود و سخا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں

کان النبی صلی الله علیه وسلم اجود الناس بالخیر و اجود ما کان فی شهر رمضان و کان اذ القیه جبریل علیه السلام اجود بالخیر من الریح المرسلة۔ (الشفاج ا ص۱۱۲)

حضور علیہ السلام سب سے زیادہ سخی تھے آپ کی سخاوت رمضان شریف میں اور بڑھ جاتی جب جبریل امین آپ کے پاس حاضر ہوتے تو آپ کی سخاوت تیز ہوا سے بھی تیز ہو جاتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک ایک آدمی کو سو اونٹ عطا کیے اور صفوان کو تین سو اونٹ دیے اور آپ کا یہ خُلق کریمانہ کوئی نئی بات نہیں تھی بلکہ بعثت سے پہلے بھی آپ کی یہی عادت مبارکہ تھی اسی وجہ سے ورقہ بن نوفل نے کہا تھا۔

"انک تحمل الکل و تکسب المعدوم و رد علی ھوازن سبایاھا و کانت ستة آلاف و اعطی العباس من الذھب مالم یطق حمله و حمل الیه تسعون الف درھم فوضعت علی حصیر ثم قام الیھا فقسمھا فمارد سائلا حتی فرغ منھا و جاءہ رجل فسأله فقال ما عندي شئی و لکن ابتع علی فاذا جاءنا شئی قضیناہ فقال له عمر ما کلفک الله مالا تقدر علیه فکرہ النبی صلی الله علیه وسلم ذلک فقال رجل من الانصار یا رسول الله انفق ولا تخش من ذی العرش اقلالا فتبسم صلی الله علیه وسلم و عرف البشر فی وجھه و قال بھذا امرت۔ (الشفاج ۱ص۱۱۳)

"کہ آپ تو کمزوروں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں اور معذوروں کے اخراجات برداشت فرماتے ہیں" (آپ کی دریا دِلی کا یہ ادنیٰ کرشمہ تھا کہ) آپ نے ہوازن قبیلے کے چھ ہزار قیدیوں کو واپس کر دیا اور حضرت عباس کو اتنا سونا دیا کہ وہ اُٹھا نہ سکے اور آپ کی خدمت میں نوے ہزار درہم لائے گئے اور انہیں ایک چٹائی پر ڈھیر کر دیا گیا پھر آپ تشریف لائے اور سارے بانٹ دیے کسی کو خالی واپس نہ کیا ایک شخص بعد میں حاضر ہوا اور سوال کیا تو آپ نے فرمایا اب تو ختم ہو گیا ہے لیکن تم ایسا کرو کہ جو چاہیے میرے نام پہ ادھار لے لو میں رقم ادا کر دوں گا۔ حضرت عمر نے عرض کیا حضور! اللہ نے آپ کو اتنی تکلیف بھی نہیں دی (کہ پاس نہ ہو تو ادھار لے دو) آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات کو ناپسند کیا (اگرچہ انہوں نے تو سرکار کی تکلیف کے احساس میں عرض کیا تھا) ایک انصاری نے عرض کیا حضور! آپ دل کھول کر خرچ کریں اور عرش والے سے کسی تنگی کا خوف نہ کریں۔

یہ سُن کر حضور علیہ السلام مسکرائے اور آپ کے چہرۂ انور پر بشاشت کے آثار نمایاں ہو گئے اور آپ نے فرمایا کہ "مجھے اسی طرح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔"

(رواہ الترمذی)

حضرت معاذ بن عفراء سے روایت ہے کہ میں نے ایک طباق کھجور اور ایک لکڑی تحفے کے طور پر آپ کی خدمت میں پیش کی تو آپ نے لپ بھر کر سونا اور زیورات مجھے عطا فرمائے۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کل کے لئے بچا کر نہیں رکھتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں سوال کیا تو آپ نے اسے نصف وسق (تیس صاع) عطا فرمائے اتنے میں ایک شخص نے آ کر آپ سے اپنی رقم کا تقاضا کیا تو آپ نے فرمایا اس کو ایک وسق پورا ہی دے دو تا کہ آدھے وسق سے قرض ادا کر دے اور آدھا اپنے پاس رکھ لے۔

قطرہ مانگے جو کوئی تو اُسے دریا دے دے

قرآن حکیم میں فرمایا گیا و اما السائل فلا تنھر۔ کوئی بھی سوالی آئے تو اس کو جھڑک کر خالی نہ بھیج دیں۔ مطلق سائل فرمایا کیوں کہ دوسرے سخیوں سے مانگنے والے صرف گدا ہوتے ہیں اور اس در کے منگتے جہاں گدا ہوتے ہیں وہاں شہنشاہ بھی ہوتے ہیں۔

منگتے تو منگتے ہیں کوئی شاہوں میں دکھا دو
جس کو میری سرکار سے ٹکڑا نہ ملا ہو

اور پھر دوسرے سخیوں سے صرف دنیا مانگی جاتی ہے اور اس در سے دنیا بھی آخرت بھی ایمان بھی ہدایت بھی بلکہ خدا بھی اور خدائی بھی۔ صحیح بخاری میں ہے حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور میں "آپ سے" جنت مانگتا ہوں بلکہ جنت میں آپ کی موافقت یعنی جہاں آپ کا محل ہو تو محل میں نوکروں کے کوارٹر بھی ہوتے ہیں تو اپنے اس خادم کو اپنے محل مین ہی ایک کوارٹر عطا فرما دیں۔

ایہہ حسرت نیازی دی اک آس چروکنی اے
آقا دے دیس اندر کدی میرا وی گھر ہووے

حضور علیہ السلام نے نہ تو حضرت ربیعہ پر شرک کا فتویٰ لگایا اور نہ ہی ما فوق الاسباب اور ما تحت الاسباب کی تقسیم فرمائی بلکہ فرمایا او غیر ذلک۔ جو تو نے مانگا وہ مل گیا اور بھی کچھ مانگنا ہے تو مانگ لے۔ خدا نے بھی یہ نہیں فرمایا محبوب! میری جنت کو اتنا سستا سمجھ رکھا ہے اٹھارہ بار عثمان غنی کو بیچ دی اب ربیعہ کو دے رہا ہے میرے پلے کیا رہ جائے گا (نعوذ باللہ) کیوں کہ اللہ تو

فرماچکا ہے سیؤتینا اللہ من فضلہ و رسولہ ۔ خزانہ ایک ہی ہے اوپر خدا، نیچے مصطفیٰ وہ بھی اس خزانے سے دیتا ہے یہ بھی اسی سے نہ اس پر کوئی پابندی نہ اس پر۔ اُدھر رسول کو فرمایا جو تجھے چاہیے مجھ سے لے لو اور ادھر بندوں کو فرمایا جو تمہیں چاہیے میرے رسول سے لے لو۔ و اما السائل فلا تنھر ۔ اور سائل کو مت جھڑکو۔

یہ بھی حضور علیہ السلام کی بابرکت اور میٹھی میٹھی سنتیں ہیں سنت کا دائرہ صرف شکل و صورت اور لباس و طعام تک محدود رکھنا اور باقی شعبہ ہائے زندگی سے سنت کا تعلق نہ سمجھنا زیادتی ہے اور نفس پرستی ہے۔ یعنی صرف حلوہ کھانا ہی سنت نہیں، پتھر کھانا بھی سنت ہے۔

اگر کوئی سوال کرے کہ حضور علیہ السلام کی ذاتی ملکیت جائیداد کیوں نہ تھی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ذاتی جائیداد ہوتی تو پھر آپ اسی کے مالک ہوتے اور اس کے علاوہ کے مالک نہ ہوتے اور یہ آپ کے لئے عیب تھا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو ساری کائنات کا مالک بنانا تھا فرمایا اعطیت مفاتیح خزائن الارض ۔ مجھے زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں دے دی گئیں۔

حضور علیہ السلام صرف سخی ہی نہیں کریم اور جواد بھی ہیں کیوں کہ سخی وہ ہوتا ہے جو کچھ نہ کچھ خرچ کرتا ہے زیادہ اپنے لیے رکھتا ہے۔ کریم زیادہ دیتا ہے، کم رکھتا ہے اور جواد وہ ہے جو اپنے پیٹ پر پتھر باندھ کر دوسروں کے پیٹ بھرتا رہتا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے۔

کلا نمد ھؤلاء و ھؤلاء من عطاء ربک و ما کان عطاء ربک محظورا۔ (بنی اسرائیل)

ہم ہر ایک کی مدد کرتے ہیں ان کی بھی (جو طالب دنیا ہیں) اور ان کی بھی (جو طالب آخرت ہیں) آپکے رب کی عطا سے اور آپکے رب کی عطا کسی پر بند نہیں۔

تیرے رب کی عطاء، رَبُّکَ

دیدۂ دل گر بینا ہو تو اس آیت کی روشنی میں کرم مصطفیٰ کا کوئی نظارہ کرے اور ۔

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

اللہ سب کا رب ہے مگر یہاں دو بار "عطاء ربک" تیرے رب کی عطاء، تیرے رب کی عطا فرما کر بتا دیا کہ میری ربوبیت کا خصوصی تعلق جو میرے محبوب کے ساتھ ہے وہ اور کسی کے ساتھ نہیں ہے۔ اس لیے بات آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنانے کی ہو اور مشورہ فرشتوں سے لینا ہو تو بجائے و اذ قال رب آدم یا و اذ قال رب الملائکۃ کے پھر بھی و اذ قال ربک کہا جاتا ہے تاکہ پتہ چلے بات کسی کی ہو ذکر محبوب کا ہی ہوگا

ذکر سب پھیکے جب تک نہ مذکور ہو
نمکین حُسن والا ہمارا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

صاحب تفسیر روح المعانی فرماتے ہیں اس میں راز یہ ہے کہ سارا معاملہ ہی نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، آدم علیہ السلام کو سجدہ ہو یا ابراہیم علیہ السلام پہ آگ گلزار بن رہی ہو یا اسماعیل علیہ السلام کے گلے پہ چھری چل رہی ہو ۔

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

یا بلا تشبیہ و تمثیل یوں سمجھیں کہ باپ بیٹے سے پیار کرتا ہے تو اس کے دوستوں سے بھی کرے گا یا اب اگر وہ دوست اس کے بیٹے کو چھوڑ دیں گے تو اس کے باپ کی شفقتوں سے محروم ہو جائیں گے۔ کیوں کہ یہ عنایتیں تبھی تھیں کہ اس کے بیٹے سے ان کا محبت کا تعلق تھا جب وہ نہ رہا تو اس کے باپ کی شفقتوں سے بھی محروم ہو گئے اس لیے فرمایا و ما کان عطاء ربک محظورا۔ کہ تیرے غلام بن کر رہیں گے تو اس نسبت غلامی سے اللہ کی عطا قائم رہے گی ورنہ

وہ جو اس در سے پھرا اللہ اس سے پھر گیا
وہ جو اس در کا ہوا اللہ اس کا ہو گیا

پتہ چلا کہ ہمارے قبلہ و کعبہ، ملجا و ماویٰ حضور ہی ہیں اس لیے فرمایا و وجدک عائلا فاغنیٰ اللہ نے تجھے غنی کر دیا اور ایسا کہ تیرے در پہ بڑے بڑے غنی دامن پھیلا کر کھڑے ہیں اور جو حاضر نہیں ہو سکتے وہ دور سے اغثنی یا رسول اللہ پکار رہے ہیں کسی کو اپنے پاس بلا کر اللہ کے فضل سے غنی کرتا جا کسی کے پاس اپنے غلام فرشتے بھیج کر ان کی مدد کرتا جا اور اگر کوئی بوصیری، سیوطی جیسا پکارے تو خود جا کر بھی ان کی مدد کرتا جا ۔

فریاد امتی جو کرے حالِ زار میں
ممکن نہیں کہ خیرِ بشر کو خبر نہ ہو

ایک نکتہ ربک میں علماء نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ بلاتشبیہ باپ اپنے بیٹے کو کہے کہ یہ کوٹھی تیرے باپ نے بنائی ہے دوسری اولاد کا نام نہ لے تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ تیرے ہی لیے ہے یا تیرے جیسا اور کوئی نہیں ہے ادھر اللہ فرماتا ہے فلا و ربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ۔ اے محبوب! مجھے تیرے رب کی قسم ہے جب تک اپنے جھگڑوں میں تجھے حاکم نہ مانیں یہ مومن نہیں ہو سکتے اور ادھر حضور علیہ السلام عرض کرتے ہیں رب زدنی علما ۔ اے "میرے رب!" میرے علم میں اضافہ فرما انما علمها عند ربی ۔ (اس قیامت کا علم تو میرے ہی رب کے پاس ہے) کسی بااختیار کا باوفا یہ کہے کہ اپنے ہی صاحب کے پاس سارا اختیار ہے تو یہی مطلب ہوگا کہ اپنے ہی پاس ہے یقیناً جب حضور "اے میرے رب!" کہتے ہوں گے اللہ کی رحمت جھوم جاتی ہوگی۔

ایک جگہ فرمایا ادع الی سبیل ربک لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی طرف بلاؤ یہ نہیں فرمایا میرے راستے کی طرف بلاؤ یا الی سبیل اللہ نہیں فرمایا تا کہ لوگ جانیں رب کو بھی ماننا ہو تو حضور کی نسبت سے ہی ماننا پڑے گا ۔

قل کہہ کے اپنی بات بھی منہ سے تیرے سُنی
کتنی ہے گفتگو تیری اللہ کو پسند

حضور کا دامن تھام کے رب کو مانو گے تو قبول ورنہ ۔

خدا اس کا نہیں ہوتا، وہ خدا کا ہو نہیں سکتا
جسے ہونا نہ آتا ہو تمہارا یا رسول اللہ

ورفعنا لک ذکرک ہو یا قد نریٰ تقلب وجھک فی السماء ہو خدا کے کام تو محبوب کو خوش کرنے کے لئے ہوتے ہیں صحیح بخاری میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عرض کرتی ہیں حضور میں دیکھتی ہوں آپ کا رب آپ کی خواہشات کو پورا کرنے میں جلدی فرماتا ہے ام المؤمنین نے بھی ان ربک کہا آپ کا رب حالانکہ یہ بھی کہہ سکتی تھیں میرا رب یا آسمان وزمین کا رب، ثابت ہوا مومنوں کی ماں کا بھی یہی عقیدہ تھا ۔

وہ رب کے ہیں رب اِنکا ہے جو اِنکا ہے وہ رب کا ہے
بے اِنکے جو رب کو ملا چاہے دیوانہ ہے سودائی ہے

ایک مقام پر فرمایا کل من علیها فان و یبقیٰ وجه ربک ذوالجلال والاکرام ہر شے فنا ہونے والی ہے اور تیرے رب کی ذات باقی رہنے والی ہے جو جلال وعزت والی ذات ہے۔

ایک وقت تھا کہ کچھ نہ تھا اور ایک وقت ہوگا جب کچھ نہ ہوگا لیکن رب ہوگا اور وہ بھی تیرا رب ۔ رب نے اپنی ربوبیت کا تعارف بھی حضور علیہ السلام کی نسبت سے کرایا کیوں کہ حضور علیہ السلام رب کی قدرت کے شاہکار ہیں اور کوئی بھی صاحب کمال جب اپنا تعارف کراتا ہے تو اپنے شاہکار کے حوالے سے کراتا ہے کسی معمار کو کہیں اپنا تعارف کرانا ہو تو اگرچہ اس نے ہزاروں عمارات بنائی ہوں مگر تعارف کرائے گا تو یہی کہے گا میں وہ معمار ہوں جس نے بادشاہی مسجد بنائی یا مینار پاکستان بنایا، اللہ نے ساری کائنات بنائی مگر تعارف ربک کہہ کے کرایا کہ میرے جلوے دیکھنے ہوں تو میرے حبیب کو دیکھو کہ میں اس کا رب ہوں۔ سب کو پالنا تو عام ہے مگر تجھے پالنا خاص ہے کہ تجھے ربوبیت کی نسبت تامہ نصیب ہے ۔

ایسی تصویر محبوب کی کھینچ لی خود خدا کو بنا کر سرور آ گیا

نہ صرف پالا بلکہ اپنے اسماء بھی عطا فرمائے رحیم، کریم، رؤف، نور، خدا نے اپنے نام اپنے محبوب کو عطا فرما دیے ۔

میرا اللہ بھی کریم اس کے محمد بھی کریم
دو کریموں میں گنہ گار کی بن آئی ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت و بہادری

شجاعت یہ ہوتی ہے کہ غضب کی قوت عقل کے تابع ہو جائے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے بڑھ کر کسی کو بہادر، حوصلہ مند، سخی اور راضی برضا رہنے والا نہ پایا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب گھمسان کا رن پڑ جاتا اور لڑائی کی

آنکھوں میں سُرخی آجاتی (لڑائی بھڑک اُٹھتی) تو ہم لوگ حضور علیہ السلام کی پناہ لیتے تھے اور آپ دشمن کے سب سے زیادہ قریب ہوتے تھے اور بلاشبہ ہم نے بدر کی لڑائی میں حضور علیہ السلام کی پناہ پکڑی، آپ دشمن کے بہت زیادہ قریب تھے اور آگے آگے بڑھ کے لڑائی میں حصہ لے رہے تھے اور ہم اسی کو بہادر سمجھتے جو حضور علیہ السلام کے پاس چلا جاتا تھا کیوں کہ آپ علیہ السلام دشمن کے سب سے زیادہ قریب ہوتے تھے۔ (الشفاج ا ص ۱۱۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیا اور چشم پوشی

حیا اس کیفیت کا نام ہے جو انسان کے چہرے پر ایسے وقت طاری ہوتی ہے جب کسی ایسے فعل کا صدور ہو جس سے کراہت کی توقع کی جاتی ہے یا جس کا نہ کرنا بہتر ہو اور چشم پوشی اس تغافل کو کہتے ہیں جو کسی مکروہ اور ناپسندیدہ چیز سے برتا جائے۔

ان دونوں شعبوں میں بھی حضور علیہ السلام اپنی مثال آپ تھے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ان ذلکم کان یؤذی النبی فیستحی منکم۔ (الاحزاب)

بے شک تمہارا یہ عمل (کھانا کھانے کے بعد حضور علیہ السلام کے گھر میں بلا ضرورت بیٹھے رہنا) حضور علیہ السلام کے لئے تکلیف کا باعث ہے لیکن آپ حیا (اور چشم پوشی) کی وجہ سے تمہیں کچھ نہیں کہتے اور درگذر فرماتے ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام پردہ نشین کنواری عورتوں سے بھی زیادہ شرمیلے تھے اور اگر آپ کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو آپ کی ناپسندیدگی آپ کے چہرے سے ظاہر ہو جاتی تھی، آپ کا چہرۂ اقدس لطیف و نازک تھا اور چہرے کی جلد بہت رقیق تھی اور انتہائی حیاء اور شرافت کی وجہ سے آپ کسی ایسے شخص کے روبرو اس کی ایسی حرکت کا تذکرہ نہ فرماتے جسے آپ مکروہ سمجھتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اگر کوئی شخص کوئی نازیبا حرکت کر بیٹھتا تو آپ یہ نہ فرماتے کہ فلاں شخص کو کیا ہو گیا کہ وہ ایسا کرتا ہے یا کہتا ہے بلکہ ایسے مواقع پر آپ کا انداز تکلم یہ ہوتا کہ قوم کو کیا ہو گیا ہے کہ لوگ ایسا کرتے یا ایسا کہتے ہیں یعنی کرنے والے کا نام بھی نہ لیتے تا

کہ اس کی عزت نفس قائم رہے اور کام سے روک بھی دیتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جس پر زردی غالب تھی (عربوں میں رواج تھا کہ شادی بیاہ کے موقع پر زرد رنگ کی خوشبو بدن پر ملتے جس کا اثر مدتوں بدن اور کپڑے پر رہتا جیسا کہ ہندوستان میں بھی ہے) لیکن آپ نے اس سے کچھ نہ فرمایا جب وہ چلا گیا تو آپ نے اہل مجلس کو فرمایا کاش! کہ تم اس سے کہتے کہ اس زردی کو دھو ڈالے یا اتار دے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نہ فحش گو تھے، نہ گالی گلوچ کرنے والے، نہ بازاروں میں چلا چلا کر باتیں کرنے والے، نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے، بلکہ درگذر فرمانے والے تھے اس طرح کی صفات آپ کی تورات میں بھی بیان فرمائی گئیں۔

یہ بھی روایت ہے کہ شدت حیاء کی وجہ سے آپ کسی کے چہرے پر نظر نہیں گاڑتے تھے اور اگرچہ آپ کسی کی ناپسندیدہ حرکت کو دیکھ کر ایک دم اُکتا جاتے، تب بھی آپ اشاروں ہی سے اس کا تذکرہ فرماتے، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے (بیوی ہونے کے باوجود) کبھی آپ کی شرم گاہ نہ دیکھی۔ (صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وازواجہ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا)۔
(الشفا حریف حقوق المصطفیٰ ۲ ص ۱۱۸)

حُسن معاشرت وحُسن اخلاق

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام وسیع القلب، صادق القول، نرم مزاج اور شرافت کا پیکر تھے۔

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور علیہ السلام ہمارے ہاں تشریف لائے واپس جانے لگے تو میرے والد نے خچر پر کمبل ڈال کر آپ کی خدمت میں پیش کیا، آپ سوار ہو گئے، حضرت سعد نے اپنے بیٹے قیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم بھی حضور علیہ السلام کے ساتھ سوار ہو جاؤ، حضور علیہ السلام نے بھی فرمایا قیس تم میرے ساتھ آجاؤ مگر قیس رضا مند نہ ہوئے (ادب کے خلاف سمجھتے تھے) سرکار علیہ السلام نے فرمایا یا تو میرے ساتھ سوار ہو جاؤ یا پھر واپس چلے جاؤ چنانچہ قیس واپس ہو گئے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا قیس

تم میرے آگے بیٹھ جاؤ کیوں کہ صاحب الدابة اولی بمقدمها۔ سواری کا مالک آگے بیٹھنے کا زیادہ حق دار ہے۔

حضور علیہ السلام لوگوں کو اپنی طرف مانوس فرماتے تھے دور نہیں بھگاتے تھے آپ ہر قوم کے معززین کی عزت فرماتے اور انہیں اپنی قوم کا امیر بناتے آپ اس بات سے بہت پرہیز فرماتے کہ کسی سے بداخلاقی کے ساتھ پیش آئیں آپ اپنے صحابہ کے اخلاق کی بھی نگرانی فرماتے، آنے والے کو اس کی حیثیت کے مطابق پروٹوکول دیتے۔ آپ کے پاس بیٹھنے والا ہر شخص یہی سمجھتا کہ آپ اسے سب سے زیادہ عزت دیتے ہیں۔ کوئی غرض مند حاضر ہوتا تو آپ اُس کے قریب ہو کر اس کی غرض غور سے سُنتے یہاں تک کہ وہ خود بات ختم کرتا تو آپ پیچھے ہوتے اور اس کی غرض کو پورا فرماتے پھر اس کی عزت نفس کے لئے ایسی نرم گفتگو فرماتے کہ اسے تسلی ہو جاتی یہاں تک کہ لوگ آپ کو اپنے باپ کی طرح سمجھتے اور آپ کی نگاہ میں سارے مسلمان برابر تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لا انفضوا من حولك. (آل عمران ۱۵۹)

یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ اس نے آپ کو نرم دل بنایا اگر آپ تیز مزاج ہوتے تو لوگ آپ سے دور بھاگ جاتے۔

جو شخص بھی آپ کو دعوت دیتا آپ قبول فرماتے، ہر کسی کا تحفہ قبول کر لیتے خواہ وہ گوشت کا ایک ٹکڑا ہی ہوتا پھر اس کے بدلے اس سے بڑا تحفہ عطا فرماتے۔

کوئی سرگوشی کرنا چاہتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کان اس کے قریب کر دیتے اور مکمل بات سن کر چہرہ ہٹاتے۔ کوئی ہاتھ ملاتا تو جب تک وہ نہ چھوڑتا آپ ہاتھ نہ چھڑاتے۔ سلام میں پہل فرماتے۔ لوگوں کے سامنے ٹانگیں پھیلا کر نہ بیٹھتے۔ اکثر اوقات ملاقاتیوں کے لئے اپنی چادر مبارک بچھا دیتے اگر وہ بیٹھنے سے انکار کرتا تو آپ بٹھانے پہ اصرار فرماتے۔ اپنے صحابہ کرام کی کنیت مقرر فرماتے۔ کسی کی بات نہ کاٹتے الا یہ کہ وہ حد سے بڑھ رہا ہوتا تو اس کو منع فرماتے یا اٹھ کر چلے جاتے۔ اگر نوافل میں مشغول ہوتے اور کوئی آ کر پیچھے بیٹھ جاتا تو مختصر کر دیتے اور اس کی ضرورت کو نفلوں پر مقدم رکھتے۔ فارغ ہو کر پھر نوافل میں مصروف ہو جاتے۔ اکثر چہرۂ انور پہ مسکراہٹ رہتی۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) (الشفا۔ ملخصاج ۱ص ۱۱۹)

شفقت و رحمت

حضور علیہ السلام کی مخلوق کے ساتھ شفقت و محبت کا قرآن مجید میں کئی جگہ ذکر فرمایا گیا ہے مثلاً فرمایا: عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم - ''حضور علیہ السلام کو وہ تمام چیزیں ناگوار گذرتی ہیں جو تم کو تکلیف پہنچاتی ہیں آپ حریص ہیں اور مومنوں پہ شفقت و رحمت فرمانے والے ہیں''۔ وما ارسلنک الا رحمة للعلمین اور ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

یونس بن شہاب سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام غزوۂ حنین میں تشریف لے گئے اس موقع پہ آپ نے صفوان بن امیہ کو تین سو بکریوں کا ریوڑ عطا فرمایا بعد میں صفوان نے حضرت سعید بن میتب سے کہا کہ پہلے حضور علیہ السلام مجھے تمام مخلوق میں سب سے (نعوذ باللہ) بُرے لگتے تھے۔ حضور علیہ السلام مجھے دیتے رہے یہاں تک کہ اب مجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارے ہو گئے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک اعرابی آیا، اس نے سوال کیا آپ نے اس کو عطا فرمایا پھر دریافت کیا کہ میں نے تیرے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا۔ صحابہ کرام غصہ میں اس کو مارنے کے لئے دوڑے تو حضور علیہ السلام نے منع کر دیا پھر آپ اُٹھ کر اندر تشریف لے گئے اور اعرابی کو بھی اندر بلا کر اور عطا کیا اور پھر پوچھا۔ کہ میں نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے؟ اس نے کہا ہاں اللہ آپ کو اور آپ کے خاندان قبیلے کو جزائے خیر دے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے تو نے میرے صحابہ کے سامنے پہلی گفتگو میں جو کھری کھری بات کی اس کا انہوں نے بُرا منایا اب ان کے سامنے جا کر یہی بات دھرا دو تا کہ تیرے بارے ان کی خلش دور ہو جائے چنانچہ دوسرے دن صبح یا شام کو اعرابی نے صحابہ کرام کے سامنے دوبارہ ہونے والی بات دہرا دی اور حضور علیہ السلام کو دعا دی اس کے بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا میری اور اس آدمی کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کی اونٹنی بھاگ جائے اور وہ اس کو پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے دوڑے، دوسرے لوگ بھی دوڑ پڑیں جوں جوں لوگ پیچھے بھاگتے ہیں اونٹنی بھڑک کر اور تیز بھاگتی ہے اتنے میں اونٹنی کا مالک کہتا ہے تم لوگ ہٹ جاؤ مجھے اور میری اونٹنی کو چھوڑ دو کیوں کہ میں تم سے زیادہ اس پر مہربان اور اس کے حال سے واقف ہوں، پھر اونٹنی

کا مالک تھوڑی گھاس لے کر اس کے سامنے گیا اور اس کو پکڑ کر کجاوہ رکھ کے اوپر سوار ہو گیا۔

فرمایا اگر میں تمہیں منع نہ کرتا تو ہو سکتا ہے تم اس کو مار دیتے اور وہ جہنم میں چلا جاتا۔

یہ بھی امت پہ آپ کی شفقت ومحبت کا نتیجہ تھا کہ آپ نے احکامات میں نرمی وتخفیف کو پسند فرمایا اور بعض چیزوں سے محض اس لیے گھبراتے کہ کہیں امت پہ فرض نہ ہو جائیں جیسے کہ مسواک اور تراویح کے بارے میں اور صوم وصال اور نماز عشاء کی تاخیر کے بارے میں، نیز کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کو ناپسند کرنا بھی اس زمرے سے ہے۔ اسی طرح اللہ سے یہ دعا کرنا کہ اگر میں غصے میں کسی پر لعنت کروں تو اس کو رحمت بنا دینا۔ امت پر شفقت ہی کی وجہ سے نماز کو مختصر فرماتے۔ طائف میں واپسی پر پہاڑوں کے فرشتے کی پیش کش کہ "آپ فرمائیں تو دونوں پہاڑ اُٹھا کر شہر پر ماروں اور تباہ کر دوں" کو ٹھکرا دیا اور فرمایا **بل ارجوا ان یخرج اللہ من اصلابھم من یعبد اللہ وحدہ ولا یشرک بہ شیئا۔** مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے ایسی قوم پیدا فرمائے گا جو اللہ کو ایک مانے گی اور شرک نہیں کرے گی۔

ابن المنکدر کی روایت میں ہے کہ حضرت جبریل امین نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین اور پہاڑوں کو حکم دے رکھا ہے کہ وہ آپ کی اطاعت کریں۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنی امت کو مہلت دیتا ہوں کہ شاید مستقبل میں اللہ تعالیٰ انہیں توبہ کی توفیق عطا فرمادے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام کو جب کبھی دو باتوں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ ہمیشہ آسانی والی کو ہی پسند فرماتے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام جب وعظ فرماتے تو ہماری طبیعت کے تقاضے کو ملحوظ خاطر رکھتے اور اس بات کا خیال فرماتے کہ کہیں ہم اکتا نہ جائیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں ایسے اونٹ پر سوار ہوئی جو شریر تھا تو میں اسے آگے پیچھے چلانے لگی (تا کہ رام ہو جائے) تو حضور علیہ السلام نے فرمایا جانور کے ساتھ بھی نرمی اختیار کرو۔ (الشفاء ملخصاً ص ۱۲۲)

وعدہ وفائی اور صلہ رحمی

حضرت ابوالحمساء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعثت سے پہلے میں نے حضور علیہ

السلام سے ایک سودا کیا کچھ رقم رہ گئی میں نے کہا آپ یہاں ٹھہریں میں باقی رقم لے کر آتا ہوں، گھر آ کر میں بھول گیا تین دنوں کے بعد وعدہ یاد آیا میں وہاں پہنچا تو آپ اسی جگہ ٹھہرے ہوئے تھے آپ نے صرف اتنا فرمایا کہ "**یا فتی لقد شققت علیّ انا ھھنا منذ ثلاث انتظرک۔**" "جوان! تو نے مجھے مشقت میں ڈال دیا ہے میں یہاں تین دنوں سے تیری انتظار کر رہا ہوں"۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں جب بھی کوئی ہدیہ آتا تو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی کسی نہ کسی سہیلی کے گھر بھیج دیتے کیوں کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے آپ کو بہت محبت تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مجھے جس قدر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پہ رشک آتا تھا کسی دوسری عورت پہ نہ آتا کیوں کہ حضور علیہ السلام اکثر ان کا تذکرہ فرماتے رہتے اگر کسی دن کوئی بکری ذبح ہوتی تو آپ اس کا گوشت تحفے کے طور پر حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کو بھیجتے۔

ایک بار حضرت خدیجہ کی بہن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ اس کے آنے پر بہت خوش ہوئے۔

ایک دفعہ ایک اور عورت آئی تو آپ اس سے بہت خوشی سے محو گفتگو ہوئے اور جب وہ چلی گئی تو آپ نے فرمایا یہ عورت خدیجہ کے زمانے میں بھی ہمارے پاس آتی تھی اور

ان حسن العھد من الایمان۔ اچھا برتاؤ بھی ایمان کا جز ہے۔

حضور علیہ السلام اپنے رشتہ داروں سے بغیر اس کے کہ ان کے افضل پر غیر افضل کو ترجیح دیں حسن سلوک سے پیش آتے۔

آپ نے فرمایا "گو کہ فلاں شخص کی اولاد میری وارث نہیں ہے لیکن چوں کہ اس سے میری قرابت داری ہے اس وجہ سے میں اس کو ترجیح دیتا ہوں"۔

اپنی نواسی امامہ بنت زینب کو کندھوں پر اُٹھائے ہوئے نماز پڑھتے اور جب سجدے میں جاتے تو اتار دیتے پھر جب قیام کی طرف جاتے تو اُٹھا لیتے (یہ حدیث اس وقت کی ہے

جب نماز میں عمل کثیر سے نماز فاسد نہ ہوتی تھی) اور آپ اس لیے ایسا کرتے کہ اہل عرب (جو بچیوں سے نفرت کرتے اور ان کو زندہ درگور کر دیتے) پر واضح ہو جائے کہ لڑکی بھی قابل عزت اور لائق محبت ہوتی ہے۔

جب نجاشی بادشاہ کا بھیجا ہوا وفد آپ کے پاس حاضر ہوا تو آپ خود بنفس نفیس ان کی خاطر مدارات کرتے رہے صحابہ کرام نے عرض کیا حضور آپ تشریف رکھیں یہ کام ہم کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میرے صحابہ ان کے پاس گئے تھے تو یہ بھی ان کی خدمت کرتے رہے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ خود ان کی خدمت کر کے بدلہ چکاؤں۔

اور جب قبیلہ ھوازن کے قیدیوں میں آپ کی رضاعی بہن شیما آئی تو آپ نے اس کو پہچان لیا اور اپنی چادر اس کے بیٹھنے کے لئے بچھا دی (سبحان اللہ) اور فرمایا اگر میرے پاس رہنا چاہو تو عزت واحترام کے ساتھ رہ سکتی ہو اور اگر واپس جانا چاہو تو تمہاری مرضی اس نے عرض کیا کہ میں واپس جانا چاہتی ہوں تو آپ نے اس کو تحائف دے کر واپس بھیج دیا۔

اسی طرح حضرت ابوالطفیل بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے بچپن میں دیکھا کہ ایک عورت آپ کے پاس حاضر ہوئی اور بالکل قریب چلی گئی آپ نے اپنی چادر بچھائی وہ اوپر بیٹھ گئی۔ میں نے لوگوں سے اس کے بارے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ آپ کی رضاعی ماں (حضرت حلیمہ) ہیں خفاجی نے نسیم الریاض میں لکھا ہے کہ حضرت حلیمہ بعثت سے پہلے بھی آپ کے پاس مکہ میں آئی تھیں اور آپ نے انہیں چالیس بکریاں اور ایک اونٹ دیا۔

حضرت عمرو بن سائب فرماتے ہیں کہ ایک دن سرکار تشریف فرما تھے کہ آپ کے رضاعی والد آئے تو آپ نے ان کے لئے اپنی چادر کا ایک حصہ بچھا کر ان کو اوپر بٹھایا، تھوڑی دیر بعد آپ کی رضاعی والدہ بھی آ گئیں تو آپ نے چادر مبارک کا دوسرا حصہ بچھا کر ان کو بھی بٹھایا اس کے بعد آپ کے رضاعی بھائی آ گئے تو آپ (خوشی سے) کھڑے ہو گئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھا لیا۔

حضرت ثویبہ نے بھی حضور علیہ السلام کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی، آپ اکثر ان کے پاس کپڑے اور نقدی بھیجتے، جب ان کی وفات ہو گئی تو آپ نے ان کے رشتہ داروں کے بارے دریافت کیا تو عرض کیا گیا کہ ان کا کوئی رشتہ دار نہیں ہے۔

حضرت خدیجہ والی روایت میں ہے (جب آپ نے غار حرا سے واپسی پر اپنی جان کے بارے طرح طرح کے اندیشے ظاہر فرمائے تو حضرت خدیجہ نے عرض کیا)

ابشر فو اللہ لا یحزنک اللہ ابدا انک لتصل الرحم و تحمل الکل و تکسب المعدوم و تقری الضیف وتعین علی نوائب الحق۔ (الشفاص۱۲۹)

آپ کے لیے بشارت ہے کہ بخدا! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا کیوں کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، معذوروں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں، اپاہجوں کی مدد فرماتے ہیں، مہمانوں کی خاطر مدارات کرتے ہیں، اور راہ حق میں جو شخص بھی مصیبت میں مبتلا ہو اس کی امداد فرماتے ہیں۔

عاجزی وانکساری

باوجود بلند مرتبے اور عظیم شان کے حضور علیہ السلام بڑے متواضع تھے۔ آپ میں غرور کا شائبہ تک نہ تھا۔ آپ کی خاکساری کو سمجھنے کے لئے یہی حدیث کافی ہے کہ آپ کو اختیار دیا گیا چاہیں تو بادشاہ نبی بن جائیں (حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح) یا عبد نبی (جو عبودیت کا کامل ترین نمونہ ہو) تو آپ نے عبد نبی بننا پسند کیا اس موقع پر حضرت اسرافیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ کی تواضع کی بدولت اللہ نے آپ کو قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار بنا دیا ہے۔ سب سے پہلے آپ زمین سے نکل کر گنہ گاروں کی شفاعت فرمائیں گے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن آپ چھڑی ٹیکے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم لوگ آپ کو دیکھ کر اُٹھ کھڑے ہوئے، آپ نے فرمایا "تم لوگ عجمیوں کی طرح کھڑے نہ ہوا کرو اس لیے کہ وہ کھڑے ہو کر ایک دوسرے کی تعظیم بجا لاتے ہیں۔ مزید فرمایا کہ میں تو بندے کی طرح بیٹھ کر کھانا کھاتا ہوں اور بندے ہی کی طرح بیٹھا کرتا ہوں"۔

اللہ کے محبوب اور براق کے شہسوار علیہ السلام، گدھے پر بھی سواری فرما لیا کرتے اور اپنے پیچھے دوسروں کو بھی بٹھا لیا کرتے تھے۔ آپ مسکینوں کے پاس چل کر جاتے اور فقراء کے

پاس بیٹھا کرتے، غلاموں کی دعوت بھی قبول فرما لیتے اور اپنے صحابہ میں گھل مل جاتے، مجلس میں جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے حد سے آگے نہ بڑھاؤ جیسا کہ عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو بڑھایا میں بندہ ہوں اور مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہا کرو۔

بنو قریظہ کی لڑائی کے دن آپ اس گدھے پر سوار تھے جس کی لگام کھجور کی بنی ہوئی رسی کی تھی اور اس پر پالان تھا(دیکھیے کس شان سے امت کا امام آتا ہے)۔

آپ کو اگر جو کی روٹی اور معمولی سے سالن کی طرف بھی دعوت دی جاتی تو آپ قبول فرما لیتے۔ آپ نے ایک پرانے کجاوے پر سفر حج کیا اور اس پر صوف کی ایک ایسی چادر پڑی ہوئی تھی جس کی قیمت چار درہم کے برابر ہوگی اور پھر دعا کی۔ اے اللہ! میرے حج کو قبول فرما اور اسے ہر قسم کی ریاکاری سے پاک رکھ۔

اور یہ واقعہ اس دور کا ہے کہ جب فتوحات کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا اور اس حج میں آپ نے سو اونٹوں کی قربانی کی تھی۔

جب مکہ فتح ہو رہا تھا اور آپ مسلمانوں کا بڑا لشکر لے کر شہر میں داخل ہو رہے تھے تو آپ نے اپنے کجاوے پر سر مبارک اسی طرح جھکایا ہوا تھا کہ قریب تھا آپ کا سر کجاوے کے اگلے حصے کے ساتھ لگ جائے۔

یہ آپ کی عاجزی ہی تھی کہ فرمایا مجھے یونس بن متی پر فضیلت نہ دو، نہ دوسرے نبیوں پر اور نہ ہی حضرت موسیٰ علیہم السلام پر۔ اور فرمایا ہم تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ شک کرنے کے حق دار ہیں (جب انہوں نے کہا یا اللہ! تو مردے کیسے زندہ فرماتا ہے)۔ اور اگر میں اتنی دیر جیل میں رہا ہوتا جتنی دیر حضرت یوسف علیہ السلام ٹھہرے تھے تو جس وقت بادشاہ کا قاصد بلانے آیا تھا (یوسف تو نہ گئے مگر) میں چلا جاتا۔ کسی نے آپ کو خیر البریہ (تمام مخلوق سے بہتر) کہا تو فرمایا وہ تو ابراہیم علیہ السلام تھے۔ (تواضع کے عنوان سے یہ احادیث خلاصۃً لکھی گئی ہیں ان پر جو ابحاث ہیں ان کا ذکر طوالت کے خوف سے چھوڑ دیا گیا ہے، مقصد صرف ان کی عظمت اور اپنی عاجزی کا اظہار ہے)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کا کام کاج میں ہاتھ بٹاتے، اپنے کپڑے دھو

لیتے، بکریوں کا دودھ دوہ لیتے۔ کپڑوں کو پیوند لگا لیتے، نعلین مبارک گانٹھ لیتے، گھر میں جھاڑو دے لیتے، اونٹ باندھتے ان کو چارہ ڈالتے، اپنے خادم کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے، خادمہ سے مل کر آٹا گندھواتے، بازار سے سودا سلف لے آتے، ایک مرتبہ ایک آدمی آپ کے سامنے آیا تو آپ کے رعب کی وجہ سے کانپنے لگا آپ نے ارشاد فرمایا گھبراؤ نہیں میں کوئی بادشاہ تو نہیں ہوں بلکہ مکے کی ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی (سبحان اللہ)۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ آپ کے ساتھ بازار گیا آپ نے پاجامہ خریدا اور دُکان دار کو فرمایا "ذرا جھکتا ہوا وزن کرو (کپڑا تول کر بیچتے تھے) دُکاندار جلدی سے اُٹھا اور آپ کے دست مبارک کو بوسہ دینا شروع کر دیا آپ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا یہ عمل عجمی لوگ اپنے بادشاہوں سے کرتے ہیں، میں بادشاہ تو نہیں، تمہارا ہی ایک فرد ہوں، اس کے بعد آپ نے پاجامہ لیا میں نے چاہا کہ میں پکڑ لوں تو آپ نے فرمایا چیز کا مالک اپنی چیز کو اُٹھانے کا زیادہ حق دار ہے۔ (الشفا۔خلاصۃً)

عدل وامانت، عفت وصداقت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ امانت دار، انصاف پسند، پاکباز اور قول کے سچے تھے اور اس خوبی کا اعتراف آپ کے دشمن بھی کرتے تھے اسی لیے اہل مکہ بعثت سے پہلے آپ کو الامین کے نام سے پکارتے تھے۔ ابن اسحاق کے مطابق اس لیے کہ آپ میں ہر قسم کے اخلاق صالحہ پائے جاتے تھے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ **مطاع ثم امین** (قابل اطاعت اور امانت دار) سے بقول اکثر مفسرین آپ ہی مراد ہیں۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ ایک دن ابو جہل نے حضور علیہ السلام سے کہا کہ ہم آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ اس دین کو جس کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں تو قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی **فانهم لا يكذبونك** (الانعام۔۳۳) ترجمہ: بے شک ہم آپ کو تو جھوٹا نہیں کہتے۔

ایک روایت میں ہے کہ بدر کے دن اخنس بن شریق نے ابو جہل سے کہا اے ابو الحکم! اس وقت ہم دونوں کے علاوہ یہاں کوئی نہیں، سچ بتاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سچے ہیں یا جھوٹے (معاذ اللہ) تو ابو جہل نے کہا بخدا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سچے ہیں اور انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

یہی بات حضرت ابوسفیان نے اسلام قبول کرنے سے پہلے ہرقل شاہِ روم کے دربار میں کہی۔ نضر بن حارث نے ایک دن قریش سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے درمیان پلے، جوان ہوئے، تمہارے درمیان سب سے زیادہ پاکیزہ، پسندیدہ، راست باز، امانت دار رہے ہیں۔ یہاں تک کہ جب تم نے ان کی کنپٹیوں میں سفیدی دیکھی اور وہ تمہارے پاس دین اسلام لے کر آئے تو تم نے ان کو جادوگر کہنا شروع کر دیا، خدا کی قسم وہ جادوگر نہیں ہیں۔

حضور علیہ السلام کے دست مبارک نے کبھی کسی غیر عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا۔ ایک شخص کو آپ نے فرمایا افسوس ہے تجھ پر اگر میں نہیں انصاف کروں گا تو بھلا کون کرے گا؟ جب بھی آپ کو دو کاموں میں سے ایک کام کرنے کا اختیار دیا گیا تو آپ آسان کام کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو اور اگر گناہ کا کام ہوتا تو آپ اس سے کوسوں دور رہتے۔

ابوالعباس مبرد نے بیان کیا ہے کہ کسریٰ نوشیرواں نے اپنے دنوں کو اس طرح تقسیم کیا ہوا تھا کہ مثلاً ہوا والا دن سونے کے لئے موزوں ہوتا ہے، بادل کا دن شکار کے لئے، بارش کا دن شراب نوشی اور لھو ولعب کے لئے اور دھوپ والا دن کام کاج کے لئے۔ ابن خالویہ کہتے ہیں کہ نوشیرواں دنیوی سیاست کا بہترین جاننے والا تھا اور ایسے ہی لوگوں کے بارے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يعلمون ظاهرا من الحيوة الدنيا و هم عن الاخرة هم غفلون۔ (الروم:۷)

وہ لوگ دنیا کی ظاہری زندگی کو جانتے ہیں اور آخرت سے غافل ہیں۔

لیکن ہمارے حضور علیہ السلام نے اپنے دن کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا ایک حصہ اللہ کی عبادت کے لئے ایک حصہ اپنے اہل وعیال کے لئے اور ایک حصہ اپنے نفس کے لئے اور پھر اپنے حصے کو اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرما دیا۔ اور آپ خاص لوگوں سے عام لوگوں کی مدد لیا کرتے۔ اور اکثر فرمایا کرتے کہ۔

ابلغوا حاجة من لا يستطيع ابلاغى فانه من ابلغ حاجة من لا يستطيع ابلاغها امنه الله يوم الفزع الاكبر.

ان لوگوں کی حاجتیں میرے پاس پہنچایا کرو جو کسی وجہ سے میرے پاس نہ آسکتے ہوں کیوں کہ جو شخص ایسے لوگوں کی حاجات میرے پاس پہنچائے گا تو قیامت کے دن ہر قسم کے خوف سے امن میں ہوگا۔

امام حسن فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کسی شخص کو دوسرے کے گناہ کے بدلے نہیں پکڑتے تھے اور نہ بلا تحقیق کسی کی تصدیق فرماتے۔

ابوجعفر طبری نے حضرت علی سے روایت نقل کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے دو دفعہ کے علاوہ کبھی جاہلیت کے کاموں کا ارادہ نہیں فرمایا لیکن دونوں مرتبہ اللہ تعالیٰ میرے اور میرے ارادے کے درمیان حائل ہو گیا (اور میں وہ کام نہ کر سکا) اس کے بعد میں نے کبھی کسی ایسے کام کا ارادہ بھی نہیں کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت کی عزت سے سرفراز فرمایا۔ اور وہ قصہ یوں ہے کہ ایک رات میں نے اس لڑکے سے جو میرے ساتھ بکریاں چرایا کرتا تھا کہا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ تو میری بکریوں کو سنبھالے اور میں شہر مکہ جا کر دوسرے نوجوان کی طرح تفریح کروں۔ میں اس غرض کے لئے وہاں سے چلا اور ابھی مکہ شہر کے پہلے ہی مکان پر پہنچا تھا کہ میں نے دف اور باجوں کی آواز سنی اور یہ راگ رنگ کسی کی شادی کے سلسلہ میں تھا میں بھی تماشا دیکھنے کی نیت سے اس مجلس میں جا بیٹھا۔ ابھی بیٹھا ہی تھا کہ مجھے نیند آگئی اور میں سوتا رہا یہاں تک کہ سورج نکل آیا اور اس کی کرنوں نے مجھے بیدار کر دیا (اس طرح اللہ نے مجھے اس کام سے بچالیا) اور میں وہاں سے اپنی خواہش پوری کیے بغیر واپس آگیا۔ پھر ایک دفعہ ایسا ہی واقعہ پیش آیا اور اس کے بعد میں نے کسی نادرست بات کا ارادہ کرنا ہی چھوڑ دیا۔

پھیلے ہوئے دنیا میں ہیں افکارِ محمد
ہر سمت نظر آتے ہیں انوارِ محمد
اس بات کو غیروں نے بھی تسلیم کیا ہے
ہر طور سے لا ریب ہے کردارِ محمد
جو چیز بھی مانگو ملے گی اس در سے
ہر وقت سجا رہتا ہے دربارِ محمد

کس درجہ مقدر کے سکندر تھے صحابہ
ہر روز جنہیں ہوتا تھا دیدارِ محمد

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عدل وانصاف

عن انس رضی الله تعالی عنه قال: ان رجلا من اهل مصر اتی عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه فقال: یا امیر المؤمنین! اعائذبک من الظلم، قال: عذت معاذا، قال: سابقت ابن عمر و بن العاص فسبقته، فجعل یضربنی بالسوط و یقول: انا ابن الاکرمین، فکتب عمر الی عمر و بن العاص یامره بالقدوم و قدم بابنه معه، فقدم، فقال عمر: این المصری؟ خذ السوط فاضربه، فجعل یضربه بالسوط و یقول عمر: اضرب ابن الاکرمین، قال انس: فضرب، فوالله! لقد ضربه و نحن نحب ضربه، فما اقلع عنه حتی تمنینا انه یرفع عنه، ثم قال عمر للمصری: ضع السوط علی صلعة عمرو، فقال: یا امیر المؤمنین! انما ابنه الذی ضربنی و قدا استقدت منه، فقال عمر لعمرو: مذکم تعبدتم الناس و قدولدتهم امهاتهم احرار.

(کنز العمال للمتقی ج۱۲ص۲۶۰ جامع الاحادیث ج۴ص۱۶۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مصری نے امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: اے امیر المؤمنین! میں حضور کی پناہ لیتا ہوں ظلم سے، امیر المؤمنین نے فرمایا: تو نے سچی جائے پناہ کی پناہ لی۔ یہ فریادی مصری بولا: میں نے مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے کے ساتھ دوڑ لگائی، میں آگے نکل گیا، صاحبزادے نے مجھے کوڑے مارے اور کہا: میں معزز و کریم والدین کا بیٹا ہوں۔ اس فریاد پر امیر

المؤمنین نے فرمان نافذ فرمایا کہ عمرو بن عاص مع اپنے بیٹے کے حاضر ہوں، جب وہ حاضر ہوئے تو امیر المؤمنین نے مصری کو حکم دیا کہ کوڑا لے اور مار! اس نے بدلہ لینا شروع کیا اور امیر المؤمنین فرماتے جاتے تھے: مارو! دو کریموں کے بیٹے کو۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! جب اس فریادی نے مارنا شروع کیا تو ہمارا جی یہ چاہتا تھا کہ یہ مارے اور اپنا بدلہ لے، اس نے یہاں تک مارا کہ ہم تمنا کرنے لگے کاش اب ہاتھ اٹھا لے، جب مصری فارغ ہوا تو امیر المؤمنین نے فرمایا: اب یہ کوڑا عمرو بن عاص کی چندیا پر رکھ (یعنی وہاں کے حاکم تھے انہوں نے کیوں نہ دادرسی کی، بیٹے کا کیوں لحاظ و پاس کیا) مصری نے عرض کیا: یا امیر المؤمنین! ان کے بیٹے ہی نے مجھے مارا تھا اس سے میں عوض لے چکا۔ امیر المؤمنین نے عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: تم لوگوں نے بندگانِ خدا کو کب سے اپنا غلام بنا لیا حالانکہ وہ ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوئے تھے۔ عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یا امیر المؤمنین نہ مجھے خبر ہوئی اور نہ یہ شخص میرے پاس فریاد لے کر آیا۔ (الامن والعلی، ۲۳۹)

عدل و انصاف، اخوت و مساوات، خدا ترسی و غریب پروری کے یہ جلوے حضور علیہ السلام کے غلاموں کے طرز حکومت کے علاوہ آپ کو اور کہاں نظر آ سکتے ہیں فجزاھم اللہ احسن الجزاء

یہ شان ہے خدمت گاروں کی سردار کا عالم کیا ہو گا

وقار، خاموشی، نیک نیتی

حضور علیہ السلام مجلس میں بڑے باوقار طریقے سے بیٹھتے اور اعضاء مبارک سے کوئی (کراہت والی) شے نہ نکلتی۔

آپ مجلس میں اکثر احتباء کے طریقے پر بیٹھتے (گھٹنے کھڑے کر کے اور کمر اور گھٹنوں پر کپڑا باندھ لینا اس طرح بیٹھنے سے جو منع کی حدیث ہے وہ اس صورت میں ہے کہ ایک ہی چادر پاس ہو اور پردہ نہ رہتا ہو) اور کبھی آپ چارزانو (آلتی پالتی مار کر) بھی بیٹھتے اور بعض دفعہ پشت سے ٹیک لگا کر بھی بیٹھتے، آپ مجلس میں اکثر خاموش رہتے اور بے ضرورت گفتگو نہ فرماتے، جو اچھی بات نہ کرتا اس سے اعراض فرماتے آپ کا ہنسنا محض مسکرانے کی حد تک ہوتا

بہت کم، کسی بات پر کبھی ضحک (کھل کر ہنسنا) بھی فرماتے۔ یہی معمول صحابہ کرام کا بھی تھا۔ آپ کی مجلس حلم وحیاء، نیکی اور امانت کی مجلس ہوتی، نہ اس میں آوازیں بلند کی جاتیں، نہ کسی کا برائی سے ذکر، جب آپ کلام فرماتے تو صحابہ کرام سروں کو جھکا کر اتنی غور سے سنتے کہ جیسے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔

آپ کے چلنے کا انداز بہت ہی نرالا تھا، آپ نرم رَو تھے، ذرا سا آگے کو جھک کر چلتے، ایسا لگتا جیسے بلندی سے اتر رہے ہوں ایک روایت میں ہے کہ اپنے تمام اعضاء کو ملا کر چلتے، نہ آپ کی چال میں سستی دکھائی دیتی اور نہ گھبراہٹ (جلد بازی)۔

آپ گفتگو کرتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کر (بڑی متانت ووقار سے) گفتگو فرماتے۔ حضرت ابن ہالہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ کی خاموشی چار صورتوں میں ہوا کرتی یا تو بردباری کی وجہ سے یا خوف خدا کی بنیاد پر یا تقدیر الٰہی کے سبب اور یا پھر تفکر کے سبب۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام اس طرح (الگ الگ جملوں اور کلمات میں) گفتگو فرماتے کہ اگر تو آپ کے کلمات طیبات کو شمار کرنا چاہتا تو آسانی سے کر سکتا تھا۔

آپ خوشبو کو بہت پسند فرماتے (اگرچہ آپ کے پسینے سے بھی جنت کی سی خوشبو آتی) اور کثرت سے اس کا استعمال کرتے اور لوگوں کو اس کے استعمال کی تاکید فرماتے آپ فرمایا کرتے کہ

حُبب من دنیا کم النساء والطیب و جعلت قرة عینی فی الصلوة.

مجھے تمہاری دنیا سے (حلال) عورتیں اور خوشبو پسند ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

آپ کی نظافت میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کھانے پینے کی شے میں پھونک مارنے سے منع فرماتے آپ نے فرمایا کھاتے وقت دستر خوان پر سے قریب والی چیز سے کھاؤ (جب کہ دستر خوان پہ زیادہ افراد کھا رہے ہوں اور کھانے کی ایک ہی چیز ہو تو سارے دستر خوان میں ہاتھ گھمانا بلا ضرورت اور فضول ہی ہے) اسی طرح مسواک کا حکم دینا، اور کھانے کے بعد انگلیوں کو

صاف کرنے کا حکم دینا یا خصال فطرت (مونچھیں کتروانا، داڑھی بڑھانا، ناخن کاٹنا، ختنہ، موئے زیر ناف) کو پورا کرنے کی تائید کرنا بھی آپ کی نظافت کی وجہ سے ہے۔ (الشفاج ا ص ۱۳۷)

زہد وتقویٰ

اس موضوع پر بے شمار احادیث ہیں اور ان کا لُبِّ لباب یہی ہے کہ آپ دنیا میں کم سے کم پر قناعت فرماتے اور دنیوی زیب وزینت سے اعراض فرماتے۔ حالانکہ دنیا کی تمام آسائشیں آپ کے قبضے میں آچکی تھیں۔ اور فتوحات کا سلسلہ جاری تھا۔ لیکن جس وقت آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی رکھی ہوئی تھی یعنی زرہ کو گروی رکھ کر آپ نے اپنے گھر والوں کے اخراجات پورے کیے تھے۔

آپ اکثر دعا فرماتے کہ "اے اللہ محمد! (ﷺ) کے گھر والوں کو صرف گذارے کے لئے ہی روزی دینا (اس سے زیادہ نہ دینا)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے کبھی مسلسل تین دنوں تک پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا یہاں تک کہ آپ سفر آخرت پر روانہ ہو گئے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ مسلسل دو دن جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر آپ کو میسر نہ ہوئی، حالانکہ اگر آپ خواہش فرماتے تو ایسی نعمتیں اللہ آپ کو دیتا کہ جس کا انسان تصور تک نہیں کر سکتا، ایک روایت میں ہے کہ آل محمد (علیہ السلام) کو ایک دن بھی گیہوں کی روٹی (پیٹ بھر) میسر نہ آئی یہاں تک کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات ہوگئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے نہ درہم و دینار چھوڑا اور نہ بکری، اونٹ، حضرت عمرو بن الحارث سے مروی ہے کہ آپ نے سوائے ہتھیار، خچر اور اس زمین کے کہ جس کو آپ نے صدقہ کر دیا تھا اپنے ترکہ میں کچھ نہ چھوڑا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس وقت آپ کا وصال ہوا میرے گھر میں کوئی ایسی چیز نہ تھی کہ جس کو کوئی جاندار کھا سکتا سوائے تھوڑے سے جَو کے جو ایک طاقچے میں پڑے ہوئے تھے۔ اور آپ نے مجھے فرمایا کہ (اللہ کی طرف سے) مجھے کہا گیا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کے لئے مکے کی پہاڑیاں سونا بنا دی جائیں؟ مگر میں نے عرض کیا نہیں اے اللہ! میں تو چاہتا ہوں کہ ایک دن بھوکا رہوں اور تیری بارگاہ میں عاجزی اور دعا کرتا رہوں اور ایک دن

کھانے کو مل جائے تاکہ تیری حمد و ثنا کرتا رہوں۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک دن حضرت جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور دریافت کیا ہے کہ اگر آپ پسند کریں تو ان پہاڑوں کو آپ کے لیے سونا بنادوں اور یہ آپ کے ساتھ ساتھ چلیں گے؟ یہ سُن کر آپ نے تھوڑی دیر کے لئے سر جھکا کر غور فرمایا اور پھر فرمایا "اے جبریل! بے شک دنیا اس آدمی کا گھر ہے جس کا کوئی گھر (آخرت میں) نہ ہو اور اس کا مال ہے جس کے پاس مال نہ ہو۔ اس دنیا کے مال و اسباب کو بے وقوف لوگ جمع کرتے ہیں"۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے یہ سُن کر عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو اس قول پر ثابت قدم رکھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کبھی پورا مہینہ گذر جاتا تھا اور ہمارے گھر میں آگ نہیں جلائی جاتی تھی ہم کھجوروں اور پانی پر گذارا کرتے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی وفات ہو گئی لیکن آخری دم تک آپ کو اور آپ کے اہل بیت کو پیٹ بھر کر جو کی روٹی بھی میسر نہ آسکی۔ حضرت عائشہ، حضرت ابوامامہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی اس قسم کی روایات مروی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام اور آپ کے گھر والے کئی کئی راتیں فاقے کے ساتھ سو رہتے اور کچھ بھی کھانے کو میسر نہ آتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے کبھی دستر خوان پر نہ کھایا (گھر میں اتنا ہوتا ہی نہ تھا کہ دستر خوان بچھانے کی ضرورت ہو) نہ چھوٹی پیالی میں کبھی کھایا (ہر ایک کے لئے علیحدہ پیالی میں کھانے کی گنجائش نہ تھی) نہ آپ کے لئے کبھی چپاتی پکائی گئی (جو سب کے لئے پکتی وہی کھا لیتے) اور نہ کبھی سالم بکری آپ کے لیے بنائی گئی۔

آپکا بستر مبارک چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی (حضرت عائشہؓ)

آپکا بستر کمبل کا تھا جسے ہم آپ کیلئے دوہرا کر دیتے ایک دن ہم نے اس کی چار تہیں کر دیں تاکہ نرم ہو جائے تو صبح آپ نے فرمایا رات کو تم نے کیا بچھا دیا تھا ہم نے عرض کر دیا، تو آپ نے فرمایا پہلے کی طرح ہی رہنے دو، بستر کی نرمی نے مجھے رات کو نماز سے روک دیا ہے۔

(حضرت حفصہ)

کبھی آپ کھجور کے چھلکوں کی بنی ہوئی چارپائی پر سو جاتے تو آپ کے پہلو پر نشان پڑ جاتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا لیکن کبھی کسی کے سامنے اس تکلیف کی شکایت بھی نہ فرمائی بلکہ پیٹ بھر کر کھانے سے آپ کو فاقے میں رہنا زیادہ محبوب تھا کبھی ایسا ہوتا کہ آپ ساری ساری رات فاقے سے گذارتے لیکن آپ کا فاقہ آپ کو اگلے دن روزہ رکھنے سے نہ روکتا (حسب معمول اگلے دن، روزہ رکھتے) حالانکہ آپ چاہتے تو اپنے رب سے زمین کے سارے خزانے، سارے پھل اور زندگی کے تعیشات طلب کر لیتے (لیکن آپ نے فقر و فاقے کی زندگی کو ترجیح دی) اور میں جب آپ کے بطن اقدس پہ ہاتھ پھیرتی تو مجھے ترس آتا اور میں رو پڑتی اور عرض کرتی "میری جان آپ پہ قربان آپ اپنی خوراک کے مطابق تو دنیا سے لے لیتے (اس میں کیا حرج تھا)" تو آپ فرماتے "اے عائشہ! مجھے دنیا سے کیا واسطہ میرے بھائی اولوالعزم رسول اس سے بھی زیادہ سخت مصیبتوں میں صبر و شکر کرتے رہے۔ وہ اس دنیا سے چلے گئے اور آج اپنے رب کے دربار میں ہیں اللہ نے انہیں اچھا ٹھکانہ اور بڑا ثواب عطا فرمایا ہے۔ مجھے یہ سوچ کر شرم محسوس ہوتی ہے کہ اگر میں اس دنیا کی عیش و عشرت طلب کروں گا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن میں ان سے پیچھے رہ جاؤں (اور یہ چیز میرے لیے سوہان روح ہوگی) مجھے اس سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں کہ اپنے بھائیوں اور دوستوں (انبیا کے سابقین) سے جا ملوں"، "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد آپ زیادہ سے زیادہ ایک ماہ زندہ رہے پھر وصال ہو گیا۔ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم)

خوفِ خدا اور مشقتِ عبادت

حضور علیہ السلام کو جس قدر معرفت الٰہیہ حاصل تھی اتنا ہی آپ میں خوف خدا بھی تھا چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا "جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو تھوڑا ہنستے اور زیادہ روتے" ترمذی کی روایت میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے اس پر اتنا اضافہ منقول ہے کہ آپ نے فرمایا میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے اور وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سُن سکتے، آسمان چرچرا رہا ہے اور اس کا چرچرانا حق ہے اس لیے کہ آسمان میں چار انگل بھی جگہ ایسی نہیں ہے جس پر کوئی فرشتہ سجدہ ریز نہ ہو خدا کی قسم! اگر تمہیں وہ باتیں معلوم

ہو جائیں جو مجھے معلوم ہیں تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے، تم اپنے بستروں پر اپنی بیویوں سے لذت کوشی چھوڑ دیتے، بستی چھوڑ کر جنگلوں کو نکل جاتے ہر وقت اللہ سے پناہ مانگتے رہتے اور کہتے کاش میں درخت ہوتا جسے کاٹ دیا جاتا۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ کثرت نوافل سے آپ کے پاؤں مبارک سوج جاتے۔ جب عرض کیا جاتا کہ آپ اتنی تکلیف کیوں فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا افلا اکون عبدا شکورا ''کیا میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں''؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کے اعمال میں دوام و ہمیشگی ہوتی تم میں سے کسی میں بھی بھلا اس کی طاقت ہے آپ جب روزے رکھنا شروع فرماتے تو ایسے لگتا کہ اب رکھتے ہی چلے جائیں گے اور جب نہ رکھنے شروع کرتے تو یوں معلوم ہوتا کہ آپ کبھی نہ رکھیں گے (نفلی روزے) صحابہ فرماتے ہیں اگر ہماری خواہش ہوتی کہ آپ کو رات میں نماز پڑھتے دیکھا جائے تو آپ نماز پڑھتے نظر آتے اور اگر سوتے ہوئے دیکھنے کی خواہش ہوتی تو سوتا ہوا پاتے (یعنی دونوں عادات تھیں نہ حد سے تجاوز تھا نہ تکلف، آرام بھی فرماتے عبادت بھی کرتے)۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات آپ کے پاس تھا میں نے دیکھا آپ نے رات اٹھ کر مسواک فرمائی، وضو کیا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے میں بھی آپ کے ساتھ نماز (تہجد) میں شامل ہو گیا آپ نے پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ سے تلاوت کا آغاز فرمایا جب آپ رحمت کی آیات سے گذرتے تو اللہ کی رحمت کا سوال کرتے، عذاب کی آیات سے گذرتے تو ٹھہر کر اللہ کے عذاب سے پناہ مانگتے پھر آپ نے رکوع فرمایا اور رکوع میں اتنی ہی دیر لگائی جتنی کہ قیام میں لگائی تھی اور رکوع میں یہ دعا پڑھتے رہے۔ سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریاء والعظمۃ پھر آپ نے سجدہ فرمایا اور یہ دعا پڑھی پھر (دوسری رکعت میں) سورۂ آل عمران کی تلاوت فرمائی، اس کے بعد والی رکعتوں میں بھی آپ ایک ایک سورۃ پڑھتے رہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس قسم کی روایت منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ نے جتنا لمبا قیام فرمایا اتنا ہی لمبا سجدہ اور جلسہ بھی فرمایا اور قیام میں آپ نے سورۂ بقرہ، ال

عمران، النساء اور مائدہ کی تلاوت فرمائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کبھی کبھی تو حضور علیہ السلام صرف ایک آیت پڑھتے پڑھتے ساری رات گذار دیتے۔ حضرت عبداللہ بن شخیر فرماتے ہیں کہ میں ایک دن سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ اس وقت نماز ادا فرما رہے تھے اور شکم اطہر (یا سینۂ اقدس) سے ایسی آواز آ رہی تھی جیسے ہنڈیا کے پکنے کے وقت آتی ہے۔

حضرت ابن ہالہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام ہمیشہ غمزدہ اور غور وفکر میں ڈوبے رہتے اور (خوف خدا کی وجہ) سے کبھی چین سے نہ رہتے اور آپ نے فرمایا کہ میں دن بھر میں سو مرتبہ استغفار (توبہ) کرتا ہوں ایک روایت میں سو کی بجائے ستر مرتبہ ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضور علیہ السلام سے آپ کے طریقے کے بارے سوال کیا تو آپ نے فرمایا۔ معرفت میری اصل پونجی ہے۔ عقل میرے دین کی بنیاد ہے۔ محبت میرے دین کی اساس ہے۔ شوق میری سواری ہے۔ اللہ کا ذکر میرا مونس وغم خوار ہے۔ اللہ پر بھروسہ میرا خزانہ ہے غم میرا رفیق ہے۔ علم میرا ہتھیار ہے۔ صبر میری چادر ہے۔ رضا میرا مال غنیمت ہے۔ عاجزی میرے لیے باعث فخر ہے۔ زہد میرا پیشہ ہے۔ یقین میری قوت ہے۔ صدق میرا شفیع ہے۔ بندگی میری طینت ہے۔ جہاد میرا خُلق ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے (سبحان اللہ) ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا

و ثمرۃ فؤادی فی ذکرہ و غمی لاجل امتی و شوقی الی ربی عزّوجل۔ (الشفاج اص ۱۴۳ تا ۱۴۷)

میرے دل کا میوہ اللہ کا ذکر ہے۔ میرا غم اپنی امت کے لئے ہے۔ اور میرے اندر اپنے رب کا ہی ذوق وشوق ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

جس کی آغوش رحمت میں جلال و جمال کی رعنائیاں ہیں، جس کی شمشیر کے آئینے میں آنسو جھلکتے ہیں، جس کے لفظوں میں نگینے جڑے ہیں، جس کی مٹھی میں سنگریزے بول اُٹھتے ہیں، جس کے قدموں کی چاپ پر ستارے رقص کرتے ہیں، جس کے ایک اشارے پر چاند شق اور قبلہ بدل جاتا ہے اس حبیب کی امت آج غیروں کے در کی بھکاری ہے، دور حاضر کے شہنشاہ اس کالی کملی والے کے سایہ رحمت اور سیاہ غلاف والے خانہ کعبہ کی پناہ میں آنے کی بجائے

سفید گھر (وائٹ ہاؤس) کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے ہیں، نام نہاد سپر پاور کے گھر کا شب و روز طواف کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور ایک وہ ہیں کہ جن کے بے بس و بے کل نم ناک جذبے گنبد خضری کے سائے تلے جل رہے ہیں اور چوکھٹ نبوی پر بے سُدھ پڑے گڑگڑا کر عرض کر رہے ہیں۔

حضور! دہر میں آسودگی نہیں ملتی
تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی
ہزاروں لالہ و گُل میں ریاضِ ہستی میں
وفا کی جس میں ہو بُو، وہ کلی نہیں ملتی

فاللہ خیر حافظا و ھو ارحم الراحمین۔

حسن و جمال

اہلِ عشق و محبت کا عقیدہ ہے کہ اگر بطور دلیل نبوت حضور علیہ السلام کو قرآن یا معجزات نہ بھی عطا کیے جائے تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے جو صرف ظاہری حُسن عطا فرمایا ہے وہ بھی نبوت کی دلیل کے لئے کافی تھا کیوں کہ۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب گر دلیلت باید ازوے رُو متاب

جن کے پسینے سے پھول کو خوشبو ملے، جس کے حُسن سے چاند کو چمک اور سورج کو دمک ملے، جو زلف سنوارے تو رات کو اندھیرا مل جائے، جو چہرے سے پردہ ہٹائے تو صبح کو سویرا مل جائے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (آپ یہود کے بہت بڑے عالم تھے) مجھے یہود نے حضور علیہ السلام کے متعلق بہت غلط باتیں بتا رکھی تھیں لیکن جب حضور علیہ السلام مدینہ تشریف لائے اور میں نے حضور علیہ السلام کا رُخ انور دیکھا تو یقین ہو گیا ان وجھہ لیس بوجہ کذاب یہ چہرہ کسی جھوٹے کا ہو ہی نہیں سکتا۔

گر کر قدموں میں قرباں ہو گئے پڑھ کر کلمہ مسلمان ہو گئے

ابن اسلام فرماتے ہیں

فجئت فی الناس لا نظر الیہ فلما استبنت وجہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم عرفت ان وجھہ لیس بوجہ کذاب فکان اول شئی تکلم بہ ان قال یا یھا الناس افشوا السلام واطعموا الطعام و صلوا بالیل والناس نیام تدخلوا الجنۃ بسلام۔ (ابن ماجہ ص ۹۵)

میں لوگوں کے ساتھ آپ کی زیارت کو حاضر ہوا جب آپ کا چہرہ نظر آیا تو میں پہچان گیا کہ یہ ہرگز جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے اور سب سے پہلا کلام میں نے آپ کی زبان سے جو سنا وہ یہ تھا اے لوگو! سلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، رات کو جب لوگ سو رہے ہوں تو نماز پڑھو اور جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

کوئی کہتا ہے کہ کعبے میں خدا رہتا ہے
کوئی کہتا ہے سر عرشِ علیٰ رہتا ہے
ہم فقیروں کا عقیدہ ہے کہ خدا
اپنے محبوب کے جلووں میں چھپا رہتا ہے

صحابہ کرام فرماتے ہیں ہم نے حضور علیہ السلام سے بڑھ کر کسی کو حسین نہ پایا کان الشمس تجری فی وجھہ۔ ایسے لگتا تھا جیسے سورج آپ کے چہرے کا طواف کر رہا ہے کسی پنجابی شاعر نے کیا خوب کہا۔

تو میرا محبوب نہیں ڈٹھا جنہوں ویکھ کے چن شرماوے
بجلی ڈردی چمک نہ مارے جے متھے تیوڑی پاوے
جے اوہ جاوے سیر کرن نوں سارا گلشن سیس نواوے
جے رکھے ہتھ وچ پھلاں دے ہتھ وچہ پھلاں رَل جاوے
جے او کھولے وَل زلفاں دا راہی راہ بھل جاوے
تو بہ ایڈا حُسن نبی دا جہدی جھال نہ جھلی جاوے

مولائے روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے جبرئیل امین سے فرمایا کہ اپنا سارا حُسن دکھاؤ جبرئیل نے اپنے چھ سو پر کھول دیے تو ہر طرف حُسن کے جلوے بکھر

گئے پھر جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ بھی اپنا حُسن جو بشریت کے پردوں میں چھپا رکھا ہے دکھائیں آپ نے فرمایا اے جبریل! تو میرا حُسن نہیں دیکھ سکتا رومی فرماتے ہیں ۔

احمد ار بکشاید آں پرِ جلیل　تا ابد مدہوش ماند جبرئیل

حضور علیہ السلام نے تو جبریل کے سارے حُسن کو دیکھ لیا اور حضور اگر اپنے ایک پردے کو ہٹا دیتے تو جبریل قیامت تک بے ہوش ہو جاتے ۔

جبرئیلا! گر شریفی در عزیز　تو نہ ای پروانۂ آں شمع نیز

اے جبریل! تو بڑی عزت وشان والا ہے لیکن اس شمع محمدی کا پروانہ تو نہیں ہے۔

ـ نازاں ہے جس پہ حُسن وہ حُسن رسول ہے
یہ کہکشاں تو آپ کے قدموں کی دُھول ہے
اے راہروانِ طیبہ یہاں سر کے بل چلو
طیبہ کے راستے کا تو کانٹا بھی پھول ہے

حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں سرکار علیہ السلام کے حُسن و جمال کے متعلق جو اشعار کہے ان کا بھی اپنا ہی مزہ ہے اور بارگاہِ رسالت میں اتنے مقبول ہوتے ہیں کہ آج ہر زبان کا وظیفہ بن چکے ہیں ۔

واحسن منک لم ترقط عینی　واجمل منک لم تلد النساء
خلقت مبرا من کل عیب　کانک قد خلقت کما تشاء

کہ یارسول اللہ! آپ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے دیکھا تک نہیں (پھر سوچا کہ کوئی کہے گا اے حسان! اگر تیری آنکھ نے نہیں دیکھا تو تیری آنکھ کا قصور ہے، کیوں کہ ہوسکتا ہے کوئی ہو جس کو کہ تو نہ دیکھ سکا ہو آخرتم سے پہلے یوسف علیہ السلام بھی تو تھے اور بھی کوئی تو ہوگا آپ نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ آنکھ کیا دیکھے گی) آپ جیسا حسین تو کسی ماں نے جنا بھی نہیں ہے۔ آپ ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے۔ ایسا لگتا ہے کہ اللہ نے آپ کی چاہت کے مطابق آپ کو بنایا ہے (اور بنا کر یہ فرمایا ہے) کہ ۔

تمہارے حُسن کا کونین میں جواب نہیں
غروب ہو جو کہیں یہ وہ آفتاب نہیں

اور مدینہ کی بچیوں نے جب آپ کو دیکھا تو ۔ طلع البدر علینا ہمارے پاس چودھویں رات کا چاند آگیا۔ عجیب بات ہے بشر نہ کہا قمر نہ کہا ہلال نہ کہا کہ ہلال پہلی رات کے چاند کو کہا جاتا ہے اور قمر مطلقاً چاند کو، دیکھنے والے تو یہ کہیں اور نہ دیکھنے والے اپنے جیسا کہتے پھریں تو ان بے چاروں کی کون مانے گا ۔

تیری صورت سے نہیں ملتی کسی کی صورت
ہم جہاں میں تیری تصویر لیے پھرتے ہیں

دیکھنے والوں نے یوں بھی کہا۔

عن جابر بن سمرة قال رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم فی لیلة اضحیان و علیه حلة حمراء فجعلت انظر الیه فلهو عندی احسن من القمر۔ (شمائل ترمذی ص۲)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے چاندنی رات میں حضور علیہ السلام کو سُرخ جبہ زیب تن کیے دیکھا۔ (ایک نظر چاند کو دیکھتا) ایک نظر حضور کو دیکھتا (تو میں نے فیصلہ یہ کیا) کہ میرے نزدیک آپ چاند سے زیادہ خوبصورت ہیں۔

اسی لیے ایک شاعر نے یہ کہا ۔

چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کوئی انصاف ہے
چاند کے چہرے پہ چھائیاں آقا کا چہرہ صاف ہے

اور دوسرے نے جھٹ سے کہا ۔

میں وہ شاعر نہیں جو چاند کہہ دوں ان کے چہرے کو
میں ان کے نقشِ پا پر چاند کو قربان کرتا ہوں

حُسن اتنا ہو اور پھر ہر وقت چہرے پہ مسکراہٹ ہو جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں

حضرت جریر بن عبداللہ بیان فرماتے ہیں ما حجبنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منذ اسلمت ولا رانی الاضحک (ص۵۳۹ ج۱) کہ میں نے جب سے اسلام قبول کیا حضور علیہ السلام نے کبھی مجھ سے پردہ نہ فرمایا اور آپ نے جب بھی میری طرف دیکھا مسکرا کر دیکھا (خدا ہی جانتا ہے ان کے حُسن کے جلووں کی تابانیاں کیا ہوں گی)

بقول پنجابی شاعر۔

زلیخا اوس نوں جے دیکھ لیندی نہ ویکھے یوسف مصری دے پیندی
اکھاں وچ قدرتی سُرمے دی دھاری دلاں نوں چیر دی جیوں کٹاری
قدیمی شہنشاہ عالی گھرانہ حسین و حسن دا غم خوار نانا
جگر دل بند مائی آمنہ دا تے بابل ہے او پیاری فاطمہ دا
(صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہم)

صوفیا کرام نے کتب تصوف میں ایک حدیث قدسی لکھی ہے۔ کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت محمدا صلی اللہ علیہ وسلم ۔ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں پس میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

چونکہ حسن جب تک دیکھا نہ جائے کمال کو نہیں پہنچتا اس لیے اللہ نے اپنے غیر محدود حُسن کو دکھانے کے لئے اپنی قدرت کے ہاتھوں سے اپنا محبوب بنا کر اپنے حُسن کے جلووں کا مظہر اتم بنا دیا۔

ایسی تصویرِ محبوب کی کھینچ لی خود خدا کو بنا کر "سرور" آ گیا

انسان کی تخلیق سے پہلے اللہ نے مختلف چیزوں میں اپنی مختلف صفات کے جلوے رکھے چنانچہ پہاڑوں کو دیکھو تو اللہ کی صفت جلال کا جلوہ نظر آتا ہے، سمندر کو دیکھو تو اس کے فضل وعطا کی صفت کا جلوہ نظر آئے گا، پھول کو دیکھو تو اس کی محبت کا مظہر نظر آئے، اللہ نے چاہا کہیں کوئی حُسن کا شاہکار بھی ہونا چاہیے پھر اللہ نے انسان کو بنایا اور پوری انسانیت میں اپنے حسن کو پھیلا دیا لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ پھر سارے انسانوں کا حُسن

نبیوں میں اکٹھا فرما دیا اور سارے نبیوں میں جو حُسن متفرق تھا وہ سارا اپنے محبوب کے رُخِ والضحیٰ پہ جمع فرما دیا گیا۔ گویا بکھرتا ہے تو ایک لاکھ چوبیس ہزار میں تقسیم ہو جاتا ہے اور سمٹتا ہے تو چہرۂ والضحیٰ پہ اکٹھا ہو جاتا ہے تاکہ کوئی پھول کو دیکھے تو جلوۂ رب نظر آئے اور کوئی میرے رسول کو دیکھے تو سب کا سب نظر آئے۔

جب اپنے حُسن کی محفل سجانے کا "خیال" آیا
حریم ناز کے پردے اُٹھانے کا "خیال" آیا
خدا کو نور جب اپنا دکھانے کا "خیال" آیا
محمد کملی والے کو بنانے کا "خیال" آیا (صلی اللہ علیہ وسلم)

پیچھے حضرت حسان بن ثابت شاعرِ دربارِ رسالت کا شعر گذر چکا کانک قد خلقت کما تشاء گویا ہر نبی کو اپنی مرضی سے بنایا اور جب محبوب کو بنانا تھا تو پوچھا تجھے کیسا بناؤں۔ محبوب نے عرض کیا مولیٰ! اگر پوچھ ہی لیا ہے تو پھر ایسا بنا دے زبان میری ہو کلام تیرا ہو، سینہ میرا ہو علم تیرا ہو، ہاتھ میرا ہو طاقت تیری ہو، چہرہ میرا ہو دیدار تیرا ہو، جو مجھے دیکھ لے وہ تجھے دیکھ لے اسی لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب امت کو بتایا کہ میں نے اللہ سے دیدار کی درخواست کی تو اللہ نے فرمایا لن ترانی اے موسیٰ! تو مجھے نہیں دیکھ سکتا تو امت نے کہا لن نؤمن لک حتیٰ نری اللہ جھرۃ۔ اے موسیٰ! ہم ہرگز نہیں مانیں گے جب تک اللہ کو کھلے بندوں نہ دیکھ لیں (یعنی تو نہیں دیکھ سکا تو ہمیں دکھا دے) لیکن صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام سے کبھی ایسا مطالبہ نہ کیا حالانکہ ان کو تو حضور نے فرما بھی دیا تھا کہ میں اللہ کو دیکھ کر آیا ہوں، اس لیے کہ وہ تو پہلے ہی سُن چکے تھے من رانی فقد رای الحق (مشکوۃ ص۳۹۴)۔

سر سے لے کر پاؤں تک تنویر ہی تنویر ہے
جیسے منہ سے بولتی قرآن کی تفسیر ہے
محوِ حیرت ہے یہ دنیا مصطفیٰ کو دیکھ کر
وہ مصوّر کیسا ہو گا جس کی یہ تصویر ہے

باب مدینۃ العلم مولائے کائنات علی المرتضیٰ شیرِ خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں

من راه بداهة هابه و من خالطه معرفة احبه يقول ناعته لم ارقبله ولا بعده مثله صلى الله عليه و اله وسلم.

جس نے آپ کو اچانک دیکھا (حُسن کی تاب نہ لاکر) وہ مبہوت ہو گیا (اور اس پر سکتہ طاری ہو گیا کہ کس پیکرِ حسن کے سامنے کھڑا ہے) اور قریب ہوتا گیا (تو آپ کی مسکراہٹیں اس کی ہیبت دور کرتی گئیں) تو آپ کا شیدائی ہوتا گیا اور آپ کی تعریف کرنے والا یہی کہے گا کہ میں نے آپ جیسا حسین نہ کبھی پہلے دیکھا نہ بعد میں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ (شمائل ترمذی ص ۱)

عاشقانِ اوز خوباں خوب تر

حضرت عطائے رسول، ہند الولی، غریب نواز، خواجۂ خواجگان، خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ۔

زمانہ در خیالِ لیلۃ القدر   حسن در بند گیسوئے محمد (ﷺ)

دنیا لیلۃ القدر کی تلاش میں سرگرداں ہے اور میں حضور کے گیسوئے مبارک کے خیال میں مست ہوں بعض صحابہ کرام ایسے تھے کہ سرکار علیہ السلام کا چہرہ تکتے تو آنکھ بھی نہ جھپکتے اور بعض ایسے تھے کہ چہرے پر نظر ٹکانے کی آنکھوں میں تاب ہی نہ ہوتی، ایک صحابی فرماتے ہیں اگر مجھے کوئی سرکار علیہ السلام کے چہرے کے بارے میں پوچھے مثلاً ابرو، پلکیں، لب کیسے تھے تو ما اطقت میرے اندر بیان کرنے کی جرأت ہی نہیں، کیوں کہ کبھی نظر بھر کر دیکھا ہی نہیں۔ (ترمذی جلد نمبر ۲)

تمہاری شان سے بڑھ کر نہیں نبی کوئی
تیری کتاب سے بڑھ کر کوئی کتاب نہیں
یہ انتخاب ہمارا ہی انتخاب نہیں
خدا کے گھر میں بھی آقا تیرا جواب نہیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يخرج على

اصحابه من المهاجرين والانصار و هم جلوس و فيهم ابو بكر و عمر فلا يرفع اليه بصره الا ابو بكر و عمر فانهما ينظر ان اليه و ينظر اليهما و يتبسّمان اليه و يتبسّم اليهما.

حضور اپنے صحابہ انصار و مہاجرین میں تشریف لاتے تو ابو بکر و عمر کے علاوہ کسی میں ہمت نہ ہوتی کہ آپ کی طرف نظر بھر کر دیکھ سکے صرف صدیق و فاروق تھے جو حضور علیہ السلام کو دیکھتے اور حضور علیہ السلام ان کو دیکھتے، یہ حضور علیہ السلام کو دیکھ کر مسکراتے اور حضور علیہ السلام ان کو دیکھ کر مسکراتے۔ (ترمذی ج۲ ص ۲۰۸)

ہر حسین کے حُسن کی جلوہ آرائیوں کے لئے کوئی نہ کوئی بازار یا دربار سجا جہاں دنیا نے اس کے حُسن کی جلوہ سامانیوں کا نظارہ کیا مگر حُسنِ مصطفیٰ ہر بازار کی زینت بنا اور ہر دربار میں چمکا بلکہ فرش پہ بھی چمکا اور عرش پہ بھی خدائی بھی آپ کے حُسن کی دیوانی اور خدا بھی آپ کے حُسن کا مشتاق ہے

ان الله قد اشتاق الى لقائك يا رسول الله.

(معراج کی رات جبریل نے قدم چوم کر عرض کیا) بے شک اللہ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے۔

جب حُسن تھا ان کا جلوہ نما   انوار کا عالم کیا ہو گا
ہر کوئی فدا ہے بِن دیکھے   دیدار کا عالم کیا ہو گا

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم افلج الثنيتين اذا تكلم رای كالنور يخرج من بين ثناياه۔ (شمائل ترمذی ص ۲)

(ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں) حضور علیہ السلام کے سامنے والے دانتوں (ثنایا علیا) میں تھوڑا فاصلہ تھا جب بولتے تو ایسا لگتا جیسے نور نکل رہا ہے۔

يتلألؤ الجدر من ضحكه صلى الله عليه وسلم تبرق اسارير وجهه صلى الله عليه وسلم لو رايته رايت الشمس طالعة

آپ مسکراتے تو دیواریں روشن ہو جاتیں آپ کے چہرے پر رگیں چمک اٹھتیں

اگر تم آپ کو دیکھو تو سورج طلوع ہو رہا ہو

یہ مختلف صحابہ کرام کے تاثرات ہیں ۔

نیعن میں جو آن بسو نیناں جھانپ ہی لوں
نہ میں دیکھوں غیر کو نہ توہے دیکھن دوں

حضرت شاہ عبدالرحیم والد ماجد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں میں نے خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت کے وقت عرض کیا حضور! آپ نے حُسن یوسف کے بارے میں فرمایا کہ اُن کا حسن میٹھا تھا اور میرا نمکین (ملیح۔ملاحت والے)، اور کھانے کے وقت میٹھا کم اور نمکین زیادہ کھایا جاتا ہے اور حسن میں نمکین آجائے تو حُسن قاتل ہو جاتا ہے مگر کیا وجہ ہے کہ حسن یوسف کو دیکھ کر زنان مصر انگلیاں کاٹ رہی ہیں اور آپ کے ہاں تو ایسا واقعہ نہیں ملتا، تو آپ نے فرمایا اس لیے کہ **جمالی مستور عن اعین الناس من غیرۃ اللہ تعالیٰ**۔

اللہ تعالیٰ نے غیرت کی وجہ سے میرا جمال پردے میں رکھا ہوا ہے (کہ مجھے گوارا نہیں یار میرا ہو دیکھے کوئی) (الدر الثمین ص ۷) مولانا اشرف علی تھانوی نے لکھا **لم یظھر جمالہ کما ھو علی غیرہ** ۔ اللہ نے آپ کا جمال کماحقہٗ کسی پر ظاہر نہ فرمایا (ورنہ دیکھتے ہی خاتمہ ہو جاتا)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

اگر نقاب بشریت نہ پوشیدہ بودے ہیچ کس را دروے مجال نظر ممکن نہ بودے۔

اگر بشریت کا پردہ جمال محمدی پہ نہ ہوتا تو کسی میں دیکھنے کی مجال نہ تھی۔

محمد سِرِ وحدت ہیں کوئی رمز ان کی کیا جانے
شریعت میں تو بندے ہیں حقیقت میں خدا جانے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احببنا ان تکون عن یمینه فیقبل علینا بوجهه۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۹۰)

ہم جب حضور علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہم میں سے ہر کوئی چاہتا (بلکہ

ترستا) کہ آپ کی دائیں جانب کھڑا ہوتا کہ سرکار سلام کے وقت اپنا چہرہ ہماری طرف کریں۔

مکھ چند بدر شعشانی اے — متھے چمکے لاٹ نورانی اے
کالی زلف تے اکھ مستانی اے — مخمور اکھیں ہن مد بھریاں
سبحان اللہ ما اجملک — ما احسنک ما اکملک
کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا — گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

آپ کا چہرہ کھلا قرآن ہے

اور جب ان نمازیوں کو کبھی نماز میں ہی حضور علیہ السلام کا دیدار نصیب ہوتا تو بعد میں بیان فرماتے گویا کہ ہم نے حضور علیہ السلام کے چہرے کو کھلا قرآن پایا۔ کیا مطلب قرآن کی ہر سورت کا حُسن جزوی ہے اور صورت محمدی میں یہی حُسن کلی بن کر نظر آ رہا ہے متفرق دیکھنا ہو تو قرآن کی سورتوں کو ایک ایک کر کے دیکھتے جاؤ اور سارا اکٹھا دیکھنا ہے تو صورت محمدی کو ایک ہی بار دیکھ لو اہل محبت نے تو یوں بھی کہا۔

مصحف را ورق ورق دیدم — ہیچ سورت نہ مثلِ صورتِ او

(میں نے تو قرآن کا ایک ایک صفحہ دیکھا ہے مجھے کوئی سورت صورت محمدی کی سی نظر نہیں آئی)

حضرت ابراہیم واسماعیل وہاجرہ علیہم السلام کی یادگاریں دیکھنی ہوں تو سفر کرو، مکہ جاؤ حضور علیہ السلام کی یادگاریں دیکھنا آسان فرما دیا، قرآن کھولو کہیں ان کی محبت کے جلوے کہیں ان کے حُسن کے جلوے۔ اگر حُسن یوسف کو دیکھنے کا حق زنان مصر ہی ادا کر سکتی ہیں تو حُسن مصطفیٰ کو دیکھنے کے لئے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی آنکھ ہی چاہیے۔ جو میاں محمد بخش کی زبان میں یوں کہتے دکھائی دیتے ہیں ۔

بے شک حُسن زیادہ میرا کل جہاناں نالوں
نہیں زیادہ قیمت میری تیریاں زلفاں نالوں

تن مہینے رتی خلقت ویکھ یوسف کنعانی
جہناں نبی محمد ڈٹھا رج گئے دوئیں جہانی

کسی عربی شاعر نے حسن مصطفیٰ کو کیسے اچھوتے انداز میں بیان فرمایا ہے کہتے ہیں۔

اذا نحن اولجنا و انت امامنا
کفی بالمطایا طیب ذکرک حادیا
وان نحن اضلانا الطریق ولم نجد
دلیلا کفانا نور وجھک ھادیا

اے آقا! اگر اندھیری رات میں آپ ہمارے قائد ہوں تو اونٹ چلانے کے لئے بطور حدی آپ کا ذکر ہی کافی ہے۔ اور اگر ہم راستہ بھٹک جائیں اور کوئی راہنما نہ ملے تو ہماری راہنمائی کے لئے آپ کا جمال جہاں آرا ہی کافی ہے۔ (مدینۃ الرسول: علامہ منظور احمد شاہ صاحب)

کیوں کہ نہ صرف یہ کہ حضور علیہ السلام کا چہرۂ انور اندھیرے کو کافور بناتا ہے بلکہ جس کے چہرے پہ آپ دست مبارک پھیر دیتے ہیں وہ چہرہ بھی سیاہ رات کو روشن و منور کر دیتا ہے چنانچہ ابن عساکر اور مدائنی نے اپنی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے

ان اسیدابن ابی ایاس مسح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجھہ والقیٰ یدہ الیٰ صدرہ فکان اسیدید خل البیت المظلم فیضیئی۔

(ابن عساکر۔ کنز العمال۔ حجۃ اللہ ص ۴۳۸ خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۸۵)

کہ حضور علیہ السلام نے حضرت اسید بن ایاس کے چہرے اور سینے پر ہاتھ پھیرا، اس کے بعد وہ اندھیری کوٹھری میں داخل ہوتے تو وہ روشن و منور ہو جاتی۔

مبارک ہتھ جس دے منہ تے لاوے
ھنیرے وچ سب کجھ نظری آوے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے یدِ بیضا کا معجزہ عطا فرمایا کہ ان کا ہاتھ چمکنے لگتا لیکن اس کے بدلے اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا کو یہ معجزہ دیا کہ صرف ہاتھ نہیں بلکہ اگر کسی چھڑی کو ہاتھ

لگا دیتے تو وہ چھڑی گلیوں بازاروں کو روشن کر دیتی۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عباد بن بشیر اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور زیادہ دیر تک بیٹھے رہے کہ رات ہو گئی اور اندھیرا چھا گیا۔ گلی میں گئے تو (جس چھڑی کو حضور علیہ السلام نے ہاتھ لگایا تھا وہ) چھڑی روشن ہو گئی۔ جب دونوں کی راہیں جدا ہونے لگیں تو دوسرے صحابی کی لاٹھی بھی روشن و منور ہو گئی اور وہ ان کی روشنی میں گھر تک پہنچ گئے۔ (مشکوٰۃ ص ۵۴۴، حجۃ اللہ علی العالمین ص ۱۷)

اسی طرح حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ایک اندھیری رات میں حضور علیہ السلام کی بارگاہ سے گھر جانے لگے تو آپ نے ان کو کھجور کی شاخ عطا فرمائی۔

و قال انطلق به فانه سیضیئی لک من بین یدیک عشرا و من خلفک عشرا۔

(الشفا، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۸۱، طبقات ابن سعد ۳ ص ۱۳۷، اسد الغابہ ۲ ص ۱۰۰، اصابہ ۲ ص ۲۵۵)

اس کو لے لو یہ دس قدم تمہارے آگے اور دس قدم پیچھے روشنی کرتی جائے گی۔

اسی طرح ایک سفر میں ایک صحابی کی پانچوں انگلیوں کو حضور علیہ السلام نے روشن کر دیا وہ خود فرماتے ہیں۔

فنور نی فی اصابعی الخمس فا ضأن حتی کنا نجمع ما سقط من السوط والحبل و اشباھھا حتی ما بقی من المتاع شئی الا جمعناہ۔

(تفسیر ابن کثیر ۲ ص ۳۷۲، البدایہ والنہایہ ۵ ص ۱۹ و ۶ ص ۲۷۸)

آپ نے میری پانچوں انگلیوں کو روشن کر دیا اور ایسی کہ ہم نے اپنا سامان اور گری ہوئی اشیاء مثلاً سوئی، رسی وغیرہ (رات کے اندھیرے میں) تلاش کر لی اور کوئی شے ہماری باقی نہ رہی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اگر لکڑی کی نوعیت بدلی تو کچھ دیر کے بعد وہ اژدھا پھر لکڑی بن گیا اور حضور علیہ السلام نے ایک صحابی حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ کو (جب ان کی

جنگ بدر میں تلوار ٹوٹ گئی) لکڑی عنایت فرمائی تو وہ تلوار بن گئی اور ساری عمر تلوار ہی رہی اور وہ اس کے ساتھ جہاد فرماتے رہے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۲۳۲)

حضور علیہ السلام کی حالت بشری تو سب نے دیکھی اور حالت نورانی زمین پہ صدیق نے دیکھی آسمان پہ گئے تو فرشتوں نے دیکھی سدرہ پہ گئے تو جبریل نے دیکھی لا مکان پہ گئے تو جبریل بھی نہ دیکھ سکے صرف رب جلیل نے دیکھی

؎ سارے جہاں کے خوبرو تیری قسم تیرے سوا
جچتے نہیں نگاہ میں میں اپنی نظر کو کیا کروں

حضرت امام محمد بن شیبانی علیہ الرحمۃ جو امام اعظم علیہ الرحمۃ کے شاگرد ہیں، بہت حسین وجمیل تھے اسی لیے پردہ کرتے، ایک مرتبہ ایک یہودی نے ان کو دیکھ لیا اور دیکھتے ہی مسلمان ہو گیا اس سے پوچھا گیا تو کہنے لگا جب چھوٹا محمد (امام محمد علیہ الرحمۃ) اتنا خوبصورت ہے تو بڑا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کتنا حسین وجمیل ہوگا (سبحان اللہ) میاں محمد بخش علیہ الرحمۃ نے کیا خوب کہا

؎ میں محمد ٹھگ جے لوکو میں محمد چور
جس دا دنیا کلمہ پڑھدی اوہ محمد ہور (ﷺ)

ساری کائنات کا حسن وجمال ایک طرف اور آپ کی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی زلف کا بال ایک طرف کیوں کہ

؎ زلفاں تیریاں روز قیامت ایسی عظمت پاون
اِک اِک والوں لکھ لکھ عاصی جنت اندر جاون

کیا حضور علیہ السلام ہم جیسے تھے؟ استغفر اللہ

حضور علیہ السلام کا ذکر خیر کرتے ہوئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے اور ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کا ذکر کرتے ہوئے آپ کے مرتبہ ومقام کی عظمت کا ضرور خیال کیا جائے جو لوگ اس معاملہ میں غلو وشدت سے کام لیتے ہیں وہ دین کی کوئی خدمت نہیں کر رہے بلکہ منکرین دین کو تقویت پہنچا کر اپنے ایمان کا خانہ خراب کر رہے ہیں اللہ کے نبی نے کئی مواقع پر اپنے صحابہ کرام کے سامنے خود اس عقیدے کا احساس پیدا کیا مثلاً صحیح بخاری ہی دیکھ لیجیے۔

۱- انی لست مثلکم. (بخاری) میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔

۲- لست کا حد منکم. (بخاری) میں تم میں سے کسی کی طرح نہیں ہوں۔

۳- انی لست کھیئتکم. (بخاری) میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔

۴- ایکم مثلی. (بخاری) تم میں میرا مثل کون ہے؟ (یعنی کوئی نہیں)
(ج۱ص۲۶۳ وج۱ص۳۶۵)

۵ انکم لستم فی ذلک مثلی۔ (مسلم شریف ج۱ص۳۵۱)
تم اس معاملہ میں میری مثل نہیں ہو۔

۶ انکم لستم مثلی۔ (مسلم شریف ج۱ص۳۵۲)
بے شک تم میری طرح نہیں ہو۔

اور جو عقیدہ صحابہ کرام کے ذریعے مندرجہ بالا احادیث کی روشنی میں حضور علیہ السلام نے امت کو عطا کیا صحابہ کرام نے بھی حضور علیہ السلام کی بارگاہ ﷺ میں اسی عقیدے کا اظہار کیا چنانچہ بخاری شریف میں ہی ہے

قالوا انا لسنا کھیئتک یا رسول اللہ۔ (ج۱ص۷)
یا رسول اللہ! ہم آپ کی طرح نہیں ہیں۔

ان واضح تصریحات کے بعد بھی جو مثلیت کا دعویٰ کرے کم از کم ایک بار اور صرف ایک بار، خدا کے لئے اپنی شکل آئینے میں ضرور دیکھے ۔ دیکھتا جا شرماتا جا۔

سورۂ یوسف کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ زبان طعن وفتویٰ اس وقت ہی کھلتی ہے جب تک دیکھا نہ ہو اور جب تک حُسن پردے میں رہے پردہ اُٹھ جائے تو فتویٰ بھی بھول جاتا ہے اور ہاتھ بھی کٹ جاتے ہیں مگر خبر تک نہیں ہوتی اور یہ تو حسن یوسف ہے اس سے اور بھی کوئی حُسن والا ہے جس کو دیکھنے والی مصر کی بیبیاں نہیں ابو بکر وعمر ہیں اور انگلیاں نہیں کٹ رہیں سر کٹائے جا رہے ہیں۔

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب

عورتوں نے بھی پہلے یوسف کو غلام کہا مگر دیکھ لیا تو فرشتے پہ بس نہ کیا بلکہ ملک کریم کہہ ڈالا اللہ نے یوسف علیہ السلام کو فرشتہ کہنے پر عورتوں کو ڈانٹا نہیں نہ ہی یوسف علیہ السلام نے نفی فرمائی کہ مشاہدہ میں ایسی باتیں غیر اختیاری طور پر بھی زبان پہ آجاتی ہیں اور ناسمجھ فتوی بازی شروع کردیتے ہیں کیوں کہ ان کو یہ مشاہدہ نصیب نہیں ہوتا۔ پردہ اُٹھنے سے پہلے بشر بشر کی رٹ ہوتی ہے پردہ اُٹھ جائے تو کچھ اور ہی نظر آتا ہے اسی لیے اللہ والے جب ضدی اور منکر کو سمجھاتے ہیں تو دلائل دینے کی بجائے تھوڑا سا پردہ ہی ہٹا دیتے ہیں۔

جز خدا بندوں نے حُسن مصطفیٰ دیکھا نہ تھا
رُخ تو بے پردہ تھا لیکن حسن بے پردہ نہ تھا

نماز کا حُسن ایسا ہے کہ صحابہ کرام کو ہر چیز بھلا دیتا تھا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تیر لگ گیا نکل نہ رہا تھا نماز میں کھڑے ہوئے تو نکال لیا گیا مگر آپ کو پتہ بھی نہ چلا۔ مگر حُسن مصطفیٰ ان سچے عاشقوں کو نماز بھی بھلا دیتا ہے کان ابو بکر لا یلتفت فی صلوۃ ۔ ابوبکر خصوصاً نماز میں ادھر ادھر التفات نہ فرماتے لیکن یہی ابوبکر تھے جب حضور علیہ السلام نے مرض الموت میں حجرے کا پردہ ہٹایا تو حسن مصطفیٰ حسن عبادت پہ بھی غالب آنے لگا اور فرماتے ہیں قریب تھا کہ ہم نمازیں توڑ دیتے تا آنکہ حضور نے فرمایا اتموا صلوتکم ۔ نمازوں کو مکمل کرو (بخاری) اور علی المرتضیٰ تو حسن مصطفیٰ کو دیکھتے دیکھتے نماز عصر (صلوۃ الوسطیٰ) سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ حسین تو اور بھی ہیں مگر ایسا حسین کہاں ہے کہ جس کے چہرے اور زلفوں کی خدا قسمیں اُٹھائے۔

لکھ دنیا تے سوہنے ہوون میرے یار دے نال نہ رَلدے
کن فیکون تے کل دی گل اے آقا دے پیار ازل دے
یوسف نبی وچہ مصر و کوہے جد زور عشق دے چلدے
سب صدقہ محبوب سوہنے دا کوہِ طور تے دیوے بلدے

ہم حُسن مصطفیٰ کے متعلق جو بھی بیان کریں گے لکھیں گے جب قبر میں دیدار ہوگا تو ہر کوئی کہے گا جو پڑھا سُنا لکھا تھا وہ تو قطرہ تھا اور یہاں تو سمندر سے بھی معاملہ آگے ہے۔ یہ وہی رُخ انور ہے جدھر پھرتا ہے قبلہ بھی ادھر ہو جاتا ہے اور جس کو خدائی بھی دیکھتی ہے اور خدا بھی دیکھتا ہے قد نریٰ تقلب وجھک فی السماء۔ (البقرہ)

نکات بمتعلق حسنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

❁ حدیث میں ہے خلق اللہ ادم علی صورتہ ۔ اللہ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پہ بنایا۔ تو آدم علیہ السلام کو حق تھا کہ کہتے، یا اللہ! میں تیرے جیسا ہوں مگر نہیں کہا۔ تو تمہیں کس نے کہا ہے کہ تو محبوب خدا ہونے کا دعویٰ کرے۔

❁ محبت کے لئے کچھ نظر آنا ضروری ہے آنکھ ہو، رخسار ہوں، چہرہ ہو اللہ آنکھ، ناک، چہرے سے پاک ہے فرمایا اگر صورت پہ جان دیتے ہو تو صورت ایسی بناؤں گا کہ زمانہ کہے گا

اس صورت نوں میں جان آکھاں
جانان کہ جان جہان آکھاں
سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں
جس شان تو شاناں سب بنیاں

صورت یہ دیکھتے جاؤ اور محبت مجھ سے کرتے جاؤ۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔

❁ بڑے بڑے حسین ہوئے مگر کسی کا چاہنے والا ایک کسی کے دو کسی کے سو کسی کے ہزار اور ہمارے آقا ایسے ہیں کہ خدائی بھی چاہنے والی ہے خدا بھی چاہنے والا ہے۔ اللہ نے چار قسمیں اُٹھا کر فرمایا لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ۔ کہ ہم نے انسان کو اچھی صورت عطا کی اور انسان مطلق ہے و المطلق ینطلق الی الفرد الکامل ۔ اور فرد کامل محمد رسول اللہ کی ذات ہے مطلب یہ ہوا کہ ہم نے اپنے محبوب کو سب سے زیادہ حسین شکل عطا فرمائی اور لم یظھر تمام حسنہ ۔ پورا حُسن ظاہر ہی نہ فرمایا تو حالت یہ ہے کہ ۔ ہر کوئی فدا ہے بن دیکھے۔ اور اگر سارا حُسن ظاہر ہو جاتا تو پھر ۔ تو اگر جلوہ کرے کون تماشائی ہو ۔ رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت۔

❁ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اتنا حسین اس لیے بھی بنایا کہ آپ بتوں کے عیوب

بیان فرماتے تو کافر کہہ سکتے تھے آپ ہمارے بتوں کے عیب نکالتے ہیں آپ اپنے خدا کو لائیں ہم اس کے عیب نکالیں گے (نعوذ باللہ) اللہ نے محبوب کو اتنا حسین بنایا فرمایا خدا کی تو بات بعد میں کرنا بھلا میرے محبوب میں عیب نکال کر دکھاؤ جب یہ بے عیب ہے تو اس کا بنانے والا کیسے عیب دار ہو سکتا ہے۔

اگر عالم میں بے پردہ جمالِ یار ہو جائے
تو دنیا جان دینے کے لیے تیار ہو جائے
سرِ محفل کرم اتنا مری سرکار ہو جائے
نگاہیں منتظر رہ جائیں اور دیدار ہو جائے
اگر آقا تیرا اس بزم میں ایک بار ہو جائے
تمہارا کیا بگڑتا ہے ہمیں دیدار ہو جائے

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ معراج کی رات میں نے ایک جوان (یوسف علیہ السلام) کو دیکھا فاعطی شطر الحسن جس کو آدھا حسن عطا کیا گیا۔ محدثین حیران ہیں کہ آدھا تو یوسف علیہ السلام کو دے دیا گیا اور باقی آدھا ساری کائنات کو اور پھر اس میں ہمارے آقا بھی ہیں تو کیا مطلب ہوا؟ شیخ محقق نے یہ حیرانی دور فرمائی فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس تو آدھا تھا اور میرے پاس آدھا نہیں بلکہ پورا ہے کیوں کہ نصف وہی بتا سکتا ہے جس کو کُل کا پتہ ہو مثلاً کچھ مخلوق تو گذر گئی اور کچھ قیامت تک آئے گی تو کُل وہی بتائے گا جس نے ساری دیکھی ہوگی لہٰذا سرکار نے پہلے یوسف علیہ السلام کو دیکھا پھر اپنے آپ کو اور فیصلہ فرمایا کہ ان کے پاس جاؤ گے تو آدھا حُسن نظر آئے گا اور پورے کا پورا دیکھنا ہے تو رُخِ مصطفیٰ کو تک لو۔ ﷺ

آپ نے فرمایا اخی یوسف اصبح و انا املح میرے بھائی یوسف صبیح (زیادہ چمک والے تھے) اور میں ملیح (ملاحت والا ہوں) صباحت یہ ہے کہ نظر چہرے پہ ڈالو تو جما نہ سکو اور ملاحت یہ ہے کہ نظر چہرے پر ڈالو تو ہٹا نہ سکو۔

سِراجاً مُنیرًا

قرآن مجید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سراجا منیرا فرمایا گیا (سورۃ الاحزاب)

واضح رہے کہ ضیاء کا معنی بھی روشنی ہے جو کہ سورج کی صفت کے طور پر استعمال ہوا ہے جب کہ منیرا کی صفت حضور علیہ السلام کو عطا فرمائی گئی یعنی خورشید ضیاء سے متصف ہے اور محبوب سراپا نور ہے لہٰذا خود بھی روشن ہے اور دوسروں کو بھی روشن کرنے والا ہے اسی لیے اس کا ترجمہ کرتے ہوئے فرمایا گیا "روشن کنندہ راونور دھندہ را گویند" کہ جو خود روشن ہو اور دوسروں کو روشن کرنے والا ہو۔ کیوں کہ سورج دنیا کی تاریکی کو روشنی میں بدلنے والا ہے اور حضور علیہ السلام روحانیت کی ظلمات کو مٹا کر نور سے منور کرنے والے، سورج موجودات کی نشوونما کا راہنما، اور حضور علیہ السلام روحانیت کے پودوں کے ہادی و پیشوا، سورج ہر بار آور کو ثمر تک پہنچانے والا، اور حضور علیہ السلام ہر مومن تابع کو کعبۂ مقصود تک لے جانے والے، الغرض جس طرح عالم موجودات کا سب نظام مولیٰ کریم نے آفتاب پر رکھا ہے اسی طرح عالم روحانیت کا سارا نظام حضور علیہ السلام پر رکھا ہے۔ (الانسان فی القرآن۔ سید نور الحسن شاہ بخاری کیلیانوالہ شریف)

سورج آسمان پہ ہوتا ہے دھوپ اور گرمی زمین پہ، تو جب ضیاء کی صفت والا یہ کام کرتا ہے تو منیرا کی صفت والا محبوب مدینے میں رہ کر اپنے غلاموں کے دلوں کو چمکا بھی سکتے ہیں دمکا بھی سکتے ہیں بلکہ جہاں سورج کی روشنی کا نام تک نہیں مدینے کا سورج ان کے دلوں کو بھی اپنے نور سے منور فرما رہا ہے۔

ایک ہاتھ میں آئینہ لو دوسرے میں پتھر دن کے بارہ بجے دونوں کو سورج کے سامنے کر دو۔ اور دونوں سے پوچھو سورج کہاں ہے پتھر کہے گا بہت دور ہے اور آئینہ کہے گا میرے اندر موجود ہے کوئی پتھر سورج کو قریب نہیں کہہ سکتا اور کوئی شیشہ دور نہیں کہہ سکتا تو جس کا دل ابوجہل کی طرح پتھر ہوگا وہ تو دور ہی کہے گا اور جس کا دل ابوبکر کی طرح آئینہ (کی طرح صاف) ہوگا وہی کہے گا۔

میرے دل میں حضور رہتے ہیں

بعض نے سراجا کا معنی چراغ کیا ہے لیکن قرآن کی سب سے اعلیٰ اور معتبر تفسیر وہ ہوتی ہے جو خود قرآن کرے کیوں کہ القران یفسر بعضه بعضه۔ قرآن کی بعض آیات بعض کی تفسیر کرتی ہیں اور قرآن میں سراج سورج کو فرمایا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

و جعل فیها سراجا و قمرا منیرا۔ (الفرقان)

سراجا و ھاجا۔ (النبأ)

یہاں دونوں جگہ سراج سورج کو کہا گیا۔ اور امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمۃ نے اسی کے مطابق ہی ترجمہ فرمایا۔ اور بھلا سورج کے نور ہونے میں کسی کو شک ہو سکتا ہے۔ زمین ناپاک ہو جائے تو سورج اس کو پاک کرتا ہے۔ دل ناپاک ہو جائیں تو نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پاک ہوتے ہیں، و یزکیھم کوئی اگر کہے سورج نور ہے تو دلیل کیا ہے؟ تو اس کا کہنا ایسے ہی ہوگا جیسے دن کے بارہ بجے دھوپ زوروں پہ ہو پسینہ نکل رہا ہو اور کوئی کہے اگر سورج ہے تو دکھاؤ، تو اس کو کہا جائے گا سورج تو ہے لیکن اگر تجھے نظر نہیں آتا تو تیری نظر کا قصور ہے۔ کیوں کہ آفتاب اپنے وجود کے لئے دلیل کا محتاج ہی نہیں ہے ۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب   گر دلیلت باید از وے رومتاب

سورج کے آنے سے پہلے آسمان پہ ستارے چمکتے ہیں جو سورج کے نور سے ہی فیض یافتہ ہیں، یہ بتانے کے لئے کہ ہمارے بعد ہمارا فیض دھندہ آ رہا ہے، آسمان نبوت پر بھی آفتاب نبوت کے آنے سے پہلے نبی ستارے بن کر چمکے، جو اسی آفتاب نبوت کے ہی فیض یافتہ ہیں کوئی ستارا آدم صفی اللہ بن کے چمکا، کوئی نوح نجی اللہ، کوئی موسیٰ کلیم اللہ بن کر، یہ بتانے کے لئے کہ ہمارے بعد ہمارا آقا اور فیض دھندہ آنے والا ہے جس کی بقا سے ہی ہماری بقا ہے اگر وہ نہ ہوتا تو ہم بھی نہ ہوتے امام بوصیری فرماتے ہیں ۔

فانہ شمس فضل ھم کواکبھا
یظھرن انوارھا للناس فی الظلم

جس کا ترجمہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا ۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

اور فرمایا ۔

کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے
پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی

صرف صدیق و فاروق کا دل نہ چمکا یا عرب و عجم کو چمکا دیا۔ جب پانی نہ ہو تو تیمم کی حکومت ہوتی ہے پانی آیا تیمم غائب، آفتاب پردے میں ہو تو ستاروں کی حکومت ہوتی ہے، آفتاب نبوت کے آنے سے پہلے آسمان نبوت کے ستاروں (نبیوں، رسولوں) نے حکومت کی آفتاب نبوت آیا تو اس کا نور سب پہ غالب آ گیا ۔

ستاروں سے کہہ دو کوچ کریں ماہتاب نبوت آتے ہیں
پیغمبر تو سب آ ہی گئے اب سب کے پیغمبر آتے ہیں

آفتاب اپنا نور دینے میں بخل نہیں کرتا کوئی خود ہی دروازہ بند کر دے تو اس کی مرضی۔ ابوبکر و عمر نے دل کا دروازہ کھول دیا آفتاب نبوت نے ان کے سینے کو مدینہ بنا دیا، جب کہ ابوجہل و ابولہب اینڈ کمپنی نے دل کا دروازہ بند کر دیا محروم ہو گئے۔

پھر دروازہ بند بھی ہو تو سوراخوں سے روشنی پہنچ جاتی ہے ابولہب نے دروازہ بند بھی کیا مگر حضور علیہ السلام کی ولادت کی خوشی میں اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کرنے سے سوراخ کا کام کر دکھایا اور قبر میں جب ولادت کا دن آتا ہے تو فیض نبوت جاری ہو جاتا ہے۔

سوالات و جوابات

سوال: اگر آپ آفتاب ہیں اور آفتاب تو بخیل نہیں ہوتا تو ابوجہل و دیگر کفار کیوں محروم ہو گئے؟

جواب: قرآن مجید میں ہے واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ اللہ جس کو چاہے سیدھی راہ کی ہدایت دیتا ہے۔ ابوجہل وغیرہ کو خدا نے نہ چاہا تو مصطفیٰ ان کو کیسے چاہ سکتے ہیں خدا نے بے زر کو چاہا مصطفیٰ نے بوذر بنا دیا، خدا نے بلال حبشی کو چاہا حضور نے رشک قمر بنا دیا، حضور علیہ السلام تو قاسم ہیں، معطی اللہ ہے جس جس کے لئے خدا نے ہدایت کو پیدا فرمایا اس اس کو حضور علیہ السلام نے تقسیم فرما دی۔ مالک جس کو پرچی دے گا خازن اس کو تقسیم کرے گا، پھر کوئی کہے میں تو سیدھا مالک کے پاس ہی جاؤں گا خازن کا وسیلہ نہیں مانوں گا تو مالک کہے گا میں نے تو سب کچھ خازن کے سپرد کیا ہے لینا ہے تو اُدھر جانا پڑے گا ۔

لا و رب شِ جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونَ ن میں نعمت رسول اللہ کی

تو جو حضور علیہ السلا... ہدایت کی نفی کرے سمجھ لو کہ خدا نے ابھی اس کے لئے ہدایت کو پیدا ہی نہیں فرمایا۔ ورنہ آپ تو ہیں ہی ہدایت دینے کے لئے و انک لتھدی الی صراط مستقیم۔

سوال: پھر کفار وغیرہ کو حضور آخر تک تبلیغ کیوں فرماتے رہے جب کہ خدا نے بتادیا تھا سواء علیھم ءا نذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون۔

جواب: اِس لیے کہ سواءٌ علیھم فرمایا کہ ان کے لیے برابر ہے تبلیغ کریں یا نہ کریں سواء علیک نہ فرمایا۔ کہ آپ کو تو تبلیغ کا برابر اجر ملتا رہے گا۔ بلا تشبیہ جیسے مرض الموت والے مریض کو ڈاکٹر جواب بھی دے دے تو ورثاء کہتے ہیں یہ بچے یا مرے آپ علاج کریں آپ کو پوری فیس ملے گی۔ فرمایا یہ قبول کریں نہ کریں آپ کو تبلیغ کا پورا اجر ملے گا۔

پھر بارش ہو تو گندی جگہ پہ بھی پڑتی ہے اور باغ میں بھی مگر گندی جگہ مزید گندی ہوتی جاتی ہے اور باغ میں پھول کھلنے لگتے ہیں۔ ابو جہل وغیرہ کی دل کی زمین ناپاک تھی مزید دل سخت ہو گئے جب کہ صدیق و فاروق کے دل کی زمین پاک تھی تو توحید و رسالت کے پھول کھلنے لگے اور اصحابی کالنجوم بن گئے۔

اس میں بارش کا قصور نہیں زمین کا اپنا قصور ہے۔

باراں کہ در لطافت طبعش دروغ نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم و خس

بارش سے رُوڑی میں مزید بدبو پیدا ہو جاتی ہے اور باغ میں پھول کھلنے لگتے ہیں۔

سوال: سورج کی روشنی ہر جگہ ہوتی ہے اور حضور علیہ السلام کا نور بھی اگر ہر جگہ ہے تو کیا جماع کے وقت بھی اور قضائے حاجت کے وقت بھی وہاں حضور ﷺ کا نور ہوتا ہے؟ یہ تو بے ادبی ہے۔

جواب: کیا ایسی جگہ خدا ہے یا نہیں؟ اگر کہو نہیں تو کافر، ورنہ جہاں خدا کا ہونا بے ادبی نہیں مصطفیٰ کا ہونا کیوں بے ادبی ہوگا۔

جیسے آفتاب وجود کے لحاظ سے آسمان پہ ہے لیکن نور کے لحاظ سے ہر جگہ ہے اسی طرح حضور وجود کے اعتبار سے مدینے میں ہیں اور نور کے لحاظ سے ہر مسلم کے سینے میں ہیں

؎ در دل مسلم مقام مصطفیٰ است آبروئے ما ز نام مصطفیٰ است

؎ سُنا ہے رہتے ہیں آقا فقط مدینے میں
نہیں غلط وہ ہیں عاشقوں کے سینے میں

سورج کے سامنے تو پھر بادل حائل ہو جاتا ہے حضور علیہ السلام ایسے آفتاب ہیں کہ جبریل امین بھی درمیان میں حائل نہیں ہو سکتا۔ سورج ہمیں نظر آئے تو دن بتاتا ہے وقت بتاتا ہے چھپتا ہے تو رات بتاتا ہے حضور علیہ السلام نظر آئیں تو صحابی بناتے ہیں اگر چھپ جائیں تو غوث وقطب بناتے ہیں۔ آسمان کا سورج چمکے تو اونچی جگہ کو پہلے روشن کرے اور نبوت کا سورج چمکے تو بلال حبشی کو پہلے منور کرے ابوسفیان کو بعد میں نوازے۔

سورج ایک ہے ایک جگہ گرمی دوسری جگہ سردی ایک مہینے میں برف باری دوسرے میں درجہ حرارت بڑھ جاتا ہے اسی طرح نبوت کے آفتاب نے ابوبکر کو صداقت کا رنگ چڑھا دیا عمر کو عدالت کا، عثمان کو حیا کا، علی کو شجاعت کا۔

سراج کے دو معنی

سراج کا معنی دیا اور چراغ بھی ہے سورج و آفتاب بھی ہے صرف مصباحا منیرا نہ فرمایا کیوں لیمپ کی ضرورت تو صرف رات کو ہوتی ہے پھر دن میں روشن کرنے والا کون ہوگا اور نہ شمسا منیرا فرمایا کیوں کہ سورج صرف دن کو چمکتا ہے پھر رات کو کون روشن کرے گا ایسا لفظ بولا کہ معلوم ہو کہ

دن کو انہی سے روشنی شب کو انہی سے چاندنی
سچ تو یہ ہے روئے یار شمس بھی ہے قمر بھی ہے

لیمپ میں یہ خامی ہے کہ اس کے نیچے اندھیرا رہتا ہے اور سورج میں یہ کہ آنکھوں کو خیرا

کر دیتا ہے حضور کو سراجا فرمایا کہ جس میں کوئی خامی ہے ہی نہیں۔

چراغ کے پاس دو طرح کے پروانے آتے ہیں ایک وہ جو کود کر چھلانگ لگا کر آتے ہیں وہ آتے ہی مر جاتے ہیں دوسرے جو جھک کر، گر کر آتے ہیں وہ بچ جاتے ہیں فیض پا لیتے ہیں۔ بارگاہِ نبوت میں جو علم پہ، عبادت پہ ناز کرتا جائے اس کا ایمان مر جائے گا جو جھکتا ہوا عاجزی سے جائے گا وہ فیض پالے گا۔

نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال

نور جہاں بنتا ہے صرف وہیں نہیں رہتا وہاں بھی اور دوسری جگہ پہ بھی سپلائی ہوتا ہے۔ بجلی جہاں بنتی ہے وہاں بھی ہوتی ہے پورے ملک میں بھی تقسیم ہو رہی ہے، نور بھی صرف مدینے میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں تقسیم ہو رہا ہے کہیں داتا صاحب نے ڈپو کھولا ہوا ہے کہیں غوث پاک نے۔ پھر جیسے بجلی کا اصل رنگ ایک ہی ہے، جس طرح کا بلب کا شیشہ ہوگا اس کا بھی وہی رنگ نظر آئے گا کہیں سبز ٹیوب جل رہی ہے کہیں سُرخ، تو نور بجلی نے دیا، رنگ شیشے نے دیا ایسے ہی نور نبی سے ملتا ہے رنگ ولی چڑھاتا ہے۔ تو مدینہ نور کا پاور ہاؤس ہے، ہمارے دلوں میں ایمان کی شعاعیں گویا بلب ہیں جن کا تعلق مدینے سے ہے اگر پاور ہاؤس میں ہی بجلی ختم ہو جائے تو سارے بلب بجھ جائیں گے اور اگر حضور کا نور ہی نہ ہو تو ہم میں ایمان کا نور کہاں سے آ گیا؟ کیوں کہ یہ تو ہو سکتا ہے کہ پاور ہاؤس میں بجلی ہو مگر بلب بجھے ہوئے ہوں تار ہی کٹ گئی ہو مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ بلب جلتا ہے اور پاور ہاؤس میں بجلی ہی نہ ہو۔ ہمارے ایمان کی روشنی تو اسی پاور ہاؤس کا صدقہ ہے۔ پھر جیسے پاور ہاؤس سے بجلی لینی ہو تو کھمبے، تار کا سہارا لینا پڑتا ہے، ورنہ اندھیرے میں ہی رہو گے اسی طرح مدینہ کے پاور ہاؤس سے بھی روحانیت کے کھمبے نکلتے ہیں کوئی اجمیر میں ہے کوئی بغداد میں کسی تار کا نام نقشبندیت ہے، کسی کا قادریت اگر کوئی کہے میں ان وسیلوں کو نہیں مانتا سیدھا پاور ہاؤس سے ہی لوں گا پہلے تو ملے گی نہیں اگر مل بھی گئی تو زیادہ پاور کی وجہ سے فیوض اڑ جائے گا لہٰذا کھمبوں، تاروں نے بھی ادھر سے ہی لی ہے ان کا بھی اسی سے تعلق ہے اگر تجھے بھی چاہیے تو تعلق والوں کے پاس جا کر لے لے۔ اللہ نے سراج اس لیے بھی فرمایا کہ جیسے سورج ایک ہے خدا کا محبوب بھی ایک ہے نہ کوئی اس کی مثل، نہ اس کی۔ لہٰذا ظاہری نور لینا ہو تو پاور ہاؤس و سورج سے تعلق قائم کرو ایمان کا نور لینا ہو تو سرکار سے تعلق قائم کرو اور ان سے جن کا تعلق ہے

ان سے تعلق قائم کرو۔ جن کا اپنا ہی تعلق کٹا ہوا ہے وہ تیرا کیا قائم کریں گے

؎ خود تو ڈوبے ہیں صنم تمہیں بھی لے ڈوبیں گے

جب تک پکوں کے ساتھ جاتی رہی پار جاتی رہی ایک دن ہی کچے کے سنگ لگائی خود بھی ڈوبا اس کو بھی ڈبو دیا نہ سوہنی رہی نہ گھڑا رہا۔

خوش تر آں باشد کہ سر دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

آفتابِ نبوت کا فیض

آفتابِ نبوت کی کرنیں پہلوں پر پڑتی گئیں تو چونکہ نبوت کا در کھلا تھا لہٰذا نبی بنتے گئے اور پچھلوں پر پڑتی گئیں تو نبوت کا دروازہ بند ہونے کی وجہ سے ولی بنتے گئے یوں سمجھو کہ قرآن پاک اللہ کی طرف سے ایمانی بجلی کی تار ہے لیکن ایمان اسی کو ملے گا جس کے پاس سراجا منیرا کی محبت کا بلب ہوگا۔ یا یوں سمجھو کہ لیمپ یا چراغ سے روشنی لینی ہو تو چراغ کو چراغ کے قریب کرنا پڑتا ہے پھر اس کو جھکانا پڑتا ہے اگر اکڑ گیا تو محروم ہو گیا پھر جس کو جلانا ہے اس کو لو بھی لگانی پڑتی ہے لہٰذا دل کے چراغ کو روشن کرنا ہے تو چراغ رسالت کے قریب ہو جاؤ، جھک بھی جاؤ اور لو بھی لگا لو ورنہ۔

ٹھوکریں کھاتے پھرو گے ان کے در پر پڑ رہو
قافلہ تو اے رضا اول گیا آخر گیا

اور یہ اعتراض نہ کرو کہ ایک چراغ سے اتنے کیسے جلیں گے کیوں کہ چراغ کا کمال یہ ہوتا ہے اس سے آگے لاکھوں جلا لو لیکن اس کے نور میں کمی نہ ہوگی پھر دوسرے چراغ پھونکوں سے بجھ جاتے ہیں اور یہ ایسا چراغ رسالت ہے کہ

یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون۔ (القرآن)

؎ نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مولانا شبیر احمد عثمانی النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "محققین کے نزدیک مومن کا ایمان اگر غور سے دیکھا جائے تو ایک شعاع ہے آفتاب نبوت کی اور آفتاب نبوت پیغمبر علیہ السلام ہیں اس لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ حضور ہماری جانوں سے بھی قریب ہیں" میں عرض کروں گا چاہے اس لحاظ سے کہو یا اُس لحاظ سے بہرحال کہو ضرور کہ

؎ چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

لفظِ سراجا منیرا کی مزید وضاحت

علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں۔

"آں چراغ آسمان است واین چراغ زمین است آں چراغ دنیا است وایں چراغ دین است وآں چراغ از خواب بیدار شوند وبظہور ایں چراغ از خواب عدم برخاستہ بعرصہ گاہ وجود آمدند"۔

(سورج بھی چراغ ہے اور حضور علیہ السلام بھی) سورج آسمان کا چراغ ہے اور حضور زمین کے چراغ، سورج دنیا کا چراغ ہے اور حضور دین کے چراغ، سورج نکلنے پر سوئے ہوئے لوگ بیدار ہو جاتے ہیں اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے تمام کائنات وجود میں آ گئی۔ (ج ۳ ص ۱۳۰)

امام راغب اصفہانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں یعبر به عن کل مضیئی ۔ ہر وہ شے جو خود روشن ہو اور دوسرے کو روشن کردے (اس کو سراج کہا جاتا ہے) (المفردات ص ۱۴۷)

علامہ محمد بن عبد الباقی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

سمّی السراج لان السراج الواحد یوخذ منه السراج الکثیر ولا ینقص من ضوئه۔ (زرقانی ج ۳ ص ۱۷۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لیے سراج فرمایا گیا کہ ایک چراغ سے ہزاروں چراغوں کو روشن کیا جا سکتا ہے اور پہلے کی روشنی میں کمی نہیں آتی۔

چنانچہ آپ ہی کے چراغ نبوت سے تمام انبیاء کرام کی نبوتوں کے چراغ روشن ہوئے

اور اسی چراغ نبوت سے ساری کائنات عدم کے اندھیروں سے نکل کر وجود کے اجالوں میں آئی جیسا کہ آپ نے خود فرمایا انا من نور اللہ و کل خلائق من نوری۔

محدث ابن جوزی فرماتے ہیں سراجا لکوننا و منیرا علی وجودنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے وجود کے لیے سراج ہیں اور ہمارے وجود پر روشنی ڈالنے والے (منیر) ہیں۔ (بیان میلاد النبی ص ۹)

فھو السراج الکامل فی اضائه و لم یوصف بالوھاج لان المنیر ھو الذی ینیر من غیر احراق بخلاف الوھاج.

کہ حضور علیہ السلام روشنی میں سراج کامل ہیں لیکن سورج کی طرح وھاج تپش دینے اور جلانے کی صفت سے موصوف نہیں ہیں بلکہ منیرا روشن کرنے والے ہیں (جلانے والے نہیں بلکہ گمراہوں کو راہ راست پہ چلانے والے ہیں)۔

اگرچہ چاند، ستاروں اور سورج کی روشنی چراغ سے زیادہ ہے لیکن حضور علیہ السلام کو چراغ فرمایا کیوں کہ قرآن پاک کے مطابق سورج چاند ستاروں کے راستے اور منزلیں مقرر ہیں ان راستوں کے علاوہ وہ ادھر ادھر نہیں ہو سکتے۔

والشمس تجری لمستقر لھا۔ سورج اپنے محور میں گھومتا ہے۔

والقمر قدرنه منازل۔ (سورۂ یٰس) چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر رکھی ہیں۔

مگر چراغ کو جہاں چاہیں لے جا سکتے ہیں اس کی کوئی منزل، راستہ متعین نہیں ہے اسی لیے حضور علیہ السلام کا نور ہر جگہ اور ہر وقت حاضر بھی ہے ناظر بھی ہے۔

نزہۃ المجالس میں امام عبد الرحمٰن صفوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

لان الشمس بعیدة وھو صلی اللہ علیه وسلم قریب من کل قاصد۔ (ج ۲ ص ۱۱۷)

سورج بہت دور ہے اور نبی اکرم علیہ السلام تو ہر ایک کے قریب بستے ہیں۔

لان الناظر اذا احدق نظره فی الشمس ضعف بصره بخلاف السراج.

سورج کی طرف دیکھنے سے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور نظر نہیں ٹھہرتی۔ بخلاف سراج کے۔

لانه لا يوجد يوم القيامة شمس ولا قمر ولا كوكب.

قیامت کے دن سورج چاند ستارے سب ختم ہو جائیں گے۔

اذا الشمس كورت و اذا النجوم انكدرت۔ (القران)

جب کہ سراج کی روشنی وہاں اپنے جوبن پر ہوگی۔

لان السراج من الات الفقراء والضعفاء وهو صلى الله عليه وسلم لا متكبر ولا متجبر.

کیوں کہ سراج (چراغ) کمزوروں، فقیروں کی ضرورت ہے اور ہمارے آقا بھی غریبوں کے حامی، فقیروں کے دستگیر، محتاجوں کے آسرا، کمزوروں کے مددگار اور مسکینوں کے سہارا ہیں۔ نہ متکبر ہیں اور نہ جبر کرنے والے ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

ان الشمس عُبدت من دون الله بخلاف السراج.

سورج کی پرستش کی گئی مگر سراج کی پوجا نہ کی گئی (اور اللہ نے مناسب نہ سمجھا کہ وہ نام اپنے محبوب کو عطا کرے جس کی لوگ پوجا کرتے رہے اس لیے آپ کو سراج فرمایا گیا)۔

اور چونکہ سورج، چاند، ستارے اپنا قائم مقام نہیں رکھتے اور نہ ہی ان سے کوئی چیز آگے روشن کی جاسکتی ہے جب کہ ایک چراغ سے ہزاروں لاکھوں چراغ روشن کیے جاسکتے ہیں چنانچہ چراغ مصطفوی سے آج تک روشنی لے کر ولایت کے چراغ روشن کیے جارہے ہیں۔

بوجود الشمس يحرم الطعام على الصائم وبغروبها يحل له.

جس طرح سورج کے وجود سے روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا۔

بوجود حب محمد يحرم النار على المؤمن و بفقد حبه تحل له النار.

اسی طرح حضور علیہ السلام کی محبت دل میں ہوگی تو دوزخ کی آگ سے نجات ہوگی

اور اگر ان کی محبت نہیں تو دوزخ سے بچنا ممکن ہی نہیں۔

اسی طرح **سراجا منیرا** فرمایا **سراجا مضیئا** نہ فرمایا کہ مضیئا ضیاء سے ہے اور یہ اسی چراغ کو کہا جاسکتا ہے جو جلتا بجھتا رہتا ہے لیکن **سراجا منیرا** وہ ہے کہ بڑے بڑے طوفان اور آندھیاں بھی اس کو نہیں بجھا سکتیں۔

سورج، چاند، ستاروں کی روشنی اوپر کو منور کرتی ہے زمین کی تہہ میں نہیں جاتی لیکن چراغ نبوت صرف ظاہر کو ہی منور نہیں کرتا باطن کو بھی، دلوں کو بھی بلکہ قبر کے ظلمت کدے کو بھی نور علیٰ نور فرما دیتا ہے۔

امام اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ نے حضور علیہ السلام کو **سراجا منیرا** کہنے کی چند حکمتیں بھی بیان فرمائی ہیں۔ صرف دو کے ترجمہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

۱- جب دنیا میں اندھیرا چھا جائے تو اس کو دور کرنے کے لئے سورج نکلتا ہے اسی طرح جب کفر کا اندھیرا چھا گیا تو اللہ نے نبوت کے سراج منیر کو بھیجا تا کہ لوگ ہدایت کی روشنی حاصل کریں اور بھٹکے ہوئے انسان منزل مقصود کو پالیں۔

۲- چراغ گھر والوں کے لئے خوشی و راحت کا باعث ہوتا ہے اور چوروں ڈاکوؤں کے لئے شرمندگی و سزا کا باعث ہوتا ہے اسی طرح حضور علیہ السلام اہل محبت کے لئے وجہ سکون اور دشمنوں کے لئے باعث حسرت و ندامت ہیں۔ یعنی جس گھر میں چراغ جل رہا ہو اس میں چور نہ آئے گا اور جس دل میں حضور کی محبت ہوگی اس میں شیطان نہیں آسکتا۔

قاری محمد طیب اپنے دور میں مدرسہ دیوبند کے ناظم و مہتمم اپنی کتاب ''آفتاب نبوت'' میں لکھتے ہیں۔ **وجعل فيها سراجا و قمرا منيرا** ۔ اس آیت سے تو یہ واضح ہوا کہ قرآن کی زبان یعنی قرآنی عرف میں سراج آفتاب ہی کا لقب ہے اور قرآنی اصطلاح میں آفتاب ہی کو سراج کہا جائے گا''۔

سوال: اگر کوئی سوال کرے کہ چراغ کو تو بجھانا بھی پڑتا ہے مثلاً جب گھر والے سونے لگتے ہیں تو گھر کا مالک نوکر کو کہتا ہے کہ چراغ بجھا دو، تو کیا چراغ رسالت کا بھی یہی حال ہے؟

جواب: تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو چراغ گھروں میں بجھا دیے جاتے ہیں ان گھروں اور چراغوں کے مالک سوجاتے ہیں اور چراغ رسالت کے مالک کی شان یہ ہے کہ

لا تاخذہ سنۃ و لا نوم۔ نہ اس کو اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ لہٰذا یہ چراغ ہمیشہ روشن رہے گا۔ اور نہ ہی یہ پھونکوں سے بجھنے والا چراغ ہے ۔ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔

علامہ صاوی حاشیہ جلالین میں لکھتے ہیں۔

قولہ تعالیٰ و سراجا، یحتمل ان المراد بالسراج الشمس وھو ظاھر و یحتمل ان المراد بہ المصباح۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان "و سراجا" میں سراج سے مراد آفتاب لینا مختار ہے جب کہ چراغ کا احتمال بھی موجود ہے۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں

و امرک ظاھر فیما جئت بہ من الحق کالشمس فی اشراقھا و اضاءتھا لا یجحد بھا الا معاند۔

حضور علیہ السلام جو حق لے کر تشریف لائے وہ اپنی چمک دمک میں سورج کی طرح ہے اس کی مخالفت ہٹ دھرم ہی کرسکتا ہے۔

پھر سراجا و ھاجا کی گرمی میں دل وجان جلتے ہیں اور سراجا منیرا میں دل وجان کو زندگی نصیب ہوئی ہے اس کی دھوپ بدن سیاہ کردیتی ہے اور اس کی نورانیت کے جلوے دلوں کو بھی روشن ومنور فرمادیتے ہیں۔ وہ سورج نار اللہ الموقدہ سے تربیت یافتہ ہوکر ناری ہے اور یہ سورج نور السموت والارض سے تربیت لے کر نوری ہے۔

اگر مادی کائنات کے لئے ایک سورج کا ہونا ضروری ہے تو معنوی وروحانی کائنات کے لئے بھی ایک روحانی سورج کا ہونا ضروری ہے۔ وہ اجسام کو منور کرے تو یہ ارواح کو بھی روشن کرتا ہے۔ علامہ اقبال کے ایک شعر پر سراجا منیرا کا موضوع مکمل کرتے ہیں۔

ی ندانی عشق و مستی از کجا است
ایں شعاع از آفتاب مصطفیٰ است

کیا تو نہیں جانتا یہ عشق ومستی کی گرمی کہاں سے آرہی ہے (میں تجھے بتاتا ہوں کہ یہ عشق ومستی کی گرمیاں) مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب نبوت کی ایک شعاع سے ہیں

ے یہ جو مہر و ماہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا
(اعلیٰ حضرت)

فضل وکمال

فضل وکمال کے عنوان میں حضور علیہ السلام کی صرف ان چوالیس خصوصیات کے ذکر پر ہی اکتفا کیا جائے گا جو حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے اپنی تفسیر فتح العزیز پارہ نمبر ۳۰ ص ۲۱۸ پر ذکر فرمائی ہیں چونکہ اصل عبارت فارسی ہے لہٰذا عوام الناس کے فائدہ کے لئے صرف اردو ترجمہ ہی لکھا جائے گا۔

یاد رہے کہ حضور علیہ السلام کی ہزاروں خصوصیات میں سے یہ چند ہیں اور وہ بھی بطور "مشتے از خروارے"۔ ورنہ اس موضوع پر امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ اور دیگر بزرگوں نے پوری پوری کتابیں لکھی ہیں فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء الی یوم الجزاء

"وہ خصوصیتیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بدن مبارک کو دی گئیں:

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پشت مبارک سے بھی ویسا ہی دیکھتے تھے جیسا کہ اپنے سامنے سے دیکھتے تھے۔

(۲) اور رات کو اور اندھیرے میں بھی ویسا ہی دیکھتے تھے جیسا کہ دن کو اور روشنی میں۔

(۳) آپ کے منہ مبارک کا لعاب کڑوے پانی کو میٹھا کردیتا۔

(۴) اور شیر خوار بچوں کے منہ میں آپ اپنے دہن مبارک سے ایک قطرہ ٹپکاتے، وہ بچے سارا دن شکم سیر رہتے اور دودھ نہ مانگتے۔ جیسا کہ عاشورہ کے دن اہل بیت کے بچوں پر تجربہ ہوا۔

(۵) آپ کے بغل مبارک نہایت سفید صاف شفاف تھے، ان میں بال مطلق نہیں تھے۔

(۶) آپ کی آواز مبارک اتنی دور پہنچتی کہ دوسرے لوگوں کی اس سے سوویں حصے تک بھی

نہ پہنچتی اسی طرح آپ اتنی دوری سے سنتے کہ دوسرا کوئی نہ سُن سکتا۔

(۷) آپ کی چشمان مبارک سو جاتیں لیکن دل بیدار رہتا۔

(۸) ساری عمر آپ کو بلغم (کھنکبار) نہیں آیا۔

(۹) آپ کو کبھی احتلام نہ ہوا۔

(۱۰) آپ کا پسینہ مبارک کستوری سے بھی زیادہ خوشبو دار تھا۔ اس حد تک کہ اگر آپ کسی گلی میں سے گزر جاتے تو لوگ آپ کی اس خوشبو سے جو ہوا میں رچ بس جاتی آپ کے پیچھے پیچھے آجاتے اور پہچان جاتے کہ یہاں یہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے ہیں۔

(۱۱) کسی آدمی نے آپ کا فضلہ (براز) زمین پر نہیں دیکھا۔ کیوں کہ زمین اسے نگل لیتی اور وہاں سے کستوری کی طرح خوشبو آتی۔

(۱۲) ولادت کے وقت آپ مختون پیدا ہوئے۔

(۱۳) ناف بریدہ تھے، نہایت پاک صاف، کسی قسم کی نجاست وآلائش آپ ﷺ کے جسم اطہر پر نہ تھی۔

(۱۴) ولادت کے وقت جب آپ زمین پر تشریف لائے اسی وقت سجدہ ریز ہو گئے اور اپنی انگشت مبارک کو آسمان کی طرف اُٹھایا۔

(۱۵) آپ ﷺ کی ولادت کے وقت ایسا نور متجلّی ہوا کہ آپ ﷺ کی والدہ محترمہ نے اس کی روشنی میں شام کے شہر دیکھے۔

(۱۶) آپ ﷺ کا جُھولا فرشتے جُھلاتے تھے۔

(۱۷) چاند آپ ﷺ سے جُھولے میں باتیں کرتا تھا۔

(۱۸) گرمی کے موسم میں ہمیشہ آپ ﷺ پر بادل سایہ کیے رہتا۔

(۱۹) اگر آپ ﷺ کسی درخت کے پاس تشریف لاتے تو درخت سایہ کے لیے آپ ﷺ پر جھک جاتا۔

(۲۰) آپ ﷺ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔

(۲۱) آپ ﷺ کو جوئیں نہیں پڑتی تھیں۔

(۲۲) آپ ﷺ کے کپڑوں (اور جسمِ اطہر) پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی۔

(۲۳) اگر آپ ﷺ کسی جانور پر سواری فرماتے تو وہ جانور سواری کی مدت تک بول و براز نہ کرتا۔

(۲۴) عالمِ ارواح میں آپ ﷺ ہی سب سے پہلے پیدا ہوئے۔

(۲۵) الست بربکم کے جواب میں سب سے پہلے آپ ہی نے بلیٰ فرمایا۔

(۲۶) معراج کی سیر آپ ﷺ ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔

(۲۷) براق کی سواری آپ ﷺ ہی کے ساتھ مختص ہے۔

(۲۸) آسمانوں پر جانا اور قاب قوسین (دو کمانوں) تک پہنچنا اور دیدارِ الٰہی سے مشرف ہونا بھی آپ ﷺ ہی کا حصہ ہے۔

(۲۹) آپ ﷺ کے جاہ وحشم کی خاطر فرشتوں کا فوج کی طرح آپ کے ساتھ رہنا اور جنگوں میں شریک ہو کر کفار کے ساتھ لڑنا آپ ﷺ ہی کا خاصہ ہے۔

(۳۰) شق القمر (چاند کا دو ٹکڑے کرنا) اور دوسرے کئی عجیب وغریب معجزے آپ ﷺ ہی کو دیے گئے۔

(۳۱) قیامت کے دن جو کچھ آپ ﷺ کو دیا جائے گا اور کسی کو نہیں دیا جائے گا۔

(۳۲) سب سے پہلے آپ ﷺ ہی قبر سے باہر تشریف لائیں گے۔

(۳۳) میدانِ حشر میں آپ ﷺ ہی براق پر سوار ہوں گے۔

(۳۴) ستر ہزار فرشتے آپ ﷺ ہی کے گرداگرد پروانہ وار گھوم رہے ہوں گے۔

(۳۵) عرش معلّٰی کی دائیں جانب کرسی پر آپ ﷺ ہی کو جگہ دی جائے گی۔

(۳۶) مقام محمود سے آپ ﷺ ہی کو مشرف کیا جائے گا۔

(۳۷) لواء الحمد (خداوند تعالیٰ کی حمد وثنا کا جھنڈا) آپ ﷺ ہی کے دست اقدس میں دیا جائے گا، کہ حضرت آدم علیہ السلام اور آپ کی تمام (ایماندار) اولاد اس کے نیچے ہوگی۔

(۳۸) تمام انبیاء اپنی اُمت کے ساتھ آپ ﷺ ہی کے پیچھے ہوں گے۔

(۳۹) خداوند جل وعلیٰ کا دیدار آپ ﷺ ہی سے شروع ہوگا۔

(۴۰) شفاعتِ عظمیٰ کا سہرا آپ ﷺ ہی کے رُخِ انور پر بندھے گا۔

(۴۱) سب سے پہلے پُل صراط پر سے آپ ﷺ ہی گذریں گے اور تمام خلقت کو حکم ہوگا کہ اپنی نگاہیں نیچی کرلیں تاکہ آپ کی دختر سیّدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا پُل صراط سے گذریں۔

(۴۲) آپ ﷺ ہی جنت کا دروازہ کھولیں گے۔

(۴۳) قیامت کے روز آپ ﷺ کو وسیلہ کے مرتبہ سے مشرف کیا جائے گا، جو ایک مرتبہ ہے نہایت بلند کہ مخلوق میں سے اور کسی کو میسر نہ ہوگا۔

(۴۴) اور حقیقت اس کی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دن خداوند تعالیٰ کے حضور میں بمنزلہ وزیر کے ہوں گے۔ اور جو کچھ شرائع میں آپ ﷺ کی ذات اقدس سے مخصوص ہے وہ بہت چیزیں ہیں جن کا گننا طوالت کا باعث ہے۔ بلفظہٖ



خاتمۃ الکتاب سراپائے اقدس کے بیان میں

قد مبارک اور جسم بے سایہ

بنایا ذات حق نے کیا عجب نقشہ محمد کا
ہو شیدا جسے آیا نظر جلوہ محمد کا
سراپا نور انور تھا قدِ والا محمد کا
بتا پھر کس طرح آتا نظر سایہ محمد کا
خدائے پاک نے خود آپ کو ہے نور فرمایا
زمیں پر اس لیے پڑتا نہیں تھا آپ کا سایہ
قرآن پاک نے سورج کہیں پر چاند فرمایا
نظر آتا نہیں تھا اس لیے سایہ محمد کا

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد انور درمیانہ تھا، پست نہ تھا کیوں کہ اس ذات میں پستی نام کی کوئی چیز نہیں ہے اور ایسا لمبا بھی نہ تھا کہ بُرا لگے اس کے باوجود جتنے لوگوں میں آپ تشریف فرما ہوتے سب سے بلند ہی نظر آتے تاکہ کوئی قد کے لحاظ سے بھی حضور علیہ السلام سے بلند ہونے کا دعویٰ نہ کر سکے اور خصوصاً ایسی بات کا صحابہ کرام بڑا خیال رکھتے، ایک صحابی سے پوچھا گیا آپ بڑے ہیں یا حضور علیہ السلام تو انہوں نے فوراً کہا بڑے تو حضور ہیں مگر عمر میری زیادہ ہے۔

یعنی بڑائی کا تصور مخلوق میں حضور علیہ السلام پر ختم ہے ہر کسی کی بلندی حضور ہی کے در کی بھیک ہے، بلند وہی ہے جو ان کے قدموں میں آ گیا، چاہے وہ حبش کا بلال ہی کیوں نہ ہو کہ جس کو غلامیٔ رسول میں آنے سے پہلے ہر کوئی غلام کہتا تھا مگر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے کے بعد عمر فاروق جیسے بھی سیدنا بلال! کہہ کر پکارنے لگے اور اسی بلال کے قدم کعبہ کی چھت پر لگے۔

فروغ مہر بھی دیکھا نمود گلشن بھی
تمہارے سامنے کس کا چراغ جلتا ہے

اور جو میرے آقا کے مقابلے میں آیا وہ بلند تھا تو پھر بھی پست ہو گیا چاہے وہ سردار قریش ابوجہل ہی ہو۔

دور تھے اویس مگر ہو گئے قریب
بوجہل تھا قریب مگر دور ہو گیا

دیکھنے میں عربی کے تمام الفاظ قرآن پاک جیسے ہی نظر آتے ہیں مگر قرآن کا ایک ایک لفظ بے مثال ہے اسی طرح دیکھنے میں سارے انسان ایک ہی طرح کے دکھائی دیتے ہیں مگر اللہ کا محبوب سب سے بے مثل و بے مثال ہے اس لیے بشر مثلکم میں یہ تو فرمایا میں تمہاری مثل ہوں مگر یہ نہیں فرمایا تم میری مثل ہو، اور ہو بھی کیسے۔

دست نور و پائے نور و قد نور
وَلَدْ نور و اَب نور و جد نور

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سرکار علیہ السلام کے قد انور کے بارے فرماتے ہیں

لم یکن بالطویل الممغط ولا بالقصیر المتردد و کان ربعة من القوم۔ (مشکوٰۃ ص ۵۱۷)

آپ نہ تو بہت لمبے قد کے تھے نہ بہت چھوٹے بلکہ متوسط قامت تھے۔

نشر الطیب ص ۱۴۲ پہ ہے کہ حضرت ابوہالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ اکیلے چلتے تو متوسط قامت دکھائی دیتے اور جب آپ کے ساتھ کوئی اونچے قد والا ہوتا تو آپ اس سے بھی بلند نظر آتے آپ کے اعضاء مبارکہ مربوط و مضبوط تھے۔

قد مبارک اپنی جگہ الگ معجزہ ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ جسم مبارک کا سایہ بھی نہ تھا بلکہ اس جسم انور پہ جو لباس زیب تن ہوتا بلکہ جو چیز اس جسم مقدس سے وابستہ ہوتی سوت یا روئی کی پوشاک، چمڑے کی نعلین مبارک، لوہے کی تلوار یہ تمام چیزیں نورانی ہو کر بے سایہ ہو گئیں کیوں کہ ان سب چیزوں کے ساتھ آپ باہر تشریف لے جاتے مگر دیکھنے والے صحابہ کرام بیان کرتے ہیں

کہ نہ چاند کی چاندنی میں آپ کا سایہ تھا نہ سورج کی روشنی میں، کسی نے نہ کہا کہ جسم کا سایہ تو نہ تھا مگر تہبند، پیراہن، عمامہ عصا، تلوار، چادر اور کالی کملی کا سایہ تھا۔

اللہ رے ان کے جسم مقدس کا معجزہ
وابستہ جو ہوا اسے نور کر دیا

بے شمار کتابوں میں جسم اطہر کے بے سایہ ہونے کے حوالہ جات موجود ہیں مثلاً شفا شریف۔ مفردات راغب، نسیم الریاض، حجۃ اللہ علی العالمین، الشمامۃ العنبر یہ من مولد خیر البریہ (صدیق حسن بھوپالی) تفسیر مدارک، روح البیان، تفسیر عزیزی، مواہب لدنیہ، سیرت حلبیہ، مدارج النبوت وغیرھا ان تمام کتب میں تقریباً ملتی جلتی عبارت ہے کہ

لم یکن له ظل فی شمس ولا قمر لانه نور۔

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا نہ سورج کی روشنی میں نہ چاند کی چاندنی میں کیوں کہ آپ نور تھے۔ (زرقانی جلد ۴ ص ۲۲۵)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ان الله ما اوقع ظلك على الارض لئلا يضع انسان قدمه على ذالك الظل۔ (تفسیر نسفی ج ۳ ص ۱۰۳، مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۶۱)

اللہ نے آپ کا سایہ زمین پر نہ ڈالا تا کہ کوئی انسان اس پر قدم رکھ کے توہین نہ کر سکے (تو بھلا آپ کو بیوی کیوں ایسی ویسی دے گا۔ واقعہ افک کے پس منظر میں بیان فرمایا)۔

امداد السلوک میں رشید احمد گنگوہی نے بھی لکھا "بتواتر ثابت شدہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نداشتند" کہ تواتر سے ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام کا سایہ نہ تھا۔

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

ہر شے کا سایہ ہو سکتا ہے لیکن روشنی کا سایہ نہ ہو گا روشن بلب یا ٹیوب کا سایہ کہاں ہے اور اگر حضور علیہ السلام کا سایہ نہ ہو تو کون سی تعجب کی بات ہے کہ اس کا انکار کیا جائے۔ ایک دعا

میں حضور علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں یوں عرض کیا۔

اللھم اجعل فی قلبی نورا واجعل فی عینی نورا واجعل فی سمعی نورا و فی لسانی نورا واجعل علی یمینی نورا و شمالی نورا و امامی نورا و خلفی نورا و فوقی نورا و تحتی نورا واجعلنی نورا۔

(بخاری شریف ج۲ص۹۳۴ومسلم ج۱ص۲۶)

اے اللہ! میرے دل میں، آنکھوں میں، کانوں میں، زبان میں نور کر دے، میرے دائیں، بائیں، آگے، پیچھے نور کر دے، میرے اوپر، نیچے نور کر دے اور مجھے بھی سراپا نور کر دے۔ (سبحان اللہ)۔

بعض روایات میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

فی لحمی و دمی و شعری و عظامی و لسانی و قبری نورا۔ (سراج منیر ص۵۹)

میرے گوشت، خون، بال، ہڈیاں اور میری زبان اور میری قبر کو نور کر دے۔

تو ایک چیز کے ہر طرف نور ہی نور ہو تو سایہ کہاں ہو گا؟ آپ کوئی بھی جسم والی شے رکھ کر اس کے دائیں بائیں آگے پیچھے اوپر نیچے روشنی ڈالیں تو دیکھ لیں سایہ ہوتا ہے یا نہیں۔

کوئی بد باطن یہ اعتراض نہ کرے کہ حضور علیہ السلام یہ دعا کرتے تھے تو مطلب یہ ہوا کہ آپ پہلے نور نہ تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام تو اھدنا الصراط المستقیم بھی دعا کرتے تو جیسے ہدایت پر ہونے کے باوجود ہدایت کی دعا کی جا سکتی ہے اور اس سے پہلی ہدایت کی نفی لازم نہیں آتی بلکہ استقامت علی الہدایہ کا معنی ہو گا اسی طرح ہمیں ہدایت پر قائم رکھ، اسی طرح پہلے نور ہونے کے باوجود دعا کا معنی بھی پہلے نور ہونے کی نفی نہیں کرتا۔

اسی طرح بعض احادیث (مثلاً مشہور حدیث کہ آپ کا یہ فرمان کہ مجھ پر جنت و دوزخ پیش کی گئی حتی رایت ظلی و ظلکم یہاں تک کہ میں نے اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا) میں ظل اپنے اصل معنی پر محمول نہیں ہے اور قرینہ یہ ہے کہ سایہ اندھیرے میں نہیں ہوتا حالانکہ جہنم کے

بارے میں صاف حدیث ہے کہ دوزخ کی آگ ایک ہزار سال تک جلائی گئی یہاں تک کہ وہ سُرخ ہو گئی پھر ایک ہزار سال تک جلائی گئی یہاں تک کہ وہ آگ سفید ہو گئی پھر ایک ہزار سال تک جلائی گئی یہاں تک کہ وہ سیاہ ہو گئی۔

فھی سوداء مظلمۃ۔ (ترمذی ج۲ص۸۳، مشکوۃ ص۵۰۳)

پس جہنم سیاہ اور اندھیری ہے۔

تو جہاں اتنا اندھیرا ہو وہاں سایہ کہاں سے نظر آئے گا ثابت ہوا کہ ظل کا لفظ اپنے حقیقی معنی پر نہیں ہے۔

سلام اس پر کہ جس کے جسمِ اطہر کا نہ سایہ تھا

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ مکتوبات شریف ص۱۴۷ پہ لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ اس سے لیے نہ تھا کہ

درعالم شہادت سایہ ہر شخص از شخص لطیف تر است چوں لطیف ترے از وے صلی اللہ علیہ وسلم در عالم نباشد اورا سایہ چہ صورت دارد؟

عالم شہادت میں ہر شے کا سایہ اسی شے سے لطیف ہوتا ہے اور جب کائنات میں کوئی شے حضور علیہ السلام سے لطیف ہی نہیں ہے تو سایہ کیوں کر ہو سکتا ہے۔

پیغمبر ماند اشت سایہ ۔ تاشک بدل یقین نیفتد
یعنی ہر کس کہ پیرو اوست ۔ پیدا است کہ یا زمیں نیفتد

اور اس جسم مقدس کی لطافتوں کا یہ عالم ہے کہ نہ آپ کے جسم مقدس پہ مکھی بیٹھتی اور نہ لباس پر، اسی طرح نہ آپ کو جوئیں پڑتیں اور نہ ہی مچھر نے کبھی کاٹا۔

ان الذباب کان لا یقع علی جسدہ و لا ثیابہ۔

(شفا شریف ۲ص۲۸۲)

بے شک آپ کے جسم مبارک اور لباس مبارک پر مکھی نہ بیٹھتی تھی۔

ولا یمص دمہ البعوض وما اذاہ القمل۔

(مواہب لدنیہ ۱ص۳۹۸)

نہ کبھی آپ کو مچھر نے کاٹا اور نہ ہی جوؤں نے آپ کو اذیت دی۔ سبحان اللہ۔

ما ان رایت ولا سمعت بمثله
فی الناس کلهم بمثل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

انہی کی بو مایۂ سمن ہے، انہی کا جلوہ چمن چمن ہے
انہی سے گلشن مہک رہے ہیں، انہی کی رنگت گلاب میں ہے

سرِ انور

حقائق ومعارف ربانیہ کا گنجینہ، علم نبوت وحکمت قرآنی سے لبریز، نور ربی وعلم لدنی سے معمور سرِ انور میں ودیعت کی ہوئی کمال عقل کے بارے ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

قرأت فی احد و سبعین کتابا فوجدت فی جمیعها ان الله تعالیٰ لم یعط جمیع الناس من بدء الدنیا الی انقطائها من العقل فی جنب عقله صلی الله علیه وسلم الا کحبة رمل من بین رمال الدنیا۔ (الشفاء ص ۳۲)

میں نے اکہتر کتابیں پڑھیں اور مجھے سب میں یہی مضمون ملا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو جو عقلیں عطا فرمائی ہیں ان سب کی عقلوں کا مجموعہ حضور علیہ السلام کی عقل مبارکہ کے مقابلہ میں ایسے ہے جیسے تمام دنیا کے ریگستانوں سے ریت کے ذرے کو۔

اس کے بعد حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ "آپ کی عقل کے مطابق ہی آپ کے وہ علوم ہیں جن پر آپ کو اللہ تعالیٰ نے مطلع فرمایا یعنی ما کان وما یکون ابتدائے عالم سے تا قیامت اور بعد قیامت۔ اور آپ کے پورے کمالات کو بیان کرنے سے تمام جہاں کی زبانیں گنگ ہیں"۔ (ص ۴۶)

چنانچہ امام اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سات لاکھ یک سو پیشوں کے ماہر تھے۔ (تفسیر خازن۔ روح البیان۔ اشرف التفاسیر ص ۲۹۰)

خدا نے دیے معجزے ہر نبی کو
ہمارا نبی معجزہ بن کے آیا
ہزاروں ہزاروں کھلے گل چمن میں
بہار آئی جب مصطفیٰ بن کے آیا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کے سامنے حضور علیہ السلام کے سرِ انور کے اس طرح کمالات بیان فرمائے "اس وقت خدا اپنا رسول بھیجے گا جس کے سر کے اوپر سفید بادل چھایا رہے گا (سایہ فگن رہے گا) جس سے وہ خدا کا برگزیدہ جان لیا جائے گا اور خدا اسی کے ذریعے دنیا پر ظاہر ہوگا اور وہ بے دینوں پر بڑی طاقت کے ساتھ آئے گا اور زمین پر بت پرستی کو نیست و نابود کر دے گا۔ اور مجھے مسرت ہے کیوں کہ اسی کے ذریعے ہمارے خدا کی معرفت وتمجید ہوگی۔ اور میرا سچا ہونا معلوم ہوگا"۔ (انجیل برناباس ص ۸۴ باب ۷۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ انور کا یہی اعجاز آپ کی رضاعی بہن حضرت شیما نے بھی بیان فرمایا کہ بچپن میں (جب حضور علیہ السلام ہمارے ہاں ہوتے تھے) میں نے "برکان" کے درمیان بادل کا ایک ٹکڑا دیکھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ انور پر سایہ کیے ہوئے تھا۔ آپ جس طرف جاتے وہ آپ کے ساتھ ساتھ اس طرف ہو لیتا۔ (شواهد النبوة ص ۶۴، قصیدة النعمان ص ۶۹)

اعلیٰ حضرت نے خوب فرمایا۔

جس کے آگے سر سروراں خم رہیں
اس سرِ تاج رفعت پہ لاکھوں سلام

سرِ انور کے بارے میں حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۲ ص ۱۵۵ پہ اوصاف حلیۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ہند بن ابی ہالہ کے حوالہ سے بیان فرمایا

کان رسول الله صلی الله علیه وسلم فخما مفخما یتلألأ وجهه تلالؤ القمر لیلة البدر اطول من المربوع وأقصر من المشذب عظیم الهامة۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات میں عظیم ،نظروں میں معظم ،چہرۂ مبارک ماہ بدر کی طرح روشن، قد مبارک اعتدال کے ساتھ دراز اور سر مبارک اعتدال کے ساتھ بکلاں تھا۔ (نشر الطیب ص ۱۴۳)

پہلی کتابوں میں سے "عزل الغزلات" منسوب بہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے اندر بھی (باوجود تحریف وتغیر وتبدل کے) حضور علیہ السلام کا حلیہ مبارک ،رنگ ،خدوخال کو بیان کیا گیا۔

سر مدور گول نورانی، چمکے نور اندر پیشانی
نہ کوئی ہویا اس دا ثانی، صلی اللہ علیہ وسلم

موئے مُطہر

حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ حضرت ھند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ (موئے مبارک کے متعلق) یوں نقل فرماتے ہیں۔

رجل الشعر ان انفرقت عقیقتہ فرق والا فلا یجاوز شعرہ شحمۃ اذنیہ اذا ہو وفرہ۔ (الشفاج اص ۱۵۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گیسوئے پاک نہ بالکل سیدھے تھے اور نہ بالکل گھنگھریالے بلکہ اس کے درمیانے درجے کے تھے۔ اگر بال مبارک دوطرف ہوتے تو مانگ نکل آتی ورنہ نہیں جب آپ بالوں کو چھوڑ دیتے تو دونوں کانوں کی لو سے بڑھ جاتے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

لیلۃ القدر میں مطلع الفجر حق
مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

یعنی گیسوؤں کی سیاہی دیکھو تو لیلۃ القدر کا اندھیرا اور برکات یاد آتی ہیں اور مانگ مبارک دیکھو تو صبح صادق کا جلوہ واستقامت دکھائی دیتی ہے۔ سبحان اللہ۔

بالوں کی درازی کے متعلق پانچ روایات ملتی ہیں۔ ۱-کانوں تک ۲-کانوں کے

نصف تک ۳-کانوں کی لوتک ۴-شانوں تک ۵-شانوں کے نزدیک تک۔

یہ تمام روایات جید صحابہ کرام سے مروی ہیں یعنی حضرت علی المرتضیٰ، حضرت انس بن مالک، حضرت براء بن عازب اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(جمع الوسائل بشرح الشمائل)

ان میں تطبیق یوں بھی ہو سکتی ہے کہ ان کو مختلف اوقات واحوال پر محمول کیا جائے یعنی جب آپ بال کٹوا دیتے تو کانوں تک رہ جاتے پھر بڑھ کر نصف گوش، نرمۂ گوش اور کبھی شانہ مبارک تک پہنچ جاتے آپ ان بالوں کے دو حصے فرماتے اور سیدھی مانگ نکالا کرتے۔ دائیں طرف سے شروع فرماتے، مانگ نکالتے وقت بالوں سے نورانی چمک نکلتی اور اکثر زیتون کا تیل استعمال فرماتے۔ سفید بال کل سترہ یا بیس تھے۔ (انوار محمدیہ۔ شمائل ترمذی ص ۴۵۔ نشر الطیب ص ۴۳)

اور یوں بھی تطبیق ممکن ہے کہ جب آپ کنگھی فرماتے تو بال مبارک سیدھے ہو کر شانوں پہ آ جاتے (الف بن جاتے) تھوڑی دیر کے بعد نیچے کُنڈل پڑتا (یعنی لام بن جاتے) زیادہ دیر گذرتی تو مزید مڑ جاتے (یعنی میم کی طرح بعض اہل حال نے الم حروف مقطعات سے آپ کی یہ تین کیفیتیں بیان فرمائی ہیں)۔

اک سوہنا مینوں لوڑی دا جیہدے سر تے میم مروڑی دا

کوئی وزیر یا بادشاہ بال کٹاتا ہے تو گندی نالیوں میں بہا دیے جاتے ہیں، غلاظت سے لتھڑ جاتے ہیں کوئی پتہ نہیں رہتا یہ بال شاہ کے ہیں یا گدا کے، مگر آقائے دو عالم علیہ السلام کے بال مبارک وہ ہیں کہ صحابہ بطور تبرک حاصل کر رہے ہیں اور وہ بھی حضور علیہ السلام کے حکم سے اور پھر وصیت کر رہے ہیں کہ مرنے کے بعد ہماری قبر میں رکھے جائیں۔ خالد بن ولید کو ہر جنگ میں فتح سرکار کے بال کے صدقے ہو رہی ہے۔ دھوپ میں لے جائیں تو بادل سایہ فگن ہو جاتا ہے یہ ساری باتیں احادیث وتواریخ میں محفوظ ہیں طوالت کے خوف سے صرف اشارہ کر دیا گیا ہے کیوں کہ (الانسان تکفیہ الاشارۃ) انسان کو اشارہ ہی کافی ہے۔

(دیکھئے صحیح بخاری ومسلم، حجۃ اللہ علی العالمین ص ۶۸۶، مشکوۃ ص ۲۳۲، شفاص ۲۴، اصابہ، شمس التواریخ)

روح البیان میں ہے کہ اگر کسی کی قبر پہ حضور علیہ السلام کا بال مبارک رکھ دیا جائے تو امید ہے کہ اللہ اس کو عذاب نہیں دے گا۔

ایک نام نہاد شیخ القرآن مرا تو کئی ہزار کا عطر اس کے تابوت میں ڈالا گیا لیکن نہ اس کا منہ دکھایا گیا (طبی وجوہات کی بنا پر یا گستاخیٔ رسول کی وجہ سے دیکھنے کے قابل نہ رہا) اور مردار کی سی بدبو بھی آ رہی تھی اس وقت کسی عاشق نے کہا اتنا عطر ڈالنے کے باوجود بھی تجھ سے بدبو آ رہی ہے اور جس کو ساری زندگی اپنے جیسا کہتے رہے ہو وہ تو زلفیں کھول دیتے تو سارا مدینہ خوشبو سے معطر ہو جاتا تھا اور کبھی والضحیٰ نازل ہوتی تو کبھی واللیل اذا سجیٰ نازل ہوتی۔ الغرض ساری کائنات کے کمال ایک طرف اور میرے آقا کی زلف کا بال ایک طرف ۔

زلفاں تیریاں روز قیامت ایسی عظمت پاون
اِک اِک والوں لکھ لکھ عاصی جنت اندر جاون

تفسیر روح البیان ج ۴ ص ۴۶۲ پہ ہے "اشارہ است بر روشنی روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم و کنایہ است از سیاہی موئے وے" والضحیٰ سے آپ کے چہرۂ پاک کی طرف اشارہ ہے اور واللیل سے مراد آپ کی زلف عنبریں ہیں۔ اسی طرح زرقانی ج ۶ ص ۲۱۰ پہ اور تفسیر نیشاپوری ج ۳ ص ۱۰۷ پہ بھی ہے اور امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں و لا استبعاد فیہ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۹۶) کہ والضحیٰ سے چہرۂ انور مراد لینا اور واللیل سے زلف معنبر مراد لینا (جب وہ چہرے پہ پھیل جائیں) اس میں کوئی اعتراض و خدشہ نہیں۔ (تفسیر سراج منیر) ۔

ہے کلامِ الٰہی میں شمس و ضحیٰ تیرے چہرۂ نور فزا کی قسم
قسمِ شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم
(اعلیٰ حضرت بریلوی)

اور اعلیٰ حضرت گولڑوی فرماتے ہیں ۔

مکھ چند بدر شعشانی اے متھے چمکدی لاٹ نورانی اے
کالی زلف تے اکھ مستانی اے مخمور اکھیں ہن مدھ بھریاں

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور علیہ السلام سے سنا جب کہ آپ نے اپنا ایک بال مبارک پکڑا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا۔

من اذی شعرۃ من شعری فالجنۃ علیہ حرام.

جس نے میرے ایک بال کی بھی بے ادبی کی اس پر جنت حرام ہے (پکا دوزخی ہے)۔ (کنز العمال ج ۲ ص ۲۷۶، جامع صغیر ج ۲ ص ۱۴۵)

صحابیٔ رسول حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لان تکون عندی شعرۃ منہ احب الی من الدنیا و ما فیھا.

اگر میرے پاس حضور علیہ السلام کا ایک بال مبارک ہو تو وہ مجھے ساری دنیا اور دنیا کی ساری نعمتوں سے زیادہ محبوب ہے۔ (بخاری شریف ص ۲۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضور علیہ السلام حجامت کروا رہے ہیں اور صحابہ کرام آپ کے گرد حلقہ باندھے ہوئے ہیں (اس انتظار میں کہ)

فما یریدون ان تقع شعرۃ الا فی ید رجل۔

(مسلم شریف ج ۲ ص ۲۵۶)

کوئی بال زمین پر نہ گرے بلکہ کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ پر آئے۔

اِک وال مبارک جے ہتھ آوے دو عالم اسدی قیمت پاوے
تاں وی اوہ سستا وکاوے صلی اللہ علیہ وسلم

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضور علیہ السلام کا موئے مبارک تھا جو بھی بیمار ہوتا تو پانی میں موئے مبارک ڈبو کر پلا دیتیں تو شفا ہو جاتی۔ (بخاری، مشکوٰۃ ص ۳۹۱)

مدارج النبوت و اشرف التفاسیر ص ۱۳۸ میں ہے کہ شاہ ہرقل کو سر درد رہتا تھا کئی علاج کیے شفا نہ ہوئی، خوش قسمتی سے اس کو حضور علیہ السلام کا ایک بال مبارک مل گیا اس نے ٹوپی میں سی کر ٹوپی پہنی تو درد فوراً ختم ہو گئی

یوں زلف جلوہ گر ہے رُخِ پر ضیا کے پاس
واللیل جس طرح ہو لکھی والضحیٰ کے پاس

حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں حضور علیہ السلام کا بال مبارک لے گئے تو اس کی برکت سے تمام رات فرشتوں کی تسبیح و تہلیل سنتے رہے۔ (مدارج النبوۃ)

ے ہو سلسلۂ الفت جسے زلف نبی سے
الجھے نہ کوئی کام نہ پابند بلا ہو

موئے مبارک کا ایک حسین واقعہ

مولوی سید حسن مدرس مدرسہ دیو بند کی کتاب جس پر اکابرین دیو بند میں سے مولوی اعزاز علی اور مفتی محمد شفیع کی تقاریظ ہیں اور اس کتاب کا نام مولوی اشرف علی تھانوی نے خود "ھب النسیم علی نفحات الصلوۃ والتسلیم" رکھا اس کے صفحہ ۳۳ پر ایک بڑا حسین واقعہ لکھا ہے کہ۔

"بلخ کا رہنے والا ایک تاجر بڑا دولت مند تھا اور علاوہ دولت دنیا کے اس کے پاس حضور علیہ السلام کے تین بال مبارک بھی تھے، تاجر فوت ہو گیا، صرف دو ہی اس کے بیٹے تھے، آدھا آدھا مال اور ایک ایک حضور علیہ السلام کا بال تو ان میں تقسیم ہو گیا اب تیسرے بال کا سوال آیا تو بڑے نے کہا اس کے دو ٹکڑے کر دیتے ہیں آدھا تو لے لے اور آدھا میں، چھوٹے نے کہا میں ہرگز سرکار علیہ السلام کے موئے مبارک کے ٹکڑے نہیں ہونے دوں گا۔ بڑے (لالچی) نے کہا اگر تجھے موئے مبارک سے اتنی محبت ہے تو تینوں بال لے لے اور ساری دولت دنیا مجھے دے دے۔ چھوٹے نے خوش ہو کر منظور کر لیا اپنا حصہ بھی دولت دنیا کا اس کو دے دیا اور سرکار علیہ السلام کے تینوں موئے مبارک لے لیے۔ اب وہ روزانہ بالوں کی زیارت بھی کرتا اور کثرت سے درود و سلام بھی پڑھتا، قدرت خداوندی سے بڑے کا مال گھٹنا شروع ہو گیا اور چھوٹے کے مال و عظمت میں دن بدن اضافہ ہونا شروع ہو گیا۔ کچھ دنوں کے بعد چھوٹا بھائی فوت ہو گیا تو حضور علیہ السلام نے اس زمانے کے ایک بزرگ کو خواب میں فرمایا کہ لوگوں سے کہہ دو کہ کوئی بھی حاجت یا مشکل کسی کو ہو تو اس لڑکے کی قبر پہ جا کر دعا کرو مقصد پورا ہو گا چنانچہ اس کے بعد اس لڑکے کے مزار کی بڑی عظمت ہوگئی، لوگ وہاں جانے لگے یہاں تک کہ اتنی عزت و توقیر اس مزار کی ہوئی کہ بڑے بڑے لوگ بھی اس مزار کے ادب کے پیش نظر سوار ہو کر نہیں گذرتے تھے بلکہ بوجہ غایت ادب سواری سے اتر کر پیدل گذرتے تھے۔ (خلاصۃً)

اس واقعہ سے مزارات پہ حاضری، مزارات کی تعظیم، تبرکات سے توسل جیسے بہت سارے مسائل (جن پر مذکورہ اکابرین دیو بند کے ہی ہم عقیدہ لوگ بہت شور مچاتے ہیں اور ان

مسائل کو شرک و بدعت کہنے سے گریز نہیں کرتے) خود بخود ہی حل ہو جاتے ہیں۔

ے ہم سیہ کاروں پہ یا رب تپش محشر میں
سایہ افگن ہوں تیرے پیارے کے پیارے گیسو

چہرۂ اقدس

جیسا کہ اس سے پہلے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والد ماجد شاہ عبد الرحیم علیہ الرحمۃ کے حوالہ سے گذرا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا

جمالی مستور عن اعین الناس غیرۃ من اللہ ولو ظهر لفعل الناس اکثر مما فعلوا حین را و ا یوسف.

(درثمین فی مبشرات النبی الامین ص ۷)

میرا حسن و جمال پردے میں چھپا ہوا ہے اگر ظاہر ہو جائے تو لوگوں کا حال اس حال سے زیادہ ہو جو ان کا یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر ہوا تھا۔ (سبحان اللہ) مگر اللہ تعالیٰ نے غیرت کی وجہ سے میرے حُسن کو چھپا رکھا ہے۔

❁—— اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سرکار نے خود فرمایا

یا ابا بکر والذی بعثنی بالحق لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی.

(مطالع المسرات ص ۱۲۹)

اے ابوبکر! مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے مبعوث فرمایا مجھے میرے رب کے سوا کسی نے (کماحقہٗ) پہچانا ہی نہیں۔ (یا میری حقیقت کو رب کے سوا کسی نے نہیں پہچانا)

ے وہ نبیوں میں نبی ایسے امام الانبیاء ٹھہرے
حسینوں میں حسیں ایسے کہ محبوبِ خدا ٹھہرے

مذکورہ مضمون مطالع المسرات اور درثمین کے علاوہ تھوڑے تغیر کے ساتھ نشر الطیب ص ۱۷۸ قصائد قاسمی ص ۵، انوار محمدیہ ص ۸۷، زرقانی ج ۵ ص ۱۹۸، جمع الوسائل بشرح الشمائل ج ۲ ص ۷ اور مدارج النبوۃ ج ا ص ۱۰۹ پہ بھی موجود ہے۔ جس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ

محمد سرِّ وحدت ہیں رمز ان کی تو کیا جانے
شریعت میں تو بندے ہیں حقیقت میں خدا جانے

❁ —— حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ جب خوشی و مسرت کے آثار چہرۂ انور پہ ظاہر ہوتے تو ایسا لگتا

کانہ قطعة قمر۔ (بخاری۔مسلم۔خصائص کبریٰ ج ا ص ۶۷)

گویا چاند کا ٹکڑا ہے۔

واہ کیا حُسن ہے اے سیّدِ ابرار تمہارا
اللہ بھی ہے مشتاق دیدار تمہارا

❁ —— حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام کا حُسن نرالا تھا۔ بدن کا رنگ نورانی تھا اور جو بھی آپ کا وصف بیان کرتا

شبّهٗ وجهه بالقمر لیلة البدر.

(خصائص کبریٰ ا ص ۶۷، زرقانی علی المواہب ۴ ص ۲۲۵)

چودہویں رات کے چاند سے تشبیہ دیتا۔

چودھویں کا چاند ہے روئے حبیب
اور ہلالِ عید ابروئے حبیب

❁ —— حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں میں نے کسی کو حضور علیہ السلام کے چہرۂ اقدس سے بڑھ کر حسین نہ دیکھا مجھے یوں لگتا ہے کہ

کان الشمس تجری فی وجهه۔ (مشکوٰۃ ص ۵۱۸، ترمذی ص ۲۰۵)

گویا سورج ان کے چہرے پہ چلتا تھا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (جب کسی نے پوچھا کیا حضور علیہ السلام کا چہرہ لمبا تھا؟)۔

لابل مثل القمر والشمس مستدیرا.

(بخاری شریف ا ص ۱۶۷، مسلم شریف ا ص ۱۵۱، ترمذی شریف ۲ ص ۲۰۴)

نہیں نہیں! بلکہ چاند اور سورج کی طرح گول تھا۔

بلبل نے گُل ان کو کہا قمری نے سرو جاں فزا
حیرت نے جھنجلا کر کہا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

❁ —— حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے چودھویں رات کے بدر تمام کی چمک دمک اور مدینہ کے آفتاب نبوت کو سُرخ رنگ کے دھاری دار حُلّۂ مبارک زیب تن کیے ہوئے دیکھ کر موازنہ کیا تو مذکورہ تشبیہات سے وراء فیصلہ فرمایا

فاذا هو احسن عندی من القمر۔ (شمائل ترمذی ص ۲، مشکوٰۃ ص ۵۱۸)

آپکا حُسن چاند سے کہیں زیادہ ہے۔

چہرۂ مصطفیٰ اصل قرآن ہے
عاشقوں کی تلاوت پہ لاکھوں سلام
حُسن ہے بے مثل صورت لا جواب
میں فدا تم پہ آپ ہو اپنا جواب

❁ —— حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

متی یبد فی اللیل البهیم جبینه
یلوح مثل مصباح الدجیٰ المتوقد

جب اندھیری رات میں آپ کی پیشانی ظاہر ہوتی ہے تو روشن چراغ کی طرح چمکتی ہے۔

❁ —— حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

کان وجه رسول الله صلی الله علیه وسلم کدارة القمر.

(انوار محمدیہ ص ۱۲۵، خصائص کبریٰ ج ا ص ۱۷۹)

سرکار کا چہرۂ انور چاند کی طرح منور و گول تھا۔

ہے انہی کے نور سے سب عیاں
ہے انہی کے جلوے میں سب نہاں

بنی صبح تا بش مہر سے
رہے پیش مہر یہ جاں نہیں

❁ —— حضرت ربیع بنت معوذ صحابیہ رضی اللہ عنہا سے حضرت عمار بن یاسر صحابی کے پوتے نے کہا کہ حضور علیہ السلام کا حلیہ مبارک بیان کیجیے تو انہوں نے فرمایا

لو رایته رایت الشمس طالعة۔

(داری ص۳۳، دلائل النبوۃ للبیہقی ص۱۵۴)

اگر تو آپ ﷺ کو دیکھ لیتا تو دیکھتے ہی پکار اُٹھتا کہ گویا سورج طلوع ہو رہا ہے۔

کہاں وہ مرتبہ کہاں وہ عقل نا رسا اپنی
کہاں وہ نور خدا اور کہاں یہ دیدۂ زار

(قصائد قاسمی)

❁ —— ایک ہمدانی عورت کا واقعہ امام قسطلانی شارح بخاری نے فتح الباری شرح بخاری کی ج۶ ص ۳۶۱ پہ بیان فرمایا جس کو حضور علیہ السلام کے ساتھ حج کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اور وہ اپنے وطن کو لوٹی تو ابو اسحاق نے اس عورت سے حضور علیہ السلام کا حُلیہ پوچھا تو وہ بے ساختہ بولی۔

کالقمر لیلة البدر لم ارقبله ولا بعده مثله۔

آپکا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح تھا میں نے آپ جیسا حسین وجمیل نہ آپ سے پہلے کوئی دیکھا نہ بعد۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ص۱۵۳، خصائص کبریٰ ج۱ص۱۷۹)

اک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو
وہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو

❁ —— حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

ان نبیکم صبیح الوجه کریم الحسب حُسن الصوت.

تمہارے نبی نمکین حُسن، اعلیٰ نسب اور اچھی آواز والے ہیں۔ (خصائص کبریٰ)

حُسن کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم
وہ ملیح دل آرا ہمارا نبی

سرکار کا چہرہ اس قدر نورانی تھا کہ اس کی چمک سے دیواریں چمک اُٹھتیں۔

(زرقانی ج۶ ص۲۱۰)

❁ —— علامہ قسطلانی فرماتے ہیں

یضیئی فی الجدرای یشرف نوره علیها اشراقا کاشراق الشمس علیها۔ (مواہب لدنیہ ج۱ ص۲۷۱، مطبوعہ مصر)

سرکار کے چہرۂ اقدس کی روشنی سے دیواریں اس طرح چمکتی تھیں جیسے سورج کی روشنی سے چمکتی ہیں۔

پتھر کریں سلام جنہیں اور شجر کریں
معلوم ان کا مرتبہ کیا ہم بشر کریں

آپ جس اندھیرے مکان میں داخل ہوتے تو وہ مکان روشن ہو جاتا تھا۔ (مطالع المسرات ص۱۰)

❁ —— ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

کنت ادخل الخیط فی الابرة حال الظلمة لبیاض رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ (خصائص کبریٰ ج۱ص۱۵۶)

میں سرکار کے چہرے کی روشنی میں سوئی میں دھاگہ ڈال لیتی تھی۔

چہرے پہ قرباں شمس وقمر، زلفوں پہ تصدق شام وسحر
رخساروں پہ ٹھہرے کس کی نظر تیرے منہ کی جلا کا کیا کہنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں سحری کے وقت کچھ سی رہی تھی کہ سوئی میرے ہاتھوں سے گر گئی اور تلاش کے باوجود نہ مل سکی اتنے میں حضور تشریف لے آئے تو

فتبینت الابرة بشعاع نور وجهه۔ (خصائص کبریٰ ص۱۵۶)

آپ کے چہرۂ انور سے نکلنے والی نور کی شعاعوں سے مجھے سوئی مل گئی۔

سوزنِ گم شدہ ملتی ہے تبسم سے تیرے
شام کو صبح بناتا ہے اجالا تیرا

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ جمع الوسائل بشرح الشمائل میں فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے چہرۂ انور کو چاند یا سورج سے تشبیہ دینا شاعروں اور عربی ادیبوں کا طریقہ اور عام عادت ہے ورنہ

فلا شئی بما دلّ شیئا من اوصافه اذهی اعلیٰ و اجل من کل مخلوق.

حضور علیہ السلام کی کسی بھی صفت سے کوئی شے ہمسری اور برابری نہیں کر سکتی اس لیے کہ آپ ہر شے سے افضل واعلیٰ ہیں

خامۂ قدرت کا حُسن دستکاری واہ واہ
کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ

وہ نورِ مجسم صلِّ علیٰ، جس سمت گذرتے جاتے ہیں
تاریکیاں مٹتی جاتی ہیں، انوار بکھرتے جاتے ہیں

سُرمگیں آنکھیں

بغیر سرمہ لگائے بھی حضور علیہ السلام کی چشمانِ مقدس سرمگیں ہوتیں۔
(شواہد النبوۃ ص ۴۷)

اکھاں وچہ قدرتی سُرمے دی دھاری
دلاں نوں قتل کر دی جیوں کٹاری
(مولوی غلام رسول)

موتیاں اکھیں زینت بھریاں سُرمے قدرت لائیاں جھڑیاں
صدقے جاون حوراں پریاں صلی اللہ علیہ وسلم
(مولوی غلام احمد کولوی)

حضرت عزرائیل علیہ السلام کائنات کی ہر جاندار چیز کو ہر وقت دیکھتے ہیں پھر جس کی

موت کا وقت آجائے فوراً اس کی روح قبض کر لیتے ہیں۔ منکر نکیر کی آنکھیں ساری دنیا کے مُردوں کو ہر وقت دیکھتی ہیں اور ہر میت کے پاس پہنچ کر سوالات کرتے ہیں۔ میکائیل علیہ السلام بحکمِ الٰہی ہر ایک کی روزی کا انتظام کرتے ہیں اور مخلوق اور اس کے رزق کو ہر وقت دیکھتے ہیں مگر سرکار علیہ السلام نے فرمایا انی اری مالا ترون۔ میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم سب نہیں دیکھ سکتے۔
(ترمذی ص ۵۵، مشکوۃ ص ۴۵۷)

اور سرکار علیہ السلام نے فرمایا فواللہ انی لا را کم من بعدی (مشکوۃ ص ۸۲، نسائی ص ۱۳۸) خدا کی قسم میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ یہ کمالات آج تک دنیا کی کسی آنکھ کو حاصل نہیں، تمام فلاسفر اور ماہرین نظر کا اتفاق ہے کہ دیکھنے کے لئے شرط ہے کہ وہ شے آنکھ کے سامنے ہو، اسی لیے صاحب مرقاۃ فرماتے ہیں۔

وهی من الخوارق التی اعطیها صلی الله علیه وسلم.

یہ حضور علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ (حاشیہ مشکوۃ ص ۸۲)
ایک حدیث میں فرمایا

ما یخفی علی رکوعکم ولا خشوعکم انی لا را کم من وراء ظهری. (بخاری شریف ا ص ۱۵۲)

میرے اوپر نہ تمہارا رکوع چھپا ہوا ہے اور نہ تمہاری (دل کی کیفیت) خشوع اور بے شک میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔
اقبال فرماتے ہیں ۔

اے فروغت صبح آثار و دھور چشم تو بینندۂ ما فی الصدور

اس مضمون کی بہت ساری احادیث مندرجہ ذیل کتب میں دیکھی جا سکتی ہیں۔
(مشکوۃ ص ۹۸، خصائص کبری ج ا ص ۶۱، نسائی ۸۲-۱۳۰، تفسیر فتح العزیز ص 218 پارہ عم، دلائل النبوۃ از امام ابو نعیم ص ۳۷۷، زرقانی علی المواہب ج ۴ ص ۸۲، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۰۰، بخاری ا ص ۱۰۸)

اسی طرح ماہرین نظر کا اس بات پہ بھی اتفاق ہے کہ کسی شے کو دیکھنے کے لئے روشنی اور

اجالا ضروری ہے مگر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يرىٰ بالليل فى الظلمة كما يرىٰ فى النهار بالضوء۔ (خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۶۱)

حضور علیہ السلام رات کے اندھیرے میں بھی اسی طرح دیکھتے تھے جیسے دن کے اجالے میں۔

اور یہ اس لیے تھا کہ اللہ نے آپ کو باطن کی اطلاع کا پورا ادراک عطا فرما دیا تھا تو ایسا ہی آپ کی آنکھوں کو بھی ظاہری و باطنی ادراک عطا کر دیا۔ (زرقانی علی المواہب ج ۴ ص ۸۲)

❁—— آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کا جنازہ حبشہ میں دیکھ لیا اور اس پر نماز پڑھی اور مکہ معظمہ میں بیت المقدس کو دیکھ لیا جب کہ قریش نے آپ سے بیت المقدس کا حال پوچھا (واقعہ معراج کے سلسلہ میں) اور جب آپ نے مدینہ منورہ میں اپنی مسجد کی تعمیر شروع کی تو وہیں سے مکہ میں خانہ کعبہ کو دیکھ لیا اور آپ کو ثریا میں گیارہ ستارے نظر آیا کرتے تھے۔ (خصائص کبریٰ ج ۲، شواہد النبوۃ ص ۲۳۷، نشر الطیب ص ۱۶۳)

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؎

فرش تا عرش سب آئینہ ضمائر حاضر
بس قسم کھائیے امّی تیری دانائی کی

شفا شریف ص ۳۳ پہ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا

كان (موسىٰ عليه السلام) يبصر على الصفاء فى الليلة الظلماء مسيرة عشرة فرسخ.

(جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پہ تجلی فرمائی) تو آپ اندھیری رات میں صاف پتھر پر چیونٹی کو دس فرسخ (۳۰ میل) کے فاصلے سے دیکھ لیتے تھے۔

الفرسخ ثلثة اميال۔ (مفتاح اللغات ص ۶۱۷)

فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔

حالانکہ وہ تجلی سوئی کے ناکے کے برابر تھی (صاوی) یا جھینگی کے آدھے پورے کے برابر (روح المعانی، پ ۹) یا علماء عارفین کے نزدیک سوئی کے ناکے کے کروڑویں حصہ کے برابر (جامع الصفات ص ۹۰) اور ادھر بھی دیکھو کہ سرکار نے فرمایا۔

رايت ربى عزوجل فى احسن صورة۔ (مشکوٰۃ ص ۶۹)

میں نے (اپنی آنکھوں سے) اپنے رب کو بہت اچھی صورت میں دیکھا۔

؎ موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتو صفات
تو عینِ ذات می نگری در تبسمی

❁—— ابن عباس، انس بن مالک، احمد بن حنبل، امام نووی، حسن بصری، ابو الحسن اشعری اور بقول قاضی عیاض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کی ایک پوری جماعت نے فرمایا کہ

انه صلى الله عليه وسلم راى الله تعالىٰ ببصره و عينى راسه۔

(الشفاء ج ۱ ص ۱۲۱، طبرانی، خصائص کبریٰ ص ۱۶۱ زرقانی علی المواہب ج ۶ ص ۱۱۸، شفا شریف ص ۱۲۰)

حضور علیہ السلام نے اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ کا دیدار کیا۔

؎ اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

لا تدركه الابصار۔ آیہ قرآنی سے دیدارِ الٰہی کی نفی یا اس کا محال ہونا لازم نہیں آتا ورنہ موسیٰ علیہ السلام کیوں کر مطالبہ کرتے کہ رب ارنى انظر اليك اور جواب میں لن ترانى کی بجائے لن يرانى احد فرمایا جاتا۔ بلکہ فرمایا ان استقر مكانه فسوف ترانى۔ تو دیدار کو استقرار جبل پر معلق کرنا دلیل ہے کہ دیدار الٰہی ممکنات میں سے ہے کہ جو شے امر ممکن پر معلق ہو وہ بھی ممکن ہوتی ہے اور استقرار جبل امر ممکن ہے تو رؤیت باری بھی ممکن ہوئی۔

باقی رہا لا تدركه الابصار تو اس میں ادراک یعنی احاطہ کی نفی ہے نہ کہ رؤیت کی کیوں کہ ادراک کا معنیٰ ہے مدرک کے جوانب وحدود پر محیط ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ جوانب وحدود

سے پاک ہے لہٰذا اس کا ادراک واحاطہ ناممکن ومحال ہے اور رؤیت و دید ممکن ہے کیوں کہ بصر یہ ہے کہ کسی چیز کو جیسی وہ ہے اس طرح دیکھا جائے تو جو جہت والی ہوگی اس کی رؤیت جہت سے ہو گی اور جو بے جہت ہوگی اس کی دید بے جہت ہوگی۔ ادراک ورؤیت میں فرق نہ کرنا گمراہی ہے

فرق مطلوب و طالب میں دیکھے کوئی
قصہ طور و معراج سمجھے کوئی
کوئی بے ہوش جلووں میں گم ہے کوئی
کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

❁ حضرت موسیٰ علیہ السلام تین میل پہ چیونٹی کو دیکھ رہے ہیں اور ہمارے آقا مدینہ میں بیٹھ کر ملک شام میں ہونے والی لڑائی (جنگ موتہ) کا آنکھوں دیکھا حال اپنے صحابہ کو سُنا رہے ہیں (بخاری ج۲ص ۶۱۱) حالانکہ ایک مہینہ سے زائد کی مسافت تھی

سر عرش پر ہے تیری گذر دلِ فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

❁ امام ابو نعیم حضرت یعلی رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ جب حضرت یعلی جنگ موتہ کے حالات سُنانے کے لئے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو سرکار نے فرمایا

ان شئت فاخبرنی و ان شئت فاخبرتک.

(طبقات ابن سعد، کنز العمال، بیہقی، خصائص کبری ج۲ص ۲۵۹)

اگر تم چاہو تو (جنگ موتہ کے) حالات بیان کرو اور اگر چاہو تو مجھ سے سُن لو۔

انہوں نے عرض کیا حضور! آپ ہی بیان فرمادیں **فاخبرهم کله و وصفه** آپ نے تمام حالات بیان فرمادیے تو حضرت یعلی نے اللہ کی قسم اُٹھا کر عرض کیا کہ حضور جو آپ نے بیان فرمایا ہے ایک بال برابر بھی اس سے مختلف نہیں ہے۔

❁ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آئی تو حضور علیہ السلام تھوڑی دیر غمگین

رہنے کے بعد مسکرانے لگے، صحابہ کرام نے مسکرانے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا

احزنتنی قتل اصحابی حتی رایتھم فی الجنة اخوانا علی سرر متقابلین۔ (خصائص کبری ۲ص ۲۶۰)

غمگین ہونا اپنے ساتھیوں کے قتل ہونے کے سبب سے تھا اور مسکرانا اس لیے تھا کہ میں نے ان کو جنت میں ایک دوسرے کے سامنے تختوں پہ بیٹھے دیکھ لیا ہے۔

❁ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

ان اللہ زوی لی الارض حتی رایت مشارقھا و مغاربھا.

بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا پس میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا۔ (مسلم شریف ص ۳۹۰)

ایک روایت میں ہے آپ نے ارشاد فرمایا۔

ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا و الی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیامة کانما انظر الی کفی هذه.

بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے تمام حجابات اُٹھا دیے پس میں دنیا و مافیھا کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو (اور قیامت تک دیکھتا رہوں گا۔ اسی کو حاضر ناظر کہا جاتا ہے)۔ (مواہب ج۲ص ۱۹۲، زرقانی ۷ص ۲۰۴)

اسی طرح آسمان کے بارے میں فرمایا کہ وہ چرچرا رہا ہے اور اس کو حق ہے کہ چرچرائے کیوں کہ

لیس لھا موضع اربع اصابع الا و ملک واضع جبھته ساجدا للہ۔ (خصائص کبری ج۱ص ۱۶۵،۶۶)

اس پر چار انگل جگہ بھی ایسی نہیں ہے کہ جہاں کوئی فرشتہ سجدے میں نہ پڑا ہو۔

حالانکہ زمین سے آسمان کا فاصلہ پانچ سو سال کی مسافت پھر ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو سال کی مسافت اور سرکار کی نگاہ اس سے اوپر جا کر دیکھ رہی ہے اور آسمان کے ایک ایک چپے کو دیکھ رہی ہے جیسے زمین کے ایک ایک ذرے کو بلکہ اور آگے بڑھیں تو آپ کو حضور علیہ السلام کا یہ

ارشاد بھی پڑھنے کو ملے گا آپ نے فرمایا

رایت جعفر یطیر فی الجنة مع الملائكة.

میں نے حضرت جعفر کو جنت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہوئے (اپنی آنکھوں سے) دیکھا۔ (ترمذی ج۲ص۲۱۸)

عالم میں کیا ہے جس کی تجھ کو خبر نہیں
ذرہ ہے کون سا تری جس پر نظر نہیں

اور جیسے آسمانوں کے اوپر جنت کے اندر ہر شے کو دیکھا جا رہا ہے اسی طرح زمین کے اندر بھی ہزاروں سال پہلے انتقال فرما جانے والے موسیٰ علیہ السلام کو حضور علیہ السلام نے معراج کی اندھیری رات تیز رفتار سواری پہ سوار ہو کر قبر کے اندر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے بھی دیکھ لیا۔ (مسلم ص۲۶۸، نسائی ص۲۴۲)

لا ریب ہر غیب کے ہیں وہ عالم
مگر بے خبر، بے خبر جانتے ہیں

✻ اسود نامی ایک یہودی کا چرواہا ادھر مسلمان ہوا ادھر شہید ہو گیا حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں لایا گیا تو آپ نے اپنی چادر سے اس کو ڈھانپ دیا اور اپنا رُخِ انور دوسری طرف کر لیا کچھ صحابہ نے رُخِ انور پھیرنے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا

ان معه الان زوجتيه من الحور العين.

(سنن بیہقی ج۹ص۱۴۳، البدایہ والنہایہ ج۴ص۱۹۰، الاستیعاب ص۵۱ قسم اول، اسد الغابہ ج۱ص۷۶)

اس لیے کہ جنت کی دو موٹی آنکھوں والی حوریں جو اس کی بیویاں تھیں اس کے پاس آگئی تھیں۔

✻ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کرنے کے فوراً بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ غسل و کفن کے بعد بوقت دفن آپ اس کی قبر میں اترے اور کچھ دیر بعد باہر تشریف لائے اور فرمایا ابھی ستر حوران بہشت آئیں اور مجھے عرض گذار ہوئیں کہ یا رسول اللہ! اپنے اس غلام سے ہمارا نکاح فرما دیں۔

فماخرجت حتی زوجته سبعین حورا۔ (خصائص کبری ج۲ص۹۹)

پس میں ستر حوروں کے ساتھ نکاح کر کے باہر آگیا۔

✻ امام سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اس حدیث سے (جہاں آپ کی رفعت بصارت ثابت ہوتی ہے وہاں یہ بھی) واضح ہوا کہ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے جس مسلمان کا جنتی جنتی حوروں سے چاہیں نکاح فرما دیں۔ (خصائص کبری ج۲ص۹۹)

وہی نورِ حق وہی ظلِ رب ہے انہی کا سب ہے انہی سے سب
نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

✻ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا

ان موعدكم الحوض و انی لا نظر اليه و انا فی مقامی هذا۔ (بخاری و مسلم)

تمہاری مجھ سے ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے جس کو میں ابھی یہاں کھڑا دیکھ رہا ہوں۔

✻ امام ابو یعلیٰ نے بسند صحیح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت فرمایا کہ ایک شخص حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں جنتی ہوں یا دوزخی؟ تو آپ نے فرمایا "فی الجنۃ" تو جنتی ہے اس وقت ایک دوسرا شخص کھڑا ہوا اور یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا "فی النار" تو دوزخی ہے۔ (حجۃ اللہ ص۳۶۹)

✻ جب بدر کے قیدیوں سے فدیہ لیا جا رہا تھا تو حضور علیہ السلام نے نوفل بن حارث کو فرمایا تم بھی فدیہ ادا کرو تو اس نے کہا میرے پاس کچھ نہیں ہے جس سے میں فدیہ ادا کروں۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا! تم اپنے فدیہ میں وہ دو نیزے دے دو جو جدّہ میں ہیں تو نوفل نے اسی وقت کلمہ پڑھتے ہوئے عرض کیا۔

والله ما علم احد ان لی بجدة ارماحا غير الله.

(طبقات ابن سعد ج۲ص۴۱ قسم اول، الاستیعاب ص۵۱۲ القسم الرابع)

اللہ کی قسم ان نیزوں کا اللہ کے سوا کسی کو علم نہ تھا۔

یہی وہ نوفل ہیں جنہوں نے جنگ حُنین کی طرف جاتے ہوئے مجاہدین اسلام کو تین ہزار تیر پیش کیے تھے اور حضور نے قبول کرتے ہوئے فرمایا۔

کانی انظر الی ارماحک هذا تقصف ظهور المشرکین.

(سیرت ابن ہشام ص ۳ حاشیہ ص ۱۲ القسم الثانی)

میں ان نیزوں کو مشرکین کی پیٹھوں میں دھنستا ہوا دیکھ رہا ہوں۔

فضل خدا سے غیب و شہادت ہوا انہیں
اس پر شہادت آیت و وحی و اثر کی ہے

حضور علیہ السلام جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پاک تشریف لائے اور قدیم مدینہ میں مسجد قباء کی بنیاد رکھی جب مسجد مکمل ہوئی تو صحابہ کرام نے عرض کیا حضور! ہم تو ہجرت کر کے یہاں آ گئے خدا جانے مکہ میں ہمارے اعزہ و اقرباء کا کیا حال ہو گا؟ حضور علیہ السلام اس وقت محراب کے بائیں جانب بجانب مشرق جلوہ افروز تھے آپ نے اپنی نگاہ کرم دیوار پر ڈالی تو دیوار میں ایک گول سا سوراخ ہو گیا تمام صحابہ نے اس سوراخ سے مکہ میں، (۳۴۰ میل کے فاصلے پر) اپنے رشتہ داروں کو دیکھ لیا۔ اس سوراخ کو "طاق کشف" کہتے ہیں اب سعودی حکومت نے اسے بند کر دیا ہے لیکن بند کرنے کے باوجود دیوار میں سوراخ کا گول نشان اب بھی موجود ہے۔

(رہنمائے سفرِ حجاز ص ۵۷، قرطاس مقبول فی معجزات رسول ص ۱۳۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ حضور علیہ السلام کے ساتھ مسجد میں گیا تو وہاں لوگ ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگ رہے تھے، حضور علیہ السلام نے مجھے فرمایا! جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں کیا تو بھی دیکھ رہا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! فرمایا ان کے ہاتھوں میں نور ہے، میں نے عرض کیا حضور دعا فرمائیں وہ نور مجھے بھی نظر آ جائے۔

فدعا الله فارانيه۔ (خصائص کبریٰ ۲ ص ۸۶)

آپ نے دعا فرما کر وہ نور مجھے بھی دکھا دیا۔

عالمِ عِلم دو عالم ہیں حضور آپ سے کیا عرضِ حاجت کیجیے

ہم بیک وقت چند چیزوں کو نہیں دیکھ سکتے اور ہمارے آقا بروز قیامت اپنے کروڑوں امتیوں کو نہ صرف دیکھ رہے ہوں گے بلکہ پہچان بھی رہے ہوں گے۔ اگر کوئی کہے کہ وہ تو آپ اعضاء وضو کی چمک سے پہچانیں گے تو عرض یہ ہے کہ بے شمار امتی جو نماز فرض ہونے سے پہلے فوت ہو جاتے ہیں یا جو ایمان لانے کے فوراً بعد شہید ہو گئے وضو نماز کا موقع ہی نہ ملا آخر حضور علیہ السلام ان کو بھی کیسا پہچانیں گے؟

جس طرف کو اُٹھ گئیں عالم منور ہو گئے
میں تیری آنکھوں کے صدقے ان میں کتنا نور ہے

آیہ قرآنی **و قالوا لولا انزل علیه ملک** (الانعام) کے تحت تفاسیر میں لکھا ہے کہ فرشتے کو اصلی حالت میں کوئی نہیں دیکھ سکتا، اگر کوئی دیکھے گا تو ہلاک ہو جائے گا اسی لیے حضرت مریم، ابراہیم، لوط علیہم السلام کے پاس فرشتے انسانی شکل میں آتے تھے لیکن حضور علیہ السلام نے فرشتوں کے سردار حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اصلی حالت میں دیکھا اور جب جبریل نے عرض کیا آپ مجھے بھی اپنی اصلی حالت دکھائیں تو سرکار نے فرمایا اے جبریل! تو مجھے نہیں دیکھ سکتا اور مولانا روم فرماتے ہیں۔

احمد ار بکشاید آں پرِ جلیل تا ابد مدہوش ماند جبرئیل

(حضور علیہ السلام نے تو جبریل علیہ السلام کو چھ سو پروں کے ساتھ دیکھ لیا لیکن) حضور علیہ السلام اگر اپنا ایک پردۂ بشریت ہٹا دیتے تو جبریل علیہ السلام تا قیامت بے ہوش ہو جاتے (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری آنکھ وہ ہے جو سورج کو دیکھے تو چندھیا جائے اور حضور علیہ السلام کی آنکھ نے خدا کو بھی دیکھا اور ساری خدائی کو بھی دیکھا۔

یہ شان ہے ان کے غلاموں کی سرکار کا عالم کیا ہو گا؟

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

و عزتی ربی ان السعداء والاشقیاء یعرضون علی و ان

عینی فی اللوح المحفوظ و انا غائص فی بحار علم الله.

(زبدۃ الاسرار، وبہجۃ الاسرار ص ۲۲)

مجھے رب العزت کی قسم! بے شک نیک بخت اور بد بخت مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں اور میری آنکھ لوح محفوظ میں دیکھتی ہے اور میں علم الٰہی کے سمندروں میں غوطہ زن ہوں۔

؎ لوح محفوظ است پیش اولیاء   از چہ محفوظ است محفوظ از خطا

(مولانا روم)

غوث اعظم نے ہی فرمایا

نظرت الی بلاد الله جمعا   کخردلة علی حکم اتصال.

(قصیدہ غوثیہ)

میں نے خدا کے تمام شہروں کو رائی کے دانے کی طرح دیکھ لیا۔

حضرت مجدد پاک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "میں لوح محفوظ میں دیکھتا ہوں" (تفسیر مظہری ج ۵ ص ۲۰۰) مولانا جامی نے خواجہ بہاء الدین نقشبندی کا ایک ارشاد نقل کیا ہے کہ "حضرت عبدالعزیز علیہ الرحمۃ تو فرماتے ہیں کہ زمین اولیاء کے سامنے ایک دستر خوان کی مانند ہے"۔

وما می گویم چوں روئے ناخن است و ہیچ چیز از نظرے ایشاں غائب نیست۔

(نفحات الانس فارسی ص ۲۶۸)

اور میں کہتا ہوں کہ روئے زمیں (اہل اللہ کے سامنے) ناخن کی مثل ہے اور کوئی شے اللہ والوں کی نظر سے غائب نہیں۔

✿—— امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے فقہ اکبر میں، امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے جامع کبیر میں، طبری و ابونعیم نے حضرت حارث سے روایت کیا ہے کہ ایک بار حضور علیہ السلام نے ان (حضرت حارث) کو فرمایا! اے حارث! تم نے کس حال میں دن کیا؟ تو انہوں نے عرض کیا سچا مومن ہو کر پھر آپ نے پوچھا تمہارے ایمان کی

حقیقت کیا ہے تو انہوں نے عرض کیا

کانی انظر الی عرش ربی بارزا و کانی انظر الی اهل الجنة یتزاورون فیها و کانی انظر الی اهل النار یتضاعون فیها.

میں گویا عرش الٰہی کو ظاہر و باہر دیکھ رہا ہوں اور گویا جنتیوں کو ایک دوسرے سے ملتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ اور دوزخیوں کو دوزخ میں شور مچاتے دیکھ رہا ہوں۔

✿—— مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے حضرت زید سے پوچھا کہ صبح کس حال میں کی؟ انہوں نے عرض کیا ایمان کی حالت میں، فرمایا ایمان کیا ہے؟ عرض کیا مخلوق تو آسمان کو دیکھتی ہے اور میں عرشیوں کو عرش سمیت دیکھتا ہوں۔ آٹھ جنتیں اور سات دوزخیں میرے سامنے اس طرح ہیں جیسے بت پرست کے آگے بت۔ میں مخلوق کو ایک ایک کر کے پہچانتا ہوں جس طرح چکی کے کارخانے میں گندم اور جو میں فرق کر لیا جاتا ہے۔ جنتی کون ہے دوزخی کون ہے؟ میرے سامنے سانپ اور مچھلی کی طرح الگ الگ ظاہر ہیں۔ جنتی میری آنکھ کے سامنے خوش اور ایک دوسرے سے بغل گیر ہو رہے ہیں اور میرے کان دوزخیوں کا رونا چلانا سن رہے ہیں

؎ یا رسول اللہ بگویم سرِ حشر   در جہاں پیدا کنم امروز نشر

یا رسول اللہ! قیامت کا راز آج ظاہر کر دوں؟

ہیں بگویم یا فرو بندم نفس   لب گزیدش مصطفیٰ یعنی کہ بس

ہاں فرمایئے حضور کہہ ڈالوں یا چپ رہوں؟ تو حضور علیہ السلام نے جواب میں اپنا لب مبارک دانتوں میں چبایا کہ چل چھوڑ، چپ رہ۔

جب آفتاب نبوت کے ذروں کا یہ حال ہے تو نگاہ نبوت کا عالم کیا ہوگا کیا ان کی نگاہ سے کوئی شے پوشیدہ رہ سکتی ہے

؎ یہ شان ہے ان کے غلاموں کی سرکار کا عالم کیا ہو گا؟

ائمہ اہل بیت اطہار کی مقدس سند سے شفا شریف میں امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں میں نے اپنے ماموں ھند بن ابی ہالہ (جو حضور علیہ السلام کا حلیہ مبارکہ بیان کرنے میں مشہور تھے) جب پوچھا کہ آپ کا حلیہ کیسا تھا تو انہوں نے (آنکھوں کے بارے) فرمایا ادعج جس کی تشریح خود قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے مشکل الفاظ کی تفسیر کے ضمن میں یوں فرمائی ہے۔

والادعج الشدید سواد الحدقة.

و فی الحدیث الاخر اشکل العین و اسجر العین.

و هو الذی فی بیا ضها حمرة.

جس کا مفہوم یہ ہے کہ سرکار کی آنکھیں مبارک (بغیر سرمہ ڈالے بھی) سرگیں تھیں جہاں آنکھ سیاہ ہوتی ہے وہاں سخت سیاہی تھی اور جہاں سفید ہوتی ہے وہاں ایسی سفیدی تھی کہ اس میں سُرخی کی آمیزش تھی اور موٹی آنکھیں تھیں الحدقة۔ آنکھ کی سیاہی۔ اشکل۔ سرخی مائل سفید۔ اسجر العین۔ آنکھ میں سُرخی رکھنے والا۔ (المنجد)

گوش مبارک

دُور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

❁ —— حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا

انی اریٰ مالا ترون واسمع مالا تسمعون.

(ترمذی ص ۵۵، مشکوۃ ص ۴۵۷)

بے شک میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور میں وہ سُنتا ہوں جو تم نہیں سُن سکتے۔

❁ —— ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات تہجد کے وقت حضور علیہ السلام نے میرے حجرے میں دوران وضو اچانک تین مرتبہ

لبیک لبیک نصرت نصرت

"میں تیرے پاس پہنچا اور تو مدد کیا گیا" فرمایا

جب آپ وضو کر کے تشریف لائے تو میں نے عرض کیا حضور آپ نے تین مرتبہ

دوران وضو لبیک اور نصرت فرمایا گویا کہ کسی سے کلام فرمارہے ہیں۔ کیا آپ کے پاس کوئی تھا تو آپ نے فرمایا

ھذا راجز یستصرخنی۔ یہ راجز مجھ سے فریاد کررہا تھا۔

(سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۳۳، اصابہ ج ۴ ص ۲۹۷ الاستیعاب ج ۲ ص ۴۴۶، طبرانی صغیر ص ۲۰۱)

حالانکہ وہ (عمر بن سالم راجز) اس وقت مکہ میں تھا اور قریش کی عہد شکنی پر اس نے حضور علیہ السلام سے فریاد کی۔ بنوخزاعہ جو کہ حضور علیہ السلام کے صلح حدیبیہ کے بعد حلیف بنے اور بنوبکر قریش کے حلیف بنے اور معاہدہ ہوا کہ دس سال تک جنگ نہ کریں گے مگر قریش نے بد عہدی کی اور بنوبکر کے ساتھ مل کر بنوخزاعہ کا قتل عام کیا اس وقت جناب راجز نے مکہ میں ہی حضور علیہ السلام کو مدد کے لئے پکارا بعدازاں حضور نے قریش پر چڑھائی کی اور مکہ فتح ہوگیا اس طرح ظاہری و باطنی امداد کا ظہور ہوا۔

ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیے ہیں

امام زرقانی علیہ الرحمہ اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں

لا بعد فی سماعه صلی الله علیه وسلم من مسیرة ثلاث فقد کان یسمع اطیط السماء.

حضور علیہ السلام نے تین دن کی مسافت سے ایک فریادی (راجز) کی فریاد کوسُن لیا اور ایسا کیوں نہ ہو کہ آپ تو زمین پر رہ کر آسمان کی چرچراہٹ کوسُن لیتے (جس کو اور کوئی نہ سُن سکتا بلکہ عرش کے نیچے چاند کے گرنے کی آواز کو بھی سماعت فرمالیتے جو آج تک کسی نے نہ سُنی)۔ (خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۵۳، شواہد النبوۃ ص ۶۸)

❁ —— حضرت سلیمان علیہ السلام کا تین میل دور چیونٹی کی آواز سن کر مسکرانا قرآن مجید میں ہے (سورۃ النمل) یقیناً یہ بڑا معجزہ ہے مگر ان کانوں کے نثار جو اپنی والدہ کے شکم اطہر میں قلم قدرت کی آواز کوسُن رہے ہیں۔ امام بیہقی علیہ الرحمۃ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا

اسمع و حبيبته حين تسجد تحت العرش.

(خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۱۲۷)

میں چاند کے زیرِ عرش سجدہ کرنے کے دھماکے کی آواز کو سنتا ہوں۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا

والذی نفسی بیدہ لقد کنت اسمع صریر القلم علی اللوح المحفوظ و انا فی بهمة الاحشاء.

(مجموعۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۹۷، نزہۃ المجالس ص ۹۱)

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے البتہ بے شک میں لوح محفوظ پر چلتی قلم کی آواز اپنی ماں کے شکمِ اطہر میں سنتا تھا۔

؎ سُتے بیٹھے سنن آسمانی راز   قلم دالوح تے بھی سُندے سی آواز

حضرت سلیمان علیہ السلام چیونٹی کی آواز کو تین میل دور سے سنیں تو ماننا فرض ہے کہ قرآن میں ہے اور اگر حضور علیہ السلام مکہ کے فریادی کی آواز مدینہ میں سُن لیں تو کیوں انکار ہے کیا اس سے زیادہ عجیب آسمان کی چرچراہٹ سُننا، چاند کا زیرِ عرش سجدہ کرنے کی آواز سُننا اور لوحِ محفوظ پہ چلتے قلم کی آواز سُننا نہیں ہے۔

المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۴۰ پہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا! کیا تو سنتا ہے جو میں سُنتا ہوں؟ عرض کیا نہیں یارسول اللہ! فرمایا

الاتسمع اهل القبور يعذبون.

کیا سُنتا نہیں قبروں والوں (یہودیوں) کو عذاب ہو رہا ہے (اور وہ چیخ رہے ہیں اور میں سن رہا ہوں)۔

✽ —— حضرت ابن عباس و ابن عمر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور علیہ السلام نے اچانک آسمان کی طرف سر اُٹھا کر فرمایا وعلیکم السلام و رحمة الله.

لوگوں نے عرض کیا! حضور! آپ نے کس کو سلام کا جواب دیا ہے تو آپ نے فرمایا

مربی جعفر ابن ابی طالب فی ملاء من الملائكة فسلم

علي۔ (المستدرک ج ۳ ص ۲۱۰، خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۲۶۱)

جعفر بن ابی طالب فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ (پرواز کرتے ہوئے میرے اوپر سے) گذرے انہوں نے مجھے سلام کیا (اور میں نے ان کو جواب دیا)۔

دور و نزدیک کے سُننے والے وہ کان

امام قسطلانی شارح بخاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں مجھے ایک ایسی بیماری لگ گئی کہ معالج علاج کر کر کے تھک گئے اور انہوں نے بیماری کو لاعلاج قرار دے کر معذرت کر لی

فاستغثت به صلى الله عليه وسلم ليلة الثامن والعشرين من جمادى الاولى سنة ثلاث و تسعين و ثمان مائة بمكة زادها الله شرفا. فبينما انا نائم اذ جاء رجل معه قرطاس يكتب فيه دواء داء احمد بن القسطلاني من الحضرة الشريفة بعد الاذن الشريف ثم استيقظت فلم اجد بي والله شيئا مما كنت اجده و حصل الشفاء ببركة النبي صلى الله عليه وسلم۔ (مواہب لدنیہ ص ۳۹۲ جلد ۲)

پس میں نے جمادی الاولیٰ ۸۹۳ھ کو مکہ میں حضور علیہ السلام کو مدد کے لئے پکارا (تو آپ نے تین سو میل دور سے میری مدد فرمائی) میں سو رہا تھا ایک شخص کاغذ کا ٹکڑا لے کر آیا جس پر لکھا ہوا تھا یہ احمد بن قسطلانی کے مرض کی دوا ہے (حضور علیہ السلام کی) بارگاہ سے اجازت کے بعد، پھر میں جاگا تو اللہ کی قسم حضور علیہ السلام کی برکت سے بیماری ختم ہو چکی تھی۔

(البدایہ ج ۳ ص ۲۱۳، المغازی ج ۱ ص ۹۶، اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۹۰)

✽ —— جب حضور علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بہت رنجیدہ ہوئیں اور حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا کہ کاش! قاسم کو اللہ تعالیٰ اتنے دن زندہ رکھتا کہ ایام رضاعت تو پورے کر لیتا یہ سُن کر حضور علیہ السلام نے فرمایا! ہمارے بیٹے کی مدت رضاعت جنت میں پوری ہوگی،

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پھر وہی الفاظ دہرائے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا

ان شئت دعوت اللہ یسمعک صوته قالت بل صدق اللہ و رسوله۔ (خصائص کبریٰ ج۲ ص۸۸)

اگر تم چاہو تو میں دعا کروں اور تم قاسم کی آواز کو جنت سے (زمین پر) سُن لو۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا نہیں! اللہ و رسول نے سچ فرمایا ہے۔

؎ فریاد امتی جو کرے حالِ زار میں
ممکن نہیں کہ خیرِ بشر کو خبر نہ ہو

حضور علیہ السلام درود شریف سنتے ہیں

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص بھی مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے (میں اس کو سنتا ہوں)۔ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ حضور! وفات کے بعد بھی؟ فرمایا۔ "و بعد وفاتی" ہاں ہاں! وفات کے بعد بھی کیونکہ

؎ دافع یعنی حافظ و حامی، دفعِ بلا فرماتے یہ ہیں
فیض جلیل خلیل سے پوچھو آگ میں باغ کھلاتے یہ ہیں

✲ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور علیہ السلام کی معیت میں مقام براز پہ گیا تو آپ نے ایک خط کھینچ کر مجھے فرمایا یہاں بیٹھ جاؤ میں وہاں صبح تک بیٹھا رہا۔ حضور علیہ السلام تشریف لائے تو میں نے عرض کیا۔ حضور! یہ آوازیں کیسی تھیں۔ تو آپ نے فرمایا

هذه اصواتهم حين و دّعوني وسلّموا علي.

یہ جنوں کی آوازیں تھیں جب وہ مجھے سلام کہہ رہے تھے اور الوداع کہہ رہے تھے۔ (خصائص کبریٰ ج۲ ص۱۳۹)

؎ بندہ مٹ جائے نہ آقا پہ وہ بندہ کیا ہے
بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ آقا کیا ہے

✲ غزوہ تبوک کو جاتے ہوئے جب حضور علیہ السلام کی اونٹنی گم ہو گئی تو ایک منافق

(زید بن قیقاعی) نے کہا "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا گمان ہے کہ وہ نبی ہیں اور آسمانوں کی خبریں ان کے پاس آتی ہیں۔ حالانکہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ اونٹنی کہاں ہے؟" حضور علیہ السلام نے حضرت عمارہ صحابی کو فرمایا ایک منافق نے میرے بارے یہ بات کی ہے

والله ما اعلم الا اعلمني الله و قد حبستها شجرة بزمامها فانطلقوا حتى تاتوني بها.

(سیرت ابن ہشام قسم ثانی ص۵۲۳، اسد الغابہ ج۲ ص۲۳۸، ج۱ ص۳۲۶، المغازی ج۲ ص۴۲۳)

خدا کی قسم میں تو اللہ کے بتانے سے جانتا ہوں اور اس نے مجھے بتادیا ہے کہ اونٹنی کی رسی فلاں درخت سے الجھ گئی ہے جاؤ اسے لے آؤ (چنانچہ صحابہ کرام گئے اور اسی گھاٹی سے جہاں حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا اونٹنی کو لے آئے جس کی رسی درخت سے الجھی ہوئی تھی)۔

✲ قباث بن الشیم الکنانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں میدان بدر میں مشرکین کی طرف سے آیا تھا اور میری نظروں میں مسلمانوں کی قلت اور کفار کی کثرت پھر رہی تھی مگر جب کافروں کو شکست ہو گئی تو میں بھی ان کے ساتھ بھاگنے والوں میں سے تھا اور اپنے آپ سے کہہ رہا تھا

ما رايت مثل هذا الامر فرمنه الانساء.

آج کی طرح کا منظر پہلے کبھی نہیں دیکھا کہ عورتوں کے سوا سب بھاگ گئے۔

کچھ عرصہ مکہ میں رہنے کے بعد میں نے سوچا کہ مدینے جا کر دیکھو تو سہی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا کہتے ہیں۔ چنانچہ میں مدینے آیا تو حضور علیہ السلام اپنے صحابہ کرام کے ساتھ مسجد کے زیر سایہ تشریف فرما تھے مگر میں آپ کو پہچان نہ سکا میں نے سلام کیا تو آپ نے ہی جواب میں فرمایا "اے قباث! تم نے ہی بدر میں (بھاگتے ہوئے اپنے آپ کو) کہا تھا ناں" کہ آج تو عورتوں کے سوا سب بھاگ گئے" میں نے اسی وقت کلمہ پڑھ لیا اور عرض کیا کہ میں نے تو اپنے جی میں کہا تھا کسی کے سامنے نہ کہا تھا اگر آپ رسول نہ ہوتے تو آپ کو کبھی اس کی خبر نہ ہوتی، ہاتھ آگے کریں میں آپ کی بیعت کروں چنانچہ۔

گر کر قدموں میں قرباں ہوگیا   پڑھ کر کلمہ مسلماں ہوگیا

حدیث شریف میں ہے۔

ان اللہ تعالیٰ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء.

(جلاء الافہام لابن قیم ص ۷۳)

اللہ نے زمین پر نبیوں کے جسم کو کھانا حرام فرمادیا ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن جزولی علیہ الرحمۃ دلائل الخیرات شریف کے خطبہ میں فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا گیا۔ یارسول اللہ! آپ کے نزدیک رہنے والے، دور رہنے والے اور بعد میں آنے والوں کے درود کا کیا حال ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا

اسمع صلوۃ اھل محبتی و اعرفھم۔ (دلائل الخیرات ص ۳۳)

میں محبت والوں کا درود خود سنتا ہوں (چاہے وہ کہیں سے پڑھیں) اور ان کو پہچانتا بھی ہوں۔

ہم یہاں سے پڑھیں وہ مدینے سنیں
مصطفیٰ کی سماعت پہ لاکھوں سلام

ایک مرتبہ حضرت شبلی ابوبکر بن مجاہد علیہ الرحمۃ کے پاس آئے تو انہوں نے کھڑے ہو کر حضرت شبلی کی تعظیم بھی کی اور معانقہ بھی کیا اور پیشانی پر بوسہ بھی دیا تو محمد بن عمر جن کی کنیت بھی ابوبکر ہے کہتے ہیں میں نے پوچھا کہ شبلی کی اس قدر تعظیم کا سبب کیا ہے حالانکہ بغداد والے تو اسے دیوانہ سمجھتے ہیں؟

تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے شبلی کے ساتھ ایسا ہی کیا ہے جیسا کہ میں نے حضور علیہ السلام کو اس کے ساتھ کرتے ہوئے دیکھا ہے اور وہ یہ کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ شبلی حضور علیہ السلام کی مجلس میں آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے کھڑے ہوگئے اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ تو میں نے عرض کیا۔ حضور! آپ شبلی کے ساتھ ایسا کیوں فرما رہے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ

ھذا یقرأ بعد صلوتہ لقد جاء کم رسول من انفسکم الی

اخرھا و یقول ثلث مرات صلی اللہ علیک یا محمد.

شبلی ہر نماز کے بعد سورۂ توبہ کی آخری دو آیات پڑھنے کے ساتھ ساتھ تین مرتبہ یہ درود شریف پڑھتا ہے "صلی اللہ علیک یا محمد"

محمد بن عمر کہتے ہیں میں نے شبلی سے پوچھا کہ آپ ہر نماز کے بعد یہ وظیفہ کرتے ہیں تو انہوں نے کہا "ہاں! کرتا ہوں"۔ (جلاء الافہام لابن قیم ص ۲۹۷، القول البدیع ص ۱۷۳)

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ، بخاری شریف ج ۲ ص ۹۶۳ کی مشہور حدیث "یتقرب الیّ عبدی" کی شرح میں فرماتے ہیں۔

اور اسی طرح جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہمیشگی کرتا ہے تو وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق حدیث قدسی میں اللہ فرماتا ہے کنت لہ سمعا و بصرا۔ اور جب اللہ کے جلال کا نور اس کی سمع (کان) بن جاتا ہے تو وہ بندہ۔

سمع القریب والبعید و اذ صار ذلک النور یداله قدر علی التصرف فی الصعب والسھل والقریب والبعید.

دور و نزدیک کی آوازوں کو سننے لگتا ہے اور جب یہی نور اس کی بصر (آنکھ) بن جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی چیزوں کو دیکھنے لگتا ہے اور جب یہی نور اس بندے کا ید (ہاتھ) بن جاتا ہے تو وہ مشکل و آسانی میں، دور اور قریب تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۶۸۸ مصری)

جب ولی اللہ کی یہ شان ہے تو نبی اللہ اور امام الانبیاء کی قوت سماعت و بصارت کا عالم کیا ہوگا۔

سنتے ہیں دیکھتے ہیں سمیع و بصیر ہیں
منکر کو ہے وعید عذاب شدید کا

اس دور میں حیرت انگیز ایجادات نے تو یہ مسئلہ بالکل حل کر دیا ہے کہ ریڈیو، ٹی وی، بجلی، ٹیلی فون کے ذریعے ہزاروں میلوں سے آواز پہنچا رہے ہیں اور کسی کو کوئی تکلیف نہیں ہو رہی تو یہ مادی قوتیں اگر یہ سارے کام کرسکتی ہیں تو ایمانی و روحانی قوت (جو مادی قوت سے بہت آگے ہے) یہ کام کیوں نہیں ہوسکتے۔ فرق یہ ہے کہ مادی قوت کے لئے تار، سیٹ وغیرہ ضروری ہیں جب

کہ روحانی قوت والا بغیر کسی تار وسیٹ کے ممبر رسول سے آواز دے دیتا ہے "یا ساریۃ الجبل" اور آواز ہزاروں میل دور سُنا بھی لیتا ہے اور سُن بھی لیتا ہے۔ وہاں کنکشن کسی تار سے نہیں مدینہ والی سرکار سے ہوتا ہے۔ پھر مائی کا ڈوبا ہوا بیڑا ابھی تیرایا جاسکتا ہے اور لاہور میں رہ کر کعبہ بھی دکھایا جاسکتا ہے۔ چور کو قطب بھی بنایا جاسکتا ہے۔ اور پتھروں کو کلمہ بھی پڑھایا جاسکتا ہے، پھر مردہ زندہ بھی ہوسکتا ہے اور ابلیس شرمندہ بھی ہوسکتا ہے پھر چاند ٹوٹ بھی جاتا ہے اور ڈوبا سورج لوٹ بھی آتا ہے۔ حضور علیہ السلام کی شان ساعت تو وراء الوراء ہے ذرا آپ کے درباریوں کی شان ساعت تو دیکھو، آپ نے خود ارشاد فرمایا

ان للہ ملکا اعطاہ اسماع الخلائق کلھا و ھو قائم علی قبری اذا مت الیٰ یوم القیامۃ فلیس احد من امتی یصلی علی صلوۃ الاسماہ باسمہ و اسم ابیہ و قال یا محمد صلی علیک فلان کذا و کذا۔

(بخاری فی التاریخ، جلاء الافہام لابن قیم ص ۶۲، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۸۰، نسائی ج ۱ ص ۲۰۹ حاشیہ ۱۵، القول البدیع ص ۱۱۲، سعادۃ الدارین ص ۵۸)

بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کو اللہ نے تمام مخلوق کی قوت ساعت عطا فرمائی ہے وہ میرے روضۂ اقدس پر میری وفات سے لے کر قیامت تک کھڑا رہے گا، اور جو بھی میرا امتی مجھ پہ درود پڑھے گا وہ اس کا درود بمعہ اس کے نام اور اس کے باپ کے نام کے میری بارگاہ میں پیش کرے گا۔ کہ یا رسول اللہ! آپ کے فلاں امتی نے جو فلاں کا بیٹا ہے آپ کی خدمت میں ان الفاظ میں درود شریف بھیجا ہے۔ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم)

اسی لیے شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا ذکر کرتے رہو آپ پر درود شریف بھیجتے رہو اور اس عقیدے سے کہ حضور علیہ السلام بحالت حیات تمہارے سامنے ہیں اور تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہے ہو (اور آپ علیہ السلام تو تمہیں دیکھ ہی رہے ہیں)، ادب واحترام کے ساتھ، کیوں کہ آپ تمہارے کلام کو سنتے ہیں بوجہ اس کے کہ وے صلی اللہ علیہ وسلم متصف است بہ صفات الٰہیہ و یکے از صفات الٰہی آنست کہ

انا جلیس من ذکرنی۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۲۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفات الٰہیہ کے ساتھ متصف ہیں اور خدا کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ میں اپنے ذاکر کا ہم نشیں ہوتا ہوں۔

ہماری حالت یہ ہے کہ دو آوازیں اکٹھی سن بھی لیں تو سمجھ نہیں سکتے کہ کون کیا بول رہا ہے اور سرکار علیہ السلام کی شان یہ ہے کہ کروڑوں امتیوں کے درود وسلام بیک وقت سنتے بھی ہیں، سمجھتے بھی ہیں اور جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔ ہم نے دور کی آواز سنی ہو تو ٹیلی فون کے ذریعے سنتے ہیں اور پھر لائن کٹ جائے تو نہیں سُن سکتے انہوں نے سُنتا ہو تو نہ لائن کٹتی ہے نہ لائن خراب ہوتی ہے کیوں کہ ہماری لائنیں تاروں کی محتاج ہیں اور ساری کائنات نبی پاک ﷺ کی محتاج ہے اور آپ سب کے محتاج الیہ ہیں۔

جملہ عالم است محتاج الیہ   زیں سبب فرمود رب صلوا علیہ

مجھے ایک کہنے لگا کہ دُرود کے متعلق کیا پروگرام ہے؟ میں نے کہا تو اپنا پروگرام بتا میں تو بچپن سے پڑھ رہا ہوں اور ان شاء اللہ مرنے کے بعد قبر میں اور پھر میدان حشر میں بھی پڑھیں گے کہ وہاں تو سرکار کا جلوہ سامنے ہوگا اور جب ان کا نام آئے تو درود پڑھنا فرض ہو جاتا ہے تو جب وہ خود آئیں گے تو پھر زیادہ فرض ہوگا۔

میں وہ سُنّی ہوں جمیل قادری مرنے کے بعد
میرا لاشہ بھی کہے گا الصلوٰۃ والسلام

کہنے لگا درود وسلام یارسول اللہ والا نہیں پڑھنا چاہیے اللھم صل کی اجازت ہے میں نے کہا تیری اجازت کو کون مانتا ہے؟ جب انتقال شدہ نبیوں کو نماز میں اور نماز کے باہر یموسیٰ یا عیسیٰ کہنے کی اجازت ہے تو یارسول اللہ کہنے پر کس نے پابندی لگائی ہے؟

شراب احمد مختار میں کچھ ایسی عشق و مستی ہے
کہ جاں دے کر بھی اک دو گھونٹ مل جائے تو سستی ہے

مُردے بھی سنتے ہیں

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم جب زلزلے سے تباہ ہوگئی تو قرآن فرماتا ہے

فتولی عنهم و قال یقوم لقد ابلغتکم رسالة ربی و نصحت لکم۔ (الاعراف۸/۷۹)

آپ نے ان سے اعراض کرتے ہوئے (انہی مُردوں کو مخاطب کر کے) فرمایا
اے میری قوم! بے شک میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچایا اور تمہیں نصیحت کی۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو بھی جب زلزلے سے تباہ کیا گیا تو انہوں نے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے (مردوں کو) فرمایا

لقد ابلغتکم رسلٰت ربی و نصحت لکم۔ (الاعراف۹۱تا۹۳)

اے میری قوم! میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا چکا اور تمہیں نصیحت کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اللہ کے حکم سے پرندوں کو ذبح کیا اور ان کے ٹکڑے پہاڑوں پہ رکھے تو اللہ نے فرمایا

ثم ادعهن یاتینک سعیا۔ (البقرہ۲۶۰)

ان کو پکارو تمہارے پاس دوڑتے آئیں گے (ظاہر ہے پہلے انہوں نے آواز سُنی پھر دوڑتے آئے)۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردے زندہ فرماتے تھے قرآن مجید میں ہے

و احی الموتی باذن اللہ۔ (ال عمران۴۹)

میں مردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کرتا ہوں۔

آپ مردے کو زندہ کرتے تو کچھ تو کہتے تھے تفاسیر میں ہے کہ آپ فرماتے **قم باذن اللہ** اللہ کے حکم سے زندہ ہو جا۔ مردہ آپ کا حکم سُنتا اور زندہ ہو جاتا۔ (مردہ پہلے سنتا تو تب ہی زندہ ہوتا)۔

چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

امام بخاری نے اس موضوع پر ایک مستقل باب باندھا ہے

المیت یسمع خفق النعال۔ مُردہ جوتوں کی آواز سنتا ہے۔

اور پھر حدیث درج فرمائی ہے۔ جس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا ہے کہ

حضور علیہ السلام نے فرمایا

العبد اذا وضع فی قبرہ و تولی و ذهب اصحابه حتی انه لیسمع قرع نعالهم الخ

جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس پلٹنے لگتے ہیں تو وہ مردہ ان کے جوتوں کی آہٹ کو سنتا ہے۔ (پھر پوری حدیث میں سننے سنانے کا ذکر ہی ہے یعنی فرشتوں کے سوالات اور مردے کے جوابات)۔

تو کیا جب فرشتہ کہتا ہے **من ربک، ما دینک، ما کنت تقول فی هذا الرجل** تو مردہ بغیر سُنے ہی کہتا جاتا ہے **ربی اللہ، دینی الاسلام، اشهد انه عبداللہ و رسوله۔**

اسی طرح صحیح بخاری کتاب الجنائز میں ہے کہ قلیب بدر میں جب حضور علیہ السلام نے مشرکین کی لاشوں کو مخاطب کر کے فرمایا **هل و جدتم ما وعد ربکم حقا۔** تم سے جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تم نے پالیا؟ تو عرض کیا گیا حضور! **اتدعو امواتا یا رسول اللہ** آپ مردوں کو پکار رہے ہیں (کیا یہ سنتے ہیں؟) آپ نے فرمایا **ما انتم باسمع منهم ولکن لا یجیبون۔** تم ان سے زیادہ نہیں سنتے مگر یہ جواب نہیں دے سکتے۔

اسی طرح قبر پر جا کر حضور علیہ السلام نے سلام کہنے کا حکم دیا کہ یوں کہو

السلام علیکم یا اهل القبور...... (ترمذی ابواب الجنائز)

اگر نہیں سنتے تو سلام کرنے کا کیا مطلب؟

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں

الخطاب و النداء لموجود یسمع و یخاطب و یعقل۔

مردے اپنے پاس موجود کے سلام و کلام کو سنتے سمجھتے اور مخاطب ہوتے ہیں۔

فان السلام علی من لا یسمع و لا یشعر و لا یعلم بالمسلم محال۔ (کتاب الروح لابن قیم)

جو سلام نہ سُن سکے نہ سمجھ سکے نہ جان سکے اس مسلمان کو سلام کہنا محال ہے۔

ادھوری آیت پڑھ کر انک لا تسمع الموتی۔ ترجمہ کردینا مردے نہیں سنتے کیا مذکورہ تمام آیات واحادیث کو جھٹلانے کے مترادف نہیں؟ یہ کون سی توحید ہے؟ اور کون سی دین کی خدمت ہے؟ جب کہ اسی آیت کے آخر میں ہے اذا ولوا مدبرین (النمل ۸۰) جب وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں۔ معترض سے پوچھو کہ کبھی کوئی ایسا مردہ دیکھا ہے جو سُنتا تو نہیں مگر پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا ہے؟ کیا ایسے مردے بھی قبرستان میں دفن کیے جاتے ہیں ہمیں بھی بتاؤ تا کہ ہم بھی ان کے لئے جا کر فاتحہ پڑھ لیں

اسی طرح دوسری آیت میں ہے

ان تسمع الامن یؤمن بایتنا فھم مسلمون۔ (النمل ۸۱)

آپ تو انہی کو سُناتے ہیں جو ہماری آیتوں پہ ایمان رکھتے ہیں اور مسلمان ہیں۔

دیانت داری کا تقاضا تو یہ ہے کہ دونوں آیات کو ملا کر صحیح عقیدہ اخذ کیا جائے یا تو یوں کہا جائے کہ ہاں ایمان والے مرنے کے بعد بھی سُنتے ہیں اور یا جو مفسرین نے معنیٰ کیا ہے اسی کو تسلیم کرلیا جائے کہ یہاں سننے سے مراد ماننا ہے۔ موتٰی سے مراد کفار ہیں۔ اور القبور ان کے سینے ہیں اور اس میں سننے کی نہیں سُنانے کی نفی ہے اللہ سنائے تو پتھر بھی سن لیتے ہیں اور مردے بھی، اور نہ سُنائے تو زندہ بھی نہیں سُن سکتے کیوں کہ وہ چلتے پھرتے بھی اموات غیر احیاء ہیں اور اہل ایمان کٹ بھی جائیں دفن بھی ہو جائیں تو پھر بھی بل احیاء ولکن لا تشعرون ۔ یا پھر سننے سے مراد قبول ہدایت ہے کہ کافر سنتے نہیں کیا مطلب ہدایت قبول نہیں کرتے، مانتے نہیں جیسے کوئی شخص آپ کی بات نہ مانتا ہو تو آپ کہیں گے وہ میری بات نہیں سنتا یعنی نہیں مانتا۔

اگر ذہن میں خیال آئے کہ اگر کفار بھی سنتے ہیں اور اہل ایمان بھی تو فرق کیا ہو؟ تو گذارش یہ ہے کہ وہ مجرم جو عمر قید کی سزا کاٹ رہا ہے اور جیل کی روٹیاں کھا رہا ہے وہ بھی تو زندہ ہے اور بادشاہ بھی زندہ ہے تو کیا ان میں کوئی فرق نہیں وہ زندگی موت سے بھی بدتر ہے اور یہ زندگی قابل رشک ہے۔ اسی طرح کافر سُنتا ہے تو عذاب کی خبریں سُن سُن کر ہر لحمہ مرتا رہتا ہے اور اللہ کا نیک بندہ جنت کی خوشخبریاں سُنتا ہے اور فرشتوں کا سلام سُنتا ہے۔

اذا ولوا مدبرین سے آگے سورۂ نمل میں بھی یہی الفاظ ہیں جو ماقبل آیت کی مراد

متعین کر رہے ہیں کہ موتی سے مراد وہ مردہ ہیں جن کے دل مر چکے ہیں اور الصُّم سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دل کے کان حق بات سننے سے بہرے ہو چکے ہیں (اگرچہ حقیقتاً وہ سنتے ہی ہوں) اور العمی سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کی آنکھیں نورِ حق دیکھنے سے اندھی ہو چکی ہیں (اگرچہ حقیقتاً وہ دیکھتے ہی ہوں) اور سماع فقط سننا ہی نہیں بلکہ وہ سننا جو سود مند اور نفع بخش ہو اگر سماع موتیٰ کے موضوع کو تفصیلاً پڑھنا چاہو تو اردو خوان تفسیر ضیاء القرآن جلد سوم سورۂ الروم آیت نمبر ۵۲ کی تفسیر پڑھ لیں اور عربی جاننے والے علامہ ابن قیم کی کتاب الروح کا مطالعہ فرمائیں۔ اور ضد باز اور جھگڑالو واقعہ معراج میں غور فرمائیں کہ کس طرح حضور علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور پھر کس طرح انبیاء کرام سے ملاقاتیں کیں بیت المقدس میں اور آسمانوں پہ اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بار بار کہنے پر کس طرح نمازوں میں کمی ہوئی ان شاء اللہ تعالیٰ اللہ پاک ہدایت سے ہمکنار فرمائے گا۔ یہاں پہ موضوع کی مناسبت سے پیر کرم شاہ الازہری علیہ الرحمۃ کی تحریر کا ایک ایمان افروز اور باطل سوز اقتباس تفسیر ضیاء القرآن ہی کے چھبیسویں پارے سے (بلفظہٖ) نقل کرتے ہیں۔

کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

خارجیوں (جدید اور قدیم) کے علاوہ تمام امت اس بات پر متفق ہے کہ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں جب کوئی غلام صلوٰۃ وسلام عرض کرتا ہے تو حضورؐ اس کو سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں جس کو خواص اپنے کانوں سے سُنتے ہیں اور لذت جواب سے سرشار ہوتے ہیں۔ مصر کے مشہور ولیٔ کامل حضرت سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ جب روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے تو بصد ادب و نیاز عرض کی الصلوٰۃ والسلام علیک یا جدّی۔ اے میرے نانا پاک! آپ پر صلوٰۃ وسلام ہو۔ روضۂ اقدس سے جواب آیا۔ وعلیک السلام یا ولدی ۔ اے میرے بچے! تجھ پر بھی سلام۔ یہ سُن کر آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اور فی البدیہہ یہ رُباعی عرض کی:

فی حالة البعد روحی کنت ارسلھا
تقبل الارض عنی و ھی نائبتی

جب میرا جسدِ خاکی یہاں سے دُور تھا۔ تو میں آستانہ بوسی کے لیے اپنی رُوح کو

بھیجا کرتا تھا۔

و هـذه دولة الاشبـاح قد حضرت
فـامدد يـمينك كي تحظي بها شفتي

اب تو میں خود بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوں۔ دستِ پاک نکالیے تا کہ میں بوسہ دے کر دل کی حسرت پوری کرسکوں۔

دستِ مبارک باہر آیا جس کو آپ نے بوسہ دیا۔ ہزار ہا آدمیوں نے اس کو دیکھا۔

اس واقعہ کو دیگر علماء کے علاوہ علامہ سیوطی نے شرح الصدور میں اور مولانا تھانوی نے اپنے رسائل میں بیان کیا ہے۔ (جب کہ تبلیغی نصاب کے اندر بھی یہ واقعہ موجود ہے)۔

حضرت شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کو فالج کا مرض لاحق ہوا۔ نصف جسم بے کار ہوگیا۔ آپ نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں فریاد کی۔ اسی رات زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضور علیہ السلام نے دستِ مبارک ان کے بدن پر پھیرا۔ یہ فوراً شفایاب ہو گئے۔ مولانا اشرف علی تھانوی نشر الطیب مطبوعہ دیو بند ص ۲۳۲ پر اس واقعہ کو لکھنے کے بعد تحریر کرتے ہیں، اسے آپ بھی پڑھیے:

"اور یہ اپنے گھر سے نکلے تھے کہ ایک درویش سے ملاقات ہوئی اور اس نے درخواست کی کہ مجھ کو وہ قصیدہ سُنا دیجیے جو آپ نے مدحِ نبوی میں کہا ہے۔ انہوں نے پوچھا کون سا قصیدہ؟ اس نے کہا جس کے اول میں ہے امن تذکر جیران بذی سلم۔ ان کو تعجب ہوا۔ کیوں کہ انہوں نے کسی کو اطلاع نہیں دی تھی۔ اس درویش نے کہا واللہ! میں نے اس کو اس وقت سُنا ہے جب یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پڑھا جارہا تھا اور آپ خوش ہو رہے تھے"۔

یہ قصیدہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے پسند فرمایا۔ اس کا ایک شعر آپ بھی سُن لیں۔ ان شرک سازوں کے فتووں کی حقیقت کھل جائے گی۔

يـا اكـرم الـخـلـق مـالـي من الـوذبـه
سـواک عـنـد حـلـول الـحادث العـمـم

اے ساری مخلوق سے زیادہ سخی! مصائب و آلام کے وقت حضور کے بغیر میں کس کے دامن میں پناہ لوں۔ ہمارے عہد کے نابغۂ روزگار شاعر عبدالعزیز خالد کے یہ اشعار بھی سُن لیجیے:

تُو خورشیدِ سحر، تو بدرِ کامل، ہر ادا تیری
نگاریں، مُشک آگیں، عنبر افشاں یا رسُول اللہ
تیری رحمت کے دروازے کھُلے ہیں ہر نَہ دمہ پر
ہے تُو واحدانیس مُستمنداں یا رسُول اللہ
عزیزِ خاطرِ آشفتہ حالاں کون دنیا میں
ترے دیوانے پکڑیں کس کا داماں یا رسُول اللہ

آخر میں شاہ اسماعیل دہلوی کی یہ عبارت بھی پیشِ نظر رکھیے۔ وہ اپنے پیر سید احمد بریلوی کے متعلق لکھتے ہیں کہ حضرت غوث الاعظم اور حضرت بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہما نے ان کو بیک وقت قادری اور نقشبندی سلسلہ کا فیض بخشا، چشتی سلسلہ سے حصولِ فیض و نسبت کے متعلق دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

"روزے حضرت ایشاں بسوئے مرقدِ منور حضرت خواجہ خواجگاں خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ العزیز تشریف فرما شدند و بر مرقدِ مبارک ایشاں مراقب نشستند دریں اثنا بروحِ پُرفتوح ایشاں ملاقات محقق شد و آنجناب بر حضرت ایشاں توجہ بس قوی فرمودند کہ بسبب آں توجہ ابتدائی حصول نسبت چشتیا محقق شد"۔ (صراط مستقیم۔ ص ۱۶۶ مطبع فخر المطابع لکھنو)

یعنی ایک دن سید احمد صاحب حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر تشریف لے گئے اور وہاں مراقبہ میں بیٹھے۔ اسی اثنا میں حضرت کی رُوحِ پُرفتوح سے ملاقات نصیب ہوئی۔ خواجۂ خواجگاں نے آپ پر بڑی زوردار توجہ فرمائی۔ اس توجہ کی برکت سے نسبتِ چشتیہ کے حصول کی ابتدا ہوئی۔

اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

اچانک نبی سرور دا ہر کوئی ویکھ تعریفاں کردا
عالم سارا ہو گیا بردا صلی اللہ علیہ وسلم
(جام کوثر)

حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے حضرت ہند بن ہالہ کی روایت میں حضور علیہ السلام کی بینی مبارک کے بارے میں یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں

ازھر اللون واسع الجبین ازج الحواجب سوابغ من غیر قرن بینھما عرق یدرّہ الغضب اقنی العرنین لہ نور یعلوہ و یحسبہ من لم یتاملہ اشمّ۔ (الشفاء ص ۱۵۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ گورا، پیشانی فراخ ابرو باریک اور لمبے، دونوں ابرو باہم پیوستہ نہیں تھے۔ ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصے کے وقت کھڑی ہو جاتی، آپ کی ناک مبارک اونچی اور باریک تھی اور اس میں ایک نور تھا، اگر کوئی آدمی آپ کو اچانک دیکھتا تو آپ کی ناک کے درمیانی حصے کو کسی قدر اونچا محسوس کرتا۔

الغرض بینی مبارک دراز اور نہایت خوبصورت تھی اور جیسے اللہ تعالیٰ نے قوت سمع و بصر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو درجۂ کمال عطا فرما دیا تھا اسی طرح قوت شامہ میں بھی کوئی آپ کا مقابلہ نہ کر سکتا۔ کئی میلوں کی مسافت سے آپ خوشبو سونگھ لیتے چنانچہ تفسیر روح البیان کے حوالے سے حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر قرآن اشرف التفاسیر المعروف تفسیر نعیمی میں لکھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے مدینہ شریف میں بیٹھے اپنے صحابہ کرام کے سامنے ایک دن ارشاد فرمایا۔

انی لا جد ریح الرحمن من قبل الیمن۔ (تفسیر نعیمی ج ۷ ص ۱۳۸)

مجھے یمن کی طرف سے رحمٰن کی خوشبو آ رہی ہے۔

کہاں یمن اور کہاں مدینہ مگر خوشبوئے محبت سونگھی جا رہی ہے۔ اور اس محبت کا اظہار آپ سرکار نے کئی مرتبہ صحابہ کرام کے سامنے بھی فرمایا ابن سعد و حاکم نے حضرت سعد سے

روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کے پاس ایک پیالے میں کھانا لایا گیا آپ نے اس سے کچھ تناول فرمایا اور کچھ پیالے میں بچ گیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اس طرف سے ایک شخص آئے گا جو اہل جنت میں سے ہے، وہ اس کھانے کو تناول کرے گا تو تھوڑی دیر بعد حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے اس سے تناول کیا۔ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۹۱)

نیچی نظروں کی شرم و حیا پر درود
اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

لبہائے مبارکہ

پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں
اُن لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

حضور پُرنُور، شافع یوم النشور، نورٌ علیٰ نور، حبیب رب غفور صلی اللہ علیہ وسلم کے لبہائے مبارکہ نہایت ہی خوبصورت اور سُرخی مائل تھے۔ یہی وہ مبارک ہونٹ تھے کبھی ہلتے تو قرآن نکلتا کبھی حرکت کرتے تو نبی کا فرمان نکلتا۔

قول حق قرآن ہے قول پیمبر ہے حدیث
اہل دل کے واسطے تعظیم ہے دونوں کی ایک

جو منکرین حدیث ہیں انہیں پہلے قرآن کا منکر ہونا چاہیے کیوں کہ حدیث کے ذریعے ہی قرآن کا پتہ چلا ہے ہم نے قرآن بھی انہی ہونٹوں سے نکلتے دیکھا ہے اور حدیث بھی۔ کسی نے ان مبارک لبوں کو پنجابی شعر میں خوب بیان کیا ہے۔

خوب لباں دی سوہنی لالی وقت تبسم چمک نرالی
درجہ شان مراتب عالی صلی اللہ علیہ وسلم

یہی لب مبارک عرش معلیٰ پر جا کر بھی امت کی بخشش کے لئے متحرک رہے اور پیدائش سے لے کر قبر میں تشریف لے جانے تک امت کی بخشش کے لئے حرکت کرتے رہے۔

جن کے لب پر رہا امتی امتی
یاد ان کی نہ بھولو نیازی کبھی

وہ کہیں اُمتی تُو بھی کہہ یا نبی
میں ہوں حاضر تیری چاکری کے لئے

مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو آپ کو مسجد میں نہ پا کر بے تاب ہو گئے اور شوق دیدار میں نکلے، دریافت کیا تو کسی نے پہاڑ کی طرف اشارہ کیا، وہاں گئے تو چرواہا بکریاں چرا رہا تھا اس سے پوچھا کہ میرے آقا کو کہیں دیکھا ہے؟ اس نے کہا میں تیرے آقا کو تو نہیں جانتا اتنا جانتا ہوں کہ اس غار میں کوئی اس قدر درد و سوز سے گریہ وزاری کر رہا ہے کہ میری بکریوں نے ہی نہیں تمام چرند و پرند نے کھانا پینا چھوڑا ہوا ہے۔ ابو ہریرہ نے کہا، کچھ جانتا ہے الفاظ کیا بولتا ہے تو چرواہے نے کہا۔

می کند با گریہ ہر ساعتی نالۂ یا امتی یا امتی
ہر گھڑی یا امتی یا امتی کی پکار کر رہا ہے۔

جس کو امت کا غم ہی ستاتا رہا
اشک غاروں میں تھا جو بہاتا رہا
جو مقدر ہمارے جگاتا رہا
اس کی ہر خُو و خصلت پہ لاکھوں سلام

امت کی بخشش کی خاطر سرکار نے بوقت پیدائش بھی دعا کی
رب ھب لی امتی۔ (احیاء القلوب ص ۲۲) یا اللہ میری امت کو بخش دے۔

تمہارے ہی لیے تھا اے گنہ گار و سیہ کارو
وہ شب بھر جاگنا اور رات بھر رونا محمد کا

حضرت مولانا حسن رضا خاں علیہ الرحمۃ قیامت کے دن امت کی بخشش کے سلسلہ میں حضور علیہ السلام کی شفاعت کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

کہیں گے اور نبی اذھبوا الی غیری
میرے حضور کے لب پر انا لھا ہو گا

عزیز بچہ کو ماں جس طرح تلاش کرے
خدا گواہ ہے یہی حال آپ کا ہو گا
دعا امت بد کار ورد لب ہو گی
خدا کے سامنے سجدے میں سر جھکا ہو گا
غُلام ان کی عنایت سے چین میں ہوں گے
عدو حضور کا آفت میں مبتلا ہو گا

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام کو قبر میں اتارا گیا تو میں نے آخری دیدار کی غرض سے چہرہ مبارکہ کی زیارت کی، میں نے دیکھا کہ لبھائے مبارکہ حرکت کر رہے ہیں۔ میں نے کان لگایا تو دعا فرما رہے تھے۔

اللھم اغفر لامتی اے اللہ! میری امت کو بخش دے۔

یہ واقعہ میں نے تمام صحابہ کو سُنایا۔

فتعجبوا لشفقته علی امته.

(کنز العمال، مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۴۲، حجۃ اللہ علی العالمین)

تو امت پر آپ کی ایسی شفقت دیکھ کر سب حیران رہ گئے۔

اس قدر ہم ان کو بھولے ہائے ہائے
ہر گھڑی جن کو ہماری یاد ہے

عرش معلٰی پہ جا کر بھی امت کے لئے دعا کرتے ہیں اسی لیے اللہ نے وما صاحبکم فرمایا کہ تمہارا ساتھی، میں نے اپنے لیے بلایا مگر وہاں بھی تمہاری بات ہی کرتا رہا۔

تہہ عرش سجدے میں سر کو جھکایا
بکھر کر کے زلفوں نے یہ رنگ لایا
یہ کہہ کر خدا نے نبی کو اُٹھایا
پیارے تیرے گیسو کیا مانگتے ہیں

یہ سُن کر کہا مصطفیٰ نے الٰہی
یہ کہتی میرے گیسوؤں کی سیاہی
سیاہ بخت امت کی کر دے رہائی
الٰہی یہ گیسو دعا مانگتے ہیں
خدا نے کہا تو نہ گھبرا محمد
میرے سامنے عرش پر آ محمد
تو چاہے جسے بخشوا یا محمد
کہ پیارے تیری ہم رضا مانگتے ہیں
(صلی اللہ علیہ وسلم)

دندانِ مبارک

جن کے گچھے سے لچھے جھڑیں نور کے
ان ستاروں کی نزہت پہ لاکھوں سلام
جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام مسکراتے تو دندان مبارک سے ایسا نور نکلتا کہ دیواریں روشن ہو جاتیں۔ (ترمذی)

سیدنا علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

کان اذا تکلم رأی کالنور یخرج من ثنایاہ.

جب آپ گفتگو فرماتے تو آپ کے سامنے والے دانتوں سے نور نکلتا دکھائی دیتا۔ (نشر الطیب ص ۱۵۶ مواہب لدنیہ ج ا ص ۲۷۰)

دند سفید چمبے دیاں کلیاں پا لو پالی واہ واہ رلیاں
خلقتاں تک تک ہویاں جھلیاں صلی اللہ علیہ وسلم

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب سرکار مسکراتے تو دندان مبارک بجلی اور

برف کے اولوں کی طرح چمکتے۔ (الشفاء ج ا ص ۳۹)

مندرجہ ذیل کتب میں بھی دندان مبارک سے نور نکلنے کے حوالہ جات موجود ہیں۔
(خصائص کبریٰ ص ۱۵۶، جواہر البحار ص ۳۵۰، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۹، انوار محمدیہ ص ۱۳۲، سنن دارمی ج ا ص ۳۳ شمائل ترمذی ص ۳)

قدرے وتھ دنداں وچہ آہی وقت تبسم فضل الٰہی
دنداں تھیں نکلے روشنائی صلی اللہ علیہ وسلم
وتھ دنداں وچہ سوہنی آہی جد اوہ حضرت سخن الائی
عکس دنداں چمکار وکھائی صلی اللہ علیہ وسلم
موتیاں دنداں دا چمکارا ملکاں .کیتا جدوں نظارہ
سجدے ڈگا عالم سارا صلی اللہ علیہ وسلم

باوجود اس قدر دندان مبارک کی چمک دمک کے حضور علیہ السلام مسواک کثرت کے ساتھ فرماتے پتہ چلا کہ صرف دانت صاف کرنے کے لئے ہی مسواک نہیں کی جاتی بلکہ مسواک کرنا اللہ کی رضا و خوشنودی کا باعث بھی ہے۔ ارشاد نبوی ہے دو رکعتیں جو مسواک کر کے پڑھی جائیں بے مسواک پڑھی جانے والی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر مجھے اپنی امت کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو ہر نماز کیلئے مسواک کرنا لازم قرار دے دیتا (مشکوۃ ص ۳۶)
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام دن یا رات کو جب بھی سو کر اُٹھتے تو ضرور مسواک فرماتے۔ (مشکوۃ ص ۳۷)

حضور علیہ السلام کو کبھی جماہی نہیں آئی۔ (خصائص کبری ج ا ص ۱۶۵، جواہر البحار ص ۹۶۷)

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں

ما ضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاتبسما.

حضور علیہ السلام کا ہنسنا صرف تبسم ہوتا۔ (ترمذی کتاب المناقب)

یعنی عموماً آپ مسکرانے پر ہی اکتفا فرماتے مگر بہت سارے ایسے واقعات بھی ہیں کہ آپ اس قدر ہنستے کہ داڑھیں مبارک بھی ظاہر ہو جاتیں، ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے۔ حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس شخص کو اچھی طرح جانتا ہوں جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا۔ جو گھسٹا ہوا آئے گا اس کو کہا جائے گا جنت میں چلا جا وہ جا کر پھر واپس آجائے گا اور عرض کرے گا یا اللہ! جنت میں تو لوگوں نے قبضہ کر رکھا ہے اب کوئی جگہ ہے ہی نہیں جہاں میں رہوں۔ اللہ فرمائے گا۔ جس دنیا میں تو رہتا تھا تجھے یاد ہے؟ یا اللہ ہاں! فرمایا کچھ تمنا کر لے وہ اپنی تمنا کرے گا! اللہ فرمائے گا تیری تمنا بھی پوری کر دی اور تمام دنیا سے دس گنا زیادہ بھی تجھے دیا۔ وہ کہے گا۔

اتسخربی و انت الملک قال فلقد رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضحک حتی بدت نواجذہ۔

(جمع الوسائل ج۲ ص۱۹)

یا اللہ! تو بادشاہ ہو کر مجھ سے تمسخر کرتا ہے؟ ابن مسعود فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضور علیہ السلام (یہ فرما کر) اتنا ہنسے کہ داڑھیں مبارک ظاہر ہو گئیں۔

قرطاس مقبول فی معجزات رسول ص ۳۳، احیاء القلوب ص ۱۰۹ پہ ہے کہ غزوۂ احد میں جب حضور علیہ السلام کا دانت مبارک شہید ہوا تو حضرت جبریل و میکائیل علیہما السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یہ دانت مبارک ہمیں عطا فرما دیں، تا کہ اس کی برکت سے غضب الٰہی سے محفوظ رہیں، تو آپ نے فرمایا کہ یہ شکستہ دانت میری امت کے شکستہ دلوں کے لئے موجب بخشش ہے۔

روز محشر جب اللہ فرمائے گا کہ آپ کی امت نے میری نافرمانی کی ہے، تب میں عرض کروں گا یا اللہ! تیرے بندوں نے میرا دانت شہید کیا ہے میں نے تو انہیں معاف کر دیا تھا تُو تو رحیم و کریم ہے تو بھی میری امت کو معاف کر دے۔

سلام اس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں
سلام اس پر بُروں کو جس نے فرمایا کہ میرے ہیں

دہن مُبارک

؎ وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

سرکارِ مدینہ سرور قلب وسینہ علیہ السلام کا دہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ تھا، آپ گفتگو فرماتے تو دہن مبارک کھول کر یعنی ہر بات کو مکمل وضاحت سے بیان فرماتے۔ اہل عرب کشادہ دہن کو اچھا سمجھتے اور تنگیٔ دہن کو ناپسند کرتے یا عیب سمجھا جاتا۔ ہونٹ مبارک خوبصورت، باچھیں نہایت لطیف، دندان مبارک چمکیلے اور روشن تھے۔ (انوار محمدیہ ص۲۶۲)

اس دہن مبارک سے کبھی کوئی لفظ اپنی خواہش سے نہ نکلتا بلکہ اللہ کی وحی اور حکم کے مطابق **وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی۔** (النجم:۵)

اور وہ تو کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے بلکہ وحی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔

صحابہ کرام نے عرض کیا حضور آپ کبھی ہم سے خوش طبعی بھی تو فرماتے ہیں فرمایا

انی لا اقول الا حقا۔ (درمنثور ج۶ ص۱۲۲)

(اس وقت بھی) میں حق ہی کہتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ میں سرکار کی بارگاہ میں حاضر رہتا اور جو حضور فرماتے میں لکھ لیا کرتا ایک بار قریش نے مجھے کہا ہر بات نہ لکھا کرو بتقاضائے بشریت کبھی غصہ میں کوئی ایسی ویسی بات بھی تو نکل سکتی ہے۔ پس میں نے لکھنا موقوف کر دیا اور یہ بات حضور علیہ السلام کے لکھنا موقوف کرنے کی وجہ پوچھنے پر آپ کی بارگاہ میں عرض کر دی تو سرکار نے فرمایا۔

اکتب فوالذی نفسی بیدہ ما یخرج منہ الاحق۔

(ابوداؤد ج۲ ص۱۵۷ کتاب العلم)

لکھا کرو خدا کی قسم اس (منہ) سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔

؎ سپارے صفحے سورتاں بن دے جاون
زباں پاک تھیں جو جو بولے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

لعابِ دہن شریف

جس کے پانی سے شاداب جان و جنان
اس دہن کی طراوت پہ لاکھوں سلام
جس سے کھاری کنویں شیرۂ جاں بنے
اس زلال حلاوت پہ لاکھوں سلام

حضرت عمیرہ بنت مسعود الضاریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری پانچ بہنیں حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں آپ اس وقت قدید (بڑا گوشت خشک کیا ہوا) کھا رہے تھے، آپ نے گوشت کا ایک ٹکڑا چبا کر ان کو دیا۔

وما وجد لا فواهھن خلوف.

(خصائص کبری ج ۱ص ۶۲، زرقانی علی المواہب ج ۴ص ۹۷)

(تو آپ کے لعاب دہن کی برکت سے) مرتے دم تک ان کے منہ سے خوشبو آتی رہی۔

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پانی کا ایک ڈول لایا گیا آپ نے اس سے پیا پھر کُلی کر کے کُلی کا پانی ایک کنوئیں میں ڈال دیا

ففاح منه مثل رائحة المسک.

(ابن ماجہ از ابونعیم، خصائص کبری ص ج ۱ ۶۱، زرقانی ج ۴ص ۹۶)

تو اس کنوئیں سے کستوری کی خوشبوئیں آنے لگیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں ایک کنواں تھا آپ علیہ السلام نے اس میں لعاب دہن شریف ڈالا تو مدینے کے تمام کنوؤں سے اس کا پانی زیادہ میٹھا ہوگیا۔

حضرت عتبہ بن فرقد (فاتح موصل) کی بیوی ام عاصم فرماتی ہیں کہ ہم عتبہ کی چار بیویاں تھیں اور ایک دوسری سے بڑھ کر خوشبو لگاتیں مگر پھر بھی عتبہ کے جسم سے ہم سے زیادہ اچھی خوشبو آتی اگر وہ کہیں لوگوں میں جا بیٹھتے تو لوگ حیران ہو جاتے کہ یہ خوشبو تو کہیں سے ملتی ہی نہیں جو عتبہ کے جسم سے آتی ہے۔ ایک دن عتبہ نے اس راز کو کھولا

اور فرمایا کہ حضور علیہ السلام کے دور میں میرے بدن پر پھنسیاں نکل آئیں۔ میں نے حاضر ہو کر اس بیماری کی شکایت کی آپ نے مجھے فرمایا کہ کپڑے اتار کر ستر ڈھانپ کر میرے آگے بیٹھ جا، میں نے ایسا ہی کیا

فنفث فی یده ثم وضع علی ظهری و بطنی فبصق بی ذلک الطیب من یومئذ۔ (خصائص کبری ج ۲ص ۸۴)

آپ نے دم فرما کر میری پشت پر اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا اور لعاب دہن شریف لگایا (میری بیماری بھی دور ہوگئی اور اسی دن سے) جسم میں یہ خوشبو پیدا ہوگئی۔

جدھر نوں نبی دی نگاہ کیتی جاوے
اُدھر رحمتاں دی گھٹا کیتی جاوے

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مشرف با اسلام ہوئے (زبان چونکہ عربی نہ تھی) سرکار نے ان کو منہ کھولنے کا حکم دیا اور اپنا لعاب دہن مبارک ان کے منہ میں ڈالا تو فوراً آپ عربی میں گفتگو کرنے لگے

وہ رحمۃ للعالمین اور تو سراپا بغض و کیں
پھر کس طرح آئے یقیں تو بھی بشر وہ بھی بشر

حضرت ابوالہیثم بن التیہان کے گھر حضور علیہ السلام بمعہ ابوبکر، عمر، علی رضی اللہ عنہم تشریف لے گئے ......ان کے گھر میں کھجور کا درخت تھا جس پر کبھی پھل نہ آیا تھا آپ نے کُلی کر کے پانی درخت پر پھینکا اسی وقت کھجوروں کے خوشے درخت پر لٹکنے لگے آپ نے فرمایا یہ جنت کی کھجوریں ہیں، جو تمہیں قیامت کے دن ملیں گی۔

(شواہد النبوۃ ص ۱۹۵)

محمد باعث تخلیق افلاک — محمد موردِ ارشادِ لو لاک
کوئی ان سا ہوا ہے اور نہ ہوگا — نظیر و مثل سے سرکار ہیں پاک
مگر گستاخ کی جرأت تو دیکھو — انہیں مثل اپنی کہتا ہے یہ بیباک
یہ جرأت دیکھ کر حق حق یہ بولا — چہ نسبت خاک را با عالم پاک

❁—— حضرت حارث بن سراقہ رضی اللہ عنہ بدر میں شہید ہو گئے، ان کی والدہ کو خبر پہنچی تو صدمہ سے چُور چُور ہو گئیں، حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، اگر تو میرا بیٹا جنت میں ہے تو نہیں روؤں گی اور اگر دوزخ میں ہے تو بخدا چلا کر روؤں گی، حضور علیہ السلام نے فرمایا تیرا بیٹا صرف جنت میں نہیں بلکہ جنۃ الفردوس میں ہے، وہ بولی کہ اب میں نہ روؤں گی پھر آپ نے پانی کا پیالہ منگوا کر اس میں ہاتھ دھوئے اور کُلی فرما کر حارث کی بہن اور والدہ کو پلا دیا اور فرمایا تھوڑا سا پانی اپنے گریبان پر چھڑک لو، راوی بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد پورے مدینے میں ان سے زیادہ خوش وخرم عورتیں نہ دیکھیں گئیں۔ (شمس التواریخ۔ مقاصد الاسلام)۔

آب دھن وچہ برکت بھاری   مٹھا ہوندا چشمہ کھاری
جاندی رھوے تمام بیماری   صلی اللہ علیہ وسلم

❁—— حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مدینہ میں ایک بے حیا اور بدزبان عورت تھی ایک بار حضور علیہ السلام ثرید کھا رہے تھے کہ آ گئی اور آپ سے کہنے لگی مجھے بھی دیں، آپ نے دیا تو بولی نہیں اپنے منہ سے نکال کر دیں چونکہ آپ سائل کو نہ نہ فرماتے تھے آپ نے اس کو منہ سے نکال کر تھوڑا سا دیا راوی فرماتے ہیں

فلما استقر فی جوفها القی علیها من الحیاء مالم تکن بالمدینة اشد حیاء منها.

(شفا ج ۱ ص ۲۱۴، زرقانی علی المواہب ج ۴ ص ۹۷، خصائص ج ۱ ص ۶۲)

جب وہ لقمہ اس کے پیٹ میں گیا تو اللہ نے اس پر ایسی حیا طاری کر دی کہ وہ حیا میں تمام عورتوں سے بڑھ گئی۔

کرم سب پر ہے کوئی ہو کہیں ہو
تم ایسے رحمۃ للعالمین ہو

❁—— بشر بن عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے والد جنگ احد میں شہید ہو گئے، میں روتا ہوا حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا! روتا کیوں ہے کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ میں تیرا باپ اور عائشہ تیری ماں ہو جائے، پھر آپ نے اپنا دست شفقت

میرے سر پر پھیرا تو جن بالوں پہ آپ کا ہاتھ لگا وہ تمام عمر سیاہ رہے، اور میری زبان میں بھی لکنت تھی

فتفل فیها فانحلت.

آپ نے لعاب دھن شریف لگایا تو لکنت فوراً ختم ہو گئی۔

ڈوبی ناؤ تراتے یہ ہیں   روتی آنکھ ہنساتے یہ ہیں

❁—— حضرت حبیب کے والد حضرت فدیک یا فریک کا پاؤں سانپ کے انڈوں پر آ گیا جس کی وجہ سے ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور نظر ختم ہو گئی۔

فنفث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عینیه فابصر فرایته یدخل الخیط فی الابرة و هو ابن ثمانین.

(بیہقی، طبرانی، شفا ص ۲۱۳، زرقانی علی المواہب ج ۵ ص ۱۸۸، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۶۹)

حضور علیہ السلام نے ان کی آنکھوں میں لعاب دھن ڈالا تو نظر ایسی بحال ہوئی کہ اسی سال کی عمر کے اندر بھی سوئی میں دھاگہ ڈال لیتے تھے۔

❁—— ایک صحابی ملاعب الاسنہ فرماتے ہیں میرے پیٹ میں سخت درد رہتا تھا ایک دن میں نے ایک آدمی کو حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں بغرض شفا بھیجا تو حضور علیہ السلام نے ایک مٹی کا ڈھیلا لے کر اس پر تھوکا اور فرمایا اس کو پانی میں گھول کر پلا دینا۔

ففعل فبرء۔ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۷) جب پلایا گیا تو درد جاتا رہا۔

ہوتی ہے شفا دم میں دم آتا ہے بے دم میں
محبوب خدا کا ہے کیا خوب شفا خانہ

❁—— حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ بچے تھے ان کے ہاتھ پر پکتی ہوئی ہنڈیا گر گئی، ان کا ہاتھ جل گیا

فمسح علیه و دعاله و تفل فیه فبرأ لحینه.

حضور علیہ السلام نے ہاتھ پھیرا دعا کی اور لعاب دھن لگایا تو اسی وقت ہاتھ ٹھیک ہو گیا۔ (زرقانی ج ۵ ص ۱۹۲، شفا ص ۲۱۴، خصائص ج ۲ ص ۶۹)

— حضرت حارث بن اوس رضی اللہ عنہ کو ایک جنگ میں سر اور ٹانگوں پر تلوار کے بڑے بڑے زخم لگے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں لایا گیا

فتفل علی جرحه فلم یوذه۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۴۲۴)

پس آپ نے زخموں پر تھوکا تو اس کے بعد زخموں نے ان کو کبھی تکلیف نہ دی (اچھے ہو گئے)۔

روتی آنکھ ہنساتے یہ ہیں جلتی آگ بجھاتے یہ ہیں
لاکھوں بلائیں کروڑوں دشمن کون بچائے، بچاتے یہ ہیں

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام بوقت تکلیف و مصیبت حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور سرکار ان کی مشکل کشائی فرماتے۔ کیوں کہ ان کا عقیدہ تھا۔

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

— حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے سر کا گہرا زخم لعاب دہن شریف سے ٹھیک ہوا۔ (خصائص ج ۲ ص ۷۰)

— حضرت رفاعہ، حضرت قتادہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی آنکھیں لعاب دہن مبارک سے ٹھیک ہو گئیں۔ اور دیگر بہت سارے واقعات لعاب دہن شریف کی برکت سے متعلق، مندرجہ ذیل کتب میں دیکھے جا سکتے ہیں

(خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۷۰، زاد المعاد لابن قیم، شفا شریف ج ۱ ص ۲۱۲، اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۵۰ طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۸۰، اصابہ ج ۴ ص ۱۷، استعیاب ص ۳۲۷ قسم ثالث، بخاری ص ۶۰۶)۔

— حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سخت گرمیوں میں موٹے کپڑے پہنا کرتے اور سخت سردی میں باریک پھر بھی پسینہ نکلتا جب کسی نے پوچھا تو فرمایا یہ لعاب مبارک کے اثرات ہیں۔ (جامع الصفات ص ۱۴۲)

— امام زرقانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام تو ان آنکھوں کو درست فرماتے جو

اپنے مقام پر ہوتی تھیں لیکن حضور علیہ السلام نے (لعاب دہن سے) ان آنکھوں کو بھی تندرست فرمایا جو خانہ چشم سے نکل کر باہر آ چکی تھیں۔ (زرقانی)

قسمت میں لاکھ پیچ ہوں، سو بل ہزار کج
یہ ساری گتھی اک تری سیدھی نظر کی ہے

— حدیبیہ میں لعاب دہن کی برکت سے چودہ سو مجاہدین بمعہ سواریوں کے بیس دن پانی پیتے رہے۔ (مشکوۃ ص ۵۳۲)

— حضرت عامر بن کریز کے پانچ سالہ بیٹے کے منہ میں سرکار علیہ السلام نے لعاب دہن ڈالا تو وہ جس پتھر پر ضرب لگاتے پانی نکل آتا۔ (خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۱۵۷)

— حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی آنکھ پھوٹ گئی تو لعاب دہن کی برکت سے یہ آنکھ دوسری سے زیادہ روشن ہو گئی۔ (خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۳۱۶)

سائلو دامن سخی کا تھام لو
کچھ نہ کچھ انعام ہو ہی جائے گا

— خشک کنوئیں میں سرکار علیہ السلام نے کلی فرمائی تو حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

فجاشت بالرواء۔ (طبقات ابن سعد، خصائص ج ۱ ص ۱۴۱)

پھر کبھی خشک نہ ہوا اور پورے علاقے کو سیراب کرتا رہا۔

— حضرت جابر کے گھر کھانے میں لعاب دہن ڈال کر ایک ہزار صحابہ کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیا، حالانکہ ایک بکری کا بچہ اور ایک صاع آٹا تھا۔

(صحیح مسلم ص ۲۱۶، سیرت ابن ہشام ص ۱۷۱ قسم ثانی المغازی للواقدی ج ۲ ص ۴۵۲، البدایہ والنھایہ ج ۴ ص ۹۷ سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۷۴، خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۲۲۷)

کیسے ہیں سیر صدہا ایک بکری صاع بھر جو میں
لعاب اور دست اقدس جب لگایا میرے آقا نے

طوالت کے ڈر سے لعاب دہن کے انہی چند واقعات پر اکتفاء کرتا ہوں ورنہ علاوہ

ازیں بھی بے شمار واقعات کتب فضائل میں ملتے ہیں۔

ابن ماجہ شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام کا لعاب دہن اطیب من المسک کستوری سے زیادہ پاکیزہ اور خوشبودار تھا۔ (ص ۴۸)

ہماری پنجابی میں کوئی کسی کو داؤ لگائے تو کہتے ہیں فلاں مجھے ٹھک لگا گیا ہے۔ تو ہماری تھوک لگ جائے بیڑا غرق ہو جائے گھر برباد ہو جائے نبی کی تھوک لگے اُجڑے گھر آباد ہو جائیں دونوں جہاں روشن ہو جائیں

دیکھن نوں اوہ ساڈے ورگا — پر اسیں کدوں اس مُلدے
پتھر لعل دے بھانہیں وکدے — پھُل کنڈیاں نال نہ تُلدے
جو اسرار حضور تے کھُلّے — اوہ ہر کسے تے نہیں کھلدے
اعظم اوہ عرشاں تے پھردا — اسیں وچ گلیاں دے رُلدے

انکی باتوں کی لذت پہ لاکھوں درود — انکے خطبے کی ہیبت پہ لاکھوں سلام

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ خوش آواز تھے اس کے علاوہ آپ بلند آواز بھی تھے اور اس قدر کہ جہاں کسی کی آواز نہ پہنچتی تھی وہاں آپ کی آواز پہنچ جاتی۔ خصوصاً خطبوں میں تو آپ کی آواز گھروں میں پردہ نشیں عورتیں بھی سنتی تھیں اور ہزاروں کے مجمع میں جیسے قریب والا آپ کی آواز سنتا اسی طرح دور والا بھی سنتا تھا۔

عرفات کے میدان میں جب آپ نے خطبہ حج ارشاد فرمایا تو صحابہ کی تعداد ایک لاکھ چوالیس ہزار تھی (رحمۃ للعالمین ص ۲۳۰، ج ص ۲۳۱) اور صحابہ فرماتے ہیں

نسمع ما یقول و نحن فی منازلنا فطفق یعلمهم مناسکهم.

ہم اپنی جگہ بیٹھ کر سُن بھی رہے تھے اور سمجھ بھی رہے تھے کہ آپ مناسک حج سکھا رہے تھے۔ (ابوداؤد ج ا ص ۲۷۷)

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

❁ — ایک مرتبہ آپ نے جمعہ کا خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے لوگوں سے فرمایا بیٹھ جاؤ تو عبد اللہ

بن رواحہ نے بنو غنم قبیلے کے علاقہ میں آپ کی آواز سُنی اور وہیں بیٹھ گئے۔
(الخصائص الکبریٰ ج ا ص ۱۲۶)

❁ — حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہم آدھی رات کو اپنے گھروں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سن لیتے تھے (جب کہ آپ خانہ کعبہ میں نماز ادا فرما رہے ہوتے)۔ (انوار محمدیہ ص ۲۷۱)

نبی دی جیبھ دے وچ ایہہ آہا اعجاز
برابر دور نیڑے جاندا آواز

❁ — حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو خوبصورت آواز عطا فرمائی (انوار محمدیہ ص ۲۷۰) جب کہ حضرت براء فرماتے ہیں میں نے حضور علیہ السلام کو عشاء کی نماز میں سورۃ التین کی تلاوت کرتے سُنا

وما سمعت احدا احسن صوتا منه.

میں نے آپ سے اچھی کسی کی آواز نہ سُنی۔ (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ص ۷۹)

میٹھی میٹھی عبارت پہ شیریں درود
اچھی اچھی اشارت پہ لاکھوں سلام
جس میں نہریں ہیں شیر و شکر کی رواں
اس گلے کی نضارت پہ لاکھوں سلام

وہ زباں جسکو سب کن کی کنجی کہیں — اسکی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس نہایت پاکیزہ، آپ کا کلام شیریں اور حق و باطل میں فرق کرنے والا فصاحت و بلاغت، حق و صداقت اور لطف و محبت کا منبع اور مصدر، ہر قسم کے عیوب (افراط و تفریط، جھوٹ، غیبت بدگوئی اور فحش کلامی وغیرہ) سے مبرا گویا لڑی سے موتی گر رہے ہیں۔ (زرقانی)

صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا سبب ہے کہ آپ سے زیادہ کوئی فصیح نہیں دیکھا گیا۔ آپ نے فرمایا ایسا کیوں نہ ہو کہ قرآن مجید میری زبان (عربی مبین) کے ساتھ مجھ پر

نازل ہو۔ (خصائص کبریٰ ج ا ص ۱۶۰)

آپ نے فرمایا **انا افصح العرب و العجم**۔ (انوارِ محمدیہ ص ۲۶۳)

میں عرب وعجم میں سب سے زیادہ فصیح ہوں۔

❁ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرح تیز نہیں بولتے تھے بلکہ ایسے بولتے کہ آپ کے الفاظ گنے جاسکتے تھے۔

(انوارِ محمدیہ ص ۲۶۲)

❁ اگر کبھی آپ عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں کلام فرماتے تو اس زبان کے قوانینِ فصاحت وبلاغت کے مطابق فرماتے، کہ اس زبان کے ماہرین دنگ رہ جاتے۔

کرن شیریں سخن تے جان پاون
کدے اک لفظ نوں دھرا الاون
تحمل نال تھوڑا تھوڑا بولن
اول آخر سخن دا خوب کھولن

آپ کی زبان میں یہ خداداد صلاحیت تھی کہ آنے والا جس زبان میں کلام کرتا آپ اس کو اسی زبان میں جواب دیتے۔ (شفاج ا ص ۴۴، نشر الطیب ص ۱۶۵)

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

❁ چونکہ آپ تمام مخلوق کی طرف نبی ورسول بنا کر بھیجے گئے تھے لہٰذا ضروری تھا کہ تمام مخلوق کے ساتھ اس کی زبان میں کلام کرنے کی قدرت وقوت بھی ہو۔ چنانچہ جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، چونکہ وہ فارسی بولتے تھے اس لیے حضور علیہ السلام نے ایک یہودی (تاجر اور فارسی کے ماہر) کو بطور ترجمان بلالیا حضرت سلمان نے کلام شروع کیا تو انہوں نے حضور علیہ السلام کی تعریف کی اور آپ کی بارگاہ میں جانے سے روکنے والوں کی مذمت کی، لیکن یہودی ترجمان سمجھا کہ حضور تو عربی ہیں ان کو کیا پتہ سلمان کیا کہہ رہے ہیں، چنانچہ یہودی

نے کہا اے محمد! سلمان تو آپ کو بُرا کہہ رہا ہے آپ نے فرمایا سلمان تو ہماری تعریف کر رہا ہے اور تو کہتا ہے بُرائی کر رہا ہے برائی تو ہمارے پاس آنے سے روکنے والوں کی کر رہا ہے۔ یہودی اسی وقت کلمہ پڑھ کے مسلمان ہوگیا۔

(شواہد النبوۃ ص ۱۲۱، سیرت حلبیہ ج ا ص ۱۸۲)

❁ علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک غیر عربی وفد آپ کے پاس آیا، آپ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے (چونکہ آپ صحابہ کرام میں گھل مل کر بیٹھتے تھے، بادشاہوں کی طرح امتیازی شان سے نہ بیٹھتے) وہ آپ کو نہ پہچان سکے ان میں سے ایک شخص نے اپنی زبان میں کہا "من ابوان اسران" یعنی تم میں سے رسول اللہ کون ہیں؟ حاضرین میں سے کوئی نہ سمجھ سکا۔ آپ نے فرمایا "اشکد اور" آگے آجاؤ۔ آپ ان کو ان کی بولی میں جواب دیتے رہے تا آنکہ سب کے سب اسلام قبول کر کے واپس گئے۔ (نسیم الریاض، مواہب لدنیہ)

❁ ایک دن کسی شخص نے آپ سے کہا "ایدالک الرجل امراته" آپ نے فرمایا **نعم اذ کان مفلجا** ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! اس نے کیا کہا اور آپ نے کیا جواب دیا! فرمایا: اس نے پوچھا کہ کیا مرد اپنی بیوی سے قرض لے کر ادائیگی میں دیر کرسکتا ہے؟ اور میں نے جواباً کہا ہے ہاں! جب کہ مفلس ہو۔ تو صدیق اکبر نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ! لقد طفت فی العرب و سمعت فصحاء هم و ما سمعت افصح منک قال ادّبنی ربی۔

یارسول اللہ! میں سارا عرب پھرا ہوں، عرب کے فصحاء کو سُنا ہے مگر آپ جیسا فصیح میں نے نہیں سُنا۔ فرمایا! مجھے میرے رب نے سکھایا ہے۔

❁ ایک شخص نے حضور علیہ السلام کا کلام سُنا، مسلمان ہو کر اپنی قوم کے پاس گیا اور کہنے لگا "لوگو! بے شک میں نے روم کا ترجمہ، فارس کا زمزمہ، عرب کے اشعار، کاہن کی کہانت اور ملوک حمیرا کا کلام سُنا ہے مگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلام ان کے کلاموں سے نہیں ملتا، وہ سچے نبی ہیں، میری بات مانو اور ان کو پہچانو۔ (طبقات ابن سعد)

کچھ اس قسم کے تاثرات کا اظہار حضرت ابو ذر غفاری کے بھائی انیس نے بھی کیا۔ دیکھیے (مسلم شریف کتاب الفضائل ج ۲ ص ۲۹۶)۔

❁ ضماد نامی ایک شخص مکہ آیا (جن، جنون کے علاج کا ماہر) لوگوں سے سُن کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جن یا جنون ہے کہنے لگا مجھے ان کے پاس لے جاؤ، میں ان کا علاج کروں گا۔ جب وہ آپ کے پاس آیا تو آپ نے مشہور خطبہ الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ الخ پڑھا تو سُن کر عرض کرنے لگا پھر پڑھیے، آپ نے پھر پڑھا۔ (تو علاج کرنے کے لئے آنے والے کا اپنا علاج ہوگیا) اور مسلمان ہو کر واپس چلا گیا۔

(مسلم، بیہقی، احمد، خصائص ص ۱۳۴)

میرے نبی دی زبان ساڈے واسطے قرآن
کسے ہور دا بیان چنگا لگدا ای نئیں

❁ ہم بولتے ہیں تو کبھی منہ سے جھوٹ نکلے کبھی غیبت کبھی گالی نکلے اور اللہ کا نبی بولتا ہے تو یا قرآن نکلتا ہے یا حدیث بنتی ہے۔ کوئی دوسرے علاقے کا بندہ آجائے چاہے اپنے ملک کا ہی ہو تو ہم اس کی بات نہیں سمجھ سکتے نہ اپنی اس کو سمجھا سکتے ہیں لیکن حضور ہیں کہ کبھی ہرنی جال میں پھنستی ہے اور وہ اپنی زبان میں آپ سے فریاد کرتی ہے تو آپ اس کی فریاد سنتے سمجھتے ہیں اور اس کو جال سے آزاد کراتے ہیں اور پھر وہ اپنے بچوں کو دودھ پلا کر وعدہ کے مطابق واپس آجاتی ہے تو کافر شکاری یہ منظر دیکھ کلمہ پڑھ لیتا ہے۔ ہرنی جال سے آزاد ہو جاتی ہے اور کافر مسلمان ہو کر جہنم سے آزاد ہو جاتا ہے۔

پھر بشارت اِس کو اور اس کو ملی سرکار سے
جال سے ہے تو آزاد اور تُو عذاب نار سے

(دلائل النبوۃ ابو نعیم ص ۲۲۰، حجۃ اللہ علی العالمین ص ۴۶۱، زرقانی علی المواہب ج ۵ ص ۱۵۰، قصیدۃ النعمان ص ۶۲، نزہۃ المجالس ج ۳ ص ۹۴)

❁ ایک اونٹ آکر اپنی زبان میں بڑبڑاتا ہے اور شکایت کرتا ہے کہ کئی لوگ عشاء کی نماز سے پہلے ہی سو جاتے ہیں میں ڈرتا ہوں کہ ان پر کہیں عذاب نہ آجائے اور میں بھی

اس میں گرفتار ہو جاؤں، آپ لوگوں کو بلا کر نماز عشاء کے بارے تاکید فرمائیں۔

(احیاء القلوب ص ۹۳، قصص الانبیاء ص ۴۶۴)

❁ ایک دفعہ چڑیا آکر فریاد کرتی ہے کہ میرے بچوں کو آپ کے ساتھیوں نے پکڑ لیا ہے تو آپ اُس کی دست گیری فرماتے ہوئے اس کے بچے واپس کراتے ہیں۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ص ۴۶۶)

❁ ایک دفعہ اعرابی گوہ کپڑے میں چھپا کر لاتا ہے کہ یہ آپ سے کلام کرے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا تو آپ اس سے اور وہ آپ سے ہم کلام ہوتی ہے اور وہ اپنے قبیلے کو جا کر بتاتا ہے تو پورا قبیلہ مسلمان ہو جاتا ہے۔ (نسیم الریاض، طبرانی، بیہقی، دلائل النبوۃ ابو نعیم)

❁ ایک اونٹ رو رو کر آپ سے فریاد کرنے لگا آپ نے اس کے مالک کو بلایا اور فرمایا

انہ شکا الی انک تجیعہ۔

(البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۱۳۷، اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۳۴)

اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تو اس کو بھوکا رکھتا ہے۔

کی اونٹ نے تجھ سے بیاں، دکھ درد کی سب داستاں
دیکھا جو تجھ کو مہرباں، شکوہ مصیبت کا کیا

سبحان اللہ! جو نبی جانوروں پہ اتنا رحیم و کریم ہے وہ اپنی امت پہ کیوں نہ قیامت کو مہربانی فرمائے گا اور شفاعت فرما کر جنت کا حق دار بنائے گا۔

تمہیں حاکم کبرایا، تمہیں قاسم عطایا
تمہیں دافع بلایا، تمہیں شافع خطایا
کوئی تم سا کون آیا

❁ ایک سرکش اونٹ کو آپ نے بلایا، اس نے آپ کو سجدہ کیا، آپ نے اس کی ناک میں مہار ڈالی اور فرمایا (لوگوں کو تنگ نہ کیا کر) کافروں کے سوا سب جانتے ہیں کہ میں اللہ کا نبی ہوں۔

چاند شق ہو پیڑ بولیں جانور سجدہ کریں
بارک اللہ مرجع عالم یہی سرکار ہیں

❁—— شجر و حجر آپ کو ان لفظوں میں سلام کرتے ہیں السلام علیک یا رسول اللہ۔
(مشکوٰۃ ص ۵۴۰ ترمذی، شفا ص ۱۵۳، حجۃ اللہ علی العالمین ص ۴۴۰)

؎ استن حنانہ از ہجرِ رسول   نالہ می زد ہمچو ارباب عقول

❁—— استن حنانہ، کھجور کے ستون کی بارگاہ رسالت میں آہ و زاری کون بھول سکتا ہے پھر سرکار کا اس پہ دست شفقت پھیرنا اور اس کو تسلی دینا اور اس کو جنت کا درخت بنا دینا ۔

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے   یہ بڑے نصیب کی بات ہے

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۸، طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۱، بیہقی ج ۳ ص ۱۹۵، البدایہ والنہایہ ص ۲۷۵ خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۷۶، مواہب لدنیہ ج ۱ ص ۳۶۶)

❁—— حضور علیہ السلام نے کھجور کے درخت کی طرف پیغام بھیجا تو وہ درخت آپ کے قدموں میں آ گیا اور مطالبہ کرنے والا کافر مسلمان ہو گیا۔ (شواہد النبوۃ ص ۲۰۸)

❁—— حضور علیہ السلام نے چھ صحابہ کرام کو ایک ہی دن مختلف ملکوں کے بادشاہوں کے پاس بھیجا تو ان میں سے ہر ایک صحابی (بغیر سیکھے) اسی ملک کی زبان میں گفتگو کرنے لگا۔
(شفا ص ۲۰۱، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲)

خطابتِ نبوی کی جلوہ سامانیاں

؎ دھر ہو سیرتِ سرکار سکھا دی جائے
سنگ باری جو کرے کوئی دعا دی جائے
جو ہیں محروم ثنا خوانیٔ شہِ بطحا
یا خدا ان کو بھی توفیق ثنا دی جائے
(محمد اکرم رضا)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کمال خطابت (جو کہ نبوت کا ضروری عنصر ہے) حاصل کرنے کے لئے دعا کی۔

واحلل عقدة من لسانی یفقهوا قولی۔ (سورہ طٰہٰ)
(اے اللہ!) میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات سمجھیں۔

لیکن ہمارے آقا کو اللہ تعالیٰ نے یہ وصف کامل خود ہی عطا فرما دیا اور آپ نے بطور تحدیث نعمت فرمایا۔

انا افصح العرب بعثت بجوامع الکلم۔ (مشکوٰۃ ص ۵۱۲)
میں عربوں میں سب سے زیادہ فصیح ہوں، جامع کلمات دے کر بھیجا گیا ہوں۔

خطابت نبوی کی اثر انگیزی بھی درحقیقت معجزہ تھی کہ پتھر سے پتھر دل بھی آپ کا خطاب سُن کر چند لمحوں میں موم ہو جاتے۔

❁—— ایک مرتبہ ایک نو مسلم ہجرت کر کے حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوا آپ نے ان کی مدد کا جمعہ کے دن مسجد نبوی میں اعلان فرمایا اور اس قدر رقت انگیز تقریر فرمائی کہ بعض لوگوں نے تن کے کپڑے اتار کر دے دیے، کسی نے گھر کا غلہ حاضر کر دیا ایک انصاری اشرفیوں کا توڑا اُٹھا لایا جو اس نے بڑی مشکل سے اُٹھایا، تھوڑی ہی دیر میں دو بڑے بڑے ڈھیر لگ گئے۔ (مسلم باب الصدقات، نسائی ج ۱ ص ۲۵۵)

❁—— جب کبھی دو قبیلوں میں اشتعال پیدا ہوتا تو سرکار کے چند فقرے ان کو دشمنی بھلا کر جوش محبت کا دریا بہا دیتے۔ واقعہ افک میں اوس اور خزرج کا اس قدر شدید اختلاف ہو گیا قریب تھا کہ تلواریں میان سے نکل آئیں، حضور علیہ السلام نے منبر پر جلوہ افروز ہو کر چند لمحوں میں ماحول کو جنت نظیر بنا دیا۔ (بخاری شریف)

❁—— کبھی آپ خطاب فرماتے تو اندازِ بیان ایسا مؤثر ہوتا کہ لوگوں کی چیخیں نکل جاتیں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک بار آپ نے فتنۂ قبر کے متعلق بیان فرمایا

صاح المسلمون صیحة   تو مسلمان چیخ اُٹھے۔

❁—— حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ آپ نے اپنے خطبہ میں تین بار یہ الفاظ دہرائے والذی نفسی بیده قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے یہ فرما کر آپ جھک گئے لوگوں پر یہ اثر ہوا کہ جو جہاں تھا وہیں سر جھکا

کر رونے لگا راوی کہتے ہیں ہمیں ہوش نہ رہا کہ آپ کس بات کی قسم کھا رہے ہیں۔
(سنن نسائی ج ۱ ص ۲۴۲)

❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے ایسا مؤثر خطبہ دیا کہ اس سے پہلے میں نے ایسا خطبہ نہ سُنا تھا، آپ نے دوران خُطبہ فرمایا

لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا و لبکیتم کثیرا.

(بخاری، تفسیر سورۂ مائدہ)

جو میں جانتا ہوں اگر تم جان لیتے تو کم ہنستے اور زیادہ روتے۔

اس جملہ کا اثر یہ ہوا کہ لوگ منہ میں کپڑے ڈال کر رونے لگے۔

❁ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضور علیہ السلام نے منبر پر جلوہ افروز ہو کر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

ما قدروا اللہ حق قدرہ۔ (۷/۷۱)

لوگوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسے کرنے کا حق تھا۔

یہ آیت تلاوت کرنے کی دیر تھی کہ منبر رسول سے آواز آئی۔

ھذا فجاء و ذھب ثلاث مرات۔ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۷۷)

ایسا ہی ہے، پھر منبر تین بار آگے پیچھے ہوا۔

❁ ایک کافر نے کہا اس کھجور کو حکم دیں کہ ایک کھجوروں کا خوشہ گرائے تو میں ایمان لے آؤں گا حضور علیہ السلام نے اشارہ فرمایا تو کھجور نے فوراً پکی ہوئی کھجوروں کا خوشہ حاضر کردیا۔ (مشکوٰۃ ص ۵۴۱، شواہد النبوۃ ص ۲۰۸)

❁ ایک چشمہ کے بارے ایک غزوہ (ذی قرد ھ) کے دوران صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اس کا نام بیسان ہے اور اس کا پانی نمکین ہے، آپ نے فرمایا

بل ھو نعمان و ماء ہ طیب فطاب۔ (شفا شریف ج ۱ ص ۲۱۸)

نہیں اس کا نام نعمان ہے اور اس کا پانی میٹھا ہے، تو اس کا پانی میٹھا ہو گیا۔

❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص وحی لکھتا تھا پھر مرتد ہو گیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا ان الارض لا تقبلہ (بخاری۔ مسلم۔ مشکوٰۃ ص ۵۳۵) زمین اس

کو قبول نہ کرے گی، چنانچہ وہ مر گیا تو بار بار دفن کرنے کے باوجود زمین اس کو باہر پھینک دیتی۔ (مدارج النبوۃ)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ شخص قبر سے باہر ہی نیست و نابود ہو گیا

تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی
جو دن کو کہہ دیا شب ہے تو رات ہو کے رہی

❁ سلمہ بن اکوع رضی اللہ فرماتے ہیں ایک شخص نے حضور علیہ السلام کے سامنے (تکبر کے طور پر ارادۃً) بائیں ہاتھ سے کھانا شروع کیا آپ نے اس کو دائیں ہاتھ سے کھانے کو کہا تو کہنے لگا دایاں ہاتھ بے کار ہے فرمایا جا پھر آج سے بیکار ہو گیا ہے

فما رفعھا الی فمہ۔ (مسلم۔ مشکوٰۃ ص ۵۳۵)

اس کے بعد اس کا ہاتھ بے کار ہو گیا منہ کی طرف اُٹھ ہی نہ سکتا تھا۔

❁ بنی کلب قبیلے کی طرف آپ نے ایک خط بھیجا انہوں نے خط کی عبارت کو دھو ڈالا اور جس چمڑے پر خط لکھا ہوا تھا اس کو ڈول کے ساتھ سی لیا آپ کو خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا

مالھم اذھب اللہ عقولھم.

ان کو کیا ہو گیا اللہ ان کی عقلوں کو لے گیا (یا لے جائے)۔

چنانچہ ان کی عقلیں ماؤف ہو گئیں اور ان کی باتیں کسی کی سمجھ میں نہ آتی تھیں۔

(شواہد النبوۃ ص ۱۶۷)

❁ ایک شخص (حکم بن عاص) حضور علیہ السلام کی مجلس میں آ کر آپ کی نقل اتارتا (توہین کرتے ہوئے) ایک دن آپ نے فرمایا کُن کذلک۔ اسی طرح ہو جا چنانچہ وہ ساری عمر ویسا ہی رہا (اس کا منہ ٹیڑھا ہو گیا)۔

(طبرانی، بیہقی، مستدرک، خصائص ج ۲ ص ۷۹)

کُن کذلک مصطفیٰ نے کہہ دیا
اس کا منہ ٹیڑے کا ٹیڑھا رہ گیا

❁ ایک چھاؤ لے کو دیکھ کر فرمایا "کُن ابا ذر"۔ تو ابوذر ہو جا، دیکھا تو ابوذر ہی تھے۔

(شفا)

❁ دور سے سیاہی دیکھی تو فرمایا، کُن ابا خیثمہ" تو ابوخیثمہ ہو جاؤ۔ دیکھا تو ابوخیثمہ ہی تھے۔ (مواہب)

❁ کسی نے سوال کیا کیا حج کرنا ہر سال فرض ہے؟ فرمایا اگر میں نعم (ہاں) کہہ دوں تو ہر سال حج کرنا فرض ہو جائے (پھر تم نہ کر سکو گے) (ترمذی، دارمی، احمد، ابن ماجہ، نسائی)

ہے جنبش لب قانون خدا قرآن و خبر کی گواہی ہے

❁ آپ ﷺ نے زمین کو حکم دیا (ہجرت کے سفر میں) تو زمین نے سراقہ بن مالک کو گھوڑے سمیت پکڑ کیا اس نے معافی مانگی تو آپ ﷺ کے حکم پر زمین نے چھوڑ دیا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۵۸۵)

❁ حضرت ابوطلحہ کے سست رفتار گھوڑے پر آپ سوار ہوئے اور فرمایا ہم نے اس کو دریا پایا (یعنی تیز رفتار) بس اس کے بعد کوئی گھوڑا اسکا مقابلہ نہ کر سکا۔

(بخاری۔ مشکوۃ ص ۵۳۶)

❁ ایک رات تیز بارش ہونے لگی صحابہ نے گھروں کو جانا تھا آپ نے فرمایا میں تمہیں ایسے پہنچاؤں گا کہ بارش تمہیں کچھ نہ کہے گی چنانچہ فرمایا اُٹھو! صحابہ سخت اندھیرے اور زور کی بارش میں گھروں کو پہنچ گئے اور کسی کے کپڑے نہ بھیگے۔

وہی نورِ حق وہی ظل رب ہے انہی کا سب ہے انہیں سے سب
نہیں ان کی مِلک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

❁ ایک یہودی نے آپ کی اونٹنی کا دودھ دوہا تو آپ نے خوش ہو کر اس کو دعا دی۔

اللھم جملہ اے اللہ! اس کو حُسن دے دے۔ نوے سال کی عمر میں بھی اس کے بال سفید رہے دعا سے پہلے جو سفید تھے وہ بھی سیاہ ہو گئے۔ (خصائص ۲ ص ۸۳)

ان کی باتوں کی لذت پہ لاکھوں درود
ان کے خطبے کی ہیبت پہ لاکھوں سلام

مردے زندہ کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں سے ہے۔ تفاسیر سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے صرف چار اشخاص کو زندہ فرمایا ۱۔ عازر جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوست تھے ان کو تین دن بعد قبر سے زندہ نکالا ۲۔ محصل چنگی کی لڑکی کو ایک دن بعد ۳۔ ایک بڑھیا کے بیٹے کو جس کا جنازہ ابھی جا رہا تھا ۴۔ سام بن نوح کو۔

ہمارے آقا کے بے شمار حیرت انگیز واقعات اس معجزے کے متعلق موجود ہیں

❁ ایک شخص نے عرض کیا حضور! میری لڑکی فلاں جنگل میں مرگئی ہے آپ اس کے ہمراہ جنگل میں گئے اور لڑکی کا نام لے کر لسانِ نبوت کو حرکت دی تو لڑکی لبیک و سعدیک کہتی ہوئی حاضر ہوگئی۔ (شرح شفا ملا علی قاری ج ۱ ص ۶۴۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے دو بیٹوں کو زندہ کرنے کا واقعہ شواہد النبوۃ ص ۱۴۳ پر ہے۔

❁ ایک شخص کو آپ نے دعوت اسلام دی تو اس نے کہا اگر میری مردہ لڑکی زندہ ہو جائے تو ایمان لے آؤں گا آپ نے اس کی قبر پہ جا کر آواز دی تو وہ بول اُٹھی، آپ نے فرمایا

اتحبین ان ترجعی الدنیا.

کیا تو دنیا میں واپس آنا چاہتی ہے؟ تو اس نے جواب دیا

لا یا رسول اللہ وجدت اللہ خیر لی من ابوی.

(دلائل النبوۃ۔ الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ۔ شفا ملا علی قاری ج ۱ ص ۶۴۸)

نہیں یارسول اللہ! میں نے اپنے رب کو والدین سے زیادہ مہربان پایا ہے۔

❁ حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی کے گھر بکری کی ہڈیوں کو اکٹھا فرما کر ہاتھ پھیرا تو بکری زندہ ہوگئی اور کھڑی ہو کر دم ہلانے لگی، آپ نے فرمایا جابر! اپنی بکری لے جاؤ، میں بکری اپنی بیوی کے پاس لے کر آیا، تو وہ بولی یہ کیا ہے؟ میں نے کہا۔

واللہ شاتنا التی ذبحنا دعا اللہ فاحیاھا. قالت اشھد انہ رسول اللہ۔ (بیہقی از ابونعیم، خصائص ج ۲ ص ۶۷)

یہ وہی ہماری بکری ہے جو ہم نے (حضور کی دعوت کے لئے) ذبح کی تھی حضور

علیہ السلام نے دعا فرمائی ہے اللہ نے بکری کو زندہ کر دیا ہے بکری نے بول کر کہا میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

الغرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نہ صرف انسانوں کو زندہ فرمایا حضور علیہ السلام نے تو سوکھی ہڈیوں، لکڑیوں، پتھروں کو نہ صرف جان دی بلکہ ساتھ زبان بھی دی اور ایمان بھی عطا کر دیا

؎ لب زلال چشمۂ کن میں گندھے ہیں وقت خمیر
مردے زندہ کرنا اے جان جاں تم کو کیا دشوار ہے

❁—— حضور علیہ السلام کی ایک صحابیہ کے بیٹے کا انتقال ہو گیا حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمارے بیٹھے بیٹھے اس نے دعا کی تو اس کا مردہ بیٹا زندہ ہو گیا۔
(دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۲۲۴)

غوث اعظم نے ایک عیسائی کے کہنے پر بوسیدہ قبر سے مردہ زندہ فرما دیا۔ (تفریح الخاطر) غوث اعظم نے مرغی کھا کر ہڈیاں اکٹھی فرمائیں اور فرمایا

قومی باذن اللہ الذی یحی العظام وھی رمیم۔

اُٹھ کھڑی ہو اللہ کے حکم سے جو بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ فرمانے والا ہے۔

مرغی زندہ ہو کر کُو کُو کرنے لگی۔ (نفحات الانس ص ۳۳۳ فتاویٰ حدیثیہ ص ۸۱، مدارج النبوۃ) اسی طرح غوث پاک کی دعا سے بڑھیا کا بیڑا (دولہا و باراتی سمیت) زندہ و سلامت دریا سے بارہ سال بعد نکلا اور اس کرامت کو دیکھ کر کئی بت پرست مسلمان ہو گئے
(شریف التواریخ، تکملہ روض الریاحین، تاریخ شاہان اسلام، خلاصۃ القادریہ)

اس واقعہ پہ منکرین کرامت غوث اعظم بڑے سیخ پا ہو جاتے ہیں یہ نہیں سوچتے کہ یہ کرامت ہے اور کرامت میں طاقت خدا کی ہوتی ہے ہاتھ ولی اللہ کا ہوتا ہے جیسے معجزے میں ہاتھ نبی کا ہوتا ہے اور طاقت خدا کی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بلانے پر مردہ پرندے زندہ ہو گئے حضرت عزیر علیہ السلام سو سال کے بعد زندہ ہوئے اور آپ کی دعا سے آپ کا گدھا بھی زندہ ہو گیا۔ بنی اسرائیل کا مقتول مذبوحہ گائے کے گوشت کا ٹکڑا لگنے سے زندہ ہو گیا۔ سورۃ بقرہ میں ہے ایک بستی کے سارے لوگ (موتوا ثم احیا ھم) مرنے کے کچھ عرصہ بعد زندہ ہو

گئے اور ان کی اولادیں بھی ہوئیں (روح البیان ص ۲۰۶) تو غوث پاک کی دعا کے وقت بھی تو اللہ ہر شے پر قادر تھا کیا یہ عزت اللہ غوث پاک کو نہیں دے سکتا۔

یہ شان ہے خدمت گاروں کی سرکار کا عالم کیا ہو گا

؎ اس کی پیاری فصاحت پہ بے حد درود
اس کی دل کش بلاغت پہ لاکھوں سلام

داڑھی مبارک

اللہ کے محبوب علیہ السلام ضلیع الفم اور کث اللحیۃ تھے یعنی فراخ منہ اور گھنی داڑھی والے تھے۔ آپ داڑھی مبارک میں تیل بھی لگاتے اور کنگھی بھی فرماتے۔ کبھی خضاب لگانے کی ضرورت نہ ہوتی کہ سر مبارک اور داڑھی مبارک میں بیس سے زیادہ سفید بال نہ تھے۔
(مسلم شریف ج ۲ ص ۲۵۸، شمائل ترمذی، نشر الطیب ۱۵۹، زرقانی علی المواہب ۲۰۷)

❁—— حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی داڑھی مبارک کے دو بال مبارک بوقت شانہ کردن حاصل کر لیے گھر لے کر گئے تو ساری رات تلاوت قرآن کی آوازیں آتی رہیں صبح حضور علیہ السلام کی خدمت میں رات کا ماجرا عرض کیا تو سرکار نے فرمایا

اما علمت یا ابا بکر ان الملائکۃ یجتمعون علی شعری و یقرأ القران۔ (جامع المعجزات فی سیر خیر البرکات ص ۴۴)

اے ابو بکر! کیا تو جانتا نہیں کہ فرشتے جمع ہو کر میرے بالوں پہ تلاوت قرآن کر رہے تھے۔

❁—— حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے اپنے والد ماجد شاہ عبد الرحیم علیہ الرحمۃ کے حالات میں بڑا ایمان افروز واقعہ لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بار ان کو بخار ہوا اور لمبا ہو گیا ایک دن اونگھ آئی تو شیخ عبد العزیز ظاہر ہوئے اور فرمایا اے فرزند! حضرت پیغمبر اسلام تیری عیادت کو تشریف لا رہے ہیں اور شاید اس طرف سے تشریف لائیں۔ اور اسی طرف تیرے پاؤں ہیں لہٰذا چارپائی اس طرح بچھا کہ تیرے پاؤں دوسری طرف ہو جائیں چنانچہ شاہ عبد الرحیم بیدار ہوئے تو حاضرین کو فرمایا

چار پائی کا رُخ تبدیل کر دو اسی اثنا میں حضور علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کیف حالک یا بنی؟ اے بیٹے! تیرا کیا حال ہے۔ اس کلام کی شیرینی مجھ پر ایسی غالب آئی کہ ایک عجیب قسم کا وجد اور بکا اور اضطراب مجھ پر ظاہر ہوا۔ آں حضرت نے مجھے اس طرح گود میں لیا کہ آپ کی ریش مبارک میرے سر پر تھی اور آپ کی قمیص مبارک میرے اشکوں سے تر تھی، آہستہ آہستہ اس وجد نے تسکین پائی اس وقت میرے دل میں آیا کہ مدتوں سے موئے مبارک کی آرزو ہے اگر سرکار کرم فرما دیں تو زہے نصیب۔ حضور علیہ السلام میرے خیال پر مطلع ہوئے اور ریش مبارک پہ ہاتھ پھیر کر دو بال عطا فرمائے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ کاش یہ بال بیداری میں بھی باقی رہیں، حضور علیہ السلام اس خیال پر بھی مطلع ہوئے اور فرمایا یہ باں عالم شہادت میں بھی تمہارے پاس رہیں گے اور صحت کلی اور درازئ عمر کی بشارت دی۔ میں بیدار ہوا چراغ طلب کیا، بال مبارک نہ پا کر غم ناک ہوا سرکار کی طرف متوجہ ہوا، ایک غیب سی آواز واقع ہوئی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم متمثل ہوئے اور فرمایا اے فرزند! ہم نے بالوں کو احصیائی تکیے کے نیچے رکھ دیا تھا، وہاں سے لے لے۔ میں نے بال لیے اور ان کو بڑی تعظیم سے رکھا۔

ان بالوں کے خواص میں سے ایک یہ ہے کہ اوّلاً آپس میں جڑے ہوئے ہوتے ہیں جب درود شریف پڑھا جاتا ہے تو دونوں الگ الگ اور سیدھے ہو جاتے ہیں۔

دوسرا یہ کہ تین منکروں نے امتحان لینا چاہا میں اس بے ادبی پر راضی نہ ہوا مگر جب مناظرہ طول پکڑ گیا تو وہ عزیز بغرض امتحان ان بالوں کو دھوپ میں لے گئے فوراً بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا اور اس نے بالوں پہ سایہ کر دیا حالانکہ دھوپ بہت تھی اور بادل کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ دوسرے نے کہا یہ اتفاقی ہے پھر کرتے ہیں چنانچہ تین بار ایسا ہی ہوا اور تین مرتبہ ہی بادل آ جاتا، وہ تینوں تائب ہو گئے۔

تیسرا یہ کہ ایک مرتبہ بہت لوگ زیارت کو جمع ہوئے میں نے بڑی کوشش کی مگر تالا نہ کھلا میں اپنے دل کی طرف متوجہ ہوا تو معلوم ہوا کہ فلاں آدمی جنبی ہے اس لیے تالا نہیں کھلتا میں نے عیب پوشی کی سب کو تجدید طہارت کا حکم دیا، جب وہ جنبی مجمع سے گیا تو فوراً تالا کھل گیا اور ہم

سب نے زیارت کی۔ آخر میں شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ والد صاحب نے آخری عمر میں تبرکات کو تقسیم فرمایا تو ان میں سے ایک بال مجھے بھی عطا فرمایا (انفاس العارفین ص ۴۱) اس واقعہ میں موجودہ دور کے نام نہاد محبین خاندانِ ولی اللہی کے لئے عبرت کا بہت سامان موجود ہے مگر ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

ریش خوش معتدل مرہم ریشِ دل ہالۂ ماہِ ندرت پہ لاکھوں سلام

داڑھی رکھنا تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت مبارکہ ہے اور ہمارے آقا علیہ السلام کی سنت دائمہ ہے حضور علیہ السلام کے بعد خلفائے راشدین، جمیع صحابہ کرام ائمہ عظام، اہل بیت اطہار اولیاء کرام، علماء عظام، مشائخ کبار کا اس پر دوامی و استمراری عمل رہا اور کسی نے اس کا خلاف نہ کیا۔ صحابہ کرام کے عمل نے ایک مٹھی بھر داڑھی رکھنا متعین فرمایا بعض نادان تو یہود و نصاریٰ کی اتباع میں بالکل داڑھی کا صفایا کر دیتے ہیں اور بعض برائے نام رکھتے ہیں اور بعض یوں بھی کہہ دیتے ہیں کہ کیا داڑھی میں اسلام ہے؟ اور بعض اس سے آگے بڑھ کر کہتے ہیں کہ داڑھی تو سکھوں کی بھی ہے (العیاذ باللہ) یہ باتیں کرنے والے غیر مسلم نہیں مسلمان ہی کہلاتے ہیں کہ ان کو سکھوں کی داڑھی تو نظر آئی مگر اللہ کے محبوب کی نظر نہ آئی، اللہ تعالیٰ ان سب بھٹکے ہوئے اور سنت رسول کی اہمیت نہ سمجھنے والے مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے اور اسلام میں پورا پورا داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین بجاہ النبی الکریم۔

داڑھی کا ذکر قرآن پاک میں بھی ہے اور بے شمار احادیث مبارک میں بھی ہے۔

اگر چہ داڑھی میں اسلام نہیں مگر اسلام میں داڑھی ضرور ہے اس طرح تو بندہ پھر نماز روزہ سارا کچھ چھوڑ دے گا کہ کیا اسلام سارا نماز میں ہے؟ کیا روزے میں ہے لہٰذا کچھ بھی نہ کرو اور مادر پدر آزاد ہو جاؤ۔ جیسے کوئی بندہ اپنی کلائی پر شیر کی تصویر بنوانے گیا جب بنانے والے نے سوئی چبھوئی تو درد ہوئی اور کہنے لگا یہ کیا بنا رہے ہو؟ اس نے کہا شیر کی دم، تو بولا کہ دم کٹے بھی تو شیر ہوتے ہیں، دم رہنے دے باقی شیر بنا، اس نے پھر سوئی چبھوئی تو پھر درد ہوئی، ارے اب کیا بنا رہے ہو؟ اس نے کہا اب ٹانگ، تو کہتا ہے کیا لنگڑے شیر نہیں ہوتے؟ ٹانگ رہنے دے اسی طرح بار بار ہوتا رہا تو بنانے والے نے کہا، جا پاگل خانے داخل ہو جا، ایسا بھی کوئی شیر ہے جس کی نہ دم ہو نہ ٹانگیں نہ چیٹ نہ سر، مگر ہو شیر۔ تو کیا ایسا بھی مسلمان ہو سکتا ہے جو نہ فرائض کی پرواہ کرے نہ عبادات کی اور

نہ اوامر و نواہی کی فکر ہو پکا مسلمان ۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

حضور علیہ السلام داڑھی مبارک کو خوبصورت بنا کر رکھتے حدیث میں ہے

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یا خذ من لحیة من عرضها و طولها۔ (ترمذی۔مشکوۃ ص۳۸۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی مبارک کو طول وعرض سے درست فرماتے (کاٹتے)۔

بعض لوگ داڑھی کو اسی طرح بے احتیاطی سے رکھتے ہیں اوراتنی لمبی کر دیتے ہیں کہ دیکھنے والا کراہت کرتا ہے اس طرز عمل سے لوگ داڑھی رکھنے کی بجائے خدانخواستہ مذاق اڑانا شروع کر دیں گے اور حضور علیہ السلام نے بھی ارشاد فرمایا

من کان له شعر فلیکرمه۔ (رواہ ابوداؤد۔مشکوۃ ص۳۸۲)

جس کے بال ہوں وہ ان کی عزت کرے۔

داڑھی کو کنگھی کرنا (ہر وضو کے بعد) اس سے محتاجی دور ہوتی ہے۔

(کنوز الحقائق علی جامع صغیر ج۱۰ص۱۰۵)

✿ جس نے ہر رات کو سر اور داڑھی میں کنگھی کی اس کی عمر دراز ہوگی اور کئی بیماریوں سے بچ جائے گا۔ (الحاوی للفتاوی ج۲ص۳۸)

✿ داڑھی مردوں کی زینت اور ان کے چہرے کا جمال ہے۔ (الحاوی للفتاوی ج۲ص۳۹)

✿ طب یونانی کی رو سے داڑھی مرد کی زینت اور اس کے سینہ و گردن کی محافظ ہے۔

داڑھی پر بار بار استرا پھیرنے سے آنکھوں کی رگوں پر اثر پڑتا ہے اور نظر کمزور ہو جاتی ہے۔

ایک ڈاکٹر کہتا ہے اگر سات نسلوں تک داڑھی منڈائی جائے تو آٹھویں نسل بے داڑھی کے پیدا ہوگی گویا آٹھویں نسل میں قوت مردمی بھی مفقود ہو جائے گی۔

✿ امریکی ڈاکٹر چارلس ہومر نے ایک مضمون میں لکھا، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر لوگوں کو داڑھی سے کیوں لرزہ چڑھتا ہے آخر لوگ سر پر بھی تو بال رکھتے ہیں تو پھر چہرے پر رکھنا کیا عیب ہے۔ کسی کے سر کے بال اڑ جائیں تو اس گنج کو چھپاتا پھرتا ہے اس کے اظہار سے شرماتا ہے لیکن عجیب تماشا ہے کہ ا۔ پنے پورے چہرے کو گنجا کر لیتا ہے اور ذرا نہیں شرماتا جو کہ مرد ہونے کی سب سے زیادہ واضح علامت ہے اور داڑھی رکھنے سے واقعی انسان میں سچ بولنے کا مردانہ حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔

(نوائے وقت لاہور ۴، ۲۶، ۱۹۸۳، رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ اگست ۸۳ء)

بعض لوگ بڑے دھڑلے سے کہتے ہیں کہ داڑھی رکھ کر ایسے ویسے کام کرنے سے تو بہتر ہے نہ رکھے ان عقل کے اندھوں سے بندہ کہے کہ پھر داڑھی کے آگے تو ایمان اسلام اور کلمہ ہے تو کیا کہو گے کہ کلمہ پڑھ کے ایسے ویسے کام کرنے سے تو بہتر ہے بندہ کافر ہی رہے (معاذ اللہ)۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا

من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهید.

(مشکوۃ ص۳۰)

جو شخص فتنہ وفساد (جب سنت مٹائی جارہی ہو) کے وقت میری سنت پر قائم رہے گا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

اے میرے بھائی ذرا داڑھی منڈانا چھوڑ دے
شرم کر بہر خدا داڑھی منڈانا چھوڑ دے
ہیں بظاہر بال لیکن نور ہے اسلام کا
شکل نورانی بنا داڑھی منڈانا چھوڑ دے

شکل سے بے زار ہیں تیری خدا و مصطفیٰ
ان کو راضی کر ذرا داڑھی منڈانا چھوڑ دے
اپنی چوٹی بھی کسی ہندو نے کاٹی ہے بتا
تو نے کیوں ایسا کیا داڑھی منڈانا چھوڑ دے
آل و اصحاب نبی نے بھی کبھی ایسا کیا
تو ہے کیوں ان سے جُدا داڑھی منڈانا چھوڑ دے
داڑھی کترانا، مونڈانا، مونڈنا سب ہے گناہ
مان حکمِ مصطفیٰ داڑھی منڈانا چھوڑ دے
فرض ہے بھائی پہ بھائی کو دے راہ حق بتا
اس لیے میں نے کہا داڑھی منڈانا چھوڑ دے
ہو جمیل قادری کی التجا یا رب قبول
امت خیر الوریٰ داڑھی منڈانا چھوڑ دے

خط کی گردِ دہن وہ دل آرا پھبن
سبزۂ نہر رحمت پہ لاکھوں سلام

❁ ہر کوئی دوست کی نشانی سنبھال کے رکھتا ہے، جب کہ اے مسلمان! تو اپنے نبی کی سنت منڈا کے پھینک دیتا ہے پھر کہتا ہے "صدقے تے یارسول اللہ" اور "غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے" ایسے نالائق غلام کو رسول اللہ نے کیا کرنا ہے جو ان کی سنت کے چند بالوں کا بوجھ تو نہ اُٹھا سکے اور "موت بھی قبول ہے" کی بات کرے۔ اس دعویٰ میں یہ کہاں تک سچا ہے اس کا اندازہ خود ہی لگا لے۔ ایک گروہ کہتا ہے "جانے یا علی" تو دوسرا کہتا ہے "جانے یا نبی" نہ وہ عمل کرنے کی تکلیف کرتا ہے اور نہ تجھے اس کی توفیق ملی۔ آپ نے فرمایا۔

جعل الذل والصّغار علی من خالف امری.

جس نے میرے طریقے کی مخالفت کی ذلت ورسوائی اس کا مقدر ہوگئی۔

❁ ایک مجوسی حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا جس کی داڑھی منڈی ہوئی تھی اور مونچھیں بڑی بڑی تھیں۔ آپ نے فرمایا ما امرک بھذا۔ یہ شکل بنانے کا تجھے کس نے حکم دیا؟ اس نے کہا ربی میرے رب یعنی بادشاہ نے۔ آپ نے فرمایا لکن ربی امرنی ان احفی شاربی و اعفی لحیتی ۔ لیکن میرے رب نے تو مجھے داڑھی بڑھانے کا اور مونچھیں پست کرانے کا حکم دیا ہے۔ (طبقات ابن سعد)

گردن مبارک

حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی گردن مبارک نہایت خوبصورت اعتدال کے ساتھ طویل اور چاندی کی طرح سفید اور حسین تھی۔ شمائل ترمذی اور خصائص کبریٰ ج ا ص ۷۵ پہ ہے

كان عنقه ابريق فضة.

گویا کہ آپ کی گردن مبارک چاندی کی صراحی تھی

خود سروں کی تنی گردنیں جھک گئیں
سرکشوں کی اُٹھی گردنیں جھک گئیں
تھیں جو اُونچی وہی گردنیں جھک گئیں
جس کے آگے کبھی گردنیں جھک گئیں
اس خدا داد شوکت پہ لاکھوں سلام

کندھے مبارک

❁ آپ کے مبارک کندھے بڑی عجیب شان رکھتے تھے، بہت ہی خوبصورت، ابن سبع اور رزین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں بیان فرمایا

انه كان اذا جلس يكون كتفه اعلى من جميع المجالسين.

جب حضور علیہ السلام لوگوں میں بیٹھتے تو آپ کے کندھے سب سے اونچے ہوتے۔

(جواہر البحار ص ۹۶۷، زرقانی علی المواہب ج ۴ ص ۲۰۰)

❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں

فکانما سبیکة فضة۔ (ترمذی۔بیہقی)

یوں لگتا کہ گویا (آپ کے کندے جب کبھی ننگے ہوئے) جیسے چاندی کے ڈھلے ہوئے ہیں۔

✲ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے

بعید ما بین منکبیه۔ (شفاص۱۵۶)

دونوں کندھوں کے درمیان مناسب فاصلہ تھا۔

✲ ایک دن ابوجہل حضور علیہ السلام کو پتھر مارنے کے ارادے سے آیا تو اس نے عجیب منظر دیکھا

رای علی کتفیه ثعبانین فانصرف مرعوبا.

اس مردود نے اللہ کے محبوب کے کندھوں پر دو بڑے بڑے اژدھا دیکھے اور مارے ڈر کے بھاگ گیا۔ (تفسیر کبیر، زرقانی ج۵ص۱۹۵، احیاء القلوب ص۱۰۲)

جھک گیا جن کے آگے نشانِ شرف
آستاں بوس جن کا جہانِ شرف
صدقے جن کے شرف پر ہے جانِ شرف
دوش بر دوش جن سے نشانِ شرف
ایسے شانوں کی شوکت پہ لاکھوں سلام

✲ فتح مکہ کے دن حضور علیہ السلام نے حضرت علی المرتضیٰ کو اپنے کندھوں پہ چڑھایا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری قوت وبلندی کا عالم یہ ہو گیا

انی لوشئت نلت افق السماء۔ (المستدرک۔خصائص ج۱ص۲۶۴)

اگر میں چاہتا تو آسمان کے کنارے تک پہنچ جاتا

✲ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے اس واقعہ کو کچھ اس طرح بیان فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے کعبے کے اندر سے بت اتارنے کے لئے حضرت علی المرتضیٰ کو طلب فرمایا،

حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا علی! نیچے والے بتوں کو تو میں نے اتار کر پھینک دیا ہے اب اوپر والے توڑنے ہیں۔عرض کیا حضور! ان کو بھی توڑ دیں فرمایا وہ اونچے ہیں وہاں تک میرا ہاتھ نہیں پہنچتا، حضرت علی نے عرض کیا حضور میں اس فلسفہ کو نہیں سمجھا کہ چاند کو زمین پہ کھڑے ہو کر انگلی کے اشارے سے توڑ دیا تھا اور اب فرماتے ہیں ہاتھ نہیں پہنچ رہا، پھر ایسا کریں کہ میرے کندھوں پہ تشریف فرما ہو کر اتار دیں۔فرمایا اے علی! تم نے ٹھیک کہا مگر تم نبوت کا بوجھ نہیں اُٹھا سکو گے۔یا رسول اللہ! پھر کیا کیا جائے فرمایا! ارے علی! تو میرے کندھوں پہ چڑھ کر بتوں کو گرا دے حضرت علی حضور علیہ السلام کے کندھوں پہ چڑھ کر بت اتارنے لگے، حضور علیہ السلام نے پوچھا علی کہاں پہنچے ہو؟ عرض کیا حضور! اگر حکم ہو تو عرش عظیم کے پائے کو پکڑ کر نیچے لے آؤں۔علی کندھوں پہ چڑھ کر اتنے بلند ہو گئے تو معراج والے آقا کی بلندی کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔

عرش کیا اس کے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں
شب معراج جہاں پہنچے ہیں رفعت والے

الغرض بت ٹوٹ گئے علی نیچے اترے تو مسکرا رہے تھے، حضور علیہ السلام نے مسکرانے کا سبب پوچھا تو علی نے عرض کیا، اس لیے مسکرا رہا ہوں کہ عرش معلیٰ سے چھلانگ لگائی ہے اور کچھ بھی نہیں ہوا، سرکار نے فرمایا! ہو بھی کیسے سکتا تھا چڑھانے والا میں تھا اتارنے والا جبریل تھا۔

(مدارج النبوت ج۲ص۲۸۵، البرہان ص۲۳۵)

موڈھے پاک نبی دے بھارے
سوہنے کل اعضاء سُن سارے
طاقت بہت ہے سی سرکارے
صلی اللہ علیہ وسلم

پشت مبارک

✲ حضرت محرش کعبی فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کو جعرانہ (میقات) سے عمرہ کا احرام باندھتے رات کے وقت دیکھا۔

فنظرت الی ظهره کا ن سبیکة فضة.

میری نظر آپ کی پشت مبارک پہ پڑی تو وہ ایسی تھی جیسے چاندی کی ڈلی ہوتی ہے۔ (خصائص ج ۱ ص ۷۳، زرقانی ج ۴ ص ۱۸۸)

روئے آئینہ علم پشت حضور
پشتیِ قصر ملت پہ لاکھوں سلام

ایک مرتبہ مکہ میں شدید قحط پڑ گیا قریش مکہ مل کر جناب ابوطالب کے پاس آئے کہ نکلو خدا سے مینہ مانگیں۔ حضرت جلهمه بن عرفطہ فرماتے ہیں میں ان دنوں مکہ میں تھا (ان دنوں حضور علیہ السلام ابوطالب کی زیر کفالت تھے)

پس ابوطالب نکلے اور ان کے ساتھ ایسا نورانی بچہ تھا، گویا آفتاب ہو جو کالے بادلوں سے نکلے، اس بچے کے ارد گرد چند بچے اور بھی تھے، بیت اللہ شریف پہنچ کر ابوطالب نے بچے کی پشت دیوار کعبہ کے ساتھ لگا دی، اس نورانی بچے نے اپنی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا حالانکہ اس وقت آسمان پہ بادل کا نام ونشان تک نہیں تھا۔

فاقبل السحاب من ههنا و هاهنا وانفجر له الوادی و اخصب البادی والنادی.

(اشارہ کرنے کی دیر تھی) ادھر سے بھی بادل آ گیا اُدھر سے بھی، اور اتنا برسا کہ جنگل بھر گئے اور شہری ودیہاتی خوب سیراب ہوئے (اور قحط دور ہو گیا)۔

ابوطالب نے اپنے اشعار میں اسی طرف اشارہ کیا ہے

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتٰمیٰ عصمة للارامل
یلوذبه الهلاک من ال هاشم فهم عنده فی نعمةوفواضل

وہ گورے رنگ والے کہ ان کے چہرۂ انور کے صدقے بادل کا پانی مانگا جاتا ہے، یتیموں کی جائے پناہ اور بیواؤں کے نگہبان ہیں۔

بنی ہاشم جیسے غیور لوگ ہلاکت وتباہی کے وقت اسی سے التجاو فریاد کرتے ہیں اور آپ

کے پاس آ کر عظیم نعمتیں اور برکتیں پاتے ہیں۔

(ابن عساکر، بیہقی، زرقانی ج ۱ ص ۱۹۵، خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۸۶)

راہنمائے سفر حجاز ص ۹۱ پہ ہے کہ مکہ سے چھ میل کے فاصلہ پر منیٰ میں مسجد خیف کے نزدیک اور پر گھاٹی پر مسجد صعب واقع ہے۔ اس میں ایک غار ہے جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضور علیہ السلام اس غار میں جلوہ افروز ہوئے تو آپ کا سر اور پشت مبارک غار کے پتھر سے مس ہوا تو پتھر موم ہو گیا اور پشت اور سر کا نشان اس پتھر پر لگ گیا۔ اس غار کو غار مرسلات کہتے ہیں کیوں کہ سورۂ مرسلات (پ ۲۹) اسی غار میں نازل ہوئی۔

پشت مبارک تاج رسولاں پشت پناہ ہے سب مقبولاں
تکیہ گاہ ہے اساں ملولاں صلی اللہ علیہ وسلم
سوہن کنڈ عجیبہ آہی امت کارن پشت پناہی
دتی اللہ نور صفائی صلی اللہ علیہ وسلم

مہر نبوت

فتح باب نبوت پہ بے حد درود
ختم دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام
حجرِ اسود و کعبۂ جان و دل
یعنی مہر نبوت پہ لاکھوں سلام

حضور علیہ السلام کی مہر نبوت کے متعلق جمہور کا اتفاق ہے اور کسی نے بھی مہر نبوت کا انکار نہ کیا اختلاف صرف مقام تعین وہیت وجسامت میں ہے۔

حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں ہر نبی کو اللہ نے دائیں ہاتھ میں مہر نبوت عطا کی مگر ہمارے آقا علیہ السلام کی مہر نبوت دو کندھوں کے درمیان تھی

فان شامة النبوة کانت بین کتفیه۔ (حاکم، خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۶۱)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مہر نبوت دونوں کندھوں کے عین

وسط میں ابھری ہوئی صاف اور نورانی دکھائی دیتی تھی۔ (البرہان ص ۲۴۰)

✿ حضرت جابر فرماتے ہیں

رایت الخاتم عند کتفه مثل بیضة الحمامة یشبه جسده.

میں نے آپ کی مہر نبوت کندھے کے پاس دیکھی جو کبوتری کے انڈے کی طرح تھی اور آپ کے جسم کے ساتھ رنگت میں مشابہ تھی۔ (مسلم شریف ج ۲ ص ۲۵۹)

حضرت سائب بن یزید نے چکور کے انڈے کی مثل بتائی۔ (خصائص ص ۱۵۲)

موڈھیاں اندر مہر نبوت اللہ دتی بہت ہی قوت
عالی ہمت بھاری برکت صلی اللہ علیہ وسلم

✿ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ مہر نبوت گوشت کے ٹکڑے کی مانند تھی جس پہ قدرتی طور پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ (ابن عساکر، حاکم، خصائص کبریٰ)

✿ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ دونوں شانوں کے درمیان ماہِ کامل کی مانند ایک دائرہ تھا جس میں نورانی حروف کے ساتھ دو سطروں میں یوں لکھا تھا۔

لا اله الا الله محمد رسول الله۔ (نشر الطیب، خصائص الکبریٰ)

انڈے وانگوں صورت آہی بہت کتاباں دین گواہی
وچ کلمہ لکھیا قلم الٰہی صلی اللہ علیہ وسلم

✿ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ کی مہر نبوت کو آپ کے خاتم النبیین ہونے کی علامت قرار دیا۔ (شمائل ترمذی، نشر الطیب ص ۱۵۷)

یہ مہر نبوت سے ہوتا ہے ثابت
ہے ختم رسل تاجدارِ مدینہ

یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام پر نبوت کا دروازہ بند فرما دیا۔

اب قیامت تک کوئی نیا نبی نہ آسکے گا۔ جو دعویٰ کرے گا کذاب و دجال ہوگا چاہے وہ ظلی ہو یا مرزا قادیانی انگریز کی بلی ہو یا کوئی بھی شیخ چلی ہو، جب خلفائے راشدین میں سے کوئی نبی نہیں ہوسکا تو اور کون دعویٰ نبوت کرسکتا ہے۔

خدا یکتا الوہیت میں تو یکتا رسالت میں
کسی کو اب نبی ہونے کا دعویٰ ہو نہیں سکتا
شفاعت کا جو طالب ہو تو کہہ دو دار پر چڑھ کر
پیغمبر مصطفیٰ کے بعد کوئی ہو نہیں سکتا

بغل مبارک

✿ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک بغلیں نہایت پاکیزہ، صاف اور خوشبودار تھیں، بغلوں کا رنگ متغیر نہیں ہوتا تھا اور آپ کی بغلوں میں بال بھی نہ تھے۔

(زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۱۸۶، خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۶۳)

✿ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم یرفع یدیه فی الدعاء حتی یری بیاض ابطیه۔ (بخاری ج ۲ ص ۹۲۸)

میں نے (نماز استسقاء میں) حضور علیہ السلام کو دعا کر ... دیکھا، آپ نے ہاتھ اتنے بلند فرمائے کہ مجھے بغلوں کی سفیدی نظر آگئی۔

✿ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

کان النبی صلی الله علیه وسلم اذا سجد یُریٰ بیاض ابطیه۔ (طبقات ابن سعد۔ خصائص کبریٰ ص ۶۳)

حضور علیہ السلام جب سجدہ کرتے تو آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آتی۔

رنگ سفید تے نور اجالا جو ویکھے ہووے متوالا
ویکھو قدرت حق تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

✿ دارمی نے بنی حریش کے ایک ثقہ سے روایت کی ہے کہ جب ماعز بن مالک اسلمی کو حضور علیہ السلام نے اقرار بالزنا پر سنگسار کرنے کا حکم دیا اور ان کے بدن پر پتھر برسائے گئے تو مجھ میں کھڑا رہنے کی ہمت نہ رہی قریب تھا کہ میں گر پڑتا۔

فضمنی رسول الله صلی الله علیه وسلم فسال علیّ من

عرق ابطیه مثل ریح المسک۔

مجھے حضور علیہ السلام نے اپنے ساتھ چمٹالیا، آپ کی بغلوں سے پسینہ مجھ پر ٹپک رہا تھا جس سے کستوری کی سی خوشبو آرہی تھی۔ (انوار محمدیہ ص ۲۷۴، زرقانی ج ۴ ص ۱۸۷)

بغلاں چٹیاں چمک نرالی — خوشبو عطروں ودھ کمالی
بخشی رب نے ہمت عالی — صلی اللہ علیہ وسلم
بغلوں حضرت دی خوشبوئی — زیادہ کستوری تھیں ہوئی
چودیں طبقیں لگی لوئی — صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کی بغلوں کا رنگ جسم کے رنگ سے مختلف تھا۔ (زیادہ چمک دار اور نورانی)
(خصائص ج ۱ ص ۱۵۹)

دست وبازو

جس کو بار دو عالم کی پرواہ نہیں
ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام
کعبۂ دین و ایماں کے دونوں ستون
ساعدین رسالت پہ لاکھوں سلام
ہاتھ جس سمت اُٹھا غنی کر دیا
موج بحرِ سماحت پہ لاکھوں سلام
جس کے ہر خط میں ہے موج بحرِ کرم
اس کفِ بحر ہمت پہ لاکھوں سلام
نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام
عید مشکل کشائی کے چمکے ہلال
ناخنوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام

❁ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کفِ دست اور بازوئے مبارک پُر گوشت تھے، ریشم سے

بڑھ کر نرم اور بے حد خوشبودار تھے، جس بچے کے سر پر آپ ہاتھ پھیرتے وہ خوشبو میں دوسرے بچوں سے ممتاز ہوجاتا

میں ید بیضا کے صدقے اے کلیم
لیکن کہاں ان کی کف دست کا جواب

قاضی عیاض فرماتے ہیں

طويل الزندين رحب الراحة شثن الكفين والقدمين۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بازو مبارک لمبے ہتھیلیاں چوڑی اور پُرگوشت تھیں اور یہی حال پاؤں کے تلووں کا تھا۔ (الشفا ص ۱۵۶)

❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کسی ریشم اور دیبا کو حضور علیہ السلام کے کف دست سے نرم نہیں پایا اور نہ کسی مشک وعنبر کو آپ کی خوشبو سے بڑھ کر پایا۔
(بخاری ج ۱ ص ۲۶۴، مشکوۃ ص ۵۱۶، خصائص کبری ج ۱ ص ۱۸۰)

❁ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں جب حضور علیہ السلام سے مصافحہ کرتا اور میرا جسم حضور علیہ السلام کے جسم سے مس ہوتا تو اس کے بعد میرے ہاتھ سے کستوری سے زیادہ خوشبو آتی۔ (بیہقی، ابن عساکر، زرقانی ج ۴ ص ۱۸۳)

سلام اندر جنھوں پنجہ پھڑاون
سدا اسدے ہتھوں خوشبویاں آون

❁ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کے ساتھ مسجد میں نماز ظہر ادا کی جب آپ مسجد سے باہر تشریف لائے تو میں آپ کے ساتھ تھا، بچے آپ کے سامنے آئے تو آپ نے ہر ایک کے رخسار پر اپنا دست اقدس پھیرا، میرے رخسار پہ بھی آپ نے ہاتھ پھیرا۔

فوجدت ليده بردا و ريحا كانما اخرجها من جوفة عطار۔

دست اقدس سے میں نے ایسی ٹھنڈک اور خوشبو پائی گویا کہ عطار کے صندوقچہ سے نکالا ہو۔ (مسلم شریف ج ۲ ص ۲۵۶)

❁—— حضرات صحابہ کبار کا طریقہ کار یہ تھا کہ حضرت جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نماز پڑھ کر تشریف لائے تو

فجعل الناس یاخذون یدیه فیمسحون بها و جوههم قال فاخذت بیده فوضعتها علی وجهی فاذا هی ابرد من الثلج و اطیب من المسک۔ (بخاری شریف)

لوگ حضور علیہ السلام کے ہاتھوں کو پکڑ کر چہرے پر ملنے لگے میں نے بھی آپ کا ہاتھ مبارک پکڑ کر چہرے پہ رکھا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبو دار تھا۔

کفِ دست رحمت میں ہے سارا جہاں زمیں آپ کی آسمان آپ کا ہے

❁—— انہی مبارک ہاتھوں میں اللہ نے ساری کائنات زمین و آسماں۔ مکان ولامکاں۔ دنیا و آخرت کے خزانے دے دیے، سرکار نے خود فرمایا

انی اعطیت مفاتیح خزائن الارض او مفاتیح الارض۔

(بخاری ج ۲ ص ۵۵۸، مسلم ص ۲۵۰)

اور ایک مقام پہ یوں فرمایا

اذا اوتیت خزائن الارض فوضع فی یدی۔

(مسلم ج ۲ ص ۲۴۴، بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۲)

میرے ہاتھوں میں زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں دے دی گئیں۔

ہر نعمت زمین سے ہی نکلتی ہے اور کسی کو چابی دینے کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ تجھے مالک و مختار بنا دیا گیا، جس کو جتنا چاہو دے دو۔

کنجیاں تمہیں دیں اپنے خزانوں کی خدا نے
محبوب کیا، مالک و مختار بنایا

بلکہ فرمایا **اوتیت مفاتیح کل شئی۔** (طبرانی، خصائص الکبری ج ۱ ص ۱۹۵)

اعطیت الکنزین الاحمر والابیض۔ (مسلم شریف۔ مشکوٰۃ ص ۵۱۲)

❁—— ہر شے کی کنجی مجھے دے دی گئی، سُرخ و سفید سارے خزانے مجھے عطا کر دیے گئے، اور ہاں ہاں اور سنو فرمایا قیامت کے دن جب ہر طرف سے لوگ نا امید و مایوس ہو جائیں گے۔

والمفاتیح یومئذ بیدی ولواء الحمد یومئذ بیدی۔

(عزت و کرامت) اور چابیاں اور لواء الحمد بھی میرے ہی ہاتھ میں ہوگا (یعنی قیامت کی سرداری بھی اپنی ہی ہے)۔ (دارمی۔ مشکوٰۃ ص ۵۱۴)

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا
دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

❁—— حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ سے بے مثال حکومت مانگی تو ان کو صرف دنیا کی حکومت عطا فرمائی گئی یعنی صرف فرش پر۔ اور ہمارے آقا کو عرش و فرش، زمین و آسمان، دنیا و آخرت کی سرداری و حکومت دی گئی۔ آپ نے فرمایا میرے دو وزیر آسمانوں پہ ہیں اور دو وزیر زمین پہ۔ اور وزیر اسی کے ہوتے ہیں جو بادشاہ ہو اور جس کی حکومت ہو۔ اور جہاں پر حکومت ہو۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں حضور علیہ السلام کی ولادت کے وقت کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا

بخ بخ قبض محمد صلی اللہ علیه وسلم علی الدنیا کلها لم یبق خلق من اهلها الا دخل فی قبضته۔

واہ واہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ساری دنیا پر قبضہ کر لیا۔ کوئی مخلوق (زمینی و آسمانی) ایسی نہیں جو آپ کے قبضہ میں نہ آئی ہو۔ (خصائص کبری ج ۱ ص ۴۸)

اور جواہر البحار میں ہے۔

و جبریل خُلق لخدمة النبی علیه السلام۔ (ج ۱ ص ۶۵۴)

کہ فرشتوں کے سردار جبریل علیہ السلام کو بھی حضور علیہ السلام کی خدمت کے لئے پیدا کیا گیا۔

اسی لیے تو شب معراج سرکار کے قدموں میں جبریل نے اپنا نوری چہرہ رکھا اور حکم ہوا

يا جبريل قبّل قدميه۔ (رياض الناصحين ص ۳۰)

اے جبریل! ان قدموں کو بار بار چوم۔

؎ فلک سے اونچا ایوان محمد کا
جبریل معظم ہے دربان محمد کا (ﷺ)

یہی وجہ ہے کہ ہر شے پر سرکار کا نام لکھا ہوا ملتا ہے۔

✻ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم حضور علیہ السلام کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک پرندہ جس کے منہ میں سبز رنگ کا ایک موتی تھا جو اس نے حضور علیہ السلام کے آگے پھینک دیا آپ نے دیکھا تو اس پر ایک سبز رنگ کا کپڑا تھا جس پر زرد رنگ سے لکھا ہوا تھا۔

لا اله الا الله محمد رسول الله (صلى الله عليه وسلم)

(حجة الله على العالمين ص ۲۱۲)

✻ امام نبہانی فرماتے ہیں کہ ایک جزیرہ میں ایک درخت کے ہر پتے پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہے اور فرمایا بلاد ھند میں ایک ایسا ہی درخت دیکھا گیا ہے جس کا پھل اخروٹ کی طرح ہے اس کو توڑا جائے تو اس سے ایک سبز رنگ کا کاغذ سا نکلتا ہے جس پر سُرخ رنگ سے کلمہ طیبہ لکھا ہوتا ہے۔

و هم يتبركون بتلك الشجره و يستقون بها اذا منعوا الغيث.

لوگ اس سے برکت حاصل کرتے ہیں اور اس کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگتے ہیں۔

اسی طرح مچھلی، بکری، پتھر، ہرنی پر نام محمد اور کلمہ طیبہ لکھے ہونے کے بے شمار واقعات امام نبہانی نے حجۃ اللہ علی العالمین کے ص ۲۱۰ و ص ۲۱۶ پہ لکھے ہیں اور علم الحیوانات کے ماہر نامور محقق علامہ کمال الدین دمیری علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب "حیٰوۃ الحیوان" ج ۲ ص ۲۴ پر بھی کچھ واقعات لکھے ہیں۔ اس دور میں بھی اخبارات کے اندر کئی واقعات پڑھنے کو ملتے ہیں۔

✻ برناباس کی انجیل میں ہے کہ آدم علیہ السلام کے ناخنوں پہ نام خدا اور نام مصطفیٰ لکھا تھا آپ نے محبت سے ناخنوں کو چوم لیا (ص ۳۹ باب ۲۹) حضرت آدم علیہ السلام کے کندھوں کے درمیان خاتم النبیین لکھا تھا اور سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی پہ کلمہ طیبہ لکھا تھا۔ (الوفاء ج ۱ ص ۴۰ خصائص کبریٰ ص ۲۰)۔

؎ اللہ اللہ شہہ کونین جلالت تیری
فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری

✻ بلکہ پہلی کتابوں میں ہے کہ عرش معلیٰ پر، جنت کے دروازوں پر، جنت کی ہر شے پر حضور علیہ السلام کا نام لکھا ہوا ہے

(مثنوی، خصائص، حجۃ اللہ، شواہد الحق، کتاب الوفا ابن جوزی)

؎ فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

کیوں کہ ہر شے آپ کے قبضۂ و اختیار میں ہے اور آپ کی کنیت اسی لیے ابوالقاسم ہے۔

لانه يقسم الجنة بين اهلها۔ (مواہب لدنیہ ج ۱ ص ۱۹۵)

کہ آپ جنت کو مستحقین میں تقسیم فرماتے ہیں۔

؎ تجھ سے بڑھ کر نہیں کونین میں ہمت والے
تو نے فردوس لٹایا ہے سخاوت والے

حضرت ربیعہ کو جنت دے دی (بخاری مشکوۃ ص ۴۸) اس لیے کہ

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا
دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

پھر ہم ؎

گنہ گاروں کو جنت سے کوئی روکے تو کیوں روکے
جو وہ جنت محمد کی تو یہ امت محمد کی (ﷺ)

❁ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جبریل امین ساری دنیا کی کنجیاں ابلق گھوڑے پہ رکھ کر ریشمی چادر میں لپیٹ کر لایا۔ (زرقانی ج ۵ ص ۲۶۰، خصائص ص ۱۹۵)

❁ حضرت ابو ہریرہ کو حافظے کی نعمت ملتی ہے تو آپ کے در سے (مسلم و بخاری ا ص ۲۲)

❁ آپ نے معذور و کمزور سواری کو ہاتھ لگایا تو وہ تمام سواریوں سے آگے نکل گئی۔

❁ حضرت حذیفہ کو آپ نے دونوں ہاتھ سینے پہ لگا کر دعا دی تو وہ فرماتے ہیں مجھے سخت سردی میں بھی ٹھنڈک محسوس نہ ہوتی (شواہد النبوۃ)

❁ حضرت علی کے سینہ بے کینہ پہ دست اقدس رکھا تو علم کے دریا بہنے لگے (ابن ماجہ تاریخ الخلفاء ص ۱۹۹)۔

شہنشاہِ زمانہ باہزاراں کر و فر آئے
کیا دنیا پہ قبضہ مِلک میں سب خشک و تر آئے

دست اقدس کی برکات پورے واقعات کی بجائے اشارات میں لکھی جاتی ہیں ورنہ طوالت بڑھتی جائے گی۔

دو جہاں کی نعمتیں ہیں انکے خالی ہاتھ میں

❁ آپ نے ہاتھ لگا کر ٹوٹی ہوئی پنڈلی کو ایسے جوڑا کہ گویا کبھی ٹوٹی ہی نہیں۔ (بخاری ۲ ص ۵۷۷)

❁ حضور علیہ السلام نے دست رحمت پھیرا تو گنجا پن دور ہو گیا (خصائص، شفا، طبقات ابن سعد)

❁ صحابی کی رسولی پہ دست کرم پھیرا تو رسولی غائب ہو گئی (تواریخ حبیب الہ ص ۱۴۰)

آپ نے بیمار اونٹوں کو دست شفا پھیرا تو فی الفور تندرست ہو گئے (احیاء القلوب ص ۴۵)

❁ برص کی مریضہ کو دست کرم سے شفا مل گئی (زرقانی ۵ ص ۲۰۱)

❁ ہاتھ لگنے سے ورم جاتا رہا (خصائص ۲ ص ۷۰)

❁ ٹوٹا ہوا ہاتھ درست ہو گیا (شواہد ص ۲۱۲)

❁ پاگل ہاتھ لگنے سے سب سے زیادہ عقل مند ہو گیا (خصائص ۲ ص ۷۱)

کس چیز کی کمی ہے مولیٰ تیری گلی میں
دنیا تیری گلی میں عقبیٰ تیری گلی میں

❁ حضور علیہ السلام نے دست اقدس میں کنکریاں پکڑیں تو وہ آپ کی رسالت کی گواہی دینے لگیں۔ (ابو نعیم ص ۹۱)

اللہ رے ترا معجزہ جب ہاتھ میں تو نے لیا
کی سنگریزوں نے ادا تسبیح رب کلمہ پڑھا

❁ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا بیمار کو حضور علیہ السلام کا ہاتھ دھو کر پلا دیتیں وہ ٹھیک ہو جاتا (احیاء القلوب ص ۲۹)

❁ پورا سال پیٹ میں درد رہی سرکار کا ہاتھ لگا مرتے دم تک غائب ہو گئی (شواہد النبوۃ)

مدت کے جو بیمار تھے تیرے طفیل اچھے ہوئے
مملو ہیں تیرے فیض سے کون و مکان ارض و سما

❁ آپ نے سر پہ ہاتھ پھیرا تو عمر سو سال ہو گئی۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۵۰)

❁ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے سر پہ حضور علیہ السلام نے ہاتھ پھیر کر دعا دی تو اللہ نے ان کے لعاب میں شفا رکھ دی جس کے سر پہ ملتے تھے تندرست ہو جاتا۔ (بخاری فی التاریخ، شفا، خصائص، زرقانی)

❁ حضور علیہ السلام نے دست رحمت سے بگڑا ہوا دھڑ رختم فرما دیا (الخصائص)

یہ فیض دیے وہ جود کیے کہ نام لیے زمانہ جیے
جہاں نے لیے تمہارے دیے یہ اکرمیاں تمہارے لیے

❁ آپ نے حضرت اسید بن اباس رضی اللہ عنہ کے چہرے اور سینے پہ ہاتھ پھیرا تو وہ اندھیری کوٹھری میں داخل ہوتے تو روشن ہو جاتی۔ (ابن عساکر، کنز العمال)

حاتم ورگے لکھ سوالی جو آون نہ جاون خالی
ایہو حضرت دی سی چالی صلی اللہ علیہ وسلم

❁ —— صحابہ کی لاٹھیاں روشن ہوگئیں (مشکوۃ ص ۵۴۴)

❁ —— کھجور کی شاخ روشن ہوگئی (شفاء خصائص)

❁ —— حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی کی پانچوں انگلیاں روشن ہوگئیں (البدایہ والنہایہ ۵ص ۱۹)

اللہ رے دست مقدس کا معجزہ
وابستہ جو ہوا اسے پُر نور کر دیا

❁ —— حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے لئے جلائی گئی آگ میں حضور علیہ السلام نے دست رحمت رکھا تو گلزار ہوگئی۔ (زرقانی، خصائص)

❁ —— جس رومال کو آپ نے ہاتھ لگایا وہ آگ میں ڈالنے سے صاف ہوجاتا آگ اس کو جلاتی نہ تھی۔ (خصائص، دلائل النبوۃ ابونعیم)

❁ —— ام معبد اور ایک چرواہے کی کمزور و ناتواں بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگا کر دودھ کی نہریں چلادیں۔

مصطفیٰ خیر الوریٰ ہو سرورِ ہر دو سرا ہو
اپنے اچھوں کا تصدق ہم بدوں کو بھی نبھاؤ
کیوں رضا مشکل سے ڈریے جب نبی مشکل کشا ہو

❁ —— آپ نے اشارہ فرمایا تو پتھر پانی پہ تیرتا ہوا اور کلمہ پڑھتا ہوا حاضر ہوگیا (تفسیر کبیر)

❁ —— ہم سارے بھی اُٹھ جائیں تو کچھ نہیں ہوتا مگر سرکار انگلی اُٹھادیں تو چاند ٹکڑے ہوکر زمین پہ آجاتا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ۶ص ۷۷)

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا اُلٹے قدم
تیری انگلی اُٹھ گئی ماہ کا کلیجہ چر گیا

مسند امام احمد میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے ناخن کٹوائے تو اپنے صحابہ کرام میں تقسیم فرمادیے۔

سینۂ اقدس

رفع ذکر جلالت پہ ارفع درود
شرح صدر صدارت پہ لاکھوں سلام

❁ —— حضور علیہ السلام کا سینۂ اطہر اور شکم اقدس ہموار و برابر تھے بلکہ سینۂ اطہر شکم مبارک سے کسی قدر ابھرا ہوا اور چوڑا تھا، سینۂ اقدس کے درمیان بالوں کا ایک باریک خط تھا جو ناف مبارک تک جاتا تھا، پورے سینے پر بال نہ تھے

موصول ما بین اللبة والسرة بشعر یجری کالخط عاری الثديين ما سوىٰ ذلک۔ (الشفاء ص ۱۵۶)

گلے سے ناف تک بالوں کا ایک نہایت لطیف خط نظر آتا تھا، آپ کے پستانوں پر بال نہ تھے۔

خط باریک سینے وچ آہا ناف تائیں اس پایا راہا
واہ قدرت تیری رب الہا صلی اللہ علیہ وسلم

❁ —— آپ کا سینۂ اطہر اسرار الٰہیہ اور معارف ربانیہ کا وہ گنجینہ تھا کہ علم و حکمت کے لاکھوں بے حد و بے کنار سمندر موجزن تھے جن کی حقیقت آپ جانیں یا آپ کا رب جانے۔

❁ —— حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اشرح لی صدری کی دعا کی مگر حضور علیہ السلام کو خود فرمایا گیا۔

الم نشرح لک صدرک۔ (۳۰/۱۹)

کیا ہم نے آپ کا سینہ کشادہ نہ فرمادیا۔

آپ علیہ السلام کا سینۂ اقدس ایک سے زیادہ مرتبہ کھول کر انوار و تجلیات ربانی سے معمور کیا گیا جس میں بے شمار حکمتیں ہیں جن کو کماحقہ خدا ہی جانتا ہے۔

❁ —— حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ آپ کے سینۂ اقدس کو ایک محل سمجھنا چاہیے جس میں بارہ کمرے ہوں، ہر کمرے میں ایک مجلس ہو اور ہر مجلس کے حاکم اعلیٰ حضور پُر نور علیہ السلام ہیں۔

قلب مبارک

دل سمجھ سے وراء ہے مگر یوں کہوں
غنچۂ راز قدرت پہ لاکھوں سلام

❁— قلب انور کی وسعت اور رفعت شان کا بیان طاقت انسانی سے باہر ہے جو اسرار و معارف آپ کے قلب مبارک کو عطا ہوئے وہ کسی اور کو عطا نہ ہوئے، نہ ہی کسی اور کا قلب اس کا متحمل ہو سکتا تھا۔ جو طاقت پہاڑوں میں نہ تھی وہ آپ کے قلب اطہر کو عطا فرمائی گئی۔ ارشاد ربانی ہے کہ اگر قرآن کسی پہاڑ پہ اترتا تو وہ خوف الٰہی سے پھٹ کر ٹکڑے ہو جاتا۔ (۲۸/۶)

لیکن **فانہ نزلہ علی قلبک** (البقرہ) قرآن آپ کے دل پر نازل ہوا اور دل نے سلامتی کے ساتھ اس بار امانت کو اُٹھالیا۔

❁— آپ نے ارشاد فرمایا

یا عائشة عینی تنامان ولا ینام قلبی۔ (بخاری۔ مسلم ا ص ۲۵۴)

اے عائشہ! میری آنکھیں سو جاتی ہیں دل (ہمیشہ) بیدار رہتا ہے۔

اسی لیے سو جانے سے ہر کسی کا وضو ٹوٹ جاتا ہے اور حضور علیہ السلام کا وضو نہیں ٹوٹتا۔

❁— فتح الباری شرح بخاری میں ہے جب آپ کے سینہ مبارک کو شق کیا گیا تو

قلب سدید فیه عینان تبصران و اذنان تسمعان.

قلب مبارک صاف سیدھا اور بے عیب تھا اس میں دو آنکھیں تھیں جو دیکھ رہی تھیں اور دو کان تھے جو سُن رہے تھے۔ (۱۳/۴۱۰)

اسی لیے آپ کا علم نسیان سے پاک تھا اور آپ نے فرمایا

انی لا انسی ولکن اُنسی۔ (نشر الطیب ص ۱۸۹)

میں بھولتا نہیں بھلایا جاتا ہوں (تا کہ سنت قائم ہو جائے)۔

اول آخر، ظاہر باطن، **ما کان و ما یکون**، قیامت و بعد القیامت، خدا اور خدائی کا علم حضور علیہ السلام کے سینہ میں رکھ دیا گیا

مگر بے خبر، بے خبر جانتے ہیں

شکم مبارک

کل جہاں مِلک اور جو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

❁— حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے بغور دیکھا آپ کا شکم مبارک کاغذ کی تہوں کی مانند تھا۔ (خصائص ا ص ۱۸۷)

❁— حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے کبھی پیٹ بھر کر نہ کھایا اور نہ ہی کبھی فقر و فاقہ کا شکوہ کسی سے فرمایا۔ (زرقانی ج ۴ ص ۳۱۱)

کیوں کہ آپ کا فقر اختیاری تھا ورنہ اللہ تعالیٰ نے خود پیش کش فرمائی کہ اے محبوب! اگر تو چاہے تو مکے کے پہاڑ سونا بنا کر تیرے ساتھ چلا دوں مگر آپ نے عرض کیا۔ یا اللہ! میں یہ نہیں چاہتا، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن کھانے کو مل جائے تا کہ تیرا شکر کرتا رہوں اور ایک دن بھوکا رہوں تا کہ صبر کی لذتوں سے آشنا ہوتا رہوں۔ (مشکوۃ)

آپ نے فرمایا اللہ نے مجھے اختیار دیا کہ بادشاہ نبی بن جاؤ یا عبد نبی بن جاؤ تو میں نے عبد نبی بننا پسند کیا۔ (مشکوۃ)

مالک دین و دنیا ہو کر — دونوں جہاں کے داتا ہو کر
فاقے سے ہیں سرکار دو عالم — صلی اللہ علیہ وسلم
کھانا تو دیکھو جو کی روٹی — ان چھنا آٹا. روٹی موٹی
وہ بھی شکم بھر روز نہ کھانا — صلی اللہ علیہ وسلم

❁— ایک دن بھوک کی وجہ سے حضور علیہ السلام بیٹھ کر نماز ادا فرما رہے تھے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دیکھ کر رونے لگے، فرمایا مت رو، جو شخص ثواب کی نیت سے بھوکا رہے گا قیامت کی سختی سے محفوظ رہے گا (زرقانی ج ۴ ص ۳۱۹)

ستر آہے پردے نوری، — صاف شکم پُر صبر صبوری
ہر دم رہندے خاص حضوری، — صلی اللہ علیہ وسلم

❁— حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک دن میں آپ کے فاقے کی حالت کو دیکھ رو پڑی اور آپ کے پیٹ پر ہاتھ پھیر کر کہہ رہی تھی دیکھیں فاقے سے کیسے دب گیا ہے، میری جان آپ پہ فدا ہو، دنیا سے اتنا تو قبول کرلیں جو جسمانی قوت کو قائم رکھے، آپ نے فرمایا

مالی و للدنیا اخوانی من اولی العزم من الرسل صبروا علی ما ھو اشد من ھذا۔ (الشفاج ۱ص ۸۴)

اے عائشہ! مجھے دنیا سے کیا کام میرے بھائی اولوا العزم رسول تو اس سے بھی زیادہ سختی پر صبر کرتے رہے۔

ے عجز تو دیکھو اللہ اکبر تکیے کے بدلے اینٹ یا پتھر
اور سر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

❁— اور جو نور کی اور معرفت الٰہی کی خوراک کھانے والا ہو اس کو اس مادی خوراک سے کیا کام آپ نے فرمایا میں اپنے رب کے پاس رات گذارتا ہوں وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے

ے آسماں ملک اور جو کی روٹی غذا
کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا
کن فکاں ملک اور جو کی روٹی غذا
لا مکاں ملک اور جو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

زانوئے مقدس اور قدم مبارک

ے انبیاء طے کریں زانوں ان کے حضور
زانوؤں کی وجاہت پہ لاکھوں سلام
کھائی قرآن نے خاک گذر کی قسم
اس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

❁— حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

کان فی ساقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حموشۃ۔

کہ حضور علیہ السلام کی پنڈلیاں نرم و نازک تھیں۔ (مشکوٰۃ ص ۵۱۸)

❁— حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

کان صلی اللہ علیہ وسلم احسن البشر قدما۔

(زرقانی علی المواہب ج ۴ ص ۱۹۸، انوار محمدیہ ص ۲۷۶)

کہ حضور علیہ السلام کے قدم مبارک سب سے زیادہ حسین تھے۔

❁— زانوئے مقدس، پنڈلیاں اور قدمین شریفین نرم اور پُر گوشت تھے، جب آپ چلتے تو قدم مبارک قوت وقار اور تواضع سے اُٹھاتے جیسا کہ اہل ہمت وشجاعت کا طریقہ ہے، پاؤں مبارک کے درمیانی حصہ میں خم نہ تھا اور چلتے وقت نشان قدم ناتمام نہ رہتا بلکہ مکمل پاؤں زمین پر لگتے تاکہ کوئی آپ کے نشان قدم کو بھی نامکمل نہ کہہ سکے۔

(انوار محمدیہ ص ۲۷۶، خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۱۷۰)

❁— حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قریش ایک کاہن کے پاس گئے۔ حضور علیہ السلام بھی ساتھ تھے (اعلان نبوت سے بیس سال پہلے) اور اس سے پوچھا کہ بتاؤ ہم میں سے صاحب نبوت کون ہو سکتا ہے اس نے چادر سے زمین صاف کرائی اور سب کے نشان قدم لگوائے اور حضور علیہ السلام کا نشان قدم دیکھ کر کہا کہ یہی نبی ورسول ہوگا۔

اس کے بعد وہ انتظار میں رہے تا آنکہ بیس سال بعد حضور علیہ السلام نے نبوت کا اعلان فرمایا (خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۱۷۰)

❁— حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے زیادہ تیز چلنے والا کسی کو نہ دیکھا

کانما الارض تطوی لہ و انا لنجھد انفسنا و انہ لغیر مکترث۔ (مشکوٰۃ ص ۵۱۸)

(جب آپ چلتے تو) یوں لگتا گویا زمین آپ کے لئے لپیٹی جا رہی ہے ہم آپ

کے ساتھ دوڑا کرتے اور آپ آسانی سے بے تکلف چلتے۔ (پھر بھی آپ آگے ہی رہتے)۔

پلیاں نرم قدم دی بھارے دھرتی اُتے لگن سارے
رب قدرت اپنی نال سنوارے صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

انہ علیہ السلام کان اذا مشی علی الصّخر غاصت قدماہ فیہ۔ (زرقانی ج۴ص۱۹۷)

جب آپ سخت پتھر پہ بھی چلتے تو وہ نرم ہو جاتا اور نشان قدم اس پر لگ جاتا۔

❁— راہنمائے سفر حجاز ص۵۶ پہ لکھا ہے کہ ایک پتھر پر آپ نے سجدہ کیا آج بھی اس پہ نشان موجود ہے اور ایک جگہ حضور علیہ السلام کے پاؤں مبارک بمعہ نعلین پاک کا نشان موجود ہے۔

❁— امام ابونعیم کے مطابق احد کے دن مشرکین سے پوشیدگی کے لئے آپ نے اپنا سر مبارک ایک پہاڑ کی جانب مائل فرمایا فلین اللہ الجبال اللہ نے پہاڑ کو نرم فرمادیا اسی طرح مکہ معظمہ میں ایک پتھر پر آپ نے نماز ادا فرمائی تو اس میں آپ کی کہنیوں اور بازوؤں کے نشان آگئے۔ (دلائل النبوت ج۲ص۲۱۵)

غور فرمایئے! حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے لوہے کو موم فرمایا اور یہ آپ کا معجزہ تھا والنالہ الحدید (۲/۲۲) اور کوئی شک نہیں کہ یہ بڑا معجزہ تھا۔ مگر لوہے کو پگھلا کر نرم کیا جاسکتا ہے حضور علیہ السلام کے لیے پتھر جیسی چیز کو موم کردیا کہ جس کو پگھلایا ہی نہیں جا سکتا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا جو پتھر کو بھی نرم کرسکتے ہیں وہ لوہے کو بھی ضرور نرم کرسکتے ہیں۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

❁— امام شہاب الدین خفاجی مصری فرماتے ہیں کہ نشان قدم والے پتھروں کو تبرکاً محفوظ کر لیا گیا جواب بھی موجود ہیں بیت المقدس اور مصر میں متعدد پائے جاتے ہیں، لوگ ان کی زیارت و تعظیم کرتے ہیں، ایک بادشاہ (قاتبیائی) نے ان میں سے ایک پتھر بیس

ہزار دینار کا خریدا۔

و اوصی بجعلہ عند قبری وھو موجود الی الان۔

اور وصیت کی کہ مرنے کے بعد اسے میری قبر کے پاس نصب کردیا جائے اور وہ پتھر آج بھی موجود ہے۔ (نسیم الریاض، حجۃ اللہ علی العالمین ص۴۵۳)

بعض لوگ اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ پتھر پہ نشان قدم کیسے لگ سکتا ہے حالانکہ مقام ابراہیم کے بارے مفسرین نے لکھا ہے اور لاکھوں زائرین گواہ ہیں کہ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم کا نشان موجود ہے۔ (تفسیر کبیر، ابن جریر عن ابن عباس)

جب خلیل اللہ کے لئے مانا جاسکتا ہے تو حبیب اللہ کے لئے انکار کی کیا وجہ ہے؟

ریت پہ تو ہم بھی قدم رکھیں تو نشان پڑ جاتا ہے حضور علیہ السلام نرم کو نرم کرنے نہیں بلکہ پتھروں کو نرم کرنے آئے ہیں۔

ہم نے پھولوں کو چُھوا مرجھا کے کانٹے ہو گئے
اس نے کانٹوں پر قدم رکھا گلستاں کر دیا

اور یہ بھی یاد رہے کہ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قدم لگیں وہ جگہ مرکز تجلی بنے، جہاں خلیل اللہ علیہ السلام کے قدم لگیں وہ جگہ مصلّٰی بنے اور جہاں حبیب اللہ علیہ السلام کے قدم لگیں وہ جگہ عرش معلّٰی بنے۔

آسماں گر تیرے تلووں کا نظارہ کرتا
روز اک چاند تصدق میں اتارا کرتا

❁— اہل طائف نے حضور علیہ السلام سے کہا کہ اگر آپ پتھر سے ایک عظیم الشان میوہ دار درخت نکالیں تو ہم ایمان لے آئیں گے، آپ نے پتھر پر قدم رکھا تو اللہ نے اس کی برکت سے مطلوبہ درخت نکال دیا، اکثر اہل طائف اس معجزہ کو دیکھ کر مسلمان ہوگئے۔ (احیاء القلوب ص۱۰۰، قصص الانبیاء ص۳۶۲)

میں ان کے نقش پا پر چاند کو قربان کرتا ہوں

❁— حضور علیہ السلام ایک مرتبہ عرفہ سے تین میل دور اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ مقام

ذی المجاز میں تھے کہ ابو طالب کو پیاس لگی اور انہوں نے حضور سے عرض کیا

فضرب بقدمه الارض فخرج الماء فقال اشرب.

آپ نے قدم مبارک زمین پر مارا پانی کا چشمہ جاری ہو گیا، آپ نے چچا کو فرمایا "پی لے"۔ (زرقانی ج۵ ص۱۷۰)

جن کے تلووں کا دھوون ہے آبِ حیات
ہے وہ جانِ مسیحا ہمارا نبی

❁ ایک دفعہ آپ نے اپنے وضو کا پانی چاہِ قبا میں ڈالا تو اس کے بعد اس کنوئیں کا پانی کبھی خشک نہ ہوا۔ (شفا شریف)

❁ ایک دفعہ آپ نے اپنا مبارک قدم جب اُحد پہاڑ پہ رکھا تو اس نے قدوم میمنت لزوم کو بوسہ دے کر وجد کرنا شروع کر دیا آپ نے فرمایا

اثبت فانما علیک نبی و صدیق و شهیدان.

(بخاری شریف۔مشکوۃ ص۵۶۳)

ٹھہر جا تیرے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں (عمر و عثمان)۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

ایک ٹھوکر سے احد کا زلزلہ جاتا رہا
رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں
دو قمر دو پنجۂ خور دو ستارے دس ہلال
ان کے تلوے، پنجے، ناخن، پائے اطہر، ایڑیاں

یہی وہ قدم مبارک ہیں جن کو آسمان ہدایت کے ستارے صحابہ کرام بوسے دیا کرتے تھے۔امام بخاری نے الادب المفرد ص۱۴۴ پہ ایک روایت حضرت وازع بن عامر سے نقل کی ہے۔

فاخذنا بیدیه و رجلیه نقبلها.

ہم نے حضور علیہ السلام کے ہاتھوں اور پاؤں کو چوما۔

❁ اسی طرح مشکوۃ ص۴۰۲ پہ حضرت زراع فرماتے ہیں کہ ہم ایک وفد لے کر حاضر ہوئے فنقبل ید رسول الله و رجله ہم نے حضور علیہ السلام کا ہاتھ اور پاؤں چوما
ایک اعرابی نے آپ سے معجزہ طلب کیا اور آپ نے فرمایا اس درخت سے کہہ کہ رسول اللہ تجھے بلاتے ہیں جب اس نے جا کر درخت کو حضور علیہ السلام کا پیغام سنایا تو درخت نے دائیں بائیں آگے پیچھے جھک کر اپنی جڑوں کو توڑا اور زمین چیرتا ہوا آ کر السلام علیک یا رسول الله پڑھنے لگا، اعرابی نے کہا اب اس کو حکم دیں کہ واپس اسی جگہ جائے، آپ نے حکم دیا تو واپس اپنی جگہ پہ جا کر سیدھا کھڑا ہو گیا، اعرابی بولا، مجھے حکم دیں آپ کو سجدہ کروں فرمایا سجدہ غیر خدا کو اگر جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔

قال فاذن ان اقبل یدیک و رجلیک فاذن له.

اس نے کہا! پھر ہاتھ پاؤں تو چومنے دیں تو آپ نے اس کو اجازت دے دی (اور اس نے آپ کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیا)۔ (شفا ص۱۴۹، دلائل لابی نعیم ص۳۳۲)

❁ صحابہ کرام جب مدینہ شریف حاضر ہوتے تو اپنی سواریوں سے جلد اتر کر اللہ کے رسول کے ہاتھ پاؤں چومنے میں پہل کرتے تھے (ابوداؤد شریف)

عارض شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں
جا بجا پر تو فگن ہیں آسماں پر ایڑیاں
دن کو ہیں خورشید شب کو ماہ و اختر ایڑیاں
ان کا منگتا پاؤں سے ٹھکرا دے وہ دنیا کا تاج
جن کی خاطر مر گئے منعم رگڑ کر ایڑیاں
تاج روح القدس کے موتی جسے سجدہ کریں
رکھتی ہیں واللہ وہ پاکیزہ گوہر ایڑیاں

خصائص کبریٰ ج۲ ص۲۷ پہ ہے کہ جن جانوروں پہ آپ نے سواری فرمائی (اور آپ

کے قدم اطہر اور زانوئے مقدس لگے) وہ ہمیشہ آپ کی برکت سے تندرست اور توانا رہے کبھی ضعیف وکمزور نہ ہوئے۔ بلکہ علامہ دمیری فرماتے ہیں ان جانوروں نے کبھی پیشاب بھی نہ کیا نہ وہ بیمار ہوئے۔ (قصص الانبیاء ص ۴۲۳)

❁ حضرت علی المرتضیٰ ایک مرتبہ بیمار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحت کی دعا کر کے اپنا پاؤں مبارک ان کو مارا

فما اشتکی ذلک الوجع بعد۔ (دلائل النبوۃ ابو نعیم ص ۳۸۵)

اس کے بعد وہ بیماری ساری عمر کے لئے ختم ہوگئی۔

لیکن یہ بھی یاد رہے کہ یہی وہ پائے اقدس ہیں جو اپنے رب کی یاد کے لئے اور امت کی بخشش کے لئے ساری ساری رات کھڑے ہونے کی وجہ سے سوج جاتے۔ (شمائل ترمذی)

اے رضا طوفان محشر کے تلاطم سے نہ ڈر
شاد ہو ہیں کشتی امت کا لنگر ایڑیاں

مدارج النبوۃ میں ہے کہ جنگ احد میں کمزوری کی وجہ سے حضور علیہ السلام کے لئے پہاڑ پر چڑھنا مشکل ہوگیا تو حضرت طلحہ نے اپنے کندھے پیش کر دیے۔ حضور علیہ السلام نے کندھوں پہ قدموں کو رکھا اور ساتھ ہی فرمایا۔ اوجب طلحة۔ طلحہ کے لئے جنت پکی ہوگئی

اے صلی علیٰ نام ہے کیا نام محمدؐ
ہر درد سے لیتا ہے بچا نام محمدؐ

حضرت جبریل علیہ السلام کے قدموں کی خاک سے سامری نے بے جان بچھڑے میں ڈالی تو وہ بولنے لگا (گویا کہ اس میں جان آگئی) (تفاسیر) تو جس کے قدموں میں معراج کی رات جبریل جھکا ہوا ہے ان قدموں کی تاثیر کا عالم کیا ہوگا،

سیرت ایسی کہ اغیار کلمہ پڑھیں
صورت ایسی کہ یوسف بھی دیکھا کریں
پاؤں ایسے کہ جبریل چوما کریں
ابن مریم سے بڑھ کر شفا ہاتھ میں

ختنہ اور ناف مبارک

❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں

انه عليه السلام ولد مختونا، مسرورا ای مقطوع السرة.

(زرقانی ج ا ص ۱۲۴، جواہر البحار ص ۹۶۷)

آپ علیہ السلام ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے۔

یہ بات پیشوائے غیر مقلدین نواب صدیق حسن نے "الشمامۃ العنبر یہ من مولد خیر البریہ" کے اندر بھی لکھی ہے۔ اور مولانا اشرف علی تھانوی نے نشر الطیب ص ۱۶۳ پہ لکھی اور تفسیر فتح العزیز ص ۲۱۸ پارہ عم میں بھی ایسے ہی ہے۔ جب کہ محدث ابن جوزی نے ساتھ یہ بھی لکھا

مكحولا مطيبا۔ مسرورا۔ (المیلاد النبوی)

(ختنہ شدہ اور ناف بریدہ ہونے کے ساتھ ساتھ) آپ کی آنکھوں میں سرمہ بھی لگا ہوا تھا اور خوشبو میں بسے ہوئے خوش وخرم پیدا ہوئے۔

بڑے بے ادب اور گستاخ ہیں جو
تجھے اپنے جیسا بشر دیکھتے ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے خود فرمایا

من كرامتي على ربي انی ولدت مختونا و لم یری احد سواتی۔ (زرقانی ج ا ص ۱۲۴، کنز العمال ج ۶ ص ۳۰۱)

یہ بھی اللہ کے نزدیک میری ہی عزت ہے کہ میں ختنہ کیا ہوا پیدا ہوا اور میرے ستر کو کسی نے نہ دیکھا۔

رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

فضلاتِ مبارکہ

❁ حضور علیہ السلام کے تمام فضلات مبارکہ (بول و براز پسینہ وغیرہ) پاک، طیب وطاہر

ہیں اور یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے

(مدارج النبوۃ، فتح الباری شرح بخاری ج ا ص ۲۱۸ ابن حجر عسقلانی، عمدۃ القاری شرح بخاری ج ا ص ۷۷۸، علامہ بدر الدین عینی، رد المختار شرح درمختار المعروف فتاویٰ شامی ج ا ص ۲۳۲ ابن عابدین شامی، فیض الباری شرح بخاری ج ا ص ۲۸۹ انور شاہ کشمیری صدر مدرس دار العلوم دیوبند، نشر الطیب ص ۱۶۲ اشرف علی تھانوی)

بہت سی روایات میں ہے کہ صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون اقدس حصول برکت کے لئے پیا مثلاً ایک قریشی لڑکے نے آپ علیہ السلام کو پچھنے لگائے اور جو خون مبارک نکلا وہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے پی لیا اس کو بزاز، طبرانی، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ سے بھی مروی ہے کہ انہوں بھی خون اقدس نوش جاں فرمایا۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب مبارک پیا۔ (اس روایت کو حاکم، دارقطنی وابو نعیم نے نقل فرمایا) اور طبرانی نے اوسط میں ابورافع کی عورت سلمٰی سے روایت کیا کہ اس نے حضور علیہ السلام کا غسل میں استعمال شدہ پانی پیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اس پانی کی وجہ سے تیرے بدن کو دوزخ کی آگ پر حرام کردیا گیا۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری ج ا ص ۷۷۸)

❁ اور مروی ہے کہ آپ جب بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کے بول و براز کو نگل لیتی اور اس جگہ سے نہایت پاکیزہ خوشبو آتی، اس کو حضرت عائشہ نے روایت فرمایا۔ اور مالک بن انس نے آپ کے زخم سے نکلنے والا خون مبارک چوس کر پی لیا۔

آپ نے فرمایا اس کو کبھی دوزخ کی آگ نہ لگے گی۔ (نشر الطیب ص ۱۶۲)

پسینہ مبارک

ایسی خوشبو نہیں ہے کسی پھول میں
جیسی خوشبو نبی کے پسینے میں ہے

❁ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

کان عرقه فی وجهه مثل اللؤلؤ اطیب من المسک.

آپ کے چہرے مبارک پہ پسینے کے قطرے گویا موتی تھے جو کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوتے۔ (خصائص کبریٰ ج ا ص ۶۷)

❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کبھی کبھی دوپہر کے وقت ہمارے گھر تشریف لاتے آپ جب سو جاتے تو آپ کو پسینہ آتا اور میری والدہ پسینہ اتار کر شیشی میں جمع کرلیتیں، ایک دن حضور علیہ السلام نے فرمایا! اے ام سلیم! یہ کیا کررہی ہو۔

قالت هذا عرقک نجعله فی طیبنا و هو اطیب الطیب.

(بخاری ج ا ص ۶۱، مشکوۃ ص ۵۱۷)

عرض کیا یہ حضور کا پسینہ ہے ہم اس کو عطر میں ملاتی ہیں تو یہ سب عطروں سے زیادہ خوشبودار ہوجاتا ہے۔

صبا نہ چھیڑ ابھی سنبل و گلاب کا ذکر
ہم اپنے نبی کے پسینے کی بات کرتے ہیں

❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا، عرض کیا۔ آقا! میں نے اپنی بیٹی کا نکاح کرنا ہے اور میرے پاس خوشبو نہیں ہے، آپ نے فرمایا! کل ایک کھلے منہ والی شیشی لے آنا، دوسرے دن وہ شیشی لے کر آیا آپ نے اپنے دونوں بازوؤں سے پسینہ اتار کر شیشی بھردی اور فرمایا یہ لے جاؤ اور بیٹی کو کہنا اس کو لگا لیا کرے۔ پس جب وہ پسینہ لگاتی تو

یشم اهل المدینه رائحة ذلک الطیب فسمّوا بیت المتطیبین۔ (خصائص کبریٰ ج ا ص ۶۷، زرقانی ج ۴ ص ۲۲۴، انوار محمدیہ ص ۲۸۲)

پورا مدینہ خوشبو سے معطر ہوجاتا یہاں تک کہ ان کے گھر کا نام ہی خوشبو والوں کا گھر پڑ گیا۔

واللہ جو مل جائے میرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

اس شخص نے اگرچہ اپنی بیٹی کو کوئی صوفے سیٹ واٹر سیٹ، زیورات وغیرہ نہ دیے مگر وہ کچھ دے دیا کہ جو بڑے سے بڑا امیر و کبیر بھی نہ دے سکے گا

ے عجب خوشبوئی اس مڑھکے دی آہی
نہ عطر کستوری وچ اتنی پائی
کوئی جے بدن تے اک قطرہ لاوے
جتھے اوھدے وچوں خوشبوئی آوے
نہ ہووے دھوتیا دور عمر ساری
رہے اولاد وچ بھی فیض جاری

لوگ پسینے کی بدبو سے بچنے کے لئے عطر اور دیگر خوشبوئیں استعمال کرتے ہیں اور سرکار کا پسینہ مبارک بطور خوشبو استعمال کیا جارہا ہے۔

بول مبارک

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک رات حضور علیہ السلام نے ایک برتن میں پیشاب فرمایا، میں اُٹھی اور پانی سمجھ کر پی لیا، صبح جب حضور علیہ السلام نے برتن کے بارے پوچھا تو میں نے عرض کیا حضور وہ تو میں نے پی لیا ہے تو آپ یہ سُن کر بہت ہنسے اور فرمایا

لن تشتکی وجع بطنک بعد یومک ھذا ابدا.

(شفاص ۳۳، کنز العمال ص ۱۳۰ دلائل النبوۃ ابو نعیم ص ۳۸۰، مستدرک ص ۶۳، زرقانی ج ۴ ص ۲۳۱، خصائص ج ۴ ص ۵۳۹)

آج سے تجھ کو پیٹ کی بیماری نہ لگے گی۔

چودہ صدیاں بعد بھی بول و براز کی خوشبو

علماء فرماتے ہیں کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ السلام کا بول مبارک اس لیے پی لیا کہ قرآن مجید میں ہے لا اکراہ فی الدین کہ دین میں کوئی اکراہ نہیں اس کا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہمارے دین میں کراہت یا کوئی ناپسندیدہ شے نہیں ہے تو انہوں نے سوچا کہ جب دین میں کراہت نہیں تو وجود مصطفےٰ میں کراہت کیسے ہوسکتی ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں جب مدینہ پاک گیا تو حضرت ام ایمن کی اولاد کو کسی طرح تلاش کرلیا تو چودہ صدیوں بعد بھی میں ان کی اولاد میں سے جس کو ملتا تو مجھے (بول مبارک کی برکت سے) اس کے جسم سے

آج بھی خوشبو آرہی تھی ۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمۂ دامن دل می کشد کہ جا ایں جا است

بعض لوگ حضور علیہ السلام کے بول و براز پاک ہونے کی بات کریں تو سیخ پا ہو جاتے ہیں جب کہ ریشم کے کیڑے کا فضلہ شہد کی مکھی کا فضلہ پاک بھی مانتے ہیں کھاتے بھی ہیں تمام کیڑے مکوڑے، مکھی، مچھر کے فضلات کو پاک مانتے ہیں تو اگر حضور علیہ السلام کے فضلات کو پاک کہا جائے تو چیں بہ چیں ہو جاتے ہیں۔

۞ــــ طبرانی و بیہقی نے بسند صحیح حکیمہ بنت اسمیہ اور انہوں نے اپنی والدہ سے روایت کی کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ برّہ نے آپ علیہ السلام کا بول مبارک پی لیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ آتش جہنم سے چاروں طرف سے محفوظ ہوگئی۔

حضرت قاضی عیاض اور علامہ زرقانی ان احادیث کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں

و لم یامرو احد منھم بغسل فم ولا نھاہ عن عودۃ.

کہ نہ تو ان میں سے کسی کو حضور علیہ السلام نے منہ دھونے کا حکم دیا اور نہ ہی یہ فرمایا کہ آئندہ ایسا نہ کرنا۔ (زرقانی ج ۴ ص ۲۲۹، شفاص ۳۲)

ظاہر بات ہے صحابہ کرام حضور علیہ السلام کے فضلات مبارکہ کو صرف محبۃً نہ پیتے تھے کہ کوئی جتنا بھی کسی کا پیارا ہو بہر حال اس کے فضلات سے طبعًا کراہت ہوتی ہے بلکہ اس لیے پیتے کہ صحابہ کرام حضور علیہ السلام کے فضلات مبارکہ کو پاک بھی سمجھتے تھے اور برکت بھی حاصل کرتے تھے اور ان کو ان میں روحانی ترقی بھی نظر آتی تھی۔ تو جب وہ حضور علیہ السلام کے فضلات مبارکہ کو تمام جہاں سے بے مثل و بے مثال سمجھتے تھے تو خود کو حضور علیہ السلام کی مثل کیسے سمجھتے ہوں گے؟

۞ــــ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں

ما احتلم نبی قط و انما الاحتلام من الشیطان.

(جواہر البحار ص ۶۷۹، زرقانی ج ۵ ص ۲۴۹ خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۷۰)

کسی نبی کو کبھی احتلام نہ ہوا کیوں کہ احتلام شیطان کی طرف سے ہے (اور نبیوں پہ شیطان کا اثر نہیں ہوسکتا)۔

لباس مبارک

بے بناوٹ ادا پر ہزاروں درود
بے تکلف ملاحت پہ لاکھوں سلام
سیدھی سیدھی روش پہ کروڑوں درود
سادی سادی طبیعت پہ لاکھوں سلام
نام و کام و تن و جان و حال و مقال
سب میں اچھے کی صورت پہ لاکھوں سلام

آپ کا لباس مبارک عموماً عمامہ، چادر قمیص اور تہبند تھا، عمامہ شریف اکثر سفید کبھی سیاہ اور سبز بھی باندھا، عمامے کے نیچے ٹوپی استعمال فرماتے۔ آپ کی طبیعت میں تکلف نام کی کوئی چیز نہ تھی، آپ نے شامی عبا بھی پہنی جس کی آستینیں اس قدر تنگ تھیں کہ وضو کے وقت اوپر نہیں چڑھ سکتی تھی بلکہ بازو مبارک نکال کر وضو کرنا پڑتا۔ آپ نے مختلف رنگوں کے کپڑے پہنے مثلاً سفید، سبز، زعفرانی مگر سفید رنگ کو زیادہ استعمال فرمایا۔ آپ نے سُرخ حُلّہ بھی پہنا جس میں دھاریاں تھیں۔

عمامہ شریف

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پگڑی تھی جس کا نام سحاب تھا جس کے نیچے آپ ایک ٹوپی رکھتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

كان يلبس القلانس تحت العمامة ويلبس العمامة بغير القلانس۔ (نشر الطیب ص ۱۸۳)

کبھی آپ بغیر ٹوپی کے عمامہ شریف پہن لیتے اور کبھی بمعہ ٹوپی (کلاہ) پہن لیتے۔

آپ کے دو عمامے تھے ایک چھ ہاتھ لمبا دوسرا دو ہاتھ کا، بعض نے سات ہاتھ لمبا بتایا۔

(شمائل ترمذی)

جیسا کپڑا ملتا آپ پہن لیا کرتے لباس کے متعلق آپ نے کبھی شدت نہ فرمائی۔ الا یہ کہ کوئی چیز کسی غیر مسلم کا شعار ہو۔

تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا
پشت پر ڈھلکا سرِ انور سے شملہ نور کا
دیکھیں موسیٰ طور سے اترا صحیفہ نور کا

چادر مبارک

❁ حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ آپ کی چادر کا طول چار ہاتھ اور عرض دو ہاتھ اور ایک بالشت تھا اور جو چادر اوڑھ کر آپ وفود کو ملتے تھے وہ سبز رنگ کی تھی۔

(انوار محمدیہ ص ۲۲۴)

❁ آپ نے یمانی چادر کو بھی پسند فرمایا اور کبھی بالوں کی سیاہ چادر بھی پہنی

(نشر الطیب ص ۱۸۱)

❁ ایک دن آپ ایک جنازہ کے ساتھ قبرستان تشریف لے گئے واپس گھر آئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے کپڑوں کو ہاتھ لگا کر دیکھنے لگیں، آپ نے فرمایا اے عائشہ! کیا دیکھ رہی ہو۔ عرض کیا حضور! بہت بارش ہوئی ہے لیکن تعجب ہے آپ کے کپڑے خشک ہیں، سرکار نے فرمایا،

يا عائشة بذلك الرداء قد ارتفع عن بصرك العظاء و رات مطر عالم الغيب۔ (جامع المعجزات ص ۴۱)

اے عائشہ! (یہ جو تو نے میری چادر اوڑھ رکھی ہے) اس چادر کی بدولت تمہاری آنکھ سے پردے ہٹ گئے اور تو نے عالم غیب کی بارش دیکھی ہے

مولائے روم نے بھی اس واقعہ کو بڑی محبت سے بیان فرمایا ہے۔

نیست ایں باراں ازیں ابر شما   ہست ابر دیگر و دیگر سما

یہ بارش تمہارے اس بادل کی نہیں یہ بارش بھی اور ہے اس کا آسماں بھی اور ہے۔

قمیص مبارک

حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں یوسف علیہ السلام کے غم میں سفید ہو گئیں تو یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے ہاتھ اپنی قمیص بھیجی اور ارشاد فرمایا

اذھبوا بقمیصی ھذا فالقوہ علی وجہ ابی یات بصیرا۔

(قرآن کریم ۱۳/۴)

ے لے جاؤ ایہہ کرتا میرا منہ پدر تے لاؤ
اکھاں وچ روشنائی اوسی ویکھ لوو، ازماؤ

قرآن مجید میں ہے جب یوسف علیہ السلام کی قمیص یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر رکھی گئی فارتد بصیرا (۱۳/۵) تو ان کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ محبوبانِ خدا کے جسم سے لگنے والے کپڑے بھی شفا بخش اور رحمتوں، برکتوں کا باعث ہوتے ہیں، شفا تو اللہ نے ہی دینی تھی مگر قمیص کے ذریعے دے کر اور پھر اس کو قرآن پاک میں بیان کر کے بتا دیا کہ یہ کوئی بدعت یا ناجائز کام نہیں میرے نبیوں کی سنت ہے، اسی لیے صحابہ کرام بھی حضور علیہ السلام کی مستعمل اشیاء سے برکت حاصل کرتے۔

✿ ایک صحابی (سنان بن طلق) نے خود مانگ کر حضور علیہ السلام سے آپ کی قمیص مبارک کا ٹکڑا بطور تبرک اپنے پاس رکھا، یہی ٹکڑا ابا عن جد محمد بن جابر کے پاس آیا۔

یغسلھا للمریض لیستشفیٰ بھا۔ (خصائص ج ۱ ص ۱۱۲)

یہ قمیص کا ٹکڑا مریضوں کو دھو کر پلایا جاتا اور اس کی برکت سے شفا حاصل کی جاتی۔

✿ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا، آپ تشریف لائے اور اپنی قمیص مبارک کا ان کو کفن دیا، ان کا جنازہ خود پڑھایا، خود قبر میں اترے قبر کو فراخ و ہموار کیا اور قبر میں لیٹ گئے اور فرمایا "سب تعریفیں اللہ کے

لیے ہیں جو زندہ کرتا اور مارتا ہے اور خود ایسا زندہ ہے کہ کبھی نہ مرے گا اے اللہ! میری امی فاطمہ بنت اسد کو بخش دے اور اس کو اس کی حجت (نکیرین کے سوالات کے جوابات) خوب سمجھا دے اور اس کی قبر کو وسیع کر دے اپنے نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس سے پہلے نبیوں کے طفیل بے شک تو بہت رحم فرمانے والا ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۲۱)

جب آپ قبر سے باہر تشریف لائے تو چشمان مبارک آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں، واپسی پر حضرت عمر نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! آج آپ نے جو اس بی بی کے ساتھ سلوک فرمایا ہے وہ اس سے پہلے کبھی کسی کے ساتھ کرتے نہ دیکھا گیا۔

فقال یاعمر ھذہ المراۃ کان امی بعد امی۔ (دیلمی، ابن عساکر)

فرمایا اے عمر! یہ عورت میری ماں (کے فوت ہو جانے) کے بعد میری ماں تھی

اور پھر فرمایا میں نے اس کو اپنی قمیص اس لیے پہنائی ہے

لتکسیٰ من حلل الجنۃ و اضتجعت معھا لیھون علیھا۔

تا کہ اللہ اس کو جنت کا حلہ پہنائے اور قبر میں اس لیے لیٹا ہوں کہ اس پر نرمی اور آسانی ہو جائے اور اس کو وقار اور سکون حاصل ہو۔ (الاستعیاب ج ۲ ص ۷۷۴)

پھر ارشاد فرمایا کہ بے شک جبریل امین نے مجھے میرے رب کی طرف سے یہ خبر دی ہے

انھا من اھل الجنۃ ان اللہ تعالیٰ امر سبعین الفامن الملائکۃ یصلون علیھا۔ (المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۰۸)

کہ یہ بی بی جنتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار فرشتوں کو اس پر جنازہ پڑھنے کا حکم بھی دیا ہے۔

جُبّہ مُبارک

انوار محمدیہ ص ۳۲۵ پہ ہے کہ حضور علیہ السلام کا ایک جُبّہ طیالسانی (ایک چادر جو قاضی اور علماء کندھے پر ڈالتے تھے) جو ایرانی طرز کا تھا، جس میں دیبا کا ایک ٹکڑا جیب کی جگہ لگا ہوا تھا

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حدیث نقل کی ہے کہ جب حضور علیہ السلام کی صاحبزادی کا انتقال ہوا تو بعد از غسل آپ نے اپنا تہبند مبارک دیا اور فرمایا۔

اشعرنھا ایاہ۔ (مسلم ج ا ص ۳۰۵) ان کے کفن کے ساتھ میرا تہبند بھی ملا دو۔

علامہ نووی شارحِ مسلم فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنا تہبند مبارک کیوں عطا فرمایا۔

والحکمۃ فی اشعارھا بہ تبریکھا.

اس میں حکمت یہ تھی تا کہ ان کے کفن میں برکت ہو جائے۔

ناظرینِ گرامی! اس حدیث اور فاطمہ بنت اسد والی حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مستعمل اشیاءَ کو باعثِ برکت و رحمت تصور فرماتے تھے۔

لحاف مُبارک

حضرت ابو عبداللہ فرماتے ہیں کہ میرے دادا کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاف تھا۔ جب حضرت عُمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہٗ خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے دادا موصوف کو کہلا بھیجا۔ چنانچہ وہ اس لحاف کو چمڑے میں لپیٹ کر لائے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہٗ اسے اپنے چہرے پر ملنے لگے۔ (تاریخ صغیر امام بخاری)

چارپائی مبارک

حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک چارپائی بطور ہدیہ پیش کی تھی، جس کے پائے ساگوان کی لکڑی کے تھے۔ حضور علیہ السلام اس پر آرام فرمایا کرتے تھے۔ جب وفات شریف ہوئی تو آپ کو اسی پر رکھا گیا۔ آپ کے بعد حضرت صدیق اکبر کو بھی اسی پر رکھا گیا۔ پھر لوگ بطور تبرک اپنے مُردوں کو اسی پر رکھا کرتے تھے۔ یہ چارپائی بنو اُمیہ کے عہد میں میراث عائشہ صدیقہ میں فروخت ہوئی۔ عبداللہ بن اسحٰق نے اس کے تختوں کو چار ہزار درہم میں خریدا تھا۔ (زرقانی علی المواہب)

پیالہ مُبارک

حضرت عاصم رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہٗ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عریض وعمدہ پیالہ دیکھا، جو چوب نظار کا بنا ہوا تھا اور اس پر لوہے کا

ایک حلقہ بنا ہوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہٗ نے چاہا کہ بجائے لوہے کے سونے یا چاندی کا حلقہ بنائیں مگر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہٗ نے کہا کہ جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنایا ہو، اُسے تبدیل نہ کرنا چاہیئے۔ یہ سُن کر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ویسے ہی رہنے دیا اور فرمایا۔

لقد سقیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذا القدح اکثر من کذا و کذا۔ (بخاری)

کہ میں نے اس پیالہ میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہا پانی پلایا ہے۔

وہی پیالہ حضرت نضر بن انس کی میراث سے آٹھ لاکھ درہم کا خریدا گیا۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے اس پیالے کو بصرے میں دیکھا اور اس میں پانی پیا ہے۔
(شرح شمائل للبیجوری بحوالہ شرح مناوی)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا و امام ابن مامون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس حضور علیہ السلام کا ایک پیالہ تھا۔

فکنا نجعل فیھا المآء لمرضی فیستشفون بھا.

(شفا شریف ص ۱۶۵۔ جامع الصفات ص ۷۹)

ہم اس میں پانی ڈال کر بغرضِ شفاء بیماروں کو پلاتے تو شفا ہو جاتی۔

حضرت خداش بن ابی خداش رضی اللہ عنہٗ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پیالہ تھا، جو انہوں نے حضور علیہ السلام سے لیا تھا۔ حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ، کبھی کبھی حضرت خداش کے ہاں تشریف لے جاتے تو ان سے وہی پیالہ طلب فرماتے۔ اسے آبِ زم زم سے بھر کر پیتے اور اپنے چہرے پر چھینٹے مارتے۔ (اصابہ ترجمہ حضرت خداش و کنز العمال)

ناظرینِ گرامی! حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہٗ باوجود یہ کہ اس قسم کے امور میں بہت ہی محتاط تھے، لیکن حضرت خداش رضی اللہ عنہ کے گھر جا کر اس پیالے کو حاصل کر کے اس میں پانی ڈال کر سر اور چہرے کو مشرف کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس پیالے کی برکت کے وہ بھی قائل تھے۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ پیالہ کئی مرتبہ دھویا گیا اور استعمال کیا گیا مگر ان کا اِعتقاد تھا کہ ایک بار بھی دستِ مبارک کا لگ جانا ہمیشہ کی برکت کا باعث ہے۔

عصائے مبارک

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو خالد بن سفیان بن نبیح ہزلی کے قتل کرنے کے لئے بھیجا۔ میں جب قتل کر کے واپس خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ کو اپنا عصاء مبارک عطا فرما کر فرمایا۔

تحضر بهذه في الجنة۔ اس کے ساتھ جنت میں چلے جانا۔

وہ عصاء مبارک حضرت عبداللہ کے پاس رہا۔ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو وصیت کی کہ اس عصاء کو میرے کفن میں رکھ کر میرے ساتھ دفن کر دینا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

(زرقانی علی المواہب، حیوۃ الحیوان)

حضرت محمد بن سیرین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس حضور علیہ السلام کا ایک چھوٹا سا عصاء مبارک تھا۔ جب وہ فوت ہوئے تو ان کی وصیت کے مطابق وہ ان کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ (بیہقی، ابنِ عساکر)

نعلینِ مبارک

علی راس هذا الكون نعل محمد، فجميع الخلق تحت نعاله
لدى الطور موسىٰ نودي اخلع و احمد، لم يؤذن على العرش بخلع نعاله.

(جواہر البحار ج۳ ص۴۳۰ امام یوسف نبہانی)

اس جہان کے سر پر حضور علیہ السلام کی نعلین پاک ہیں اور ساری مخلوق اس نعلین کے سائے میں ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور پر جوتے اتارنے کا حکم ہوا اور ہمارے آقا علیہ السلام کو عرش پہ بھی نعلین نہ اتارنے کا کہا گیا۔

چوں سوئے من گذر آری من مسکین زنا داری
فدائے نقش نعلینت کنم جاں یا رسول اللہ

(مولانا جامی)

یا رسول اللہ اگر آپ اس مسکین (جامی) کے پاس سے گزریں تو آپ کی نعلین پاک کے نشان پر جامی کی جان قربان ہو جائے۔

هذا مثال نعاله صلوا عليه و اله

نعلین شریفین چپلی کی شکل کی تھیں ہر ایک کے دو دو تسمے تھے دوہری تہہ والا ایک تسمہ انگوٹھے اور ساتھ والی انگلی کے بیچ میں جب کہ دوسرا درمیانی انگلی اور بنصر (چھنگلی کے ساتھ والی) کے بیچ ہوا کرتا۔ یہی وہ نعلین پاک ہے جس کے متعلق شاہانِ عالم بھی کہتے آئے ہیں ۔

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعلِ پاک حضور
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

(حسن رضا بریلوی)

کبھی عرش پر کبھی فرش پر

جب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات عرش معلّٰی کے قریب پہنچے تو چاہا کہ جوڑا اتار دوں کہ حضرت موسیٰ کو تو طور پہ آنے کے لئے حکم ہوا۔

فاخلع نعليك انك بالواد المقدس طوى۔ (طٰہٰ)

نعلین اتار دو بے شک یہ مقدس وادی ہے۔

اور عرش معلّٰی تو کوہ طور سے کہیں افضل واعلیٰ ہے۔ رب العالمین کی طرف سے پیغام آیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو جوڑا اتارنے کا حکم اس لیے ہوا تا کہ وادی مقدس کی خاک ان کے قدموں کو لگے جس سے ان کو مزید بزرگی حاصل ہو اور آپ کو جوڑا پہنے رکھنے کا حکم اس لیے دیا جا رہا ہے کہ آپ کی نعلین مقدس کی خاک عرش معلّٰی کو لگے تا کہ عرش اعظم عظیم سے عظیم تر ہو جائے۔

(احیاء القلوب ص۷۹، ریاض الناصحین ص۳۰۵، قصص الانبیاء ص۴۵۵، درۃ الناج ص۸۷، نادر المعراج ص۲۸ شیخ العالم اکبر آبادی)

محمد پیارا بڑی شان والا
سُنے جوڑے عرشاں تے چڑھ جان والا

و قيل للحبيب تقدم على بساط العرش بنعليك ليتشرف العرش بغبار نعال قدميك۔ (روح البیان ج۵ ص۳۷۰)

اور حبیب کو فرمایا گیا نعلیں سمیت آیئے تا کہ آپ کی نعلین کی دھول سے میرا عرش

بزرگی پالے۔

(احکام شریعت ص۱۶۰ پہ ہے کہ اس روایت کو موضوع کہنا اعلیٰ حضرت کی طرف جو منسوب کیا گیا ہے وہ درست نہیں ہے دیکھیے فتاویٰ نعیمیہ ۲ ص ۲۶)۔

؎ عرش کی زیب و زینت پہ عرشی درود
فرش کی طیب و نزہت پہ لاکھوں سلام

ہم نکموں نے قالین پر قدم رکھنا ہو تو جوتا اتارنا پڑتا ہے اور ہمارے آقا کے جوڑوں کے بوسے لینے کو عرش معلّی ترس رہا ہے

؎ نعلین پائے او را عرش گو نگاہ کن
جاہل کہ در نیابد معنی استوار
(حضرت امیر خسرو)

؎ نقش نعلین تو عزّ و جاہِ من سنگ بابِ تُست قبلہ گاہِ من

آپ کی نعل پاک میری شان و شوکت ہے اور آپ کے دروازے کا پتھر میرا قبلہ ہے۔

؎ نثار نقش نعلیت جبینم ازیں بہتر مصلائے نہ بینم

آپ کے نقشِ نعلین پر میری پیشانی نثار ہو کہ اس سے بہتر کوئی جائے نماز میں نے نہیں دیکھا اور یہی نعلین مقدس جب مکہ کی گلیوں میں لگتی ہے تو ارشاد ربانی ہوتا ہے

لا اقسم بھذا البلد و انت حل بھذا البلد۔ (القرآن)

مجھے اس شہر کی قسم ہے کہ اس میں آپ رہتے ہیں۔

؎ کھائی قرآں نے خاک گذر کی قسم
اس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

نعلین محمد ﷺ کی مٹی کی برکت

ایک یہودی نابینا ہو گیا تو اس کی بیٹی نے دوائی کہہ کر اس کی آنکھوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین پاک کی خاک ڈال دی۔ اللہ نے اپنے نبی کی خاک نعلین پاک کی برکت سے

یہودی کی بینائی واپس کر دی۔ بیٹی سے کہنے لگا کتنا اچھا حکیم ہے مجھے اس کے پاس لے چلو شکریہ ادا کروں تو بیٹی نے بتا دیا یہ وہی ہیں جن کو دن رات بُرا کہتے ہو، ان کے جوتے کی خاک تیری آنکھوں میں ڈالی ہے، یہودی غصے میں لال پیلا ہو گیا۔ کہنے لگا میں یہ آنکھیں رہنے ہی نہیں دوں گا جس میں میرے دشمن (معاذ اللہ) کے جُوتے کی تو نے خاک ڈال دی ہے (تفصیلی واقعہ اصل کتاب میں دیکھیے)۔

آخر کن وچہ پیا آوازہ خالق دی سرکاروں
ایہہ اکھاں ہُن مول نہ جاون خاک نبی دی یاروں
تینوں ضد شیطان چڑھائی تو کفروں باز نہ آویں
خاک نعلین دی اکھیں پا کے دوزخ مول نہ جاویں
(اکرام محمدی ص۱۸۹)

سرکار کا یہ معجزہ دیکھ کر مسلمان ہو گیا اور دوزخ سے بچ گیا۔ ہماری ہزار تبلیغیں وہ کام نہیں کر سکتیں جو کام نبی پاک کے جوتے کی خاک کر دکھاتی ہے۔

؎ ادیم طائفی نعلین پاکن شراک رشتۂ جانہائے ماکن

؎ فراز عرش سے میرے حضور کو ساغر
ملا یہ حکم کہ نعلیں زیرِ پا آؤ

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی کامیابی کا راز

کیا وجہ ہے کہ تھے وہ بھی انسان (صحابہ کرام)، اور ہم بھی انسان، وہ بھی یہی قرآن، نماز پڑھتے ہم بھی، مگر وہ سمندر کے پاس جاتے تو وہ ان کو راستہ دے دیتا، جنگل کے بادشاہ ان کے سامنے دم ہلانا شروع کر دیتے، قیصر و کسریٰ ان کا نام سُن کر لرزہ براندام ہو جاتے وجہ صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ ان کا تعلق حضور علیہ السلام کے ساتھ علمی، عقلی نہ تھا بلکہ عشقی تھا۔

اولیاء کرام میں سے کئی ایسے ہوئے کہ چالیس چالیس سال تک عشاء کے وضو سے تہجد کی نماز پڑھتے رہے، ہر رات قرآن ختم کرتے رہے حالانکہ صحابہ میں سے کسی کے یہ معمولات نہ تھے اگر چہ ان کا ایک سجدہ کائنات کی عبادت پہ بھاری ہے لیکن اتنی کثرت کے ساتھ عبادات

ان کی ثابت نہیں ہیں اور اگر کوئی صحابی ایسا کرنا بھی چاہتا تو حضور علیہ السلام خود منع فرما دیتے۔ اور فرماتے

ولنفسک علیک حق ولزوجک علیک حق.

اپنے نفس واہل وعیال کے حقوق بھی ادا کرو۔

جس قدر اب مدارس ہیں۔ ڈگریاں، سندات وعلوم وکتب، لائبریریاں ہیں کیا اس دور میں تھیں؟ ہرگز نہیں، مگر اُدھر دن بدن عروج ہی عروج تھا اور ادھر پستی ہی پستی ہے۔ وہاں تو کوئی ایسے بھی تھے کہ ادھر کلمہ پڑھا ادھر حضور علیہ السلام کے قدموں میں جان دے دی نماز روزے کا موقع ہی نہیں ملا، مگر کیا ساری دنیا کے غوث قطب بھی اس کی شان کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ وجہ صرف عشق رسول ہے جو قرآن نے بھی بیان فرمائی ہے۔

وہ عالم بھی تھے عابد بھی تھے سخی بھی تھے مگر قرآن نے جو سب سے پہلا تعارف کرایا ہے والذین معہ اشداء علی الکفار ۔ وہ اپنے نبی کے دشمنوں پر بڑے سخت تھے۔ ہم اگر کسی کا تعارف کرائیں اور شروع ہوتے ہی کہیں یہ بڑے سخت ہیں تو وہ کہے گا میرا علم، سخاوت، عبادت تجھے نظر نہیں آتی اور سب سے پہلے میری سختی کو بیان کرنا شروع کر دیا ہے لیکن اللہ نے صحابہ کرام کی عبادت ریاضت کا ذکر بعد میں اور ان کے عشق مصطفیٰ کا ذکر پہلے فرما کر بتا دیا وہ سب کچھ گوارا کر لیتے مگر محبوب کے دشمنوں کے ساتھ ان کی کبھی صلح نہ ہوتی ۔

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما   اے طبیب جملہ علتہائے ما

سارے صحابہ عبادت والے علم والے تھے مگر کیا وجہ ہے کہ جنت میں معراج کی رات حضور علیہ السلام بلال حبشی کے قدموں کی آواز سن رہے ہیں علی المرتضیٰ کی نماز عصر حضور علیہ السلام کے آرام پہ قربان ہو رہی ہے؟ کیا ان کے سامنے نماز وقت پر پڑھنے والی آیت نہ تھی ہم آج جھگڑتے ہیں کہ درود اونچی پڑھیں یا آہستہ فلاں پڑھیں کہ فلاں، آپ خود سُنتے ہیں کہ نہیں یہ سب باتیں ہمارے دلوں میں محبت رسول نہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور ہمیں بے ادبی کی طرف لے جا رہی ہیں۔ مجنوں لیلیٰ کے خیال میں سب حیل وحجت بھول گیا اور ہم اللہ کے رسول کی بارگاہ میں درود وسلام پیش کرتے ہوئے جھگڑ رہے ہیں۔ کیا یہ عشق کی انتہا نہیں کہ خدا کی نماز پڑھتے ہوئے اگر رسول خدا بلا لیں تو نماز وہیں چھوڑ دو کہیں نہیں جائے گی۔

پہلے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں جاؤ جو فرمائیں وہ کرو پھر خدا کی بارگاہ میں آؤ اور نماز وہیں سے شروع کر دو جہاں پہ چھوڑ کر گئے تھے۔

اگرچہ صحابہ کرام کے حضور علیہ السلام کے ساتھ اس عشقی تعلق کے بے شمار واقعات احادیث کی کتب میں موجود ہیں مگر سرکار کے تبرکات کے حوالے سے چند ہی لکھے جاتے ہیں۔

صحابہ کرام اور تبرکات نبوی

ایک کافر کی گواہی

قریش مکہ نے عروہ بن مسعود کو جو ابھی ایمان نہ لایا تھا حدیبیہ کے مقام پر حالات دریافت کرنے کے لئے حضور علیہ السلام کے پاس بھیجا وہ آیا اور جو حالات دیکھے وہ جا کر قریش سے یوں بیان کیے صحیح بخاری کے حوالے سے پڑھیے۔

یا قوم واللہ لقد وفدت علی الملوک و وفدت علی قیصر و کسری والنجاشی واللہ ان رأیت ملکا قط یعظمه اصحابه ما یعظم اصحاب محمد محمدا واللہ ان تنخم نخامة الا وقعت فی کف رجل منهم فدلک بها وجهه و جلده و اذا امرهم ابتدروا امره و اذا توضاء کادوا یقتتلون علی وضوئه و اذا تکلم خفضوا اصواتهم عنده وما یحدون الیه النظر تعظیما له.

اے قوم! خدا کی قسم۔ بے شک میں قیصر و کسریٰ، نجاشی اور بڑے بڑے بادشاہوں کے درباروں میں حاضر ہوا ہوں۔ خدا کی قسم! میں نے کبھی کوئی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب اس کی ایسی تعظیم کرتے ہوں، جیسا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! جب وہ تھوکتے اور رینٹھ (کھنگھار) پھینکتے ہیں تو وہ ان کے اصحاب میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ پر ہوتا ہے، جس کو وہ اپنے منہ اور جسم پر مل لیتے ہیں اور جب وہ ان کو حکم دیتے ہیں

تو وہ سب کے سب تعمیل کے لئے دوڑتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو ان کے وضو کے پانی کو حاصل کرنے کے لئے یوں گرتے پڑتے ہیں کہ گویا ابھی لڑ پڑیں گے اور جب وہ کلام کرتے ہیں تو سب کے سب خاموش ہو جاتے ہیں اور تعظیماً ان کی طرف نظر تک نہیں اُٹھاتے۔ (بخاری شریف، زرقانی علی المواہب ج ۲ ص ۱۹۲)

اسلام کی عظمت کے ستارے ہیں صحابہ
توحید کی شوکت کے مینارے ہیں صحابہ
کیا خوب تعلق ہے انہیں شاہ عرب سے
ہیں چاند محمد تو ستارے ہیں صحابہ

ابو محذورہ کے بال

حضرت ابو محذورہؓ کے سر کے اگلے حصے میں بالوں کا ایک گچھا تھا

اذا قعد و ارسلها اصابت الارض فقيل له الا تحلقها فقال لم اكن بالذى احلقها و قد مسها رسول الله صلى الله عليه وسلم بيده۔ (شفا شریف ص ۲۱۷)

جب وہ بیٹھتے اور اس کو چھوڑ دیتے تو وہ زمین سے جا لگتا۔ انہیں کہا گیا کہ تم ان کو منڈا کیوں نہیں دیتے فرمایا۔ میں انہیں ہرگز نہ منڈواؤں گا۔ کیوں کہ ان پر حضور علیہ السلام کا ہاتھ مُبارک لگا ہوا ہے۔

ابن منکدر کی عقیدت

حضرت اسمٰعیل بن یعقوب تیمی فرماتے ہیں کہ ابن منکدر (متوفی ۲۰۵) مسجد نبوی کے صحن میں ایک خاص جگہ پر لوٹتے اور لیٹتے۔ ان سے اس بات کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا میں نے اس جگہ حضور علیہ السلام کو خواب میں دیکھا ہے۔ (وفاء الوفا)

منبر شریف کا ادب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا گیا۔

واضعا يده على مقعد النبى صلى الله عليه وسلم بين المنبر ثم و ضعها على وجهه۔ (شفا شریف ص ۲۱۷)

کہ منبرِ اقدس میں جو جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی تھی، وہاں اپنے ہاتھوں کو ملتے اور پھر اپنے مُنہ پر پھیر لیتے۔

ناظرین گرامی! مقام غور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی نے لوگوں کے سامنے یہ کام کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان کو یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ ہمارے اعتقاد میں یہ بات داخل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مقدس تو کیا، کپڑے بھی جس مقام پر لگ گئے ہوں، وہ مقام متبرک ہو جاتا ہے اور اس مقام سے برکت حاصل کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اپنا ہاتھ اس مقام پر لگا کر اپنے جسم میں جو مقام اعلیٰ درجہ کا سمجھا جاتا ہے یعنی منہ اس پر پھیر لیا جائے۔

حضور ﷺ کے نام مُبارک کا ادب

محدث ابونعیم، علامہ سیوطی، علامہ حلبی، علامہ نبہانی اور علامہ حقی جیسے جلیل القدر محدثین اور مفسرین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا، جس نے دو سو سال تک اللہ کی نافرمانی کی۔ پھر وہ مر گیا تو لوگوں نے اس کی میت کو ایسی جگہ پھینک دیا۔ جہاں نجاست ڈالی جاتی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کے ذریعے حکم فرمایا کہ اس شخص کا جنازہ پڑھو، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ قوم بنی اسرائیل اس کے متعلق یہ شہادت دیتی ہے کہ دو سو سال تک یہ شخص تیری نافرمانی کرتا رہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے متعلق جو کہا جاتا ہے، بالکل ٹھیک ہے۔

الا انه كان كلما نشر التوراه و نظر الى اسم محمد صلى الله عليه وسلم قبله و ضعه على عينه و صلى عليه فشكرت له ذلك و غفرت ذنوبه و زوجته سبعين حوراء۔

مگر وہ جب تورات کھولتا اور میرے محبوب محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا نام مبارک دیکھتا تو وہ اس نام مبارک کو چومتا اور اپنی آنکھوں پر لگاتا اور ان پر درود بھیجتا۔ پس اس

کے بدلے میں نے اس کے گناہ بخش دیئے اور ستر حُوروں سے اس کا نکاح کر دیا۔

(سیرت حلبیہ ج ا ص ۱۳۶، انوار محمدیہ ج ا ص ۲۳۶، خصائص کبریٰ ج ا ص ۴۲، حجۃ اللہ علی العالمین ص ۱۲۴، مثنوی شریف ص ۲۲ دفتر اول، حلیۃ الاولیاء جلد چہارم، کلید مثنوی ج ا ص ۱۵۴ از مولوی اشرف علی تھانوی)

ناظرین گرامی! اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام کے نام مبارک پر بوسہ دینے کی برکت سے دوسو سال کا گناہ گار جنتی اور مقبول بارگاہِ ایزدی ہو گیا۔

حدیث سابق سے ثابت ہے کہ جس مقام پر محبوب علیہ السلام کا ملبوس خاص لگا تھا، اس سے برکت حاصل کی گئی اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام جس مقام پر لکھا تھا، اس سے برکت حاصل کی گئی اور ادب کی راہ سے اس کو بوسہ دے کر آنکھوں پر رکھا گیا، حالانکہ ذاتِ مبارک سے حروفِ مکتوبہ کو کوئی تعلق ہے تو صرف اِس قدر کہ وہ آپ کی ذاتِ مبارک پر دلالت کرنے والے ہیں۔ حالانکہ دال اور مدلول میں کوئی ذاتی مناسبت نہیں ہوتی۔ باوجود اس کے اس نام کے مکتوب سے پوری برکت حاصل ہوئی۔

حضور علیہ السلام کے تبرکات اور عُمر بن عبدالعزیز

شیخ الشیوخ حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متروکات میں سے بعض چیزیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھیں اور انہوں نے ان کو ایک کمرہ میں محفوظ کر رکھا تھا اور ہر روز ایک بار اُن کی زیارت کیا کرتے تھے۔ اشراف میں سے اگر کوئی ان کی ملاقات کو آتا تو اس کو بھی ان کی زیارت کرایا کرتے اور فرماتے کہ میری میراث تو یہی ہے۔ اللہ ان تبرکات کی برکت سے تمہیں بھی عزت دے۔

گویند در خانہ سریرے و بالشے از ادیم کہ حشوِ آں لیف خرما و یک جفت موزہ و قطیفہ و آسیا دستی و کنانہ کہ دراں چند تیر بود و گویند کہ دراں قطیفہ اثر وسخ سر مبارک وے بود مردے زحمتے عظیم داشت و شفائی یافت از عمر بن عبدالعزیز التماس نمودند کہ بعضے ازاں وسخ بشویند و باسعوط در بنی بیمار چکانیدند بیمار شفا یافت۔ (مدارج النبوت)

کہتے ہیں کہ اس کمرے میں ایک چارپائی، چمڑے کا تکیہ جس میں خرما کی چھال بھری ہوئی تھی۔ ایک جوڑا موزہ، لحاف، چکی اور ایک ترکش تھی، جس میں چند تیر تھے۔ لحاف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کی چکنائی کا اثر تھا ایک شخص کو

سخت بیماری لاحق تھی، جس سے شفا نہ ہوتی تھی حضرت عُمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں اِلتماس کی گئی تو آپ کی اجازت سے اس چکنائی سے کچھ دھو کر بیمار کی ناک میں ٹپکا دیا گیا، وہ تندرست ہو گیا۔

حضور علیہ السلام سے منسوب ہر چیز قابلِ تعظیم ہے

حضرت امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان تمام مقامات اور ان تمام اشیاء کی تعظیم و تکریم کرنا جن کو حضور علیہ السلام کے جسم مقدس کے ساتھ لگنے کا شرف حاصل ہوا ہے در حقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تعظیم و تکریم ہے اور بہت ہی خیر و برکت کا باعث ہے یہاں تک کہ شفا شریف ص ۲۱۹ پہ ہے۔

و اول ارض مس جلد المصطفیٰ ترابھا ان تعظم عرصاتھا......الخ

جس سرزمین پر حضور علیہ السلام کا جسم مقدس جلوہ گر ہے لازم ہے کہ اس کے میدانوں کی بھی تعظیم کی جائے اور اس کی ہواؤں کو سونگھا جائے اور اس کے در و دیوار کو بوسے دیے جائیں۔

؎ از خدا خواہیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

کمان مُبارک کا ادب

حضرت ابو عبدالرحمٰن اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ احمد بن فضلویہ زاہد بڑے غازی اور بڑے تیرانداز تھے، ان کے پاس ایک کمان تھی جس کو حضور علیہ السلام اپنے مبارک ہاتھوں میں پکڑا تھا۔ وہ فرماتے ہیں۔

ما مسست القوس بیدی الا علی طھارۃ منذ بلغنی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخذا القوس بیدہ۔ (شفا شریف ص ۲۱۸)

جب سے مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کمان کو ہاتھ میں لیا ہے، میں نے کبھی اس کو بے وضو نہیں چھوا۔

برادرانِ ملت! اس عظیم مجاہد کی عقیدت ومحبت کا اندازہ کیجئے کہ اس کمان کو بغیر طہارت کے کبھی نہ چھوا، جس کو حضور علیہ السلام نے اپنے مبارک ہاتھوں میں لیا تھا۔ اگر اس زمانے کے نام نہاد موحدین اس وقت میں ہوتے تو ان کو کافر، مشرک، بدعتی بتانے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑتے، مگر اس زمانہ خیر القرون کے علماءِ کرام نے ان کے اس فعل کی وہ قدر کی کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہیں کہ بلا انکار بلکہ بطور تحسین کتب احادیث میں بیان فرمایا تا کہ آنے والی نسلیں ان کی قدر کریں اور ان کے اس فعل سے ادب و تعظیم سیکھیں۔

حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

بے ادباں مقصود نہ حاصل نہ درگا ہے ڈھوئی
تے منزل مقصود نہ پہنچیا باجھ ادب دے کوئی

تبرکات کی بے ادبی کی سزا

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں حضور علیہ السلام کا عصاء مبارک تھا۔ جہجاہ نے غصے کی حالت میں حضرت عثمان سے لے کر اس کو گھٹنے پر رکھ کر زور سے توڑنا چاہا۔ ہر طرف سے شور ہوا، ارے یہ کیا کرتا ہے؟ مگر اس نے نہ سُنا اور توڑ ہی ڈالا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے گھٹنے میں ایک پھوڑا پیدا ہوا، جس کو "اکلہ" کہتے ہیں، جو جسم میں سرایت کرتا جاتا ہے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں پاؤں کاٹنے کی ضرورت پیش آئی اور ایک سال بھی نہ گذرا تھا کہ اس کی تکلیف سے وہ مر گیا۔ (شفاء شریف ص ۲۱۸)

قارئین کرام! ظاہر ہے کہ عصاء مبارک میں کوئی زہریلا مادہ تو تھا ہی نہیں جس کا اثر اس کے پاؤں میں ہو گیا، بلکہ یہ اس بے ادبی کا نتیجہ تھا جو اس مبارک عصاء کے ساتھ کی گئی تھی۔

یاد رکھیے! بے ادبی کرنے والے کی تباہی ضروری ہوتی ہے اور کبھی عبرت کے لئے وہ ظاہراً بھی تباہ کیا جاتا ہے ورنہ اصل تباہی تو اس کے ایمان اور آخرت کی ہو گی۔ اب یہاں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کی بے ادبی تباہی کا موجب ہے تو خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کے نتائج کیا ہوں گے۔

امام مالک علیہ الرحمۃ نے اس شخص کو تیس کوڑے مارنے کا حکم دیا جس نے صرف یہ کہا

کہ مدینہ کی مٹی خراب ہے، آپ نے فرمایا اس مٹی میں تو آقائے دو جہاں آرام فرما ہیں اور تو کہتا ہے کہ اس سرزمین کی مٹی خراب ہے تو تو اس لائق تھا کہ تیری گردن اُڑا دی جائے۔

(الشفاء ص ۲۱۸)

جس خاک پہ رکھتے ہیں قدم سید عالم
اس خاک پہ قربان دل شیدا ہے ہمارا

علامہ اقبال فرماتے ہیں ۔

خاک طیبہ از دو عالم خوشتر است
وے خنک شہرے کہ دروے دلبر است

طرق العشق كلها الاداب
ادبوا النفس ايها الاصحاب

(بابا فرید الدین گنج شکر)

اختتامی کلمات اور دعا

آج بروز جمعرات ۲۳ شوال ۱۴۲۴ھ/ ۱۸ دسمبر ۲۰۰۳ء کو بحمد اللہ تعالیٰ کتاب "شانِ مصطفیٰ بزبان مصطفیٰ بلفظ انا" مکمل ہو گئی۔

حُلیہ مبارکہ مرتب کرنے میں سب سے زیادہ استفادہ ضلع حافظ آباد کی معروف علمی و تحقیقی شخصیت حضرت مولانا الحافظ القاری ابو الطاہر محمد بشیر احمد رسول پوری کی کتاب "البرہان فی خصائص حبیب الرحمٰن" سے کیا گیا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کو تا قیام قیامت باقی اور اثر آفریں رکھے۔ اس کتاب سے مسلمانوں کو ہدایت حاصل ہو، اور ان کے دلوں میں خوف خدا اور محبت رسول زیادہ سے زیادہ ہو، گناہوں سے بچنے کا محرک اور داعیہ پیدا ہو اور نیکیوں میں اضافہ کرنے کا ان کے دلوں میں جذبہ پیدا ہو۔ ہم سب کو اللہ تعالیٰ تا حیات صحت و عافیت کے ساتھ اسلام پر قائم رکھے۔

آمین بحرمة سيد الانبياء والمرسلين.

و صلی اللہ تعالیٰ و حبیبہ الاعلیٰ سیدنا محمد وّ علیٰ الہٖ و اصحابہ اجمعین. برحمتک یا ارحم الرّاحمین.

فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء الی یوم الجزاء. و صلی اللہ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و الہ و اصحابہ و بارک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا کثیرا.

خاکِ پائے انام، بندۂ بے دام: غلام حسن قادری، برائے نام، خادم الافتاء مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف حضرت داتا گنج بخش روڈ لاہور۔

خطیب جامع مسجد مولانا روحی اندرون بھاٹی گیٹ لاہور ۱۸-۱۲-۲۰۰۳



درود شریف

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُؤْنِسُ بِھَا وَحْشَتَنَا وَ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُفْلِحُ بِھَا عَمَّا یُرْدِیْنَا وَ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکْتُبُ بِھَا مَا یُنْجِیْنَا وَ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُجَنِّبُ بِھَا عَنَّا الشَّرَّ کُلَّہٗ وَ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَمْنَحُنَا بِھَا الْخَیْرَ کُلَّہٗ وَ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُحَسِّنُ بِھَآ اَخْلَاقَنَا وَ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُصْلِحُ بِھَا اَحْوَالَنَا وَ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَعْصِمُنَا بِھَا عَنِ الْمَعْصِیَۃِ وَالْغَوَایَۃِ وَ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَرْزُقُنَا بِھَآ اِتِّبَاعَ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ وَ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ.

ترجمہ: اے اللہ! ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک پہ ایسا درود بھیج کہ جو ہماری وحشت کو محبت میں بدل دے، اور ہمارے آقا پہ ایسا درود بھیج کہ جو ہمیں ہلاکتوں سے بچالے، اور ہماری سرکار پہ ایسا درود بھیج کہ جو ہمیں نجات کا پروانہ لکھ دے، اور ہمارے مکی مدنی آقا پہ ایسا درود بھیج جو ہمیں ہر برائی سے بچا کر ہر نیکی کا تحفہ دے، اور ہمارے مطہر نبی پہ ایسا درود بھیج کہ جو ہمارے اخلاق کو سنوار دے، اور ہمارے احوال کی اصلاح کر دے اور اے اللہ! ہمارے بشیر و نذیر آقا پہ ایسا درود بھیج جو ہمیں گناہوں اور گمراہیوں سے محفوظ کر دے اور اس کی برکت سے ہمیں اتباعِ سنت کی توفیق مل جائے۔ اے اللہ! تو نے خود ہی تو فرمایا ہے کہ مجھ سے مانگو میں تمہیں مایوس نہیں فرماؤں گا بلکہ تمہاری دعاؤں کو قبول فرماؤں گا۔ اور بے شک تو ہرگز وعدہ خلافی نہیں فرمائے گا۔

؎ یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہِ مشکل کشا کا ساتھ ہو

دُعائے حضرت صدّیق اکبر بدرگاہِ ربِّ اکبر

خُذْ بِلُطْفِکَ یَآ اِلٰھِیْ مَنْ لَّہٗ زَادٌ قَلِیْل
مُفْلِسٌ بِالصِّدْقِ یَاْتِیْ عِنْدَ بَابِکَ یَا جَلِیْل
ذَنْبُہٗ ذَنْبٌ عَظِیْمٌ فَاغْفِرِ الذَّنْبَ الْعَظِیْم
اِنَّہٗ شَخْصٌ غَرِیْبٌ مُّذْنِبٌ عَبْدٌ ذَلِیْل
مِنْہُ عِصْیَانٌ وَّ نِسْیَانٌ وَّ سَھْوٌ بَعْدَ سَھْو
مِنْکَ اِحْسَانٌ وَّ فَضْلٌ بَعْدَ اِعْطَاءِ الْجَزِیْل
قَالَ یَا رَبِّیْ ذُنُوْبِیْ مِثْلُ رَمْلٍ لَا تُعَدُّ
فَاعْفُ عَنِّیْ کُلَّ ذَنْبٍ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِیْل
قُلْ لِنَارٍ اَبْرِدِیْ یَا رَبِّیْ فِیْ حَقِّیْ کَمَا
قُلْتَہٗ یَا نَارُ کُوْنِیْ اَنْتَ فِیْ حَقِّ الْخَلِیْلِ
عَافِنِیْ مِنْ کُلِّ دَاءٍ وَّاقْضِ عَنِّیْ حَاجَتِیْ
اِنَّ لِیْ قَلْبًا سَقِیْمًا اَنْتَ مَنْ یَّشْفِی الْعَلِیْل
اَنْتَ شَافِیْ اَنْتَ کَافِیْ فِیْ مُھِمَّاتِ الْاُمُوْر
اَنْتَ رَبِّیْ اَنْتَ حَسْبِیْ اَنْتَ لِیْ نِعْمَ الْوَکِیْل
رَبِّ ھَبْ لِیْ کَنْزَ فَضْلٍ اَنْتَ وَھَّابٌ کَرِیْم
فَاعْطِنِیْ مَا فِیْ ضَمِیْرٍ دُلَّنِیْ خَیْرَ الدَّلِیْل
کَیْفَ حَالِیْ یَا اِلٰھِیْ لَیْسَ لِیْ خَیْرَ الْعَمَل
سُوْءُ اَعْمَالِیْ کَثِیْرٌ زَادُ طَاعَاتِیْ قَلِیْل

ھَبْ لَنَا مُلْکًا کَبِیْرًا نَجِّنَا مِمَّا نَخَافُ
رَبَّنَآ اِذْ اَنْتَ قَاضٍ وَّالْمُنَادِیْ جِبْرَائِیْل
اَیْنَ مُوْسٰے اَیْنَ عِیْسٰے اَیْنَ یَحْیٰی اَیْنَ نُوْح
اَنْتَ یَا صِدِّیْقُ عَاصٍ تُبْ اِلَی الْمَوْلَی الْجَلِیْل
یا الٰہی رحم کُن بَر ما ہمہ　　عفو کُن جملہ گناہِ ما ہمہ

علم را ہرگز نہ یابی تا نہ باشد شش خصال
حرصِ وافر، فہمِ کامل، جمعِ خاطر کُل حال
دُور باشی از وطن ہم در سبق باشد مدام
خدمتِ اُستاد باید تا شوی مردِ کمال

مآخذ و مراجع

	نام کتاب	نام مصنف
(آ)	آفتاب نبوت	قاری محمد طیب دیوبندی
	آئینہ کمالات اسلام	مرزا غلام احمد قادیانی
(ا)	القرآن الکریم	
	الشفا تعریف حقوق المصطفے	علامہ ابوالفضل قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی
	المیلاد النبوی	علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن جمال الدین ابن جوزی حنبلی
	احیاء العلوم	علامہ ابوالحامد محمد بن غزالی
	اخبار الاخیار	علامہ شیخ عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی
	الاستیعاب	علامہ حافظ ابوعمرو یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز
	اشعۃ اللمعات	علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی
	الصواعق المحرقہ	علامہ شہاب الدین احمد بن حجر مکی شافعی
	البدایہ والنہایہ	علامہ حافظ عماد الدین اسماعیل ابن کثیر شافعی
	الجامع لاحکام القرآن	علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی انصاری مالکی
	البیان والتبیین	علامہ حافظ عمر بن بحر
	السیرۃ النبویہ	علامہ سید احمد بن زینی دحلان مکی
	الیواقیت الجواہر	علامہ عبدالوہاب شعرانی
	الدرر السنیۃ فی الرد علی الوہابیہ	علامہ سید احمد بن زینی دحلان مکی
	اسرار المرفوعہ	علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی
	الابریز	علامہ شیخ عبدالعزیز دباغ
	الصحیح المسلم	امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم قشیری

نام کتاب	نام مصنف
اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	علامہ ابی الحسن علی الجزری ابن اثیر
اسرار الاولیاء	علامہ شیخ بدر الدین اسحاق
اعلام النبوۃ	قاضی ابوالحسن ماوردی
احکام شریعت	امام احمد رضا خان بریلوی
الامن والعلیٰ	امام احمد رضا خان بریلوی
السنن الکبریٰ للبیہقی	امام ابوبکر احمد بن الحسین بیہقی
انوار المحمدیہ	علامہ محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی
انوار المحمدیہ	مولانا ضیاء اللہ قادری
الانسان فی القرآن	علامہ سید نور الحسن شاہ بخاری
الاتقان فی علوم القرآن	علامہ حافظ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی شافعی
القاموس الفقہی	سعدی ابوحبیب
اسرار خودی	ڈاکٹر علامہ محمد اقبال
البشیر الکامل شرح، شرح مائۃ عامل	علامہ سید غلام جیلانی
البرہان فی خصائص حبیب الرحمٰن	علامہ ابوالطاہر محمد بشیر احمد رسول پوری حافظ آبادی
المستدرک للحاکم	امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری
انساب الاشراف	علامہ احمد بن یحییٰ بالبلاذری
الجامع الکبیر	علامہ ابی الحسین عبیداللہ الکرخی
البطاقۃ الرقعۃ الصغیرہ	
اتحاف السادۃ المتقین	علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی
احکام ابن القطان	
احادیث القصاص	ابن تیمیہ
امداد السلوک	مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی
الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ	نواب صدیق حسن خان بھوپالی (غیر مقلد وہابی)
امداد الفتاویٰ المعروف فتاویٰ اشرفیہ	مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی

ادلہ کاملہ	مولوی محمود الحسن دیوبندی
امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق	مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی
القول البدیع	علامہ محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی
احیاء القلوب	
انفاس العارفین	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
اکرام محمدی	
الھیئۃ المصریۃ	
الخصائص الکبریٰ	علامہ حافظ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی
القاموس الوحید	مولوی وحید الزمان قاسمی کیرانوی دیوبندی
انوار الاسلام	مرزا غلام احمد قادیانی
انوار خلافت	ایضاً
اعجاز احمدی	ایضاً
ایک غلطی کا ازالہ	ایضاً
ازالۃ الاوہام	ایضاً
البشریٰ	ایضاً
اربعین	ایضاً
انجیل برناباس	آسی ضیائی
المنجد عربی	مطبوعہ دار الاشاعت کراچی
الروض الانف	علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی
الابریز شریف	علامہ احمد بن مبارک سلجماسی
(ب) بخاری شریف مترجم	علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری
بوستانِ سعدی	شیخ شرف الدین مصلح سعدی شیرازی
بہار شریعت	مولانا مفتی امجد علی اعظمی
بینات القرآن	قاری محمد طیب نقشبندی

بدعت ایک سنگین گناہ	مولوی تقی عثمانی دیوبندی
براہین احمدیہ	مرزا غلام احمد قادیانی
بجامع الترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی
بسنن ابی داؤد	امام سلیمان بن الاشعث ابی داؤد السجستانی
بہجۃ الاسرار	علامہ شیخ نور الدین ابوالحسن علی بن یوسف
(ت) تفسیر ابن عباس	حضرت عبداللہ بن عباس
تفسیر در منثور	علامہ حافظ جلال الدین عبدالرحمٰن ابوبکر سیوطی
تفسیر جلالین	ایضاً
تفسیر قرطبی	علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی
تفسیر نسفی	علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن ابن نبی محمود نسفی
تفسیر خازن	علامہ علی بن محمد الخازن
تفسیر الکشاف	امام محمد بن عمر جار اللہ محمود زمخشری
تفسیر ابن کثیر	علامہ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر
تفسیر بیضاوی	علامہ قاضی امام عبداللہ بیضاوی
تفسیر روح البیان	علامہ اسماعیل حقی حنفی
تفسیر روح المعانی	علامہ سید محمود آلوسی
تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی
تفسیر کبیر	امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی
توفیق الہدایہ	سلطان العارفین حضرت سلطان باہو علیہ الرحمۃ
تفسیر نعیمی	مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی
تفسیر سورۃ الکوثر	علامہ ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی
تفسیر عثمانی	مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی
تبیان القرآن	علامہ غلام رسول سعیدی
تفسیر ابن جریر	امام محمد بن جریر طبری

تفسیر نیشاپوری — امام علامہ محمد بن حسین نیشاپوری
تفسیر مدارک — امام عبداللہ بن احمد نسفی
تکمیل الایمان — علامہ شیخ عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی
تذکرۃ الاولیاء — شیخ محمد بن ابوبکر ابراہیم بن اسحاق فرید الدین عطار
تذکرۃ الموضوعات — علامہ محمد طاہر پٹنی
تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس — شیخ حسین بن محمد ابن الحسن دیار بکری
تاریخ الامم والملوک للطبری — امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری
تہذیب وتاریخ دمشق الکبیر — امام حافظ ابوالقاسم علی بن حسن شافعی ابن عساکر
تاریخ بغداد — علامہ ابوبکر احمد بن علی الخطیب بغدادی
تاریخ شاہان اسلام
تاریخ صغیر — امام محمد بن اسمٰعیل بخاری
تفسیر جمل — علامہ سید سلیمان الجمل
تفسیر سراج منیر — امام محمد بن شربینی
تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن اخبار الشنیعۃ الموضوعۃ — علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی
تحفہ اثنا عشریہ — علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
تفریح الخاطر — علامہ عبدالقادر اربلی
تجلیات مدینہ
تبلیغی نصاب — مولوی زکریا کاندھلوی دیوبندی
تحذیر الناس — مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی
تقویۃ الایمان — مولوی اسمٰعیل بن عبدالغنی دہلوی
تجلیات الٰہیہ — مرزا غلام احمد قادیانی
تحفہ گولڑویہ — ایضاً
تذکرہ مجموعہ الہامات — ایضاً
تفسیر ضیاء القرآن — پیر محمد کرم شاہ الازہری

(ج)
جامع البیان — امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری
جامع الصفات — علامہ سید محمود احمد رضوی
جواہر البحار فی فضائل النبی المختار — امام محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی
جلاء الافہام — علامہ ابن قیم جوزی
جمع الوسائل بشرح الشمائل — علامہ علی بن سلطان محمد القاری
جامع الاحادیث — مولانا محمد حنیف خاں بریلوی
جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب — شیخ عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی
جامع المعجزات — علامہ محمد رہاوی
جمال الاولیاء — مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی
جامع صغیر فی الحدیث — حافظ جلال الدین بن عبدالرحمٰن ابوبکر السیوطی شافعی
(ح)
حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین — امام محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی
حیاۃ الحیوان — علامہ کمال الدین دمیری
حدائق بخشش — امام احمد رضا خان بریلوی
حلیۃ الاولیاء — ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی
حلیہ شریف — مولانا مولوی غلام احمد صاحب کولوتارڑ
حلیہ شریف — مولانا غلام رسول قلعہ میاں سنگھ
حقیقۃ الوحی — مرزا غلام احمد قادیانی
حاشیہ تحفہ گولڑویہ — مرزا غلام احمد قادیانی
(خ)
خلاصۃ الوفاء — شیخ سید شریف الدین علی بن احمد سمہودی
خزائن العرفان فی تفسیر القرآن — علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی
خلاصۃ القادریہ
خطبہ الہامیہ — مرزا غلام احمد قادیانی
(د)
دلائل النبوۃ لابی نعیم — امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی
دلائل النبوۃ — امام ابوبکر احمد بن الحسین بیہقی

	دلائل النبوۃ لابی نعیم	ترجمہ از قاری محمد طیب نقشبندی
	درثمین فی مبشرات النبی الامین	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
	دلائل الخیرات	علامہ عبدالرحمٰن جزولی
	درۃ المنتشرۃ فی احادیث المشتہرہ	حافظ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی شافعی
	دقائق الاخبار	علامہ ابوالحامد محمد بن محمد غزالی
	درۃ الناصحین	علامہ عثمان بن حسن بن احمد
	دافع البلاء	مرزا غلام احمد قادیانی
	درثمین	مرزا غلام احمد قادیانی
	درمختار شرح ردالمختار	علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی
(ذ)	ذوق نعت	مولانا حسن رضا خان بریلوی
(ر)	روض الریاحین	علامہ عبداللہ بن اسد یافعی
	رسالہ قشیریہ	امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری
	ردالمختار المعروف فتاویٰ شامی	علامہ محمد امین الشہیر ابن عابدین
	رحمۃ للعالمین ﷺ	جسٹس قاضی سلیمان منصور پوری
	ریاض الناصحین	علامہ شیخ ابوبکر واعظ سندھی
	ریاض الصالحین	امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی
	رسول اکرم ﷺ کا وسیلۂ جلیلہ	جسٹس محمد الیاس
	رہنمائے سفر حجاز	ڈاکٹر محمد نواز فاروقی چشتی
	رسالۃ النور	مولوی اشرف علی تھانوی
	راحت القلوب	علامہ سید عرفان علی
(ز)	زرقانی شریف	امام محمد بن عبدالباقی
	زرقانی علی المواہب	امام عسقلانی و امام زرقانی
	زبدۃ الاسرار تلخیص بہجۃ الاسرار	علامہ شیخ عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی
	زادالمعاد فی ھدی خیر العباد	علامہ ابن قیم جوزی

(س)	سنن نسائی	امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی نسائی
	سبل الہدیٰ والرشاد	علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی
	سیرت ابن ہشام	علامہ محمد بن الملک بن ہشام
	سیرت حلبیہ	علامہ علی بن برہان الدین حلبی
	سیرت رسول عربی ﷺ	علامہ نور بخش توکلی
	سیرۃ الرسول ﷺ	پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری
	سیرت النبی ﷺ	شبلی نعمانی دیوبندی، سلیمان ندوی دیوبندی
	سیرۃ المصطفیٰ ﷺ	مولوی ادریس کاندھلوی دیوبندی
	سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ	علامہ محمد ناصر الدین البانی
	سچی حکایات	علامہ ابوالنور محمد بشیر
	سراج القرآن	
	سعادت الدارین	امام محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی
	سراج منیر	مرزا غلام احمد قادیانی
	سنن ابن ماجہ	امام ابوعبداللہ محمد ابن ماجہ
	سنن دارمی	امام ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی
	سنن دارقطنی	امام علی بن عمر دارقطنی
(ش)	شمائل ترمذی	امام علامہ ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی
	شرح الشمائل	علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی
	شرح مواہب لدنیہ	علامہ محمد عبدالباقی زرقانی
	شمائل محمدیہ	علامہ محمد ابراہیم بیجوری
	مرقاۃ شرح مشکوۃ	علامہ علی بن سلطان محمد القاری
	شعب الایمان للبیہقی	امام ابوبکر احمد بن الحسین بیہقی
	شرح صحیح مسلم	علامہ غلام رسول سعیدی
	شواہد النبوۃ	مولانا عبدالرحمٰن جامی

	شمس التواریخ	
	شواہد الحق فی الاستغاثہ سید الخلق	امام محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی
	شرح الصدور	حافظ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر السیوطی
(ص)	صحیح بخاری	امام محمد بن اسمٰعیل بخاری
	صراطِ مستقیم	مولوی اسمٰعیل بن عبدالغنی دہلوی
(ض)	ضیاء النبی	پیر محمد کرم شاہ الازہری
(ط)	طبقات الکبریٰ	امام ابوعبداللہ محمد بن سعد البصری
	طبقات ابن سعد	علامہ عبداللہ عمادی
	طبرانی شریف	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی
(ع)	عمدۃ القاری شرح بخاری	حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی
	عرائس البیان فی حقائق القرآن	شیخ ابو محمد روزبہان شیرازی
(ف)	فتح الباری شرح صحیح البخاری	حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی
	فیض الباری شرح صحیح البخاری	مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی
	فتح العزیز	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
	فتاویٰ رضویہ	امام احمد رضا خان بریلوی
	فتاویٰ عالمگیری	علامہ نظام الدین بمعہ پنجصد علمائے ہند
	فتاویٰ نعیمیہ	مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی
	فتاویٰ حدیثیہ	علامہ شہاب الدین احمد بن محمد بن علی بن حجر مکی
	فقہ اکبر	امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت
	فتح القدیر	شیخ محمد بن علی شوکانی
	فوائد المجموعہ	شیخ محمد بن علی شوکانی
	فیصلہ ہفت مسئلہ	حاجی امداداللہ مہاجر مکی
	فصاحت نبوی	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر
	فیروز اللغات (اردو جامع)	مولوی فیروز الدین لاہوری

(ق)	قرطاس مقبول فی معجزات رسول	مولانا نصیر احمد چشتی
	قصیدۃ النعمان	امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت
	قصیدہ غوثیہ	ابو محمد سید عبدالقادر محی الدین جیلانی
	قصص الانبیاء (فارسی)	علامہ عبدالواحد
	قصائد قاسمی	مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی
	قصیدہ بردہ شریف	علامہ امام شرف الدین بوصیری
(ک)	کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن	امام احمد رضا خان بریلوی
	کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال	علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہانپوری
	کامل ابن عدی	امام ابو احمد عبداللہ بن عدی
	کتاب الوفاء باحوال المصطفیٰ	علامہ ابوالفرج جمال الدین ابن جوزی حنبلی
	کتاب الروح	علامہ ابن قیم جوزی
	کمال اکمال المعلم	امام ابوعبداللہ دستانی مالکی
	کتاب الرؤیا	علامہ حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر
	کتاب القواعد	شیخ عزیز الدین بن عبدالسلام
	کشف الخفاء	علامہ عجلونی
	کشف المحجوب	ابوالحسن علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش
	کلیات اقبال فارسی	ڈاکٹر علامہ محمد اقبال
	کلیات اقبال اردو	ڈاکٹر علامہ محمد اقبال
	کلید مثنوی	مولوی اشرف علی تھانوی
	کتاب المغازی	امام محمد بن عمر بن واقدی
	کتاب البریہ	مرزا غلام احمد قادیانی
	کشتی نوح	ایضاً
	کلمۃ الفصل	ایضاً

(گ)	گلستان سعدی	شیخ شرف الدین مصلح سعدی شیرازی
(ل)	لسان العرب	ابوالفضل محمد بن مکرم الانصاری
	لسان المیزان	حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی
	لغات القرآن	غلام احمد پرویز
(م)	مشکوۃ المصابیح	امام ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب
	مرقات شرح مشکوۃ	علامہ علی بن سلطان محمد القاری
	مراۃ شرح مشکوۃ	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی
	مدارج النبوت	علامہ شیخ عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی
	معجم طبرانی	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی
	مسند امام احمد	امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل
	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع دیوبندی
	مواہب لدنیہ	علامہ امام احمد بن محمد عسقلانی
	مختصر المعانی	مسعود بن عمر سعد تفتازانی
	ماثبت من السنۃ	شیخ عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی
	مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات	علامہ محمد المہدی بن احمد فاسی
	معالم التنزیل	امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی
	مثنوی مولائے روم	مولانا جلال الدین رومی
	مکتوبات شریف	امام ربانی شیخ احمد فاروقی سرہندی
	مجموعۃ الفتاویٰ	علامہ عبدالحی لکھنوی
	مجمع الزوائد	علامہ ابن حجر مکی
	مسک الختام	نواب صدیق حسن بھوپالی (غیر مقلد وہابی)
	مقاصد الاسلام	مولانا انوار اللہ خان
	منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین	امام احمد رضا خان بریلوی
	مفتاح اللغات	مولانا ابوالفتح عزیزی

	مہر منیر	مولانا فیض احمد فیض
	مختصر سیرت الرسول	محمد بن عبدالوہاب نجدی
	محققانہ فیصلہ	علامہ جلال الدین احمد امجدی
	مقالات سعیدی	علامہ غلام رسول سعیدی
	مدینۃ الرسول	علامہ منظور احمد شاہ
	مکتوبات احمدیہ	مرزا غلام احمد قادیانی
	ملفوظات احمدیہ	ایضاً
	مقامات نبوت	صاحبزادہ افتخار الحسن شاہ
	مقامات اولیاء	ایضاً
(ن)	نزہۃ المجالس	امام عبدالرحمٰن صفوری
	نورالانوار	شیخ احمد بن ابوسعید ملاجیون
	نووی شرح مسلم	امام یحییٰ بن شرف نووی
	نسیم الریاض	علامہ احمد شہاب الدین خفاجی
	نفحات الانس	مولانا عبدالرحمٰن جامی
	نادر المعراج	شیخ العالم اکبر الہ آبادی
	نبراس شرح شرح العقائد	علامہ عبدالعزیز فرہاروی
	نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب	مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی
	نزول المسیح	مرزا غلام احمد قادیانی
	نجم الہدیٰ	ایضاً
	نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری	مولانا محمد شریف الحق امجدی مبارک پوری
(و)	وفاء الوفاء	امام سید شریف نور الدین علی بن احمد السمہودی
(ہ)	ہدیۃ المہدی	نواب وحید الزماں (غیر مقلد وہابی)
	ہدایہ اوّلین	امام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی
	ہدایہ آخرین	امام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی

هبۃ النسیم علی نفحات الصلوۃ والتسلیم مولوی سید حسن دیوبندی

اخبارات و ماہنامہ جات

ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ 1985

ماہنامہ ماہ طیبہ کوٹلی لوہاراں 1968

ماہنامہ المہدی قادیان جنوری، فروری 1915

اخبار الفضل قادیان جولائی 1922

اخبار الفضل قادیان اکتوبر 1906

ملتمس

